بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

پارہ

۲۹ تا ۳۰

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر الحسنات

جلد ہفتم

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پارہ

۲۹ تا ۳۰

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

تفسیر الحسنات کے جملہ حقوق اشاعت بحق جامعہ حسنات العلوم محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر الحسنات (جلد ہفتم)
مفسر	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	ستمبر 2008ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	QT27

۲۹۷/۱۶
۱۳۵۱/۱ تف
۹۰۹۷۵

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

جامعہ حسنات العلوم کے تمام اراکین تہہ دل سے محترم سلیم شاہد صاحب، محترم وسیم حمید، محترم کاشف حمید، شاہد حمید مرحوم، والدین و عزیز و اقارب (مبشر الیکٹرک سٹور نشتر روڈ لاہور) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے تفسیر الحسنات کے سلسلہ میں جامعہ حسنات العلوم کے ساتھ تعاون کیا اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ میں ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔ دعا گو

ناظم اعلیٰ جامع حسنات العلوم و خلیفہ مجاز
صوفی محمد تنویر حسین قادری نقشبندی اشرفی
و
الحاج عبد القیوم قادری اشرفی

Marfat.com

فہرست مضامین

سورۃ الملک مکیہ پ۲۹	15
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الملک	15
حل لغات رکوع اول سورۃ الملک	16
سورۃ الملک کے فضائل	17
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الملک پ۲۹	18
اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضہ قدرت میں سارا ملک اور ہر چیز پر ہر غلبہ و تصرف ہے	19
قیامت کے روز موت کو جنت و دوزخ کے درمیان لٹا کر کے ذبح کر دیا جائے گا	20
آسمانوں کی پیدائش کا بیان	21
ہم میں سے ہر ایک کے پاس نذیر آیا تھا	25
تم خفیہ کہو یا اعلانیہ حق سبحانہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے	29
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الملک پ۲۹	30
حل لغات رکوع دوم سورۃ الملک پ۲۹	32
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الملک پ۲۹	34
صفات رب العزت عزوجل کے بارے میں بیان ہوا اس پر ایمان لازم ہے	35
شان نزول	39
یہ ہے وہ عذاب جس کے لئے تم جلدی چاہتے تھے	42
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ القلم پ۲۹	46
حل لغات رکوع اول سورۃ القلم پ۲۹	47
سورۃ القلم پ۲۹	49
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القلم پ۲۹	50
حق تو یہ ہے کہ اخلاق جلیلہ کا احاطہ ممکن ہی نہیں	52
باغ کا مالک مرد صالح تھا باغ کے میوے کثرت سے فقرا کو دیتا تھا	60
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ القلم پ۲۹	67
حل لغات رکوع دوم سورۃ القلم پ۲۹	69
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ القلم پ۲۹	70
جمہور علماء کرام کے نزدیک کشف ساق سے مراد شدت وصعوبت امر ہے	75
آپ ﷺ کو یونس علیہ السلام کی طرح عمل فرمانے سے پہلے ہی منع فرمانا	79
حضرت یونس علیہ السلام مرد صالح تھے اور برگزیدہ نبی مرسل گزرے	79
بعض نے آپ کو نظر لگانا چاہا تو اللہ عزوجل نے آپ کو محفوظ رکھا	85
سورۃ الحاقہ مکیہ پ۲۹	85
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحاقہ پ۲۹	85
حل لغات رکوع اول سورۃ الحاقہ پ۲۹	87
سورۃ الحاقہ پ۲۹	89
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الحاقہ پ۲۹	89
قیامت حق وثابت ہے اور اس کا ہونا یقینی اور قطعی ہے	89
وہ لوگ سات روز تک عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں روز مر گئے	92
قیامت کے وقوع کی تشریح	95
پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا	96
آدمی کھڑے بیٹھے، لیٹے ہوئے درخت سے پھل توڑ سکے گا	100
جحیم دوزخ کی آگ کے ایک طبقہ کا نام ہے	102

Marfat.com

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹	104
حل لغات رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹	105
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹	106
حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اقوال باطلہ کا رد فرمایا	106
جب بندہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ کہتا ہے تو اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے	109
سورۃ المعارج پ ۲۹	110
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ المعارج پ ۲۹	110
حل لغات رکوع اول سورۃ المعارج پ ۲۹	111
سورۃ المعارج پ ۲۹	113
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ المعارج پ ۲۹	113
وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا	114
دنیا سے عرش تک کی مسافت پچاس ہزار برس کی ہے	116
حق سبحانہ تعالیٰ جہنم کو کلام پر قدرت فرمائے گا	119
اے کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا	123
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ المعارج پ ۲۹	126
حل لغات رکوع دوم سورۃ المعارج پ ۲۹	126
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ المعارج پ ۲۹	127
وہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے جبکہ دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا	130
حقیقت واشگاف دیکھ کر شرم سے آنکھیں نیچی ہوں گی	130
سورۃ نوح مکیہ پ ۲۹	132
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۂ نوح پ ۲۹	132
حل لغات رکوع اول سورۂ نوح پ ۲۹	133
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ نوح پ ۲۹	134
حضرت نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام سے دنیاوی عمر کے لحاظ سے زیادہ تھے	135
اسلام، حج اور ہجرت ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں	138
قوم نوح پر پیہم تکذیب کی وجہ سے بارش روک دی گئی تھی	141
تمہارا اخراج اس طرح یقینی ہے جس طرح زمین سے سبزے کا اگنا (تمہاری پیدائش)	143
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹	144
حل لغات رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹	145
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹	146
غیر اللہ کی پرستش میں ''ود'' سب سے اول ہوا جس کی بندگی کی گئی	148
حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں کہا کہ ان کے ہاں اگر اولاد ہوگی تو وہ بھی بدکار اور ناشکری ہوگی	150
واہلہ زوجہ نوح علیہ السلام اور بیٹا کنعان منافق تھے	151
سورۃ الجن پ ۲۹	153
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹	153
حل لغات رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹	154
سورۃ الجن پ ۲۹	156
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹	157
نصیبین کے جنات نے آپ کی تلاوت قرآن سنی	158
آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی اور رسول کی بعثت دونوں جنوں اور انسانوں کے لئے نہیں ہوئی	159
جب انسانوں نے ان کی پناہ مانگی تو جنات کے سرداروں کا غرور بڑھ گیا	162
آگ کے انگارے ان پر ٹوٹتے، پیچھا کرتے	163
ایماندار جنات کے لئے ثواب اور کفار کے لئے عذاب ہوگا	168
مساجد جمع سے مراد وہ ساتوں اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے	170
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹	172
حل لغات رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹	173

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹	174
احکام الٰہی کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا میری قدرت میں ہے	175
امور غیبیہ کی اطلاع کے وقت اللہ تعالیٰ رسول کے لئے تمام اطراف سے حفاظت و نگرانی کے لئے ملائکہ علیہم السلام مقرر فرما دیتا ہے	178
سورۃ مزمل مکیہ	179
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹	179
حل لغات رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹	180
سورۃ المزمل پ ۲۹	181
مختصر تفسیر اردو سورۃ مزمل رکوع اول پ ۲۹	182
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ اور یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کہہ کر ندا کی	182
حضور اکرم ﷺ کو مختار فرمایا گیا ہے کہ چاہے وہ آدھی رات قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کم قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کچھ بڑھائیں	183
زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہاتھوں میں موجود چیز سے بڑھ کر حق سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد ہو	188
جب اس نے پڑھا ''اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا'' تو آپ؟ کو غش آ گیا	189
بدر میں ابوجہل کے قتل ہونے پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''مات فرعون ھذہ الامۃ''	190
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹	192
حل لغات رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹	192
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹	193
تمام صحابہ علیہم الرضوان آپ ﷺ کے ساتھ قیام کرتے تھے	194
تعین نصاب مدینہ میں فرض ہوا	197
سورۃ مدثر مکیہ	199
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹	199
حل لغات رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹	200
سورۃ المدثر مکیہ	202
محقق یہی ہے کہ ''المدثر'' کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا	202
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹	203
نماز نام ہی عاجزی، انکساری اور تواضع کا ہے	206
صرف رضائے الٰہی عزوجل کے لئے خرچ کریں اور کسی اجر و بدلہ کی خواہش نہ رکھیں	207
مروی ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں اتریں	208
صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے	210
جہنم کے دربانوں کی تعداد (گنتی) کو ہم نے کفار کے لئے آزمائش بنایا	214
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹	216
حل لغات رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹	217
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹	218
بعض نے کہا تقدم سے مراد ایمان اور تاخر سے مراد جہنم ہے	220
شفاعت کرنے والے انبیاء، شہدا، علماء صالحین اور مومنین ہوں گے	222
ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم پر نوشتہ نہ اترے	224
بندوں کے افعال حق سبحانہ تعالیٰ کی مشیت (ارادہ) کے ساتھ بالذات یا واسطے سے وابستہ ہیں	225
سورۃ القیامہ مکیہ پ ۲۹	226
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ قیامہ پ ۲۹	226
حل لغات رکوع اول سورۃ قیامہ پ ۲۹	227
سورۃ القیامہ مکیہ پ ۲۹	228

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ قیامہ پ۲۹ 229
نفس لوامہ، نفس امارہ کے اوپر اور نفس مطمئنہ کے نیچے ہے 229
چاند کی روشنی اور چمک زائل ہو جائے گی 232
اس کے متن اور معانی سے آپ سے کچھ چھوٹے ہی نہیں ہمارے ذمہ ہے 235
ہمہ وقت اس نعمت سے سرفرازی انبیاء اور مقربین خواص اور صالحین کے لئے ہوگی 238
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قیامہ پ۲۹ 240
حل لغات رکوع دوم سورۃ قیامہ پ۲۹ 240
مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ قیامہ پ۲۹ 241
آپ ﷺ نے بطحا سے ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر فرمایا "فاولی لک ثم اولی لک فاولی لک" 242
ایک سو بیس روز بعد فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے 243
سورۃ الدہر مکیہ پ۲۹ 245
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ دہر پ۲۹ 245
حل لغات رکوع اول سورۃ دہر پ۲۹ 246
سورۃ الدہر (الانسان) مکیہ پ۲۹ 248
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الدہر پ۲۹ 248
مراد جنس انسان یا آدم علیہ السلام ہیں جن سے نوع انسان کا آغاز ہوا 249
انسان خواہ شکر گزار ہو یا ناشکر گزار ہم نے راہ دکھادی 250
وہ شراب جو کافور سے ملی ہوگی اسے چشمے سے پئیں گے 252
آیت کا نزول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہوا 254
وہ لوگ دو جنتوں کے وعدے دیئے گئے تھے 256
سلسبیل ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے جنت عدن سے پھوٹتا ہے 258
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ دہر پ۲۹ 261
حل لغات رکوع دوم سورۃ دہر پ۲۹ 261
مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ دہر پ۲۹ 262
ان دونوں آیات میں پانچوں نمازوں کا ذکر واضح ہے 264
جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مشیت سے ہوتا ہے 266
سورۃ المرسلات پ۲۹ 267
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ المرسلات پ۲۹ 267
حل لغات رکوع اول سورۃ المرسلات پ۲۹ 268
سورۃ المرسلات پ۲۹ 270
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے سورۂ ہود، واقعہ، المرسلات اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا 270
مختصر تفسیر رکوع اول سورۃ المرسلات پ۲۹ 270
اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا 272
وَیْلٌ جہنم کے اندر ایک وادی ہے 273
دوزخ کی آگ سے ایک شعلہ برآمد ہوگا جو کفار کو اونچے دھوئیں یا شامیانے کی طرح گھیر لے گا 277
اس دن کی عظیم دہشت و ہیبت اور فرط حیرت سے کچھ بھی گفتگو نہ کرسکیں گے 278
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ المرسلات پ۲۹ 279
حل لغات رکوع دوم سورۃ المرسلات پ۲۹ 279
مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ المرسلات پ۲۹ 280
گناہ گار مومن بھی زمرۂ متقین میں شامل ہیں 280
جب کفار و مکذبین کو سجدہ کا حکم ہوگا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے 282
سورۃ نبا مکیہ پ۳۰ 283
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ نبا پ۳۰ 283
حل لغات رکوع اول سورۃ نبا پ۳۰ 284

Marfat.com

سورۃ النباء پ ۳۰ 285
قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ النباء العظیم سے مراد قرآن ہے 285
مختصر تفسیر سورۃ نباء پ ۳۰ 286
اس نے کسی چیز کو عبث فضول اور بے مقصد پیدا نہیں فرمایا 287
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے 288
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر لوگ کے تین گروہ ہوں گے 291
کچھ بدعتی یا گمراہ فرقے ایسے ہیں جو حساب (جزاو سزا) کے منکر ہیں 293
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ النباء پ ۳۰ 294
حل لغات رکوع دوم سورۃ نباء پ ۳۰ 295
مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ نباء پ ۳۰ 296
بعض مفسرین نے لکھا ہے جنت کی عورتیں سب کی سب سولہ برس کی عمر کی اور جنتی مرد بھی تیئس سالہ عمر کے ہوں گے 296
عذاب قریب سے مراد یوم بدر میں قریش کے سرکردہ لوگوں کا مقتول اور ہلاک ہونا ہے 301
سورۃ النازعات مکیہ پ ۳۰ 302
بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ النازعات پ ۳۰ 302
حل لغات رکوع اول سورۃ النازعات پ ۳۰ 303
سورۃ النازعات پ ۳۰ 304
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ النازعات پ ۳۰ 304
بعض علماء کرام نے نازعات سے مراد ملائکہ عذاب لئے ہیں 304
دونوں نفخوں کے درمیان چالیس برس کا وقفہ ہوگا 306
یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جاؤ 308
فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا 309
بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ النازعات پ ۳۰ 310
حل لغات رکوع دوم سورۃ النازعات پ ۳۰ 311
مختصر تفسیر رکوع دوم سورۃ النازعات پ ۳۰ 312
حدیث صحیح میں ہے کہ آسمان دنیا کی زمین سے بلندی پانچ سو سال کی مسافت ہے 313
ارشاد نبوی ﷺ ہے میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں 316
سورۃ عبس مکیہ پ ۳۰ 318
بامحاورہ ترجمہ سورۃ عبس پ ۳۰ 318
حل لغات سورۃ عبس پ ۳۰ 319
سورۃ عبس پ ۳۰ 321
مختصر تفسیر اردو سورۃ عبس پ ۳۰ 321
آپ ﷺ نے ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے رخ موڑ لیا تو ان آیات کا نزول ہوا 321
بلاشبہ آپ ﷺ کی مجلس شریفہ میں فقراء کی جماعت ہی حقیقتاً امراء تھی 324
یہ آیت مردوں کے دفن کی مشروعیت پر مشیر ہے 327
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز لوگ ننگے بدن پاؤں بغیر ختنہ اٹھیں گے 330
سورۃ التکویر مکیہ پ ۳۰ 332
بامحاورہ ترجمہ سورۃ التکویر پ ۳۰ 332
حل لغات سورۃ التکوثر پ ۳۰ 333
سورۃ التکویر پ ۳۰ 334
اس سورۃ میں وقوع قیامت کی منظر کشی ہے 334
مختصر تفسیر اردو سورۃ التکویر پ ۳۰ 334
قیامت کے روز چاند اور سورج بے نور کر دیئے

Marfat.com

جائیں گے 335

زندہ دبانے والی اور جس کے لئے زندہ دبائے دونوں جہنمی ہیں 337

میرے دو وزیر آسمانوں میں جبریل و میکائیل علیہما السلام اور دو زمین میں شیخین کریمین صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما ہیں 340

اس میں کفار کے اس قول کی تردید و مذمت ہے کہ یہ کہانت ہے 341

سورۃ الانفطار مکیہ پ ۳۰ 343

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانفطار پ ۳۰ 343

حل لغات سورۃ الانفطار پ ۳۰ 344

سورۃ الانفطار 344

مختصر تفسیر اردو سورۃ الانفطار پ ۳۰ 345

یہ آیت اسید بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جس نے رسول اللہ ﷺ سے بے ہودگی اور گستاخی کی 346

شفاعت کی اجازت صرف اہل ایمان کیلئے ہے 348

سورۃ التطفیف مکیہ پ ۳۰ 349

بامحاورہ ترجمہ سورۃ التطفیف پ ۳۰ 349

حل لغات سورۃ التطفیف پ ۳۰ 351

سورۃ التطفیف مکیہ پ ۳۰ 352

مدینہ کے لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے تو اللہ عزوجل نے ویل للمطففین نازل فرمائی 353

مختصر تفسیر اردو سورۃ التطفیف پ ۳۰ 353

سجین جہنم میں ہے اور جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے 356

کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری 357

جہنم کے داروغے یا اہل جنت ان سے کہیں گے کہ یہی ہے وہ عذاب جس کے تم دنیاوی زندگی میں منکر تھے 358

جنتی باہم ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور دوستوں کو دوستوں سے کوئی حجاب نہ ہوگا 360

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اہل ایمان کی ایک جماعت کے ہمراہ کفار مکہ کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کا تمسخر اڑایا تو یہ آیت اتری 362

سورۃ الانشقاق مکیہ پ ۳۰ 365

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانشقاق پ ۳۰ 365

حل لغات سورۃ الانشقاق پ ۳۰ 366

سورۃ الانشقاق پ ۳۰ 367

مختصر تفسیر اردو سورۃ الانشقاق پ ۳۰ 367

جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا 369

یعنی وہ اسے ضرور زندہ اٹھائے گا حساب لے گا اور اس سے ضرور بدلہ لے گا 371

انہیں کون سا عذر مانع ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت دل سے عاجزی کا اظہار نہیں کرتے 373

سورۃ البروج مکیہ پ ۳۰ 375

بامحاورہ ترجمہ سورۃ البروج پ ۳۰ 375

حل لغات سورۃ البروج پ ۳۰ 376

سورۃ البروج 377

مختصر تفسیر اردو سورۃ البروج پ ۳۰ 377

شَاهِدٍ سے مراد عرفہ اور جمعہ ہے اور مَشْهُودٍ سے مراد یوم قیامت ہے 378

کفار وصنادید قریش اس طرح قتل ہوں گے جس طرح کھائی والے ہلاک ہوئے 379

بچے نے ماں سے کہا کہ صبر کر تو حق پر ہے 380

یعنی اصحاب الاخدود کے لئے آخرت میں جہنم ہے 382

ایک قول ہے کہ الودود کثیر الاحسان کثرت سے نوازش اور مہربانی فرمانے والا 383

Marfat.com

مروی ہے کہ لوح سفید موتی سے بنی ہے 385
سورۃ الطارق مکیہ پ ۳۰ 386
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الطارق پ ۳۰ 386
حل لغات سورۃ الطارق پ ۳۰ 386
سورۃ الطارق پ ۳۰ 387
اس سورۃ میں انسانی تخلیقی حالت اور دوبارہ زندگی کا بیان ہے 387
مختصر تفسیر اردو سورۃ الطارق پ ۳۰ 387
انسان کو اللہ عزوجل نے جست کرتے پانی سے خلق کیا 289
جن چار باتوں کی ضمانت چاہی وہ نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور غسل جنابت ہے 390
انہیں مہلت دو یہاں تک کہ میں قتال کا حکم دوں 392
سورۃ الاعلیٰ مکیہ پ ۳۰ 393
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰ 393
حل لغات سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰ 393
سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰ 394
اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں تمام مخلوقات کی تخلیق کی درستی اور چارا وغیرہ کی پیداوار کا ذکر ہے 395
مختصر تفسیر اردو سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰ 395
اللہ عزوجل نے آسمان اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ساری مخلوقات کی تقدیریں مقرر فرمائیں 397
دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا شدید وگرم ہے 400
ارشاد فرمایا ایک سو صحیفے اور چار کتابیں نازل فرمائیں 402
سورۃ الغاشیہ مکیہ پ ۳۰ 403
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الغاشیہ پ ۳۰ 403
حل لغات سورۃ الغاشیہ پ ۳۰ 404
سورۃ الغاشیہ پ ۳۰ 405
رسول اللہ ﷺ اس سورۂ مبارکہ کو نماز جمعہ میں دوسری سورتوں کے ساتھ اکثر تلاوت فرماتے تھے 405
مختصر تفسیر اردو سورۃ الغاشیہ پ ۳۰ 405
انہیں یہ جلتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی 466
جنت کے عیون و انہار مشک کے پہاڑ سے پھوٹتے اور نکلتے ہیں 408
آخرت کا عذاب ہی بڑا ہے اور اس کی نسبت دنیا کا عذاب کم تر ہے 411
سورۃ الفجر مکیہ پ ۳۰ 413
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفجر پ ۳۰ 413
حل لغات سورۃ الفجر پ ۳۰ 414
سورۃ الفجر پ ۳۰ 415
مختصر تفسیر سورۃ الفجر پ ۳۰ 416
یوم عاشورہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا 417
ارم شہر کا نام ہے اور ذَاتِ الْعِمَاد اس کی صفت ہے
عذاب کے کوڑے سے مراد سخت و شدید ترین عذاب ہے 421
تم یتیم کو کیوں نہیں دیتے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کیوں نہیں کرتے 423
جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اسے کھینچتے ہوں گے 425
اللہ عزوجل اس سے ملاقات محبوب رکھتا ہے جو اللہ عزوجل کی لقا کو محبوب رکھتا ہے 428
سورۃ البلد پ ۳۰ 429
بامحاورہ ترجمہ سورۃ البلد پ ۳۰ 429
حل لغات سورۃ البلد پ ۳۰ 430

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سورۃ البلد پ ۳۰	431
مختصر تفسیر سورۃ البلد پ ۳۰	431
آیت کے نزول میں ہے کہ اسید بن کلدہ کے حق میں اتری	432
جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا	495
ایمان کے بغیر نیک اعمال سعی لاحاصل ہے	437
سورۃ الشمس مکیہ پ ۳۰	439
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الشمس پ ۳۰	439
حل لغات سورۃ الشمس پ ۳۰	439
سورۃ الشمس پ ۳۰	440
اس سورۃ میں دنیاوی زندگی کے احوال و انجام کا تذکرہ ہے	440
مختصر تفسیر اردو سورۃ الشمس پ ۳۰	440
چاند ہمیشہ (ہر وقت) سورج کے پیچھے آتا ہے	441
جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی راہیں کھول دیتا ہے	442
پھر انہوں نے اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالا	444
سورۃ الیل مکیہ پ ۳۰	446
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الیل پ ۳۰	446
حل لغات سورۃ الیل پ ۳۰	447
سورۃ الیل پ ۳۰	448
اس سورۃ میں ان اوصاف کا ذکر جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے	448
مختصر تفسیر اردو سورۃ الیل	448
بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے	450
مرتکب کبیرہ مومن دوامی جہنمی نہیں	453
یہ آیات امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں	453
اگر میں اپنے پروردگار عزوجل کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیل بناتا	454
سورۃ الضحیٰ مکیہ پ ۳۰	455
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الضحیٰ پ ۳۰	455
حل لغات سورۃ الضحیٰ پ ۳۰	455
سورۃ الضحیٰ پ ۳۰	456
زعماء امت نے آپ ہی کو خلیفۃ الرسول قرار دیا ہے	456
مختصر تفسیر اردو سورۃ والضحیٰ پ ۳۰	456
کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب (عزوجل) نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا اس پر سورت والضحیٰ نازل ہوئی	458
آپ ﷺ کی رضا یہی ہے کہ ان کی ساری امت جنت میں ہو	460
میں اور یتیم جنت میں اس طرح ہوں گے آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا	463
علم دین کا طالب ہو تو اس کا اکرام لازم ہے	464
سورۃ انشراح مکیہ پ ۳۰	466
بامحاورہ ترجمہ سورۃ انشراح پ ۳۰	466
حل لغات سورۃ انشراح پ ۳۰	466
سورۃ انشراح پ ۳۰	466
میرا ذکر نہ ہوگا مگر یہ کہ میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا	467
مختصر تفسیر اردو سورۃ الم نشرح پ ۳۰	467
ماء زمزم کوثر سے اسی وجہ سے افضل ہے کہ قلب اطہر کو اس سے غسل دیا گیا	468
نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کیلئے خوب کوشش کرو	471
سورۃ التین مکیہ پ ۳۰	472
بامحاورہ ترجمہ سورۃ التین پ ۳۰	472

Marfat.com

حل لغات سورۃ التین پ ۳۰	472
سورۃ التین پ ۳۰	473
مختصر تفسیر اردو سورۃ التین پ ۳۰	473
اگر میں کہتا کہ کوئی پھل جنت سے اترا ہے تو میں ضرور کہتا کہ وہ پھل یہی ہے (انجیر ہے)	474
زیتون کے درخت کی مسواک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مسواک ہے	475
جب کوئی مومن بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پر ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ان اعمال کا وہی ثواب لکھنے کو فرماتا ہے جو اعمال وہ بحالت صحت اور اقامت کیا کرتا تھا	478
سورۃ العلق مکیہ پ ۳۰	480
بامحاورہ ترجمہ سورۃ العلق پ ۳۰	480
حل لغات سورۃ العلق پ ۳۰	480
سورۃ العلق پ ۳۰	481
اکثر علماء تفسیر کے نزدیک سورۃ العلق پہلی سورت ہے جو سب سے اول نازل ہوئی	481
غار حرا میں آپ ﷺ کے قیام کی مدت بروایت صحیحین ایک ماہ تھی	482
مختصر تفسیر اردو سورۃ العلق پ ۳۰	483
ابوجہل لعین نے کہا ہمارے لئے مکہ کے پہاڑ سونے اور چاندی کے کر دیجئے	486
کہنے لگا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ سے بھری ہوئی ایک خندق ہے	487
بندہ بحالت سجدہ اپنے پروردگار سے بہت زیادہ قرب میں ہوتا ہے	490
سورۃ القدر مکیہ پ ۳۰	490
بامحاورہ ترجمہ سورۃ القدر پ ۳۰	491
حل لغات سورۃ القدر پ ۳۰	491
سورۃ القدر پ ۳۰	491
اللہ عزوجل نے اہل ایمان کی دل جوئی کے لئے شب قدر انعام فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے	492
مختصر تفسیر اردو سورۃ القدر پ ۳۰	492
قرآن کا نزول سابقہ کتب کی طرح یکبارگی پندرہ شعبان کو ہوا اور لیلۃ القدر میں ضرورت کے مطابق نزول کا آغاز ہوا	492
شب قدر میں جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں	495
اس رات میں نماز کی نسبت دعا زیادہ پسندیدہ امر ہے	497
سورۃ البینہ مدنیہ پ ۳۰	498
بامحاورہ ترجمہ سورۃ البینہ پ ۳۰	498
حل لغات سورۃ البینہ پ ۳۰	498
سورۃ البینہ پ ۳۰	499
حق سبحانہ وتعالیٰ اس سورت کی تلاوت کو (بطور خاص) سنتا ہے	500
مختصر تفسیر اردو سورۃ البینہ پ ۳۰	500
بروقت نماز پڑھیں اور وقت پر زکوٰۃ ادا کریں	503
اہل کتاب میں سے بعض ایمان لائے اور بعض کفر پر قائم رہے	504
ایک قول ہے کہ اللہ عزوجل کے فیصلے پر راضی ہوں گے	506
سورۃ الزلزال مدنیہ پ ۳۰	508
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الزلزال پ ۳۰	508
حل لغات سورۃ الزلزال پ ۳۰	508
سورۃ الزلزال پ ۳۰	509
یہ سورت احکام آخرت کو اجمالی طور پر مشتمل ہے	509
مختصر تفسیر اردو سورۃ الزلزال پ ۳۰	509
زمین ہر آزاد و غلام مرد و عورت کے بارے میں گواہی دے گی	511

کفار کی تمام نیکیاں کالعدم اور اکارت ہیں	513
سورۃ العادیات مکیہ پ ۳۰	515
بامحاورہ ترجمہ سورۃ العادیات پ ۳۰	515
حل لغات سورۃ العادیات پ ۳۰	515
سورۃ العادیات پ ۳۰	516
اس سورت میں انسان کی دنیا کی چاہت اور اس کی پیروی کا تذکرہ ہے	516
مختصر تفسیر اردو سورۃ العادیات	516
وہ ناشکرا نافرمان ہے جو اپنے غلام کو مارے پیٹے	518
سورۃ القارعہ مکیہ پ ۳۰	521
بامحاورہ ترجمہ سورۃ القارعہ پ ۳۰	521
حل لغات سورۃ القارعہ پ ۳۰	521
سورۃ القارعہ پ ۳۰	522
مختصر تفسیر اردو سورۃ القارعہ پ ۳۰	522
عدم ایمان کی وجہ سے ان کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی	524
سورۃ التکاثر مکیہ پ ۳۰	526
بامحاورہ ترجمہ سورۃ التکاثر پ ۳۰	526
حل لغات سورۃ التکاثر پ ۳۰	526
سورۃ التکاثر پ ۳۰	526
یہ سورۃ ایک ہزار آیتوں کے برابر ثواب رکھتی ہے	527
مختصر تفسیر اردو سورۃ التکاثر پ ۳۰	527
وقت موت تمہیں یقینی علم حاصل ہوگا تو تم اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لوگے	528
اس سے واضح ہے کہ پرسش دوزخ کو دیکھنے کے بعد ہوگی	530
سورۃ العصر مکیہ پ ۳۰	532
بامحاورہ ترجمہ سورۃ العصر پ ۳۰	532
حل لغات سورۃ العصر پ ۳۰	532
سورۃ العصر پ ۳۰	532
اس سورۃ کے علاوہ کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو یہی سورت لوگوں کے لئے کافی ہے	532
مختصر تفسیر اردو سورۃ العصر پ ۳۰	533
جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو گویا اس کا اہل و مال سب تباہ ہوگیا	533
اس آیت سے واضح ہے کہ حق و صبر کا حکم لازم ہے	534
سورۃ الہمزہ مکیہ پ ۳۰	535
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الہمزہ پ ۳۰	535
حل لغات سورۃ الہمزہ پ ۳۰	535
سورۃ الہمزہ پ ۳۰	536
مختصر تفسیر اردو سورۃ الہمزہ پ ۳۰	536
ہر اس شخص کے لئے ہلاکت و بربادی ہے جو روبرو طنز کرے اور پس پشت برائیاں بیان کرے	536
آگ کے طبقات میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے	538
سورۃ الفیل مکیہ پ ۳۰	539
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفیل پ ۳۰	539
حل لغات سورۃ الفیل پ ۳۰	539
سورۃ الفیل پ ۳۰	539
مختصر تفسیر اردو سورۃ الفیل پ ۳۰	540
جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی نبوت کی تمہید ہے	540
سورۃ القریش مکیہ پ ۳۰	543
بامحاورہ ترجمہ سورۃ القریش پ ۳۰	543
حل لغات سورۃ القریش پ ۳۰	543
سورۃ القریش پ ۳۰	543
ایک گروہ علماء کرام کا قول ہے کہ سورۃ الفیل اور سورۃ القریش ایک ہی سورت ہے	543
مختصر تفسیر اردو سورۃ القریش پ ۳۰	544

جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دشمن اور مصیبت وغیرہ میں اس سورت کا پڑھنا حد درجہ نافع اور مجرب ہے	546
سورۃ الماعون مکیہ پ ۳۰	546
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الماعون پ ۳۰	547
حل لغات سورۃ الماعون پ ۳۰	547
سورۃ الماعون پ ۳۰	547
اس سورت میں اس شخص کی مذمت کی ہے جو مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا	548
مختصر تفسیر اردو سورۃ الماعون پ ۳۰	548
ان نمازیوں کے لئے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں	549
سورۃ الکوثر مکیہ پ ۳۰	551
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکوثر پ ۳۰	551
حل لغات سورۃ الکوثر پ ۳۰	551
سورۃ الکوثر پ ۳۰	551
قرآن حکیم میں اس سورت سے کم آیات والی کوئی سورت نہیں	551
مختصر تفسیر اردو سورۃ الکوثر پ ۳۰	552
بلاشبہ نماز شکر کی تمام قسموں کی جامع ہے	555
سورۃ الکافرون مکیہ پ ۳۰	556
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکافرون پ ۳۰	556
حل لغات سورۃ الکافرون پ ۳۰	556
سورۃ الکافرون پ ۳۰	556
سورۃ الکافرون کی قرأت کا ثواب ایک چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے	557
مختصر تفسیر اردو سورۃ الکافرون پ ۳۰	557
ایک سال آپ ہمارے دین کا اور ہمارے اللہ کا اتباع کریں اور ایک سال ہم آپ کے دین کا اور آپ کے اللہ عزوجل کا اتباع کریں گے	558
سورۃ النصر مکیہ پ ۳۰	560
بامحاورہ ترجمہ سورۃ النصر پ ۳۰	560
حل لغات سورۃ النصر پ ۳۰	560
سورۃ النصر پ ۳۰	560
جب یہ سورت نازل ہوئی تو مجھے اپنی وفات کی اطلاع دی گئی	560
مختصر تفسیر اردو سورۃ النصر پ ۳۰	561
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے	561
توبہ استغفار کا ذکر اس پردہ کے اٹھنے کا موجب ہے جو ترقی درجات کے درمیان عارضی طور پر حائل ہوتا ہے	563
سورۃ اللہب مکیہ پ ۳۰	564
بامحاورہ ترجمہ سورۃ اللہب پ ۳۰	564
حل لغات سورۃ اللہب پ ۳۰	564
سورۃ اللہب میں عاصی و نافرمانوں کے خسارہ کا بیان ہے	565
مختصر تفسیر اردو سورۃ اللہب پ ۳۰	565
ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کو مارے	566
اے اللہ عزوجل اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کردے	567
اللہ تعالیٰ نے اندھا کردیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ ہی نہ سکی	568
سورۃ الاخلاص مکیہ پ ۳۰	569
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الاخلاص پ ۳۰	569
حل لغات سورۃ الاخلاص پ ۳۰	569
سورۃ الاخلاص پ ۳۰	569
ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ بڑی محبوب ہے ارشاد فرمایا بلاشبہ اس	

سورۃ مبارک کی محبت تمہیں ضرور جنت میں داخل کرے گی 570
صحیح مسلم میں ہے سورۃ الاخلاص ثلث القرآن کے مساوی ہے 571
مختصر تفسیر اردو سورۃ الاخلاص پ ۳۰ 571
اس کی یہ شان دوامی ہے کہ وہ اولاد سے پاک تھا پاک ہے اور پاک رہے گا 573
سورۃ الفلق مدنیہ پ ۳۰ 574
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفلق پ ۳۰ 574
حل لغات سورۃ الفلق پ ۳۰ 574
سورۃ الفلق پ ۳۰ 574
اس سورت کے نزول کا سبب یہود کا سحر تھا جنہوں نے مدینہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کیا تھا 574
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر رات میں ایسی آیات اتری ہیں جن کی مثل میں نے ہرگز نہ دیکھی 575
مختصر تفسیر اردو سورۃ الفلق پ ۳۰ 576
جب یہ سامان سحر برآمد ہوا تو ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگی تھیں 578
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کے بارے میں 578
حسد وہ پہلا گناہ تھا جو آسمانوں میں ابلیس لعین سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے ظاہر ہوا 580
سورۃ الناس مدنیہ پ ۳۰ 581
بامحاورہ ترجمہ سورۃ الناس پ ۳۰ 581
حل لغات سورۃ الناس پ ۳۰ 581
سورۃ الناس پ ۳۰ 581
پچھلی سورت اور اس سورت کو معوذتین کہتے ہیں 581
مختصر تفسیر اردو سورۃ الناس پ ۳۰ 582
اللہ عزوجل ہی مربی بھی ہے۔ بادشاہ بھی اور معبود بھی جب آدمی غافل ہوتا ہے تو وہ اپنی چونچ اس کے دل میں چبھو دیتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے 582
وسوسہ ڈالنا جنات کا کام بھی ہے اور انسانوں کا بھی دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی 583

Marfat.com

سورۃ الملک مکیہ

اس میں دو رکوع۔ تیس آیتیں تین سو تیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔ سورۃ الملک۔ پ ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾

پھر دوبارہ نگاہ اٹھا تیری نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾

اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ﴿۷﴾

جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿۸﴾

معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿۹﴾

کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے تو ہم نے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں ہو مگر بہت بڑی گمراہی میں

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾
اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾
اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾
بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾
اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی جانتا ہے

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾
کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریک جانتا خبردار

حل لغات رکوع اول۔سورۃ الملک۔پ ۲۹

تَبٰرَكَ۔برکت والا ہے	الَّذِيْ۔وہ جس کے	بِيَدِهِ۔ہاتھ میں	الْمُلْكُ۔بادشاہی ہے
وَ۔اور	هُوَ۔وہ	عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر
شَيْءٍ۔چیز کے	قَدِيْرٌ۔قادر ہے	الَّذِيْ۔جس نے	خَلَقَ۔پیدا کیا
الْمَوْتَ۔موت کو	وَ۔اور	الْحَيٰوةَ۔زندگی کو	لِيَبْلُوَ۔تاکہ آزمائے
كُمْ۔تم کو کہ	اَيُّكُمْ۔کون سا تم میں سے	اَحْسَنُ۔اچھا ہے	عَمَلًا۔عملوں میں
وَ۔اور	هُوَ۔وہ	الْعَزِيْزُ۔غالب ہے	الْغَفُوْرُ۔بخشنے والا
الَّذِيْ۔جس نے	خَلَقَ۔پیدا کیے	سَبْعَ۔سات	سَمٰوٰتٍ۔آسمان
طِبَاقًا۔نیچے اوپر	مَا۔نہیں	تَرٰى۔دیکھے گا تو	فِيْ۔بیچ
خَلْقِ۔پیدائش	الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے	مِنْ تَفٰوُتٍ۔کوئی فرق	فَارْجِعِ۔تو لوٹاؤ
الْبَصَرَ۔نگاہ کو	هَلْ۔کیا	تَرٰى۔دیکھتا ہے تو	مِنْ فُطُوْرٍ۔کوئی نقص
ثُمَّ۔پھر	ارْجِعِ۔لوٹا	الْبَصَرَ۔نگاہ کو	كَرَّتَيْنِ۔دوبارہ
يَنْقَلِبْ۔پھرے گی	اِلَيْكَ۔تیری طرف	الْبَصَرُ۔نظر	خَاسِئًا۔تھکی ہوئی
وَّ۔اور	هُوَ۔وہ ہوگی	حَسِيْرٌ۔شرمندہ	وَ۔اور
لَقَدْ۔بے شک	زَيَّنَّا۔زینت دی ہم نے	السَّمَآءَ۔آسمان	الدُّنْيَا۔دنیا کو
بِمَصَابِيْحَ۔چراغوں سے	وَ۔اور	جَعَلْنٰهَا۔بنایا ہم نے اس کو	رُجُوْمًا۔مار
لِّلشَّيٰطِيْنِ۔شیطانوں کے لیے		وَ۔اور	اَعْتَدْنَا۔تیار کیا ہم نے
لَهُمْ۔ان کے لیے	عَذَابَ۔عذاب	السَّعِيْرِ۔آگ کا	
وَ۔اور	لِلَّذِيْنَ۔وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا۔انکار کیا	بِرَبِّهِمْ۔اپنے رب کا ان

Marfat.com

کے لیے	عَذَابُ۔عذاب ہے	جَهَنَّمَ۔جہنم کا	وَ۔اور
بِئْسَ۔برا ہے	الْمَصِيْرُ۔ٹھکانہ	اِذَآ۔جب	اُلْقُوْا۔ڈالے جائیں گے
فِيْهَا۔اس میں	سَمِعُوْا۔سنیں گے	لَهَا۔اس کے لیے	شَهِيْقًا۔آواز چیخ وپکار
وَّ۔اور	هِيَ۔وہ	تَفُوْرُ۔جوش مارتی ہوگی	تَكَادُ۔قریب ہے کہ
تَمَيَّزُ۔پھٹ جائے	مِنَ الْغَيْظِ۔غصے سے	كُلَّمَآ۔جب بھی	اُلْقِيَ۔ڈالی جائے گی
فِيْهَا۔اس میں	فَوْجٌ۔کوئی فوج	سَاَلَهُمْ۔پوچھیں گے ان سے	خَزَنَتُهَآ۔داروغے اس کے
اَ۔کیا	لَمْ۔نہ	يَاْتِكُمْ۔آیا تمہارے پاس	نَذِيْرٌ۔کوئی ڈرانے والا
قَالُوْا۔کہیں گے	بَلٰى۔کیوں نہیں	قَدْ۔بے شک	جَآءَ۔آئے
نَا۔ہمارے پاس	نَذِيْرٌ۔ڈرانے والے	فَكَذَّبْنَا۔تو ہم نے جھٹلایا	وَ۔اور
قُلْنَا۔کہا ہم نے	مَا۔نہیں	نَزَّلَ۔اتاری	اللّٰهُ۔اللہ نے
مِنْ شَيْءٍ۔کوئی چیز	اِنْ۔نہیں	اَنْتُمْ۔تم	اِلَّا۔مگر
فِيْ۔بیچ	ضَلٰلٍ۔گمراہی	كَبِيْرٍ۔بڑی کے	وَ۔اور
قَالُوْا۔کہیں گے	لَوْ۔اگر	كُنَّا۔ہم ہوتے	نَسْمَعُ۔سنتے
اَوْ۔یا	نَعْقِلُ۔سمجھتے	مَا۔تو نہ	كُنَّا۔ہوتے ہم
فِيْٓ۔بیچ	اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔دوزخی لوگوں کے		فَاعْتَرَفُوْا۔تو اقرار کریں گے
بِذَنْۢبِهِمْ۔اپنے گناہوں کا	فَسُحْقًا۔تو پھٹکار ہے	لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔واسطے دوزخیوں کے	
اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو	يَخْشَوْنَ۔ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ۔اپنے رب سے
بِالْغَيْبِ۔بن دیکھے	لَهُمْ۔ان کے لیے	مَّغْفِرَةٌ۔بخشش ہے	وَّ۔اور
اَجْرٌ۔اجر	كَبِيْرٌ۔بڑا	وَ۔اور	اَسِرُّوْا۔چھپاؤ
قَوْلَكُمْ۔اپنی بات کو	اَوِ۔یا	اجْهَرُوْا۔ظاہر کرو	بِهٖ۔اس کو
اِنَّهٗ۔بے شک وہ	عَلِيْمٌ۔جانتا ہے	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔سینے کی باتیں	
اَ۔کیا	لَا۔نہ	يَعْلَمُ۔جانے	مَنْ۔جس نے
خَلَقَ۔پیدا کیا	وَ۔اور	هُوَ۔وہ ہو	اللَّطِيْفُ۔باریک بین
الْخَبِيْرُ۔خبردار			

سورۃ الملک کے فضائل

یہ سورت مکی ہے اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں اس سورۃ کا نام "سورۂ تبارک"، المانعہ، المنجیہ اور المجادلہ بھی آتے ہیں طبرانی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ عہد رسالت ﷺ میں اس سورۃ مبارکہ کو "المانعہ" (روکنے والی، عذاب سے روکنے والی) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ترمذی وغیرہ رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر پر خیمہ (نصب) کیا اور انہیں قبر کا خیال نہ تھا تو صاحب قبر نے سورۃ الملک پڑھی (یہاں تک) کہ اسے ختم کیا تو سرور دو عالم ﷺ تشریف لائے تو انہیں اس امر کی خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا کہ سورۃ المانعہ (عذاب کو روکنے والی ہے) یہ المنجیہ ہے (عذاب سے نجات دینے یا دلوانے والی ہے) اور اپنے صاحب کو عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔ طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے کہا کہ کیا میں تمہیں حدیث کا ایک ایسا تحفہ نہ دوں جس سے تجھے فرحت حاصل ہو اس نے کہا ضرور، فرمایا سورۂ ملک کو پڑھا کر اور اسے اپنے گھر والوں تمام اولاد اور گھر کے بچوں اور ہمسایوں کو پڑھاؤ اور تعلیم دو کیونکہ یہ المنجیہ اور المجادلۃ ہے، قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے کے لیے اپنے پروردگار کے حضور شفاعت کرے گی اور اس کے لیے عذاب جہنم سے رہائی مانگے گی اور اس کی برکت سے اس کے صاحب (پڑھنے والے) عذاب قبر سے مامون ہوں گے اور اس سورۂ مبارکہ کی گزشتہ سورۂ مبارکہ (التحریم) سے مناسبت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ نے کفار کی مثال میں دو ایسی عورتوں کا ذکر بیان فرمایا جو دو عظیم الشان نبیوں کے نکاح میں تھیں اور ایمان داروں کے لیے سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم کا ذکر سعادت و برکت فرمایا جبکہ ان کی قوموں کے اکثر لوگ کافر تھے اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح اس ذکر سے فرمایا جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ وتصرف اور قہر وجلالت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق کے آخر میں ذکر ہوا تھا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور سورۃ التحریم اس اتصال کے درمیان گویا بطور قطعہ کے تھی اور سورۃ الطلاق اس کا تتمہ تھی۔ اور اس سورۂ مبارکہ کے فضائل میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور اس کے علاوہ دیگر محدثین رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کی کتاب میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گی یہاں تک کہ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ یعنی تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ۔ طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے جید اسناد سے ابن مسعود سے رضی اللہ عنہ روایت کی ہے "مَنْ قَرَءَهَا فِیْ لَیْلَةٍ فَقَدْ اَكْثَرَ وَاَطْیَبَ" جس نے اس سورت کو شب (رات) میں پڑھا تو اس نے بڑی نیکی اور بھلائی پائی۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر رات سورۂ الم تنزیل (السجدہ) اور سورۂ الملک برابر پڑھتے تھے اور سفر وحضر مانع نہ ہوتا۔ ترمذی واحمد اور دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۃ الملک نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کا قول ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن حکیم کی ہر سورت سے بقدر ساٹھ نیکیوں کے زیادہ ہیں۔ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سورۂ ملک حفاظت کرنے والی اور عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۃ الملک۔ پ ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ﴿۱﴾

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَبٰرَكَ۔ بڑی برکت البركة النماء و الزيادة حسية كانت او عقلية و كثرة الخير و دوامه و نسبتها الى الله عزوجل على المعنى الاول و هو الاليق بالمقام باعتبار تعاليه جل و علا عما

Marfat.com

سواه فی ذاته و صفاته و افعاله و صِیغة التفاعل للمبالغة فی ذلک کما فی نظائره مما لا یتصور نسبة الله تعالی من الصیغ کالتکبر و علی الثانی باعتبار کثرة ما یفیض منه سبحانه علی مخلوقاته من فنون الخیرات۔

برکت سے مراد خوشبو ومہک کی زیادتی اور ایسی زیادتی جو خواہ حسی ہو (محسوس ہو) یا عقلی ہو اور بھلائی کی کثرت اور اس کی ہمیشگی اور اس کی نسبت اللہ عزوجل شانہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بکمال اس کے لائق ہے اور وہ اپنی ذات وصفات وافعال کے اعتبار سے ہر نقص سے پاک ہے یعنی اسماء وصفی (تَبٰرَکَ) کا اطلاق محض نتیجتاً ہے اور مبادی سقط الاعتبار ہیں اور یہاں البرکة بمعنی زیادتی ناتناہی کمال الٰہی عزوجل پر دلالت کرتی ہے اور مخلوق کی طرح نہیں جس میں حدونقص لازمی ہے۔ اور تفاعل کا صیغہ یہاں بطور مبالغہ کے لیے ہے جس طرح اس کی نظائر میں ہیں اور مخلوق کے لیے اس طرح کی نسبت متصور نہیں ہوسکتی جیسے تکبر اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ برکات وبھلائی کی کثرت وزیادتی جس سے مخلوق حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے فیضانِ حاصل کرتی ہے اور یہ سب صیغے اس کی عظمت وبڑائی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہاں برکت کی زیادتی مقدار نہیں ہے بلکہ مرتبہ کی (شان الٰہی عزوجل) کی مظہر ہے۔

الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۔

وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے۔

ان المراد بذلک انهٗ سبحانه کامل الاحاطة والاستیلاء نبأ علی ان بیده الملک استعارة تمثیلیة لذلک۔

یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ مکمل احاطہ فرمانے والا اور یہ فرمانا کہ اس کے ہاتھ میں سارا ملک ہے، یہاں بطور استعارہ وتمثیل کے ہے کیونکہ حق تعالیٰ جسم وجسمانیت سے مبرا ہے اور ید (ہاتھ) جسم ہے ظاہر ہے اللہ مادی ہاتھ (جسم) سے پاک ہے اور ''ید'' سے مراد قدرت قبضہ وتصرف ہے جیسا کہ جمہور علماء کا فرمانا ہے اور بعض نے ''ید'' کو متشابہات سے فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں سارا ملک اور ہر چیز پر غلبہ وتصرف ہے۔

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝۱

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ پچھلے جملے کی تکمیل ہے۔ شَیْءٍ مصدر ہے لیکن شَیْءٍ سے مراد مشی بمعنی مفعول ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے اور یہ مفہوم معدومات ممکنہ کو شامل ہوگا اور محال پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور محال تحت قدرت نہیں یعنی محال واقعی وہ ہوتا ہے جس پر نہ ممکن کو قدرت ہوتی ہے اور نہ واجب کو جیسے ذات الٰہی عزوجل کا فنا یا کمالات (صفاتیہ) کا سلب اور حق تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمائیں تو کوئی اس کا دافع ومانع نہیں ہوسکتا۔ اور اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو، تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ۔

Marfat.com

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔

شروع فی تفصیل بعض احکام الملک و آثار القدرۃ، یہ ملک کے بعض احکام کی تفصیل اور آثار قدرت کے بیان کا آغاز ہے۔ یعنی وہی ذات (ذات باری عزوجل) ہی ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا۔ اہل سنت میں سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ موت صفت وجودیہ ہے جو (حیات) زندگی کی ضد ہے اور باعتبار خلق اس سے اس کے وجودی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اس کا تعلق عدم سے نہیں اور نہ ہی اعدام ازلیہ سے کہ معدوم مخلوق نہیں ہوتا اور موت تخلیق کا مقتضی ہے۔ حیات اللہ عزوجل کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی صفت ہے۔ اللہ عزوجل کے اسماء صفاتیہ میں سے ایک حَیٌّ یا الْمُحْی ہے یعنی زندگی عطا کرنے والا یا بالذات زندہ۔ اور اللہ عزوجل نے ممکنات (مخلوق) کو اس کی فطری استعداد کے موافق جس طرح چاہا یا جس طرح اس کی حکمت کا مقتضیٰ ہوا زندگی بخشی۔ مخلوق کی زندگی صفت ممکن ہے اور فانی ہے اور یونہی موت بھی۔ علماء نے حیات کی تفصیل لکھی ہے جیسے حیات معرفت جو انسانوں کو حاصل ہے اور حیات حیوانی جو حس وحرکت رکھتی ہے حیات نامیہ جیسے نباتات کی زندگی جو نمو وروئیدگی رکھتی ہے اور حیات جمادی کہ جمادات کو بھی ایک نوع کی زندگی حاصل ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب کہ دنیا میں موت کو اور آخرت میں دوامی زندگی کو مقدر فرمایا۔ بغوی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے موت کو مینڈھے اور زندگی کو کالی چٹی گھوڑی کی صورت پر پیدا کیا جس چیز کی طرف ان دونوں کا گزر ہوتا ہے یا وہ ان کو سونگھ لیتی ہے تو مردہ یا زندہ ہو جاتی ہے اور قیامت کے روز موت کو جنت ودوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا اور پکارنے والا کہے گا کہ اب موت نہ ہوگی۔ جس سے اہل جنت مسرور ہوں گے اور اہل دوزخ سخت رنجیدہ۔ موت کو حیات پر طبعی تقدم حاصل ہے کہ حقیقت ممکنہ کا عدم حیات عارضہ پر مقدم ہے کہ موت وصف عدمی ہے اور اس جگہ بھی موت کا ذکر حیات پر مقدم ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ۔ کہ تمہاری جانچ ہو۔

ای لیعاملکم معاملۃ من یختبر کم۔ یعنی تم سے ایسا معاملہ کرے جس سے تمہارا امتحان ہو جائے واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہاری جانچ ہو جائے۔

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔

تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

ای أصوبہ واخلصہ فیجازیکم علی مراتب متفاوتۃ حسب تفاوت مراتب اعمالکم و اصل البلاء الاختبار۔ یعنی تم میں سے سچے اور مخلص کا اظہار ہو جائے پس وہ (اللہ) تمہیں تمہارے اعمال کے مرتبوں کے باہمی فرق سے تمہارے مرتبوں کے لحاظ سے تمہیں جزا دے اور "بلاء" سے مراد امتحان یعنی پرکھ ہے۔ "والمراد بالعمل ما یشمل عمل القلب و عمل الجوارح ولذا قال صلی اللہ علیہ وسلم فی الآیۃ ایکم احسن عقلا اورع عن محارم اللہ تعالی و اسرع فی طاعۃ اللہ عزوجل" اور عمل سے مراد ہے جو دل اور اعضاء کے کاموں کو شامل ہے اور اسی لیے سرور دو عالم ﷺ سے اس آیت کے ضمن میں (تفسیر) مروی ہے کہ فرمایا کہ تم میں سے کون اچھی عقل وسمجھ والا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کے محارم (جن کاموں سے منع کیا گیا) سے زیادہ بچنے والا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی

Marfat.com

فرماں برداری کے کاموں میں کون زیادہ سرگرمی دکھانے والا ہے۔ صیغہ تفضیل (اَحْسَنُ) ارشاد فرمانے سے مراد حسب مراتب وتفاوت درجات واعمال کی جزا دینا ہے جو بلاء (امتحان) کا مقصود ہے۔ مطیع وعاصی، فرماں بردار وسرکش کا باہم امتیاز ہو جائے اور اس سب معاملے کا مدار حیات دنیوی پر ہے اور ذکر موت بطور وعظ ونصیحت کے ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝

اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

ای الغالب الذی یعجزه عقاب من اساء۔ العزیز کا مطلب ہے کہ اللہ عزوجل ایسا غلبے والا ہے کہ جو اس کی نافرمانی کرے تو کوئی اسے سزا دینے سے روکنے والا نہیں اور غفور سے مراد ہے کہ وہ جس کو چاہے معاف فرمانے والا ہے یا توبہ قبول ومنظور فرمانے والا ہے۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُورٍ ۝۔

جس نے سات آسمان بنائے، ایک کے اوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۖ

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا۔

قیل ھو نعت للعزیز الغفور۔ علماء نے فرمایا کہ یہ "الْعَزِيزُ الْغَفُورُ" کی صفت ہے یا "الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ" سے بدل ہے۔ طباق طبق کی جمع ہے اور یہ ساتوں آسمانوں کی صفت ہے طبق کے معنی تہ بر تہ گویا آسمانوں کی حالت یہ ہے یا ان کے درمیان فاصلے کا اشارہ ہے۔ یعنی آسمانوں کی تخلیق وپیدائش سے قدرت الٰہی عزوجل ظاہر ہے۔

مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۖ۔

تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے۔

مَا تَرٰى۔ سے خطاب یا تو سرور دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے یا عام ہے۔ خلق کی اضافت تعظیمی ہے یعنی رحمٰن بڑی عظمت وشان والا ہے کہ اس نے ساتوں آسمان متناسب ومتوازن پیدا کیے کہ نہ اس سے بڑھ کر ممکن اور نہ ہی ان کے اندر کوئی نقص وعیب ہے۔ مِنْ تَفٰوُتٍ سے مراد ہے کہ تخلیق الٰہی عزوجل میں کوئی نقص وعیب نہیں یا عدم تناسب وتوازن میں کوئی رخنہ نہیں۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُورٍ ۝

تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

ای ان کنت فی ریب من ذلک فارجع البصر یعنی اگر تمہیں اس امر میں کوئی شک ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو۔ ایک قول ہے کہ پچھلے جملہ "فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ" کا مطلب ہے کَيْفَ خُلِقَتْ اور یہ سوال محذوف ہے اور فَارْجِعِ الْبَصَرَ شرط محذوف کی جزا ہے تو مطلب یوں ہوگا اگر تمہیں کچھ شبہ ہو کہ آسمانوں کو بار بار دیکھنے سے شاید کوئی رخنہ نظر پڑے تو پھر آنکھ اٹھا

Marfat.com

کر بصیرت کے ساتھ خوب دیکھ لو۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فُطُوْرٍ فطر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "الشق" اور اس کی جمع الشقوق ہے اور الشق کا مطلب ہے شگاف، درز، دراڑ یا رخنہ اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد ہے الخروق یعنی پھٹا ہونا، مِنْ فُطُوْرٍ میں مِنْ حرف جار تبعیضیہ ہے یعنی کوئی دراڑ اور هَلْ تَرٰى میں استفہام تقریری ہے۔ واضح مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تمہیں کوئی خلل ہے تو چشم بصیرت سے بالتکرار دیکھ لو تمہیں کوئی شگاف، رخنہ وغیرہ نہ نظر آئے گا اس لیے کہ رحمٰن کی تخلیق نقص وعیب سے پاک ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ۔ پھر نگاہ اٹھا۔ یہ فَارْجِعِ الْبَصَرَ پر عطف ہے (كَرَّتَيْنِ) دوبارہ یہ كَرَّةٌ کا تثنیہ ہے اور یہاں مراد دوبارہ دیکھنا نہیں اور تثنیہ سے مراد تکریر و تکثیر یعنی بار بار اور کثرت سے (کئی مرتبہ) دیکھنا ہے۔

ای رجعتین اخریین فی ارتیاد الخلل یعنی بار بار کی جستجو سے شاید کوئی خلل پا سکے (لیکن ایسا ناممکن ہے)

يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

يَنْقَلِبْ۔ (پلٹ آئے گی) ارْجِعِ (امر) کا جواب ہے (إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا) تیری طرف ناکام۔ خَاسِئًا کا معنی مُتَحَيِّرًا حیران وسرگرداں یعنی تیری نظر حیران و پریشان لوٹ آئے گی وَّهُوَ حَسِيْرٌ یہ الْبَصَرُ کا حال ثانی ہے جب کہ پہلا خَاسِئًا ہے اور حَسِيْرٌ کا معنی ہے:

ای کلیل من طول المعاودة و کثرة المراجعة۔ یعنی کثرت و بار بار دیکھنے اور لمبی جستجوئے خلل سے تھکی ماندی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ بار بار دیکھنے اور پیہم تلاش خلل و نقص کے باوجود تم کوئی خلل نہ پا سکو گے اور تمہاری نظر تھکی ہاری ناکام ونامراد لوٹ آئے گی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔

بیان لکون خلق السموت فی غایة الحسن و البهاء اثر بیان خلوها عن شائبة العیب و القصور و تصدیر الجملة بالقسم لابراز کمال العنایة بمضمونها ای و باللہ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ۔

آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہے جو ان کے کمال حسن اور قدر و قیمت پر مبنی ہے کہ وہ ہر قسم کے نقص و خرابی کے شائبہ سے خالی ہیں اور جملہ کا صدور گویا قسم کے ساتھ ذکر ہے جو کہ اس مضمون کے ساتھ کمال عنایت کا اظہار ہے یعنی اللہ کی قسم (ہمیں اپنی کبریائی کی قسم) بلاشبہ ہم نے آسمان کو زینت بخشی۔ (الدُّنْيَا) منکم ای التی هی اتم دنوا منکم من غیرها

٩٠٩٧٥

فدنوھا بالنسبة الی ماتحت و اما بالنسبة الی من حول العرش فبالعکس۔تم سے یعنی وہ آسمان جو تم سے دوسروں کے سوا زیادہ قریب ہے یعنی زمین کی طرف دوسروں کی نسبت (زمین سے) اس کے برعکس ہے (دور ہے)۔ واضح مفہوم آسمان دنیا ہے (بِمَصَابِيحَ) مصباح کی جمع ہے و ھو السراج اور وہ چراغ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان دنیا کو کوکب (ستارے) سے زینت دی پھر کواکب اکٹھے کر دیے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مصابیح (چراغوں) کے ساتھ مزین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کواکب سے ابتداء کی۔ اور بعض علماء لغت نے سراج کے مقر (قرارگاہ) ہونے کو مراد لیا ہے۔ اور مصابیح کا نکرہ ہونا تعظیم کے لیے ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ ای بمصابیح عظیمة لیست کمصابیحکم التی تعرفونھا و قیل للتنویر۔ یعنی عظمت والے (یا بہت بڑے) چراغوں کے ساتھ جو کہ تمہارے معروف چراغوں کی طرح نہیں ہیں اور ایک قول ہے کہ روشنی کے لیے۔ زینت السقف بالقنادیل آسمان دنیا کو قندیلوں سے سجایا۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ

اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا۔

جَعَلْنٰهَا۔ کی ضمیر ''بِمَصَابِيحَ'' کی طرف راجع ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ''السَّمَآءَ الدُّنْيَا'' کی طرف راجع نہیں ہے جس کا مطلب ہے جعلنا منھا ای من جھتھا ہم نے ان کو بنایا یعنی ان کی طرف و جانب سے، رجوم رجم کی جمع ہے اور وہ فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور اس شئے کو کہتے ہیں جس سے مارا جائے یعنی پتھراؤ ہو۔ اور جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ شیاطین جب ملائکہ علیہم السلام کی گفتگو چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو مارنے کے لیے ان ستاروں سے آگ کے شعلے نکل کر مارتے ہیں جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں اس کی تفسیر سورۃ الصافات میں گزر چکی۔

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵۔

اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

و ھیانا للشیطین عذاب النار المسعرة المشعلة۔ لھم کی ضمیر شیاطین کی طرف راجع ہے یعنی ان شیطانوں کے لیے ہم نے آخرت میں ان کے لیے دہکتی بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس آیت سے اس آگ کا مخلوق ہونا اور شیاطین کا مکلف ہونا واضح ہے۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶۔

اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام۔

من غیر الشیاطین او منھم و من غیرھم علی الله تعمیم بعد التخصیص لدفع ایھام اختصاص العذاب بھم۔

شیاطین کے علاوہ سے یا ان ہی میں سے اور ان کے علاوہ میں سے کیونکہ تخصیص کے بعد تعمیم (عام ذکر) اس وہم کے دفعیہ کے لیے ہے کہ عذاب صرف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں، یعنی کفار خواہ انسانوں سے ہوں یا جنات میں سے، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے (وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور وہ یعنی جہنم کا عذاب انتہائی برا انجام ہے یا برا ٹھکانا ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷

Marfat.com

جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔

إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے۔

ای طرحوا فیها کما یطرح الحطب فی النار العظیمة۔ یعنی جہنم میں اسی طرح ڈالے جائیں گے جس طرح بڑی آگ میں لکڑی ڈالی جاتی ہے۔

سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا۔ اس کا رینگنا سنیں گے۔

ای بجهنم نفسها کما هو الظاهر و یؤیده ما بعد۔ یعنی یہ آوازہ وہ جہنم کی آگ سے سنیں گے گویا یہ جہنم کی اپنی آواز ہوگی جیسا کہ کلام سے ظاہر ہے اور بعد کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ شہیق کے معنی ہیں گدھے جیسی آواز لَهَا حال ہے شَهِيقًا کا اور حال کو مقدم ذکر کیا ہے یا یہ جہنم کی صفت ہے تو معنی یہ ہوں گے ای سمعوا کائنا لها شهیقا ای صوتا کصوت الحمیر و هو حسیسها المنکر الفظیع ففی ذلک استعارة تصریحیة و جوز ان یکون الشهیق لاهلها ممن تقدم طرحهم فیها و من انفسهم کقوله تعالی لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ۔ یعنی ایسی آوازیں سنیں گے جس طرح کہ گدھے کی آواز ہوتی ہے اور وہ انتہائی بری اور کریہہ بھنک ہوگی (انتہائی ناقابل برداشت اور گراں آواز ہوگی) اور اس میں بطور استعارہ تصریح ہے کہ ایسی آواز جہنم سے سنیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جہنم میں ڈالے جانے والے ان لوگوں کی آواز ہو جو ان سے پہلے جہنم میں ڈالے جا چکے ہوں گے یا پھر یہ ان کی اپنی ڈالے جانے کی آواز ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان کے لیے وہاں گدھے کی طرح رینگنا ہے۔ اور بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ آیا ان کفار کے لیے ایسا عذاب قرار پکڑنے کے بعد ہوگا یا اس کے بعد کہ جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں ذلت او رسوائی اٹھاؤ اور یہ ان کے داخلے کے ستر ہزار برس بعد ہوگا جیسا کہ بعض آثار میں وارد ہوا ہے تو محقق یہی ہے کہ اس کا انحصار کفار کے حال پر دلالت کرتا ہے تاہم إِذَآ أُلْقُوا۟ سے واضح ہے کہ ایسا بوقت دخول جہنم ہی ہوگا اور اگر یہ جہنم کی حالت ہے تو شاید ایسا ہونا مسلسل دائمی ہو۔ واللہ اعلم

وَهِىَ تَفُورُ ۝ ۔ کہ جوش مارتی ہے۔

ای ینفصل بعضها من بعض۔ یعنی جہنم کا بعض حصہ اس کے بعض حصہ کو اوپر نیچے کرتا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آگ کے شعلے شدت جوش میں اوپر نیچے ہوتے ہوں گے جیسا کہ ہنڈیا میں ابال کی صورت ہوتی ہے یا تیل کی کڑھائی میں جس کے نیچے شدید آنچ ہو، تلی جانے والی شے اوپر نیچے ہوتی ہے۔ یہ جہنم کی آگ کی کیفیت ہوگی۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝

معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ

معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

ای والحال انها تغلی بهم غلیان المرجل بما فیه (وَهِىَ تَفُورُ)۔ یعنی یہ جہنم کا حال ہے، تَفُورُ جہنم کی

Marfat.com

حالت کا بیان ہے اور اس حال کا فاعل جہنم ہے۔ اور مِنَ الْغَيْظِ کا تعلق تَمَيَّزُ سے ہے۔ بے شک (کفار) وہ ان کے ساتھ جوش مارتی ہوگی جیسے دیگچی کا جوش مارنا اس کے ساتھ جو اس میں ہو۔ (مِنَ الْغَيْظِ) من شدة الغضب عليهم ان کفار پر غضب کی شدت کی وجہ سے۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: ''الغيظ اشد الغضب'' غیظ شدید غضب (غصہ) کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد یا تو اللہ عزوجل کا غضب یا زبانیہ (جہنم کے داروغہ فرشتے) کا غضب ہے جو کفار و مشرکین پر ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف غیظ کی نسبت مجازاً ہوتا۔ ہم نسبت حقیقی ایسی صورت میں ہوگی جب آگ کے لیے شعور کا اثبات ہو اور بعض نے کہا کہ بر تقدیر مضاف یہ ہوگا: اى تميز زبانيتها من الغيظ یعنی جہنم کے نگہبان فرشتے شدت غضب سے ان کفار پر یوں غضبناک ہوں گے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ

جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا۔

اى كلما القى فيها جماعة من الكفرة۔ یعنی جب کبھی کافروں میں سے کوئی جماعت اس میں (جہنم) ڈالی جائے گی۔

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ۔ اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے۔

و هم مالک و اعوانه عليهم السلام والسائل يحتمل ان يكون واحداً وان يكون متعدد او ليس السؤال سؤال استعلام بل هو سوال توبيخ و تفريع و فيه عذاب روحانى لهم منضم الى عذابهم الجسمانى۔

اور یہ پوچھنے والے مالک اور ان کے مددگار (نائبین) سلام اللہ علیہم ہوں گے اور احتمال ہے کہ سوال کرنے والا ایک ہی ہو اور ایک سے زائد بھی ہوسکتے ہیں اور ان کا سوال کرنا یعنی پوچھنا معلومات حاصل کرنے کے لیے نہ ہوگا بلکہ یہ پوچھنا بطور زجر و تذلیل کے لیے ہوگا جس میں ان کے لیے روحانی عذاب ہوگا جو ان کے جسمانی عذاب کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸

کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا تھا۔

يتلو عليكم ايات الله و ينذر كم لقاء يومكم هذا۔ یعنی تمہارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتا۔ استفہام تقریری ہے۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹۔

کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

قَالُوْا۔ وہ کہیں گے۔

اعترافاً بانه عزوجل قد ازاح عللهم بالكلية۔ کفار بطور اعتراف کہیں گے کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان سے بالکلیہ ہر صورت عذر چھین لی۔ یعنی ان کے لیے کوئی عذر نہ چھوڑا ہر حجت پوری فرمادی۔

Marfat.com

بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۬ۙ

کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے۔

و جمعوا بین حرف الجواب و نفس الجملة المجاب بها مبالغة فی الاعتراف بمجیء النذیر و تحسرا علی ما فاتهم من السعادة فی تصدیقهم و تمهیداً لما وقع منهم من التفریط تندما و اغتماما علی ذلک ای قال کل فوج من تلک الافواج قد جاء نا نذیر ای واحد حقیقة او حکما کنذر بنی اسرائیل فانهم فی حکم نذیر واحد فانذر نا و تلا علینا ما انزل الله تعالی من ایاته۔ اوروہ حرف جواب میں جمع (اکٹھے) ہوں گے یعنی سب کا جواب یہی ہوگا اور نفس جواب کا جملہ گویا اعتراف میں مبالغہ کے طور پر ہوگا کہ ہاں ہمارے پاس نذیر (ڈرسنانے والے) ضرور آیا تھا اور حسرت کا اظہار ہوگا اس امر پر کہ ان انبیاء ورسل کی تصدیق (ان پر ایمان لانے) کی سعادت ان سے فوت ہوگئی۔ (نکل گئی) اور تمہید ہوگا اس کی جو ان سے مخالفت حق میں شدت وزیادتی کی بنا پر واقع ہوا اس پر نادم، شرمسار وذلیل رسوا ہوں گے یعنی ہر گروہ جوان کفار کے گروہوں میں سے جہنم میں ڈالا جائے گا یہی کہے گا کہ بلاشبہ ہمارے پاس حقیقتاً ایک نذیر آیا تھا یعنی ہم میں سے ہر ایک کے پاس نذیر آیا تھا یا صیغہ مفرد حکما ہوگا جیسے بنی اسرائیل کے ڈرسنانے والے کیونکہ وہ ایک ہی نذیر کے حکم میں تھے تو مفہوم یہ ہوگا کہ نذیر آئے تھے پس انہوں نے ہمیں ڈرسنایا (آخرت سے ڈرایا تھا) اور ہمیں وہ آیات پڑھ کر سنائی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں سے اتاری تھیں۔

فَكَذَّبْنَا۔ پھر ہم نے جھٹلایا۔

ذلک النذیر فی کونه نذیراً من جهته تعالی۔ اس نذیر کو جھٹلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والا بن کر نہیں آیا یعنی اس کے نذیر ہونے کو جھٹلایا۔

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ

اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا۔

وَقُلْنَا۔ اور ہم نے کہا فی حق ما تلاه من الآیات افراطا فی التکذیب و تمادیا فی النکیر۔ یعنی نذیر (رسول) نے جو آیات الٰہی سے تلاوت کیا اس کے بارے میں اسے حد درجہ جھٹلایا یا جھوٹا جانا اور اس کے ڈرانے کا خوب انکار کیا اور یوں کہا (مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ) اللہ نے کچھ نہیں اتارا۔ علی احد من الاشیاء فضلا عن تنزل الایات علی بشر مثلکم یعنی آیات الٰہی کے نزول کی فضیلت سے تم میں سے کسی ایک کو بھی جو ہماری طرح کے بشر ہیں کچھ بھی بڑائی نہیں دی۔ گویا کفار کے اس مقولہ میں نزول آیات اور نذیر دونوں کا انکار ہے جو انتہائی تکذیب اور سرکشی کو واضح کرتا ہے۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝

تو تم نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

کونه من کلام النذیر للکفرة حکوه للخزنة۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کلام نذیر (نبی ورسول) کا ہو جو اس نے کفار سے (دنیا میں) کہا تھا اور اب کفار جہنم میں اسے داروغوں سے بطور حکایت کہیں گے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ بظاہر تو یہ کفار ہی

Marfat.com

کا مقولہ ہے جو رسولوں علیہم السلام کی تکذیب میں بطور شدت و مبالغہ کہا گیا کہ تم (نذیر) بڑی گمراہی میں ہو، تا کہ ان کو جھوٹا کہنا موکد ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے **یکون الخطاب من کلام الخزنۃ الکفار**۔ کہ یہ جہنم کے داروغوں کا کلام ہو یعنی فرشتے دوزخ میں کفار سے یوں کہیں گے اَنْتُمْ میں خطاب حاضر کو ہے اور یہ ضمیر جمع ہے اور نذیر واحد آیا ہے تو کلام میں موافقت یوں ہوگی کہ اے مخاطب! (نذیر) تم اور تمہاری طرح کے سب لوگ بڑی گمراہی میں ہو یا نذیر بمعنی نَذِیْرٌ (جمع) ہوگا اور ان کا پیغام (دعوت حق) بمعنی واحد ایک ہی پیغام ہوگا اور کفار کا یہ کہنا مَانَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یہ تکذیب صرف ایک نذیر کی نہیں بھی نذیروں کی تکذیب ہوگی۔ واضح مفہوم یہ ہوگا ایک کو گمراہ و جھوٹا قرار دینا گویا سبھی کو جھوٹا قرار دینا ہے۔ قوی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اس اعتراف کے بعد کہ ہمارے پاس نذیر آئے اور ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے کچھ نہیں اتارا تو یہ فرشتوں علیہم السلام (داروغہ ہائے جہنم) کے سوال اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ کا جواب ہے، تو اس کے بعد یہ کہنا فرشتوں علیہم السلام کا ہی مقولہ ہے کہ جب تم سے ایسا ہو چکا تو تم بڑی گمراہی میں رہے۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰

اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

وَقَالُوْا۔ اور کہیں گے۔

ایضاً معترفین بانہم لم یکونوا ممن یسمع او یعقل کان الخزنۃ قالوا لہم فی تضاعف التوبیخ الم تسمعوا آیات ربکم و لم تعقلوا معانیہا فاجابوھم بقولہم۔ وہ اعتراف کرتے ہوئے اس امر کا اقرار بھی کریں گے کہ بلاشبہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو سنتے اور سمجھتے تھے اور جہنم کے داروغے انہیں بطور زجر کہیں گے تا کہ ان کی ذلت و رسوائی میں مزید اضافہ ہو کہ کیا تم آیات الٰہی کو نہ سنتے تھے اور تم اُن کے معانی و مفہوم کو نہیں سمجھتے تھے تو وہ کفار فرشتوں کو یہ کہہ کر جواب دیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ۔ اگر ہم سنتے **ای کلاماً**

یعنی اگر کلام الٰہی کو غور سے سنتے اور مخالفت میں معاندت کی راہ ترک کر کے اس کو سن کر سمجھتے اور قبول کرتے۔

اَوْ نَعْقِلُ۔ یا سمجھتے **ای شیئاً**

یعنی تھوڑی بہت سمجھ سے کام لیتے یا کچھ غور و فکر سے کام لیتے۔

مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰

تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

ای فی عدادھم و من جملتھم۔ یعنی نہ ہمارا جہنمیوں میں شمار ہوتا اور نہ ہی ان میں سے ہوتے۔ **ای لو کنا نسمع کلام النذیر فنقبلہ جملۃ من غیر بحث و تفتیش اعتمادا علی ما لاح من صدقہ بالمعجز او نعقل فنفکر فی حکمہ و معانیہ تفکر المتبسصرین ما کنا الخ و فیہ اشارۃ الی ان السماع و العقل ھنا بمعنی القبول و التفکر**۔

یعنی اگر ہم ڈرانے والے کے کلام کو سنتے تو اسے بحث و تفتیش میں پڑنے کی بجائے نذیر کی اس سچائی کو جو معجزات کے

Marfat.com

ساتھ روشن تھی، پر اعتماد رکھتے ہوئے مکمل طور پر مان لیتے یا سمجھتے تو اس کے احکام اور اس کے معانی و مفاہیم وغیرہ پر غور و فکر کرتے جیسا کہ غور و فکر کرنے والوں کا چلن ہے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے اور اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ سننا (سماع) اور سمجھنا (عقل) یہاں قبول (ماننے) اور تفکر (غور و فکر کرنے) کے معنی میں ہیں۔ وَ اَوْ لِلتردید لانه یکفی انتفاء کل منهما لخلاصهم من السعیر اور اَوْ کا لفظ یا تردید کے لیے ہے اس لیے کہ اگر ان دونوں سے مکمل انتفاع کرتے ان کی دوزخ سے رہائی کے لیے کافی ہوتا۔ یا پھر او تنویع کے لیے ہے تو دونوں باہمی منافی نہیں ہیں اور ایک قول ہے کہ اس میں ایمان تقلیدی و تحقیقی کی قسم یا احکام بندگی و طاعت کی بجا آوری وغیرہ کا اشارہ ہے اور اس آیت سے استدلال کیا جیسا کہ ابن السمعانی رحمہ اللہ نے القواطع میں لکھا کہ جس نے عقل کے فیصلہ میں کہا اور تمہیں معلوم ہے کہ قدریوں کا عقیدہ ہے کہ صرف عقل عقائد صحیحہ کی طرف راہ نمائی نہیں کرتی جس کے ساتھ دوزخ سے نجات حاصل ہو، اور رہے معتزلہ تو وہ عقل کو حکم قرار دیتے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے وہ بھی اسی آیت سے یہی استدلال کرتے ہیں۔ ابن المنیر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سمع بصر سے افضل ہے اور بعض علماء نے اس آیت سے عجیب استدلال کیا ہے "ما یقال لکافر عاقل" کہ کافر کو عقل مند نہ کہا جائے۔ تاہم یہ واضح ہے کہ سمعی و عقلی دلائل دونوں لازمی حجت ہیں اور تکلیف کا مدار دونوں پر ہے اور تنہا عقل حق و صداقت کو پالینے کے لیے کافی نہیں اور بعض کے نزدیک یہاں عقل سے مراد عقل سلیم ہے اور ایسی عقل ہے جو وحی الٰہی عزوجل کے موافق ہو۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾

اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ ۔ اب اپنے گناہ کا اقرار کیا۔

الذی ھو کفرھم و تکذیبھم بایات اللّٰہ تعالٰی و نذرہ عزوجل۔ یعنی وہ جو انہوں نے کفر کیا اور آیات الٰہی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے رسولوں (ڈرانے والوں) کو جھٹلایا۔ یہ اعتراف اس وقت کریں گے جب اقرار کچھ سود مند نہ ہوگا۔ یہاں ذنب واحد بولا گیا ہے اور ذنب مصدر ہے اور اس لیے جمع نہیں بولا گیا کہ مصادر میں باعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اور ذنب سے مراد یہاں کفر و سرکشی ہے۔

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾ ۔ تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

ای فبعدا لھم من رحمته تعالٰی و ھو دعاء علیھم۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگئے اور یہ ان پر بددعا ہے ابوجعفر اور کسائی رحمہما اللہ نے سحق کو حاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور السحق کا معنی ہے مطلقاً البعد مکمل دوری یا محرومی اور یہ مصدر ہے ای سحقھم اللّٰہ تعالٰی سحقا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کردیا بالکل دور۔ شاعر کا قول ہے:

یجول باطراف البلاد مغربا و تسحقه ریح الصبا کل مسحق

نسیم سحری مغرب کے شہروں کے اردگرد گھومتی ہے لیکن ہر شکستہ دل کو دور لے جاتی ہے یا پیس ڈالتی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾

Marfat.com

بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ۔

بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

ای یخافون عذابه غائباً عنهم و غائبین عنه۔ یعنی اس عذاب سے جو ابھی تک ان پر ظاہر نہیں ہوا۔ ایک قول ہے: بما خفی منهم و هو قلوبهم اس سے جو ان سے چھپا ہوا ہے اور وہ ان کے دل ہیں یعنی وہ اپنے دلوں میں اپنے رب عزوجل کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اس سے ان لوگوں کا عذاب الٰہی عزوجل سے ڈر کر ایمان لانا ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ۔ ان کے لیے ہی بخشش ہے۔

عظیمة لذنوبهم۔ ان کے گناہوں سے بڑی بخشش۔

وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑫۔ اور بڑا ثواب ہے لا یقادر قدرہ یعنی ایسا ثواب جس کی قدر و منزلت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یا یہ ثواب ان کی نیکیوں کی جزا ہوگی جس کے مقابلے میں ہر لذت ہیچ ہے۔ اجر و ثواب پر مغفرت کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ گناہوں کا ضرر و بوجھ بھی ان سے دور ہو اور اس وجہ سے وہ حصول نفع اجر سے نہ رک جائیں۔ گویا بخشش کے بعد اجر کبیر ان کے لیے کرم بالائے کرم ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی جانتا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں اتری جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کچھ فضول باتیں کرتے تھے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس کے بارے میں مطلع فرمایا تو مشرکوں میں سے بعض نے بعض سے کہا: اسروا قولکم کی لا یسمع رب محمد فقیل لهم اسروا ذلک او اجهروا به فان الله تعالی یعلمه۔ تم اپنی گفتگو چپکے چپکے کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ کا رب اسے سن لے تو اس کے جواب میں کہا گیا خواہ تم آہستہ کہو یا آواز سے، بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس کا علم ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ

اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے۔

یہ مکلفین کے لیے خطاب ہے، اَسِرُّوْا اور اِجْهَرُوْا دونوں امر حاضر کے صیغے ہیں اور پچھلی آیات میں کفار کا ذکر غائبانہ تھا یہاں حاضرانہ انداز میں کفار سے خطاب ہے اور امر بمعنی خبر ہے اور سری قول کو جہری قول پر مقدم کرنے میں کفار کی فضیحت و رسوائی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اسروا قولکم کی لا یسمع رب محمد (صلی الله علیه وسلم) اور ان کا گمان تھا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ خفیہ بات نہیں سنتا تو امر بمعنی خبر ہے کہ تم خفیہ کہو یا علانیہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور تمہارا گمان لغو ہے اللہ عزوجل پر کوئی شئے چھپی نہیں ہے۔

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

بے شک وہ تو دلوں کی بات جانتا ہے۔

Marfat.com

اى انه تعالىٰ عليم بالقلوب و احوالها فلا يخفى عليه سر من اسرارها۔

بے شک اللہ تعالیٰ دلوں اور ان کے احوال کو جانتا ہے اور اس پر دلوں کے بھیدوں میں سے کوئی بھید پوشیدہ نہیں ہے وہ سینوں میں پیدا ہونے والے وساوس خطرات کو بھی جانتا ہے خواہ وہ زبان پر آئیں، یا نہ آئیں اس کا علم نامتناہی ہے اور جملہ معدومات وممکنات کو محیط ہے۔

اَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۴﴾

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

اَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ ۔

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا۔

انكار و نفى لعدم احاطة علمه جل شانه و من فاعل يعلم اى الا يعلم السر والجهر من اوجد بموجب حكمته جميع الاشياء التى هما من جملتها۔ یہ استفہام انکاری ہے نفی اور علم کی نفی اثبات علم ہے یعنی جس ذات برحق نے ہر چیز کو پیدا کیا وہی ذات ہے جس نے تمام اشیاء کو اپنی حکمت کے موجب پیدا کیا تو یہ دونوں باتیں آہستہ یا آواز سے کہنے کو جو انہیں اشیاء میں سے ہیں، کیوں کر ناواقف ہوسکتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے جملہ احوال کا علم ہے اور اس سے کوئی بات چھپی نہیں۔

وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۴﴾

اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

حال من فاعل يعلم مؤكدة للانكار و النفى اى الا يعلم ذلك و الحال انه تعالى المتوصل علمه الى ما ظهر من خلقه و ما بطن۔ یہ من فاعل کا حال ہے جو جانتا ہے۔ یہ استفہام انکاری اور نفی علم کی نفی جو اثبات علم کی موجب ہے اس کو مؤکد کرتی ہے یعنی کیا وہ نہ جانے اسے جب کہ حال یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر اس شے کو جو شامل ہے اس کی مخلوق سے ظاہر ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے اور اگر خَلَقَ کی ضمیر سے حال مراد لیا جائے تو جب بھی معنی یہی ہوں گے کہ علم الٰہی عزوجل ہر چیز کے ظاہر و باطن کو محیط ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔سورۃ الملک۔پ ۲۹

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِىۡ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ وَاِلَيۡهِ النُّشُوۡرُ ﴿۱۵﴾	وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے
ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ ۙ ﴿۱۶﴾	کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے
اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يُّرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ كَيۡفَ نَذِيۡرِ ﴿۱۷﴾	یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ برسائے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا

Marfat.com

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوائے رحمٰن کے، بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے، کافر نہیں مگر دھوکے میں

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

یا کون سا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے، بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر

قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف لوٹو گے

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر جب اسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے فرما دیا جائے گا یہ ہے جو تم مانگتے تھے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچا لے گا

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا کیا تو اب جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے

Marfat.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝٣٠

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ الملک۔پ ۲۹

هُوَ۔وہ اللہ	الَّذِيْ۔وہ ہے جس نے	جَعَلَ۔بنایا	لَكُمُ۔تمہارے لیے
الْاَرْضَ۔زمین کو	ذَلُوْلًا۔نرم	فَامْشُوْا۔تو چلو	فِيْ۔بیچ
مَنَاكِبِهَا۔اس کی راہوں کے	وَ۔اور	كُلُوْا۔کھاؤ	مِنْ رِّزْقِهٖ۔اس کا رزق
وَ۔اور	اِلَيْهِ۔اسی کی طرف ہے	النُّشُوْرُ۔اٹھ کر جانا	ءَ۔کیا
اَمِنْتُمْ۔تم مطمئن ہو	مَّنْ۔اس سے جو	فِي۔بیچ	السَّمَآءِ۔آسمان کے ہے
اَنْ۔یہ کہ	يَّخْسِفَ۔دھنسا دے	بِكُمُ۔تم کو	الْاَرْضَ۔زمین میں
فَاِذَا۔تو اچانک	هِيَ۔وہ	تَمُوْرُ۔کانپتی رہے	اَمْ۔کیا
اَمِنْتُمْ مطمئن ہو تم	مَّنْ۔اس سے جو	فِي۔بیچ	السَّمَآءِ۔آسمانوں کے ہے
اَنْ۔یہ کہ	يُّرْسِلَ۔بھیجے	عَلَيْكُمْ۔تم پر	حَاصِبًا۔پتھروں کی بارش
فَسَتَعْلَمُوْنَ۔تو جانو گے تم	كَيْفَ۔کیسا ہے	نَذِيْرِ۔میرا ڈرانا	وَ۔اور
لَقَدْ۔بے شک	كَذَّبَ۔جھٹلایا	الَّذِيْنَ۔انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ۔ان سے پہلے
تھے	فَكَيْفَ۔تو کیسا	كَانَ۔ہوا	نَكِيْرِ۔میرا انکار
اَوَ۔کیا	لَمْ۔نہ	يَرَوْا۔دیکھا انہوں نے	اِلَى۔طرف
الطَّيْرِ۔پرندوں کی	فَوْقَهُمْ۔اپنے اوپر	صٰٓفّٰتٍ۔پر پھیلاتے	وَّ۔اور
يَقْبِضْنَ۔سمیٹتے	مَا۔نہیں	يُمْسِكُهُنَّ۔تھام رکھتا ان کو	اِلَّا۔مگر
الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	بِكُلِّ۔ہر	شَيْءٍۢ۔چیز کو
بَصِيْرٌ۔دیکھتا ہے	اَمَّنْ۔یا وہ	هٰذَا۔ایسا	الَّذِيْ۔کون ہے
هُوَ۔جو ہو	جُنْدٌ۔لشکر	لَّكُمْ۔تمہارے لیے	يَنْصُرُ۔مدد کرے
كُمْ۔تمہاری	مِّنْ دُوْنِ۔سوا	الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن کے	اِنِ۔نہیں
الْكٰفِرُوْنَ۔کافر	اِلَّا۔مگر	فِيْ۔بیچ	غُرُوْرٍ۔دھوکے کے
اَمَّنْ۔یا	هٰذَا۔وہ	الَّذِيْ۔کون سا ہے جو	يَرْزُقُكُمْ۔روزی دے تم کو
اِنْ۔اگر	اَمْسَكَ۔روک لے اللہ	رِزْقَهٗ۔اپنی روزی	بَلْ۔بلکہ
لَجُّوْا۔داخل ہو گئے	فِيْ۔بیچ	عُتُوٍّ۔سرکشی	وَّ۔اور
نُفُوْرٍ۔نفرت کے	اَفَمَنْ۔تو کیا جو	يَّمْشِيْ۔چلتا ہے	مُكِبًّا۔اوندھا ہو کر

Marfat.com

عَلٰی۔اوپر	وَجْهِهٖ۔اپنے چہرے کے	اَهْدٰٓى۔بہت زیادہ ہدایت والا ہے	
اَمَّنْ۔یا وہ جو	یَّمْشِیْ۔چلتا ہے	سَوِیًّا۔سیدھا	عَلٰی۔اوپر
صِرَاطٍ۔راہ	مُّسْتَقِیْمٍ۔سیدھی کے	قُلْ۔فرمائیں	هُوَ۔وہ اللہ
الَّذِیْٓ۔وہ ہے جس نے	اَنْشَاَ۔پیدا کیا	كُمْ۔تم کو	وَ۔اور
جَعَلَ۔بنائے	لَكُمُ۔تمہارے لیے	السَّمْعَ۔کان	وَ۔اور
الْاَبْصَارَ۔آنکھیں	وَ۔اور	الْاَفْـِٕدَةَ۔دل	قَلِیْلًا۔تھوڑا
مَّا۔جو	تَشْكُرُوْنَ۔شکر کرتے ہو	قُلْ۔فرمائیں	هُوَ۔وہ اللہ
الَّذِیْ۔وہ ہے جس نے	ذَرَاَ۔پھیلایا	كُمْ۔تم کو	فِی۔بیچ
الْاَرْضِ۔زمین کے	وَ۔اور	اِلَیْهِ۔اسی کی طرف	تُحْشَرُوْنَ۔اکٹھے کیے جاؤ
گے	وَ۔اور	یَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	مَتٰى۔کب ہے
هٰذَا۔یہ	الْوَعْدُ۔وعدہ	اِنْ۔اگر	كُنْتُمْ۔ہو تم
صٰدِقِیْنَ۔سچے	قُلْ۔فرما دو	اِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں کہ	الْعِلْمُ۔اس کا علم
عِنْدَ۔پاس	اللّٰهِ۔اللہ کے ہے	وَ۔اور	اِنَّمَآ۔اس کے سوا نہیں
اَنَا۔کہ میں	نَذِیْرٌ۔ڈرانے والا ہوں	مُّبِیْنٌ۔ظاہر	فَلَمَّا۔تو جب
رَاَوْ۔دیکھیں گے	هُ۔اس کو	زُلْفَةً۔قریب	سِیْٓـَٔتْ۔تو برے ہو جائیں
گے	وُجُوْهُ۔چہرے	الَّذِیْنَ۔ان کے جو	كَفَرُوْا۔کافر ہیں
وَ۔اور	قِیْلَ۔کہا جائے گا	هٰذَا۔یہ	الَّذِیْ۔وہ ہے کہ
كُنْتُمْ۔تھے تم	بِهٖ۔اس کو	تَدَّعُوْنَ۔مانگتے	قُلْ۔فرما دو
اَ۔کیا	رَءَیْتُمْ۔دیکھا تم نے	اِنْ۔اگر	اَهْلَكَنِیَ۔ہلاک کر دے مجھ کو
اللّٰهُ۔اللہ	وَ۔اور	مَنْ۔ان کو جو	مَّعِیَ۔میرے ساتھ ہیں
اَوْ۔یا	رَحِمَنَا۔رحم کرے ہم پر	فَمَنْ۔تو کون	یُّجِیْرُ۔پناہ دے گا
الْكٰفِرِیْنَ۔کافروں کو	مِنْ عَذَابٍ۔عذاب	اَلِیْمٍ۔دردناک سے	قُلْ۔فرما دیں
هُوَ۔وہ	الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن ہے	اٰمَنَّا۔ہم ایمان لائے	بِهٖ۔اس پر
وَ۔اور	عَلَیْهِ۔اسی پر	تَوَكَّلْنَا۔بھروسا کیا ہم نے	فَسَتَعْلَمُوْنَ۔تو جلدی جانو
گے تم	مَنْ۔کہ کون ہے	هُوَ۔وہ جو	فِیْ۔بیچ
ضَلٰلٍ۔گمراہی	مُّبِیْنٍ۔ظاہر کے ہے	قُلْ۔فرما دیں	اَ۔کیا
رَءَیْتُمْ۔دیکھا تم نے	اِنْ۔اگر	اَصْبَحَ۔ہو جائے	مَآؤُ۔پانی
كُمْ۔تمہارا	غَوْرًا۔گہرا	فَمَنْ۔تو کون	یَّاْتِیْكُمْ۔لا دے گا تم کو

Marfat.com

بِمَآءٍ۔ پانی مَّعِیۡنٍ۔ جاری

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔ سورۃ الملک۔ پ ۲۹

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ﴿۱۵﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی۔

غیر صعبة یسهل جدا علیکم السلوک فیها۔ دشوار وسخت نہیں کیا اور تمہارے لیے اس میں راہوں راستوں کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنادیا اولذلول ذل یا ذن سے بروزن فعول مبالغہ ہے اور الصعوبة کی ضد ہے اور اگر مضموم (پیش) پڑھا جائے تو اس کے معنی العز (عزت) کے مقابل ہوگا یعنی ذلت وپستی۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے الذلول بروزن فعول بمعنی مفعول ہے۔

ای مذلولة کر کوب و حلوب۔ یعنی فرماں بردار (اشارے سے بآسانی چلنے والی) سواریوں اور بآسانی دودھ دینے والی بکریوں اور اونٹنیوں کی طرح۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین بایں درجہ نرم وسہل کردی گئی ہے کہ اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ چلنے یا گزرنے والوں کے لیے ممکن نہ ہو یعنی زمین کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنادیا گیا ہے۔

فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا

تو اس کے راستوں پر چلو۔

مناکب سے مراد جیسا کہ ابن عباس اور قتادہ وغیرہ سے مروی ہے: جِبالها ہیں یعنی اس کے پہاڑ اور حسن کا قول ہے: طرقها و فجاجها اس کی راہیں اور اس کے وسیع راستے، ایک قول یہ ہے کہ مناکب سے مراد زمین کے اطراف ہیں آدمی کی مونڈھے کو بھی منکب کہتے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کی بلندی ہو یا پستی ہموار کوئی حصہ ایسا نہیں کو جو چلنے والے کے لیے ممکن نہ ہو۔ گویا یہ زمین کی انتہائی کیفیت فرماں برداری ہے یعنی نرم کردی گئی ہے۔

وَ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ

اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

انتفعوا بما انعم جل شانه۔ پروردگار جل وعلا نے جو نعمتیں عطا کیں اس سے فائدہ حاصل کرو اور اس آیت سے اسباب کو اختیار کرنے اور کسب (محنت وکام) کے مندوب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں ہے: ان اللہ تعالٰی یحب العبد المومن المحترف۔ بے شک اللہ تعالٰی بندۂ مومن سے جو پیشہ ور (کاریگر) ہو محبت فرماتا ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ حکیم ترمذی نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک قوم پر سے گزرے تو فرمایا تم کون لوگ ہو تو انہوں نے عرض کیا ہم متوکل لوگ ہیں فرمایا تم تو عاجز دوسروں پر بھروسا کرنے

Marfat.com

والے ہو، متوکل تو وہی شخص ہے جو زمین کے پیٹ میں بیج بوئے اور اپنے رب ذوالجلال پر بھروسا کرے۔

ایک قول ہے: ای التمسوا من نعم الله سبحانه و تعالی علی ان الاکل مجاز عن الالتماس من قبیل ذکر الملزوم و ارادة اللازم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تلاش کرو کیونکہ التماس سے یعنی تلاش سے کھانا مجاز آ ہے اور یہ لازم و ملزوم کی قبیل سے ہے یعنی چلو پھرو اور کھاؤ۔ تاہم مشہور یہ ہے کہ دونوں جگہ حکم اباحت کے لیے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ چلنے سے مطلق طلب کا حکم ہو اور اس پر جو عطف واؤ واقع ہے اس سے وجوب نہیں ہوتا۔

وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ای المرجع بعد المبعث لا الی غیره عزوجل فبالغوا فی شکر نعمه منها تذلیل الارض و تمکینکم منها و بث الرزق فیها۔

یعنی قیامت کے بعد صرف اسی (اللہ) ہی کی طرف واپس جانا ہے تو اس کی نعمتوں کا خوب اہتمام کے ساتھ شکریہ بجالاؤ جن کے ساتھ زمین کو نرم کیا گیا اور تمہیں اس میں مکین رکھا گیا (تمکنت بخشی) اور اس میں رزق بکھیرا گیا۔ اور اگر اِلَيْهِ کی ضمیر الْاَرْضَ کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوں گے: والی الارض نشورکم و رجوعکم فتخرجون من بیوتکم و قصورکم الی قبورکم۔ اور زمین ہی سے تمہارا اٹھنا ہے اور واپس لوٹنا ہے پس تم اپنے گھروں اور محلات سے اپنی قبروں کی طرف نکالے جاؤ گے۔ یا قبروں سے جزا کے لیے اٹھائے جاؤ گے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾

کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ

کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے (جو آسمان میں ہے)

و هو الله عزوجل کما ذهب الیه غیر واحد۔ اور "مَّنْ فِي السَّمَآءِ" سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کرام کا فرمانا ہے فقیل علی تاویل من فی السماء امره سبحانه و قضاؤه۔ پس بعض نے مَّنْ فِي السَّمَآءِ کی تاویل کی اور فرمایا اس سے مراد حق تعالیٰ کا حکم اور اس کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ فی ظرفیۃ ہے اور مکانیۃ پر دلالت کرتا ہے اور حق تعالیٰ مکان و مکین ہونے سے پاک ہے۔ علماء سلف ایسی آیات کو متشابہات سے فرماتے اور توضیح سے سکوت فرماتے ہیں۔ البتہ متاخرین نے تاویل اختیار کی جیسے بعض کا قول ہے سماء سے مراد بلندی ہے اور مَّنْ فِي السَّمَآءِ سے مراد حق تعالیٰ کا علو شان ہوتا ہے اور یہ بلندی مکانی بلکہ عظمت ربانی کا اظہار ہے۔ اور بعض نے کہا: مَّنْ فِي السَّمَآءِ سے جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ خسف پر متوکل فرشتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امنوا بمتشابه و لم یقل اولوه تم اللہ کی طرف سے متشابہ پر ایمان لاؤ اور تم اس کی تاویل میں ہرگز نہ پڑو۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لالکائی کی سند سے محمد بن حسن الشیبانی سے نقل کیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ تمام آیات جو قرآن حکیم میں ہیں اور جو کچھ احادیث صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ سے صفات رب العزت کے بارے میں بیان ہوا اس پر ایمان لازم ہے اور اس میں اس کی تفسیر میں بدون تاویل و توجیہ سکوت لازم ہے اور تشبیہ وغیرہ کی تفصیل سے احتراز ضروری ہے کہ حق تعالیٰ تشبیہ سے پاک ہے اور کوئی شے

Marfat.com

اس کی مثل نہیں ہے۔ اور اس سے جو مراد ہے وہ حق تعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں۔

وَ مَا عَلَی اِذَا مَا قُلْتُ مُعْتَقِدِیْ دَعِ الجھول یظن الجھل عدوانا

''اور میں نے اس پر جو بھی کہا تو وہ میرا عقیدہ ہے۔ جاہلوں کو اپنے شرارتی اور جاہلانہ خیالوں میں چھوڑ دے۔''

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اے گروہ کفار! تم ذات باری سے جو آسمان میں ہے نہیں ڈرتے اور کیوں سرکشی دکھاتے ہو۔

اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ

کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔

ای ان یخسف بکم فی الارض۔ یعنی تمہیں زمین کے اندر دھنسا دے جس طرح کہ قارون کو دھنسایا گیا۔

فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ۔ جبھی وہ کانپتی رہے۔

تَمُوْرُ۔ کے معنی زمین کے لرزنے کے یا ہلنے کے ہیں (فَاِذَا هِیَ) حین خسف یعنی جب دھنسانا ہو تو اچانک زمین میں زلزلہ ظاہر ہو اور اللہ تمہیں (کافروں) کو زمین کے اندر دھنسا دے تا کہ تم اس کے (اسفل) سب سے نچلے حصہ میں پہنچو۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾

یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ کرے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ۔

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔

یعنی اللہ عزوجل سے، اَمْ کا مطلب ہے هَلْ اور استفہام انکاری ہے۔

اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا۔ کہ تم پر پتھر بھیجے۔

حاصب کی جمع حواصب ہے حَصَبٌ کے معنی ہیں کنکری سے مارنا اور حاصب کے معنی ہیں کنکری اڑانے / مارنے والی تیز ہوا یا اولے برسانے والا بادل۔ یعنی تم پر پتھر برسائے جائیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھراؤ کا عذاب اترا۔

گزشتہ آیت میں خسف کا ذکر ہوا جب کہ اس میں حصب کا۔ تو خسف کا تقدم ذکر زمین کے ذکر کی مناسبت سے ہوا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا اور حصب کا تعلق وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ سے ہے کہ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ، چونکہ رزق آسمان سے اترتا ہے لہٰذا ناشکری و نافرمانی سے آسمان سے پتھراؤ ہو۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ

تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

والمعنی فستعلمون ما حال انذاری و قدرتی علی ایقاعه عند مشاهدتکم المنذر به ولکن لا ینفعکم العلم حینئذ۔

اور معنی یہ ہے کہ تم تب جانو گے کہ میرے ڈرانے اور اس کے وقوع پر میری قدرت کا کیا حال (کیفیت) ہے جب تم اس چیز کا مشاہدہ کرو گے جس سے ڈرائے گئے تھے اور ہاں تمہارا اس وقت کا جاننا یا ماننا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ نذیر بمعنی انذار

یعنی ڈرانا ہے اور نذیر مصدر ہے۔ حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

فانذر مثلها نصحا قريشا من الرحمن ان قبلت نذيری

اگر وہ میرا (میرے ڈرسنانے والے کو مانیں) ڈرانا مانیں تو میں قریش کی خیرخواہی کے لیے رحمٰن سے تمہارے لیے پناہ چاہتا ہوں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا۔

ای من قبل کفار مکة من کفار الامم السالفة قوم نوح و عاد۔

یعنی کفار مکہ سے پہلے گزری ہوئی امتوں کے کفار نے جیسے قوم نوح اور قوم عاد کے کفار۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۔ تو کیسا ہوا میرا ڈرانا۔

ای انکاری علیهم بانزال العذاب۔ یعنی میرا انکار ان پر نزول عذاب کا باعث ہوا۔ اس میں کفار پر تہدید اور سرور دو عالم ﷺ کی طیب خاطر ہے (تسلی ہے)۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے، انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے، بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا۔ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔

اغفلوا ولم ینظروا۔ کیا وہ غافل ہیں اور نہیں دیکھتے یعنی کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ

پرندوں کو اپنے اوپر پر پھیلاتے۔

باسطات اجنحتهن فی الجو عند طیرانها فانهن اذا بسطنها صففن قوادمها اغنی ما تقدم من ریشها صفا۔

یعنی فضا میں اپنے بازوؤں (پروں) کو پھیلائے اپنی پرواز کے وقت۔ تو جب وہ ان کو پھیلاتے ہیں تو ان کے اگلے حصہ کو ترتیب کے ساتھ اپنی پچھلی پرواز کو تقویت دینے کیلئے پھیلاتے ہیں۔ پیچھے چونکہ سنگ باری (پتھراؤ) کے عذاب کا ذکر گزرا تو قریش مکہ کو تہدید کی گئی ہے، جس طرح اصحاب الفیل پرندوں سے کنکری کے عذاب میں مبتلا ہوئے تو اس میں اسی جانب اشارہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی انکار کی صورت میں ایسا ممکن ہے۔

وَّيَقْبِضْنَ۔ اور سمیٹتے۔

یصففن و یقبضن او صافات و قابضات۔ پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں یا کبھی پھیلاتے اور کبھی سمیٹتے ہیں پرندوں

Marfat.com

کی عادت اور چلنا بیان کی گئی ہے۔

مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ

انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے۔

فی الجو عند الصف والقبض علی خلاف مقتضی طبیعة الاجسام الثقیلة من النزول الی الارض والانجذاب الیها۔

فضا میں پر پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں جو کہ بوجھل اجسام کی طبیعت کے تقاضے کے خلاف ہے جب کہ وہ زمین کی طرف اترتے ہیں اور اس کی طرف ساتے ہیں تو اس حالت میں انہیں گرنے سے صرف رحمٰن ہی روکتا ہے۔ یعنی اسی کی قدرت کا اظہار ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ

بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

رقیق العلم فیعلم سبحانه و تعالی کیفیة ابداع المبدعات و تدبیر المصنوعات۔

گہرے (نا متناہی) علم والا ہے پس حق سبحانہ وتعالیٰ کو عجیب وغریب اشیاء کی پیدائش اور تدبیر کی کیفیات کا بخوبی علم ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے، کافر نہیں ہیں مگر دھوکے میں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے۔

ای من هذا الحقیر الذی هو فی زعمکم جندلکم ینصرکم متجاوزا نصر الرحمن او ینصرکم نصرا کائنا من دون نصره تعالی او ینصرکم من عذاب کائن من عندالله عزوجل۔

یعنی وہ کون سی معمولی شے ہے جو تمہارے گمان میں تمہارا جتھا ہے جو رحمٰن کے مقابل تمہاری بڑھ کر مدد کرے یا تمہاری مدد کے وقت مدد کریں اللہ عزوجل کی مدد کے خلاف یا تمہیں اللہ کی طرف سے ہونے والے عذاب سے بچانے میں مدد کریں۔

جُنْدٌ سے مراد کفار کے دوست اور حمایتی ہیں اور ایک قول ہے کہ مراد بت ہیں جنہیں کفار پوجتے تھے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ عزوجل عذاب کرنا چاہے تو کیا تمہارے پاس کوئی لشکر ایسا ہے جو عذاب الٰہی عزوجل کے خلاف تمہیں مدد دے سکے اور اسے ٹال سکے۔ کفار بتوں کو اپنا محافظ و مددگار جانتے تھے اور انہیں اپنا جتھا سمجھتے تھے۔

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ۔ کافر نہیں ہیں مگر دھوکے میں۔

ای ما هم فی زعمهم انهم محفوظون من النوائب بحفظ الهتهم لا بحفظه تعالی فقط وان الهتهم تحفظهم من باس الله تعالی الا فی غرور عظیم و ضلال فاحش من جهة الشیطان۔

یعنی وہ نہیں ہیں مگر اس زعم (گمان) میں کہ وہ تمام خطرات و مشکلات سے اپنے بتوں (معبودوں) کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں یا رہیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سوا ایسا ہرگز نہ ہوگا اور اگر کفار کا زعم ہے کہ ان کے بت اور معبود انہیں

Marfat.com

اللہ کی پکڑ (عذاب، سختی) سے بچالیں گے جب تو وہ بالضرور شیطان کی طرف سے بہت بڑے فریب اور حد درجہ کھلے دھوکے میں (پڑے ہیں)۔ آیت میں ابہام کے بعد تفصیل تھی اور "لَکُمْ" میں انداز مخاطبانہ تھا اور آخر میں "اِنِ الْکٰفِرُوْنَ" کہہ کر کلام کا رخ غائبانہ فرمادیا۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

یا کون سا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے، بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ

یا کون سا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے۔

ای اللّٰہ عزوجل شانہ۔ (رِزْقَهٗ) بامساک المطرو سائر مبادیہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کون ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اگر اللہ عزوجل تم سے اپنی روزی روک لے یعنی بارش اور دیگر اسباب رزق روک لے یا رزق کی پیدائش یا پیداوار ختم کردے تو کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے۔

بَلْ لَّجُّوْا۔ بلکہ وہ سرکش۔

ای لم یاثروا بذلک و لم یذعنوا للحق بل لجوا و تمادوا۔ اس تہدید کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ کفار خوب سمجھتے کہ وہ اس صورت میں بے بس اور عاجز و درماندہ ہیں لیکن ان کی سرکشی اور حق سے بغاوت کا یہ انداز ہے کہ وہ اس سے ہرگز کوئی اثر نہیں پکڑتے اور قبول حق کی طرف قطعاً مائل نہیں ہوتے اور سرکشی اور انکار و مخالفت میں مزید بڑھے جاتے ہیں۔

فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ

نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

فی عناد و استکبار و طغیان و شراد عن الحق۔ دشمنی سرکشی غرور اور حق سے نفرت میں دوری میں پڑے ہوئے اور بے جا ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

عن ابن عباس نزلت فی ابی جهل علیه اللعنة وحمزه رضی الله عنه والمراد العموم کماروی عن ابن عباس ایضاً و مجاهد و الضحاک و قال قتادة نزلت مخبرة عن حال الکافر و المومن فی الاخرة فالکفار یمشون علی وجوهم والمومنون یمشون علی استقامة و روی انه قیل للنبی صلی الله علیه وسلم کیف یمشی الکافر علی وجهه فقال علیه الصلوة والسلام ان الذی أمشا فی الدنیا علی رجلیه قادر علی ان یمشیه فی الاخرة علی وجهه و علیه فلا تمثیل و قیل المراد بالمکب الاعمی و بالسوی البصیر و ذلک اما من باب الکنایة او من باب المجاز المرسل۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوجہل لعین اور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری اور اس سے مراد عام ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ مجاہد و ضحاک رحمہما اللہ سے بھی مروی ہے اور قتادہ

Marfat.com

رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت آخرت میں کافر اور مومن کے حال کے بارے میں خبر دینے والی ہے۔ پس کفار آخرت میں اپنے چہروں کے بل چلیں گے اور مومن سیدھی راہ پر پختہ چلیں گے اور مروی ہے کہ بلاشبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آخرت میں کافر منہ کے بل کیونکر چلے گا تو ارشاد فرمایا بے شک جس ذات برحق نے حیات دنیوی میں اسے پاؤں کے بل چلایا وہ بالکلیہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ اسے آخرت میں منہ کے بل چلائے تو اس طرح یہ تمثیل نہ ہوگی (جیسا کہ بعض علماء نے اسے تمثیل سے تعبیر کیا ہے) اور کہا گیا ''مُکِبٌ'' سے مراد اندھا اور ''سوی'' سے مراد دیکھنے والا (سمجھ کے ساتھ) ہے اور ایسا یا تو کنایہ کے طور پر ہے یا بطور مجاز مرسل آیا ہے۔ تاہم کلام میں مخاطبین کو استفہام تقریری کے ذریعہ سمجھنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔

مُكِبًّا (کباب سے مشتق ہے اور یہ باب افعال سے لازم اور ثلاثی ہے مُکِبًّا سے مراد اندھا اور بغیر سوچے سمجھے چلنا ہے اور سوی سے مراد عقل و سمجھ سے کام لینے والا اور اللہ کے رسول کی ہدایت کے موجب چلنے والا ہے۔

اَهْدٰٓى۔ (زیادہ راہ پر ہونا) کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کافر بھی ہدایت پر ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ کافر میں ہدایت متحقق ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں اَهْدٰٓى کا معنی درست و صحیح کے ہیں کہ دونوں چلنے والوں میں کون صحیح ہے ظاہر ہے اوندھا چلنے والا کیونکر ٹھیک و درست ہو سکتا ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۲۳

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ۔

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

پچھلی آیات میں کفار سے خطاب ہوا تھا کہ کفار کا کوئی مددگار ہے نہ انہیں کوئی مدد دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کو رزق دے سکتا ہے۔ اگر ان کی روزی روک لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسا کون کر سکتا ہے تو اس آیت میں اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ تمہارا ناصر و رزاق معین حقیقی اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ نبی اکرم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ ناصر و معین اور رزاق اللہ ہی ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ۔ اور تمہارے لیے بنائے کان۔

السَّمْعَ مصدر ہے اور مفرد ذکر ہوا مطلب یہ ہے کہ آلات علم میں سے ایک سمع بھی ہے جو اس لیے بنایا کہ تم نصیحت کو سنو اور اس پر ایمان لاؤ یا علم سمعی سے نفع اٹھاؤ۔

وَالْاَبْصَارَ۔ اور آنکھ۔

اَبْصَارَ۔ جمع ہے اور مصدر نہیں ہے یعنی تمہیں بصارت عطا کی ہے کہ آفرینش خلق کا مشاہدہ کرو اور جو دیکھو اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ۔ اور دل۔

ای القلوب۔ یعنی دل۔

اس لیے کہ غور و فکر کرو اور جو غور و فکر سے ادراک ہو اس کو بروئے کار لاؤ۔ کہ قرآنی نصائح سے وہی دل فیض پاتا ہے کہ جو

Marfat.com

دانا اور فکر کرنے والا ہو، غافل اور متکبر نہ ہو۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ بہت کم شکر گزار ہو۔

بمعنی نفی ان کان الخطاب للکفرة۔ نفی کے معنوں میں ہے اگر کفار مخاطب ہوں یعنی اللہ نے تمہیں جو آلاتِ علم عطا کیے ہیں تم ان سے کام کیوں نہیں لیتے اور کیوں کفر و شرک میں مبتلا ہوتے ہو۔ ظاہر ہے اگر وہ علم و ادراک سے کام لیتے، نصیحت کو سنتے تو ہدایت کے قبول سے محروم نہ رہتے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ وہ خود اعتراف کریں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ تم بالکل ناشکری کرتے ہو۔ آلات علم عطا ہی اس لیے ہوئے کہ کہیں تم ان سے نفع اٹھاؤ تو گویا ایسا نہ کرنا کھلی حق شناسی ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا۔

ای خلقکم و کثرکم فیها لا غیره عزوجل۔ یعنی تمہیں پیدا فرمایا اور اس میں تمہیں پھیلا دیا اور یہ سب صرف اللہ عزوجل ہی کا کام ہے کسی اور کا نہیں۔

وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

للجزاء لا الی غیره سبحانه و تعالی۔ یعنی قیامت کے روز حساب اور جزا و سزا کے لیے صرف اور صرف حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور پیش ہو گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور وہ کہتے ہیں۔

ای الکفار من فرط عتوهم و نفورهم۔ یعنی کفار اپنی انتہائی نفرت و سرکشی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ بطور استہزاء کہتے ہیں۔

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ۔ یہ وعدہ کب آئے گا۔

ای الحشر الموعود۔ یعنی قیامت جس کا وعدہ کرتے ہو۔ ایک قول ہے کہ وعدہ سے مراد عذاب ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو۔

ای ان کنتم صدقین فیما تخبرونه من مجئی الساعة والحشر فبینوا وقته۔ یخاطبون به النبی صلی اللہ علیه وسلم والمومنین۔ یعنی کفار نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کو خطاب کر کے یوں کہتے ہیں کہ اگر تم واقعی سچے ہو اور جس وعدے کی خبر دیتے ہو تو وہ عذاب یا قیامت کی گھڑی کب آئے گی تو تم اس کا وقت تو بیان کرو۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ

تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے۔

ای العلم لوقته عزوجل لا یطلع علیه غیره عزوجل کقوله تعالی قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ۔

یعنی قیامت کے وقت کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ کو ہے اور اس کی ذات کے سوا کسی کو اس کے وقت معین کی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے، تم فرماؤ اس کا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔

وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔

اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

انذرکم وقوع الموعود لا محالة واما العلم بوقت وقوعه فلیس من وظائف الانذار۔

یعنی میں تو تمہیں اس عذاب وقیامت کے لامحالہ واقع ہونے کی خبر دینے والا یا اس سے خوف دلانے والا ہوں اور جہاں تک قیامت کے واقع ہونے کے صحیح، ٹھیک یا معین وقت کا تعلق ہے تو اس کا بتانا فرائض نبوت سے نہیں اور نہ ہی یہ امر میری ضرورت اور ذمہ داری سے ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر جب اسے پاس دیکھیں گے تو کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے فرمادیا جائے گا یہ ہے وہ جو تم مانگتے تھے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ۔ پھر جب اسے دیکھیں گے۔

ای قد اتاهم الموعود فراوه۔ یعنی جب ان کے پاس عذاب موعود آجائے گا تو وہ اسے دیکھ لیں گے۔ مفسرین کرام کی اکثریت کے نزدیک اس سے مراد عذاب آخرت ہے البتہ مجاہد کا قول ہے کہ مراد غزوۂ بدر میں کفار کی ہلاکت ہے اور ان کا یوں فرمانا شاید ''زُلْفَةً'' کے عام معنی پر مبنی ہے اور اس کی نظیر کلام الٰہی میں فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ اور یہاں امر واقعہ مقدر ہے جب کہ اس سے پہلے فَا وارد ہوا ہے جس پر یہ مرتب ہے۔

زُلْفَةً۔ پاس۔

ای ذازلفة و قرب۔ یعنی پاس اور قریب، یا یہ مصدر فاعل ہے **ای مزدلفاً** یعنی اپنے قریب ونزدیک، یا یہ ظرفیہ ہے **ای راوه فی مکان ذی زلفة** یعنی وہ اسے قریبی مقام (جگہ) میں دیکھیں گے۔ اور بعض کے نزدیک **الزلفة** بمعنی **القریب** یعنی نزدیک پاس کے ہیں۔ ابن زید سے اس کی تفسیر بالحاضر ہے یعنی موجود دیکھیں گے۔

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے۔

سائتها رویته بان غشیتها بسببها الکابة ورهقها القتر والذلة۔

اس کا دیکھنا ہی موت (عذاب، انتہائی ستانے یا دکھ دینے والی) ہوگی کیونکہ یہ عذاب ان پر مسلط ہوجائے گا جس کی

Marfat.com

وحشت وغم کے باعث ان کی صورتیں انتہائی بدنما ہو جائیں گی اور ذلت ورسوائی اور سیاہی ان پر چڑھ جائے گی۔

وَقِيْلَ۔ اور ان سے فرمادیا جائے گا۔

ای توبیخا لھم و تشدید العذاب بھم۔ یعنی ان سے بطور زجر کے اور ان پر عذاب کی شدت کے لیے فرمایا جائے گا اور جہنم کے داروغے (فرشتے) ان سے کہیں گے:

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ۔ یہ ہے وہ جو تم مانگتے تھے۔

ای تطلبونه فی الدنیا و تستعجلونه انکارا و استھزاء۔ یعنی تم اس کا حیات دنیوی میں مطالبہ کرتے تھے اور اس لیے بطور انکار و تمسخر جلدی وفوری چاہتے تھے تو یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔ اور ایک قول ہے کہ دنیاوی زندگی میں تم اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ کوئی بعث نہیں ہے اور نہ ہی حشر ہوگا اور تم کہتے تھے کہ اگر یہ پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آ کیوں نہیں جاتا تو یہ ہے وہ عذاب جس کے لیے تم جلدی چاہتے تھے اور اس کے طلب گار تھے۔ تَدَّعُوْنَ کا یہ مفہوم اس تقدیر پر ہے کہ یا تو یہ دعا سے مشتق ہے جس کے معنی مانگنے کے ہیں یا پھر یہ الدعوی سے نکلا ہے یعنی تمہارا دعویٰ تھا کہ بعث نہ ہوگا اور نہ ہی حشر ہوگا اور نہ ہی قیامت آئے گی۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے۔

قُلْ۔ تم فرماؤ یعنی اے محبوب مکرم محمد ﷺ تم مشرکین و کفار مکہ سے فرمادو، یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین و کفار مکہ آپ ﷺ اور اہل ایمان کی موت کی خواہش رکھتے تھے، تو فرمایا ان سے کہہ دو۔

اَرَءَيْتُمْ۔ ای اورنی یعنی مجھے بتاؤ!

اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ۔ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے (موت دے دے)

اَوْ رَحِمَنَا۔ یا ہم پر رحم فرما کر ہمیں موت نہ دے یا ہماری زندگی بڑھا دے تو تمہیں اس سے کیا حاصل ہوگا اور یہ خواہش تمہیں عذاب الٰہی عزوجل سے کیونکر بچا سکے گی۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے اور میرے اصحاب کو موت دے تو ہم رحمت الٰہی عزوجل کی طرف لوٹیں گے اور کھلی کامیابی نعیم آخرت میں پائیں گے اور اگر ہم پر رحم فرمائے یعنی ہمیں تم پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے اور تمہاری خواہش کے برعکس تم خود قتل کیے جاؤ تو تمہیں عذاب الٰہی سے کون بچائے گا اس لیے کہ ہمارے ہاتھوں جو کافر مارا جائے گا وہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہوا۔

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

تو وہ کون ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچائے گا۔

یعنی تم اپنے کفر و طغیان کی بناء پر ضرور عذاب دیے جاؤ گے اور تم اس سے ہرگز نہ بچ سکو گے تو تمہیں ہماری موت کی

Marfat.com

خواہش کا کیا فائدہ ہوگا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے تو اب جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔

قُلْ۔ تم فرماؤ ای لھم جوابا یعنی ان سے ان کی خواہش جو ہرگز پوری نہ ہوگی، کے جواب میں فرماؤ۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ۔ وہی رحمٰن ہے ای اللّٰہ الرحمن یعنی اللہ ہی رحمٰن ہے یعنی جس ہستی کے تسلط و غلبہ شان و قدرت کے دلائل کا پیچھے ذکر گزرا وہی ہستی رحمٰن ہے یعنی غایت درجہ رحم والا ہے۔

اٰمَنَّا بِهٖ۔ ہم اس پر ایمان لائے۔

ای فیجیرنا برحمتہ عزوجل من عذاب الاٰخرۃ۔ یعنی ہم رحمٰن پر صدق دل سے ایمان لائے ہیں اور ہم پر اس کی عظمت روشن ہے تاکہ وہ ہمارے ایمان و طاعت پر ہم پر اپنی رحمت فرما کر ہمیں عذاب آخرت سے بچالے اور ہم تمہاری طرح ہرگز کفر اختیار نہیں کرتے کیونکہ رحمٰن کا انکار موجب عذاب و رسوائی و ہلاکت ہے اور رحمٰن پر ایمان نجات کا ضامن ہے۔

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا۔ اور اسی پر بھروسا کیا۔

ای و علیہ توکلنا و نعم الوکیل فنصرنا لاعلی العدد۔ اس لیے کہ ہمارا اس ہستی (اللہ رحمٰن) پر ایمان ہے ہمارا اور اس پر مکمل بھروسا بھی اسی لیے ہے کہ بس وہی بھروسا کے لائق ہے تو ہماری نصرت و مدد انتہائی معتمد ہے۔ ایک قول ہے کہ دنیا و آخرت میں اس کی رحمت ہی پر بھروسا ہے۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

تو اب جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔

ای فی الدارین یعنی دونوں جہانوں میں۔ کسائی رحمہ اللہ نے "فسیعلمون" بھی پڑھا ہے یعنی تم یا وہ (منکر) روز قیامت جان لیں گے کہ ہم میں سے یا تم میں سے کون کھلی گمراہی میں تھا۔ یا بوقت عذاب حق واضح ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہی پر تھا۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ میں فاء سببیہ ہے اور کفار کو خوف دلانے پر مشیر ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ۔ تم فرماؤ بھلا دیکھو۔

ای اخبرونی۔ یعنی تم مجھے بتاؤ۔

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا۔ اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے۔

ای غائرا ذاھبا فی الارض بالکلیۃ و عن الکلبی لا تنالہ الدلاء۔ یعنی سارا پانی زمین کے انتہائی اندر چلا جائے اور کلبی سے مروی ہے کہ اتنی گہرائی پر چلا جائے کہ ڈول (کنوئیں کا بوکا) اس تک نہ پہنچ سکے۔ اور پانی سے مراد "ماء معینا" نہیں ہے یعنی کوئی متعین پانی نہیں ہے یعنی عام بہتا پانی مراد ہے اگرچہ کلبی اور ابن المنذر رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ یہ

Marfat.com

آیت چشمۂ زمزم اور ابن الحضرمی کے کنوئیں کے بارے میں اتری۔
غَوْرًا مصدر ہے اور اس کے معنی گہرائی میں جانے کے ہیں۔
فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ
تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لادے نگاہ کے سامنے بہتا۔

ای جار او ظاهر سهل الماخذلو صول الایدی الیه۔ مَّعِیْنٍ اسم فاعل ہے یعنی بہتا پانی یا مفعول کے معنی میں ہے عین سے، یعنی نگاہ کے سامنے بہتا پانی جو بسہولت مل جائے۔ وعید فی الدنیا خاصة و اردف الوعید السابق به تنبیها بالادنی علی الاعلی۔ کفار کو دنیوی زندگی میں یہ خاص وعید سنائی گئی ہے جو گزشتہ آیات میں سنائی گئی وعید کے ساتھ ردیف (پیوستہ، ملی ہوئی ہے) ہے اور اس میں اعلیٰ یعنی رب العزت کو چھوڑ کر ادنیٰ یعنی بتوں کی بندگی پر انتباہ کیا گیا ہے یعنی جب تمہیں معلوم ہے کہ بت اس امر پر قدرت نہیں رکھتے تو ان کی عبادت کیسی اور انہیں (بتوں کو) قادر برحق کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہو، تو کون ہے جو تمہیں پانی مہیا کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اسی پر ایمان اور اسی کی طاعت لازم ہے اور بندوں کو بسہولت پانی کا میسر ہونا اسی کی رحمت و مہربانی ہے۔ تفسیر جلالین میں شیخ جلال الدین محلی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سورت کا خاتمہ چونکہ استفہامیہ ہے تو یہ کہنا مستحب ہے اللّٰہ رب العالمین۔ یعنی فرمایا گیا ہے کہ کون ہے جو تمہیں بہتا پانی لادے تو کہا جائے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الملک کی تفسیر مکمل ہوئی
۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۲ ہجری بمطابق ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء

Marfat.com

سورۃ القلم مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، باون آیتیں تین سو کلمات اور ایک ہزار دو سو چھپن حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول—سورۃ القلم—پ ۲۹

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ (۱) — قلم اور ان کے لکھنے کی قسم

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ (۲) — تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ (۳) — اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۴) — اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ (۵) — تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے

بِاَيِّىكُمُ الْمَفْتُوْنُ (۶) — کہ تم میں کون مجنون تھا

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (۷) — بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ (۸) — تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (۹) — وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ (۱۰) — اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل ہے

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ (۱۱) — بہت طعنے دینے والا بہت ادھر ادھر کی لگاتا پھرنے والا

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ (۱۲) — بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار

عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ (۱۳) — درشت خو ان سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ؕ (۱۴) — اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۵) — جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (۱۶) — قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ — بے شک ہم نے انہیں جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا

اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾
تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے ہی اس کے کھیت کاٹ لیں گے

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾
اور ان شاءاللہ نہ کہا

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾
اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے تھے

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾
تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾
پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾
تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾
کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾
اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے ہوئے

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾
پھر جب اسے دیکھا بولے بیشک ہم راستہ بہک گئے ہیں

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾
بلکہ ہم بے نصیب ہوئے

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾
ان میں سے جو سب سے عقل مند تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾
بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہم ظالم تھے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے متوجہ ہوئے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾
بولے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم سرکش تھے

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾
امید ہے ہمیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾
مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے

حل لغات رکوع اول — سورۃ القلم — پ ۲۹

نٓ ۔	وَ ۔ قسم ہے	اَلْقَلَمِ ۔ قلم کی	وَ ۔ اور
مَا ۔ جو وہ	يَسْطُرُوْنَ ۔ لکھتے ہیں	مَا ۔ نہیں	اَنْتَ ۔ تو
بِنِعْمَةِ ۔ فضل	رَبِّكَ ۔ اپنے رب کے ساتھ	بِمَجْنُوْنٍ ۔ دیوانہ	وَ ۔ اور
اِنَّ ۔ بے شک	لَكَ ۔ تیرے لیے	لَاَجْرًا ۔ یقیناً اجر ہے	غَيْرَ ۔ نہ
مَمْنُوْنٍ ۔ ختم ہونے والا	وَ ۔ اور	اِنَّكَ ۔ بے شک تو	لَعَلٰى ۔ غالب ہے اوپر

Marfat.com

خُلُقٍ۔ خلق عَظِیْمٍ۔ بڑے کے فَسَتُبْصِرُ۔ جلدی دیکھے گا تو وَ۔ اور
یُبْصِرُوْنَ۔ وہ بھی دیکھیں گے بِاَیِّکُمُ۔ کہ کون ساتم میں سے اَلْمَفْتُوْنُ۔ دیوانہ تھا
اِنَّ۔ بے شک رَبَّکَ۔ تیرا رب ھُوَ۔ وہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے
بِمَنْ۔ اس کو جو ضَلَّ۔ بہکا عَنْ سَبِیْلِهٖ۔ اس کی راہ سے وَ۔ اور
ھُوَ۔ وہ اَعْلَمُ۔ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ۔ ہدایت پانے والوں کو
فَلَا۔ تو نہ تُطِعِ۔ کہا مان الْمُکَذِّبِیْنَ۔ جھٹلانے والوں کا
وَدُّوْا۔ وہ چاہتے ہیں لَوْ۔ کاش تُدْهِنُ۔ تو نرمی کرے فَیُدْهِنُوْنَ۔ تو وہ بھی نرمی کریں
وَ۔ اور لَا۔ نہ تُطِعْ۔ کہا مان
کُلَّ۔ ہر ایک حَلَّافٍ۔ قسمیں اٹھانے والے مَّهِیْنٍ۔ ذلیل
هَمَّازٍ۔ طعنہ دینے والے کا مَّشَّآءٍ۔ چلنے والے بِنَمِیْمٍ۔ ساتھ چغلی کے مَّنَّاعٍ۔ منع کرنے والا
لِّلْخَیْرِ۔ نیکی سے مُعْتَدٍ۔ حد سے بڑھنے والا اَثِیْمٍ۔ گنہگار عُتُلٍّ۔ بدخو کا
بَعْدَ۔ بعد ذٰلِكَ۔ اس کے زَنِیْمٍ۔ حرامزادہ ہے اَنْ۔ یہ کہ
کَانَ۔ تھا ذَا۔ صاحب مَالٍ۔ مال والا وَّ۔ اور
بَنِیْنَ۔ بیٹوں والا اِذَا۔ جب تُتْلٰی۔ پڑھی جاتی ہیں عَلَیْهِ۔ اس پر
اٰیٰتُنَا۔ ہماری آیتیں قَالَ۔ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ۔ کہانیاں ہیں الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلوں کی
سَنَسِمُهٗ۔ جلدی داغ دیں گے ہم اس کو عَلَی۔ اوپر الْخُرْطُوْمِ۔ سور جیسی تھوتھنی کے
اِنَّا۔ بے شک ہم نے بَلَوْنٰهُمْ۔ ان کو آزمایا کَمَا۔ جیسا کہ
بَلَوْنَآ۔ آزمایا تھا ہم نے اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ۔ باغ والوں کو اِذْ۔ جبکہ
اَقْسَمُوْا۔ قسمیں کھائیں انہوں نے لَیَصْرِمُنَّهَا۔ کہ ضرور کاٹیں گے اس کو
مُصْبِحِیْنَ۔ صبح ہوتے وَ۔ اور لَا۔ نہ یَسْتَثْنُوْنَ۔ انشاء اللہ کہتے
فَطَافَ۔ تو پھر گیا عَلَیْهَا۔ اس پر طَآئِفٌ۔ ایک پھرنے والا مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے رب کی طرف سے
وَ۔ اور هُمْ۔ وہ نَآئِمُوْنَ۔ سوئے ہوئے تھے
فَاَصْبَحَتْ۔ تو ہو گیا كَالصَّرِیْمِ۔ کٹے پھل کی طرح فَتَنَادَوْا۔ تو پکارا انہوں نے آپس میں
مُصْبِحِیْنَ۔ صبح ہوتے اَنِ۔ یہ کہ اغْدُوْا۔ سویرے چلو
عَلٰی۔ اوپر حَرْثِكُمْ۔ اپنی کھیتی کے اِنْ۔ اگر كُنْتُمْ۔ ہو تم
صٰرِمِیْنَ۔ اتارنے والے فَانْطَلَقُوْا۔ تو چلے وہ وَ۔ اور هُمْ۔ وہ
یَتَخَافَتُوْنَ۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے اَنْ۔ یہ کہ لَّا۔ نہ
یَدْخُلَنَّهَا۔ داخل ہو ہرگز باغ میں الْیَوْمَ۔ آج عَلَیْكُمْ۔ تم پر مِّسْكِیْنٌ۔ کوئی مسکین

Marfat.com

وَ۔ اور	غَدَوْا۔ صبح گئے	عَلٰی۔ اوپر	حَرْدٍ۔ ارادے کے
قٰدِرِیْنَ۔ قدرت سمجھتے ہوئے	فَلَمَّا۔ تو جب	رَاَوْ۔ دیکھا	ھَا۔ اس کو
قَالُوْٓا۔ بولے	اِنَّا۔ ہم	لَضَآلُّوْنَ۔ رستہ بھول گئے ہیں	
بَلْ۔ بلکہ	نَحْنُ۔ ہم	مَحْرُوْمُوْنَ۔ محروم ہوگئے	قَالَ۔ کہا
اَوْسَطُهُمْ۔ ان کے بہتر نے	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہیں	اَقُلْ۔ کہا تھا میں نے
لَّكُمْ۔ تم سے	لَوْلَا۔ کیوں نہیں	تُسَبِّحُوْنَ۔ تسبیح کہتے تم	قَالُوْا۔ بولے
سُبْحٰنَ۔ پاک ہے	رَبِّنَآ۔ رب ہمارا	اِنَّا۔ بے شک	كُنَّا۔ ہم ہی تھے
ظٰلِمِیْنَ۔ ظالم	فَاَقْبَلَ۔ تو متوجہ ہوا	بَعْضُهُمْ۔ بعض ان کا	عَلٰی۔ اوپر
بَعْضٍ۔ بعض کے	یَّتَلَاوَمُوْنَ۔ ملامت کرتے ہوئے		قَالُوْا۔ بولے
یٰوَیْلَنَآ۔ ہائے افسوس	اِنَّا۔ بے شک	كُنَّا۔ ہم ہی تھے	طٰغِیْنَ۔ سرکش
عَسٰی۔ قریب ہے	رَبُّنَآ۔ رب ہمارا	اَنْ۔ یہ کہ	یُّبْدِلَنَا۔ بدل دے ہم کو
خَیْرًا۔ بہتر	مِّنْهَآ۔ اس سے	اِنَّآ۔ بے شک ہم	اِلٰی۔ طرف
رَبِّنَا۔ اپنے رب کی	رٰغِبُوْنَ۔ رغبت لاتے ہیں	كَذٰلِكَ۔ اسی طرح ہے	الْعَذَابُ۔ عذاب
وَ۔ اور	لَعَذَابُ۔ یقیناً عذاب	الْاٰخِرَةِ۔ آخرت کا	اَكْبَرُ۔ بہت بڑا ہے
لَوْ۔ کاش	كَانُوْا۔ وہ ہوتے	یَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	

سورۃ القلم

سورت القلم مکیہ ہے اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ النون بھی ہے۔ یہ قرآن حکیم کی ان سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں شروع میں اتریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورۃ العلق) نازل ہوئی پھر یہ سورت (سورت القلم) پھر سورۃ المزمل پھر سورت المدثر اتری۔ بحر میں ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ بدون اختلاف کے بالکلیہ مکی ہے اور اتقان میں ہے کہ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ سے یَعْلَمُوْنَ تک اور فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ سے الصّٰلِحِیْنَ تک کی آیات مدنی ہیں۔ اس کی آیات کی تعداد باون ہے۔ سورۃ الملک کا اختتام وعید پر ہوا جو کفار کو سنائی گئی کہ اگر اللہ صبح دم بہتا ہوا پانی زمین میں دھنسا دے تو کون ہے جو تمہیں پانی لا دے اور اس سورت کا آغاز بھی اسی تناظر میں ہے اور کفار مکہ کو جو آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب علیہم الرضوان کی ہلاکت کے آرزومند تھے اور اسی دھن میں آپ کو مجنون وغیرہ کہہ کر حقائق سے قصداً اغماض کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی دلآزاری کر رہے تھے تو ابتداءً ان کے ان بے ہودہ اقوال کا رد فرما کر آپ ﷺ کے خاطر اقدس کی تسلی کی گئی ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ کہہ کر آپ کو فرمایا گیا ہے کہ ان کی بے ہودگیوں پر رنجیدہ نہ ہوں اور باغ والوں کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو راتوں رات سیاہ راکھ کی مانند ہو گیا۔

سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں اسی وعید کا تکرار ہے کہ اے اہل مکہ! جس طرح باغ والے راتوں رات برباد ہو گئے تو تم غلط فہمی میں نہ رہو کہ ہم تم پر بھی اسی طرح کی بربادی مسلط کرنے پر قادر ہیں اور ہم پر یہ امر خوب آسان ہے کہ پھل اجرام

Marfat.com

کثیف تھے اور پانی لطیف اور اس کا دھنسا دینا زیادہ سہل ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۃ القلم۔ پ ۲۹

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ ۔قلم اور ان کے لکھنے کی قسم۔

نٓ ۔یہ حروف مقطعات سے ہے، نون کے معنی مچھلی کے ہیں قرآن حکیم میں حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون بھی فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں مچھلی والے صاحب، بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو زمین کو اٹھائے ہوئے ہے اور اس مچھلی کا نام یہموت ہے اور حدیث میں ہے جسے الضیاء نے مختار میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نٓ (مچھلی) کو پیدا فرمایا تو اس پر زمین کو پھیلایا تو مچھلی مضطرب ہوگئی تو زمین کھچ گئی (دراز ہوگئی یا لرزنے لگی) تو اللہ نے اسے پہاڑوں سے ثابت و قائم فرمایا پھر ابن عباس نے یہی آیت پڑھی۔ مجاہد، ابن عباس سے بھی، حسن قتادہ اور ضحاک سے مروی ہے انه اسم الدواة بے شک یہ دوات کا نام ہے البتہ زمخشری نے اس کا انکار کیا ہے کہ لغت میں نون کے معنی دوات کے ہیں یا یوں کہا جاتا ہو۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ بعض عرب کی لغت میں نون بمعنی دوات ہو یا عجمی لفظ ہو جو عربوں میں رواج پا گیا ہو۔ بعض علماء نے نٓ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ اللہ کریم کے اسم جلیل رحمٰن کا آخری لفظ ہے کیونکہ بعض سورتوں کے پہلے الٓرٰ، حٰمٓ بھی آیا ہے۔ معاویہ بن قرۃ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نٓ تختی (لوح) ہے نور سے اور قلم نور کا قلم ہے اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "نٓ" جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے۔ واللہ اعلم۔

وَالْقَلَمِ ۔قلم کی قسم۔

وَ قسمیہ ہے اور اظہار عظمت کے لیے ہے اَلْقَلَمِ بالذی خط فی اللوح المحفوظ ما هو کائن الی یوم القیامة۔ قلم سے مراد وہی قلم ہے جس سے لوح محفوظ میں جو کچھ کہ قیامت تک ہونے والا ہے، لکھا گیا اور بعض نے قلم کی تفسیر ان نگہبان فرشتوں کے لکھنے والوں کے قلم سے کی ہے اور اس پر ال عہدی ہے، بعض کا قول ہے کہ اَلْقَلَمِ سے مراد عام قلم ہیں جس کے فوائد بکثرت ہیں۔ بغوی کا قول ہے کہ وہ قلم جو کاتب تقدیر تھا، نور کا تھا اور اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر تھی۔

وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۔اور ان کے لکھنے کی قسم۔

ای یکتبون اما للقلم مرادا به قلم اللوح و عبر عنه بضمیر الجمع تعظیماله۔

یعنی وہ جھکتی ہیں اس کی قسم، اگر قلم سے قلم لوح (تقدیریں لکھنے والا قلم) مراد ہے۔ اور وہ قلم تو ایک ہی ہے لہٰذا لکھنے والوں سے مراد وہی ہوگا اور جمع کی ضمیر بطور تعظیم تعبیر کی جائے گی۔

اور بعض نے کہا کہ عام قلم مراد ہیں تو لکھنے والے مراد ہوں گے کہ ضمیر جمع کی راجع ہے۔ بعض نے کہا کہ محاورۃً لکھنے والوں کو اہل قلم کہتے ہیں اور جیسے کہا جاتا ہے کہ اس کے قلم نے موتی بکھیرے حالانکہ قلم ایسا نہیں کرتا بلکہ اس سے مراد اہل قلم ہی ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد یا تو کراماً کاتبین ہیں یا اہل علم مراد ہیں جو دینی و دنیوی علوم لکھتے ہیں۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾

Marfat.com

والمراد تنزیھه صلی اللہ علیه وسلم عما کانوا ینسبونه الیه صلی اللہ علیه وسلم من الجنون حسداً و عداوۃ و مکابرۃ فحاصل الکلام انت منزہ عما یقولون۔

اور اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی پاکیزگی وطہارت ہے جنون سے جو کفار آپ ﷺ سے حسد اور عداوت (دشمنی) اور مخالفت کی وجہ سے منسوب کرتے تھے، تو حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کفار جو کچھ بکتے ہیں آپ ﷺ اس سے بری اور پاک ہیں۔ بغوی سے منقول ہے کہ کفار کے اس مقولہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (اے وہ شخص! جس پر قرآن اتارا گیا بلاشبہ تو دیوانہ ہے) کے رد میں نازل ہوئی۔ نعمت سے مراد نبوت ورسالت عقل وحکمت، اخلاق جلیلہ، فہم وعلم، شرافت وطہارت علیٰ وجہ الکمال ہے غرضیکہ اللہ کا لطف وکرم آپ پر بدرجہ غایت ہے اور جملہ کمالات جلیلہ جس قدر ممکن ہیں آپ ﷺ کو عطا کیے گئے ہیں۔ نعمت رب عزوجل کی موجودگی کے ساتھ جنون کی مؤکد بالقسم نفی دلالت کر رہی ہے کہ ایسی عظمت وشان والے رسول کو مجنون وہی کہے گا جو انتہائی جاہل، بے ہودہ اور معمولی عقل وفہم سے بھی کورا ہو گا۔

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۳

اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

وَ اِنَّ لَكَ۔ اور ضرور تمہارے لیے۔

بمقابلة مقاساتک الوان الشدائد من جهتهم و تحملک اعباء الرسالة۔

آپ کے دکھ برداشت کرنے اور وہ مصائب جو آپ نے جھیلے اور احکام رسالت کے سلسلہ میں بردباری اور صبر کا مظاہرہ کرنے کے بدلہ میں۔

لَاَجْرًا۔ ثواب۔

لثوابا عظیما لا یقادر قدرہ۔ یعنی بہت بڑا ثواب جس کی عظمت وبرکت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ بے انتہا۔

ای مقطوع مع عظمه و غیر ممنون علیک من جهة الناس فانهٗ عطاؤہ تعالیٰ بلا واسطة او من جهته تعالی لانک حبیب اللہ تعالی و هو عزوجل اکرم الاکرمین احبابهم۔

یعنی اپنی عظمت وشان کے ساتھ نہ ختم ہونے والا اجر یا لوگوں کی جہت سے بغیر احسان مند ہوئے آپ کو بے انتہا ثواب کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ عطا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے غیر منقطع اجر کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب مکرم ہیں اور اللہ پاک سب سے بڑھ کر غایت درجہ لطف وکرم فرمانے والا ہے۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۴

اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

لا یدرک شاوہ احد من الخق و لذلک تحتمل من جهتهم مالا یحتمله امثالک من اولی العزم۔

مخلوق میں کسی ایک کی ہمت اس شان تک نہ پہنچی اور اسی لیے آپ مخلوق کی جہت (جانب) سے ان کی ایسی تکلیف دہ

Marfat.com

باتوں کو برداشت فرما لیتے اور آپ کی طرح اولوالعزم حضرات سے ان کا تحمل اس شان سے نہ ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جس طرح مجھے دکھ پہنچایا گیا اس طرح کسی کو دکھ نہ دیا گیا۔ مسلم، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ، نسائی اور امام احمد نے سعد بن ہشام رحمہم اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بارے میں پوچھا تو ام المومنین نے فرمایا: ألست تقرء القرآن کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، میں نے عرض کیا جی پڑھتا ہوں تو ام المومنین نے فرمایا: فان خلق نبی اللہ کان القرآن بے شک اللہ کے نبی کا اخلاق قرآن ہی تو ہے اور ایک روایت میں ہے کان خلقه القرآن قرآن آپ کے اخلاق کا بیان ہے۔ کشف میں ہے اس آیت سے روشن ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اخلاق الٰہیہ کے ساتھ متخلق تھے یعنی اخلاق الٰہیہ کا مظہر واتم واکمل تھے اور اس میں کفار پر تعریض ہے جو آپ ﷺ کو بربنائے جہالت وعداوت مجنون کہتے تھے کہ ایسی عظمت اخلاق کی مالک اور محاسن جلیلہ اور خصائل حمیدہ کی منتہی رفعتوں کے اوپر فائز ہستی کو مجنون وہی کہہ سکتا ہے جو غایت درجہ احمق وکودن ہو۔ صاحب تفسیر مظہری عارف باللہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ اس مقام پر نقل فرماتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ جب آپ ﷺ کے ہمراہ اونٹنی یا گدھی پر سوار ہوئیں تو گدھی نے تین مرتبہ سوئے کعبہ سجدہ کیا اور بزبان فصیح بولی کہ میری پشت پر افضل الانبیاء سید المرسلین حبیب کبریا ﷺ سوار ہیں۔ غرضیکہ گدھی نے اعتراف عظمت کیا حالانکہ گدھا علامت بے وقوفی سمجھا جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار گدھے سے زیادہ بے وقوف تھے کہ آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے۔ امام احمد کی مسند اور موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اسی لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کردوں یعنی عروج کمال تک پہنچادوں۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر حسین وجمیل، سب سے زیادہ صاحب جود وعطا اور شجاع ترین تھے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سائل کے جواب میں "لا" (نہیں) کبھی نہیں فرمایا

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فحش گوئی سے پاک اور بناوٹی فحش الفاظ نکالنے سے مبرا تھے اور نہ ہی بازاروں میں چیختے چلاتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کرتے عفو ودرگزر سے کام لیتے اور نہ ہی آپ نے راہ خدا کے سوا کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا یا سزا دی۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لیے بدلہ وانتقام نہ لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں شمائل کے سلسلہ میں مروی ہے کہ دیبا وحریر (ریشمی وسلک شے) غرضیکہ کوئی شے آپ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ونازک، گداز اور خوشبودار نہ تھی اور آپ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار کسی مشک وعطر کو نہ پایا۔ حق تو یہ ہے کہ اخلاق جلیلہ کے بیان کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

اور علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

Marfat.com

مُنزہٌ عَنْ شَرِیکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوھرُ الحُسنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنقِسمٖ

اورحسان رضی اللہ عنہ کا آفاقی شعر(نعت ہے):

وَ اَحسَنُ مِنکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَ اَجْمَلُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ	کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ	صَلُّوا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

سعدی رحمہ اللہ کا حَسُنَتْ کہنا فَعُلَ کے وزن پر ہے اور فَعُلَ کی خصوصیت رفعت اہل علم سے مخفی نہیں۔ حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوب منقبت کی۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَجْمَلَکَ	مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء	گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا	تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
لم یات نظیرک فی نظر	مثل تو نہ شد پیدا جانا

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾

تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۵﴾

تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

والمراد فستعلم و یعلمون ذلک یوم القیامۃ حین یتبین الحق من الباطل و زوی ذلک عن ابن عباس و قیل فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ فی الدنیا بظهور عاقبۃ الامر بغلبۃ الاسلام و استیلائک علیهم بالقتل والنهب و صیرورتک مهیبا معظما فی قلوب العالمین و کونهم اذلہ صاغرین و یشمل هذا کان یوم بدر و عن مقاتل ان ذلک وعید بعذاب یوم بدر۔

اور مراد یہ ہے کہ تم بھی جلد جان لو گے (خطاب سرور دو عالم ﷺ کو ہے اور ف تعقیب کے لیے جب کہ س یا تو مستقبل قریب پر دلالت کرتا ہے یا پھر قطعیت کے لیے ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ تحقیق کے لیے ہے) اور وہ (کفار) بھی اس حقیقت کو روز قیامت جان لیں گے جب کہ حق باطل سے ممتاز و روشن ہو جائے گا اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور ایک قول ہے کہ تم بھی اور وہ (کفار) بھی دنیا میں دیکھ لیں گے جب انجام کار اسلام کے غلبہ کا ظہور ہو گا اور آپ کی طرف سے قتل اور حصول غنیمت کے ساتھ ان کی ذلت و رسوائی ہو گی اور آپ کے معاملہ کا انجام جہانوں کے دلوں میں ہیبت و عظمت

Marfat.com

کے ساتھ ہوگا اور کفار ذلت وپستی اور رسوائی کے ساتھ دوچار ہوں گے۔ اور اس میں بدر کے دن کافروں کی رسوائی بھی شامل ہے۔ اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس میں یوم بدر کے عذاب کے ساتھ وعید سنائی گئی ہے۔

بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿٦﴾ کہ تم میں کون مجنون تھا۔

ای المجنون کما اخرجه ابن جریر عن ابن عباس و ابن المنذر عن ابن جبیر و عبد بن حمید بن مجاهد و اطلق علی المجنون لانه فتن ای محن بالجنون و قیل لان العرب یزعمون ان الجنون من تخبیل الجن و هم الفتان للفتاک منهم والباء مزیدة۔

یعنی مجنون جیسا کہ ابن جریر نے ابن جبیر سے اور عبد بن حمید نے مجاہد رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے اور مجنون پر ہی اطلاق کیا ہے کہ وہ مجنون ہے یعنی دیوانگی کے ساتھ تکلیف میں ہے اور کہتے ہیں کہ اہل عرب کا خیال تھا کہ جنون (دیوانگی) جن کے اثر سے ذہنی توازن کھونا ہے تو کفار نے آپ کے لیے جن کے اثر سے فریفتہ یا دیوانہ ہونے کا وہم (گمان) کیا۔ اور بِاَیِّکُمُ میں با مزید ہے، الْمَفْتُوْنُ اسم مصدر ہے جیسے المعقول اور المجلود یعنی جنون یعنی المفتون مصدر ہے مفعول کے وزن پر اور باء زائد ملابست کے لیے اور ایک قول یہ ہے کہ الْمَفْتُوْنُ اسم مفعول بمعنی مجنون خبر ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: بای الفریقین منکم الجنون یعنی تم دونوں فریقوں میں کون مجنون تھا أبفریق المومنین ام بفریق الکافرین یعنی مومنوں کے گروہ کو یا کافروں کے گروہ کو جنون تھا ای فی ایهما یوجد من یوجد من یستحق هذا الاسم و هو تعریض بابی جهل والولید من المغیرة و اضرابها یعنی دونوں میں سے مجنون کے اسم کا کون مستحق تھا اور اس میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور ان کے ہم نواؤں ساتھیوں پر تعریض ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ کفار ہی مجنون ہیں اور جب ان پر عذاب نازل ہوگا ان پر حقیقت مجنون کھل جائے گی وہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حقیقت میں مجنون کون تھا کفار آپ کو ساحر شاعر اور کاہن بھی کہتے تھے اور مجنون بھی، اور یہ باہم سب ضدیں ہیں کیا دیوانہ شاعر یا کاہن ہوتا ہے پھر وہ (کفار) کو دعویٰ عقل کا بھی تھا اور یہ سب الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خود دیوانے تھے اور عناد سے ایسا کہتے تھے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حسن وخوبی عقل بصیرت، صدق وامانت، شجاعت وعدالت اور فصاحت وبلاغت، نطق وکلام میں آپ کی مثل کوئی نہیں، پھر مجنون کہنا کھلی کورچشمی تھی اور کافر سرکشی میں اندھے ہو چکے تھے۔

اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿٧﴾

بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ

بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے۔

ای هو سبحانه اعلم بمن ضل عن سبیله المؤدی الی سعادة الدارین و هام فی تیه الضلال متوجها الی ما یقتضیه من الشقاوة الابدیة و مزید النکال و هذا هو المجنون الذی لا یفرق بین النفع و الضربل یحسب الضرر نفعا فیؤثره و النفع ضرار فیهجره و هو عزوجل اعلم بالمهتدین الی سبیله الفائزین بکل مطلوب الناجین عن کل محذورهم العقلاء المراجیع فیجزی کلا من

Marfat.com

الفریقین حسبما یستحقہ من العقاب و الثواب۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون بھٹکنے والا ہے اس کی راہ سے جو دونوں جہانوں کی نیک بختی پر مددگار ہے اور اسے بھی جو گمراہی کے صحرا میں تشنہ لب ہے اور اس طرف متوجہ ہے جس کا مقتضیٰ ابدی محرومی ہے اور عذاب کی زیادتی ہے اور اسی لیے مجنون تو دراصل وہ ہے جو نفع ونقصان کے درمیان میں امتیاز نہیں کرتا بلکہ نقصان کے حساب سے نفع اٹھاتا ہے جو اسے متاثر کرتا ہے اور نفع کے حساب سے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ اسے ترک کر دیتا ہے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان راہ پانے والوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر ان تمام باتوں کے ساتھ فائز ہونے والے ہیں جو ہر خطرے سے انہیں نجات دلانے والی ہیں اور یہی لوگ عقلمند ہیں اور اصحاب فوقیت ہیں یعنی قابل ترجیح ہیں۔ تو حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں فریقوں کو ان کے حسب حال عذاب وسزا اور ثواب و جزا جس کے وہ مستحق ہوں گے، بدلہ دے گا۔ اور کشاف میں ہے: ''بے شک تیرا پروردگار مجانین (دیوانوں) کو خوب جانتا ہے کہ در حقیقت کون دیوانہ ہے۔ دراصل دیوانہ وہی ہے جو راہ حق سے بہک جائے اور اللہ عزوجل کو خوب معلوم کہ سمجھدار (اہل عقل) کون ہیں اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ

اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

و ھو اعلم بالعقلاء و ھم المتھدون۔ اور اللہ کو خوب علم ہے کہ عقلمند (عقل سلیم) کون ہیں وریہی لوگ جن کی عقل سلیم اور صحیح سمت دکھانے والی ہے ہدایت حاصل کرنے والے یا مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ۞

تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔

فاء سببیہ ہے یعنی جب واضح ہو چکا ہے کہ کفار ومشرکین اور دین حق کے جھٹلانے والے راہ سے بھکے ہوئے یعنی گمراہ ہیں تو اب ان کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ گویا آپ ﷺ کو ان کی حقیقت کی خبر دے کر بطور نہی ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔ ای دم علی ما انت علیہ من عدم طاعتھم و تصلب فی ذلک یعنی آپ کفار کی اطاعت بجانہ لائیں اور مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں اور آپ جس راہ پر ہیں اس پر سخت ڈٹے رہیں اور ان سے نرمی نہ فرمائیں اور نہ ہی ان کی بات مانیں۔

وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ۞

وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ۔

وہ چاہتے ہیں کاش تم کسی طور نرمی کرو۔

ادھان۔ دھن سے مشتق ہے جس کے معنی نرمی یا ڈھیل کے ہیں اور ''لَوۡ'' تمنائی ہے یعنی کفار کی آرزو، خواہش یہ ہے کہ کاش تم نرمی کرو اور گزشتہ آیت میں جو نہی ہے اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے۔ ای احبوا لو تلاینھم و تسامحھم فی بعض الامور یعنی انہیں اس امر کی خواہش ہے کہ آپ کسی طور ان سے نرمی کریں اور بعض امور میں ان کی مخالفت ترک کر دیں یا بعض دینی معاملات میں ان کی رعایت فرمائیں اور اس آرزو میں اگر وہ پوری ہو تو وہ بھی نرمی کا مظاہرہ کریں۔

Marfat.com

فَیُدۡہِنُوۡنَ۔ تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

فاء تعقبی ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر ان کی نرمی کی آرزو بر آئے تو وہ بھی نرمی کریں اور مخالفت میں شدت کو کم کریں اى فهم يدهنون حينئذ او فهم الان يدهنون طعما فى ادهانک۔ یعنی تو وہ اس وقت نرمی کریں گے یا وہ اب نرمی کرتے ہیں اس طمع میں آپ بھی نرمی کریں۔ اس آیت سے مسئلہ واضح ہے کہ امور دین میں نرمی کرنا سخت حرام وممنوع ہے۔

وَ لَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ ﴿۱۰﴾ ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ ﴿۱۳﴾ اَنۡ کَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۵﴾

اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حسد سے بڑھنے والا گناہ گار درشت خو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے، اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

وَ لَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ ﴿۱۰﴾

اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل۔

كثير الحلف فى الحق والباطل۔ یعنی سچی اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھانے میں بہت دلیر ہے حَلَّافٍ سے مراد بکثرت جھوٹی قسمیں کھانے والا ہے اور ان كثرة الحلف مذمومة و لو فى الحق۔ اور کثرۃ الحلف انتہائی مذموم ہے اگرچہ سچی بات میں بھی ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ کے نزدیک اس (حَلَّافٍ) سے مراد اسود بن یغوث اور عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک اخنس بن شریق اور قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک ولید مغیرہ ہے۔ کُلَّ حَلَّافٍ کے معنی یہ ہوں گے، ہر ایسا جو بکثرت قسمیں کھانے والا ہے آپ ﷺ کو ایسوں کی بات سننے سے منع فرمایا گیا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کسی حلاف کی بات پر کان نہ لگائیں۔ کُلَّ افرادی ہے اور نہی عمومی پر مؤکد ہے مَّہِیۡنٍ اى حقير الراى والتدبير یعنی رائے اور تدبیر میں بودا یا کم عقل۔ ابن المنذر اور عبد بن حمید نے قتادہ رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ مَّہِیۡنٍ کا مطلب ہے المكثار من القبيح۔ مَّہِیۡنٍ سے مراد گھٹیا (کمینہ یا ذلیل) ہے جو بکثرت خباثتوں (برے کاموں) کا مرتکب ہو، مهانت بمعنی حقارت ہے اور مَّہِیۡنٍ فعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی کمینہ خصلت کے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: "انهٔ الكذاب" مَّہِیۡنٍ سے مراد بڑا جھوٹا ہے۔

ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ ﴿۱۱﴾

بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔

ہَمَّازٍ۔ بہت طعنے دینے والا اى عياب طعان قال ابو حيان هو من الهمز واصله فى اللغة الضرب طعنا باليد او بالعصا و نحوها ثم استعير للذى ينال بلسانه قال منذر بن سعيد و بعينه واشارته۔

یعنی بہت زیادہ عیب نکالنے والا، چغل خور یا بہت طعن کرنے والا (عیب لگانے والا)۔ ابو حیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہَمَّازٍ ہُمَزَ سے مبالغہ ہے بروزن فعال اور لغت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھ کے ساتھ (ہاتھ چلا کر) عیب لگانے والا یا لاٹھی کے ساتھ اور اسی طرح کے چلن کے ساتھ چغلی کھانے والے، پھر اس کے ساتھ اس شخص کے۔ لیے اشارے کرنے والا

جسے زبان سے عیب لگائے، منذر بن سعید رحمہ اللہ کا قول ہے آنکھ اور اشارے سے لوگوں کے عیب بتانے والا۔

مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ۔ بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔

نقال للحديث من قوم الى قوم على وجه الافساد بينهم فان النميم والنميمة۔ مصدران بمعنى السعاية والافساد۔ ایک قوم سے دوسری قوم تک باتیں پہنچانے والا صرف اس خیال سے کہ ان کے درمیان فساد ہو النميم اور النميمة دونوں مصدر ہیں جس کے معنی چغل خوری اور شر انگیزی کے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ النميم نمیمۃ کی جمع ہے يريدون به الجنس جس سے بے تکلف ہونا مراد ہے واصل النميمة الهمس والحركة الخفيفة اور نمیمہ کی اصل ھمس ہے چپکے چپکے باتیں کرنا اور کانا پھوسی کرنا۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ بہت ادھر کی لگاتا پھرنے والا جس کا مقصد صرف فساد و شر انگیزی ہو۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ۔ بھلائی سے بڑا روکنے والا۔

اى بخيل ممسک من منع معروفة عنه اذ امسكه فاللام للتقوية والخير على ما قيل المال او مناع الناس الخير و هو الاسلام۔ یعنی کنجوس جب اس کو بڑائی سے روکا جائے تو نیکی کا حکم کرنے سے روکنے والا یا رکاوٹ بننے والا اور الخیر پر لام زائد تقویت کے لیے ہے اور خیر سے مراد مال ہے جیسا کہ ذکر گزرا یا لوگوں کو بھلائی سے روکنے والا اور بھلائی سے مراد دین اسلام ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایسا بخیل ہے کہ نہ خود خرچ کرے نہ بھلائی کی خاطر خرچ کرنے دے اور لوگوں کو دین حق کے قبول سے روکے۔ ولید بن مغیرہ اپنے اعزاہ کو قبول اسلام سے یہ کہہ کر روکتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی نے اسلام قبول کیا تو وہ اس کے مال سے محروم رہے گا۔ غرضیکہ وہ ہر بھلائی سے شدید ترین روکنے والا تھا۔

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ۔ حد سے بڑھنے والا گناہ گار۔

مُعْتَدٍ۔ مجاوز فى الظلم ظلم و سرکشی میں حدود پھلانگنے والا۔

اَثِيْمٍ۔ كثير الآثام وهى الافعال البطئة عن الثواب والمراد بها المعاصى والذنوب۔ بہت زیادہ گناہوں کا مرتکب بدکار اور یہ بدکاریاں افعال ہیں جو حصول ثواب سے ٹال مٹول کروانے والی ہیں یا ثواب کے کاموں میں سستی اور ٹال مٹول کرنے والا۔ اور ان سے مراد گھناؤنے دھندے برائیاں اور گناہ ہیں۔

عُتُلٍّۭ۔ درشت خو۔

قال ابن عباس الشديد الفاتک و قال الكلبى الشديد الخصومة بالباطل و قال معمر و قتادة الفاحش اللئيم وقيل هو الذى يعتل الناس اى يجرهم الى حبس او عذاب بعنف و غلظة۔
ابن عباس کا قول ہے کہ عُتُلٍّۭ کا معنی ہے بہت زیادہ جلد باز یا بے دھڑک یا دھڑ لے سے قتل کرنے والا یا غفلت میں پکڑ کر دھڑلے سے مار ڈالنے والا۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے بے بنیاد سخت دشمنی رکھنے والا یعنی خواہ مخواہ کا کینہ پرور۔ اور معمر اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ بدزبان پھکڑ کمینہ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں سے بدمزاجی سے پیش آئے۔ یعنی انہیں روک کر یا قید کر کے یا گھیر کے گھسیٹنے والا یا تنگ مزاج اور بدخصلت۔ قاموس میں ہے کہ عُتُلٍّۭ کا معنی ہے بسیار خور (بہت کھانے والا پیٹو) یا مغرور۔

Marfat.com

بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣

ان سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

بَعْدَ ذٰلِكَ۔ای المذکور من مثاله و قبائحه و بعد هنا کثم الدالة علی التفاوت الرتبی فتدل علی ان ما بعد اعظم فی القباحة۔

یعنی یہ شخص (ولید بن مغیرہ) اوپر مذکور بری باتوں اور خباثتوں کے ساتھ ساتھ ولد الزنا بھی ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے جس سے اس کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے بَعْدَ ذٰلِكَ کا تعلق زَنِيْمٍ سے ہے اور مع کے معنی میں آیا ہے۔

زَنِيْمٍ دعی ملحق بقوم لیس منهم کما قال ابن عباس و المراد به ولد الزنا۔

اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی قوم سے ملحق ہو (ان میں ملا ہوا ہو) حالانکہ اس قوم سے نہ ہو۔ جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اور اس سے مراد ہے حرامی، عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے

زنیم لیس یعرف من ابوه

یغی الام ذوحسب لئیم

زَنِيْمٍ وہ ہوتا ہے جس کی شناخت نہ ہو کہ اس کا باپ کون ہے اور اس کی ماں جو حسب والی ہو کر کمینگی کے ساتھ بغاوت کرے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ زَنِيْمٍ زَنَمتی الشاة سے ماخوذ ہے جب بکری کے کان اور تھن اگر لٹکے ہوئے ہوں تو کہا جاتا ہے زنمتی الشاه۔ ولید کے باپ مغیرہ نے جب ولید کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو اسے بیٹا تسلیم کیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی شر انگیزی سے معروف ہو جس طرح کان و تھن لٹکی ہوئی بکری پہچانی جاتی ہے۔ بعض نے کہا زنیم سے مراد اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنی زہرہ سے شمار ہوتا تھا جب کہ وہ ان میں سے نہ تھا بعض نے کہا اس سے مراد اسود بن عبد یغوث یا ابو جہل لعین ہے۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٤

اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

بتقدیر لام التعلیل و هو متعلق بقوله سبحانه لا تطع ای لا تطع من هذه لان کان متمولا مقتویا بالبنین۔

لام تعلیل کی تقدیر پر جو اَنْ پر محذوف ہے اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول سے کہ تم کہنا نہ مان لینا اس کا اس وجہ سے کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے، حمزہ کی قراءت میں ہمزۂ استفہام آیا ہے یعنی ''أَاَنْ كَانَ ذَا مَالٍ'' اور یہ استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس کا کہا اس لیے مان لوگے کہ وہ مال دار اور بیٹوں والا ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥

جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے، اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں۔

ای القران۔ یعنی جب تلاوت قرآن حکیم ہو۔

قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔

کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ قاموس میں ہے کہ اساطیر سے مراد فرضی قصے اور بے تکی باتیں ہیں۔ یعنی جب قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے جھوٹے قصے کہانیاں ہیں۔ یعنی یہ جملہ بھی اس کے جھوٹے ہونے سے متعلق ہے اور اس سے مراد یہ بھی ہے انہ بطر نعمة الله تعالٰی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں یعنی مال اور اولاد کے ساتھ بجائے شکر گزاری کے غرور کیا اور ناشکری میں کلام الٰہی سن کر یوں کہتا ہے جو اس کے جھوٹ پر مصرح ہے کیونکہ پیچھے گزرا فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

سَنَسِمُهٗ۔ قریب ہے کہ ہم داغ دیں گے۔ سنجعل له سمة و علامة یعنی بہت جلد ہم ان کے لیے اس کی بد باطنی اور خباثت کی علامت ونشانی اس کے چہرے پر ظاہر کریں گے۔

عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ اس سور کی سی تھوتھنی پر۔

ای علی الانف۔ یعنی اس کی ناک پر۔ **و فی لفظ الخرطوم استهانه لانهالایستعمل الا فی الفیل والخنزیر ففی التعبیر عن الانف بهذا الاسم ترشیح لما دل علیه الوسم علی العضو المخصوص من الاذلال والمراد سنهنیه فی الدنیا و نذله غایة الاذلال و کون الوعید المذکور فی الدنیا هو المروی عن قتادة۔**

اور لفظ خرطوم میں غایت درجہ تذلیل ہے کیونکہ خرطوم کا لفظ ہاتھی کی سونڈ اور خنزیر کی تھوتھنی پر بولا جاتا ہے تاہم اس سے مراد ناک ہے جو اس نشان ذلت سے داغی جائے گی اور اس کے خاص عضو (ناک) پر نشان تذلیل سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ غایت درجہ رسوائی پر دلالت کرے گا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم جلد ہی اسے دنیا میں رسوا کریں گے اور ہم اسے انتہائی ذلت سے دوچار کریں گے جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ وعید مذکور دنیا میں پوری ہو چکی، اس کی ناک پر دنبل ہو گئی اور ایک قول ہے کہ بدر کے روز اس کی ناک کٹ گئی، لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ بدر سے پہلے مر چکا تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ایسا فرمانے سے مراد ہے کہ ہم اس کی ناک میں نکیل ڈالیں گے لیکن روز بدر ایسا ابو جہل لعین کے ساتھ ہوا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے گھسیٹا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قیامت کے روز اس کا منہ کالا ہو جائے گا اور اس سے یہی مراد ہے یعنی دخول جہنم سے قبل لوگ اسے اس علامت سے پہچان لیں گے اور خرطوم کے ذکر سے مراد مجازی طور پر چہرہ ہے میں کہتا ہوں کہ اس تشبیہ (چہرے کو یا ناک کو خرطوم) کہنے اس کے ناک بلند کرنے یا چڑھانے یا اس کے متکبرانہ انداز کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس متکبر کے چہرے کو خاص ذلت کی سیاہی سے نشان زدہ کریں گے کہ اس کی شناخت ہو جائے گی۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝۱۸

بے شک ہم نے انہیں جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے ہی اس کھیت کو

Marfat.com

کاٹ لیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔

اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ۔ بے شک ہم نے انہیں جانچا۔

ای اصبنا اھل مکة ببلیة و ھی القحط بدعوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشدد وطاتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔

یعنی ہم نے اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی دعا سے جو آپ نے فرمائی بلاء وآزمائش سے دوچار کیا اور وہ قحط کی دعا تھی کہ اے پروردگار! قبائل مضر پر اپنی مضبوط گرفت فرما اور عہد یوسف علیہ السلام جیسی قحط سالی میں انہیں مبتلا فرما (اس لیے کہ ان کے غرور اور تکبر کا زور ٹوٹے اور یہ ہموار ہوں) چنانچہ وہ ایسی قحط سالی کی مصیبت میں ڈالے گئے کہ بھوک کی شدت میں مردار اور ہڈیاں تک چٹ کر گئے۔

کَمَا بَلَوْنَآ۔ جیسا ہم نے جانچا۔

ای مثل ما بلونا۔ یعنی اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے (باغ والوں کو) جانچا۔ کاف محل نصب میں صفت مصدر مقدر ہے اور ما مصدریہ ہے و قیل بمعنی الذی ای کالبلاء الذی اور کہا گیا ''الذی'' (جو) کے معنی میں آیا ہے یعنی اس آزمائش کی طرح جو باغ والوں پر گزری۔

الف لام عہدی ہے جس سے مراد خاص باغ ہے المعروف خیرھا عندھم یعنی اس باغ کی بھلائی ان کے نزدیک مشہور و معلوم تھی یہ باغ سرزمین یمن کے شہر صنعاء کے قرب میں تھا جو ایک مرد صالح کی ملکیت تھا جو اس کی پیداوار سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا تھا (راہ خدا عزوجل میں مسکینوں کو دیتا تھا) تو جب وہ مرد صالح فوت ہو گیا تو وہ اس کے بیٹوں کا ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو باغ کی بھلائی سے روک دیا اور اللہ عزوجل کے حق کو جو اس میں سے ادا ہوتا تھا، ادا کرنے میں بخل کیا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے اس کا ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ باغ ارض یمن میں صنعاء کے شہر سے چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا اور اس باغ کو ''دصوران'' کہتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ باغ یمن میں صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر سرراہ واقع تھا اور اس کا نام ''صروان'' تھا اس باغ کا مالک ایک مرد صالح تھا جو باغ کے میوے کثرت سے فقراء کو دیتا تھا جب باغ میں جاتا فقراء کو بھی بلا لیتا تھا تمام گرے پڑے میوے فقراء لے لیتے اور باغ میں کپڑے بچھا دیے جاتے جب پھل اور میوے توڑے چنے جاتے تو جتنے میوے پھل کپڑوں پر یا فرش پر گرتے وہ بھی فقراء کا حصہ ہوتا۔ اس پر مزید یہ کہ اپنے خالص حصہ سے دسواں حصہ نکال کر فقراء کو اور دے دیتا اور کھیتی کٹتے وقت جو پودے درانتی سے بچ جاتے وہ بھی مسکینوں کو دیتا اور جو حصہ ادھر ادھر منتشر ہو جاتا وہ بھی مساکین کے لیے ہوتا اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے تین بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے، انہوں نے باہم طے کیا کہ کنبہ زیادہ ہے اور مال کم ہے لہٰذا ہم باپ کا طریقہ جاری نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس وقت مال زیادہ اور خاندان چھوٹا تھا اب ہم ایسا نہیں کر سکتے اور نہ کرنے کی باہم قسمیں کھا لیں۔

اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّھَا مُصْبِحِیْنَ

جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔

اِذْ اَقْسَمُوْا معمول لبلونا یہ بلونا کا معمول ہے یعنی جب اس مرد صالح کے وارث تینوں نے باہم قسم کھائی کہ ہم

Marfat.com

باپ کا طریقہ جاری نہ رکھیں گے یعنی مساکین وفقراء کو باغ کے میووں سے کچھ نہ دیں گے۔

لَيَصْرِمُنَّهَا لیقطعن من ثمارها بعد استوائها۔ تاہم پھلوں کے پکنے پر انہیں کاٹ لیں، توڑ لیں گے۔

مُصْبِحِيْنَ داخلين في الصباح۔ یعنی علی الصبح باغ میں داخل ہوں گے تا کہ فقراء اور مسکینوں کو اطلاع ہی نہ ہو۔ یا انہیں پتا لگنے سے قبل ہی میوے چن لیں گے۔

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔

یہ علیحدہ جملہ مستانفہ ہے اور لَيَصْرِمُنَّهَا پر عطف ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے: ''وَ لَا يَسْتَثْنُوْنَ حصة المساكين كما كان يخرج ابوهم'' اور وہ مسکینوں کا حصہ الگ نہیں کر رہے تھے جیسا کہ ان کا باپ مساکین کا حصہ نکالا کرتا تھا اور یہ کہ وہ صبح تڑکے ہی پھل توڑنے کی قسمیں کھا کر سو گئے۔ دوسرا قول یہ ہے: اى ولا يقولون ان شاء الله تعالى یعنی انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾

تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے رہ گئے۔

فَطَافَ عَلَيْهَا۔ تو پھیرا کر گیا اس پر۔

اى احاط نازلا على الجنة۔ یعنی باغ پر ایک بگولا (آگ کا چکر) نازل ہوا۔

طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ

تیرے پروردگار کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا۔

اى بلاء محيط۔ یعنی گھیراڈالنے والی بلا۔ قتادہ کا قول ہے: اى عذاب یعنی پروردگار کی طرف سے عذاب۔ فراء سے مروی ہے کہ طائف کی تخصیص کا مطلب ہے بامر الذى ياتى بالليل اس امر کے ساتھ جو رات کو ہوتا ہے ابن جریج کا قول ہے: عنقا من نار خرج من وادى جهنم ایک آگ کی مصیبت ہے جو جہنم کی وادی (جہنم) سے نکلی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے حکم سے ایک بلائے آگ (بصورت بگولا) اتری اور باغ کو اجاڑ گئی۔

وَهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ اور وہ سوتے رہ گئے۔

المراد وهم غافلون غفلة تامة عما جرت به المقادير۔

مراد اس سے یہ ہے کہ وہ اس سے جو تقدیر سے ظاہر ہونے والا تھا، اس کی طرف سے مکمل غفلت میں پڑے بے خبر سوتے رہے۔ البتہ سیاق کلام اور جہت الحاق سے معنی یہ ہوں: اتاها ليلها كماروى عن قتادة کہ یہ بلائے آگ راتوں رات نازل ہو گئی جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾

تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔

صریم فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے كالبستان الذى صرمت ثماره بحيث لم يبق فيها شىء یعنی وہ اس باغ کی طرح ہو گیا جس کے میوے پھل توڑ/چن لیے گئے ہوں گویا اس میں کوئی پھل باقی نہ رہا ہو۔ ابن

Marfat.com

عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ''کالرماد الاسود و ھو بھذا المعنی لغة خزیمة و عنه ایضا الصریم رملة بالیمن معروفة لاتنبت شیئا'' کہ سیاہ راکھ کی طرح ہو گیا اور ایسا معنی بنو خزیمہ کی لغت کے اعتبار سے ہے اور ان ہی سے یہ بھی منقول ہے صریم سے مراد یمن کی وہ معروف ریتلی زمین ہے جس میں کچھ نہیں اگتا۔ منذر، فراء اور ایک جماعت رحمہم اللہ کا قول ہے: الصریم اللیل والمراد اصبحت محترقة تشبه اللیل فی السواد۔ صریم سے مراد رات ہے اور مراد یہ ہے کہ باغ جل کر رات کے مشابہ سیاہ ہو گیا۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔ تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔ اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرا کو پکارا۔

فَتَنَادَوْا۔ نادی بعضھم بعضا۔ ان میں سے بعض نے بعض کو پکارا۔

مُصْبِحِيْنَ لقسمھم السابق۔ یعنی جیسا کہ ان کی قسمیں کھانے کے بارے میں گزرا، انہوں نے اپنے طے شدہ فیصلہ کے مطابق صبح ہوتے ہی اٹھ کر باہم ایک دوسرے کو آواز دی۔

اَنِ اغْدُوْا۔ کہ تڑکے۔

ای اخرجوا علی ان۔ یعنی اپنے کھیتی پر پہنچنے کے لیے نکلو اَنِ اغْدُوْا بمعنی اُخْرُجُوْا (نکلو) ہے۔

عَلٰى حَرْثِكُمْ۔ اپنی کھیتی پر۔

ای بستانکم۔ یعنی تم اپنے باغ پر (پہنچنے کے لیے نکلو)۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ۔ اگر تمہیں کاٹنی ہے۔

ای قاصدین للصرم و قطع الثمار فاغدوا و قیل یحتمل ان یکون المراد ان کنتم اھل عزم و اقدام علی رایکم۔

یعنی اگر تم کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے/ چننے کا پکا ارادہ رکھتے ہو تو تڑکے کھیتی پر پہنچ جاؤ اور کہا گیا ہے کہ اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ اگر تم پختہ ارادہ رکھتے ہو اور اپنی رائے کے مطابق واقعی عمل کرنا چاہتے ہو تو کھیتی پر صبح ہوتے ہی پہنچ جاؤ۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾

تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔

ای یتشاورون فیما بینھم بطریق المخافتة۔

یعنی اس کے بارے میں (اپنے فیصلہ یا باغ کی فصل کے بارے میں) باہم خفیہ انداز میں (چپکے چپکے) مشورہ کرتے

Marfat.com

تھے۔ خَفَی بمعنی الکتم ہے یعنی چھپا کر بات کرتے تھے۔ خفت اور خفد کے معنی بھی یہی ہیں۔

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ﴿۲۴﴾

کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں نہ آنے پائے۔

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ

ای الحیۃ۔ یعنی باغ میں آج تمہارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہو لا یدخلن میں نہی مؤکد بنون ثقیلہ ہے جو مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے کہ آج کسی مسکین کو باغ میں ہرگز داخل نہ ہونے دینا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا ایسا کہنا بتقدیر قول تھا اور اس میں عامل یَتَخَافَتُوْنَ ہے یعنی وہ لوگ جب چلے تو باہم آہستہ آہستہ کہتے تھے کہ آج ہم باغ میں اپنے پاس کسی بھی مسکین کو داخل نہ ہونے دیں گے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ﴿۲۵﴾

اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

ای منع کما قال ابوعبید وغیرہ من قولھم حاردت الابل اذا قلت البانھا و حاردت السنۃ اذا قل مطرھا و خیرھا۔

یعنی مسکینوں کو روکنے کے ارادہ پر قدرت سمجھتے جیسا کہ ابوعبید رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ کا قول ہے اور حرد کا معنی میں ان کا قول ہے کہ اونٹنی کا دودھ جب کم ہو جائے تو کہتے ہیں: حاردت الابل اور یونہی جس سال میں بارش اور اس کی برکت کم ہو تو کہتے ہیں حاردت السنۃ اور علی (حرف جار) قول الٰہی قدرین سے متعلق ہے اور حصر کے لیے مقدم اور فواصل کی رعایت کے لیے آیا ہے۔

ای و غدوا قادرین علی منع لا غیر والمعنی انھم عزموا علی منع المساکین و طلبوا حرمانھم و تکدھم و ھم قادرون علی نفعھم فغدوا بحال لا یقدرون فیھا الا علی المنع والحرمان و ذلک انھم طلبوا حرمان المساکین فتعجلوا الحرمان۔

یعنی وہ تڑکے چلے صرف مساکین کو ہی روکنے کی قدرت سمجھتے، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مساکین کو روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان کی محرومی اور بربادی (سختی کے برتاؤ کے ساتھ تکلیف دینا) چاہی اور (یہ جانا) کہ وہ اس باغ سے اپنے نفع پر قدرت رکھتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ حرد کے معنی غیظ و غضب کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ان لوگوں کی رائے میں انہیں اپنے باغ اور اس کے ثمرات پر قدرت حاصل تھی اور وہ اسی قدرت کے ارادہ پر صبح دم چل نکلے۔ ازہری رحمہ اللہ کا قول ہے "حرد" ان کی بستی کا نام تھا اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے باغ کا نام تھا اور آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس سے مراد ایسا نہیں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ حرد سے مراد "الانفراد" الگ کر دینا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حرد عن قومہ اذا تنحی عنھم۔ اپنی قوم سے علیحدہ ہو گیا جب ان سے کسی کام سے الگ ہو گیا یا ایک طرف ہو گیا تو اس تقدیر پر معنی یوں ہوں گے کہ وہ لوگ اپنی کھیتی یا اپنے باغ کے لیے مساکین سے علیحدہ ہو کر نکل پڑے کہ مسکینوں میں سے کوئی ان کے ساتھ

Marfat.com

نہ ہو، یہ قدرت سمجھتے کہ وہ اسے کاٹ لیں گے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر جب اسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے، نہیں بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا۔ پھر جب اسے دیکھا۔

اول ماوقع نظرهم علیها۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس پر جب نظر ڈالی یعنی انہوں نے دیکھا کہ باغ کو بگولے کی آگ نے برباد کر دیا تھا اور اس میں میوہ و پھل وغیرہ کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔

قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ۔

بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔

طریق جنتنا و ما هی بها قاله قتادة قیل تصانون عن الصواب فی غدونا علی نیة منع المساکین و لیس بذاک۔

وہ گویا ہوئے کہ ہم اپنے باغ کا راستہ بھول گئے ہیں اور وہ یعنی ہمارا باغ یہاں نہ تھا یا یہ ہمارا باغ نہیں، یہ قول قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا ہے کہ ہم اس باغ کے منافع سے مساکین کو نہ دینے کی نیت کر کے جو چل پڑے تھے تو ہم سیدھی راہ سے بہک گئے تھے یعنی ہم نے مساکین کا حصہ روک کر خطا کی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انہوں نے باغ کو برباد دیکھا تو کہنے لگے یہ ہمارا باغ نہیں ہے اور ہم راستہ بھول گئے ہیں لیکن جب اس باغ کو غور سے دیکھ کر پہچان لیا کہ ہمارا ہی باغ ہے تو کہنے لگے کہ ہم نے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑا اور مساکین کا حصہ روک کر سخت خطا کے مرتکب ہوئے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾۔ بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔

قالوه بعد ما تاملوا وقفوا علی حقیقة الامر مضربین عن قولهم الاول ای لسنا ضالین بل نحن محرمون حرمنا خیرها بجنایتنا علی انفسنا۔

انہوں نے ایسا جب کہا جب انہوں نے غور کیا اور حقیقت نفس الامری سے واقف ہوئے، جیسا کہ ان کے پہلے قول (اِنَّا لَضَآلُّوْنَ) سے واضح ہے کہ ہم راستہ ہی نہیں بھولے یا بہکے بلکہ ہم اس باغ کی بھلائی سے محض اس لیے محروم ہو گئے ہیں کہ ہم نے اپنی جانوں کو مساکین پر فوقیت دینے کے جرم یا محض اپنے نفوس کے لیے پھل چننے کے ارادے کے (گناہ) جرم کے مرتکب ہوئے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾۔

ان میں جو سب سے زیادہ سمجھدار تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ۔ ان میں جو سب سے غنیمت تھا۔

ای احسنهم و ارجحهم عقلا ورایا او اوسطهم سنا۔ یعنی ان تینوں بھائیوں میں سے جو سب سے زیادہ اچھا (عمدہ یا خوشرو) اور ان میں عقل ورائے میں بڑھ کر (سمجھدار) تھا یا عمر کے لحاظ سے متوسط عمر کا تھا، اس شخص نے کہا۔

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔
کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

ای لولا تذکرون اللہ تعالیٰ و تتوبون الیه من خبث نیتکم و قد کان قال لھم حین عزموا علی ذلک اذکروا اللہ تعالی و توبوا النیة عن ھذہ نیة الخبیثة من فورکم و سارعوا الی حسم شرھا قبل حلول النقمة فعصوہ فعیرھم و یدل علی ھذا المعنی۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے اور اپنی نیت کی خرابی سے اس کی جناب میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور بلاشبہہ اس (اَوْسَطُهُمْ) نے انہیں اس وقت کہا تھا جب وہ اس امر (مساکین کو محروم کرنے) کا پکا ارادہ کررہے تھے کہ تم لوگ اللہ کو یاد کرو اور اس خبیث نیت سے اس کے حضور اسی وقت فوراً توبہ کرو اور اس ارادۂ بد کے جڑ سے کاٹ دینے والی برائی کے ازالہ کے لیے اللہ کی طرف خلوص سے دوڑو (کوشش کرو) اس سے پہلے کہ انتقام وسزا کا وقت آپہنچے تو ان لوگوں (دوسرے بھائیوں) نے اس کی بات نہ مانی تو اس نے انہیں شرم دلائی اور یہ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اَلَمْ میں استفہام تقریری ہے اور ایک قول ہے کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے، ابوصالح رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کہتے تھے اور تُسَبِّحُوْنَ کا مطلب یہی ہے۔ ایک قول ہے کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا شکر کرو، اس نے تمہیں یہ باغ بطور نعمت عطا کیا اور مساکین کو کیوں روکتے ہو۔ ایک قول ہے کہ تسبیح بمعنی استغفار ہے کہ تم اس امر سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾
بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہم ظالم تھے۔

لان التسبیح ذکر للہ تعالی و اِنَّا كُنَّا الخ ندامة و اعتراف بالذنب فھو توبة۔

کیونکہ تسبیح اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہے اور اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ کا کہنا ندامت (خطا پر شرمندگی کا اظہار) اور گناہ کا اعتراف ہے تو یہی توبہ ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ کہنے میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی پاکی کا اقرار اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذات باری عزوجل ظلم سے پاک ہے اور یہ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ کہنا کہ اعتراف حقیقت ہے جو واضح طور پر توبہ ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے متوجہ ہوئے۔

یلوم بعضھم بعضا۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کیونکہ ان میں سے کوئی وہ تھا جس طرح کہ گزرا کہ اس نے امر کا اشارہ کیا تھا اور انہی میں سے کوئی تھا جس نے اس امر سے منع کیا تھا۔

يَّتَلَاوَمُوْنَ، اَقْبَلَ کے فاعل اور مفعول سے حال ہے، جس کا مطلب کہ وہ سب اسی حال میں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ یعنی سبھی نے اعتراف خطا اور حد سے تجاوز کا اقرار کیا۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾
بولے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم سرکش تھے۔

ای متجاوزین حدود اللہ۔ یعنی ہم نے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور اس کی نعمت کا شکر یہ نہ ادا کیا اور اپنے بزرگوں کے نیک طریقہ کو اپنے نفوس کے طمع کی خاطر چھوڑا اور مساکین کو خواہ مخواہ محروم کرنے کا مشورہ کیا اور اپنے اس ارادۂ بد پر قدرت سمجھی لہٰذا ہم پر افسوس ہے کہ سرکشی کا اظہار ہماری جانب سے ہوا۔

عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

امید ہے کہیں ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدل دے، ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ۔

امید ہے کہیں ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدل دے۔

ای یعطینا بدلا منها ببرکة التوبة والاعتراف بالخطیة۔

یعنی قریب ہے کہ ہمیں اللہ توبہ کی برکت اور ہمارے گناہ کے اعتراف پر اس کا بہتر بدل (عوض) عطا فرمائے (ای من تلک الجنة) یعنی اس سے بہتر باغ عطا فرمائے۔

اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ

ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لا الی غیرہ سبحانہ یعنی صرف حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ''اِلٰی'' انتہائے رجوع پر دلالت کررہا ہے۔

رٰغِبُوْنَ راجون العفو طالبون الخیر والی لانتهاء الرغبة او لتضمنها معنی الرجوع و عن مجاهد انهم تابوانا بدلوا خیراً منها وروی انهم تعاقدوا وقالوا ان ابدلنا اللّٰه تعالٰی خیرا منها لنصنعن کماصنع ابونا فدعوا اللّٰه عزوجل و تضرعوا الیه سبحانه فابدلهم اللّٰه تعالٰی من لیلتهم ما هو خیر منها و قال ابن مسعود بلغنی ان القوم دعوا اللّٰه تعالٰی واخلصوا وعلم اللّٰه تعالٰی منهم الصدق فابدلهم بهاجنة یقال لها لحیوان فیها عنب یحمل علی البغل منها عنقود۔

ہم درگزر (معافی) کی امید رکھتے ہیں اور بھلائی مانگتے ہیں اور حرف جار ''الی'' منتہائے رغبت کے لیے ہے یا رجوع کے معنی پر متضمن ہے اور مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے توبہ کی تو اس باغ کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دیے گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ بلاشبہ انہوں نے عہد باندھا اور کہا کہ اگر اللہ نے اس باغ سے بہتر ہمیں بدل عطا فرمایا تو بالضرور ہم اسی طریق کو اپنائیں گے جس طرح کہ ہمارا باپ کرتا تھا۔ تو انہوں نے حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی اور اس کی جناب میں گریہ وزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہتر عطا فرمایا اس سے جوان کے لیے سوختہ ہو گیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمانا ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ ایک قوم نے اللہ سے دعا مانگی اور اخلاص کا اظہار کیا اور اللہ نے ان سے دعا کی سچائی جانچ لی تو انہیں اس کے بدلے میں بہتر باغ عطا فرمایا جیسے ''الحیوان'' کہتے تھے، اس میں انگوروں کے ایک خوشے کو خچر پر لادا جاتا تھا۔

ابوحیان رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بے شک مومنین تھے کہ ان سے نافرمانی (گناہ) سرزد ہوا اور انہوں نے توبہ کی اور بعض سے حکایۃً منقول ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے۔ تستری کا قول ہے کہ ان لوگوں کا کہنا بہت عظمت والی بات ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے توبہ کی اور مخلص رہے اور جس نے ان کے مومن ہونے میں توقف کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں کہ ان کا یہ قول "اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ" ایمان پر دلالت کرتا ہے یا ایک حد پر تھا کہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے جب انہیں بلا پہنچی۔ اور قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اہل جنت سے تھے یا اہل دوزخ سے، تو آپ نے سائل سے کہا بلاشبہ تو نے مجھے جھنجھوڑ کر تکلیف پہنچائی۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ۔ مار ایسی ہوتی ہے۔

ای مثل ذلک العذاب الذی بلونا به اهل مکة من الجدب الشدید و اصحاب الجنة مما قص عذاب الدنیا۔

یعنی جیسا عذاب ہم نے اہل مکہ پر شدید قحط کی صورت میں اور باغ والوں پر اتارا، ایسا ہی ناشکروں پر دنیا میں آتا ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ۔

اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی۔

ای اعظم و اشد۔ یعنی کفر و سرکشی، معصیت اور ناشکرگزاری کا عذاب دنیا کے عذاب سے کہیں شدید و بڑا ہے اور ایسا ہے کہ زائل ہونے یا ٹل جانے والا ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اہل مکہ کو ہوش کے ناخن لینا چاہئیں۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

ای لو کان من اهل العلم لعلموا انه اکبر و لا خذوا منه حذرهم۔

یعنی اگر وہ اہل علم میں سے (جاننے والے) ہوتے تو بالضرور جانتے کہ بے شک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور اس سے بچنے کا خوف ان سے دور نہ ہوتا اور وہ اس سے بچنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرتے اور معصیت و سرکشی کی راہ اختیار نہ کرتے۔

با محاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ القلم۔ پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾	بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾	کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں
مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾	تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو
اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾	کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے اس میں پڑھتے ہو
اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾	کہ تمہارے لیے ہے اس میں جو تم پسند کرو
اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾	یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾	تم ان سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے

Marfat.com

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾

یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾

نیچی نگاہیں کیے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾

یا آپ ان سے اجرت مانگتے ہیں کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾

یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا

لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾

تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب کے لیے خاص سزاواروں میں کر لیا

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے

Marfat.com

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ القلم۔پ ۲۹

اِنَّ۔ بے شک	لِلْمُتَّقِيْنَ۔ پرہیزگاروں کے لیے		عِنْدَ۔ پاس
رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کے	جَنّٰتِ۔ باغ ہیں	النَّعِيْمِ۔ نعمتوں والے	اَفَنَجْعَلُ۔ کیا ہم کردیں گے
الْمُسْلِمِيْنَ۔ مسلمانوں کو	كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں کی طرح		مَا۔ کیا ہے
لَكُمْ۔ تم کو	كَيْفَ۔ کیسے	تَحْكُمُوْنَ۔ فیصلے کرتے ہو	اَمْ۔ کیا
لَكُمْ۔ تمہارے پاس	كِتٰبٌ۔ کتاب ہے کہ	فِيْهِ۔ اس میں	تَدْرُسُوْنَ۔ پڑھتے ہو
اِنَّ۔ بے شک	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	فِيْهِ۔ اس میں	لَمَا۔ جو
تَخَيَّرُوْنَ۔ تم پسند کرو	اَمْ۔ کیا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	اَيْمَانٌ۔ قسمیں ہیں
عَلَيْنَا۔ ہم پر	بَالِغَةٌ۔ پہنچنے والی	اِلٰى۔ طرف	يَوْمِ۔ دن
الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے	اِنَّ۔ بے شک	لَكُمْ۔ تمہارے لیے ہے	لَمَا۔ جو
تَحْكُمُوْنَ۔ تم فیصلہ کرو	سَلْهُمْ۔ پوچھ ان سے	اَيُّهُمْ۔ کون سا ان کا	بِذٰلِكَ۔ اس کا
زَعِيْمٌ۔ ذمہ دار ہے	اَمْ۔ کیا	لَهُمْ۔ ان کے	شُرَكَآءُ۔ شریک ہیں
فَلْيَاْتُوْا۔ پس لے آئیں	بِشُرَكَآئِهِمْ۔ اپنے شریکوں کو		اِنْ۔ اگر
كَانُوْا۔ ہیں وہ	صٰدِقِيْنَ۔ سچے	يَوْمَ۔ جس دن	يُكْشَفُ۔ کھولا جائے گا
عَنْ سَاقٍ۔ پنڈلی کو	وَّ۔ اور	يُدْعَوْنَ۔ بلائے جائیں گے	اِلَى۔ طرف
السُّجُوْدِ۔ سجدے کی	فَلَا۔ تو نہ	يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ طاقت رکھیں گے	
خَاشِعَةً۔ نیچی ہوں گی	اَبْصَارُ۔ آنکھیں	هُمْ۔ ان کی	تَرْهَقُهُمْ۔ ڈھانپے ہوگی انکو
ذِلَّةٌ۔ ذلت	وَ۔ اور	قَدْ۔ بے شک	كَانُوْا۔ تھے وہ
يُدْعَوْنَ۔ بلائے جاتے	اِلَى۔ طرف	السُّجُوْدِ۔ سجدے کی	وَ۔ اور
هُمْ۔ وہ	سٰلِمُوْنَ۔ تندرست تھے	فَذَرْ۔ تو چھوڑ	نِيْ۔ مجھ کو
وَ۔ اور	مَنْ۔ اس کو	يُّكَذِّبُ۔ جو جھٹلاتا ہے	بِهٰذَا۔ اس
الْحَدِيْثِ۔ بات کو	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ جلدی کھینچیں گے ہم ان کو		مِّنْ حَيْثُ۔ جہاں سے
لَا۔ نہیں	يَعْلَمُوْنَ۔ جانتے	وَ۔ اور	اُمْلِيْ۔ میں مہلت دیتا ہوں
لَهُمْ۔ ان کو	اِنَّ۔ بے شک	كَيْدِيْ۔ میری تدبیر	مَتِيْنٌ۔ مضبوط ہے
اَمْ۔ کیا	تَسْئَلُهُمْ۔ مانگتے ہیں آپ ان سے	اَجْرًا۔ مزدوری	فَهُمْ۔ تو وہ
مِّنْ مَّغْرَمٍ۔ تاوان سے	مُّثْقَلُوْنَ۔ بوجھل ہیں	اَمْ۔ کیا	عِنْدَ۔ پاس
هُمُ۔ ان کے	الْغَيْبُ۔ غیب ہے	فَهُمْ۔ کہ وہ	يَكْتُبُوْنَ۔ لکھتے ہیں
فَاصْبِرْ۔ تو صبر کر	لِحُكْمِ۔ واسطے حکم	رَبِّكَ۔ اپنے رب کے	وَ۔ اور

Marfat.com

لَا۔نہ تَكُنْ۔ہوتو كَصَاحِبِ الْحُوْتِ۔مچھلی والے کی طرح
اِذْ۔جب نَادٰى۔پکارا اس نے وَ۔اور هُوَ۔وہ
مَكْظُوْمٌ۔غمگین تھے لَوْ۔اگر لَآ۔نہ ہوتا اَنْ۔یہ کہ
تَدٰرَكَهٗ۔پالیا ان کو نِعْمَةٌ۔نعمت مِّنْ رَّبِّهٖ۔ان کے رب کی نے
لَنُبِذَ۔تو پھینک دیے جاتے بِالْعَرَآءِ۔میدان میں وَ۔اور هُوَ۔وہ ہوتا
مَذْمُوْمٌ۔الزام دیا ہوا فَاجْتَبٰهُ۔تو چن لیا اس کو رَبُّهٗ۔اس کے رب نے فَجَعَلَهٗ۔تو بنایا اس کو
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔نیک لوگوں سے وَ۔اور اِنْ۔بے شک
يَّكَادُ۔قریب ہیں الَّذِيْنَ۔وہ لوگ جو كَفَرُوْا۔کافر ہیں لَيُزْلِقُوْنَكَ۔ضرور گرایا چاہتے ہیں آپ کو
بِاَبْصَارِهِمْ۔اپنی بدنظروں کے ساتھ لَمَّا۔جبکہ
سَمِعُوا۔سنی انہوں نے الذِّكْرَ۔نصیحت وَ۔اور يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں
اِنَّهٗ۔بے شک وہ لَمَجْنُوْنٌ۔دیوانہ ہے وَ۔اور مَا۔نہیں
هُوَ۔وہ اِلَّا۔مگر ذِكْرٌ۔نصیحت ہے لِّلْعٰلَمِيْنَ۔جہان والوں کے لیے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔سورۃ القلم۔پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾۔

بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ۔بے شک ڈر والوں کے لیے۔

ای من الکفر کما فی البحر او منه و من المعاصی کما فی الارشاد۔

یعنی کفر و سرکشی، انکار و عناد سے بچنے والے۔جیسا کہ بحر میں ہے یا کفر و معصیت سے بچنے والے جیسا کہ ارشاد ہے۔

عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ان کے رب کے پاس۔

ای فی الآخرۃ۔یعنی آخرت میں اور یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے کہ اس میں اس کے سوا کوئی متصرف نہیں یا مطلب ہے **او جوار قدسه** یعنی اس کے قرب و حضور میں۔

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔چین کے باغ ہیں۔

جنات لیس فیها الا النعیم الخالص عن شائبة ما ینغصه من الکدورات و خوف الزوال و اخذ الحصر من الاضافة الی لنعیم لافادتها التمیز من جنات الدنیا لغالب علیها النغص۔

ایسے باغات جن میں بس ایسی خالص پاکیزہ نعمتیں ہیں جو ہر قسم کی کدورات سے بگڑنے کے شائبہ (خیال، وہم) تک سے پاک ہیں اور ان کے ختم یا زائل ہونے کا کوئی خوف نہیں اور اضافت سے نعیم پر حصر کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی دنیا کے باغات سے تمیز ہو جائے اور گویا باغات دنیا پر تعریض ہے کہ دنیا کے باغوں پر تکدر (بگڑ جانے، خراب ہونے) کا غلبہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسے باغات ہوں گے جن سے راحت وچین اور آرام وآسائش کے سوا کچھ نہیں اور وہاں کی ہر شے تکدر سے پاک ہے۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔ تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں۔

تقرير لما قبله من فوز المتقين و رد لما يقوله الكفرة عند سماعهم بحديث الآخرة وما وعد الله تعالى ان صح انا نبعث كما يزعم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم و من معه لم يكن حالنا و حالهم الامثل ما هي في الدنيا والا لم يزيدوا علينا و لم يفضلونا واقصى امرهم ان يساوونا والهمزة للانكار و الفاء للعطف والعطف على مقدر يقتضيه المقال اى فيحيف في الحكم فجعل المسلمين كالكافرين ثم قيل لهم بطريق الالتفات لتاكيد الرد و تشديده۔

اس آیت سے پہلے متقین (پرہیزگار مومنین) کی اُخروی کامیابیوں کا تذکرہ ہوا اور مجرموں کے لیے عذاب کی وعید گزری جب مشرکین وکفار نے متقین کی اخروی نعمتوں کا تذکرہ سنا تو انہوں نے کہا کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر صحیح ہوا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے جیسا کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب گمان کرتے ہیں تو ہمارا حال اور تمہارا حال ایک جیسا نہ ہوگا مگر بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں ہے اور وہ تو یہ کہ تمہیں ہماری نسبت زیادہ آسائش نہ ملے گی اور نہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت و برتری حاصل ہوگی اور تمہارا معاملہ ہم سے کم تر ہی رہے گا اگر وہ ہمارے برابر ٹھہرائے گئے (ہم تمہاری نسبت اچھے رہیں گے) ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے اور عطف علیٰ مقدر کا مقتضیٰ یہ کلام ہے کہ تمہارے فیصلہ یا سوچ پر افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافروں جیسا کردیں گے یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہ دیں گے اور کیا ہم مسلمانوں کو کافروں کی طرح کردیں گے پھر بطریق التفات ان سے (کفار) کہا گیا ہے تاکہ ان کے مقولہ کی بشدت تردید ہو۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾

تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

تعجبا من حكمهم واستبعادا له و ايذانا بانه لا يصدر من عاقل اذ معنى مَا لَكُمْ اى شيء حصل لكم من خلل الكفر و فساد الرأى۔

تمہارے اس فیصلہ (سوچ) پر تعجب ہے اور یہ فیصلہ نہ صرف عقل سے بعید ہے بلکہ اس امر کا واضح اعلان ہے کہ ایسا فیصلہ کسی ہوش مند سے صادر نہیں ہوسکتا کیونکہ مقتضائے عقل تو یہ بات ہے کہ مسلمان کا حال کافر ومشرک ومجرم سے بہر نوع اچھا ہو "مَا لَكُمْ" کے معنی یہ ہوں گے یعنی جو شے تمہیں حاصل ہوئی ہے (فیصلہ سوچ) تو یہ تمہاری سوچ کی خرابی اور رائے کا فساد ہے یعنی تمہاری حماقت وجہالت ہے جو تم ایسا کہہ رہے ہو۔

Marfat.com

اَمۡ لَكُمۡ كِتٰبٌ فِيۡهِ تَدۡرُسُوۡنَ ۝۳۷ اِنَّ لَكُمۡ فِيۡهِ لَمَا تَخَيَّرُوۡنَ ۝۳۸ اَمۡ لَكُمۡ اَيۡمَانٌ عَلَيۡنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمۡ لَمَا تَحۡكُمُوۡنَ ۝۳۹

کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے اس میں پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے اس میں جو تم پسند کرو یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچتی ہوئی کہ تمہیں وہ ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

اَمۡ لَكُمۡ كِتٰبٌ۔ کیا تمہارے لیے کوئی کتاب۔

نازل من السماء۔ یعنی کیا تمہارے لیے کوئی کتاب آسمان سے اتری ہوئی ہے۔

اَمۡ۔ بمعنی بل ہے جس کے معنی یہ ہے کہ جب عقلاً مسلمان و مجرم برابر نہیں تو کیا تمہارے پاس کوئی دلیل نقلی وسمعی ہے۔

فِيۡهِ۔ اس میں۔

ای فی الکتب۔ یعنی اس کتاب میں یا اس کتاب کے بیچ (اندر) اور فاء حرف جار تَدۡرُسُوۡنَ سے متعلق ہے۔

تَدۡرُسُوۡنَ۔ تم پڑھتے ہو۔

ای تقرء ون فیہ۔ یعنی اس کتاب میں تم پڑھتے ہو اور تَدۡرُسُوۡنَ جملہ کتاب کی صفت ہے۔

اِنَّ لَكُمۡ فِيۡهِ لَمَا تَخَيَّرُوۡنَ ۝۳۸

کہ تمہارے لیے اس میں جو پسند کرو۔

ای للذی تختارونه و تشتهونه۔ یعنی اس دلیل (کتاب) سمعی میں تم پڑھتے ہو کہ تمہیں وہ حاصل ہوگا جو تم اختیار کرو گے اور جو تم پسند کرو گے (چاہو گے) اِنَّ زبر کے ساتھ آیا ہے اور اَنَّ نہیں پڑھا گیا۔ لیکن ایسا لَمَا تَخَيَّرُوۡنَ کے لام کی علت ہے اور قول محذوف ہے۔ اور اعرج نے ءَ اَنَّ پڑھا ہے یعنی استفہام کے ساتھ جس کا مطلب ہے کہ یہ کلام مستانفہ ہے۔

اَمۡ لَكُمۡ اَيۡمَانٌ عَلَيۡنَا

یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں۔

ای اقسام و فسرت بالعهود و اطلاق الایمان علیها من اطلاق الجزء علی الکل او اللازم علی الملزوم۔

یعنی قسمیں اور معاہدہ کے ساتھ بھی اس کی تفسیر کی گئی اور اس پر ایمان کا اطلاق گویا جز بول کر کل مراد ہے یا لازم بول کر ملزوم پر مراد ہے۔ اور عہد یمین (قسم) کی طرح ہے۔

بَالِغَةٌ۔ پہنچتی ہوئی۔

ای اقصی ما یمکن و المراد متناهية فی التوکید۔

یعنی دور تک پہنچا ہو جہاں تک ممکن ہو اور اس سے مراد تنہائی موکد ہے یعنی جب تک وہ قسم پوری نہ ہو ذمہ داری باقی رہے۔ ایک قول ہے کہ بَالِغَةٌ سے مراد غایت درجہ پکی قسم ہے۔

اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ۔ قیامت کے دن تک۔

ای ثابتة لکم الی یوم القیامة لا تخرج عن عهدتها الا یومئذ اذا حکمنا کم واعطینا کم ما

Marfat.com

تحکمون۔ یعنی وہ پختہ قسمیں تمہارے لیے قائم وثابت رہیں قیامت کے دن تک کہ ہم اس کے عہد سے (ذمہ داری سے) نہ نکلیں سوائے اس کے کہ اس روز ہم تمہارا فیصلہ کردیں تمہیں تمہارے دعویٰ کے مطابق دے دیں۔

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ

کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

یہ قسم کا جواب ہے کہ ایمان کا لفظ قسم کے مفہوم کو شامل تھا ای ام اقسمنا لکم یعنی کیا ہم نے تمہارے لیے قسم کھائی ہے کہ تمہیں تمہارے دعویٰ کے مطابق دیں گے۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۞ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۞

تم ان سے پوچھو ان میں کون سا ان کا ضامن ہے یا انکے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ۔

تم ان سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے۔

ای سلهم مبکتا لهم۔ کفار کو خطاب سے معزول کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے کہ ان کفار سے پوچھیے کہ ان کے اس دعویٰ کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے۔ یا اللہ کے ہاں کفار کے لیے اس دعویٰ قدر ومنزلت کا کون ذمہ دار ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عقلی ونقلی اور سمعی دلائل سے اس امر کی پرزور تردید فرمادی ہے تو کفار کے دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے؟ ان کے اس زعم کا مدار کس پر ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ۔ یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں۔

یشار کونهم فی هذا القول و یذهبون مذهبهم۔

ان کے اس قوت کی شراکت رکھنے والے کچھ شریک ہیں جو ان کے مذہب کے موافق چلتے ہیں یعنی کیا کفار کے پاس کچھ شرکاء الوہیت ہیں جو آخرت میں انہیں مسلمانوں سے بہتر وبرتر بنادیں گے۔

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ۔ تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں۔

ف سببیہ ہے اور یاتوا امر کا صیغہ ہے یعنی اگر تمہارے پاس کچھ شریک الوہیت ہیں تو تم انہیں لے آؤ۔ امر کا صیغہ کفار کے عجز کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ شریک ونظیر ومثیل سے پاک ہے اور علم، حیات، قدرت، ارادہ اور تکوین و تخلیق کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں تو کفار، اللہ جیسا کیسے ثابت کریں اور کیسے پیش کرسکتے ہیں لا الٰه الاّ الله وحده لا شریک له و هو الملک الحق المبین۔

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ اگر وہ سچے ہیں۔

یعنی اگر وہ اپنے مزعومہ دعوے میں سچے ہیں تو ان شرکاء کو لے کر آئیں۔ درحقیقت وہ جھوٹے ہیں اور ان کا کوئی موافق و ضامن نہیں۔ مخالفت حق میں بے پر کی اڑا رہے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۞ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۞

Marfat.com

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے۔ نیچی نگاہ کیے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔

فالمراد بذلک الیوم عند الجمهور یوم القیامة۔

اور یہاں یوم سے مراد جمہور علماء تفسیر کے نزدیک قیامت کا دن ہے۔

والساق ما فوق القدم و کشفها والتشمیر عنهما مثل فی شدة الامر و صعوبة الخطب۔

اور ساق وہ ہے جو پاؤں کے اوپر کا حصہ ہے یعنی پنڈلی اور اس کا کھلنا اس سے پردہ ہٹانا ہے۔ یہ معاملہ کی شدت کے لیے اور پیغام نکاح کے لیے تکلیف اور دشواری پر بطور مثال بھی بولا جاتا ہے۔ راجز کا قول ہے۔

فی سنة قد کشفت عن ساقها حمراء تبری اللحم عن عراقها

"قحط و مفلسی میں اس کی پنڈلی کھل گئی۔ اس سال کی سختی نے اس کی رگوں سے گوشت کو الگ کر دیا اور اس کی رگوں (پٹھوں) کو گوشت سے پاک کر دیا۔" (سوکھ گئیں)

و قیل سقی الشیء اصله الذی به قوامه کساق الشجر و ساق الانسان۔ اور ایک قول ہے کہ سقی الشیء سے مطلب کسی شے کا پایہ ہے جیسے درخت کا تنا اور انسان کی پنڈلی۔ والمراد یوم یکشف عن اصل الامر فتظهر حقائق الامور و اصولها بحیث تعبیر عیانا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز معاملے کی اصلیت سے پردہ ہٹے گا اور امور و اصول کی حقیقت و تعبیر واشگاف ہو جائے گی۔ اور ربیع بن انس کے کلام میں مفہوم اسی کا اشارہ ہے جس سے عبد بن حمید نے نقل کیا ہے کہ ربیع نے اس ضمن میں کہا: یوم یکشف الغطاء اس روز جب کہ پردہ اٹھایا جائے گا جو لوگوں کے دل اور کانوں پر پڑا تھا۔ امام بیہقی نے علی ابن عباس سے اسی مفہوم کے موافق نقل کیا ہے ای حین یکشف الامر و تبدو الاعمال یعنی جب معاملہ کھولا جائے گا اور اعمال ظاہر کیے جائیں گے اور ساق کا یہاں ذکر بطور استعارہ تصریحیہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تمثیلی کلام ہے اور اس کو الفاظ کے حوالے سے بالکل نہ دیکھنا چاہیے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ساق سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ کی ساق ہے (اور اللہ ہی کو اس کے معنی معلوم ہیں، اور یہ کہ اللہ جسم و جسمانیت سے پاک ہے) اور یہ آیت متشابہات سے ہے اور وہ اس پر بخاری و مسلم و نسائی و ابن المنذر اور ابن مردویہ کی اس حدیث سے جو ابو سعید سے مروی ہے، استدلال کرتے ہیں جس میں ارشاد نبوی ہے: یکشف ربنا عن ساقه فیسجد له کل مومن و مومنة و یبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء و سمعة فیذهب لیسجد فیعود ظهره طبقا واحدا۔ ہمارا پروردگار اپنے ساق کو کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت اس کے حضور سجدہ بجالائیں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں نفاق دکھاوٹ کے لیے سجدہ کرتا ہوگا اور وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو ایک طرف اپنی پشت کے بل گر جائے گا۔ اور سعید بن جبیر نے اس کا انکار کیا اور عبد بن حمید اور ابن المنذر نے سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ جب ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو بہت شدید غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: ان اقواما یزعمون ان اللہ سبحانه یکشف عن ساقه و انما یکشف عن الامر الشدید۔ بے شک لوگوں کے گروہوں کا گمان ہے کہ بے شک حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی پنڈلی

Marfat.com

کھولے گا لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہیں کہ وہ تو صرف معاملے کی شدت وسختی سے پردہ اٹھنا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک کشف ساق سے مراد شدت وصعوبت امر ہے جو یوم قیامت ہوگی اور ایسا حساب، جزاوسزا کے وقت ہوگا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ وقت بڑا دشوار ہے۔ تاہم علماء سلف کا طریقہ ودستور یہی ہے کہ وہ متشابہات میں زیادہ کلام نہیں کرتے اور ان کا فرمانا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے جو مراد حقیقتاً ہے اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں، اور یہی بات اصولی اور درست ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم قیامت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہے۔ واللہ اعلم

وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ۔ اور سجدہ کو بلائے جائیں گے۔

ای توبیخا و تعنیفا علی ترکھم ایاہ فی الدنیا و تحسیرا لھم علی تفریطھم فی ذلک۔

یعنی بطور امتحان اور سختی کے کفار ومشرکین کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے اسے دنیا میں تندی کے ساتھ چھوڑا اور انہیں مخالفت میں زیادتی پر حسرت دلانے کے لیے ہوگا۔ تاہم یہ دعوت مقتضائے عظمت الٰہیہ ہوگی کہ جب حقیقت واشگاف ہوگی تو سجدہ لازم ہوگا لیکن یہ دعوت تکلیفی نہ ہوگی کہ آخرت میں ایسا نہیں ہے۔

فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ۔ تو نہ کرسکیں گے۔

اس لیے کہ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے اور یہ دلالت کررہا ہے کہ وہ سجدہ کرنے کا قصد تو کریں گے لیکن ان سے ایسا نہ ہو سکے گا۔ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "تعقم اصلابھم" ان کی پشتیں تختہ کی طرح ہو جائیں گی۔ بعض علماء اور ابو سلم رحمہم اللہ کا خیال ہے چونکہ آخرت دار تکلیف وعبادت نہیں ہے لہٰذا ایسا دنیا میں ہوگا اور اس وقت جب کسی شخص کا آخری وقت آجاتا ہے اور اسے فرشتے نظر آتے ہیں تو یہی وہ وقت ہے جب حقیقت کھل جاتی ہے تو اس وقت وہ ایسا نہ کرسکیں گے۔ یعنی چاہتے ہوئے بھی قدرت نہ پائیں گے کہ وقت جاتا رہا اور بعض علماء رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جو شخص منافقت اور ریاء کے لیے سجدے (دنیا میں) کرتا رہا ہوگا تو اللہ عزوجل اس کی پشت کو تانبے کے تختے کی طرح سخت کردے گا اور اگر وہ قصد بھی کرے گا تو پشت کے بل گر پڑے گا۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کی عبادت کرنے والے اچھے برے لوگوں کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ سبحانہ کشف ساق فرمائیں گے۔ اس وقت اہل ایمان میں منافق لوگ بھی ہوں گے یہ منافق وہ ہوں گے جو فرعی عقائد کے لحاظ سے منافق ہیں لیکن ان کا عقیدہ صحیح ہوگا اور بعض علماء نے گناہگاروں پر منافق کا لفظ جائز رکھا ہے اور یہاں مراد ایسے ہی گناہ گار مومن ہیں وہ بھی سجدہ نہ کر پائیں گے واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ سجدہ پر قدرت کا نہ ہونا اور نہ کرسکنا صرف کفار ومشرکین خالص منافقین کے لیے ہے اور مومنین مراد نہیں ہیں۔ تاہم ریاکاروں اور بے نمازیوں اور بدعقیدہ ایمان داروں کا معاملہ خطرہ سے خالی نہیں اور علماء کا احتمال فرمانا صواب سے دور نہیں۔

خَاشِعَۃً اَبۡصَارُھُمۡ۔

یعنی ندامت وذلت کے اثر سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی اور خشوع کی نسبت ابصار کے ساتھ لظھور اثرہ فیھا اس میں یعنی نگاہوں میں اس کے اثر کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

تَرۡھَقُھُمۡ ذِلَّۃٌ۔ ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی۔

Marfat.com

تلحقھم و تغشاھم ذلة شدیدة۔

ان پر سخت ذلت وپستی اور ندامت وحسرت چھا رہی ہوگی اور انہیں یہ انتہائی خواری لاحق ہوگی (پیش آئے گی)۔

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ۔

اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے۔

فی الدنیا والاظھار فی موضع الاضمار لزیادة التقریر او کان المراد به الصلوات المکتوبة کما قال النخعی و الشعبی او جمیع الطاعات کما قیل والدعوة دعوة التکلیف و قال ابن عباس و ابن جبیر کانوا یسمعون الاذان والنداء للصلوة فلا یجیبون۔

یعنی دنیا میں اور ضمیروں کے موضع میں یہ اظہار تقریر کی زیادتی اور فاعلوں کی حالت میں ہے یا پھر اس سے مراد فرض پنجگانہ نمازیں ہیں جیسا کہ امام ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ کا قول ہے یا اس سے مراد تمام فرماں برداری کے کام ہیں جیسا کہ کہا گیا اور دعوت (بلانے) سے یہاں مراد دعوت تکلیف ہے اور ابن عباس اور ابن جبیر علیہم الرضوان کا قول ہے کہ وہ اذانیں سنتے تھے اور نمازوں کے لیے پکارے جاتے تھے تو وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ انہیں حیات دنیوی میں اذانوں اور تکبیروں میں حی علی الصلوة و حی علی الفلاح کہہ کر دعوت طاعت دی جاتی تھی۔

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ۔ جب تندرست تھے۔

ای فلا یجیبون الیه و یالونه۔ یعنی جب دنیوی زندگی میں توانا تھے تو اس دعوت کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے انکار کرتے تھے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یوم قیامت سجدے سے محروم رہے اور ان کی پشتیں تختہ ہوگئیں حالانکہ دنیا میں ان کی پشتیں نرم تھیں اور جھکنے پر قدرت رکھتے تھے، اب یہ محرومی ان کے کفر وانکار کا ثمرہ ہے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۴۔

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو، قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو۔

یعنی جب ان کافروں کا یہ سب کچھ سننے کے باوجود یہ حال ہے تو ہر اس شخص کو جو قرآن حکیم کو جھٹلاتا ہے مجھ پر چھوڑ دو اور میں اس کے لیے کافی ہوں (اس سے نمٹ لوں گا) اور اس سے تمہاری تسکین قلبی ہوگی اور تمہارا بوجھ ہلکا ہوگا۔ گویا اس آیت میں آپ ﷺ کی خاطر داری ہے۔ اور حدیث سے یہاں مراد قرآن حکیم ہے۔ اور کفار کے لیے اس میں سخت تہدید ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے۔

ای سنستنزلھم الی العذاب درجة فدرجة بالامھال و ادامة الصحة و ازدیاد النعمة۔

یعنی ہم انہیں عذاب کی طرف رفتہ رفتہ اتاریں گے (پکڑیں گے یا لے جائیں گے) اور ایسا آہستہ آہستہ دائمی صحت اور نعمتوں کی کثرت کے ساتھ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں تندرستی اور نعمتوں کی زیادتی میں مبتلا کر کے آہستہ آہستہ یا اس طرح

غافل کر کے درجہ بدرجہ عذاب کے قریب لے جائیں گے۔

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

بے شک ایسا آہستہ آہستہ ہوگا بلکہ وہ یہ گمان کریں گے گویا یہ ان کے لیے خاص ہے اور مومنین پر انہیں فضیلت دی گئی ہے حالانکہ اس کے ساتھ یہ ہی امر ان کی ہلاکت کا باعث وسبب ہوگا۔ اور انہیں عذاب میں مبتلا ہونے کا پتا ہی نہ چل سکے گا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ۔ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔

و امهلهم ليزدادوا اثما وهم يزعمون ان ذلك لارادة الخير بهم۔

اور میں انہیں مہلت دوں گا یا ان کے ساتھ نرمی رکھوں گا تا کہ ان کے گناہ خوب زیادہ ہو جائیں اور وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ ایسا بارادۂ بھلائی ہو رہا ہے۔

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔

بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

(تدبیر خفیہ) کسی شے کے ساتھ دفع (ہٹایا) نہیں جا سکتا اور اس کو کید اُ کے ساتھ موسوم کر کے دراصل حیلہ و مکر سے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی صورت ہوگی جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے ساتھ نمٹے گا جس سے بظاہر ان لوگوں کے لیے نفع ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کی مراد ان کے ساتھ ضرر عذاب ہو کیونکہ اس کو جبلتوں اور فطرتوں کی خباثت وخرابی اور سرکشی و ناشکرگزاری میں ان کی شدت بخوبی معلوم ہے۔ حیلہ و مکر کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ظاہری معنوں کے اعتبار سے سخت بے ادبی اور ناقدری ہے۔ چنانچہ بعض علماء جیسے جوہری کا قول ہے کہ کید بمعنی عذاب ہے اور بعض کا قول ہے کہ اجر بصورت زجر، بدلہ بشکل صلہ یا غضب و انتقام بصورت نعمت و انعام ہے یا خیر بصورت [illegible] ہے بعض نے کہا کید سے مراد مہلت اور ڈھیل ہی ہے اور بعض نے کہا مراد خفیہ تدبیر ہے جو کفار کی ظاہری چالوں کا بطور رد و جواب حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فرمائی جا چکی اور ایسا کفار کے طرز عمل کی فی نفسہ سزائے بازگشت ہے۔ اور ذات حق سبحانہ کید سے پاک ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میری گرفت وعذاب بہت شدید ومضبوط ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾

یا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا۔ یا تم ان سے اجرت مانگتے ہو۔

على الابلاغ والارشاد اجرا دنيويا۔ یا رسالت کی تبلیغ اور دعوت ارشاد پر آپ ان سے کوئی دنیوی مال بطور اجر طلب کرتے ہیں۔

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۔

کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

Marfat.com

فَهُمْ لاجل ذلک۔تو وہ (کفار) اس وجہ سے۔

مِّنْ مَّغْرَمٍ۔ای غرامۃ مالیۃ۔یعنی سخت مالی مطالبے کے۔

مُّثْقَلُوْنَ۔مکلفون حملا ثقیلا فیعرضون عنک۔انتہائی بوجھل بوجھ تلے تکلیف سے دبے ہیں اور اس سے بچنے کے لیے وہ آپ سے روگردانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے سے کتراتے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ۔یا ان کے پاس غیب ہے۔

ای المغیبات اوللوح واطلق الغیب علیہ مجازا لانہ محل لکتابۃ المغیبات۔یعنی کیا ان کے پاس غیب کی باتیں اور خبریں یا وہ امور ہیں جو غیب سے متعلق ہیں یا لوح محفوظ ہے اور اس غیب کا لوح پر اطلاق مجازاً ہے کیونکہ وہ امور غیبیہ کی کتابت کا محل ومقام ہے۔

فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ۔کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

ما یحکمون و یستعنون بذلک عن علمک۔

جس سے کہ وہ فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کی اطلاع کے لیے اس سے مدد حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ دعویٰ کرتے ہیں اس سے ہی کرتے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا ان کی معلومات کا ذریعہ لوح محفوظ ہے اگر ایسا نہیں ہے تو ان کی تمام باتیں محض لچر اور بے اصل ہیں اور وہ خود کو خود ہی دھوکا دے رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب انہوں نے اس حال میں پکارا کہ ان کا دل گھٹ رہا تھا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔

تو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں۔

و ھو امھالھم و تاخیر نصرتک علیھم۔اور وہ (حق سبحانہ وتعالیٰ) انہیں مہلت دے رہا ہے اور ان پر (کفار پر) آپ (نبی اکرم ﷺ) کی نصرت وغلبہ کو مؤخر (دیر سے) کر رہا ہے تو اے محبوب محتشم! ﷺ کفار کی سختیوں زیادتیوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں اور ان پر عذاب وگرفت میں عجلت نہ چاہیں۔جب تک ہماری گرفت کا حکم وفیصلہ نہیں آجاتا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور صبر وانتظار کریں۔اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جب بنو ثقیف کے لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ودکھ پہنچایا تو آپ نے ان پر بددعا کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا یہ آیت (یہ حصہ) آیت جہاد اور قتال بالسیف کے حکم سے منسوخ ہے کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور کفار سے قتال کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ

اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔

ھو یونس علیہ السلام۔اور وہ یونس علیہ السلام ہیں اور سورت الانبیاء میں ذوالنون بھی آیا ہے اور اس سے

مراد بھی وہی ہیں جون اور حوت دونوں کے معنی بڑی مچھلی کے ہیں۔ اور ان کی طرح ہونے سے ممانعت فرمانا اس لیے ہے کہ وہ نبی مرسل تھے لیکن اولوالعزم حضرات رسل سے نہ تھے اور آپ ﷺ نبی و رسول اولوالعزم اور امام و مقتدائے انبیاء و رسل ہیں اور آپ ﷺ کو یونس علیہ السلام کی طرح عمل فرمانے سے پہلے ہی منع فرمانا آپ ﷺ کی جلالت، شان رفعت عظمت خصوصی پر دلالت کر رہا ہے اور آپ ﷺ کو دوسری جگہ (سورۂ احقاف) ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ۔ تو صبر کیجئے اس طرح جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان پر عذاب میں عجلت نہ چاہیں۔ اور یہاں آپ کو انتظار کا حکم فرمانا اس لیے ہے کہ عذاب تو ان پر آنا ہی ہے تو اللہ عزوجل کی ڈھیل جب تک ہے تب تک منتظر رہیں اور جب حکم آجائے گا تو پھر وہ نہ بچ سکیں گے اور مقام رضا اور طاعت امر کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ آپ ثابت قدم اور صابر رہیں۔ گویا وقوع خواہش سے قبل ہی آپ کو محفوظ فرمایا گیا اور یوں آگاہ فرمانے میں آپ کی شان محبوبیت روشن ہے اور آپ ﷺ ہر نوع کی لغزش اور خطاء و ذنب سے قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت محفوظ ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام مرد صالح تھے اور برگزیدہ نبی مرسل گزرے۔ اہل نینویٰ (موصل) کی طرف مبعوث کیے گئے۔ جب لوگوں نے ان کی دعوت ارشاد نہ مانی تو آپ نے انہیں عذاب کی خبر دی کہ تین روز میں صبح کے وقت ان پر عذاب آجائے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات کو ہی نینویٰ سے اس گمان کے ساتھ ہجرت فرما گئے کہ کفار کے ساتھ بغض اور ان پر اللہ عزوجل کے لیے غضب کرنے کے لیے ہجرت کرنا جائز ہے اور ہجرت کے حکم کا انتظار اس لیے نہ کیا اور چل پڑے۔ ان کی قوم کو توبہ کی توفیق ملی اور عذاب ٹل گیا۔ انتظار امر اور صبر منشاء ربانی یہی تھا مگر ان سے اس حالت غضب میں عجلت ہوگئی اور ان کی توجہ انتظار حکم سے ہٹ گئی جس پر وہ عتاب فرمائے گئے اور غم لاحق ہوا۔

اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ

اس حال میں پکارا کہ ان کا دل گھٹ رہا تھا۔

اِذْ نَادٰی۔ اس حال میں پکارا۔

ای فی بطن الحوت۔ یعنی مچھلی کے پیٹ میں سے۔ حضرت یونس علیہ السلام جب ہجرت فرما گئے تو اپنی قوم پر عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن جب عذاب نازل نہ ہوا کیونکہ وہ ان کی قوم کی توبہ کی وجہ سے ٹل چکا تھا آپ یہ صورت حال ملاحظہ فرما کر اس خیال سے ساحل سمندر کی طرف چل پڑے کہ میرا قول سچا نہ ہوا اور میں اب اپنی قوم کے سامنے کیونکر جاؤں۔ سمندر میں کچھ لوگ ایک کشتی پر سوار ہو رہے تھے انہوں نے آپ کو بھی سوار کر لیا۔ کشتی وسط سمندر میں پہنچ کر ٹھہر گئی۔ نہ آگے بڑھتی تھی اور نہ ہی پیچھے ہٹتی تھی۔ ملاحوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بولے کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے کشتی جبھی ٹھہری ہے اور ہمارا اس صورت حال میں قرعہ ڈالنے کا رواج ہے۔ چنانچہ تین بار قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا آپ خود پانی میں گر پڑے اور ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اسے ایک اور بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مچھلی کو فرما دیا کہ یونس علیہ السلام کے لیے اس کا بطن قرار گاہ اور مسجد ہے اور یہ تیری خوراک نہیں ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بڑی مچھلی آپ کو ساتویں زمین کے حصے میں لے گئی اس کے پیٹ میں آپ چالیس راتیں رہے آپ نے اندھیریوں میں جب کنکریوں کی تسبیح سنی تو وہیں سے پکارے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ

Marfat.com

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ اور ''اِذْ نَادٰی'' سے مراد یہی پکارنا ہے۔

وَهُوَ مَكْظُوْمٌ

کہ ان کا دل گھٹ رہا تھا یعنی غم کی وجہ سے۔

انہوں نے پروردگار کی تسبیح کی اور پکارے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

اِذْ کا تعلق فعل محذوف اُذْكُرْ سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کفار پر نزول عذاب میں اس طرح جلدی نہ چاہیں جس طرح صاحب حوت سے صادر ہوا اور یاد کرو جب انہوں نے بحالت غم توبہ کی اور اپنے پروردگار کو پکارے کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا اور عجلت اور عدم انتظار کی وجہ سے اس پریشانی اور غم میں مبتلا ہوئے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی یعنی چارہ سازی نہ کرتی تو ضرور میدان میں پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی یعنی چارہ سازی نہ کرتی۔

وهو توفيقه للتوبة و قبولها منه۔ اور وہ ان کو توبہ کی توفیق کا حاصل ہونا اور ان سے توبہ کا قبول فرمانا ہے یعنی اگر حق سبحانہ وتعالیٰ یونس علیہ السلام کی دعا، عذر و توبہ قبول فرما کر ان پر انعام نہ فرماتا۔ اور نعمة کو رحمة بھی پڑھا گیا ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے ان پر رحمت نہ ہوتی تو

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ۔ تو ضرور میدان پر پھینک دیے جاتے۔

بالارض الخالية من الاشجار اى فى الدنيا و قيل بعراء القيامة لقوله تعالى فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ و لا يخفى بعده۔

ایسی زمین میں جو درختوں سے خالی ہوتی ہے یعنی دنیا میں اور ایک قول ہے کہ میدان محشر میں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو ضرور اس کے (مچھلی کے) پیٹ میں رہتے اس دن تک جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اور پھر اس کے بعد مخفی نہ رہتا۔

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ۔ الزام دیا ہوا۔

یعنی اگر ایسا ہوتا تو وہ اس حالت میں اس حال پر ہوتے کہ الزام دیے جاتے یا تکلیف اٹھاتے۔

چونکہ جملہ شرطیہ ہے لہٰذا جزاء واقعہ ہی نہ ہوئی تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ عزوجل نے ان پر رحمت فرمادی اور ان سے ترک اولیٰ کا جو وقوع ہوا، صاف فرمادیا گیا اور وہ اس حالت میں میدان میں ڈالے گئے کہ وہ مرحوم (رحمت کیے گئے اور نوازش و فضل رب سے نوازے ہوئے) اور مقبول بارگاہ ہی تھے۔ یہ ترک اولیٰ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ذنب ہے کہ انبیاء معصوم و عالی مرتبت ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان ہے وہ ان سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے۔ ہم غلاموں کو اس بحث سے کیا سروکار۔ اور یہ ذکر بھی بجز تفسیر و ترجمہ کے یا ضرورت بیان کے سوئے ادبی ہے کہ بزرگوں کی خطائیں اوروں کی حسنات سے کہیں بڑھ کر فضیلت والی ہیں اور وہ بیان قابل مذمت ہے جو ان کی عظمت کے

Marfat.com

ذکر و تصور سے تہی ہو۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾

تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب خاص کے سزاواروں میں کر لیا۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ۔ تو اسے اس کے رب نے چن لیا۔

ای فتدارکته نعمة من ربه فاجتباه ای اصطفاه بان رد عزوجل الیه الوحی وارسله الی مائة الف او یزیدون۔

یعنی ان کے رب کی نعمت ان کی خبر کو پہنچ گئی اور ان کی چارہ سازی کی تو انہیں مقبول بارگاہ بنالیا یعنی انہیں برگزیدہ کر کے چن لیا اور ان کی طرف دوبارہ نزول وحی کو لوٹا دیا اور انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اور ایک قول ہے کہ انہیں نبی بنایا کیونکہ وہ اس واقعہ سے پہلے اس شرف سے مشرف نہ ہوئے تھے اور جب سرزمین شام میں بعض رسولوں میں سے صرف ایک رسول تھے۔

فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

اور اپنے قرب خاص کے سزاواروں میں کر لیا۔

من الکاملین فی الصلاح بان عصمه سبحانه من ان یفعل فعلا یکون ترکه اولی۔

اور انہیں کامل اصلاح کرنے والوں میں فرما دیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ایسے کام کے کرنے سے جو ترک اولیٰ ہو، معصوم و محفوظ بنا دیا۔ اور بعض نے فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ کی تفسیر اجتباء سے کی ہے یعنی انہیں کمال و بزرگی کے ساتھ سزاوار فرمایا۔

وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور مجنون ہیں اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے۔

والمعنی انهم لشدة عداوتهم ینظرون الیک نظرا بحیث یکادون یزلون قدمک فیرمونک۔

اور مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی کفار اپنی دشمنی کی انتہا پر ہیں اور وہ آپ کی طرف اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ قریب ہے کہ وہ آپ کے قدموں کو متزلزل کر دیں گے اور گرا دیں گے۔

من قولهم نظر۔ ان کے قول میں نظر کا لفظ آیا ہے۔ محاورۃً کہا جاتا ہے: **نظر الی نظرا یکاد یصرعنی** اس نے مجھے ایسی نظر سے گھورا کہ قریب تھا کہ مجھے پچھاڑ دیتا اور کہا جاتا ہے **نظر الی نظر یکاد یاکلنی** وہ مجھے یوں گھورتا

Marfat.com

ہے کہ گویا مجھے کھا جائے گا۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہاں نظر لگانے سے مراد بغض و دشمنی کی وجہ سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں گویا کہ تمہیں پچھاڑ دیں گے۔ بغوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بنی اسد میں بعض لوگ نظر بد لگانے میں مشہور تھے تو ان میں سے بعض نے آپ کو نظر لگانا چاہا تو اللہ عزوجل نے آپ کو محفوظ رکھا اور یہ آیت اتری۔ بنی اسد کے بدنظروں کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کے سامنے سے کوئی فربہ اونٹنی یا بکری گزرتی اور وہ اسے نظر لگاتے تو وہ گر پڑتی یا مرجاتی۔ لیزلقون ازلاق سے فعل مضارع بمعنی نظر لگانے کے ہے اور سدی رحمہ اللہ سے یہی منقول ہے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: ان قراءتها تدفع ضرر العين اس آیت کا پڑھنا (دم کرنا) نظر کے شر و تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "النظر حق" نظر کا لگنا برحق ہے اور ایک روایت میں ہے العين حق نظر برحق ہے اور بوقت نظر شیطان حاضر ہوتا ہے اور آدمی پر حسد کرتا ہے۔ ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔ نظر کے لیے سب سے افضل رقیہ (تعویذ) یا علاج روحانی یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ، معوذتین، آیت الکرسی پڑھ کر دم کرے اور آپ ﷺ سے اس ضمن میں کلیۃً جو دعا منقول ہے وہ یہ ہے:

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاءَ کَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: لو كان شيء سابق القدر سبقه العين اگر کوئی شے ایسی ہوتی کہ تقدیر پر سبقت کرے تو وہ نظر ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نظر برحق ہے اور معتزلہ اور بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا سمجھنا درست نہیں اور وہ اس میں شبہ کرتے ہیں حالانکہ صریح حدیث نبوی ﷺ کی موجودگی میں نظر کا انکار کھلا مکابرہ ہے اور اس پر اعتقاد واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لا رقية الا في نفس نظر او حمة" تعویذ یا دم جھاڑے کی اجازت نہیں مگر نظر بد اور جانور کے کاٹے میں ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی عزوجل سے ہے تو بدنظری کا اثر کیسا، تو علماء کا فرمانا ہے کہ بدنظری آنکھ کی تاثیر ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ بھی منجملہ تقدیر الٰہی سے ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ عادت الٰہیہ یونہی جاری ہے اور نظر بد اسباب عادی سے ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے سامنے آئے اور اس کی طرف نظر کرے تو اس میں ضرر یا نفع کا پیدا ہونا ذات باری کی طرف سے ہے لیکن وہ شعاع جو دیکھنے والے (عائن) کی آنکھ سے پھوٹتی ہے اور مقابل شر و شخص پر پڑتی ہے تو نفی و اثبات کے کسی پہلو پر جزم نہیں کر سکتے اور اس کا احتمال دونوں جانب ہے۔ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی اس میں توقف کرے تو لازم ہے کہ اسے کہا جائے کہ اللہ اور اس کا رسول اعلم ہیں اور تجربہ سے اس کی نہ تصدیق ہوئی ہے اور معائنہ سے یہ امر مؤید ہے۔ تو فلاسفہ جو دواؤں کی قوت تاثیر کے قائل ہیں تو نظر بھی اس قبیل سے ہے اور کہربا بجلی اور مقناطیس بھی اسی طور پر ہے۔ سلف صالحین کے نزدیک بتواتر جائز رکھا گیا ہے کہ آیات قرآنیہ (بالخصوص آیات شفا) لکھ کر نظر بد لگنے والے شخص کو پلائی جائیں۔ ابن ماجہ میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً روایت ہے: "خير الدواء القرآن" بہترین علاج قرآن ہے۔ نظر بد کے دفعیہ کے لیے مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا مؤثر ہے اور اگر دیکھنے والے شخص کو اپنی نظر کے ضرر کا خطرہ ہو تو اس کو کہنا چاہیے: اللهم بارك عليه جیسا کہ عامر بن ربیعہ اور سہل بن حنیف کے قصہ میں مذکور ہے جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے۔ مواہب میں ہے کہ حضرت عثمان غنی ذی

Marfat.com

النورین رضی اللہ عنہ نے ایک خوشرو بچے کو دیکھا تو اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نقطہ لگانے کو فرمایا تا کہ اسے نظر نہ لگے۔ صحیح مسلم میں دعائے جبریل علیہ السلام اس ضمن میں منقول ہے اور وہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ اَرۡقِيۡكَ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ يُّؤۡذِيۡكَ وَ مِنۡ شَرِّ كُلِّ نَفۡسٍ اَوۡ عَيۡنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشۡفِيۡكَ بِسۡمِ اللّٰهِ اَرۡقِيۡكَ رُقۡيَةً وَجۡعِ جَسَدٍ۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو نظر بد میں مشہور ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ اسے لوگوں سے ملنے جلنے سے روک دے اور گھر میں سے باہر نہ نکلنے دے اور اگر عائن محتاج ہو تو بیت المال سے بقدر کفایت اس کا وظیفہ مقرر کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر سند ہے کہ انہوں نے اس عائن کو باہم لوگوں سے ملنے، کھانے پینے اور نماز باجماعت سے منع کر دیا۔ البتہ عائن کی نظر سے ہلاک ہونے والے کی دیت میں اختلاف ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نقصان کی صورت میں اس پر ضمان ہے اور ہلاکت کی صورت میں قصاص و دیت ہے۔

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ۔ جب قرآن سنتے ہیں۔

ای وقت سماعهم القرآن و ذلک لاشتداد بعضم و حسد هم عنه سماعة۔

یعنی قرآن حکیم سنتے وقت وہ ایسا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو ایسی تیز نظروں سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو گرا دیں گے اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ قرآن کا سننا ان کے لیے بڑا بوجھ ہے اور اس سے وہ حد درجہ دشمنی رکھتے ہیں۔ لَمَّا نے لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ کو مقید کر دیا ہے تو اس کا مطلب واضح طور پر یہی ہوگا کہ تلاوت قرآن کے وقت غایت درجہ حسد و بغض کی وجہ سے کفار آپ کو ایسی ظالم نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو پچھاڑ دیں گے۔

وَيَقُوۡلُوۡنَ۔ اور وہ کہتے ہیں۔

لغاية حيرتهم فى امره عليه الصلوة والسلام و نهاية جهلهم بما فى تضاعيف القرآن من عجائب الحكم وبدائع العلوم و لتنفير الناس عنه۔

حضور اکرم ﷺ کے معاملہ میں غایت درجہ حیرت اور اپنی کمال اور کئی گنا جہالت کی وجہ سے جو انہیں قرآن سے اور اس کے انوکھے شاندار احکام اور علوم کی خوبیوں اور عظمتوں سے ہے اور اس لیے کہ لوگوں کو ان سے نفرت دلائیں یا رکھیں، کہتے ہیں:

اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ۔ یہ ضرور مجنون ہیں۔

یعنی یہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ عقل سے دور ہے یا آپ ﷺ (معاذ اللہ) عقل سے دور ہیں۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۲﴾

اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

ای شرفًا للعلمين۔

کفار کے قول اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ کا غایت درجہ بطلان ہے اور آپ ﷺ کے علوشان کا بیان ہے۔ کثیر علماء کا قول یہ ہے کہ ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے جیسا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ سارے جہانوں کے لیے باعث شرف و فضل و کرامت ہیں اور آپ ﷺ کو مجنون کہنا غایت درجہ حماقت، بے عقلی اور خبث باطنی ہے اگر هُوَ کی ضمیر ''ذِكۡرٌ'' کی

Marfat.com

طرف راجع ہو تو ذِکۡرٌ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ کبھی فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے زَیۡدٌ عَدۡلٌ یعنی زید ایسا منصف ہے کہ اس کا وجود ہی انصاف ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ذاکر ہیں کہ ان کا وجود مسعود ہی ذکر ہے اور آپ سارے جہانوں کے لیے ہادی و مرشد اور ناصح ہیں۔ مواہب میں آپ کا نام ''ذکر اللہ'' آیا ہے اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس آیت کے تحت آپ کا ایک نام ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور ''ذِکۡرٌ'' بھی ہے اور سورۂ غاشیہ میں مُذَکِّرٌ بھی آیا ہے، لہٰذا ذکر بمعنی مذکر ہے یعنی نصیحت سنانے والا۔ اور اگر ذِکۡرٌ سے مراد قرآن حکیم ہے تو اس صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح ہے کہ کان خلقه القرآن اور قرآن حکیم سے مراد قرآن ناطق ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہاں ذکر کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطور صفت بولا گیا ہے اور اگر ذکر سے مراد صرف کتاب حکیم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کتاب کریم سارے جہانوں کے لیے روشن نصیحت و ہدایت ہے اور دیوانے کی بات نہیں اور جو شخص بھی صحیح العقل ہے وہ قرآن سننے کے بعد ایسی بات نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے جو عقل کا اندھا ہے اور تعصب میں دیوانہ ہو چکا ہے۔

الحمدللہ آج یکم جمادی الاخری ۱۴۱۲ ہجری / ۸ دسمبر ۱۹۹۰ء سورۃ القلم کی تفسیر مکمل ہوئی

Marfat.com

سورۃ الحاقۃ مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، باون آیتیں، دو سو چھپن کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول-سورۃ الحاقۃ-پ ۲۹

اَلۡحَآقَّۃُ ۙ﴿۱﴾
وہ واقع ہونے والی

مَا الۡحَآقَّۃُ ۚ﴿۲﴾
کیسی وہ واقع ہونے والی

وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ؕ﴿۳﴾
اور تم نے کیا جانا کیسی وہ واقع ہونے والی

کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ﴿۴﴾
ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ ﴿۵﴾
تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ﴿۶﴾
اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے

سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ﴿۷﴾
وہ ان پر قوت سے لگادی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے

فَہَلۡ تَرٰی لَہُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ ﴿۸﴾
تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو

وَ جَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَنۡ قَبۡلَہٗ وَ الۡمُؤۡتَفِکٰتُ بِالۡخَاطِئَۃِ ۚ﴿۹﴾
اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی بستیاں خطا لائے

فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّہِمۡ فَاَخَذَہُمۡ اَخۡذَۃً رَّابِیَۃً ﴿۱۰﴾
تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اس نے انہیں بڑی سختی سے پکڑا

اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰکُمۡ فِی الۡجَارِیَۃِ ۙ﴿۱۱﴾
بے شک جب پانی ابلا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا

لِنَجۡعَلَہَا لَکُمۡ تَذۡکِرَۃً وَّ تَعِیَہَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ ﴿۱۲﴾
کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾
پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم

وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ۙ﴿۱۴﴾
اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا چور کر دیے جائیں

فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱۵﴾
وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی

Marfat.com

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ (١٦)

اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۭ (١٧)

اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کا عرش آٹھ فرشتے اٹھائیں گے

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (١٨)

اس دن تم سب پیش ہوگے کہ تم سے کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ (١٩)

تو وہ جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو

اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ (٢٠)

مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ (٢١)

تو وہ من مانتے چین میں ہے

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ (٢٢)

بلند باغ میں

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (٢٣)

جس کے خوشے جھکے ہوئے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (٢٤)

کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ (٢٥)

اور وہ جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ (٢٦)

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ (٢٧)

ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی

مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ (٢٨)

میرے کچھ کام نہ آیا میرا امال

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ (٢٩)

میرا سب زور جاتا رہا

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ (٣٠)

اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ (٣١)

پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۭ (٣٢)

پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، اسے پرودو

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ (٣٣)

بے شک وہ عظمت والے دن پر ایمان نہ لاتا تھا

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۭ (٣٤)

اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا تھا

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ (٣٥)

تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ (٣٦)

اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کی پیپ

لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ (٣٧)

اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار

Marfat.com

حل لغات رکوع اول۔سورۃ الحاقۃ۔پ۲۹

اَلْحَاۤقَّةُ۔حق ہونے والی	مَا۔کیا ہے	اَلْحَاۤقَّةُ۔حق ہونے والی	وَ۔اور
مَاۤ۔کیا	اَدْرٰىكَ۔جانا تو نے	مَا۔کیا ہے	اَلْحَاۤقَّةُ۔حق ہونے والی
كَذَّبَتْ۔جھٹلایا	ثَمُوْدُ۔ثمود نے	وَ۔اور	عَادٌ۔عاد نے
بِالْقَارِعَةِ۔صدمہ دینے والی کو		فَاَمَّا۔پھر	ثَمُوْدُ۔ثمود تو
فَاُهْلِكُوْا۔ہلاک کیے گئے	بِالطَّاغِيَةِ۔چنگھاڑ سے	وَ۔اور	اَمَّا۔رہے
عَادٌ۔عاد	فَاُهْلِكُوْا۔تو وہ ہلاک کیے گئے		بِرِيْحٍ۔ہوا
صَرْصَرٍ۔تیز وتند	عَاتِيَةٍ۔آندھی سے	سَخَّرَ۔لگایا	هَا۔اس کو
عَلَيْهِمْ۔ان پر	سَبْعَ۔سات	لَيَالٍ۔راتیں	وَّ۔اور
ثَمٰنِيَةَ۔آٹھ	اَيَّامٍ۔دن	حُسُوْمًا۔لگاتار	فَتَرَى۔تو دیکھے گا
الْقَوْمَ۔لوگوں کو	فِيْهَا۔اس میں	صَرْعٰى۔گرے ہوئے	كَاَنَّهُمْ۔گویا کہ وہ ہیں
اَعْجَازُ۔تنے	نَخْلٍ۔کھجور	خَاوِيَةٍ۔گری ہوئی کے	فَهَلْ۔تو کیا
تَرٰى۔دیکھتا ہے تو	لَهُمْ۔ان میں سے	مِّنْ۔کوئی	بَاقِيَةٍ۔باقی
وَ۔اور	جَآءَ۔آیا	فِرْعَوْنُ۔فرعون	وَ۔اور
مَنْ۔جو	قَبْلَهٗ۔اس سے پہلے تھے	وَ۔اور	الْمُؤْتَفِكٰتُ الٹی بستیوں والے
بِالْخَاطِئَةِ۔گناہ لے کر	فَعَصَوْا۔تو نافرمانی کی انہوں نے		رَسُوْلَ۔رسول
رَبِّهِمْ۔اپنے رب کی	فَاَخَذَ۔تو پکڑا	هُمْ۔ان کو	اَخْذَةً۔پکڑنا
رَّابِيَةً۔بڑا سخت	اِنَّا۔بے شک ہم نے	لَمَّا۔جب	طَغَا۔ابلا
الْمَآءُ۔پانی	حَمَلْنٰكُمْ۔اٹھایا تم کو	فِي۔بیچ	الْجَارِيَةِ۔کشتی کے
لِنَجْعَلَهَا۔تاکہ کریں ہم اس کو		لَكُمْ۔تمہارے لیے	تَذْكِرَةً۔نصیحت
وَّ۔اور	تَعِيَهَاۤ۔یاد رکھیں اسے	اُذُنٌ۔کان	وَّاعِيَةٌ۔یاد رکھنے والے
فَاِذَا۔پھر جب	نُفِخَ۔پھونکا جائے گا	فِي۔بیچ	الصُّوْرِ۔صور کے
نَفْخَةٌ۔پھونکا جانا	وَّاحِدَةٌ۔ایک ہی مرتبہ	وَّ۔اور	حُمِلَتِ۔اٹھائی جائے گی
الْاَرْضُ۔زمین	وَ۔اور	الْجِبَالُ۔پہاڑ	فَدُكَّتَا توچورا کیے جائیں گے
دَكَّةً۔ایک ہی	وَّاحِدَةً۔مرتبہ	فَيَوْمَئِذٍ۔تو اس دن	وَّقَعَتِ۔واقع ہوگی
الْوَاقِعَةُ۔واقع ہونے والی	وَ۔اور	انْشَقَّتِ۔پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ۔آسمان
فَهِيَ۔تو وہ	يَوْمَئِذٍ۔اس دن	وَّاهِيَةٌ۔کمزور ہوگا	وَّ۔اور
الْمَلَكُ۔فرشتے	عَلٰۤى۔اوپر	اَرْجَآئِهَا۔اس کے کناروں کے ہوں گے	

Marfat.com

وَ-اور	يَحْمِلُ-اٹھائیں گے	عَرْشَ-عرش	رَبِّكَ-تیرے رب کا
فَوْقَهُمْ-اپنے اوپر	يَوْمَئِذٍ-اس دن	ثَمٰنِيَةٌ-آٹھ فرشتے	يَوْمَئِذٍ-اس دن
تُعْرَضُوْنَ-پیش کیے جاؤ گے تم		لَا-نہیں	تَخْفٰى-چھپے گی
مِنْكُمْ-تم سے	خَافِيَةٌ-کوئی چھپنے والی	فَاَمَّا-پھر	مَنْ-جو
اُوْتِيَ-دیا گیا	كِتٰبَهٗ-اپنا نامہ اعمال	بِيَمِيْنِهٖ-دائیں ہاتھ میں	فَيَقُوْلُ-تو کہے گا
هَآؤُمُ-آؤ	اقْرَءُوْا-پڑھو	كِتٰبِيَهْ-میری کتاب	اِنِّيْ-بے شک میں نے
ظَنَنْتُ-یقین کیا	اَنِّيْ-بے شک میں	مُلٰقٍ-ملنے والا ہوں	حِسَابِيَهْ-اپنے حساب کو
فَهُوَ-تو وہ ہوگا	فِيْ-بیچ	عِيْشَةٍ-عیش کے	رَّاضِيَةٍ-خوش
فِيْ-بیچ	جَنَّةٍ-جنت	عَالِيَةٍ-بلند کے	قُطُوْفُهَا-اس کے خوشے
دَانِيَةٌ-جھکے ہوں گے	كُلُوْا-کھاؤ	وَ-اور	اشْرَبُوْا-پیو
هَنِيْٓـئًا-خوش ہضم	بِمَآ-بدلے اس کے جو	اَسْلَفْتُمْ-آگے بھیجا تم نے	فِي-بیچ
الْاَيَّامِ-دنوں	الْخَالِيَةِ-خالی کے	وَ-اور	اَمَّا-وہ
مَنْ-جو	اُوْتِيَ-دیا گیا	كِتٰبَهٗ-اپنی کتاب	بِشِمَالِهٖ-بائیں ہاتھ میں
فَيَقُوْلُ-تو کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ-ہائے افسوس	لَمْ-نہ	اُوْتَ-دیا جاتا میں
كِتٰبِيَهْ-اپنی کتاب	وَ-اور	لَمْ-نہ	اَدْرِ-جانتا میں
مَا-کیا ہے	حِسَابِيَهْ-میرا احساب	يٰلَيْتَهَا-ہائے افسوس	كَانَتِ-ہوتی موت
الْقَاضِيَةَ-فیصلہ کرنے والی	مَآ-نہ	اَغْنٰى-کام آیا	عَنِّيْ-میرے
مَالِيَهْ-میرا مال	هَلَكَ-ہلاک ہوگیا	عَنِّيْ-مجھ سے	سُلْطٰنِيَهْ-میرا اختیار
خُذُوْ-پکڑو	هُ-اس کو	فَغُلُّوْ-پھر طوق پہناؤ	هُ-اس کو
ثُمَّ-پھر	الْجَحِيْمَ-جہنم میں	صَلُّوْ-دھکیلو	هُ-اس کو
ثُمَّ-پھر	فِيْ-بیچ	سِلْسِلَةٍ-زنجیر کے	ذَرْعُهَا-جس کا ناپ
سَبْعُوْنَ-ستر	ذِرَاعًا-ہاتھ ہے	فَاسْلُكُوْ-پرودو	هُ-اس کو
اِنَّهٗ-بے شک وہ	كَانَ-تھا	لَا-نہ	يُؤْمِنُ-ایمان لاتا
بِاللّٰهِ-اللہ	الْعَظِيْمِ-عظمت والے پر	وَ-اور	لَا-نہ
يَحُضُّ-رغبت دلاتا	عَلٰى-اوپر	طَعَامِ-کھانے	الْمِسْكِيْنِ-مسکین کے
فَلَيْسَ-تو نہیں	لَهُ-اس کے لیے	الْيَوْمَ-آج	هٰهُنَا-اس جگہ
حَمِيْمٌ-کوئی دوست	وَّ-اور	لَا-نہ	طَعَامٌ-کوئی کھانا
اِلَّا-مگر	مِنْ-کچھ	غِسْلِيْنٍ-دوزخیوں کی پیپ	لَا-نہ

Marfat.com

يَأْكُلُهٗٓ۔ کھائیں گے اس کو اِلَّا۔ مگر الْخَاطِـُٔوْنَ۔ گناہ گار لوگ

سورۃ الحاقۃ

سورۃ الحاقۃ مکی ہے اور اس میں باون آیات اور دو رکوع ہیں اس سورت کے مکی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قبول اسلام سے پہلے اس حالت میں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے تعرض کروں گھر سے نکلا تو میں نے انہیں مسجد حرام میں اپنے سے پہلے ہی موجود پایا تو میں آپ کے پیچھے ٹھہر گیا تو آپ نے سورۃ الحاقۃ پڑھنا شروع کی تو مجھے قرآن حکیم کے اس اسلوب و بیان سے سخت تعجب ہوا اور میں نے خود سے کہا بخدا یہ شاعر ہیں تو آپ ﷺ نے پڑھا وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ تو میں نے دل میں کہا کہ کاہن ہوں گے تو آپ ﷺ نے پڑھا وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ اور نہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے آخر سورت تک تلاوت کی تو میرے دل میں اسلام قرار پکڑ گیا سورۂ نون میں قیامت کا ذکر اجمالی گزرا حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس سورت کریمہ میں ذکر قیامت کو کھول کر بیان کیا ہے اس دن کی عظمت و ہیبت اور رسولوں کو جھٹلانے والی امم کا اور ان پر گزرنے والے عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ الحاقۃ۔پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاۗقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَاۗقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ؕ﴿۳﴾

وہ حق ہونے والی، کیسی وہ حق ہونے والی، اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

اَلْحَاۗقَّةُ۔ وہ حق ہونے والی۔

ای الساعة او الحالة التی یحق و یجب و قوعها او التی تحقق و تثبت فیها الامور الحقة من الحساب و الثواب والعقاب او التی تحق فیها الامور ای تعرف علی الحقیقة من حقه یحقه اذا عرف حقیقته وروی هذا عن ابن عباس۔

یعنی قیامت یا وہ حالت جو حق ہوگی اور اس کا واقع ہونا لازم یا وہ جس میں حساب ثواب اور عقوبت (سزا) کے بارے میں امور حق واضح اور ثابت ہو جائیں گے یا اس میں امور وحی کی تصدیق ہو جائے گی۔ (یعنی بات کھل جائے گی) یعنی جب ہر حق بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اس کی حقیقت پہچانی جائے گی اور حق واضح ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اَلْحَاۗقَّةُ کا مفہوم یہی ہے اور قیامت کو مجازاً حاقہ کہا گیا ہے اور ابن عباس سے ہی مروی ہے کہ اَلْحَاۗقَّةُ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اسم جامد ہے جس پر موصوف محذوف کا اعتبار نہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اَلْحَاۗقَّةُ مصدر ہے جیسے **العاقبة، العافية**۔ اور موصوف جو کہ محذوف ہے اس کی تعبیر نہیں کرتا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت حق و ثابت ہے اور اس کا ہونا یقینی و قطعی ہے۔

Marfat.com

مَا الْحَاقَّةُ۔ کیسی وہ واقع ہونے والی۔

والاصل ما ھی ای ای شیء فی حالھا و صفتھا۔

اوراصل میں ''مَاھِیَ'' ہونا چاہیے یعنی وہ کیسی ہے یعنی اپنے حال اور صفت کے اعتبار سے کیسی شے ہے لیکن ضمیر کی بجائے استفہام کے ساتھ اسم (اَلْحَاقَّۃُ) ہی فرمایا جو قیامت کی عظمت وہیبت پر دلالت کررہا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ

اورتم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

ای ای شیء اعلمک ما ھی تاکید لھولھا و فظاعتھا ببیان خروجھا عن دائرۃ علوم المخلوقات۔

استفہام انکاری ہے یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا کہ وہ کیسی ہے، جملہ استفہام قیامت کی ہولنا کیوں اور اس کی سختیوں کو مؤکد کررہا ہے ایسے بیان کے ساتھ جو مخلوقات کے علم کے دائرہ سے خارج ہے۔ یعنی فکر انسانی کی وہاں تک پرواز ہے نہ رسائی۔ اور کسی کو بھی اس کی حقیقت کا علم نہیں کہ وہ کس قدر ہولناک ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥

ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے اور رہے عاد وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ

ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا۔

یہاں بھی ضمیر کی جگہ اسم مجازاً بولا گیا ہے یعنی اَلْقَارِعَۃُ، اَلْحَاقَّۃُ اور اَلْقَارِعَۃُ دونوں قیامت کے نام ہیں جو قیامت کی حالت کو واضح کرتے ہیں۔

ای بالقیامۃ التی تقرع الناس بالافزاع والاھوال والسماء بالانشقاق والانفطار والارض والجبال بالدک والنسف والنجوم بالطمس والانکدار۔

یعنی قوم ثمود (صالح علیہ السلام کی قوم) اور عاد (حضرت ہود علیہ السلام کی قوم) نے قیامت کا انکار کیا اور اسے جھٹلایا (حق وسچ نہ مانا) جو ایسی ہے کہ انتہائی گھبراہٹ اور خوف (ہول) سے لوگوں کو، اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے ٹوٹنے اور پھٹنے کے ساتھ آسمان کو اور ٹکرا کر پاش پاش ہونے اور غبار ہو کر اڑنے کے ساتھ زمین اور پہاڑوں کو اور محو ہونے اور ٹوٹ کر بارش کی طرح جھڑ پڑنے کے ساتھ ستاروں کو منتشر پراگندہ اور چورا چورا کردے گی۔

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا۔ تو ثمود ہلاک کیے گئے۔

ای اھلکھم اللہ تعالی۔ یعنی انہیں (صالح علیہ السلام کی قوم) کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا فاء سببیہ ہے اور كَذَّبَتْ پر معطوف ہے اور اَمَّا تفصیل مجمل ہے یعنی ثمود اس لیے ہلاک وبرباد کیے گئے کہ انہوں نے قیامت کو حق نہ مانا اور

اس کی تکذیب کی۔

بِالطَّاغِيَةِ۔ حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے۔

ای الواقعه المجاوزة للحد وھی الصیحة لقوله تعالی فی ھود: وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ۔

یعنی حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے اور وہ چیخ ہے جیسا کہ سورۂ ہود میں ارشاد باری ہے اور ہم نے ظالموں کو پکڑا چیخ سے۔ حم السجدہ میں اس کو صٰعِقَةُ الْعَذَابِ فرمایا گیا جس کے معنی غیر معمولی کڑک کے ہیں اور سورۂ اعراف میں الرَّجْفَةُ فرمایا گیا جس کے معنی ہولناک شدید زلزلے کے ہیں اور ان سب باتوں میں کوئی تعارض نہیں کہ اس چیخ میں یہ ساری باتیں تھیں۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک غیر معمولی چیخ ماری کہ سب سنتے ہی فنا ہو گئے اور ایک قول ہے کہ آسمان سے ایک چیخ ہوئی جس میں کڑک زلزلہ سبھی کچھ تھا کہ ظالموں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ابن عباس، ابن زید اور ابوعبیدہ کا قول ہے کہ طاغیه مصدر ہے لہٰذا معنی یہ ہوں گے بطغیانھم یعنی ثمود اپنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اور اس پر ارشاد باری مؤید ہے كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ ثمود پر عذاب کی تفصیل کئی جگہ ہو چکی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝

اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

ایضا ھلکوا بسبب الطغیان۔ یعنی عاد (قوم ہود علیہ السلام) بھی اپنی سرکشی کی وجہ سے نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ یہ طوفان ان کی ہلاک کا ذریعہ تھا اور ہلاکت کا باعث و سبب ان کی سرکشی تھی۔ قاموس میں بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ سے مراد ہے انتہائی برفیلی ہوا یا ایسی سخت ہوا جس میں مبالغہ کی حد تک شور ہو۔ عَاتِيَةٍ کے معنی ہیں شدید العصف انتہائی ٹھنڈی اور سرد او عتت علی عاد فما قدروا علی ردھا والخلاص منھا بحیلة یا وہ ایسی سخت تھی قوم عاد پر کہ وہ اس سے خلاصی پانے یا اس کو روکنے یا اس سے بچنے کی کسی صورت پر قدرت نہ پاسکے اور جہاں کہیں بھی وہ تھے ان کے مساموں کے اندر تک گھستی چلی گئی اور انہیں سن کر کے ہلاک کر دیا اور ہر شے فنا کر دی اور انہیں اڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور کوئی نہ بچا۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝

وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار، تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ۔ وہ ان پر قوت سے لگا دی۔

ای سلطھا عزوجل بقدرته علیھم۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس طوفان کو قوم عاد پر اپنی قدرت سے مسلط فرمایا۔

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا۔ سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار۔

Marfat.com

ای متتابعات کما قال ابن عباس و عکرمه و مجاهد و قتادة و ابو عبیدة جمع حاسم کشهود جمع شاهد من حسمت الدابة اذا تابعت کیها علی الداء کرة بعد اخری حتی ینحسم فهی مجاز مرسل من استعمال المقید۔

یعنی مسلسل پیہم جیسا کہ ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ حُسُوْمًا حاسم کی جمع ہے جس طرح شہود شاہد کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے جانور کو بار بار داغنا یہاں تک کہ اس کا داغ اور زخم ختم ہو جائے (درست ہو جائے) تو یہ مقید کے استعمال میں مجاز مرسل ہے۔ اور ایک قول ہے: قاطعات الخیر بنحوستها و شؤمها بھلائی کو کاٹ دینے والے اپنی نحوست اور خرابی کے ساتھ۔ واضح مفہوم یہ ہوا کہ وہ دن اور رات ایسے نحس تھے۔ یہ دن اور رات بدھ کی صبح سے اگلے بدھ کی شام تک ماہ شوال میں نہایت تیز سردی کے موسم میں تھے، اور اہل عرب ان دنوں کو ایام العجوز کہتے ہیں۔

فَتَرَى الْقَوْمَ۔ تو ان لوگوں کو دیکھو۔

ای ان کنت حاضراً حینئذ فالخطاب فیه فرضی۔

یعنی اگر تم اس وقت حاضر ہوتے تو یہاں خطاب فرضی ہے اور خطاب عمومی ہے۔

فِيْهَا۔ ان میں۔

ای فی الایام واللیالی و قیل فی مهاب الریح و قیل فی دیارهم والاول اظهر۔

یعنی ان دن اور راتوں میں اور ایک قول ہے کہ طوفان کے مقام میں اور ایک قول ہے کہ ان کی بستیوں میں اور پہلا قول واضح ہے۔

صَرْعٰى۔ پچھڑے ہوئے۔

ای هلکی جمع صریع۔ صریع کی جمع ہے۔ جس طرح مرگی کی بیماری بندے کو پچھاڑ دیتی ہے اور مرگی کو صرع کہتے ہیں یعنی ہلاک و برباد اور پچھڑے ہوئے یا چاروں شانے چت ہلاک و برباد پڑے۔

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔

گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

ابو نہیک نے اعجز بروزن افعل پڑھا اور اخفش سے منقول ہے کہ انہوں نے نَخْلٍ کے بجائے نخیل پڑھا ای اصول نخیل یعنی کھجوروں کی جڑیں یا تنے۔

خَاوِيَةٍ۔ ای خلت اجوافها بلی و فساد۔

یعنی ان کے بدن بوسیدہ بگڑے ہوئے اور کھوکھلے ہو گئے۔ یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ کا قول ہے خلت ابدانهم من ارواحهم فکانوا کذلک ان کے بدن ان کی روحوں سے خالی ہو گئے تو وہ یوں ہو گئے۔ اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ سات روز تک عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں روز مر گئے اور آندھی کے طوفان نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾

Marfat.com

تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

ابن الانباری رحمہ اللہ کا قول ہے ای باق اور تاء معدولہ مبالغہ کے لیے ہے مطلب ہے کوئی بھی نہ بچا اور بعض کا کہنا ہے کہ ''بَاقِيَةٍ'' الطاغية اور الكاذبة کی طرح مصدر ہو سکتا ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے ای بقاء اور تاء معدولہ وحدت کے لیے ہوگی یعنی کوئی ایک بھی نہ بچا۔ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں کوئی بچا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠

اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی بستیاں خطا لائے۔ تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ۔ اور فرعون اور اس سے اگلے آئے۔

ومن تقدمه من الامم الكافرة كقوم نوح عليه السلام و فيه تعميم بعد التخصيص فان منهم عاد او ثمود ا۔

یعنی فرعون اور اس سے پہلے کی کافر قومیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم اور اس میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے کیونکہ ان میں سے عاد اور ثمود بھی تھے ابو رجاء طلحہ، حجدری اور حسن رحمہم اللہ نے اس کے خلاف پڑھا اور عاصم نے بھی قَبْلَهٗ کو ''قِبَلَهٗ'' پڑھا جس کے معنی ہیں: ای ومن فی جهته و جانبه والمراد و من عينه من اتباعه واهل طاعته یعنی اور وہ قومیں جو اس جہت وطرف کی تھیں اور اسی طرح حالت کفر وسرکشی پر ان جیسی تھیں اور فرعون اور اس کی ہی پیروی اور طاعت کرنے والی تھیں۔ ابی اور ابن مسعود اور ان کے رفقاء علیہم الرضوان کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ۔ اور الٹنے والی بستیاں۔

ای قری قوم لوط علیه السلام یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں اَلْمُؤْتَفِكٰتُ افک سے ماخوذ ہے جس کے معنی الٹنے کے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم لوط جسے الٹ دیا گیا ہے۔

بِالْخَاطِئَةِ۔ خطا کے ساتھ۔

ای بالخطاء۔ یعنی شرک وکفر اور گناہوں اور بدکرداریوں اور انتہائی مذموم کاموں کی وجہ سے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ۔

تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا۔

ای فعصى كل امة رسولها حين نهاها عما كانت تنعا طاء من القبائح۔

یعنی ہر امت کو اس کے رسول نے جب کفر وشرک اور برے کاموں سے روکا تو انہوں نے ان کی نافرمانی کی۔ لفظ رسول واحد آیا ہے اس لیے کہ تمام رسولوں کا مقصد بعثت ایک ہی تھا اور اصول دین میں سب متحد تھے۔ کسی ایک نبی ورسول کا انکار نہ صرف کفر بلکہ رسولوں کی پوری جماعت کا انکار بھی ہے۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝١٢

Marfat.com

بے شک جب پانی نے جوش مارا تھا ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ۔ بے شک جب پانی نے جوش مارا۔

جاوز حده المعتاد حتى انه علا على اعلى جبل خمس عشرة ذراعا او طغا على خزانه على ما سمعت قبيل هذا و ذلک بسبب اصرار قوم نوح علیه السلام على فنون الكفر و المعاصى و مبالغتهم فى تكذيبه علیه السلام فيما اوحى اليه من الاحكام التى من جملتها احوال القيامة۔

یعنی جب طوفان اپنی آخری حد سے بھی اونچا ہو گیا یہاں تک کہ اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ ہاتھ بلند ہو گیا یا پانی پر مامور فرشتوں کے حکم سے نکل گیا جیسا کہ سنا گیا یہ طوفان، نوح علیہ السلام کی قوم کے کفر و معاصی کے کاموں پر اصرار کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کا اور اس بارے میں جو ان کی طرف احکام میں سے وحی کیا گیا تھا اور منجملہ اس کے قیامت کے احوال بھی تھے، حد درجہ شدت سے انکار کیا اور ان کی تکذیب کی۔

حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ۔ ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

حَمَلْنٰكُمْ اى فى اصلاب آبائكم او حملنا اباء كم و انتم فى اصلابهم۔ یعنی تمہیں تمہارے باپ داداؤں کی پشتوں (اصلاب) میں یا تمہارے آباء و اجداد کو سوار کیا اور تم ان کی صلبوں میں تھے۔

فِی الْجَارِیَةِ۔ فى سفينة نوح علیه السلام والمراد بحملهم فيها رفعهم فوق الماء الى انقضاء ايام الطوفان۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں اور ان کے سوار کرنے سے مراد انہیں پانی کے اوپر اس میں (کشتی میں) اٹھانا ہے یعنی ہم نے تمہیں پانی پر بلند اٹھائے رکھا اور تمہیں محفوظ رکھا اور سفینہ سبب صوری تھا اور مومنوں کو ہم ہی بچانے والے تھے۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً۔ کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں۔

اى الفعلة التى هى عبارة عن انجاء المومنين واغراق الكافرين عبرة و دلالة على كمال قدرة الصانع و حكمته و قوة قهره ووسعة رحمة۔

یعنی ایسا امر جو مومنین کی نجات اور کفار کی غرقابی سے عبارت ہو، امر سے مراد یا کشتی یا اہل ایمان کا خلاصی پانا اور کفار کی ہلاکت ہے تا کہ اس سے نصیحت پکڑیں اور یہ امر حق سبحانہ وتعالیٰ کے کمال قدرت اور اس کی حکمت اور غلبہ قوت اور وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

وَّتَعِیَهَآ۔ اور اسے محفوظ رکھے۔

اى تحفظها والوعى ان تحفظ الشئ فى نفسک۔ یعنی اسے یاد رکھے اور سمجھے اور "وعی" کا معنی ہے کسی چیز کا اپنے دل (نفس) میں محفوظ رکھنا اور سمجھنا۔

اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ۔ وہ کان جو سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

اى من شانها ان تحفظ ما يجب حفظه بتذكره و اشاعته والتفكر فيه ولا تضيعه بترک العمل۔ یعنی جو اس بات کو اچھی طرح کرنا چاہے یا اس پر غور کرے تو وہ بات جس کا یاد رکھنا یا محفوظ رکھنا واجب ہے اسے خوب

Marfat.com

محفوظ رکھے، اس کے تذکرے اور اس کی اشاعت (پھیلاؤ) کے ساتھ اور اس میں غور وفکر کرے اور اعمال چھوڑ کر اس کو ضائع نہ کرے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کارآمد اور کام کی باتوں کو لے، یاد رکھے اور انہیں ضائع نہ کرے اور ان سے پورا فائدہ حاصل کرے۔ وَّاعِیَۃٌ کا فاعل اُذُنٌ (کانوں) کو قرار دیا ہے حالانکہ کان سماعت کا ذریعہ وسبب ہے مراد اصحاب الاذن یعنی وہ لوگ جو کان رکھتے ہیں اور وَّاعِیَۃٌ کی تنوین تنکیر قلت پر دال ہے جس کا مطلب کہ سن کر محفوظ رکھنے والے کانوں والے لوگ بہت کم ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا: ''**دعوت الله تعالی ان یجعلها اذنک**'' میں نے پروردگار جل وعلا سے دعا کی کہ اللہ تمہارے کانوں کو خوب محفوظ رکھنے (یاد رکھنے) والا بنادے۔

قال علی کرم الله وجهه الکریم فما سمعت شیئا فنسیته و ما کان لی ان انسی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا پس میں نے کوئی بات جو یاد رکھنے والی تھی سنی تو کبھی نہ بھلائی اور نہ میرے لیے ہوا کہ میں اسے بھلا سکوں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

پھر جب صور پھونک دیا جائے گا تو ایک دم اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً چورا کردیے جائیں گے وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ۔

پھر جب صور پھونک دیا جائے گا ایک دم۔

سورۂ مبارکہ کے شروع میں قیامت کی ہولناکیوں اور منکرین قیامت کا انجام بیان کرنے کے بعد اب قیامت کے وقوع کی تشریح میں ارشاد ہے۔ **والمراد بالنفخة الواحدة النفخة الاولی التی عندها خراب العالم کما قال ابن عباس وقال ابن المسیب و مقاتل هی النفخة الاخرة والاول اولی**۔ اور نفخہ واحدہ سے مراد نفخہ اولیٰ ہے اور وہ ہے جس کے ساتھ دنیا کی بربادی وفنا ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور ابن المسیب اور مقاتل (علیہم الرضوان) کا قول ہے یہ نفخہ الآخرہ (دوسرا نفخہ ہے) اور پہلا قول راجح ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نفخہ واحدہ سے مراد وہ نفخہ ہے جس کی آواز سن کر ہر ذی روح بے ہوش ہوجائے گا۔ علماء کا رائے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا اول نفخہ فزع، دوم نفخہ صعق اور سوم نفخہ قیام یا نفخہ البعث اور بعض کا قول ہے نفخہ فزع اور نفخہ صعق دراصل ایک ہی نفخہ ہیں کہ آواز سنتے ہی لوگ گھبرا جائیں گے اور گھبراہٹ سے بے ہوش ہوجائیں گے اور پھر مرجائیں گے اس قول کے مطابق نفخہ صور دو مرتبہ ہوگا۔

وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً چورا کردیے جائیں گے۔ وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر۔

رفعتا من احیازهما بمجرد القدرة الالهیة من غیر واسطة مخلوق او بتوسط نحو ریح او ملک قیل او بتوسط الزلزلة۔ دونوں زمین اور پہاڑ اپنے اماکن سے صرف قدرت الٰہیہ سے بلند اٹھائے جائیں گے اور یہ حمل (اٹھانا) مخلوق کے واسطہ سے نہ ہوگا یا پھر توسط سے اٹھائے جائیں گے جیسے ہوا یا فرشتہ اور ایک قول ہے کہ زلزلہ کے

Marfat.com

ذریعہ بلند اٹھائے جائیں گے۔ بعض نے کہا ''حمل'' سے مراد محض اضطراب ہے اور ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اجرام علویہ میں سے کوئی پیدا فرمائے گا جس میں ایسی قوت وکشش ہوگی کہ پہاڑوں کو کھینچ لے اور انہیں ان کے مقامات سے اوپر اٹھا لے۔

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔ دفعۃً چورا کردیے جائیں گے۔

فضربت الجملتان اثر رفعهما بعضها ببعض ضربة واحدة حتى نضتت و ترجع كما قال سبحانه كَثِيْبًا مَّهِيْلًا و قيل تتفرق اجزاؤها كما قال سبحانه هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا و فرقوا بين الدك والدق بان في الاول تفرق الاجزاء و في الثاني اختلافها وقال بعض الاجلة اصل الدك الضرب على ما ارتفع لنينحفض و يلزمه التسوية۔

زمین اور پہاڑ دونوں یکدم اٹھائے جانے کی وجہ سے ان میں سے بعض بعض کے ساتھ ٹکرا جائیں گے یہاں تک کہ چورا چورا ہو کر لوٹیں گے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا'' اور ایک قول ہے کہ ان کے اجزاء بکھر جائیں گے (ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں گے) جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''تو پہاڑ ہو جائیں گے غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے'' اور بعض نے الدك اور الدق میں فرق کیا ہے کیونکہ الدك کا مطلب اجزاء کا ٹوٹ کر بکھرنا ہے اور الدق کا مطلب ہے اس کا باریک ہونا یعنی بہت باریک پیسنا یا آٹا بنانا۔ اور بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ الدك کی اصل یہ ہے کہ جو شے بلند ہوا سے کوٹنا توڑنا یہاں تک کہ وہ ہموار اور برابر ہو جائے۔ و قال الراغب الدك الارض اللينة السهلة راغب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''دک'' کا مطلب ہے زمین کا خوب نرم و سہل ہونا۔ واضح مفہوم یہ ہے جب صور یک دم پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ بلند ہو کر ٹوٹ پھوٹ کر ریت کے ٹیلہ جو بہتا ہوا دکھائی دے، کی طرح ہو جائیں گے اور سب کچھ ہموار ہو جائے گا اور بلندی پستی نہ رہے گی۔

فَيَوْمَئِذٍ۔ وہ دن ہے کہ

اى فحينئذ على ان المراد باليوم مطلق الوقت۔ یعنی اس وقت اور اس سے مراد اس دن کا مطلق وقت ہے اى فيوم اذ نفخ في الصور و كان كيت كيت یعنی اس روز جب صور پھونکا جائے گا ایسا ہو تو ایسے ایسے ہوگا۔

وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۔ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

اى قامت القيامة۔ یعنی قیامت قائم ہو جائے گی اور ''واقعہ'' کی تفسیر میں یہ ہے کہ قیامت کا وقوع صخرۂ بیت المقدس سے ہوگا اور ایک قول ہے کہ جن امور کا وقوع ہونا ہے جیسے جزا و سزا اور حساب، وہ ضرور واقع ہوں گے۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (۱۶)

اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ۔ اور آسمان پھٹ جائے گا۔

اى تفطرت و تميز بعضها عن بعض۔ یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا بعض حصہ بعض سے ممتاز (علیحدہ الگ) ہو جائے گا۔

فَهِيَ۔ تو وہ۔

Marfat.com

ای السماء۔ یعنی آسمان

يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ۔ اس دن اس کا پتلا حال ہوگا۔

ای ضعیفة من وھی۔

وَھْیٌ کے معنی کمزوری، پھٹن یا شگاف یا ڈھیلا ہونا ہے بادل کے پھٹنے کو بھی وھی السحاب کہتے ہیں عنکبوت کے گھر کو فھی اوھن البیوت کہا گیا ہے یعنی کمزور گھر۔ یعنی آسمان پھٹنے کے بعد کمزور ہو جائے گا اور ڈھیلا پڑ جائے گا۔ جس طرح خیمہ طنابوں کے سمٹنے یا کھینچنے سے ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی مضبوطی و بندش برقرار نہیں رہتی۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾

اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

وَّالْمَلَكُ۔ اور فرشتے۔

ای الجنس المتعارف بالملک و هو اعم من الملائكة عن الزمخشری و جماعة و قد ذکره الجوهری ایضا۔ فرشتوں سے مراد جنس متعارف یعنی عام فرشتے ہی ہیں علامہ زمخشری اور ایک جماعت علماء کا خیال ہے کہ وہ گرانڈیل فرشتے ہیں یعنی فرشتوں میں سے بہت موٹے یا طویل القامت ہیں۔ اور جوہری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مراد یہی فرشتے ہیں۔

عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا۔ اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے۔

ای جوانبها۔ یعنی آسمان کے اطراف پر موجود ہوں گے۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ۔ اور اٹھائیں گے تمہارے پروردگار کا عرش اپنے اوپر۔

ای یحمل عرش ربک فوق ظهورهم او رء سهم۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کو اپنی پشتوں کے اوپر یا اپنے سروں پر اٹھائیں گے یا مراد ہے کہ ان فرشتوں کے اوپر جو آسمان کے کناروں پر ہوں گے یا پھر حاملین عرش فرشتے مراد ہیں۔

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ۔ اس دن آٹھ فرشتے۔

اخرج عبد بن حمید عن ابن زید عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال یحمله الیوم اربعة و یوم القیامة ثمانیة۔ عبد بن حمید نے ابن زید سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل اسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ اٹھائیں گے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے یا کیسے ہیں آٹھ اصناف یا آٹھ شخص اور ایک قول ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جو عرش اٹھائے ہوں گی اور ان کی تعداد اللہ کو معلوم ہے۔ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حاملین عرش چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد کے لیے چار اور بڑھا دیے جائیں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

اس دن تم سب پیش ہوگے کہ تم میں سے کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ۔ اس دن تم سب پیش ہوگے۔

مجازا عن الحساب والمراد یومئذ تحاسبون۔ یعنی اس دن تم اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے لیے پیش ہو گے۔ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہم نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یعرض الناس یوم القیامة ثلاث عرضات فاما عرضتان فجدال و معاذیر و اما الثالثة فعند ذلک تطایر الصحف فی الایدی فآخذ بیمینه و آخذ بشماله "روز قیامت لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور عذر معذرت کے لیے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمالنامے ہاتھوں میں ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی داہنے اور کوئی بائیں ہاتھ میں پکڑنے والا ہوگا۔

لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ

کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

ای تعرضون غیر خاف علیه عزوجل سر من اسرارکم قبل ذلک۔ یعنی پروردگار جل وعلا کے حضور اس طرح پیشی ہوگی کہ تمہاری کوئی بھی چھپی ہوئی بات نہ چھپ سکے گی۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾

تو وہ جن کو ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

تو وہ جن کو ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

تفصیل لاحکام العرض والمراد بکتابه ما کتب الملائکة فیه ما فعله فی الدنیا و قد ذکروا ان اعمال کل یوم و لیلة تکتب فی صحیفة فتعدد صحف العبد الواحد فقیل توصل له فیوتاها موصولة و قیل ینسخ ما فی جمیعها فی صحیفة واحدة و هذا ما جزم به الغزالی علیه الرحمة۔

یہ پیشی کے معاملات کی تفصیل ہے اور اس کی کتاب (اعمالنامہ) سے مراد وہ ہے جو فرشتوں نے اس میں لکھا جو اس نے دنیا میں کیا تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال (چھوٹے بڑے) ہر دن رات ایک صحیفے میں لکھے جاتے ہیں تو ایک شخص کے صحیفے متعدد (بہت) ہو جائیں گے تو کہا جائے گا اس کے لیے سب اکٹھے ملا دیئے جائیں (جمع کر دیے جائیں) پس وہ مجموعی صحیفہ اسے دیا جائے گا اور ایک قول ہے کہ ان سب صحیفوں میں جو کچھ ہے مٹا کر یا بدل کر ایک صحیفہ بنا دیا جائے گا اور یہی وہ بات ہے جس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جزم کیا ہے۔

دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ جنہیں دیا جائے گا وہ مومن ہی ہوں گے جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہے چنانچہ وہ اعمالنامہ ملنے پر سمجھ لے گا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو نجات عطا کی گئی ہے اور وہ اس پر مسرور ہوگا۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پہلی پیشی (عرض الجدال) اعداء و کفار کے لیے اور عذر معذرت کی پیشی (دوسری پیشی) حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بطور اتمام حجت ہوگی اور تیسری پیشی اہل ایمان و طاعت کے لیے ہوگی۔ یہ پیشی تو ضرور ہوگی مگر ان پر تنہائی میں عتاب فرمائے گا اور پھر بخش دے گا اور اپنے رضوان سے نوازے گا۔

Marfat.com

فَيَقُولُ۔ کہے گا۔

تبجحا و افتخارا۔ یعنی فرحت وخوشی اور مسرت وعزت کے طور پر اظہار کر کے کہے گا۔

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ۔ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔

وہ شخص جسے اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا تو وہ خوشی سے کہے گا۔ هَآؤُمُ اس کے معنی ہیں تم سب لو۔ قال الرضی ها اسم لخذها اسم بمعنی لینا یا تو تم ہے۔ ابوالقاسم رحمہ اللہ نے بحوالہ سیبویہ لکھا ہے۔

العرب تقول هاءَ يا رجل بفتح الهمزة و هاءِ يا امرأة بكسرها و هاؤ يارجلان او امراتان و هاؤن يا نسوة فالميم فى هاؤم كالميم في انتم و ضمها كضمها فى بعض الاحيان و فسر ههنا بخذوا۔ اہل عرب بولتے ہیں هَآءَ يا رَجُل اے شخص لو اور ہمزہ زبر کے ساتھ بولتے ہیں اور هَآءِ يا اِمْرأة اے بی بی لو اور ہمزہ زیر کے ساتھ بولتے ہیں اور کہتے ہیں هاوما يا رجلان او امراتان اور دو مردوں اور دو عورتوں (تثنیہ کے لیے) هاؤما کہتے ہیں اور مردوں اور عورتوں (جمع مذکر ومونث) کے لیے هَآؤُمْ / هَآؤُنْ بولتے ہیں تو هَآؤُمُ میں میم انتم کی میم کی طرح ہے اور اس کا پیش بعض مواقع (ضمہ) بھی اَنْتُمْ کی پیش کی طرح ہی ہے اور یہاں اس کی تفسیر ''خذوا'' کے ساتھ کی گئی ہے یعنی تم لو۔ مطلب ہے کہ تم میرا اعمالنامہ لے کر پڑھو یا دیکھو۔

اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾

مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

ای علمت ذلک کما قاله الاکثرون۔ جیسا کہ اکثر علماء کا ارشاد ہے کہ وہ کہے گا کہ مجھے اس کا علم تھا یعنی مجھے معلوم تھا کہ آخرت میں میرے ساتھ ایسا معاملہ یعنی حساب لیا جائے گا۔ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ظن کے لفظ کا یقین کی جگہ بولنے سے اس امر کا اظہار ہے کہ علوم نظریہ اور وساوس لازم وملزوم ہیں لیکن اعتقاد میں ان سے خرابی نہیں ہوسکتی اور یہ اعتراف کہ مجھے (گمان) تھا حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور عاجزی کے لیے ہے کہ ذات باری کے سامنے دعویٰ کرنا غیر مناسب ہے۔

فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ ۔ تو وہ من مانتے چین میں ہوگا۔

قال ابوعبيده والفراء ای مرضية۔ ابوعبیدہ اور فراء کا کہنا ہے یعنی راضی ہوگا یعنی جو پائے گا وہ اس کی رضا (چاہت، دل پسند) ہوگا۔ اور بعض کا ارشاد ہے ای ذات رضى یعنی اس کے دل پسند ہوگا۔

فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

بلند باغ میں، جس کے خوشے جھکے ہوئے، کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ۔ بلند باغ میں۔

مرتفعة المكان لانها فى السماء فنسبة العلو اليها حقيقة و يجوز ان تكون مجازا وهى حقيقة لدرجاتها و ما فيها من بناء و نحوه و فى البحر عالية مكانا وقدرا۔ وہ باغ ایسے مکان میں جو بلند وبالا ہو کیونکہ وہ آسمان میں ہے اور اس کی بلندی کے ساتھ نسبت ہونا حقیقی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسا مجاز ارشاد ہو، اور یہاں بلندی سے مراد اس کے درجات کے لیے بلندی ہو اور جو کچھ اس میں ہے جیسے عمارتیں اور درخت اور اس کی طرح کی

Marfat.com

چیزیں جو بلند و بالا ہوں۔ اور بحر العلوم میں بھی ہے کہ مراد ہے مکان اور عزت کے لحاظ سے بہت بلند۔

قُطُوفُهَا۔ جس کے خوشے۔

قُطُوف قِطْف کی جمع ہے وهو ما يجتنى من الثمر اور وہ پھلوں کی لدی ڈالی ہے۔

دَانِيَةٌ۔ جھکے ہوئے۔

ای قريبة يتناول الرجل منها و هو قائم كما قال البراء بن عازب رضى الله عنه و قال بعضهم يدركها القائم و القاعد و المضطجع بفيه من شجرتها و عليه۔

یعنی نزدیک ہوں گے اور آدمی کھڑے کھڑے اس سے کھا سکے گا جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کھڑے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے درخت سے اس کا پھل توڑ سکے گا۔ عبد بن حمید نے قتادہ رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: دنت فلا يرد ايديهم عنها بعد ولا شوک خوشہ اتنا قریب ہوگا کہ ان کے ہاتھوں سے دور نہ ہوگا اور نہ کانٹے دار ہوگا اور بعض نے ''الدنو'' کی تفسیر میں کہا ہے: عليه بسهولة التناول اس شخص پر اس خوشہ سے تناول کرنا (ہر طرح سے) سہل ہوگا۔ باغوں کی بلندی کے باوصف پھلوں تک ہر طرح بسہولت رسائی ایک خاص انعام ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِى ٱلْأَيَّامِ ٱلْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا۔ کھاؤ اور پیو۔

ای يقال ذلک۔ یعنی ان سے کہا جائے گا جو بلند باغوں میں ہوں گے۔ اور ضمیر کا جمع لانا معنی کی رعایت کے لیے ہے۔ اور یہ ''هُوَ'' جو کہ ضمیر واحد ہے کی خبر ہے۔

هَنِيٓـًٔا۔ رچتا ہوا۔

ای غير منغصين۔ (سہولت کے ساتھ یا فراغت)

بِمَآ أَسْلَفْتُمْ۔ صلہ اس کا جو تم نے آگے بھیجا۔

بمقابلة ما قدمتم من الاعمال الصالحة۔ یعنی اپنے ان اچھے اعمال کے بدلے و مقابلے میں جو تم نے دنیا میں آخرت کے لیے کیے تھے (آگے بھیجے تھے)۔

فِى ٱلْأَيَّامِ ٱلْخَالِيَةِ۔ گزرے دنوں میں۔

ای الماضيه و هى ايام الدنيا۔ یعنی ماضی میں (گزرے ہوئے زمانے میں) اور وہ دنیا کی زندگی کے دن تھے۔

وقيل الخالية من اللزائذ ای التى اخليتموها من الشهوات النفسانية۔ اور ایک قول ہے کہ الخالیہ سے مراد وہ دن ہیں جو لذات و شہوات نفسانیہ سے پاک گزرے ابن جبير و كيع من تفسير هذه الايام بايام الصيام۔ ابن جبیر اور وکیع سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایام الخالیۃ سے مراد روزوں کے دن ہیں۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِىَ كِتَٰبَهُۥ بِشِمَالِهِۦ فَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِى لَمْ أُوتَ كِتَٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يَٰلَيْتَهَا كَانَتِ

الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾

اور وہ جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔ میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال، میرا سب زور جاتا رہا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾۔

اور وہ جس کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

لما یری من قبح العمل و انجلاء الحساب عما لیسوء۔

اس سے مراد کافر ہے۔ بیہقی نے مجاہد رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ کافر کو نامہ اعمال پیچھے کی طرف سے بائیں ہاتھ میں سپرد ہوگا اس وقت جو وہ اپنے اعمال کی خرابی و برائی اور حساب کا معاملہ روشن دیکھے گا تو اس سے اسے بہت دکھ ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے کاش! مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾

اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

یعنی مجھے اس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾

ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔

يٰلَيْتَهَا۔ ای الموتة التی متها فی الدنیا یعنی وہ موت جس نے اسے دنیا میں مارا تھا۔

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ۔ ای القاطعة لامری ولم ابعث بعدها ولم الق ما الق۔

میرا معاملہ کاٹ دیتی اور میں اس کے بعد ہرگز زندہ نہ اٹھایا جاتا اور جس چیز سے دوچار ہوا ہوں اس سے ہرگز دوچار نہ ہوتا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کافر قیامت کے روز موت کی آرزو کرے گا حالانکہ حیات دنیوی میں اسے یہ ناگوار تھی۔ ایک قول ہے کہ اے کاش! حیات دنیوی ہی نہ ہوتی یعنی عدم ہی ہوتا اور میں زندہ پیدا نہ کیا جاتا۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾

میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال۔

ای ما اغنی عنی شیئا الذی کان لی فی الدنیا من المال و نحوہ کالاتباع۔

یعنی میرے لیے جو دنیا میں میرا مال تھا اور اسی طرح کی اشیاء جیسے خدام و اولاد وغیرہ، کوئی بھی میرے لیے فائدہ مند اور کارآمد نہ ہوا۔ یا جو میں نے دنیوی زندگی میں اکٹھا کر رکھا تھا وہ مجھے کچھ بھی عذاب سے نہ بچا سکا۔

هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾۔ میرا سب زور جاتا رہا۔

ای بطلت حجتی التی کنت احتج بها فی الدنیا و به فسره ابن عباس و مجاهد و الضحاک و عکرمة والسدی اکثر السلف۔

یعنی دنیا میں جن حجتوں سے میں احتجاج کرتا تھا (جھٹلایا کرتا تھا) میری وہ سب حجتیں خاک میں مل گئیں اور یہ تفسیر ابن

عباس، مجاہد، ضحاک، عکرمہ، سدی اور اکثر علماء سلف سے منقول ہے ایک قول ہے: ای بطلت ملکی وتسلطی علی الناس و بقیت فقیرا ذلیلا اوتسلطی علی القوی والآلات خلقت لی فعجزت عن استعمالها فی الطاعات یقول ذلک تحسرا و تاسفا۔ یعنی میری حکومت (بادشاہی) اور لوگوں پر تسلط وغلبہ فنا ہوگیا اور میں فقیر و ذلیل ہوکر باقی رہ گیا یا پھر کہے گا کہ میرا میرے قویٰ پر تسلط وغلبہ (اختیار) اور وہ آلات (اشیاء) جو میرے لیے پیدا کی گئی تھیں تو میں ان کے صحیح استعمال یعنی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کرنے سے باز رہا اور اس کا یوں کہنا بطور حسرت وافسوس ہوگا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾

اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، اسے پرودو۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ۔ اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔

خُذُوْهُ۔ ای فیقول الله تعالی للزبانیة خذوه۔ یعنی پھر حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا دوزخ کے فرشتوں (زبانیہ) سے کہ اسے پکڑ لو یعنی قید کرلو۔

فَغُلُّوْهُ۔ ای شدوه بالاغلال۔ یعنی اس کو گردن سے جکڑ دو۔ ایک قول ہے کہ اس کے گلے میں طوق ڈال کر باندھ لو۔

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ۔

بیان کیا گیا ہے ان الجحیم اسم لطبقة من النار بے شک ''جحیم'' دوزخ کی آگ کے ایک طبقہ کا نام ہے تو فرمایا جائے گا صلوه ای لا تصلوه یعنی اس کو اس کے اندر پہنچاؤ، (جحیم کا معنی ہے بڑی بھڑکتی آگ) واضح مطلب یہ ہے کہ اسے اس آگ میں خوب اندر جھونک دو۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ

پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے، اسے پرودو۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا

پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ای قیاسها و مقدار طولها یعنی ایسی زنجیر کے ساتھ جس کا اندازہ اور لمبائی کی مقدار ستر ہاتھ ہوگی۔

سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا۔ ستر ہاتھ۔

بعض علماء نے کہا ہے: والسبعون فی التکثیر والمبالغه ستر کا عدد تکثیر ومبالغہ کے لیے ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد معروف ظاہری عدد ہی ہے عربوں کے ہاں معروف ''ذراع الید'' ہی ہے یعنی ہاتھ (بانہہ) کی لمبائی۔ ابن عباس، ابن جریج اور محمد بن المنکدر علیہم الرضوان کا قول ہے: ''ذراع الملک'' حکومت یا حاکم کا پیمانہ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ذراع کیسا ہے۔ صاحب تفسیر مظہری کا کہنا ہے کہ شاید مراد دوزخ کے دربان فرشتوں (زبانیہ) کا ذراع ہے۔ اور یہی قوی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

فَاسْلُكُوْهُ۔ اسے پرودو۔

ای فادخلوہ۔ یعنی اسے اس میں (پرو دو) داخل کر دو۔ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے ابن جریج کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: انها تسلک فی دبره حتی تخرج من منخریه کہ کافر کی مقعد سے زنجیر داخل کر کے ناک کے نتھنوں میں سے نکالی جائے گی۔ ایک قول ہے کہ وہ زنجیر کافر میں اس طرح داخل کی جائے گی جس طرح کسی شے میں ڈورا پرو دیا جائے۔ اور یوں پرو دیا جانا انتہائی شدید ہوگا۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾

بے شک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

لانه کان فی الدنیا مستمرا علی الکفر بالله تعالی العظیم۔ یعنی اس لیے کہ یہ حیات دنیوی میں عظمت والے اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ انکار کرتا تھا۔ یہ نیا جملہ عذاب مذکور کی علت کا بیان ہے۔

ایک قول ہے کہ عظمت والے رب پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور عظیم (صفت الٰہیہ) کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ بڑائی اور عظمت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہی شان ہے اور وہی اس کا مستحق ہے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الکبریاء ردائی والعظمة ازاری بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لفظ عظیم کے ذکر میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ کافر دنیا میں متکبر بنتے تھے اور اللہ پر ایمان نہ لاتے تھے اور کفر و سرکشی میں بڑے بنتے تھے اور عظمت والے رب کی عظمت و وحدانیت کو نہ مانتے تھے تو گویا ان کی خود ساختہ بڑائی اور تکبر کا یہ زعم باطل ہی ان کے عذاب کا باعث بنا اور مذکور حدیث قدسی ہی میں ہے کہ جس نے مجھ سے کبریائی اور عظمت کو کھینچا فقذفته فی النار تو میں اسے ضرور آگ میں داخل کروں گا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾

اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا۔

ای ولا یحث علی بذل طعامه الذی یستحقه فی المال الموسر۔ یعنی وہ شخص جس کے مال میں کسی کا حق بآسانی مل سکتا اسے بھی مسکین کو کھلانے کی انگیخت یا کھلانے پر آمادہ نہ کرتا، خود دینا تو اور بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طعام بمعنی الاطعام ای ولا یحث علی اطعام المسکین یعنی خود مسکین کو کھلانے کی رغبت ہی نہیں رکھتا تھا۔ و قیل لما ان اقبح العقائد الکفر واشنع الرزائل البخل و قسوة القلب اس آیت کے ضمن میں علماء نے فرمایا کہ عقائد میں بدترین عقیدہ کفر و شرک ہے اور اخلاق رزیلہ میں سے اشد و بدترین بخل (کنجوسی، راہ خدا میں خرچ نہ کرنا) اور قلب (دل) کی سختی ہے۔ مسکین کو کھلانا چونکہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے حصول کے لیے ہوتا ہے اور کافر کا یہ ایمان و اعتقاد ہی نہیں ہوتا لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ایسا عقیدہ ہی نہ رکھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾

تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کی پیپ۔ اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ

تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

قریب مشفق یحمیه و یدفع عنه لان اولیاءه یتحامونه و یفرون منه۔

Marfat.com

یعنی آج آخرت کے دن اس کے قریب کوئی شفقت کرنے والا دوست نہ ہوگا کہ وہ اس سے عذاب کو ہٹانے کی سفارش کر سکے کیونکہ اس کے جگری یار دنیاوی زندگی میں اس کے حامی اور دوست بنتے تھے اور اب وہ اس سے دور بھاگیں گے۔

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ

اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کی پیپ۔

قال اللغويون هو ما يجرى الجراح اذا غسلت فعلين من الغسل وقال ابن عباس فى رواية ابن ابى حاتم و ابن المنذر من طريق عكرمة عنه انه الدم و الماء الذى يسيل من لحوم اهل النار وفى معناه قوله فى روايتهما من طريق على بن ابى طلحة عند هو صديد اهل النار واخرج ان ابى حاتم من طريق مجاهد عنه انه قال ما ادرى ما الغسلين و لكنى اظنه الزقوم والاكثرون على الاول۔

علماء لغت کا فرمانا ہے کہ "غِسْلِيْنٍ" سے مراد وہ شے (پیپ یا کچا لہو) جو زخم سے اس وقت جاری ہوتی ہے جب اسے دھویا جاتا ہے اور ابن عباس سے بطریق عکرمہ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رعلیہم الرضوان نے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ لہو اور وہ (گندا) پانی ہے جو دوزخیوں کے بدن سے بہے گا اور اس کے معنی میں ان دونوں روایتوں میں بطریق علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ ایک قول ہے کہ غِسْلِيْنٍ سے مراد جہنم کی پیپ ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے بطریق مجاہد ابن عباس علیہم الرضوان ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ "غِسْلِيْنٍ" کیا شے ہے البتہ میرا گمان ہے کہ اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔ تاہم اکثر علماء کے نزدیک پہلا قول ہی قوی ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ وہاں کھانے کو کچھ نہ ہوگا مگر بس یہی کچا لہو اور پیپ جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ

اسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار۔

اى المشركون كما روى عن ابن عباس۔ یعنی مشرک جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار بداطوار اور مشرکوں کے سوا اسے کوئی نہ کھائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ الحاقۃ۔ پ ۲۹

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾	تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾	اور جنہیں تم نہیں دیکھتے
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾	بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں
وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾	اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں، تم کتنا کم یقین رکھتے ہو
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾	اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾	اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾	اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾	ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے

وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے بھی ہیں

وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے

وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ اور بے شک وہ یقینی حق ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کرو

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ الحاقۃ۔پ ۲۹

فَلَآ۔میں	اُقْسِمُ۔قسم اٹھاتا ہوں	بِمَا۔اس کی جو	تُبْصِرُوْنَ۔تم دیکھتے ہو
وَ۔اور	مَا۔اس کی بھی جو	لَا۔نہیں	تُبْصِرُوْنَ۔تم دیکھتے ہو
اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَقَوْلُ۔بات ہے	رَسُوْلٍ۔رسول	كَرِيْمٍ۔محترم کی
وَّ۔اور	مَا۔نہیں	هُوَ۔وہ	بِقَوْلِ۔بات
شَاعِرٍ۔شاعر کی	قَلِيْلًا۔تھوڑا ہے	مَّا۔جو	تُؤْمِنُوْنَ۔تم ایمان لاتے ہو
وَ۔اور	لَا۔نہیں ہے	بِقَوْلِ۔بات	كَاهِنٍ۔کاہن کی
قَلِيْلًا۔تھوڑا ہے	مَّا۔جو	تَذَكَّرُوْنَ۔نصیحت لیتے ہو	تَنْزِيْلٌ۔اتارا گیا ہے
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔سارے جہانوں کے رب کی طرف سے		وَ۔اور	لَوْ۔اگر
تَقَوَّلَ۔بنالیتا	عَلَيْنَا۔ہم پر	بَعْضَ۔بعض	الْاَقَاوِيْلِ۔باتیں
لَاَخَذْنَا۔تو پکڑ لیتے ہم		مِنْهُ۔اس کو	بِالْيَمِيْنِ۔قوت سے
ثُمَّ۔پھر	لَقَطَعْنَا۔ہم کاٹ دیتے	مِنْهُ۔اس کی	الْوَتِيْنَ۔رگ دل
فَمَا۔تو نہ ہوتا	مِنْكُمْ۔تم میں سے	مِّنْ اَحَدٍ۔کوئی بھی	عَنْهُ۔اس کو
حٰجِزِيْنَ۔بچانے والا	وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَتَذْكِرَةٌ۔نصیحت ہے
لِلْمُتَّقِيْنَ۔پرہیزگاروں کے لیے		وَ۔اور	اِنَّا۔بے شک ہم
لَنَعْلَمُ۔ضرور جانتے ہیں	اَنَّ۔یہ کہ	مِنْكُمْ۔تم میں سے کچھ	مُّكَذِّبِيْنَ۔جھٹلانے والے
ہیں	وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ	لَحَسْرَةٌ۔حسرت ہے
عَلَى۔اوپر	الْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کے	وَ۔اور	اِنَّهٗ۔بے شک وہ
لَحَقُّ۔حق ہے	الْيَقِيْنِ۔یقینی	فَسَبِّحْ۔سو تسبیح کرو	بِاسْمِ۔نام
رَبِّكَ۔اپنے رب	الْعَظِيْمِ۔بڑے کی		

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم - سورۃ الحاقۃ - پ ۲۹

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾

تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول کی باتیں ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ای المشاهدات والمغيبات واليه يرجع قول قتادة و قال عطاء ما تبصرون من آثار القدرة وما لا تبصرون من اسرار القدرة و قيل الاجسام والارواح و قيل الدنيا و الاخرة و قيل الانس و الجن والملائكة و قيل الخلق والخالق و قيل النعم الظاهرة والباطنة۔

یعنی وہ سب اشیاء جو تم دیکھتے ہو اور وہ جو تم سے پوشیدہ ہیں جنہیں تم عقل ونظر سے نہیں دیکھ سکتے (غیب کی چیزیں) اور قتادہ کا قول یہی ہے اور عطا کا قول ہے کہ جو کچھ تم آثار قدرت (قدرت کی نشانیوں) سے دیکھتے ہو اور وہ جو تم قدرت کے اسرار (پوشیدہ امور) سے نہیں دیکھتے ہو۔ اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد اجسام اور نہ دیکھنے سے مراد ارواح ہیں اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد دنیا اور نہ دیکھنے سے آخرت ہے۔ ایک اور قول ہے کہ مراد انسان، جن اور فرشتے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ مراد مخلوقات اور خالق ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مراد ظاہری اور باطنی نعمتیں ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

اِنَّهٗ۔ ای القرآن یعنی قرآن حکیم۔

لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ يبلغه عن الله تعالى فان الرسول لا يقول عن نفسه۔

وہ اسے (قرآن) کو اپنے پروردگار حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے پہنچاتے ہیں تو بے شک وہ (رسول) اسے اپنے نفس سے نہیں کہتے اور رسول کریم سے مراد اکثر مفسرین کرام کے نزدیک نبی اکرم حبیب محتشم ﷺ ہیں اور ابن السائب، مقاتل اور ابن قتیبہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

مقاتل رحمہ اللہ سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد ﷺ ساحر ہیں اور ابو جہل نے کہا شاعر ہیں اور عتبہ نے کہا کاہن ہیں تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اقوال باطلہ کا رد فرمایا اور "فَلَآ اُقْسِمُ" فرما کر فرمایا (وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ) اور یہ قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے اي ان هذا القرآن لقول جبريل الرسول الكريم وما هو من تلقاء محمد صلى الله عليه وسلم كما تزعمون وتدعون انه شاعر و كاهن ويكون قد نفى عنه صلى الله عليه وسلم الشعر والكهانة على سبيل الادماج۔ یعنی یہ قرآن حکیم اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام جو معزز رسول کا قول ہے اور (ان کے ذریعہ وحی کیا گیا ہے) محمد ﷺ کی ذات کا قول (خود ساختہ) نہیں جیسا کہ تم

گمان کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ وہ شاعر اور کاہن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ بات کو موافق و پختہ کرنے کے طور پر نبی اکرم ﷺ سے شاعری اور کہانت کی نفی کی گئی ہو۔

(قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾) کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

قَلِيلًا مصدر ہے اور اس کی حالت نصبی ظرفیت پر مبنی ہے اور مَّا قلت کو مؤکد ہے جس کا مطلب ہے انتہائی کم، مراد ایمان کی نفی ہے کہ انتہائی بے ایمان ہیں کہ حق بات نہیں سمجھتے کہ قرآن حکیم نہ تو شعر ہے اور نہ ہی سحر اور نہ ہی کہانت۔ اور شاعری ساحری اور کہانت کی کون سی ایسی بات ہے جو تم اس میں پاتے ہو، جب کہ تم جانتے ہو کہ یہ ایسا ہرگز نہیں تو پھر قبول حق میں کیا امر مانع ہے مگر بس یہی کہ تم ڈھٹائی کے ساتھ ضد اور عناد پر جمے ہوئے ہو۔ ایک قول ہے ای تصدقون تصدیقاً قلیلا یعنی جب قرآن حکیم کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے اس کی تصدیق کرنے (سچا ماننے) لگتے ہیں مگر جب عناد کا غلبہ ہوتا تو کہتے ہیں کہ اگر یہ عذاب تیری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔

(وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾) اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو۔

(وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ) اور نہ کسی کاہن کی بات۔

کما تدعون مرة اخری۔ جیسا کہ تم (کفار) دوسری بات کا دعویٰ کرتے ہو یعنی بعض کفار کہتے ہیں کہ قرآن حکیم شاعری ہے اور بعض کفار جیسے عتبہ وغیرہ کہتے تھے کہ یہ کہانت ہے تو یہ قرآن حکیم کسی کاہن کا قول نہیں۔

(قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾) کتنا کم دھیان کرتے ہو۔

ای تذکرون تذکرا قلیلا۔ یعنی تم بہت ہی کم غور و تدبر سے کام لیتے ہو۔ قرآن کا شعر و کہانت نہ ہونا ایک ایسا امر تھا کہ کفار کو انکار کی گنجائش نہ تھی مگر پھر بھی انکار کرنا تدبر کی انتہائی کمی اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا۔

تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾۔ اس نے اتارا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

(تَنْزِيلٌ) ای ھو تنزیل یعنی اس نے اتارا ہے وہ قرآن جو اترا ہے مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ نزله سبحانه علی لسان جبریل علیه السلام۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کو جبریل علیہ السلام کی زبانی اتارا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے، پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے، پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

(وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾) اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔

التقول الافتراء وسمی تقولا لانه قول متکلف والاقاویل الاقوال المفتراة وھی جمع قول۔

التقول سے مراد بہتان باندھنا یا کسی پر کوئی بات جو اس نے نہ کہی ہو لگانا اور اس کو "تقولا" بھی بولا جاتا ہے کیونکہ یہ خود ساختہ بات ہوتی ہے اور "اقاویل" قول سے جمع ہے یا اقوال سے جمع الجمع ہے جیسے انعام سے اناعیم اور ابیات سے اباییت۔ اور مراد گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے لو ادعی علینا شیئاً لم نقله کہ اگر وہ ہم پر کسی ایسی شے کا دعویٰ کریں جو ہم

Marfat.com

نے نہ کہی تو ہم ضرور ان سے بقوت بدلہ لیتے جیسا کہ آگے ارشاد ہے:

(لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾) ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے۔ ای لامسکناہ۔ یعنی ہم ضرور اس کو روک دیتے یعنی ضرور پکڑ لیتے (مِنْهُ) ان سے۔ من سببیہ ہے یعنی اس کے افتراء کے باعث یا من گھڑت بات کی وجہ سے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی۔ (بِالْيَمِيْنِ) دائیں ہاتھ کے ساتھ ای بالقوة والقدرة کما فسر ابن عباس یعنی قوت اور قدرت کے ساتھ جیسا کہ تفسیر میں عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے اور لفظ یمین متشابہات سے ہے اور اللہ اعلم بمراده۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔

ای وتینه وهو کما قال ابن عباس نیاط القلب الذی اذا انقطع مات صاحبه وعن مجاهد انه الحبل الذی فی الظهر وهو النخاع وقال الکلبی هو عرق بین العلباء وهی عصب العنق والحلقوم۔ یعنی پھر اس کی رگ حیات کاٹ دیتے اور وہ جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے کہ دل کی ایک ایسی رگ ہے کہ جب کٹ جائے تو آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ وہ نخاع یعنی حرام مغز ہے اور کلبی کا قول ہے کہ وہ رگ ہے جو گردن کے پٹھوں میں ہوتی ہے اور وہ گردن اور نرخرہ (گلے) کا پٹھہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے شہ رگ کاٹ دیتے یا دل کی وہ رگ کاٹ دیتے جو زندگی کو ختم کر دیتی۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

فَمَا مِنْكُمْ پھر تم میں سے کوئی نہ ایها الناس یعنی اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص بھی (عَنْهُ) اس سے ای هذا الفحل من احد وهو القتل یعنی اس کام سے اور وہ کاٹنا (رگ جان کا) حٰجِزِيْنَ۔ بچانے والا ہوتا ای مانعین یعنی ہمیں اس کام (قتل) سے روکنے والا ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ہمیں اس کی رگ جان کے قتل سے نہ روک سکتا۔

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾۔ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے۔

وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ ای القرآن یعنی یہ قرآن حکیم لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ ڈر والوں کو نصیحت ہے لانهم المنتفعون به اس لیے کہ اہل تقویٰ (اللہ عزوجل سے ڈرنے والے مومنین) کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اس کی تلاوت سے بہت خیر حاصل کرتے ہیں۔

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾۔ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔

مسلمانوں سے خطاب ہے اور مطلب یہ ہے ان منهم ناسا سیکفرون بالقرآن بے شک تم میں سے کچھ لوگ ہوں گے جو مستقبل قریب میں قرآن حکیم کا انکار کریں گے۔ ایک قول فنجازیهم علی تکذیبهم تو ہم ان جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے کی سزا ضرور دیں گے۔

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾۔ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔

وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ ای القرآن یعنی قرآن حکیم۔

لَحَسْرَةٌ ضرور حسرت۔ عظیمة یعنی بہت بڑی ندامت و حسرت۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ کفار پر۔ عند مشاهدتهم لثواب المومنین یعنی بروز حشر جب اہل ایمان کے اجر و ثواب

انعام واعزاز کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں ایمان نہ لانے پر سخت افسوس وحسرت ہوگی۔ اور مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی تکذیب پر انہیں شدید حسرت ہوگی۔

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ ۔اور بے شک وہ یقینی حق ہے۔

وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ ای القرآن یعنی قرآن کریم۔

لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ یعنی حق ہے ای للیقین حق الیقین یعنی یقین کے لیے حق الیقین ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ عین الیقین ہے، حق باطل کی ضد ہے جس کا معنی ہے باطل یقین نہیں جب کہ حق عین یقین ہے اور قاموس میں یقین کا معنی یہ ہے ما یزیل الشک والشبهة جو شک وشبہ کو مٹادے بلاشبہ قرآن حکیم شکوک وشبہات کو مٹانے والا ہے اور ہر ریب و شک سے مبرا ہے۔ ایسا روشن واضح ہے کہ کوئی سمجھ دار اس کا انکار ہی نہیں کرسکتا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾ ۔تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح بولو۔

ای فسبح اللہ تعالیٰ بذکر اسمه العظیم تنزیها له عن الزما بالتقول وشکرا علی ما اوحی الیک من هذا القرآن الجلیل الشان یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو کسی افتراء پرداز کی افتراء پردازی پر راضی رہنے اور غلط باتوں سے موصوف ہونے سے پاک بیان کرو اور اس کا شکریہ بجالاؤ کہ اس ذات کریم نے تمہاری جانب اپنے اس باعظمت اور رفیع الشان کلام کریم کی وحی نازل فرمائی۔ تسبیح کے بارے میں تفصیل سورۂ واقعہ میں گزرچکی۔ حدیث شریف میں ہے جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو تملأ ما بین السموات والارض زمین وآسمان کی درمیانی جگہ نور وبرکت سے معمور ہوجاتی ہے اور ایک روایت میں ہے ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور ترمذی رحمہ اللہ سے منقول ہے جب بندہ سبحان اللہ العظیم وبحمده کہتا ہے تو جنت میں اس کے لیے ایک کھجور کا درخت لگادیا جاتا ہے اور صحیحین میں ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر نہایت ہلکے میزان کو جھکا دینے والے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں وہ دو کلمے ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ وبحمده (استغفر اللہ)

الحمدللہ آج سورۃ الحاقۃ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

عبدہ المذنب

۱۱فروری ۱۹۹۲ء

٦ شعبان المعظم ١٤١٢ھ

Marfat.com

سورۃ المعارج مکیہ

اس سورۃ میں دو رکوع، چوالیس آیتیں، دو سو چوبیس کلمے، نو سو انتیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔سورۃ المعارج۔پ ۲۹

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ(۱)
ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔

لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ(۲)
جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

مِّنَ اللّٰہِ ذِی الۡمَعَارِجِ ؕ(۳)
وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ۚ(۴)
ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا (۵)
تو تم اچھی طرح صبر کرو۔

اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۙ(۶)
وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔

وَّ نَرٰىہُ قَرِیۡبًا ؕ(۷)
اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۙ(۸)
جس دن آسمان ہوگا جیسے گلی چاندی۔

وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ۙ(۹)
اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔

وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ۚۖ(۱۰)
اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ (۱۱)
ہونگے انہیں دیکھتے ہوئے، مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے۔

وَ صَاحِبَتِہٖ وَ اَخِیۡہِ ۙ(۱۲)
اور اپنی جورو اور اپنا بھائی۔

وَ فَصِیۡلَتِہِ الَّتِیۡ تُــٔۡوِیۡہِ ۙ(۱۳)
اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ثُمَّ یُنۡجِیۡہِ ۙ(۱۴)
اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے

کَلَّا ؕ اِنَّہَا لَظٰی ۙ(۱۵)
ہر گز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔

نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی ۚ(۱۶)
کھال اتار لینے والی۔

تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَ تَوَلّٰی ۙ(۱۷)
بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔

وَ جَمَعَ فَاَوۡعٰی (۱۸)
اور جوڑ کر بحفاظت رکھا۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ ہَلُوۡعًا ۙ(۱۹)
بے شک انسان بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔

اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۙ(۲۰)
جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا۔

Marfat.com

وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱ — اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ — مگر نمازی۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝۲۳ — جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ — اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ — اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۲۶ — اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۲۷ — اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝۲۸ — بیشک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۲۹ — اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۳۰ — مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۳۱ — تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۳۲ — اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝۳۳ — اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۳۴ — اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝۳۵ — یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ المعارج۔پ ۲۹

سَاَلَ۔سوال کیا	سَآئِلٌ۔ایک سوال کرنے والے نے		بِعَذَابٍ۔عذاب
وَّاقِعٍ۔واقع ہونے والے کا	لِّلْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کے لیے	لَيْسَ۔نہیں کوئی	لَهٗ۔اس کو
دَافِعٌ۔روکنے والا	مِّنَ اللّٰهِ۔اللہ	ذِي الْمَعَارِجِ۔بلندیوں والے کی طرف سے	
تَعْرُجُ۔چڑھتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ۔فرشتے	وَ۔اور	الرُّوْحُ۔روح
اِلَيْهِ۔اس کی طرف	فِيْ۔بیچ	يَوْمٍ۔دن کے کہ	كَانَ۔ہے
مِقْدَارُ۔اندازہ	هٗ۔اس کا	خَمْسِيْنَ۔پچاس	اَلْفَ۔ہزار
سَنَةٍ۔سال	فَاصْبِرْ۔تو صبر کرو	صَبْرًا۔صبر	جَمِيْلًا۔اچھا
اِنَّهُمْ۔بے شک وہ	يَرَوْنَهٗ۔دیکھتے ہیں اس کو	بَعِيْدًا۔دور	وَّ۔اور
نَرٰىهُ۔ہم دیکھتے ہیں اس کو	قَرِيْبًا۔قریب	يَوْمَ۔جس دن	تَكُوْنُ۔ہوگا
السَّمَآءُ۔آسمان	كَالْمُهْلِ۔جیسے گلی چاندی	وَ۔اور	تَكُوْنُ۔ہو جائیں گے

Marfat.com

الْجِبَالُ۔ پہاڑ　كَالْعِهْنِ۔ مانند اون کے　وَ۔ اور　لَا۔ نہ
يَسْئَلُ۔ پوچھے گا　حَمِيْمٌ۔ کوئی دوست　حَمِيْمًا۔ کسی دوست کو　يُبَصَّرُوْنَهُمْ۔ وہ دیکھتے
ہوں گے ان کو　يَوَدُّ۔ پسند کرے گا　الْمُجْرِمُ۔ مجرم　لَوْ۔ کاش کہ
يَفْتَدِيْ۔ فدیہ دے　مِنْ عَذَابِ۔ عذاب　يَوْمِئِذٍ۔ اس دن کے بدلے　بِبَنِيْهِ۔ ساتھ اپنے بیٹے کے
وَ۔ اور　صَاحِبَتِهٖ۔ اپنی بیوی کے　وَ۔ اور　اَخِيْهِ۔ اپنے بھائی کے
وَ۔ اور　فَصِيْلَتِهِ۔ اپنی برادری کے　الَّتِيْ۔ وہ جو　تُـْٔوِيْهِ۔ اس کو جگہ دیتی تھی
وَ۔ اور　مَنْ۔ جو　فِي۔ بیچ　الْاَرْضِ۔ زمین کے ہے
جَمِيْعًا۔ سب کچھ　ثُمَّ۔ پھر　يُنْجِيْهِ۔ نجات دے یہ فدیہ اسکو　كَلَّا۔ ہرگز نہیں
اِنَّهَا۔ بیشک وہ　لَظٰى۔ شعلہ ہے　نَزَّاعَةً۔ جھلس دینے والی　لِّلشَّوٰى۔ چہرے کو
تَدْعُوْا۔ بلائے گی　مَنْ۔ اس کو جس نے　اَدْبَرَ۔ پیٹھ پھیری　وَ۔ اور
تَوَلّٰى۔ منہ پھیرا　وَ۔ اور　جَمَعَ۔ جمع کیا　فَاَوْعٰى۔ اور جوڑ کر بحفاظت رکھا
اِنَّ۔ بیشک　الْاِنْسَانَ۔ انسان　خُلِقَ۔ پیدا کیا گیا ہے　هَلُوْعًا۔ بے صبرا
اِذَا۔ جب　مَسَّهُ۔ پہنچتی ہے اس کو　الشَّرُّ۔ تکلیف　جَزُوْعًا۔ تو گھبرانے والا ہے
وَّ۔ اور　اِذَا۔ جب　مَسَّهُ۔ پہنچتی ہے اس کو　الْخَيْرُ۔ بھلائی
مَنُوْعًا۔ تو روکنے والا ہے　اِلَّا۔ مگر　الْمُصَلِّيْنَ۔ نمازی　الَّذِيْنَ۔ کہ جو
هُمْ۔ وہ　عَلٰى۔ اوپر　صَلَاتِهِمْ۔ اپنی نمازوں کے　دَآئِمُوْنَ۔ ہمیشگی کرتے ہیں
وَ۔ اور　الَّذِيْنَ۔ وہ کہ　فِيْ۔ بیچ　اَمْوَالِهِمْ۔ ان کے مالوں کے
حَقٌّ۔ حق ہے　مَّعْلُوْمٌ۔ مقرر　لِّلسَّآئِلِ۔ واسطے مانگنے والے کے
وَ۔ اور　الْمَحْرُوْمِ۔ نہ مانگنے والے کے　وَ۔ اور　الَّذِيْنَ۔ وہ جو
يُصَدِّقُوْنَ۔ تصدیق کرتے ہیں　بِيَوْمِ۔ دن　الدِّيْنِ۔ قیامت کی　وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ کہ　هُمْ۔ وہ　مِّنْ۔ ہر وقت　عَذَابِ۔ عذاب
رَبِّهِمْ۔ اپنے رب سے　مُّشْفِقُوْنَ۔ ڈرتے ہیں　اِنَّ۔ بے شک　عَذَابَ۔ عذاب
رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کا　غَيْرُ۔ نہیں ہے　مَاْمُوْنٍ۔ نڈر ہونے کی چیز　وَ۔ اور
الَّذِيْنَ۔ وہ کہ　هُمْ۔ وہ　لِفُرُوْجِهِمْ۔ اپنی شرمگاہوں کی　حٰفِظُوْنَ۔ حفاظت کرتے ہیں
اِلَّا۔ مگر　عَلٰٓى۔ اوپر　اَزْوَاجِهِمْ۔ اپنی بیویوں کے　اَوْ۔ یا
مَا۔ جس کے　مَلَكَتْ۔ مالک ہوئے　اَيْمَانُهُمْ۔ ان کے دائیں ہاتھ　فَاِنَّهُمْ۔ تو وہ
غَيْرُ۔ نہیں ہیں　مَلُوْمِيْنَ۔ ملامت کیے گئے　فَمَنِ۔ تو جو　ابْتَغٰى۔ چاہے
وَرَآءَ۔ سوا　ذٰلِكَ۔ اس کے　فَاُولٰٓئِكَ۔ تو یہی　هُمُ۔ وہ ہیں

Marfat.com

الْعٰدُوْنَ۔حد سے بڑھنے والے		وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ
هُمْ۔کہ وہ	لِاَمٰنٰتِهِمْ۔اپنی امانتوں کی	وَ۔اور	عَهْدِ۔عہد
هِمْ۔اپنے کی	رٰعُوْنَ۔حفاظت کرتے ہیں	وَ۔اور	الَّذِيْنَ۔وہ
هُمْ۔کہ وہ	بِشَهٰدٰتِهِمْ۔اپنی گواہی پر	قَآئِمُوْنَ۔قائم ہیں	وَ۔اور
الَّذِيْنَ۔وہ	هُمْ۔کہ وہ	عَلٰى۔اوپر	صَلَاتِهِمْ۔اپنی نمازوں کے
يُحَافِظُوْنَ۔حفاظت کرتے ہیں		اُولٰٓئِكَ۔یہی لوگ	فِيْ۔بیچ
جَنّٰتٍ۔باغوں کے	مُّكْرَمُوْنَ۔عزت کیے جائیں گے		

سورة المعارج

جمہور کے نزدیک سورت المعارج بالاتفاق مکیہ ہے اور اس سورۂ مبارکہ کا نام سورت المواقع اور سورۃ سأل بھی ہے اس کی چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔مجمع البیان میں حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ کے سوا باقی سورۂ مبارکہ مکی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ سورۃ الحاقۃ کے بعد نازل ہوئی اور یہ سورۃ الحاقۃ کے تتمہ کی مانند ہے جس میں قیامت و عذاب جہنم کا بقیہ بیان ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ المعارج۔پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔

ای دعا داع به فالسؤال بمعنى الدعاء ولذا عدى بالباء تعديته بها فى قوله تعالىٰ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ والمراد استدعاء العذاب وطلبه وليس من التضمين فى شئ وقيل الفعل مضمن معنى الاهتمام والاعتناء اوهو مجاز عن ذلک فلذا عدى بالباء وقيل ان الباء زائدة وقيل انها بمعنى عن كما قوله تعالىٰ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا والسائل هو النضر بن الحرث كما روى النسائى وجماعة وصححه الحاكم عن ابن عباس۔یعنی ایک مانگنے والے نے اس کو (عذاب) مانگا تو سوال دعا (مانگنے) کے معنی میں ہے اور اسی لیے لفظ عذاب پر باء کو بڑھا کر اس کو متعدی کیا ہے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے۔کل پر با کا اضافہ ہے'' (حم الدخان) اور اس سے مراد عذاب کی درخواست اور اس کا مانگنا ہے اور وہ کسی بھی شے کے ضمن میں نہیں اور ایک قول ہے کہ فعل سال اہتمام اور الاعتناء کے معنی کو شامل ہے یا اس کے ضمن میں ہے یا پھر اس سے مجازاً مراد ہے اس لیے باء بڑھایا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باء زائد ہے اور ایک قول ہے باء بمعنی عن (بابت) ہے جیسا کہ حق سبحانہ کا

Marfat.com

ارشاد ہے: فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ''تو کسی جاننے والے سے اس کی شان پوچھ''۔ ہ کی ضمیر پر باء بمعنی عن ہے اور یہ سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا جیسا کہ نسائی اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تصحیح کی ہے۔ ایک قول ہے کہ سائل ابوجہل تھا اور بعض نے کہا وہ حرث بن نعمان تھا۔ نضر بن حارث نے کہا تھا: وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال:32)

اے اللہ! اگر یہ عذاب تیری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ اور صنادید قریش کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ باہم کہنے لگے کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا۔ بغوی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سائل ایک دوزخ کا نالہ ہے۔ وَّاقِعٍ سے مراد ہونے والا اور یہ عذاب مطلوبہ صفت یا اس سے متعلق ہے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ ۔ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں پر

صفة اخرى لعذاب اى كائن لكافرين او صلة لواقع واللام للتعليل او بمعنى على ويؤيده قرائة ابى على الكافرين۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی عذاب کافروں کے لیے ہونے والا ہے یا پھر واقع کا صلہ ہے اور لام تعلیل کے لیے یا علیٰ (اوپر) کے معنی میں ہے اور ابی کی قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے علی الکافرین پڑھا۔ اور ایک قول ہے کہ یہ سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار نے کہا تھا کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا۔ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے اور جملہ مؤکدہ ہے کہ کفار پر اس عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۝۳ ۔ وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے۔ متعلق بدافع یہ عذاب کے دفع کرنے (ہٹانے) سے متعلق ہے یعنی یہ عذاب کفار کے لیے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے اور یہ ٹل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی اس کو روک سکے گا۔

ذِى الْمَعَارِجِ ۝۳ جو بلندیوں کا مالک ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی صفت ہے یعنی بلندیوں اور درجات کا مالک والمراد بها على ماروى عن ابن عباس السموت تعرج فيها الملائكة من سماء الى سماء اور معارج سے مراد جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''آسمان'' ہیں جن میں ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک فرشتے چڑھتے ہیں۔ ایک قول ہے: اى ذى المصاعد التى تصعد فيها الملائكة بالاوامر والنواهى۔ معارج سے مراد یعنی درجات والا یا ان مقامات قرب والا (مالک) جن میں فرشتے احکام ونواہی کے ساتھ چڑھتے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد مراتب سلوک ہیں جن کی سالکان طریقت ترقی پاتے ہیں یا مراد فرشتوں کے مراتب ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد فضائل اور نعمتیں ہیں یعنی نعمتوں کا مالک اللہ۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مراد مقامات معنویہ ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴

ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ عروج کرتے ہیں ملائکہ اور جبریل۔

ای جبریل علیہ السلام کما ذھب الیہ الجمھور روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا ارشاد ہے۔ اور یہاں فرشتوں کے ساتھ ان کا انفرادی ذکر ان کے مخصوص شرف و فضل کا اظہار ہے کہ وہ فرشتوں کے سردار اور ان میں ممتاز و منفرد مقام کے حامل ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ روح سے مراد حفاظت فرمانے والے فرشتے ہیں جو فرشتوں کے اسی طرح محافظ پیدا کیے گئے ہیں جس طرح بنی آدم کی حفاظت کے لیے فرشتے الملائکۃ الحافظین لبنی ادم مقرر ہیں۔ ایک قول ارواح انسانی مراد ہیں۔ یہ سب قرب و حضور کے مراتب کی طرف چڑھتے یا حق سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر کے نزول کے مقامات کی طرف ترقی پاتے یا چڑھتے ہیں۔

اِلَيْهِ اس کی بارگاہ کی طرف۔

قیل ای الی عرشہ تعالیٰ و حیث یھبط اوامرہ سبحانہ کہا گیا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کی طرف یا ان مقامات کی طرف جو نزول امر کا محل ہیں اور اس کی نظیر کتاب کریم میں ہے جو قول خلیل اللہ علیہ السلام ہے اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ اور یہاں الیٰ سے مراد ہے ای الی حیث امرنی وہاں جہاں مجھے حکم پروردگار ملا ہے۔ یعنی اس مقام و محل کی طرف اور حق سبحانہ وتعالیٰ مکان سے اور جسمانیت سے پاک ہے۔

فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ۔ وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

ای من سنینکم الظاھر تعلقہ بتعرج والیوم بمعنی الوقت والمراد بہ مقدار ما یقوم الناس فیہ لرب العالمین الیٰ ان یستقر اھل الجنۃ فی الجنۃ واھل النار فی النار من الیوم الآخر والذی لا نھایۃ لہ۔ یعنی تمہارے ظاہری سالوں کی مقدار کے مطابق ہوگا اور اس کا تعلق ''تَعْرُجُ'' کے ساتھ ہے اور یوم بمعنی وقت ہے اور اس سے مراد وقت کی مقدار ہے جس میں (قیامت کے روز) لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں پہنچ جائیں اور وہ ایسا دن ہے کہ جس کی نہایت (حد) نہیں۔ ایک قول ہے کہ اس دن کی طوالت بیان کرنے میں اس کے شدائد کی طرف اشارہ ہے اور عددی مقدار سے حقیقی مدت مراد نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے اور اہل عرب کی عادت ہے کہ سختی و شدت اور حزن و غم کے اوقات کو ''طول'' سے یونہی آرام و آسائش اور فرحت و مسرت کے اوقات کو ''قصر'' سے توصیف کرتے یا تشبیہ دیتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے

من قصر اللیل اذا زرتنی اشکو وتسکین من الطول

''رات کے مختصر سے عرصے (پردے میں) میں جب تو نے مجھ سے ملاقات کی۔ میں اور تو شکوے اور شکایتیں ہی لمبی کرتے رہے''۔

اور شاعر کہتا ہے

لیلی و لیلی نفی نومی اختلافھما بالطول والطول یا طوبی لو اعتدلا

''لیلیٰ اور میری رات دونوں کے جھگڑے نے میری نیند ختم کردی۔ لیلیٰ کی لمبی فرقت اور اس کی یاد میں راتوں کی لمبائی

اے شوق کاش دونوں میں کوئی اعتدال ہوتا''۔

اگر یوم کا تعلق ''تَعْرُجُ'' سے ہو جیسا کہ بعض علماء کا ارشاد ہے تو چڑھنے کی مدت کا بیان ہے کہ یہ چڑھنا پچاس ہزار برس کی مدت کا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ سے یہی منقول ہے اور محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ دنیا سے عرش تک کی مسافت پچاس ہزار برس کی ہے۔ اور سورۂ الم تنزیل میں دن کی مقدار ہزار برس فرمائی ہے: (اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ) بیہقی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایسا دنیا میں ہوتا ہے اور قیامت کے روز یہ مقدار کافروں کے لیے پچاس ہزار کردی جائے گی۔ امام احمد، ابن حبان، ابویعلی، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی کس قدر لمبا ہوگا؟ ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ''انه ليخفف على المومن حتى يكون أهون عليه من الصلوة المكتوبة يصليها فى الدنيا'' بلاشبہ وہ مومن کے لیے ضرور سبک تر (انتہائی کم وقت) اور ہلکا ہوگا یہاں تک کہ دنیا میں جتنے وقت میں فرض نماز پڑھتا تھا اس سے بھی کم وقت ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے اور وَّاقِعٍ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ کفار پر یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یعنی قیامت کے دن اس کا وقوع ہوگا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

توتم اچھی طرح صبر کرو۔ وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ توتم اچھی طرح صبر کرو۔

اى فاصبر ولا تستعجل فان الموعود كائن لامحالة یعنی آپ صبر فرمائیے اور جلدی نہ چاہیے کہ بلاشبہ جس عذاب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ کفار کے لیے لامحالہ ہو کر رہے گا۔ چونکہ کفار کا سوال تکذیب، ضد اور استہزاء و تمسخر کی وجہ سے تھا اس لیے فَاصْبِرْ پر فاء سببی اور سَاَلَ سے متعلق ہے تو آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ بار خاطر نہ جانیں اور صبر و انتظار فرمائیں۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''صبر جميل'' کے بارے میں نقل کیا ہے ''ما لاشكوى فيه الى احد غير الله تعالى'' کہ اس بارے میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی اور سے اس کی شکایت نہ فرمائیں۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں.

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ وہ اسے سمجھ رہے ہیں۔

اى العذاب الواقع او اليوم المذكور۔ یعنی وہ وقوع عذاب کو یا مذکور پچاس ہزار برس کی مقدار کے دن کو روز قیامت اور روز حساب کو

بَعِيْدًا ۝ دور۔ اى انهم يعتقدون انه محال یعنی وہ اعتقاد رکھے ہوئے (سمجھے ہوئے ہیں) کہ ایسا ناممکن ہے اور نہ ہوگا یا عذاب کا وقوع نہ ہوگا یا وہ اپنی سمجھ میں اسے محال جانتے ہیں۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۔ اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

اى من الامكان والتعبير به للمشاكلة یعنی اس کے ہونے کو نزدیک دیکھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ تعبیر یعنی

نراہ کے ساتھ ارشاد مشاکلت مشابہت کے لیے ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار اسے دشوار سمجھ رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ضرور ہونے والا ہے اور ظاہر ہے کہ جو واقع ہونے والا ہے یعنی آنے والا یا پیش آنے والا ہے، وہ نزدیک ہی تو ہے۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾

جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی۔

يَوْمَ اس سے مراد یوم قیامت ہے اور یہ بھی ''وَاقِعٍ'' سے متعلق ہے۔ المهل کے بارے میں احمد اور الضیاء نے المختارہ میں اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انه دردی الزبت وهوما یکون فی قعره وہ تیل کی تلچھٹ ہے جو نیچے بیٹھ جاتی ہے والمراد یوم تکون السماء واهية اور اس سے مراد ہے کہ آسمان پھٹ کر ڈھیلا ہو جائے گا۔ قتادہ رحمہ اللہ سے منقول ہے ان السماء الآن خضراء وانها تحول یوم القیامة لونا آخر الی الحمرة اب آسمان سبز رنگ ہے اور بلاشبہ یہ قیامت کے روز اس کا رنگ بدل جائے گا یہاں تک کہ سرخ ہو جائے گا۔ کثیر علماء رحمہم اللہ کا قول ہے المهل ما اذیب علی مهل من الفلزات۔ پگھلایا ہوا دھات کا ٹکڑا جیسے چاندی، سونا، تانبہ وغیرہ۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾۔ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔

ای کالصوف یعنی جیسے اون یا روئی او المصبوغ الوانا یا رنگ برنگ کے گالے۔ چونکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جب وہ اڑیں گے تو رنگین روئی کے گالوں کی طرح لگیں گے اور ایسا پہاڑوں کے اپنے جداگانہ رنگوں کی وجہ سے بھی معلوم ہوگا۔ یہ اس دن کی (روز قیامت) کیفیت و حالت کا ذکر ہے جس روز کفار کے لیے عذاب کا وقوع ہوگا۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِۦ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُـْٔوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿١٤﴾

اور کوئی دوست کسی دوست کی بابت نہ پوچھے گا، ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے۔ مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے اور جتنے زمین میں ہیں سب کچھ پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ اور کوئی دوست کسی دوست کی بابت نہ پوچھے گا۔

ای لایسئل قریب مشفق قریبا مشفقا من حاله ولا یکلمه لابتلاء کل منهم بما یشغله عن ذلک اخرجه ابن المنذر و عبد بن حمید عن قتادة۔

ابن المنذر اور عبد بن حمید رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس روز کوئی قریبی سے قریبی غمخوار جگری دوست اس کا حال نہ پوچھے گا اور ان میں سے ہر ایک اپنی مصیبت میں ایسا گرفتار ہوگا کہ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں کچھ بھی کہہ نہ سکے گا۔

يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے۔

ای یعترفونهم یعنی وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ کفار اپنے چہروں کی سیاہی اور مومن اپنے چہروں کی

Marfat.com

سفیدی (نورانیت) سے پہچانے جائیں گے ایک قول ہے ای یبصر الاحماء الاحماء فلا یخفون علیھم وما یمنعھم من التساؤل لاشتغالھم بحال انفسھم وقیل ما یغنی عنہ من مشاھدۃ الحال کبیاض الوجہ وسوادہ ولا یخفی حالہ۔ یعنی دوست دوست کو دیکھتے ہوں گے ایک دوسرے کا حال ان پر مخفی (پوشیدہ) نہ ہوگا اور ان کے اپنے حال کے پیش نظر ایک دوسرے کو پوچھنے کی نوبت ہی نہ ہوگی اور ایک قول ہے کہ مشاہدۂ حال کی وجہ سے پوچھنے کی نوبت نہ ہوگی جیسے چہروں کی سفیدی اور سیاہی اور اس کا اپنا حال چھپا نہ ہوگا۔ ہر کوئی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

یَوَدُّ الْمُجْرِمُ مجرم آرزو کرے گا۔

ای تیمنی الکافر و قیل کل مذنب یعنی کافر چاہے گا اور کہا گیا ہے ہر ایک گناہگار (مجرم) یہ خواہش کرے گا۔

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کاش اس دن کے عذاب سے چھٹکارا کے بدلے میں دے دے۔

ای العذاب الذی ابتلی بہ یومئذ یعنی اس عذاب سے جس میں کفار اس دن مبتلا ہوں گے۔

بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی۔

یود افتداء ہ ببنیہ الخ والجملۃ استیناف لبیان ان اشتغال کل مجرم بنفسہ بلغ الی حیث یتمنی ان یفتدی بأقرب الناس الیہ واعلقھم بقلبہ فضلا ان یھتم بحالہ ویسئل عنھا۔

کافر چاہے گا کہ اپنے بیٹے بیوی اور بھائی کو عذاب سے رہائی کے لیے فدیہ میں دے دے اور یہ جملہ استیناف بیان کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجرم (کافر و مشرک) کو اپنی ایسی پڑی ہوگی اور وہ اس میں ایسا مبتلا ہوگا کہ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی ترین رشتہ داروں اور قلبی علاقہ (تعلق) والے لوگوں کو اپنے عوض فدیہ دینے پر بھی تیار ہوگا چہ جائیکہ وہ کسی کی بابت پوچھے یا پتا کرے۔

وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ای عشیرتہ الاقربین الذین فصل عنھم او عشیرتہ المنفصلۃ عنہ یعنی اپنے قریب ترین رشتے دار جن سے الگ ہوا تھا یا جن سے جڑا ہوا تھا (کنبہ) یا اس کے انتہائی قریبی رشتہ دار۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے الفصیلۃ کی تفسیر بالفخذ (کنبہ) ہی سے کی ہے۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

من الثقلین الانس والجن او الخلائق الشاملۃ لھم ولغیرھم ومن للتغلیب۔ انسانوں اور جنوں میں سے یا مخلوقات جس میں وہ انس و جن اور ان کے علاوہ بھی شامل (ساری مخلوق) اور ”من“ تغلیب کے لیے بولا گیا ہے۔

ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ پھر بدلہ دینا اسے بچا لے۔

یہ ”یفتدی“ پر عطف ہے اور ضمیر مرفوع مصدر کے لیے ہے جو فعل کے ضمن میں ہے مطلب یہ ہے ای یود لو یفتدی ثم لو ینجیہ الافتداء یعنی مجرم آرزو کرے گا کاش فدیہ لیا جائے پھر اس فدیہ (بدلہ) سے اسے رہائی حاصل ہو جائے۔ واضح مفہوم ہے کہ اوپر بیان کردہ سب کے عوض اسے رہائی مل جائے۔ لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ﴿۱۶﴾
ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی۔
كَلَّا ہرگز نہیں۔

ردع للمجرم عن الودادة وتصريح بامتناع الانجاء مجرم کو تمنا کرنے سے روکنے کے لیے وارد ہوا ہے۔ اور لفظ كَلَّا سے وضاحت کر دی گئی ہے کہ مجرم کو عذاب سے کسی طور نجات ممکن نہیں۔

اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔

اِنَّهَا میں ضمیر ذکر عذاب کی طرف مدلول ہے اور لَظٰى سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ لَظٰى کے معنی بھڑکتی یا لپٹ مارتی آگ ہے یا درکات جہنم میں سے دوسرا درجہ لَظٰى ہے۔ وقيل اللظى بمعنى اللهب الخالص اور ایک قول ہے لَظٰى کے معنی ہیں خالص لپٹ مارنے والی آگ، یہ عذاب جہنم کی کیفیت و وصف ہے جس میں مجرم ڈالے جائیں گے۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ﴿۱۶﴾ کھال اتار لینے والی۔

اى الاطراف كاليد والرجل كما اخرجه ابن المنذر و ابن حميد عن مجاهد وابى صالح یعنی جسم کے اطراف جیسے ہاتھ اور پاؤں۔ ابن المنذر اور ابن حمید نے مجاہد اور ابو صالح سے یونہی نقل کیا ہے۔ ایک قول ہے: الاعضاء التى ليست بمقتل وہ اعضاء جو قتل کی جگہ نہیں جن کے کاٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی شویٰ شواة کی جمع ہے وهى جلدة الراس اور اس سے مراد سر کی کھال (جلد) ہے اعشیٰ کا قول ہے

قالت قتيلة ما له قد جللت شيبا شواته

قتیلہ نے کہا اسے کیا ہو گیا کہ اس کے سر کی جلد (کھوپڑی کی کھال) سفیدی (بڑھاپے کی وجہ سے) چمکدار آراستہ ہو گئی ہے (زیادہ خوبصورت یا معظم ہو گئی ہے) سدی رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر بلحم الساقين دونوں پنڈلیوں کے گوشت سے کی ہے اور ابن جبیر کا قول ہے العصب و العقب مراد پٹھے ایڑیاں یا انتڑیاں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ آگ ایسی ہوگی جو بدن سے کھال کھینچنے والی ہوگی۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اس کو بلا رہی ہے جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور جوڑ کر تھیلیوں میں رکھا۔

تَدْعُوْا بلا رہی ہے۔

انها تقول لهم الى الى يا كافر يا منافق جہنم ان کو پکار کر بلا رہی ہوگی اے کافر! اے منافق! میرے پاس ایک قول ہے اى تدعو زبانيتها یعنی دوزخ کے نگران فرشتے انہیں بلا رہے ہیں یا بلا رہے ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جہنم کو کلام پر قدرت عطا فرمائے گا اس طرح کہ روز قیامت مجرموں کے ہاتھ پاؤں اور جلد (بدن) کلام کریں گے تو جہنم کفار و مشرکین و منافقین کو ان کے اور ان کے باپوں کے نام لے لے کر بلا رہی ہوگی یا بلائے گی۔

(مَنْ اَدْبَرَ) جس نے پیٹھ دی۔

فى الدنيا عن الحق جس نے دنیاوی زندگی میں قبول حق سے روگردانی کی یعنی کفار و منافقین۔

Marfat.com

وَتَوَلّٰى ﴿١٧﴾ اور منہ پھیرا۔

ای اعرض عن الطاعۃ یعنی اطاعت حق سے منہ موڑا۔ اللہ اور اس کے رسولوں کی فرماں برداری نہ کی۔

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾ اور جوڑ کر بحفاظت رکھا۔

ای جمع المال فجعلہ فی وعاء و کنزہ ولم یؤد حقوقہ۔ یعنی مال کو اکٹھا کیا (جوڑا) پھر اسے تجوریوں میں رکھا اور خزانہ بنایا اور اس سے حقوق واجبہ ادا نہ کیے یعنی راہ خدا میں خرچ نہ کیا اور حاجت مندوں پر صرف نہ کیا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔

الھلع سرعۃ الجزع عند مس المکروہ وسرعۃ المنع عند مس الخیر من قولھم ناقۃ ھلوع سریعۃ السیر "ھلع" کا معنی ہے کہ ناپسندیدہ امر کے پیش آنے پر تیزی کے ساتھ بے صبری کرنا اور بھلائی کے حاصل ہونے پر جلد کنجوسی کرنے والا اور انہی اقوال میں سے ایک یہ ہے تیز چلنے والی بے صبرا اونٹنی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اگلی آیت هَلُوْعًا کی وضاحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر اس صفت ھلوع سے متصف ہے۔

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾

جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جب اسے برائی پہنچے ال جنس کے لیے یعنی اذا مسہ جنس الشر جب اسے کسی قسم کی برائی جیسے تنگی، بیماری اور اسی قبیل کی کوئی برائی پہنچے جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ تو سخت گھبرانے والا۔ ای مبالغاً فی الجزع مکثرا منہ یعنی سخت گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ پریشانی کا اظہار کرتا ہے۔ امام راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: "الجزع ابلغ من الحزن" جزع (گھبراہٹ) حزن (غم) سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حزن عام ہوتا ہے جب کہ جزع وہ حزن ہے جو انسان کے اندر تصرف کرتا ہے اس سے جس کو روکنا چاہتا ہے یا اس سے اعراض کرتا ہے اور جزع کی اصل (مفہوم) رسی کو نصف (درمیان) سے کاٹنا ہے۔

وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ اور جب بھلائی پہنچے۔

ای المال والغنی او الصحۃ یعنی جب مال و دولت میسر آئے یا تونگری یا صحت و تندرستی حاصل ہو۔

مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ تو روک رکھنے والا۔

مبالغاً فی المنع والامساک یعنی بشت تھوڑ دلی کا یا بخل کا مظاہرہ کرنے والا اور خرچ نہ کرنے والا۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾

مگر نمازی جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ مگر نمازی الا استثنائیہ متصلہ ہے یعنی وہ لوگ جو نمازی ہیں اور ایک قول ہے کہ مصلین سے مراد فرماں بردار مومن ہیں۔

وہ ھلوع سے مغلوب و متصف نہیں ہیں وقد وصفھم سبحانہ و تعالیٰ بما ینبیء عن کما تنزھھم عن الھلع من الاستغراق فی طاعۃ الحق عزوجل والاشفاق علی الخلق والایمان بالجزاء والخوف

Marfat.com

من العقوبة و کسر الشهوة و ایثار الاجل علی العاجل۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے مومنین کی توصیف فرمائی ہے کہ وہ اطاعت الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی فرمان برداری میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کی مخلوق پر مہربانی کرتے ہیں اور جزاء پر ایمان رکھتے ہیں اور عقوبت (سزا) سے خوف میں رہتے ہیں اور وہ مرغوبات سے کم دلچسپی اور دنیا کو آخرت پر فوقیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ھلوع سے محفوظ ہیں اور تخلیقاً ھلوع نہیں ہیں اور اگر استثناء کو منقطع اور الانسان کے الف لام کو عہدی کہیں تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ طاعت حق سے روگردانی کرتے ہیں وہ پیدائشی طور پر ہی ھلوع ہیں۔ بہر حال اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے انسانوں کی اہلیت میں اختلاف و فرق ہے یعنی انسان جس کے قابل بنائے گئے ہیں وہ اسی چیز کے قابل ہوں گے۔ اور یونہی تبلیغ و محبت، تعلیم و تربیت کا اثر بھی واقعی اور فطری ہے اور خیر و شر کا موجب نہیں بلکہ سبب و مددگار ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىٕمُوْنَ ﴿۲۳﴾ جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

ای مواظبون علی ادائها لا یخلون بها و لا یشتغلون عنها بشیء من الشواغل یعنی وہ مومنین اپنی نمازوں کی ادائیگی پر مواظبت (پابندی و ہمیشگی) کرتے ہیں اور انہیں ترک نہیں کرتے اور اشغال میں سے کوئی شغل انہیں نماز کی ادائیگی سے نہیں روکتا یا پھر وہ نماز کے علاوہ دیگر اشغال سے کچھ بھی رغبت نہیں رکھتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ عبادت میں مداومت (پابندی) فضیلت و شرف ہے۔ ابن حبان نے ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ ہم سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خذوا من العمل ماتطیقون فان اللہ تعالیٰ لایمل حتی تملوا قالت فکان أحب الاعمال الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مادام علیه وان قل و کان اذا صلی صلاة دام علیها۔ تم اعمال میں سے وہی کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اعمال میں سے پسندیدہ وہ ہوتا جس پر مداومت (پابندی و تسلسل اور ہمیشگی) ہوتی اگرچہ مقداراً کم ہی کیوں نہ ہو اور آپ ﷺ جب کوئی نماز (عبادت) فرماتے تو اس پر ہمیشگی فرماتے۔ ابن المنذر نے عقبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے دَآىٕمُوْنَ کی تفسیر میں کہا الذین اذا صلوا لم یلتفتوا عن یمین و لا شمال کہ وہ لوگ جو جب اپنی نماز پڑھیں تو دائیں بائیں متوجہ نہ ہوں (نہ دیکھیں)۔ ایک قول ہے کہ آداب نماز اور اس کی شرائط و ارکان پر نگاہ رکھتے ہیں۔ ابراہیم تیمی سے عبد بن حمید نے روایت کی ہے کہ صلوٰۃ سے یہاں فرض نمازیں ہیں اور امام ابو جعفر سے منقول ہے کہ یہاں مراد نوافل (نفلی عبادت ہے) اور حسن نے صَلَاتِهِمْ کا جمع صلواتهم پڑھا ہے۔ ترمذی و بیہقی نے ان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت ہے، اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھا کرو۔ ایک قول ہے کہ فرض نمازوں کو اوقات کی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآىٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۲۶﴾

اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔

Marfat.com

ای نصیب معین یستوجبونه علی انفسهم تقرباً الی الله تعالیٰ واشفاقا علی الناس وهو ما روی عن الامام ابی عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما یوظف الرجل علی نفسه یؤدیه فی کل جمعة او کل شهر مثلا وقیل هو الزکاة انها مقدرة معلومة وتعقب بان السورة مکیة والزکاة انما فرضت وعین مقدار ها فی المدینة وقبل ذلک کانت مفروضة من غیر تعین۔

یعنی وہ صدقہ (خیرات کا حصہ) ہے جو لوگ اپنے نفوس پر تقرب الی اللہ کے حصول اور لوگوں پر مہربانی وشفقت کرنے کے لیے اپنے لیے معین ومقرر اور واجب ٹھہرائیں اور وہ جیسا کہ امام ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو کوئی شخص اپنے نفس پر مقرر ٹھہرائے تو اسے ہر جمعہ یا ہر مہینے اسی طرح ادا کرے۔ اور ایک قول ہے کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ اس کی مقدار معلوم ومتعین ہے تاہم اس قول پر تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور بلاشبہ زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا اور اس سے پہلے صدقات کا حکم بلاتعین فرض تھا۔ مستحب صدقات کے لیے تعین وقت ومقدار جائز ومستحسن ہے۔

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے۔

لِّلسَّآئِلِ ای الذی یسئل یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ وصدقات کا سوال کرے (مانگے) وَالْمَحْرُوْمِ الذی لایسئل فیظن انه غنی فیحرم اور وہ شخص جو سوال نہ کر سکے (وضعداری یا شرم وحیاء کے باعث) اور اس کے بارے میں صدقہ دینے والا سمجھے کہ وہ چونکہ نہیں مانگ رہا لہٰذا اس کو حاجت ہی نہیں اور یہ غنی (تونگر) یعنی ضرورت مند نہیں ہے تو اس وجہ سے وہ حصول صدقات سے محروم رہ جاتا ہے لہٰذا دونوں قسموں کو دے۔

وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿٢٦﴾ اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

المراد التصدیق به بالاعمال حیث یتعبون انفسهم فی الطاعات البدنیة طمعا فی المثوبة الاخرویة لان التصدیق القلبی عام لجمیع المسلمین لا امتیاز فیه لاحد منهم وفی التعبیر بالمضارع دلالة علی ان التصدیق والاعمال تتجدد منهم آنا فاناً۔

یہاں تصدیق سے مراد اعمال سے تصدیق کا اظہار ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جسمانی طاعات کی مشقت میں ڈالتے ہیں اس طمع کے ساتھ کہ انہیں اخروی ثوابات وبرکات حاصل ہوں کیونکہ قلبی تصدیق تو تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے اور اس میں کسی ایک کے لیے کوئی امتیاز نہیں اور یُصَدِّقُوْنَ میں مضارع کے صیغہ لانے میں تعبیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ تصدیق اور اعمال ان سے گاہے بگاہے زندہ وتازہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ بعث بعد الموت، حشر ونشر اور جزاء سزا سب پر ایمان رکھتے ہیں ایک قول ہے۔ چونکہ وہ اس دن کو حق وسچ جانتے ہیں اس لیے وہ تنگی میں بے صبری اور کشائش میں ناشکری نہیں کرتے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾

اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

خائفون علی انفسهم مع ما لهم من الاعمال الفاضلة استقصارا لها واستعظاما لجناب

عزوجل کقوله تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔ وہ لوگ جو اپنے نفوس کے بارے میں ڈرنے والے ہیں باوجود اس کے کہ ان کے پاس اچھے اعمال بھی ہوں اور وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت اور شان بے نیازی سے ڈرتے ہوئے ان پر بھروسا نہ کرتے ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے اور وہ لوگ جو راہ حق میں دیتے ہیں اس میں سے جو انہیں عطا کیا گیا اور ان کے دل لرزتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

لا ینبغی لاحد ان یأمن عذابه عزوجل وان بالغ فی الطاعة کھؤلاء ولذا کان السلف الصالح وھم خائفین وجلین حتی قال بعضھم یالیتنی کنت شجرة تعضد وآخرلیت امی لم تلدنی الی غیر ذلک۔ کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ خود کو عذاب الٰہی سے بے خوف سمجھے اگرچہ وہ طاعات ربانیہ میں کتنا ہی زیادہ نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے اس کا خوب خیال کیا اور وہ ڈرنے والے اور کانپنے والے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اس حالت خوف میں کہا کہ اے کاش! میں کوئی بوٹا ہوتا جس کو کوئی چر جاتا اور مجھے حساب فہمی کے لیے پیش نہ ہونا پڑتا یا اے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک قول ہے چونکہ عذاب الٰہی کو روکنے کی کسی میں طاقت و قدرت نہیں تو کوئی اس سے نڈر کیونکر ہوسکتا ہے خواہ کتنا ہی نیکوکار پرہیزگار ہو۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

حفاظت شرمگاہ سے مراد اپنی آبرو کو ہر حال میں حرام سے بچانا ہے۔ فروج فرج کی جمع ہے جس کے معنی شرمگاہوں کے ہیں خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ زیادہ تفصیل سورۃ المومنون پارہ ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیبیوں سے۔

عَلٰی بمعنی من ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اپنی بیویوں کے علاوہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یا پھر عَلٰی حرف جار اپنے حقیقی معنوں میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ حالت زوجیت میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے۔

ملک یمین سے یہاں مراد لونڈیاں، باندیاں ہیں اور غلام ہرگز مراد نہیں، گو لفظ ''مَا'' وارد ہوا ہے اور ''مَا'' غیر ذوی العقول کے لیے بولا جاتا ہے چونکہ پیچھے عَلٰی وارد ہے جو فاعل کی بالاتری واضح کررہا ہے لہٰذا مملوک مالک سے اعلیٰ نہیں ہوتا۔ تو کسی مالکہ کے لیے مملوک غلام سے قربت جائز نہ ہوگی۔ مملوکات (باندیوں) سے قربت جائز ہے۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

یہ اِلَّا (استثناء) کی علت کا بیان ہے زوجات و مملوکات (باندیوں) سے قربت جائز ہے اور ان دونوں سے شرمگاہ کو

محفوظ نہ رکھنے پر کچھ ملامت نہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ تو جوان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ای غیر زوجات و مملوکات یعنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا غیر مقام میں چاہنے والے لوگ ہی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ حلال کو چھوڑ کر حرام میں مشغول ہونے والے ہیں۔ بغوی رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت استمتاع بالید (مشت زنی) اور منکوحہ بیوی یا مملوکہ لونڈی سے وطی فی الدبر (پاخانہ کے مقام پر جماع) کے متعہ کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ بِيَدِهٖ ہاتھ کے ساتھ فعل کرنے والا ملعون ہے۔ جنسی قربت کے جواز کے لیے شریعت میں جو قیود ہیں ان میں اول نکاح دوم ملکیت (ملک یمین) سوم حیض ونفاس سے طہارت، چہارم حرث (مقام تولید) اور پنجم جزئیت ورضاعت کا علاقہ نہ ہو اور بعض نے فاعل کا اعلیٰ ہونا بھی قرار دیا ہے کہ لواطت میں حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے اور یونہی مملوکہ غلام میں یہ شرط ناپید ہوتی ہے لہٰذا مالکہ کے لیے مملوک غلام سے صنفی قربت حلال نہ ہوگی البتہ آزاد کر کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اب وہ صورت نہ رہی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

وقال السدی ان حقوق الشرع کلھا أمانات قد قبلھا المومن ادائھا بقبول الایمان اور سدی کا قول ہے کہ تمام شرعی حقوق سب کے سب امانتیں ہیں جسے مومن (ایمان لانے والے) نے قبول کیا ہے اور قبول ایمان کے ساتھ ان کی ادائیگی کی ضمانت دی ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے: کل احد موتمن علی ما افترض علیه من العقائد والاقوال والاحوال والافعال ومن الحقوق فی الاموال و حقوق الاھل والعیال وسائر الاقارب والمملوکین والجار وسائر المسلمین۔ ہر ایک شخص امین ہے اس پر جو عقائد، اقوال، احوال اور افعال میں سے فرض ٹھہرایا گیا ہے اور وہ جو اموال میں حقوق ہیں اور وہ حقوق جو اہل وعیال اور تمام قرابت داروں اور ماتحتوں (غلام باندیوں) اور ہمسایوں اور تمام مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ اور ایک قول ہے: کل ما اعطاء اللہ تعالیٰ لعبد من الاعضاء وغیرھا أمانة عنده فمن استعمل ذلک فی غیر ما أعطاه لاجله واذن سبحانه له به فقد خان الامانة والخیانة فیھا و کذا الغدر بالعھد من الکبائر علی ما نص غیر واحد ہر وہ شے جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندے کو اعضاء اور اس کے علاوہ عطا فرمایا ہے اس (بندے) کے پاس امانت ہے تو جس نے اس کے علاوہ (سوا) اسے استعمال کیا جو اس کے لیے اسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسے عطا فرمایا اور اسے اس کی اجازت دی تو اس نے امانت میں خیانت کی اور اس کے ساتھ دغا ہے اسی طرح اس کے عہد کو جھٹلانا یا توڑنا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ اکثر نے اس پر صاد کیا ہے۔ بخاری ومسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ چار باتیں ہیں کہ جس میں پائی جائیں تو وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو یہ خصلت نفاق ہے، اول جب امین بنایا جائے تو دغا کرے، دوم جب بات کرے تو جھوٹ بولے، سوم جب عہد کرے تو گڑبڑ کرے (توڑے)، چہارم جب جھگڑا کرے تو بے ہودہ بکے۔

Marfat.com

بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له. اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ شرعی اور بندوں کی امانتوں کی اور خدا و مخلوق کے ساتھ عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

مقيمون لها بالعدل غير منكرين لها او لشئ منها ولا مخفين احياء لحقوق الناس فيما يتعلق بها و تعظيما لامر الله عزوجل فيما يتعلق بحقوقه سبحانه وخص بعضهم الشهادة بما يتعلق بحقوق العباد۔ اس کے لیے ڈٹے رہتے ہیں انصاف کے ساتھ بغیر اس کا (پوری طرح) یا اس میں سے کسی شے کا انکار کریں یا اسے گھٹائیں اور لوگوں کے حقوق کو زندہ رکھتے ہیں جو ان سے متعلق ہیں اور وہ ایسا احکام الٰہی کی تعظیم کے لیے اور جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے اس کی مکمل پاسداری کرتے ہیں اور بعض علماء نے شہادت کو حقوق العباد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ایک قول ہے سچی شہادت دیتے ہیں اور گواہی میں نہ ردوبدل کرتے ہیں اور نہ ہی اسے چھپاتے ہیں اور اس ضمن میں کسی کی ملامت ومخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ شہادتوں کو تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ سے بھی ہے اور بندوں کے ساتھ بھی، جیسے توحید ورسالت کی گواہی، حدود وتعزیرات کے قیام میں گواہی، رؤیت ہلال پر گواہی حقوق اللہ سے ہے اور یونہی باہمی لین دین وغیرہ پر شہادت حقوق العباد سے ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

ای یراعون شرائطها ویکملون فرائضها وسننها و مستحباتها باستعاره الحفظ من الضياع للاتمام والتكميل یعنی نماز کی شرائط اوقات کی رعایت کرتے ہیں اور اس کے فرائض، سنن اور مستحبات کی تکمیل کرتے ہیں اور حفاظت سے مراد ان امور کے ضائع کرنے سے بچنا اور شرائط نماز کی تکمیل واتمام ہے۔ یہ ارشاد مکرر ہے اس سے قبل عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ فرمایا ہے اور اس تکرار سے واضح ہے کہ ارکان اسلام میں نماز سب سے اہم واتم ہے کیونکہ نماز مومنین کی معراج، رب العالمین کے حضور مناجات ہے اور سید المرسلین کی چشمان کرم کی ٹھنڈک ہے۔ بعض کا ارشاد ہے کہ یہاں مراد نوافل کی نگہداشت ہے۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

اُولٰٓئِكَ اشارة الى الموصوفين بما ذكر من الصفات۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ صفات کے حامل ای مکرمون کائنین فی جنات ہوں گے یعنی یہ لوگ بہشت میں اعزاز واکرام پانے والے ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع - دوم سورۃ المعارج - پ ۲۹

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾	تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾	دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾	کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔
كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾	ہرگز نہیں بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے وہ جانتے ہیں۔
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾	تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔
عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾	کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔
فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾	تو انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔
يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾	جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾	آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہے یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

حل لغات رکوع - دوم سورۃ المعارج - پ ۲۹

فَمَالِ - تو کیا ہے	الَّذِيْنَ - ان لوگوں کو جو	كَفَرُوْا - کافر ہیں	قِبَلَكَ - تیری طرف
مُهْطِعِيْنَ - دوڑتے آرہے ہیں		عَنِ الْيَمِيْنِ - دائیں	وَ - اور
عَنِ الشِّمَالِ - بائیں سے	عِزِيْنَ - گروہ در گروہ	اَ - کیا	يَطْمَعُ - امید رکھتا ہے
كُلُّ - ہر	امْرِئٍ - آدمی	مِّنْهُمْ - ان میں سے	اَنْ - یہ کہ
يُّدْخَلَ - داخل کیا جائے	جَنَّةَ - باغ	نَعِيْمٍ - نعمت والے میں	كَلَّا - ہرگز نہیں
اِنَّا - بے شک ہم نے	خَلَقْنٰهُمْ - پیدا کیا ہے ان کو		مِّمَّا - اس چیز سے جو
يَعْلَمُوْنَ - جانتے ہیں	فَلَاۤ - میں	اُقْسِمُ - قسم اٹھاتا ہوں	بِرَبِّ - رب

الْمَشْرِقِ۔مشرقوں	وَ۔اور	الْمَغْرِبِ۔مغربوں کی	اِنَّا۔بے شک ہم
لَقٰدِرُوْنَ۔قادر ہیں	عَلٰٓی۔اوپر	اَنْ۔اس کے کہ	نُّبَدِّلَ۔بدل دیں ہم
خَيْرًا۔بہتر	مِّنْهُمْ۔ان سے	وَ۔اور	مَا۔نہیں
نَحْنُ۔ہم	بِمَسْبُوْقِيْنَ۔عاجز	فَذَرْ۔تو چھوڑو	هُمْ۔ان کو
يَخُوْضُوْا۔کہ مشغول ہوں	وَ۔اور	يَلْعَبُوْا۔کھیلیں	حَتّٰى۔یہاں تک کہ
يُلٰقُوْا۔ملیں	يَوْمَهُمُ۔اپنے دن	الَّذِيْ۔ایسے کو کہ	يُوْعَدُوْنَ۔وعدہ دیے
جاتے ہیں	يَوْمَ۔جس دن	يَخْرُجُوْنَ۔نکلیں گے	مِنَ الْاَجْدَاثِ۔قبروں سے
سِرَاعًا۔جلدی سے	كَاَنَّهُمْ۔گویا کہ وہ	اِلٰى۔طرف	نُصُبٍ۔نشانوں کی
يُّوْفِضُوْنَ۔دوڑتے ہیں	خَاشِعَةً۔جھکی ہوں گی	اَبْصَارُ۔آنکھیں	هُمْ۔ان کی
تَرْهَقُهُمْ۔ڈھانپے گی ان کو	ذِلَّةٌ۔ذلت	ذٰلِكَ۔یہ	الْيَوْمُ۔دن
الَّذِيْ۔وہ ہے	كَانُوْا۔کہ تھے وہ	يُوْعَدُوْنَ۔وعدہ دیے جاتے	

مختصر تفسیر اردو رکوع۔دوم سورۃ المعارج۔پ ۲۹

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

توان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ توان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف۔

ای فی الجهة التی تلیک یعنی اس طرف پیچھے جاتے ہیں جدھر آپ ﷺ ہوتے ہیں۔

مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مُهْطِعِيْنَ مُهْطِعٌ کی جمع ہے اور مُهْطِعٌ اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں گردن بڑھا کر سر اٹھانا۔ای سرعین نحوک مادی اعناقهم الیک مقبلین بابصارهم علیک ینطفروا بما یجعلونه هزوا۔یعنی تیزی کے ساتھ آپ کی طرف نظریں جمائے گردنیں اونچی کیے (لمبی کیے) اور بڑھتے ہوئے آتے ہیں تاکہ آپ جو کچھ فرمائیں اس کو جھٹلائیں اور تمسخر اڑائیں۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔

ای جماعات فی تفرقة۔یعنی الگ الگ یا بٹے ہوئے ٹولے عزۃ عزین کا واحد ہے۔جس کے معنی ہیں آدمیوں کا گروہ یا ٹولہ۔

عبید بن الابرص کا شعر ہے

فجاؤا یهرعون الیه حتی یکونوا حول منبره عزینا

تو وہ اس کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس منبر کے اردگرد الگ الگ ٹولے ہو گئے۔یعنی وہ ہر دو طرفوں سے الگ الگ ٹولے ہو کر آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔

Marfat.com

حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور تلاوت قرآن فرمارہے تھے تو مشرک گروہ در گروہ اور حلقہ حلقہ بن کر آپ ﷺ کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے تھے اور آپ ﷺ سے کلام الٰہی سنتے اور پھر آپ کے کلام کو جھٹلاتے تمسخر کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد ﷺ فرماتے ہیں تو ضرور ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو یہ آیت اتری اور ارشاد فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کا کیا حال ہے کہ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کو دیکھتے، تلاوت سنتے ہیں پھر بھی نفع نہیں حاصل کرتے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ بہتر و اولیٰ یہی ہے کہ مومن بھی گروہ در گروہ ہو کر نہ بیٹھیں کہ یہ عادت جاہلیت کے دور کی ہے یعنی اگر بیٹھنا ہو تو باہم مل کر بیٹھیں۔

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے، ہر گز نہیں بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے وہ جانتے ہیں۔

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔

ای بلا ایمان وهو انکار لقولهم ان دخل هؤلاء الجنة کما یقول محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلندخلها قبلهم۔ یعنی ایمان کے بغیر اور یہ ان کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتے تھے کہ جیسا محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان کی نسبت جنت میں ان سے پہلے داخل ہوں گے کیونکہ ہم دنیا مال و آسائش میں برتری دیے گئے ہیں، سو قیامت میں بھی ہم برتری والے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کا یہ قول لغو ہے کہ جس طرح مومن لوگ جنت میں داخل ہوں گے ہم بھی ایمان لائے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

كَلَّا ہرگز نہیں۔

ردع لهم عن ذلک الطمع الفارغ کفار کی اس فضول و بے ہودہ طمع کا رد لفظ كَلَّا سے فرمایا ہے یعنی جیسا وہ آرزو رکھتے ہیں ویسا ہرگز نہ ہوگا۔

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے وہ جانتے ہیں۔ ای انهم مخلوقون من نطفة قذرة لا تناسب عالم القدس فمتی لم تستکمل بالایمان والطاعة ولم تتخلق باخلاق الملائکة علیهم السلام لم تستعد لدخولها۔ یعنی ہم نے انہیں گندے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس کی عالم قدس سے کوئی نسبت نہیں تو جب تک پیدائشی نقص کی ایمان اور اطاعت کے ساتھ تکمیل نہ ہو اور ملائکہ علیہم السلام کے اخلاق (قدسی اخلاق) سے مزین و متصف (آراستہ) نہ ہو تو وہ ہرگز دخول جنت کے لائق و قابل نہ ہوگا تو کفار و مشرکین جنہوں نے ایمان کا ذائقہ نہ چکھا اور انوار علم و عمل سے روشنی و آگہی اور برکات حاصل نہ ہوئی وہ اہل ایمان کی طرح جو کمالات ایمانیہ اور برکات و خیرات اعمال صالحہ کے نور سے منور ہوئے، کیونکر ہو سکتے ہیں۔ مومنوں اور کافروں میں برابری کیونکر متصور ہو سکتی ہے، کفر ظلمت و تاریکی اور ایمان نور و برکت دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں اور کفار کا زعم برتری اور وہ بھی آخرت میں ایک ایسی بے ہودہ آرزو ہے اور حق کے ساتھ کھلا مکابرہ اور اپنی کور چشمی اور جہالت و بے بصیرتی کا مظاہرہ ہے۔

Marfat.com

فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۱﴾

تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔ کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے۔

والمراد بالمشارق والمغارب مشارق الشمس المائة والثمانون و مغاربها كذلك او مشارق و مغارب الشمس والقمر على ما روى عن عكرمة او مشارق الكواكب و مغاربها مطلقاً وذهب بعضهم الى ان المراد رب المخلوقات باسرها۔ اور مشارق اور مغارب سے مراد سورج کے طلوع ہونے کے ایک سو اسی مقامات اور یونہی غروب کے مقامات ہیں یا مراد سورج اور چاند کے مقامات طلوع و غروب ہیں جیسا کہ عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے یا مراد مطلق تاروں کے نکلنے اور چھپنے کے مقامات ہیں اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد پوری مخلوقات کے رب کی قسم ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ملک وقدرت، تخلیق وعظمت کی قسم یاد فرمائی ہے۔

اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ ان سے اچھے بدل دیں۔

ای تهلكهم بالمرة جسما تقتضيه جناياتهم و نأتى بدلهم بخلق آخرين ليسوا على صفتهم۔ یعنی ہم جیسا کہ ان کے گناہوں کے مطابق سزا کا تقاضا ہے، ان سب کو یک لخت ہلاک کر دیں اور ان کے بدلے میں ایک دوسری مخلوق لے آئیں (پیدا کریں) جو ان کی صفات پر نہ ہو یعنی نافرماں بردار نہ ہو۔ ایک قول ہے کہ ہم محمد ﷺ کی اطاعت کے لیے ان کفار کی جگہ بہتر لوگ عطا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں یعنی انصار مدینہ۔

وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۱﴾ اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔

ای بمغلوبين ان اردنا ذلك یعنی اگر ہم ایسا ارادہ کریں (چاہیں) کہ ان کفار کو ہلاک کر کے ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں تو ہم پر کوئی غالب نہیں اور ہماری قدرت کے احاطہ سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۲﴾

تو انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

فَذَرۡهُمۡ تو انہیں چھوڑ دو۔

فخلهم غير مكترث بهم تو آپ انہیں چھوڑ دیں اور ان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

یَخُوۡضُوۡا ان کی بے ہودگیوں میں پڑے۔

اى فى باطلهم الذى من جملته ماحكى عنهم یعنی ان کے برے اور گندے کاموں میں انہیں پڑے رہنے دیجیے جن کا مجملہ تذکرہ گزرا۔

وَ یَلۡعَبُوۡا اور کھیلتے ہوئے۔ اى فى دنياهم یعنی انہیں ان کی دنیا کے دھندوں میں مشغول چھوڑ دیجیے۔

حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

هو یوم البعث عند النفخة الثانية بقوله سبحانه اور وہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے جب کہ دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کی موت کے دن اور ایک قول ہے کہ عذاب موعود کے دن سے یعنی بروز حشر۔

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾

جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

ای القبور یعنی اس روز جب کہ قبروں سے اٹھیں گے یا محشر کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

سِرَاعًا جھپٹتے ہوئے ای مسرعین یعنی تیزی کے ساتھ لپکیں گے اور یہ اٹھنے کی حالت کا بیان ہے۔

كَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ نُصُبٍ نصاب کی جمع ہے جیسے کتاب کی جمع کُتُبٌ اور اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے نصب جمع ہے جیسے رہن رُهُنٌ اور انصاف جمع الجمع ہے۔ جمہور کی قراءت نَصْبٌ یعنی نون پر زبر اور صاد کے سکون کے ساتھ ہے اور وہ اسم مفرد ہے تو کہا جاتا ہے ان معنوں میں (بولا جاتا ہے) الصنم المنصوب للعبادة عبادت کے لیے گاڑا ہوا بت یا مورتی او العلم المنصوب على الطريق ليهتدى به السالک۔ یا راستے پر گڑا ہوا جھنڈا کہ چلنے والے اس کی طرف راستہ پالیں۔ ابوعمرو رحمہ اللہ کا قول ہے: هو شبكة يقع فيها الصيد فيسارع اليها صاحبها مخافة ان يتظت الصيد مراد جال ہے جس میں شکار واقع ہوتا ہے تو شکاری اس خوف سے اس کی طرف لپکتا ہے کہ کہیں شکار نکل نہ جائے۔ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کی قراءت نون کے پیش کے ساتھ ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے جس طرح کسی لشکر کے لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے ہیں یونہی کفار قبروں سے نکل کر محشر کی طرف لپکیں گے تا کہ اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیں۔ ایک قول ہے کہ جس طرح دنیاوی زندگی میں مورتیوں کی بندگی کے لیے لپکتے تھے یونہی اس روز حشر کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑیں گے۔

یُّوْفِضُوْنَ کے معنی یہی ہیں ای یسرعون یعنی تیزی کے ساتھ والمراد يخرجون مسارعين الى الداعی یسبق بعضهم بعضًا۔ اور مراد یہ ہے کہ تیزی کے ساتھ داعی (محشر) کی طرف نکلیں گے اور ان میں سے بعض بعض پر سبقت کریں گے اور معبودان باطلہ (بت مورتیاں وغیرہ) کی طرف تیزی سے چلنا مشرکین کی عادت ہے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ آنکھیں نیچی کیے ہوئے۔

لعظم ما تخققوه و وصفت ابصارهم بالخشوع مع انه وصف الكل لغاية ظهور آثاره فيها جب ان پر حقیقت واشگاف ہو جائے گی تو ان کی آنکھیں اظہار اقرار عظمت کے لیے جھک جائیں گی یا حقیقت واشگاف دیکھ کر شرم سے آنکھیں نیچی ہوں گی۔ خشوع دراصل اصحاب بصیرت کی صفت ہے اور یہاں خشوع کی نسبت ابصار کی طرف مجازاً

ہے کیونکہ خشوع کا ظہور انتہائی طور پر آنکھوں میں ہوگا اس لیے آنکھوں کی صفت میں فرمایا گیا خَاشِعَةً جھکی ہوں گی۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چھائی ہوگی۔

ای نغشاھم یعنی ذلت و رسوائی ان پر چھائی ہوئی ہوگی یا ہم ان پر رسوائی مسلط کر دیں گے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

ای الیوم الآخر یعنی آخرت کا دن جس کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور جسے وہ جھٹلاتے تھے۔

الحمدللہ آج بروز بدھ ۱۸ شوال ۱۴۱۲ھ

مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء تفسیر سورۃ المعارج مکمل ہوئی

سورۃ نوح مکیہ

اس میں دو رکوع، اٹھائیس آیتیں، دو سو چوبیس کلمات، نو سو ننانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔ سورۂ نوح۔ پ ۲۹

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوۡمِهِۦٓ أَنۡ أَنذِرۡ قَوۡمَكَ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرح بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔

قَالَ يَٰقَوۡمِ إِنِّي لَكُمۡ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝٢

اس نے فرمایا اے میری قوم! میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝٣

کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

يَغۡفِرۡ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمًّىۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُۚ لَوۡ كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٤

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا کاش کسی طرح تم جانتے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوۡتُ قَوۡمِي لَيۡلٗا وَنَهَارٗا ۝٥

فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآءِيٓ إِلَّا فِرَارٗا ۝٦

عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑا۔

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوٓاْ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِمۡ وَٱسۡتَغۡشَوۡاْ ثِيَابَهُمۡ وَأَصَرُّواْ وَٱسۡتَكۡبَرُواْ ٱسۡتِكۡبَارٗا ۝٧

اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا۔

ثُمَّ إِنِّي دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارٗا ۝٨

پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا۔

ثُمَّ إِنِّيٓ أَعۡلَنتُ لَهُمۡ وَأَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ إِسۡرَارٗا ۝٩

پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔

فَقُلۡتُ ٱسۡتَغۡفِرُواْ رَبَّكُمۡ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارٗا ۝١٠

تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

يُرۡسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيۡكُم مِّدۡرَارٗا ۝١١

تم پر آسمان سے شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔

وَيُمۡدِدۡكُم بِأَمۡوَٰلٖ وَبَنِينَ وَيَجۡعَل لَّكُمۡ جَنَّٰتٖ وَيَجۡعَل لَّكُمۡ أَنۡهَٰرٗا ۝١٢

اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہائے گا۔

مَّا لَكُمۡ لَا تَرۡجُونَ لِلَّهِ وَقَارٗا ۝١٣

تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔

Marfat.com

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾	حالانکہ اس نے تمہیں کئی مراحل سے گزار کر بنایا۔
أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾	کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾	اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔
وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾	اور اللہ نے تمہیں عجب طرح زمین سے اگایا۔
ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾	پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ تم کو نکالے گا۔
وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾	اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔
لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾	کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

حل لغات رکوع اول۔ سورۃ نوح۔ پ ۲۹

إِنَّا۔ بے شک	أَرْسَلْنَا۔ ہم نے بھیجا	نُوحًا۔ نوح کو	إِلَىٰ۔ طرف
قَوْمِهِ۔ اس کی قوم کے	أَنْ۔ یہ کہ	أَنْذِرْ۔ ڈرا	قَوْمَكَ۔ اپنی قوم کو
مِنْ قَبْلِ۔ پہلے	أَنْ۔ اس سے کہ	يَأْتِيَهُمْ۔ آئے ان کے پاس	عَذَابٌ۔ عذاب
أَلِيمٌ۔ دردناک	قَالَ۔ کہا	يَا قَوْمِ۔ اے میری قوم!	إِنِّي۔ بے شک میں
لَكُمْ۔ تمہارے لیے	نَذِيرٌ۔ ڈرانے والا ہوں	مُبِينٌ۔ صاف صاف	أَنِ۔ یہ کہ
اعْبُدُوا۔ عبادت کرو	اللَّهَ۔ اللہ کی	وَ۔ اور	اتَّقُوهُ۔ اس سے ڈرو
وَ۔ اور	أَطِيعُونِ۔ میرا کہا مانو	يَغْفِرْ۔ بخشے گا	لَكُمْ۔ تم کو
مِنْ ذُنُوبِكُمْ۔ تمہارے گناہ	وَ۔ اور	يُؤَخِّرْ۔ مہلت دے گا	كُمْ۔ تم کو
إِلَىٰ۔ طرف	أَجَلٍ۔ مدت	مُسَمًّى۔ مقرر کے	إِنَّ۔ بے شک
أَجَلَ۔ وعدہ	اللَّهِ۔ اللہ کا	إِذَا۔ جب	جَاءَ۔ آجاتا ہے تو
لَا۔ نہیں	يُؤَخَّرُ۔ مہلت دی جاتی	لَوْ۔ کاش	كُنْتُمْ۔ تم
تَعْلَمُونَ۔ جانو	قَالَ۔ کہا نوح نے	رَبِّ۔ اے میرے رب!	إِنِّي۔ بے شک میں نے
دَعَوْتُ۔ بلایا	قَوْمِي۔ اپنی قوم کو	لَيْلًا۔ رات	وَ۔ اور
نَهَارًا۔ دن	فَلَمْ۔ تو نہ	يَزِدْ۔ زیادہ کیا	هُمْ۔ ان کو
دُعَائِي۔ میرے بلانے نے	إِلَّا۔ مگر	فِرَارًا۔ بھاگنا	وَ۔ اور
إِنِّي۔ بے شک میں نے	كُلَّمَا۔ جب بھی	دَعَوْتُهُمْ۔ ان کو بلایا	لِتَغْفِرَ۔ کہ تو بخشے
لَهُمْ۔ ان کو	جَعَلُوا۔ دے لیں انہوں نے	أَصَابِعَهُمْ۔ اپنی انگلیاں	فِي۔ بیچ
آذَانِهِمْ۔ اپنے کانوں کے	وَ۔ اور	اسْتَغْشَوْا۔ ڈھانپ لیے	ثِيَابَهُمْ۔ انہوں نے اپنے

Marfat.com

کپڑے	وَ۔اور	اَصَرُّوْا۔ضد کی	وَ۔اور
اسْتَکْبَرُوا۔تکبر کیا	اسْتِکْبَارًا۔بڑا تکبر	ثُمَّ۔پھر	اِنِّیْ۔میں نے
دَعَوْتُھُمْ۔ان کو بلایا	جِھَارًا۔علانیہ	ثُمَّ۔پھر	اِنِّیْٓ۔میں نے
اَعْلَنْتُ۔اعلان کیا	لَھُمْ۔ان کے لیے	وَ۔اور	اَسْرَرْتُ۔خفیہ کہا
لَھُمْ۔ان کو	اِسْرَارًا۔خفیہ کہنا	فَقُلْتُ۔تو میں نے کہا	اسْتَغْفِرُوْا۔بخشش مانگو
رَبَّکُمْ۔اپنے رب سے	اِنَّہٗ۔بے شک وہ	کَانَ۔ہے	غَفَّارًا۔بخشنے والا
یُّرْسِلِ۔بھیجے گا	السَّمَآءَ۔آسمان سے	عَلَیْکُمْ۔تم پر	مِّدْرَارًا۔تراڑے کا مینہ
وَّ۔اور	یُمْدِدْ۔مدد کرے گا	کُمْ۔تمہاری	بِاَمْوَالٍ۔مال
وَّ۔اور	بَنِیْنَ۔بیٹوں سے	وَ۔اور	یَجْعَلْ۔بنائے گا
لَّکُمْ۔تمہارے لیے	جَنّٰتٍ۔باغات	وَّ۔اور	یَجْعَلْ۔بنائے گا
لَّکُمْ۔تمہارے لیے	اَنْھٰرًا۔نہریں	مَا۔کیا ہے	لَکُمْ۔تم کو
لَا۔کہ نہیں	تَرْجُوْنَ۔امید رکھتے تم	لِلّٰہِ۔اللہ سے	وَقَارًا۔عزت کی
وَ۔اور	قَدْ۔بے شک	خَلَقَکُمْ۔پیدا کیا تم کو	اَطْوَارًا۔کئی مرحلوں سے
اَ۔کیا	لَمْ۔نہیں	تَرَوْا۔دیکھا تم نے	کَیْفَ۔کیسے
خَلَقَ۔پیدا کیے	اللّٰہُ۔اللہ نے	سَبْعَ۔سات	سَمٰوٰتٍ۔آسمان
طِبَاقًا۔نیچے اوپر	وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنایا	الْقَمَرَ۔چاند کو
فِیْھِنَّ۔ان میں	نُوْرًا۔نور	وَّ۔اور	جَعَلَ۔بنایا
الشَّمْسَ۔سورج کو	سِرَاجًا۔چراغ	وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ نے
اَنْۢبَتَکُمْ۔اگایا تم کو	مِّنَ الْاَرْضِ۔زمین سے	نَبَاتًا۔اگانا	ثُمَّ۔پھر
یُعِیْدُ۔لوٹائے گا	کُمْ۔تم کو	فِیْھَا۔اس میں	وَ۔اور
یُخْرِجُکُمْ۔نکالے گا تم کو	اِخْرَاجًا۔نکالنا	وَ۔اور	اللّٰہُ۔اللہ نے
جَعَلَ۔بنایا	لَکُمُ۔تمہارے لیے	الْاَرْضَ۔زمین کو	بِسَاطًا۔بچھونا
لِّتَسْلُکُوْا۔تاکہ تم چلو	مِنْھَا۔اس کے	سُبُلًا۔رستوں	فِجَاجًا۔فراخ میں

سورۂ نوح

سورۂ نوح بالاتفاق مکی ہے قراء کوفہ کے نزدیک اس کی اٹھائیس آیات ہیں جب کہ قراء شام و بصرہ کے نزدیک انتیس آیات ہیں اور دو رکوع ہیں پچھلی سورت سے اس سورۂ مبارکہ کے اتصال کی وجہ جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ سورۃ المعارج میں حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْھُمْ تو اس کے تعاقب میں قوم نوح کے قصہ (اس سورۂ مبارکہ میں) سے آغاز کیا ہے جو اس قوم کی غرقابی وغیرہ پر مشتمل ہے کہ صفحۂ ہستی پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو

ان سے بہتر قوم لانے کا وقوع اور موقع استدلال واستظہار عملاً واقع ہوا اور وہ کفار ہلاک ہوئے اور صرف مطیع وفرمان بردار باقی رہے اور عذاب الٰہی کو ٹالا نہ جاسکا۔ اور اتصال کی وجہ اس شخص کے قول پر جس نے گمان کیا کہ سائل سے مراد نوح علیہ السلام ظاہر ہیں تو بعض آثار میں آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت بروز حشر قوم نوح پر فرمائیں گے۔ حاکم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو لوگوں میں اول ہونے کی وجہ سے روز حشر طلب فرمائے گا اور ارشاد ہوگا کہ تم نے دعوت نوح کا کیا جواب دیا (کیا تمہیں نوح علیہ السلام نے دعوت نہ دی تھی) تو وہ لوگ کہیں گے انہوں (نوح علیہ السلام) نے نہ ہمیں دعوت دی اور نہ ہی تبلیغ کی اور نہ ہی کوئی نصیحت کی اور نہ ہی کسی کار خیر کا حکم دیا اور نہ ہی منکرات سے منع فرمایا تو نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار! میں نے انہیں واضح دعوت دی جو اولین وآخرین کو اور ہر امت کے بعد ہر امت کو ظاہر ومعلوم ہے یہاں تک کہ خاتم النبیین محمد ﷺ، تو ان کے لیے اسے نقل کیا گیا اور انہوں نے اس کی تلاوت کی اور اس پر ایمان لائے اور اس دعوت منقولہ کی تصدیق کی تو حق سبحانہ وتعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ محمد ﷺ اور ان کی امت کو بلاؤ تو وہ بلائیں گے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت اس حال میں پیش ہوں گے کہ ان کے ہاتھوں کے درمیان (آگے) نور دوڑتا ہوگا تو نوح علیہ السلام محمد ﷺ اور آپ کی امت سے کہیں گے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی قوم کو رسالت کی تبلیغ کی اور ان کی نصیحت وہدایت کے لیے سعی بلیغ اور انہیں عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے خفیہ اور علانیہ کوشش کی تو ان لوگوں نے میری دعوت سے بھاگنا ہی زیادہ پسند کیا (وہ لوگ قبول دعوت کو اپنی شان کے خلاف جانتے تھے) تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کہے گی کہ بلاشبہ ہم گواہی دیتے ہیں اس پر جو ہم نے قرآن حکیم سے تلاوت کیا (پڑھا) کہ آپ (نوح علیک السلام) نے جو کچھ فرمایا وہ حق وسچ ہے اور بلاشبہ آپ سچوں میں سے ہیں تو قوم نوح کہے گی کہ آپ (ﷺ) اور آپ کی امت کو اس کا کیونکر علم ہوا۔ جب کہ آپ تو بعد کی امت ہیں تو رسول اللہ ﷺ سورۂ نوح کی تلاوت فرمائیں گے یہاں تک کہ جب سورت ختم فرمائیں گے تو آپ کی امت کہے گی ہم گواہی دیتے ہیں اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تو جب اللہ عزوجل شانہ ارشاد فرمائے گا۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ، اے مجرمو آج کے دن علیحدہ ہو جاؤ۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول - سورۂ نوح - پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ بے شک ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔

نوح اعجمی اسم ہے (عجمی نام ہے) الجوالیقی اور الکرمانی کا کہنا ہے کہ یہ اسم معرب ہے سریانی زبان میں نوح کے معنی ''الساکن'' کے ہیں یعنی ٹھہرنے والا یا رہنے والا۔ مستدرک میں حاکم سے منقول ہے انما سمی نوحا لکثرۃ نوحہ وبکائہ علی نفسہ واسمہ عبدالغفار ان کا نام نوح اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنے نفس پر کثرت سے رونے والے، آہیں بھرنے والے اور ملامت فرمانے والے تھے اور ان کا نام عبدالغفار تھا۔ بعض مفسرین بشمول آلوسی رحمۃ اللہ علیہم نے اس

Marfat.com

قول کی صحت سے انکار کیا ہے، آپ کا نسب نامہ یہ ہے: نوح (علیہ السلام) بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ (اور یہ اخنوخ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے اور یہ ہی ادریس علیہ السلام کا نام ہے) بن یرد ابن مہلا ئیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ اس نسب نامہ سے ظاہر ہے کہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد سے تھے اور مستدرک میں ہے کہ اکثر صحابہ کا یہ خیال تھا کہ نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے ہوئے اور وہ آپ کے اجداد سے نہیں۔ مستدرک میں ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مستدرک میں مروی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر میں مبعوث فرمایا اور وہ اپنی قوم میں نوسو پچاس برس رہے اور انہیں دعوت حق فرماتے رہے یہاں تک کہ طوفان آیا اور آپ طوفان کے بعد ساٹھ برس مزید دنیا میں رہے۔ تہذیب میں نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام میں دنیاوی عمر کے لحاظ سے زیادہ تھے۔ ایک قول ہے کہ وہ تمام لوگوں میں بلحاظ عمر زیادہ تھے اور شداد کا قول ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار چار سواسی برس ہوئی۔ تاہم اس پر اتفاق نہیں اس وجہ سے کہ خضر علیہ السلام کی عمر کا انکار نہ ہو۔ وہ سب سے پہلے صاحب شریعت اور مطاع نبی ہیں اور لوگوں کو دعوت توحید کے لیے مبعوث کیے گئے اور ان کی امت طوفان سے ہلاک ہوئی اور تحقیق یہی ہے کہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اپنے اہل و اولاد کی طرف مبعوث کیے گئے اور ان کی شریعت کو شریعت نوح نے منسوخ نہ کیا اور شریعت نوح میں مقصود دعوت ایمان و توحید تھی۔ ایک قول ہے نوح علیہ السلام شیخ انبیاء اور آدم ثانی تھے آپ اپنے سر میں عمدہ (حسین) چہرے والے، بلند قامت، بڑی بڑی آنکھوں والے، گوشت سے بھرپور کندھوں والے، فربہ اندام اور بھرپور (لمبی اور سینہ پر پھیلی) داڑھی والے تھے اور آپ کے روضۂ مبارکہ میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ مسجد کوفہ میں ہے اور بعض نے کہا جبل احمر پر ہے اور بعض نے کہا کرک کے شہر کے قریب جبل لبنان کے دامن میں ہے۔ اِنَّآ حرف تحقیق ہے جو قَوْمِہٖٓ کو خاص کر رہا ہے یعنی آپ کی نبوت اپنی ہی قوم کی طرف خاص تھی اور آپ انہی کی طرف مبعوث کیے گئے تھے اور آپ کی دعوت سرور دو عالم ﷺ کی طرح آفاقی، ہمہ گیر اور جہانگیر نہ تھی۔

اِلٰی قَوْمِہٖٓ قیل هم سكان جزيرة العرب ومن منهم لا اهل الارض كافة ایک قول ہے ان کی قوم سے مراد جزیرۃ العرب کے لوگ اور وہ لوگ تھے جو ان سے قریب تھے اور تمام اہل زمین میں مراد نہیں ہیں۔ البتہ مشہور ہو گیا کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور ان کی طرف ہی مبعوث ہوئے۔

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ کہ اپنی قوم کو ڈرا۔

ای قلنا لنوح علیه السلام اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ۔ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا کہ اپنی قوم کو دعوت ارشاد دو اور عذاب سے ڈراؤ۔ ایک قول ہے ارسلناه بالامر بالانذار یعنی ہم نے انہیں اس حکم کے ساتھ مامور کیا کہ لوگوں کو دعوت حق فرمائیں اور عذاب الٰہی سے خوف دلائیں۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

عاجل وهو ماحل بهم من الطوفان كما قال الكلبى او آجل وهو عذاب النار كما قال ابن عباس والمراد انذرهم من قبل ذلك لئلا يبقى لهم عذر ما أصلا۔ جلد آنے والا عذاب اور وہ تھا جو ان پر طوفان کی صورت نازل ہوا جیسا کہ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے یا متعین ومقرر اور وہ آگ کا عذاب ہے (جو آخرت میں ہوگا) جیسا

کہ ابن عباس کا قول ہے اور اس قول یعنی "انہیں ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے" سے مراد یہ ہے ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے سرے سے کوئی عذر (بہانہ) باقی نہ رہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲

آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

(قَالَ) آپ نے فرمایا ای قال لھم یعنی نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا۔

يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اے میری قوم! میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

منذر موضح لحقیقة الامر واللام فی لکم للتقویة او لتعلیل ای لاجل نفعکم من غیر ان أسألکم اجرا۔ یعنی معاملے کی حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والا اور ڈرانے والا ہوں لَكُمْ میں لام (ل) یا تو تقویت کے لیے ہے یا پھر تعلیل کے لیے کہ اس لیے کہ میں خالص تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں ڈراتا ہوں اور مجھے تم سے اس کے عوض کوئی صلہ (مطالبہ، مزدوری وغیرہ) درکار نہیں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ اللہ کی بندگی کرو۔

ای لا تشرکوا به احدا وادعوه یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کی الوہیت و ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار و خالص اس ہی کی بندگی بجالاؤ۔

وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو **ای اجتنبوا من معصیته لئلا غضبتم** یعنی تم حق سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہو ایسا نہ ہو کہ تم پر غضب فرمائے، یا اس کی حکم عدولی اور سرکشی نہ کرو مبادا کہ وہ تمہاری پکڑ فرمائے اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈرو۔

وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ اور میرا حکم مانو یعنی تم میری اطاعت بجالاؤ اور جس بات کا میں تمہیں حکم دوں اسے مانو اور نافرمانی نہ کرو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا، بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے تو ہٹایا نہیں جاتا، کسی طرح تم جانتے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا۔

مجزوم فی جواب الامر واختلف فی "مِّنْ" پچھلی آیت میں امر اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ بندگی تقویٰ اور اطاعت سے متعلق گزرا تو یہاں اس امر کا جواب بطور بدلہ (صلہ) ہے یعنی اللہ تمہاری بخشش کردے گا البتہ حرف جار "مِّنْ" میں اختلاف ہے بعض نے کہا ابتدائیہ ہے اور فعل کی ابتدا حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان معنوں میں ہے **یبتدئھم بعد ایمانھم بمغفرة ذنوبھم احسانا منه عزوجل وتفضلا** کہ ان لوگوں کے ایمان لانے کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی طرف سے بطور احسان اور مہربانی کے ان لوگوں کی بخشش سے ابتداء و آغاز فرمائے گا اور یہ بھی جائز رکھا

Marfat.com

گیا ہے کہ کفار کی جانب سے یوں ہو کہ انہیں ان کے ایمان لانے کے سبب سے جو شے ابتداءً حاصل ہوگی وہ ان کے گناہوں کی بخشش ہوگی۔ بعض نے کہا کہ ''من'' تبعیضیہ ہے جس کا مطلب ہے ای یغفرلکم بعض ذنوبکم یعنی تمہارے بعض گناہ (جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور حقوق العباد سے متعلق نہیں) بخش دے گا۔ اور بعض نے کہا ''بیانیہ'' ہے جس کا مطلب تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اور ایک قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی مومنوں کے سوا کفار سے خطاب ہوا ہے تو مومنوں اور کافروں کے درمیان خطاب میں واضح فرق ہے جہاں کفار کو مغفرت کے ساتھ دعوت دی گئی ہے اس مغفرت و بخشش کا تمام تر مدار ''ایمان لانے'' پر ہے اور جہاں سے مومنوں سے خطاب مغفرت ہوا ہے تو وہ طاعت سے اور معاصی سے باز رہنے میں مشروط ہے۔ بعض نے کہا کہ بعض گناہوں کی بخشش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سارے گناہ معاف نہ ہوں گے سورۃ الانفال میں ہے قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ تو یہاں سارے گناہوں کی بخشش واضح ہے بشرطیکہ ایمان لائیں اور فرماں برداری کریں اور مخالفت حق سے باز رہیں۔ بعض نے کہا کل گناہوں کی بخشش صرف اس امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا صحیح مسلم شریف میں ہے اسلام، حج اور ہجرت ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔

هو الامد الاقصى الذى قدره الله تعالىٰ بشرط الايمان والطاعة وراء ما قدره عزوجل لهم على تقدير بقائهم على الكفر والعصيان۔ وہ دور کا فاصلہ ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لیے ایمان واطاعت کی شرط سے مقدر فرما رکھا ہے یعنی اس مدت تک (موت تک) تمہیں گناہوں کی سزا نہ دے گا اور اگر وہ ایمان وطاعت کی بجائے کفر و سرکشی اور معصیت پر ہی قائم رہیں گے تو اس پر جو مقدر ہے وہ اس سے الگ ہے، چاہے دنیا ہی میں عذاب فرمائے یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں ہی عذاب فرمائے۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا۔

(اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ) بے شک اللہ کا وعدہ ای ما قدره عزوجل على تقدير بقائكم على ما انتم عليه یعنی وہ جو حق تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے اس صورت میں جب کہ تم جس پر کہ تم تھے قائم و باقی رہو یعنی اگر تم کفر پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے تو عذاب مقدر ہو چکا ہے۔ اجل سے مراد مقررہ وعدہ ہے۔ اِذَا جَآءَ جب آتا ہے یعنی جب مقررہ طریقہ سے آجاتا ہے۔ لَا یُؤَخَّرُ ہٹایا نہیں جاتا، یعنی اس میں تاخیر ہو ایسا ممکن نہیں۔ قضائے مبرم میں تو فی الاصل تاخیر ہوتی ہی نہیں اور قضائے معلق میں جب شرط موجود ہو جائے تو پھر اس میں بھی تاخیر ممکن نہیں لہٰذا یہ ٹلنے والی نہیں تو فبادروا الى ايمان الطاعة قبل مجيئه حتى لا يتحقق شرط الذى هو بقاء كم على الكفر والعصيان فلا يجيئ و يتحقق شرط التاخير الى الاجل المسمى تو تم (اے گروہ کفار!) ایمان وطاعت میں پیش قدمی کرو اس سے پہلے کہ وہ قضاء آجائے یہاں تک کہ اس کی شرط جو کہ تمہارے کفر و عصیان پر قائم رہنے کی ہے محقق نہ ہو تو وہ وارد نہ ہوگی اور ایک مقررہ میعاد تک کی مہلت کی شرط محقق ہو جائے گی۔

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ کسی طرح تم جانتے۔

ای لو کنتم من اھل العلم لسارعتم لما امرکم بہ یعنی اگرتم اہل علم میں سے ہوتے تو اپنی بھلائی چاہتے، تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جلدی کرتے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝

عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا۔

قَالَ ای نوح علیہ السلام مناجیا ربہ عزوجل وحاکیا لہ سبحانہ بقصد الشکوی وھو سبحانہٗ اعلم بحالہ ماجرٰی بینہ وبین قومہ من القیل والقال فی تلک المدد الاطول بعد ما بذل فی الدعوۃ غایۃ المجھود یعنی نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار جل وعلا سے مناجات کی اور عرض کیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے حال سے بخوبی واقف تھا جو ان کے اور ان کی قوم کے درمیان بطور لڑائی جھگڑا اور فضول گفتگو (بحث وتمحیص) کے اس انتہائی طویل زمانے میں ہوتا رہا باوجودیکہ انہوں نے اپنی دعوت حق میں انتہائی کوشش کر ڈالی۔

رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي میں نے اپنی قوم کو بلایا۔

الی الایمان والطاعۃ یعنی میں نے اپنی قوم کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلایا۔

لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ رات دن۔

ای دائماً من غیر فتور ولا توان یعنی ہمیشہ بغیر کسی نقص وخرابی کے اور بغیر کسی کوتاہی وسستی کے۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۝

تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنے کے علاوہ کچھ فائدہ نہ ہوا۔

فما دعوتھم الیہ واسناد الزیادۃ الی الدعاء یعنی وہ بھاگنے ہی میں بڑھے جس قدر میں نے انہیں ایمان و طاعت کی طرف بلایا چونکہ دعوت، کفار کے فرار کی زیادتی کا باعث وسبب ہوئی اس لیے دعاء (دعوت) کو فرار میں اضافہ کرنے والا فرمایا۔ دعوت کی طرف یہ نسبت مرار مجازاً ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میں نے جس قدر دعوت بلیغ کی انہوں نے فرماں برداری نہ کی بلکہ ترغیب کے مقابلے میں ان کی نافرمانی اور سرکشی بڑھتی ہی چلی گئی، بجائے اس کے کہ دعوت پر کان لگاتے وہ الٹا بھاگ جاتے اور بات سننا تک انہیں گوارا نہ تھا۔

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ دھرمی کی اور بڑا غرور کیا۔

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا۔

ای الی ایمان یعنی جب بھی میں نے انہیں ایمان کی طرف دعوت دی۔

لِتَغْفِرَ لَهُمْ کہ تو ان کو بخشے۔

ای بسبب الایمان یعنی ان کے ایمان لانے کے سبب سے انہیں تو (اے اللہ تعالیٰ!) بخش دے۔

جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

ای سدوا مسامعهم عن استماع الدعوة یعنی اپنے کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کر دیا تا کہ میری دعوت کی آواز کو نہ سنیں۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا سرے سے بات ہی نہ سننے کی طرف کنایہ ہے، جس سے واضح ہے کہ دعوت حق کا انہیں سننا کس قدر ناگوار تھا اور ان کے طرز عمل سے بیزاری نمایاں تھی۔

وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے۔

ای بالغوا فی التغطی بها کانهم طلبوا من ثیابهم ان تغشاهم لئلا یروه کراهة النظر الیه من فرط کراهة الدعوة یعنی اس حالت میں اس حد تک بڑھ گئے گویا کہ انہوں نے اپنے پہننے کے کپڑے منگوا لیے تا کہ انہیں اوڑھ لیں تا کہ آپ علیہ السلام کو آنکھوں سے نہ دیکھیں اور ان کی نظروں میں اس شدت کی ناگواری تھی کہ داعی الی الحق کو دیکھنا بھی برداشت نہ تھا۔

وَاَصَرُّوْا اور ہٹ دھرمی کی۔

ای اکبوا علی الکفر والمعاصی یعنی کفر اور گناہوں پر ڈٹے رہے۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: الاصرار التعقد فی الذنب۔ الاصرار (ہٹ دھرمی) سے مراد گناہوں پر پکے اور جمے رہنا ہے۔

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ اور بڑا غرور کیا۔

من اتباعی و طاعتی عظیما یعنی ان لوگوں نے میری فرماں برداری اور پیروی سے سخت انکار کیا اور انتہائی سرکشی کا مظاہرہ کیا یا غایت درجہ مغرور بن گئے۔ ایک قول ہے کہ میری دعوت کو قبول کرنا کسرِ شان جانا۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩

پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا۔

ای دعوتهم دعاء جهاراً ای مجاهرا یعنی میں نے انہیں بلند آواز سے (علی الاعلان) دعوت دی یعنی انہیں ان کی مجلسوں میں کھلم کھلا اونچی آواز سے دعوت حق فرمائی۔

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩ پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ بھی کہا۔

ای دعوتهم مرة وکرة غب کرة علی وجوه متخالفة وأسالیب متفاوتة وهو تعمیم لوجوه الدعوة بعد تعمیم الاوقات یعنی میں نے انہیں بار بار اور دعوت کے بعد مکرر دعوت (پیہم دعوت) دی اور یہ دعوت مختلف طریقوں اور مختلف اسالیب کو پیش نظر رکھ کر دی یعنی جس طرح ممکن و مؤثر ہو سکتا تھا اور جس طرح سے بھی اجرائے دعوت ہو سکتی تھی انہیں بار بار پیہم اور تکرار کے ساتھ بالترتیب دعوت دی۔ اور ایسا وجوہ و اسباب دعوت کے عموم پر جو اوقات کی عمومیت کے بعد ہوئی، دلالت کر رہا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠

تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

بالتوبة عن الكفر والمعاصي فانه سبحانه لايغفر ان يشرک به وقال رَبَّكُمْ تحريكا لداعي الاستغفار

کفر ومعصیت (گناہوں) سے توبہ کے ساتھ کہ بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا اور آپ کا رَبَّكُمْ فرمانا ان لوگوں کو توبہ و بخشش کی طرف رغبت وتحریک دلانے کے لیے تھا۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

دائم المغفرة كثيرها للتائبين وہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو بہت زیادہ اور ہمیشہ معاف فرمانے والا ہے۔

قال البغوى لما كذبوه عليه الصلاة والسلام بعد تكرير الدعوة حبس الله تعالیٰ عنهم التمطر واعقم ارحام نسائهم اربعين سنة وقيل سبعين سنة فوعدهم انهم ان آمنوا يرزقهم الله تعالیٰ الخصب يدفع عنهم ماهم فيه۔ بغوی نے لکھا ہے کہ قوم نے عرصہ دراز تک حضرت نوح علیہ السلام کی بار بار دعوت کے باوجود تکذیب کی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے بارش روک دی اور ان کی عورتیں چالیس برس اور ایک قول کے مطابق ستر برس تک بانجھ (بے ثمر) رہیں تو آپ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں پھلوں، سبزیوں وغیرہ سے بکثرت روزی عطا فرمائے گا اور جس حالت میں وہ مبتلا ہیں اسے دور فرما دے گا۔ تو یہ کہہ کر انہیں توبہ کی ترغیب دی۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

تم پر آسمان سے شراٹے کا مینہ بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ تم پر آسمان سے شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔

اى كثير الدر یعنی کثرت سے بارش والا۔ ایک قول ہے کہ المظلة یعنی سیاہ چھا جانے والی زوردار بارش۔

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

اى يزدكم باموال واولاد یعنی تمہارے مالوں اور تمہاری اولاد میں برکت وزیادتی عطا فرمائے گا۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور تمہارے لیے باغات بنادے گا۔

اى بساتين یعنی باغات، قوم نوح پر پیہم تکذیب کی وجہ سے بارش روک دی گئی تھی اور چالیس سال یا ستر برس تک اس قوم کی عورتیں بانجھ رہیں جس سے ان کی نسل برباد ہوئی، مال تلف ہوا اور مویشی ہلاک ہو گئے دریا وچشمے خشک ہو گئے، اور زمین کے باغات اجڑ گئے تو یہ کہہ کر رغبت دلائی ہے کہ تمہارے لیے ویسا ہی باغات کا سلسلہ شاداب بنادے گا جیسا کہ تکذیب سے پہلے تھا۔

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ اور تمہارے لیے نہریں بنادے گا۔

اى جارية یعنی تکذیب سے پہلے جس طرح تمہارے لیے دریا اور نہریں بھرپور طور پر جاری ورواں تھیں اسی طرح پھر سے جاری فرمائے گا۔ بقاعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "جنات وانہار" سے مراد نعیم آخرت ہے اور جمہور کا قول وہی ہے جو گزرا۔ حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قلت پیداوار اور بارش، تنگدستی اور اولاد نہ ہونے کا قرآنی عمل استغفار ہے، جس کی برکت سے

Marfat.com

یہ نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔

ای غیر معتقدین للہ تعالیٰ عظمة موجبة لتعظیمه سبحانه بالایمان به جل شانه و الطاعة له تعالیٰ۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی وہ عظمت نہیں جانتے جو حق سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت بجا لانے کے بعد اس کی تعظیم و بزرگی کی موجب و مقتضی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ عزوجل پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے تا کہ وہ تمہیں اس کے سبب بخشے۔ حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کا شکریہ کیوں نہیں بجالاتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ حالانکہ اس نے تمہیں مراحل مختلفہ سے بنایا۔

انه عزوجل خلقكم مدرجا لكم فی حالات عناصر ثم اغذية ثم اخلاطا ثم نطفا ثم علقا ثم مضغا ثم عظاما ولحوما ثم خلقا آخر۔ بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں کئی درجات میں کئی مرتبہ باعتبار حالات پرورش کیا پہلے تم تخلیق عنصری میں تھے پھر تخلیق غذائی کی طرف پھرے، پھر اخلاط کی طرف، پھر نطفہ، پھر جمے ہوئے خون، پھر گوشت کے لوتھڑے، پھر ہڈیوں اور گوشت کی طرف لائے گئے پھر ایک اور تخلیق کی طرف لائے گئے یعنی تمہارے اندر روح پھونکی گئی اور تم انسان بنے۔ تخلیقی نشانیوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں غور وفکر ایمان وطاعت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ احوال مختلفہ سے مراد ولادت سے موت تک کے حالات ہیں جو ہر شخص سے متعلق ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور بنایا سورج کو چراغ۔

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔

ای متطابقة بعضها فوق بعض وتفسیر التطابق بالتوافق فی الحسن۔ یعنی ان میں سے ایک کو دوسرے پر مناسبت اور مطابقت کے ساتھ بنایا اور تطابق کی تفسیر خوبصورتی میں موزونیت وموافقت کے ساتھ کی گئی ہے اور حکم کا استعمال وجود صنعت پر ہے کہ تم رجہی کے بنانے میں کوئی فرق دیکھتے ہو، یعنی آسمانوں کی پیدائش سے قدرت الٰہی ظاہر ہے کہ اس نے کیا خوب متوازن، متناسب اور ایک پر دوسرے کو ترتیب کے ساتھ درست بنایا۔ استفہام تقریری ہے جو سننے والے کو اقرار پر آمادہ کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا استفہام بطور تعجب ہے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا اور ان میں چاند کو روشن کیا۔

منور وجه الارض فی ظلمة اللیل وجعله فیهن مع انه فی احداهن وهی السماء الدنیا شب کی تاریکی میں زمین کے چہرے کو جگمگا دینے والا اور ''اس میں بنایا'' کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں سے ایک یعنی آسمان دنیا میں بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ چاند اور سورج کے چہرے آسمانوں کی طرف ہیں اور زمین پر ان کے انوار منعکس ہو کر آتے ہیں۔

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ اور بنایا سورج کو چراغ۔

Marfat.com

یزیل ظلمة الیل ویبصر أهل الدنیا فی ضوئها وجه الارض ویشاهدون الآفاق كما یبصر اهل البیت فی ضوء السراج ما یحتاجون الیٰ ابصاره وتنوینه للتعظیم وفی الكلام تشبیه بلیغ ولكون السراج اعرف واقرب جعل مشبها به سورج کی روشنی رات کی تاریکی اور اندھیرے کو زائل کر دیتی ہے اور اس کی روشنی میں زمین کے اوپر دنیا والے دیکھتے ہیں اور آفاق کا مشاہدہ (نظارا) کرتے ہیں اسی طرح جس طرح گھر کے لوگ تاریکی میں جس چیز کو آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہیں وہ چراغ کی روشنی میں دیکھ لیتے ہیں۔ سِرَاجًا کی تنوین تعظیم کے لیے اور کلام الٰہی میں بہت بڑی تشبیہ ہے۔ مشبہ، مشبہ بہ سے اعلیٰ ہے یعنی سورج چراغ سے تشبیہ دیا گیا ہے اور سورج کو اعلیٰ ہونے کے باوصف اس لیے سراج (چراغ) سے تشبیہ دی گئی ہے کہ مخاطبین کے سامنے چراغ کے علاوہ کوئی روشنی ایسی نہیں جو زیادہ معروف و معلوم ہو اور مشبہ سے قریب تر ہو۔

وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاۙ۝۱۷ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا۝۱۸ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًاۙ۝۱۹ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۝۲۰

اور اللہ نے تمہیں عجب طرح زمین سے اگایا، پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا، اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاۙ۝۱۷ اور اللہ نے تمہیں عجب طرح زمین سے اگایا۔ نَبَاتًا نے اَنْۢبَتَكُمْ کو بطور مفعول مؤکد کیا ہے۔

ای انشاكم منها فاستعیر الانبات للانشاء لكونه ادل علی الحدوث والتكون من الارض لكونه محسوسا یعنی تمہیں زمین سے اٹھایا (پیدا کیا) اور انبات (اگانے) سے انشاء (پیدائش) کی طرف استعارۃ ہے تاکہ حدوث (پیدائش) پر زیادہ دلالت کرے اور زمین سے ہونے میں اشارہ ہے کہ پیدائش کا مفہوم محسوس ہو۔ مِّنَ الْاَرْضِ یعنی زمین سے پیدا کیا جس طرح زمین میں بیج (تخم) بویا جاتا ہے اسی طرح رحم میں تخم پڑا ہے اور جس طرح زمین اس تخم کو بڑھاتی ہے یونہی رحم میں اس تخم کی روئیدگی اور ترقی بذریعہ غذا ہوتی ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ چونکہ زمین کی پیداوار روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ تمہاری خلقت بھی یونہی ہے اور تم بعث (دوبارہ اٹھنے) کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔

ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا پھر تمہیں اس میں لے جائے گا۔

ای فی الارض بالدفن عند موتكم یعنی تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زمین میں دفن کیا جائے گا۔

وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا۝۱۸ اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

منها عند البعث والحشر مرنے کے بعد جی اٹھنے اور حشر کے روز زمین سے دوبارہ نکالے گا۔ یعنی تمہارا اخراج (دوبارہ اٹھنا) قطعی اور اسی طرح یقینی ہے جس طرح سے زمین سے سبزے کا اگنا (تمہاری پیدائش) واضح ہے اور اسی طرح زندہ اٹھائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے برہنہ غیر مختون پیدا کیے گئے تھے۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًاۙ۝۱۹ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔

Marfat.com

تتقلبون علیها کالبساط یعنی تم اس پر لوٹتے ہو جیسے بستر پر لوٹتے ہیں۔ اور کیا یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے اور گیند کی طرح گول نہیں۔ جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے بلاشبہ یہ ایک عظیم کرہ ہے جو کوئی اس پر ہے یا جو اس پر چلتا پھرتا ہے وہ اسے بچھا ہوا پائے گا تاہم اس کے گول ہونے یا نہ ہونے کا اعتقاد شرع میں لازم امر نہیں، البتہ اس کا کرہ ہونا (گول ہونا) امر یقینی ہے۔

لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

سُبُلًا (طرقًا) یعنی راہیں فِجَاجًا جمع فَجٍّ اور یہ سُبُلًا (راہوں) کے لیے بطور تعریف صفت مشبہ ہے اور بعض کا قول ہے هو. اسم للطریق الواسعة یہ کشادہ راہوں کے لیے نام ہے کہ اسم للمسلک بین الجبلین چلنے والوں کے لیے اس راستے کا نام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو، مراد دروں کا نام ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ تمہارے لیے زمین کو بچھایا گیا ہے اور اس میں کشادہ راستے ہیں تاکہ تم ان کے ذریعے زمین میں چلو پھرو، یا ان کشادہ راہوں کو گزرگاہ بنالو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۂ نوح۔ پ ۲۹

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

نوح نے عرض کی اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جس سے نہ مال بڑھا نہ اولاد مگر خسارہ ہی خسارہ۔

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾

اور بہت بڑے مکر میں آگئے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور خاص کر نہ چھوڑنا ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور نہ زیادہ ہوئی ظالموں کو مگر گمراہی۔

مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾

اپنی کی ہوئی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾

اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾

بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار ناشکر۔

رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو

Marfat.com

نہ بڑھا مگر تباہی۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۂ نوح۔پ ۲۹

قَالَ۔کہا	نُوْحٌ۔نوح نے	رَّبِّ۔اے رب میرے!	اِنَّهُمْ۔بے شک انہوں نے
عَصَوْ۔نافرمانی کی	نِیْ۔میری	وَ۔اور	اتَّبَعُوْا۔پیروی کی
مَنْ۔اس کی کہ	لَّمْ۔نہ	يَزِدْ۔زیادہ کیا	هُ۔اس کو
مَالُهٗ۔اس کے مال نے	وَ۔اور	وَلَدُهٗ۔اولاد	هٗ۔اس کی نے
اِلَّا۔مگر	خَسَارًا۔خسارا	وَ۔اور	مَكَرُوْا۔مکر کیا انہوں نے
مَكْرًا۔مکر	كُبَّارًا۔بہت بڑا	وَ۔اور	قَالُوْا۔بولے کافر
لَا۔نہ	تَذَرُنَّ۔چھوڑنا	اٰلِهَتَكُمْ۔اپنے معبودوں کو	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَذَرُنَّ۔چھوڑنا	وَدًّا۔ود کو	وَّ۔اور
لَا۔نہ	سُوَاعًا۔سواع کو	وَّ۔اور	لَا۔نہ
يَغُوْثَ۔یغوث کو	وَ۔اور	يَعُوْقَ۔یعوق کو	وَ۔اور
نَسْرًا۔نسر کو	وَ۔اور	قَدْ۔بے شک	اَضَلُّوْا۔گمراہ کیا انہوں نے
كَثِيْرًا۔بہتوں کو	وَ۔اور	لَا۔نہ	تَزِدِ۔زیادہ کر
الظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کو	اِلَّا۔مگر	ضَلٰلًا۔گمراہی میں	مِمَّا۔اپنے
خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ۔گناہوں سے	اُغْرِقُوْا۔غرق کیے گئے	فَاُدْخِلُوْا۔تو داخل کیے گئے	نَارًا۔آگ میں
فَلَمْ۔تو نہ	يَجِدُوْا۔پایا انہوں نے	لَهُمْ۔اپنے لیے	مِّنْ دُوْنِ۔سوا
اللّٰهِ۔اللہ کے	اَنْصَارًا۔کوئی مددگار	وَ۔اور	قَالَ۔کہا
نُوْحٌ۔نوح نے	رَّبِّ۔اے میرے رب!	لَا۔نہ	تَذَرْ۔چھوڑ
عَلَى۔اوپر	الْاَرْضِ۔زمین	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔کافروں سے	دَيَّارًا۔کوئی بسنے والا
اِنَّكَ۔بے شک تو	اِنْ۔اگر	تَذَرْ۔چھوڑے گا	هُمْ۔ان کو تو
يُضِلُّوْا۔گمراہ کریں گے	عِبَادَ۔بندوں	كَ۔تیرے کو	وَ۔اور
لَا۔نہ	يَلِدُوْٓا۔جنیں گے	اِلَّا۔مگر	فَاجِرًا۔فاجر
كَفَّارًا۔کافر	رَبِّ۔اے میرے رب!	اغْفِرْ۔بخش دے	لِيْ۔مجھ کو
وَ۔اور	لِوَالِدَيَّ۔میرے ماں باپ کو	وَ۔اور	لِمَنْ۔اس کو جو
دَخَلَ۔داخل ہوا	بَيْتِيَ۔میرے گھر میں	مُؤْمِنًا۔ایمان کی حالت میں	وَ۔اور
لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔مومن مردوں کو	وَ۔اور	الْمُؤْمِنٰتِ۔مومن عورتوں کو	وَ۔اور
لَا۔نہ	تَزِدِ۔زیادہ کر	الظّٰلِمِيْنَ۔ظالموں کو	اِلَّا۔مگر

تَبَارًا ۔ تباہی

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم ۔ سورۃ نوح ۔ پ ۲۹

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

نوح نے عرض کی اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔

قَالَ نُوحٌ نوح نے عرض کی۔

ای قال علیه السلام مناجیا له تعالیٰ شاکیا الیه عزوجل۔ یعنی نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار عزوجل شانہ کے حضور مناجات کی اور قوم کے بارے میں شکایت کی۔ یہاں قَالَ مکرر آیا اور پیچھے نوح علیہ السلام کا قول قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ کا موکد ہے اور قوم کی تکذیب کے حوالے سے ان کے لیے نزول عذاب کی تمہید ہے یا درخواست عذاب کی تیاری ہے۔

رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي پروردگار! انہوں نے میری نافرمانی کی۔

ای داموا علی عصیانی فیما امرتهم به ما بلغت فی ارشادهم بالعظة و التذکیر یعنی انہوں نے اس میں ہمیشہ میری نافرمانی حکم عدولی کی جب بھی میں نے انہیں ان کی نصیحت وہدایت کے لیے تبلیغ کی یا عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔

أی واستمروا علی اتباع رؤسائهم الذین ابطرتهم اموالهم وغرتهم اولادهم وصارا ذلک سببا لزیادة خسارهم فی الاخرة فصاروا اسوة لهم فی الخسار۔ یعنی اپنے ان سرداروں کے پیچھے لگے رہے جنہیں ان کے اموال نے ریاکار اور ان کی اولاد نے مغرور وسرکش بنا دیا۔ اور یہ امور آخرت میں ان کے نقصان و بربادی کا سبب ہو گئے تو وہ امراء ورؤساء نقصان و بربادی میں عوام اور غرباء کے لیے نمونہ بن گئے۔ یعنی ان کی پیروی نے انہیں ہلاکت کی راہ پر ڈال دیا۔

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ اور بہت بڑا داؤ کھیلے۔

عطف علی صلة "من" والجمع باعتبار معناها کما ان الافراد فی الضمائر الاول باعتبار لفظها وکان فیه اشارة الی اجتماعهم فی المکر لیکون اشد واعظم وقیل عطف علی "عَصَوْنِي" والاول انسب لدلالته علی ان المتبوعین ضموا الی الضلال الاضلال وهو الاوفق بالسیاق فان المتبادر ان ما بعده من صفة الرؤساء ایضاً و اعتبار ذلک العطف علی ان المعنی مکر بعضهم ببعض وقال بعضهم خلاف المتبادر۔

حرف عطف (واو) مَن لَّمْ يَزِدْهُ پر عطف ہے اور لفظ مَنْ اپنے معنی کے اعتبار سے جمع ہے جس طرح پہلی ضمیریں لفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں اور اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ وہ لوگ مکر میں باہم اکٹھے ہو گئے تا کہ ان کا داؤ اجتماعی طور پر زیادہ شدید اور بڑا ہو جائے۔ اور ایک قول ہے کہ عَصَوْنِي پر عطف ہے تاہم دلالت کے اعتبار سے پہلا بیان قوی ہے کیونکہ پیروی

کرنے والے گمراہی پر ان کے ساتھ مل گئے اور جو شے سیاق کلام کے ساتھ زیادہ موافقت رکھتی ہے وہ متبادر ہے یعنی اور ہے یا مفہوم اخذ کرنے میں جلدی ہے کیونکہ اس کے بعد رؤساء کی صفات یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ کا بیان بھی ہے اور عطف کی اس صورت کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں سے بعض نے بعض کے ساتھ مکر کیا اور'' ان میں سے بعض نے بعض سے کہا خلاف متبادر ہے ایک قول ہے کہ اتَّبَعُوْا پر عطف ہے۔ كُبَّارًا، كبيرٌ سے مبالغہ ہے اى كبيراً فى الغاية یعنی بہت ہی بڑا داؤ۔ زید بن علی اور ابن محیص نے كُبَّارًا کاف کے زیر کے ساتھ یا باء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن الانباری نے کہا کہ كُبَّارًا كبيرٌ کی جمع ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم نوح کے لوگوں نے سرکش اور مغرور رؤساء کی پیروی کی جو انہیں نوح علیہ السلام کی تکذیب پر ابھارتے اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے اور دونوں رؤساء اور عوام بلا واسطہ اور بالواسطہ نافرمانی، تکذیب اور ایذا رسانی کے مرتکب ہوئے یا دونوں گروہوں نے اس امر تکذیب وایذا رسانی پر گٹھ جوڑ کر لیا۔ ان کے اس طرز عمل کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور خاص کر نہ چھوڑنا وڈ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو۔

اى لا تتركوا عبادتها على الاطلاق الى عبادة رب نوح عليه السلام یعنی بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت ہرگز نہ چھوڑنا کہ کہیں نوح علیہ السلام کے رب (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی بندگی کرنے لگ جاؤ۔

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ اور خاص کر نہ چھوڑنا وڈ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

أى ولا تتركوا عبادة هولاء خصوها بالذكر مع اندراجها فيما سبق لانها كانت اكبر اصنامهم ومعبوداتهم الباطلة واعظمها عندهم۔ یعنی ان بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت بھی ہرگز نہ چھوڑو جن کو آیت میں بطور خاص مندرج ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ قوم نوح کے بہت بڑے بت اور ان کے جھوٹے معبود تھے اور ان کے نزدیک سب معبودوں سے بڑے تھے۔ ان پانچوں معبودوں کا ذکر بطور خاص اور اہمیت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ اٰلِهَتَكُمْ میں ان کا ذکر بھی شامل تھا۔ اخرج البخارى و ابن المنذر و ابن مردويه عن ابن عباس قال مارت الاوثان التى كانت فى قوم نوح عليه السلام فى العرب بعد اما ود فكانت لكلب بدومة الجندل وأما سواع فكانت لهذيل وأما يغوث فكانت لمراد ثم لبنى عطيف عند سبأ وأما يعوق فكانت لهمدان واما نسر فكانت لحمير لال ذى الكاع وكانت هذه الاسماء اسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا اوحى الشيطان اليهم ان انصبوا فى مجالسهم التى كان يجلسون فيها انصابا وسموها بأسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئك ودرس العلم عبدت۔ بخاری، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ اصنام (بت) جو کہ قوم نوح علیہ السلام میں تھے، بعد میں عرب منتقل ہوئے (طوفان نوح کے بعد) دومۃ الجندل میں بنو کلب وڈ کی پرستش کرتے تھے اور سواع بنی ہذیل کا معبود تھا اور یغوث اول بنو مراد

Marfat.com

(یا بنو مرۃ) پھر سبا (یمن) میں بنو عطیف کا معبود ہوا اور یعوق بنو ہمدان کا معبود تھا اور نسر ذوالکلاع حمیری کی اولاد یعنی حمیریوں کا معبود تھا اور یہ بتوں کے سارے نام قوم نوح کے نیکوکار لوگوں کے ناموں پر تھے جب انہوں نے وفات پائی تو شیطان نے انہیں بہکایا کہ وہ ان کے بت بنا کر اپنی مجلسوں میں جہاں کہ وہ بیٹھتے ہیں، رکھ لیں اور انہیں ان کے ناموں کے ساتھ موسوم کریں تو ان لوگوں نے ایسا کیا مگر ان کی بندگی ہرگز نہ کی یہاں تک کہ وہ لوگ مر گئے پھر ان کی بندگی کی تعلیم کا سلسلہ چل نکلا۔

ایک قول ہے وِدّ مرد کی صورت کا، سواع عورت کی شکل کا، یغوث شیر کی صورت کا، یعوق گھوڑے کی صورت اور نسر گرگس (چیل) کی شکل کا تھا۔ مشرکوں کے قبیلوں نے ان میں سے ایک ایک کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ وِدّ ان کے بتوں میں سب سے بڑا اور مقبول تھا اور یہ سارے آدم علیہ السلام کے فرزند تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''وِد'' ہی وہ پہلا بت ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے مقابل پوجا گیا یعنی غیر اللہ کی پرستش میں ''وِد'' سب سے اول ہوا جس کی بندگی کی گئی۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور نہ زیادہ ہوئی ظالموں کو مگر گمراہی۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا اور بے شک انہوں نے بہکایا۔

ای الرؤسا یعنی قوم نوح کے سرداروں نے یا بت ہی مراد ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ رؤساء قوم نے عوام کو بتوں کی بندگی پر حکم کر کے گمراہ کیا اور یہ بت ان لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔ یا ان بتوں کی محبت نے انہیں گمراہ بنا دیا۔ حسن رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔

كَثِيْرًا بہتوں کو ای خلقا کثیرا یعنی ایک کثیر مخلوق کو۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ اور نہ زیادہ ہوئی ظالموں کو مگر گمراہی۔

یہ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ پر عطف ہے اور بطور حکایت نوح علیہ السلام کا کلام ہے اور ضلال بمعنی ہلاکت اور بربادی ہے وقیل هو علی ظاهره اعنی الضلال فی الدین والدعاء بزيادته انما كان بعد ما اوحی اليه عليه السلام اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ومآله الدعاء عليهم بزيادة عذابهم۔

اور ایک قول ہے جیسا کہ آیت کے ظاہر پر ہے کہ ضلال سے مراد دینی گمراہی ہے اور اس کی زیادتی کی دعا اس امر کے بعد کی گئی جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی جا چکی کہ بلاشبہ ان کی قوم کے لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے سوائے ان کے جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ اور ان پر دعا کا ماحصل ان پر عذاب کی زیادتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ ابن بحر رحمہ اللہ کا قول ہے ضلل کا مطلب ہے عذاب۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

اپنی کی ہوئی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اپنی بری خطاؤں پر۔

ای من اجل خطیاتهم۔ یعنی ان کے بہت بڑے بڑے گناہوں کی وجہ سے۔ مِمَّا میں جار اور مجرور کے درمیان

Marfat.com

''ما'' زائد اور من سببیہ ہے جس سے واضح ہے کہ ان کے بڑے گناہ ہی عذاب کا باعث ہوئے اور ''من'' تعظیم (گناہوں کی بڑائی کے اظہار) کے لیے ہے۔
اُغْرِقُوْا ڈبوئے گئے۔
بالطوفان طوفان میں غرق کیے گئے۔
فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ پھر آگ میں داخل کیے گئے۔
ای بعد اغراقھم یعنی طوفان میں غرق ہونے کے بعد عذاب نار میں مبتلا کیے گئے۔ وقیل ھی نار البرزخ والمراد عذاب القبر اور ایک قول ہے کہ برزخ کے عذاب میں مبتلا کیے گئے اور اس سے مراد قبر کا عذاب ہے اور جو پانی میں یا آگ میں مرا یا اس کو چوپائے (درندے یا پرندے) کھا گئے تو اسے صاحب قبر کے عذاب کی مثل ہی عذاب پہنچتا ہے۔
ف تعقیبی ہے جس سے واضح ہے کہ قوم نوح غرقابی کے بعد ہی سے برزخ میں عذاب نار میں مبتلا کی گئی وقال ضحاک کانوا یغرقون من جانب ویحرقون بالنار من جانب وانشد ابن الانباری ۔

الخلق مجتمع طورا و مفترق والحادثان فنون ذات اطوار
لاتعجبن لاضداد اذا اجتمعت فالله یجمع بین الماء والنار

اور ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ ایک طرف سے غرق کیے گئے اور دوسری جانب سے آگ میں جلائے گئے اور ابن الانباری رحمہ اللہ نے شعر پڑھا ۔
مخلوق ایک لحاظ سے اکٹھی بھی ہے اور الگ الگ بھی
اور آفرینش کے لحاظ سے لوگ مختلف قسموں کے ہیں یا جماعت دار بنائے گئے ہیں۔
جب ضدیں (مخالف اشیاء) اکٹھی ہوں تو تعجب نہ کر
اللہ ہی تو ہے جو پانی اور آگ کو اکٹھا کر دیتا ہے۔
ویجوز ان یراد بھا نار الآخرۃ اور یہ بھی جائز رکھا گیا (درست ہے) کہ اس سے مراد آخرت کی آگ ہو اور اسی لیے مسبب کو سبب کے بعد بدون تاخیر ذکر فرمایا۔
فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔
ای فلم یجد احدھم واحدا من الانصار۔ یعنی ان میں سے کسی ایک نے ایک بھی مددگار نہ پایا جو انہیں غرقابی اور آگ کے عذاب سے بچا سکتا۔ اس میں کفار پر زوردار تعریض ہے کہ وہ جنہیں انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ ان کی نہ نصرت پر قدرت رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں ہلاکت سے بچا سکے۔
وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔
ھذا الدعاء کان قبل ھلاکھم یہ دعا کفار کی ہلاکت سے پہلے کی گئی تھی۔ الْاَرْض میں لام عہدی ہے یعنی معرفہ ہے جس کا مطلب ہے خاص زمین یعنی وہ زمین جس پر قوم نوح آباد تھی۔ دَیَّارًا ان اسماء میں سے ہے جن کا استعمال نفی عام

Marfat.com

کے سوا نہیں ہوتا اور دار سے دیار بولا جاتا ہے یا دیور سے جیسے قیام اور قیوم جس کا مطلب ہے ای ما بھا احد یعنی کوئی ایک بھی جو اس (زمین) پر بسنے والا ہو۔ اور ایک قول ہے: والمراد لاتذر علی الکفرین من یسکن دارا۔ اور مراد یہ ہے کہ کفار میں سے جو بھی بسنے والا ہے اسے نہ چھوڑ اور کفار سے مراد بھی قوم نوح کے کفار ہیں۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکر۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا۔

ای علی الارض کلا او بعضا یعنی ان میں کفار میں سے سب کو یا بعض کو۔ یہ بھی بددعا کا سبب ہے۔

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے۔

عن طریق الحق ولعل المراد بھم من امن بہ علیہ السلام وباضلالھم ایاھم ودھم الی الکفر بنوع المکر۔ یعنی راہ حق سے بہکا دیں گے اور شاید اس (تیرے بندوں) سے مراد وہ مومن ہیں جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے کہ یہ کفار اپنی سرکشی وگمراہی اور اپنے مخصوص مکروں (ہتھکنڈوں) سے انہیں بھی کفر کی طرف دوبارہ نہ لوٹا لیں۔

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار ناشکر۔

وفی بعض الاخبار ان الرجل منھم کان یاتی بابنہ الیہ علیہ السلام ویقول احذر ھذا فانہ کذاب وان ابی اوصانی بمثل ھذہ الوصیہ فیموت الکبیر وینشأ الصغیر علی ذلک ومن ھنا قال علیہ السلام وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قوم نوح کے لوگوں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آتا اور اپنے بیٹے سے کہتا کہ اس شخص سے بچتے رہو کیونکہ یہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے اور بلاشبہ میرے باپ نے بھی مجھے اس شخص کے بارے میں یہی وصیت کی تھی تو بڑے مرجاتے اور چھوٹوں کے کان میں یہ پھونک مارجاتے تو اسی کے پیش نظر حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں کہا کہ ان کے ہاں اگر اولاد ہوگی تو وہ بھی بدکار اور ناشکر ہوگی۔

ای من سیفجر ویکفر فوصفھم بما یصیرون الیہ لاستحکام علمہ بذلک بما حصل لہ من التجربۃ الف سنۃ الا خمسین عاما۔ یعنی ان کے ہاں جو اولاد پیدا ہوگی وہ جلد ہی کفر وسرکشی کریں گے آپ نے انہیں جو اس طرح موصوف کیا تو یہ ان کے پختہ علم کی وجہ سے تھا جو انہیں ساڑھے نو سو برس کے طویل تجربہ اور اس قوم کے ساتھ تعلق واسطہ سے حاصل ہوا تھا۔

مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اطلاع فرمادی تھی کہ یہ لوگ اور ان کی اولاد ایمان نہ لائیں گے اور جب عذاب نازل ہوا تو ان لوگوں میں کوئی لڑکا یا بچہ نہ تھا (خوردسال نہ تھا) طوفان نوح کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ ساری زمین پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف قوم نوح کی زمین پر آیا تھا۔ سورۂ ہود کی آیات کے پیش نظر تحقیق یہی ہے کہ ساری زمین پر ہی آیا تھا اور آپ پہلے نبی تھے اور آپ کو آدم ثانی اس لیے ہی کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا

Marfat.com

تَبَارًا ﴿۲۸﴾

اے رب میرے! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ اے رب میرے! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

أراد أباه لمک بن متوشلخ وامه شمخی بنت انوش وکانا مؤمنین ولاذلک لم یجز الدعاء لهما بالمغفرة وقیل ارادبهما آدم و حوا۔ نوح علیہ السلام نے اپنے والد لملک (یا لامک) بن متوشلخ اور اپنی والدہ شمخی بنت انوش کے لیے بخشش مانگی اور وہ دونوں مومن تھے اگر وہ مومن نہ ہوتے تو ان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز جائز نہ ہوتی یعنی جائز ہی نہیں کہ اللہ عزوجل کا رسول مشرک کے لیے بخشش مانگے۔ ایک قول ہے کہ والدین سے مراد و مقصود حضرت آدم و حوا علیہما السلام تھے۔

ابن جبیر اور الجحدری رحمہما اللہ نے وَلِوَالِدَيَّ کو دال کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا یعنی ''وَلِوَالِدِي'' تو اس تقدیر پر قریبی آباء مراد ہوں گے، یا وہ سارے ہی آباء وامہات کرام ہوں گے جو ان سے لے کر آدم علیہ السلام تک ہوئے اور انہوں نے ہرگز کفر نہ کیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نوح سے آدم (علیہما السلام) تک تمام آباء وامہات کے لیے بخشش مانگی اور وہ سارے مومن تھے۔ اور حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہما اور زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم اور یحیٰی بن یعمر اور نخعی اور زہری رحمہم اللہ نے وَلِوَالِدَيَّ کو ولد کا تثنیہ پڑھا ہے یعنی ''ولولدی'' تو اس کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ میرے دونوں سام اور حام کو بخش دے اور ایک روایت میں ہے کہ سام نبی تھے۔

وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ اور اسے جو میرے گھر میں ہے۔

قیل اراد منزله وقیل سفینته وقال الجمهور و ابن عباس أراد مسجده و روایة عن الحبر انه اراد شریعته استعار لها اسم البیت کما قالوا قبة الاسلام وفسطاط الدین ایک قول ہے کہ مراد ان کا گھر ہے اور ایک قول ہے کہ مراد کشتی ہے اور جمہور اور ابن عباس کا قول ہے کہ مراد ان کی مسجد ہے اور حبر الأمۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مراد ان کی شریعت ہے جسے بطور استعارہ البیت (گھر) کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں قبة الاسلام (اسلام کا گھر یعنی مصر یا بصرہ) اور فسطاط الدین دین کا خیمہ۔

مُؤْمِنًا ایمان کے ساتھ۔

ایمان کی قید نے نوح علیہ السلام کی عورت واہلہ اور ان کے بیٹے کنعان کو خارج کر دیا۔ واہلہ (زوجہ نوح علیہ السلام) اور کنعان منافق تھے۔ ایک قول ہے کہ ابلیس بھی آپ کی کشتی میں آ گیا تھا مگر آپ کی دعائے مغفرت میں مومن کی قید سے خارج ہو گیا۔

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

ای من کل امة الی یوم القیامة۔ یعنی قیامت تک آنے والے تمام مومنین اور مومنات اس دعا میں عموماً داخل ہیں اور بطور تخصیص آپ کے عہد کے مومنین مراد ہیں۔

Marfat.com

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

ای ھلاکا وقال مجاھد خسارا والاول اظھر وقد دعاً علیه السلام دعوتین دعوۃ علی الکفرین ودعوۃ للمومنین وحیث استجیبت له الاولی فلا یبعد ان تستجاب له الثانیة واللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین یعنی ہلاکت میں اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے خسارے میں اور پہلا قول یعنی ہلاکت واضح اور روشن ہے اور آپ علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں: ایک دعا کفار کے لیے اور دوسری دعا ایمانداروں کے لیے اور جو پہلی دعا قبول ہوئی اور کفار ہلاک و برباد ہوئے تو یہ امر بعید ہے کہ دوسری دعا جو ایمانداروں کی بخشش کے لیے مانگی گئی وہ قبول نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ تمام کرم کرنے والوں سے بڑھ کر بے مثل کرم فرمانے والا اور نوازنے والا ہے اور اس میں مومنوں کے لیے نوید مسرت اور امید کرم ہے فللہ الحمد والصلوۃ والسلام علی جمیع الانبیاء المرسلین۔

الحمد للہ آج سورہ نوح کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

۲۳ مئی ۱۹۹۴ء

سورۃ الجن مکیہ

اس سورت میں دو رکوع اٹھائیس آیتیں، دو سو پچاس کلمے اور آٹھ سو ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔سورۃ الجن۔پ ۲۹

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ﴿۳﴾

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾

اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾

اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾

اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾

اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ﴿۸﴾

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے ہم نے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾

اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ پائے۔

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا یا ان کے رب نے ان سے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا

اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ بد ہیں ہم بھی تو کئی

Marfat.com

طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

راہیں پھٹے ہوئے ہیں۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز ہم زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سنی اس پر ایمان لائے۔ تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف اور نہ زیادتی کا۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم، تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی۔

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور رہے ظالم تو وہ جہنم کا ایندھن ہوئے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جنات اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہجوم کر کے آ جائیں۔

حل لغات رکوع اول - سورۃ الجن - پ ۲۹

قُلْ۔ فرما دو	اُوْحِيَ۔ وحی کی گئی	اِلَيَّ۔ میری طرف	اَنَّهٗ۔ یہ کہ
اسْتَمَعَ۔ سنا	نَفَرٌ۔ ایک جماعت نے	مِّنَ الْجِنِّ۔ جنوں سے	فَقَالُوْٓا۔ تو بولے
اِنَّا۔ بے شک ہم نے	سَمِعْنَا۔ سنا	قُرْاٰنًا۔ قرآن	عَجَبًا۔ عجیب
يَهْدِيْٓ۔ ہدایت دیتا ہے	اِلَى۔ طرف	الرُّشْدِ۔ بھلائی کی	فَاٰمَنَّا۔ تو ایمان لائے ہم
بِهٖ۔ اس پر	وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ	نُّشْرِكَ۔ شریک ٹھہرائیں گے
بِرَبِّنَآ۔ اپنے رب کے ساتھ	اَحَدًا۔ کسی کو	وَ۔ اور	اَنَّهٗ۔ یہ کہ
تَعٰلٰى۔ بلند ہے	جَدُّ۔ شان	رَبِّنَا۔ ہمارے رب کی	مَا۔ نہیں
اتَّخَذَ۔ پکڑی اس نے	صَاحِبَةً۔ بیوی	وَ۔ اور	لَا۔ نہ

Marfat.com

وَلَدًا۔ اولاد	وَّ۔ اور	اَنَّهٗ۔ یہ کہ	كَانَ۔ تھا
يَقُوْلُ۔ کہتا	سَفِيْهُنَا۔ ہمارا بے وقوف	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
شَطَطًا۔ زیادتی کی باتیں	وَّ۔ اور	اَنَّا۔ یقیناً	ظَنَنَّآ۔ ہمارا خیال تھا
اَنْ۔ یہ کہ	لَّنْ۔ ہرگز نہیں	تَقُوْلَ۔ کہیں گے	الْاِنْسُ۔ انسان
وَ۔ اور	الْجِنُّ۔ جن	عَلَى۔ اوپر	اللّٰهِ۔ اللہ کے
كَذِبًا۔ جھوٹ	وَّ۔ اور	اَنَّهٗ۔ یہ کہ	كَانَ۔ تھے
رِجَالٌ۔ کچھ مرد	مِّنَ الْاِنْسِ۔ انسانوں سے	يَعُوْذُوْنَ۔ پناہ لیتے	بِرِجَالٍ۔ کچھ مردوں کی
مِّنَ الْجِنِّ۔ جنوں سے	فَزَادُوْ۔ تو زیادہ ہو گئے	هُمْ۔ وہ	رَهَقًا۔ تکبر میں
وَّ۔ اور	اَنَّهُمْ۔ یہ کہ	ظَنُّوْا۔ گمان کیا انہوں نے	كَمَا۔ جیسے
ظَنَنْتُمْ۔ گمان کیا تم نے	اَنْ۔ یہ کہ	لَّنْ۔ ہرگز نہ	يَّبْعَثَ۔ بھیجے گا
اللّٰهُ۔ اللہ	اَحَدًا۔ کسی کو	وَّ۔ اور	اَنَّا۔ یہ کہ
لَمَسْنَا۔ چھوا ہم نے	السَّمَآءَ۔ آسمان کو	فَوَجَدْنٰهَا۔ تو پایا ہم نے اس کو	
مُلِئَتْ۔ بھرا ہوا	حَرَسًا۔ پہریداروں	شَدِيْدًا۔ سخت سے	وَّ۔ اور
شُهُبًا۔ چنگاریوں سے	وَّ۔ اور	اَنَّا۔ یہ کہ	كُنَّا۔ تھے ہم
نَقْعُدُ۔ بیٹھا کرتے	مِنْهَا۔ اس میں	مَقَاعِدَ۔ موقعوں پر	لِلسَّمْعِ۔ سننے کے لیے
فَمَنْ۔ تو جو	يَّسْتَمِعِ۔ سنتا ہے	الْاٰنَ۔ اب	يَجِدْ۔ پاتا ہے
لَهٗ۔ اپنے لیے	شِهَابًا۔ شعلہ	رَّصَدًا۔ تیار	وَّ۔ اور
اَنَّا۔ یہ کہ	لَا۔ نہیں	نَدْرِيْٓ۔ جانتے ہم	اَ۔ کیا
شَرٌّ۔ برائی کا	اُرِيْدَ۔ ارادہ کیا گیا ہے	بِمَنْ۔ ان سے جو	فِي۔ بیچ
الْاَرْضِ۔ زمین کے ہیں	اَمْ۔ یا	اَرَادَ۔ ارادہ کیا	بِهِمْ۔ ان کے متعلق
رَبُّهُمْ۔ ان کے رب نے	رَشَدًا۔ بھلائی کا	وَّ۔ اور	اَنَّا۔ یہ کہ
مِنَّا۔ ہم میں سے کچھ	الصّٰلِحُوْنَ۔ نیک ہیں	وَ۔ اور	مِنَّا۔ ہم میں سے کچھ
دُوْنَ ذٰلِكَ۔ دوسری طرح کے ہیں		كُنَّا۔ ہم	طَرَآئِقَ۔ راہوں
قِدَدًا۔ مختلف میں ہیں	وَّ۔ اور	اَنَّا۔ یہ کہ	ظَنَنَّآ۔ ہم نے خیال کیا
اَنْ۔ یہ کہ	لَّنْ۔ ہرگز نہیں	نُّعْجِزَ۔ عاجز کر سکیں گے ہم	اللّٰهَ۔ اللہ کو
فِي۔ بیچ	الْاَرْضِ۔ زمین کے	وَ۔ اور	لَنْ۔ ہرگز نہ
نُّعْجِزَ۔ عاجز کر سکیں گے ہم	هٗ۔ اس کو	هَرَبًا۔ بھاگ کر	وَّ۔ اور
اَنَّا۔ یہ کہ	لَمَّا۔ جب	سَمِعْنَا۔ سنی ہم نے	الْهُدٰٓى۔ ہدایت

Marfat.com

اٰمَنَّا۔ایمان لائے ہم	بِہٖ۔ساتھ اس کے	فَمَنْ۔تو جو	یُّؤْمِنْ۔ایمان لائے گا
بِرَبِّہٖ۔اپنے رب پر	فَلَا۔تو نہ	یَخَافُ۔ڈرے گا	بَخْسًا۔نقصان سے
وَّ۔اور	لَا۔نہ	رَہَقًا۔زیادتی سے	وَّ۔اور
اَنَّا۔یہ کہ	مِنَّا۔ہم میں سے کچھ	الْمُسْلِمُوْنَ۔مسلمان ہیں	وَ۔اور
مِنَّا۔کچھ ہم میں سے	الْقٰسِطُوْنَ۔ظالم ہیں	فَمَنْ۔تو جو	اَسْلَمَ۔فرمانبردار ہوا
فَاُولٰٓئِکَ۔تو یہی ہیں جنہوں نے		تَحَرَّوْا۔قصد کیا	رَشَدًا۔بھلائی کا
وَ۔اور	اَمَّا۔رہے	الْقٰسِطُوْنَ۔ظالم	فَکَانُوْا۔تو ہوں گے وہ
لِجَہَنَّمَ۔جہنم کا	حَطَبًا۔ایندھن	وَّ۔اور	اَنْ۔یہ کہ
لَّوِ۔اگر	اسْتَقَامُوْا۔سیدھے رہتے	عَلَی۔اوپر	الطَّرِیْقَۃِ۔رستے کے
لَاَسْقَیْنٰہُمْ۔تو ہم ضرور پلاتے ان کو		مَّآءً۔پانی	غَدَقًا۔وافر
لِّنَفْتِنَہُمْ۔تاکہ ان کی آزمائش کریں		فِیْہِ۔اس میں	وَ۔اور
مَنْ۔جو	یُّعْرِضْ۔منہ پھیرے	عَنْ ذِکْرِ۔یاد	رَبِّہٖ۔اپنے رب کی سے
یَسْلُکْہُ۔چلائے گا اس کو	عَذَابًا۔عذاب	صَعَدًا۔چڑھتے میں	وَّ۔اور
اَنَّ۔یہ کہ	الْمَسٰجِدَ۔مسجدیں	لِلّٰہِ۔اللہ کی ہیں	فَلَا۔تو نہ
تَدْعُوْا۔بندگی کرو	مَعَ۔ساتھ	اللّٰہِ۔اللہ کے	اَحَدًا۔کسی کی
وَّ۔اور	اَنَّہٗ۔یہ کہ	لَمَّا۔جب	قَامَ۔کھڑا ہوا
عَبْدُ۔بندہ	اللّٰہِ۔اللہ کا	یَدْعُوْ۔عبادت کرنا	ہُ۔اس کی
کَادُوْا۔قریب تھا	یَکُوْنُوْنَ۔کہ ہوتے وہ	عَلَیْہِ۔اس پر	لِبَدًا۔ٹھٹھ کے ٹھٹھ

سورۃ الجن

سورۃ الجن بالاتفاق مکیہ ہے اور اس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں یہ سورۃ مبارکہ "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ" کے نام سے بھی معروف ہے۔ جن ناری مخلوق ہے اور دوسری مخلوقات کی طرح جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی جیسے انسان جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی اور اسی طرح وہ ذوی العقول بھی ہیں یعنی عقل و سمجھ دیے گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ان کے مخلوق ہونے کا اور ان کے مکلف بالعمل ہونے کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ الذاریات میں ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ اور میں نے جن اور آدمی اس لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ سورۂ رحمٰن میں ہے: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ اور جن کو پیدا فرمایا خالص دھوئیں والے شعلہ سے تو تم دونوں (جن و انس) اپنے رب کی کون کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ اسی سورۃ میں ہے: سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرمائیں گے اے دونوں بھاری گروہ (جن و انس)۔ سورۃ الحجر میں ہے: وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اور جن کو اس (انسان) سے پہلے بنایا دھوئیں کی آگ سے۔ ان میں توالد و تناسل بھی ہے کھاتے پیتے، جیتے مرتے ہیں۔ ان

کے اشرار کو شیاطین کہتے ہیں۔ یعنی شیطان جنات کی ایک قسم ہیں اور ابلیس کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ وہ جنات میں سے تھا پھر اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ جنات کے وجود کا انکار جیسا کہ یونانی فلاسفروں کا خیال ہے، صریحاً کفر ہے۔ جن جنًّا سے ہے جس کے معنی ہیں چھپالینا اور جن کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ جن کو جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی نظر سے اوجھل ہیں۔ ان میں بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ نصیبین کے جنوں کی ایک جماعت نے جو سات یا نو جنوں پر مشتمل تھی، حضور اکرم ﷺ سے وادیٔ نخلہ میں جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے، نماز فجر میں قرآن حکیم کی تلاوت سنی اور ایمان لائے اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ ان کا ذکر اس سورت مبارکہ میں آیا ہے اس لیے سورۃ الجن کے نام سے موسوم ہوئی۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس سورت مبارکہ کی سورۂ نوح کے ساتھ اتصال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مدت تک دونوں سورتوں کے باہمی ربط پر غور وخوض کیا تو مجھ پر بس یہی کھلا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ نوح میں فرمایا: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اور اس سورۃ مبارکہ میں باری تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا: وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ تو دونوں میں یہی وجہ ارتباط ہے۔ اس ضمن میں ابوحیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سورۂ نوح میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے قوم نوح کی سرکشی، تکذیب ونافرمانی اور اصنام پرستی اور اس پر ڈٹے رہنے کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے اور نوح علیہ السلام اہل ارض کی طرف سب سے پہلے نبی تھے، اسی طرح حضرت محمد ﷺ اہل ارض کی طرف آخری رسول تھے اور اہل عرب کی طرف بھی، جن میں سے آپ ﷺ تھے۔ اہل عرب نے بھی اسی طرح اصنام پرستی کی جس طرح قوم نوح نے بتوں کی پرستش کی بلکہ انہوں نے اسی طرح بتوں کے نام رکھے جیسے قوم نوح کے بت تھے اور جب آپ ﷺ ان کی طرف ہادی ورسول بن کر تشریف لائے تو اہل عرب نے اسے سنا اور اکثر نے ایمان لانے میں توقف کیا تو اللہ عزوجل نے سورۂ جن اتاری اور اس سورۂ مبارکہ کو قریش اور اہل عرب کے لیے جنہوں نے ایمان لانے سے گریز کیا، ایک نشانی بنایا کہ جن ان سے برتری لے گئے کہ انہوں نے ایمان لانے میں پہل کی حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہم جنس نہ تھے اور اہل عرب جو ہم جنس ہیں انہوں نے قبول ایمان وہدایات سے انکار کیا تو وہ جو غیر جنس تھے انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو بندگی کرتے قیام نماز میں تلاوت کرتے سنا تو انہیں محبوب وپسندیدہ ہوا کہ آپ کی اقتداء میں ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جائیں اور دونوں سورتوں کے مضامین کے اس باہمی ربط کے ساتھ مزید یہ ہے کہ اس کے باوجود اہل عرب آپ کو جھٹلاتے ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے، اس پر حسد کرتے ہیں تو یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے اپنے بندوں پر تو وہ جسے چاہتا ہے اس کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۃ الجن۔ پ ۲۹

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ کہ بھلائی کی راہ

Marfat.com

بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی۔

قُلْ ای النبی صلی اللہ علیک وسلم یعنی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں۔

اُوْحِیَ اِلَیَّ ای اخبرنی اللہ او اطلعنی اللہ یعنی مجھے اللہ نے اطلاع دی۔

اَنَّهُ اسْتَمَعَ میرا پڑھنا کان لگا کرسنا۔

ای القرآن یعنی میری تلاوت کو بغور اور بتوجہ سنا۔ بخاری ومسلم میں ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ نخلہ میں اصحاب کو نماز فجر پڑھا رہے تھے تو نصیبین کے جنات نے آپ کی تلاوت قرآن سنی جو ادھر سے گزر رہے تھے۔ وادیٔ نخلہ مکۃ المکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔

نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ کچھ جنوں نے۔

النفر فی المشھور ما بین الثلاثۃ والعشرۃ نَفَرٌ کے بارے میں جیسا کہ مشہور ہے کہ تین اور دس کے عدد کے درمیان پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے سات جن یا نو جن تھے۔ شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے بضعۃ عشر نفرا دس سے کم (تین اور دس کے درمیان) الجمل میں ہے کہ رَھْطٍ اور نَفَرٌ کے الفاظ چالیس تک عدد کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ان میں فرق یہ ہے کہ رَھْطٍ کا تعلق ایک باپ کی اولاد سے ہوتا ہے اور نَفَرٌ کا اطلاق کسی قوم پر ہوتا ہے۔ یہ جنات نصیبین کے رہنے والے تھے جو میسوپوٹامیا کا ایک شہر ہے (واللہ اعلم) شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ جنات (موصل) جزیرہ کے تھے۔ ایک قول ہے کہ نصیبین یمن کی ایک بستی ہے (تفسیر کبیر)

فَقَالُوْٓا تو بولے۔

ای لقومھم عند رجوعھم الیھم یعنی جب وہ جنات اپنی قوم میں واپس لوٹے تو انہوں نے کہا۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ عَجَبًا مصدر ہے جس کے معنی ہیں نادر و بے مثل۔ یعنی قرآن یگانہ کلام ہے۔ والتنوین للتفخیم ای قرآنا جلیل الشان۔ اور قُرْاٰنًا کی تنوین اظہار عظمت وندرت کے لیے ہے۔ یعنی بڑی بلند شان والا قرآن جو اپنے معانی ومفہوم، فصاحت اور حسن کلام میں یگانہ اور بے مثل ہے اور مخلوق کے کلام کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ بخاری ومسلم وترمذی میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ما قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الجن ولا رآھم وانما انطلق بطائفۃ من الصحابۃ لسوق عکاظ وقد حیل بین الجن والسماء بالشھب فقالوا ما ذالک الا لشیء حدث فاضربوا مشارق الارض و مغاربھا فمر من ذھب لتھامۃ منھم بہ علیہ الصلوۃ والسلام وھو یصلی الفجر باصحابہ بنخلۃ فلما استمعوا لہ قالوا ھذا الذی حال بیننا و بین السماء ورجعوا الی قومھم وقالوا الخ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنوں پر تلاوت قرآن کی اور نہ ہی انہیں دیکھا بلکہ آپ بازار عکاظ کو جانے کی نیت سے مکہ سے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ شیاطین پر آسمانی خبریں روک دی گئی تھیں اور آسمان سے انگارے برستے جب وہ خبروں کے لیے اوپر کو چڑھتے تھے۔ تو جنات نے باہم کہا کہ کوئی خاص وجہ ضرور

Marfat.com

پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ نئی بات جو مانع بنی ہے مشرق ومغرب میں اس کا پتا لگاؤ تو ان کے گروہوں میں سے ایک گروہ تہامہ کی طرف سے گزرا جہاں رسول اللہ ﷺ وادیٔ نخلہ میں اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ تو جنات کی اس جماعت نے قرآن حکیم کو بتوجہ اور بغور سنا اور کہنے لگے ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان وجہ رکاوٹ یہی ہے تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور انہیں کہا کہ ہم نے ایک عظمت والا نادر و یگانہ کلام سنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سورۂ احقاف کی آیت وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے جنات سے بات چیت کی اور انہیں دعوت دی اور انہیں ان کی قوم پر اپنی طرف سے تبلیغ پر مامور فرمایا۔ ابوداؤد نے بطریق علقمہ، ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جنات کا داعی (بلانے والا) آیا تو میں اس کے ساتھ گیا اور ان پر قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم وہاں گئے اور جنات کے آثار و نشانات دیکھے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے جنات کی آمد چھ مرتبہ ہوئی۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی و رسول کی بعثت دونوں (جنوں اور انسانوں) کے لیے نہیں ہوئی اور آپ ﷺ کا ارشاد اُرْسِلْتُ اِلٰی كَافَّةِ الْخَلْقِ اس پر واضح دلیل ہے۔

یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۟ۙ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے

الی الحق والصواب وقیل الی التوحید والایمان یعنی حق اور صواب، مراد وہ احکام الٰہی جو دلیل وعقل سے ثابت وروشن ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے۔ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ وصف ہے اور اس کا موصوف قرآن حکیم ہے۔ یہ صفت دوم ہے اول عَجَبًا دوم یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ ہے۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ تو ہم اس پر ایمان لائے۔

ای بذلک القرآن من غیر ریث یعنی وہ قرآن حکیم جو علوشان والا کلام یگانہ ہے اور توحید وایمان کی طرف ہدایت کرنے والا ہے اور جسے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس پر بلا تاخیر اور بدوں کسی سستی کے فی الفور ایمان لے آئے۔

وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۟ۙ اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

حسبما نطق به ما فیه من دلائل التوحید او حسبما نطق به الدلائل العقلیة علی التوحید جس طرح کہ اس میں (قرآن حکیم میں) دلائل توحید کے بارے میں واضح بیان کیا گیا ہے یا جس طرح اس میں توحید پر دلائل عقلیہ قائم وثابت ہیں۔ اب ہم بندگی میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے کہ قرآن حکیم میں اس کی شدید ممانعت ہے اور دین کی اصل توحید باری تعالیٰ پر ایمان ہے۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۟ۙ

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اَنَّهٗ میں اِنَّ کی قراءت میں قراء کا اختلاف ہے

Marfat.com

حمزہ، کسائی اور حفص نے اَنَّهٗ پڑھا ہے یعنی جو قراءت متواترہ (فتحہ کے ساتھ) ہے اور نافع اور ابوبکر نے اِنَّهٗ (کسرہ کے ساتھ) پڑھا ہے یہ ضمیر اظہار عظمت کے لیے یا ''رب'' کی طرف راجع ہے۔ ایک قول ہے کہ فتحہ (اَنَّهٗ) عطف (واوٗ) کی وجہ سے ہے تاہم اس میں بعض کو کلام ہے۔ اور جَدُّ کے معنی ہیں: العظمة و الجلال یقال جد فی عینی ای عظم و جل عظمت اور بزرگی پر بولا جاتا ہے۔ میری نظروں میں عالی مرتبہ یعنی بزرگ و عالی مرتبہ جَدُّ رَبِّنَا ای وصدقنا ان الشان ارتفع عظمة و جلال ربنا یعنی ہم اقرار کرتے ہیں (تصدیق کرتے ہیں) کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت بلند، عالی مرتبہ اور بزرگ ہے۔ ابوعبیدہ اور اخفش رحمہما اللہ کا قول ہے کہ جَدُّ کے معنی ہیں الملک و السلطان یعنی بادشاہ اور حاکم (حکومت و اقتدار والا) انس اور حسن رحمہما اللہ کا قول ہے کہ مراد غنی (بے نیاز) ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جَدُّ کے معنی ہیں قدرت والا۔ جَدُّ رَبِّنَا میں رَبِّنَا مضاف الیہ ہے اور جَدُّ رَبِّنَا کی خبر بھی ہے جو عظمت رب پر مصرح ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہمارے پروردگار وحدہ لاشریک کی شان و عظمت بہت عالی مرتبہ اور بلند ہے۔

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

یہ خبر ثانی ہے خبر اول جَدُّ تھی اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی توصیف ہے کہ وہ بیوی اور بچے سے پاک ہے۔ رفتار کلام سے واضح ہے کہ سماع قرآن سے جنات پر یہ بات واضح ہوگئی کہ بیوی بچے مخلوق کے مناسب ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے ان امور کو کیا علاقہ۔ وہ بلاشبہہ ان امور سے پاک اور مبرا ہے کیونکہ کفار جن و انس حق سبحانہ وتعالیٰ پر ایسا افتراء کرتے تھے اس لیے انہوں نے جَدُّ رَبِّنَا عظمت ربانی کے اقرار کے بعد مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا کہہ کر اسے مزید واضح کیا اور حق بات کا برملا اظہار کیا۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴

اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف کہتا تھا۔

هو ابليس عند الجمهور و قيل مردة الجن والاضافة للجنس و المراد سفهاؤنا۔ جمہور کے نزدیک سفیہ سے مراد ابلیس (شیطان جو جنات میں سے تھا) اور ایک قول ہے کہ مراد سرکش اور نافرمان جن ہیں اور اضافت جنس کے لیے ہے یعنی ہمارے میں سے بے وقوف لوگ۔

عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ اللہ پر بڑھ کر بات (کہتا تھا)

ای قولا ذا شطط یعنی ایسی بات کہتا تھا جو ناانصافی پر مبنی تھی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان سے انتہائی بعید اور اس کی جناب میں بے ادبی تھی کہ اس کے لیے زوجہ اور اولاد اور شریک بتاتا تھا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵

اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔

اعتذار منهم عن تقليدهم لسفيههم ای كنا نظن ان لن يكذب على الله تعالىٰ احد فينسب اليه سبحانه الصاحبة و الولد و لذلك اعتقدنا صحة قول السفيه۔ یہ جنات کی طرف سے اعتذار (عذر اور

اپنی غلطی کا اعتراف) ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ اپنے بے وقوف شخص کی اندھی پیروی کی یعنی یہ کہ اس وقت ہم خیال (سوچ) بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی حق سبحانہ وتعالیٰ پر اس طرح بھی جھوٹ لگا سکتا ہے کہ اس کی بیوی اور بیٹا ہے۔ ہم تو محض اس اعتماد کی وجہ سے اس بے وقوف کی بات کو صحیح و درست اعتقاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اب قرآن حکیم سن کر ہمیں اس امر کا پتا چل گیا ہے کہ وہ لوگ حق سبحانہ وتعالیٰ پر بیوی اور بیٹے کی نسبت کر کے یا اس کے ساتھ شریک ٹھہرا کر نہ صرف دھوکا دیتے تھے بلکہ اللہ پر جھوٹ بولتے، بہتان لگاتے تھے اور وہ بات کہتے تھے جو صریحاً ظلم ہے۔

ایک سوال ابھرتا ہے کہ جنات جو بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آسمانوں تک جاتے تھے اور ملائکہ علیہم السلام کا کلام و تسبیح سنتے تھے تو انہیں سن کر ایمان کیوں نہ لائے اور سفیہ (اپنی قوم کے نادان شخص یعنی شیطان یا اس کے ٹولہ) کی بات ہی کو کیوں سچ جان لیا اور یہ کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو جنات کی طرف کیوں نہ مبعوث کیا گیا اور یہ کہ حضرات اولوالعزم یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جو درجۂ کمال پر تھے تو جنات ان سے ہدایت یاب کیوں نہ ہوئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک ملائکہ علیہم السلام کا تعلق ہے تو وہ خالص نور ہیں اور جنات ناری مخلوق ہیں نور میں نہ مادیت ہے نہ لوازم مادیت اور جنات میں مادیت ہے اور یونہی لوازم مادیت، لہٰذا ان میں تخلیقی مناسبت ہی نہ تھی کہ جنات ان کے علم سے اکتساب فیض کرتے۔ دوسرے ملائکہ علیہم السلام کا علم روشنی ہے جس کے اندر تاریکی ہے ہی نہیں اور ان کا علم وہبی ہے اور جنات میں کثافت و تاریکی اور ان کا علم کسبی تو مناسبت کے فقدان کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکے۔ تیسرے یہ کہ ملائکہ علیہم السلام نورانیت اور شفاف ہونے کی وجہ سے علم الٰہی کے انوار کو اپنے میں سمونے پر قادر تھے اور نہ کہ اسے منعکس کر کے دوسروں کو منور کرنے کی قابلیت ان میں رکھ گئی ہے تو وہ خود تو روشن ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو روشنی نہیں دے سکتے اور جنات میں اس لحاظ سے بھی فرشتوں سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ ان کی مادی کثافت ملائکہ علیہم السلام کی نورانیت سے حصول فیض میں آڑ تھی۔ اور جنات کا اپنی ہی قوم کے سفیہ کا قول مان لینا اسی مناسبت ہی کی وجہ سے تھا جو ان میں مادی مخلوق ہونے کے ناطے سے خوب مناسبت رکھتی تھی۔ جبکہ حضرات اولوالعزم اور دیگر انبیاء کمال نزولی کے انتہائی درجہ پر نہیں تھے جب کہ وہ تعلق الٰہی کے رخ سے آپ ﷺ کے ساتھ مشترک تھے مگر وصف رسالت میں کہ خود منور ہو اور اس نورانیت کے ساتھ جسے اس نے منور ہو کر اپنے اندر جذب کیا دوسرے لوگوں کو بھی منور کر سکے وہ آپ ﷺ کی طرح انتہائی درجۂ کمال پر نہ تھے لہٰذا دیگر انبیاء علیہم السلام کی نورانی عکس پاشی کامل طور پر نہ تھی اور اس کی ایک وجہ ان کی بعثت کا مقید و محدود یعنی قوم و ملک کے لیے ہونا بھی تھا جب کہ آپ ﷺ اس معاملے میں سبقت و فضیلت تامہ دیے گئے تھے کہ آپ دونوں جن و انس کے لیے مبعوث کیے گئے اور آپ کی رسالت سارے جہانوں کے لیے تھی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح ہنگامی و محدود نہ تھی آفاقی، جہانگیر اور ہمہ گیر تھی اور آپ ﷺ کمالات عروجی اور کمالات نزولی کے بدرجۂ اتم جامع تھے اور مخلوق و خالق دونوں سے مناسبت کاملہ حاصل تھی اور دونوں کے اتصال و مربوط کرنے پر آپ کو انتہائی قدرت عطا کی گئی تھی لہٰذا جنات آپ سے پہلی ہی ملاقات میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہی محروم رہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی یا قبول حق کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے۔ یہ ساری گفتگو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی گفتگو کا خلاصہ ہے جسے علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اشارات و اضافات کے ساتھ اپنی تفسیر مظہری میں بیان کیا ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦

اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے۔

کان الرجل من العرب اذا امسی فی واد فقر وخاف علی نفسه نادی یا علی صوته باعزیز هذا الوادی اعوذ بک من السفهاء الذین فی طاعتک یرید الجن و کبیرهم فاذا سمعوا بذلک استکبروا وقالوا سدنا الجن و الانس۔ اہل عرب میں (زمانۂ جاہلیت میں) رواج تھا کہ جب کسی شخص کو کسی ویران وادی میں رات ہو جاتی اور اسے اپنی جان کا خوف ہوتا تو وہ اپنی انتہائی بلند آواز سے پکارتا، اے اس وادی کے سردار! میں ان نادانوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جو تیری فرمان برداری میں ہیں۔ اس سے اس کی مراد جن اور ان کا بڑا (سردار) ہوتے تو جب جنات نے اس طرح سنا تو انہوں نے تکبر کیا اور کہنے لگے کہ اب تو ہم جنوں اور انسانوں دونوں کے سردار ہو گئے اور یہی حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس کے بعد ہے فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝

فَزَادُوْهُمْ تو اس سے ان کا بڑھا۔

ای زاد الرجال العائذون الجن یعنی جب انسانوں نے ان کی پناہ مانگی تو ان جنات کے سرداروں کے اندر غرور بڑھ گیا یا مراد ہے انسانوں کو گمراہ کیا اور شر انگیزی کی وجہ سے اپنی پناہ طلبی پر مجبور کیا۔

رَهَقًا ۝ تکبر۔

ای تکبراً وعتوا یعنی انہوں نے تکبر کیا اور سرکشی کی۔ مجاہد، نخعی، عبید بن عمیر اور ایک جماعت رحمہم اللہ سے اس کی تفسیر میں منقول ہے ای بالاثم یعنی گناہ، اعشیٰ کا قول ہے جس سے طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا:

لا شئ ینفعنی من دون رؤیتها لا یشتفی وامق مالم یصب رهقا

مجھے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا سوائے اس کی (عذرا کی) جھلک (دیدار) کے اور وامق کو نہ کھا گیا مگر اس پر چھا جانا عشق کا۔

اعشیٰ کے قول سے عیاں ہے کہ رَهَقًا کے معنی سرکشی، شر کے غلبہ وتسلط کے ہیں لیکن یہاں مراد تکبر اور سرکشی ہے۔

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝

اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا۔

ای الانس یعنی انسانوں پر، ایک قول ہے کہ مراد کفار قریش ہیں اَنَّهُمْ کو اِنَّهُمْ بھی پڑھا گیا ہے تو اس تقدیر پر معنی ہوں گے کہ جنوں نے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اے جنات! جس طرح تم گمان رکھتے تھے کہ حشر ونشر اور بعث بعد الموت کچھ نہ ہوگا تو انسانوں کی سوچ بھی یہی تھی یا اس کا عکس کہ جس طرح انسان کی جماعت حیات بعد الموت کی قائل نہ تھی تو تم بھی ایسا ہی خیال رکھتے تھے۔

اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

ای من الرسل الی احد من العباد و قیل ان لن یبعث سبحانه احدا بعد الموت وایا ما کان

Marfat.com

فالمراد وقد اخطؤا و أخطاتم ولعله متعلق الایمان۔

یعنی اپنے بندوں میں کسی کی طرف بھی رسولوں میں سے کسی کو نہ بھیجے گا اور ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کسی ایک کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ اٹھائے گا یہ انسانوں یا جنوں کا گمان تھا اور دونوں صورتوں میں کوئی بھی ہو مراد یہی ہے کہ جنوں نے بھی غلطی کی اور تم (انسانوں) نے بھی ایسا گمان رکھ کر غلطی کی ہے اور شاید اس کا تعلق ایمان سے ہے یا پھر ایمان لانے کی تحریض دلائی گئی ہے کہ جنات سماع قرآن پر ایمان لے آئے تو تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے ہم نے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ . اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا۔

ای طلبنا بلوغها لاستماع کلام اهلها او طلبنا خبرها واللمس قیل مستعار من المس للطلب کالجس یعنی ہم نے آسمان دنیا کے باسیوں کا کلام سننے کے لیے وہاں پہنچنا چاہا یا وہاں کی خبروں کے لیے اوپر پہنچنا چاہا۔ اور لمس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ معنوں میں استعارہ ہے (کالجس) جیسے جاسوسی کرنا۔

فَوَجَدْنٰهَا تو اسے ہم نے پایا۔

ای صادفنا ها و اصبناها یعنی ہم نے اسے اچانک پایا اوپر سے اتارنے یا گرانے والا۔

مُلِئَتْ بھر دیا گیا ہے۔

الاعرج نے مُلِيَتْ پڑھا ہے یعنی متعین محافظ فرشتوں سے۔

حَرَسًا شَدِيْدًا سخت پہرے۔

حَرَسًا ای حراسا یعنی محافظ، پہریدار، نگران۔ یہ اسم جمع ہے اور خدم کی طرح ہے، شَدِيْدًا ای قویا یعنی مضبوط، طاقتور، سخت والمراد بالحرس الملائکة علیهم السلام الذین یمنعونهم عن قرب السماء اور مراد اس سے حضرات ملائکہ علیہم السلام ہیں جو جنات کو آسمان دنیا کے قریب پہنچنے سے سختی سے روکتے ہیں۔

وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ اور آگ کی چنگاریوں سے۔

شہاب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جلانے والا انگارا۔ یعنی جب جنات اہل آسمان کی باتیں سننے کی نیت سے آسمان پر جاتے تو فرشتے جو سخت نگران ہیں، انہیں روکتے ہیں اور اگر ان کا کوئی کلمہ یا بات جھپٹ کر بھاگتے ہیں تو آگ کے انگارے ان پر ٹوٹتے پیچھا کرتے ہیں۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارا پائے۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ یہ کہ ہم پہلے بیٹھا کرتے۔

ای قبل هذا یعنی اب سے پہلے، مراد بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا زمانہ ہے۔

مِنْهَا اس میں ای من السماء یعنی آسمان میں یا بادلوں میں۔

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ کچھ موقعوں پر سننے کے لیے۔

ای مقاعد کائنة للسمع خالیة عن الحرس والشھب او صالحة للترصد والاستماع وللسمع متعلق بنقعد ای لاجل السمع او بمضمر ھو صفة لمقاعد و کیفیة قعودھم علی ما قیل رکوب بعضھم فوق بعض وروی ذلک خبر مرفوع وقیل لا مانع من ان یکون بعروج من شاء منھم بنفسه الی حیث یسمع منه الکلام۔

یعنی آسمان میں ایسی جگہوں (موقعوں) پر بیٹھا کرتے تھے جو نگرانوں اور انگاروں سے خالی ہوتی تھیں یا اس حال کے مناسب ہوتی تھیں کہ وہاں چھپ کر (داؤ لگا کر) اہل آسمان کی باتیں سن جا سکتیں۔ اور للسمع نقعد سے متعلق ہے یعنی بیٹھنا سننے ہی کی غرض سے ہوتا یا اس مضمر سے متعلق ہے کہ مقاعد کی صفت ہو اور ان کے بیٹھنے کی کیفیت ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ان میں سے جنات بعض بعض پر سوار ہوتے یا باہم جڑے ہوتے۔ اور یہ جو کچھ روایت کیا گیا ہے خبر مرفوع ہے اور ایک قول ہے ان جنات میں سے جس کا جہاں اوپر جانے کو جی چاہتا وہ وہیں جا کر کلام سن لیتا اور انہیں ایسا کرنے سے کوئی روک نہ تھی (بعثت نبوی ﷺ سے پہلے)

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پھر اب جو کوئی سنے۔

ای فمن یقع منه استماع فی الزمان الآتی یعنی اب جو کوئی ان موقعوں پر موجودہ زمانہ میں بیٹھے کہ ملائکہ کا کلام سنے، واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد کے زمانے سے یہ صورت حال ہوگئی ہے۔

يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارہ پائے۔

ای یجد شھابا راصداله ولاجله یصده عن الاستماع بالرجم یعنی آگ کے انگارے کو اپنی تاک میں پاتا ہے اور اسے مارنے کے سبب سے اسے ملائکہ کے کلام سننے سے روکتے ہیں۔

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ۙ

اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے ان سے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے۔

ای بحراسة السماء یعنی آسمانوں سے ہماری اس بندش و رکاوٹ سے اہل زمین کے ساتھ کوئی برائی مقصود ہے اشیٔ اُرِیْدَ میں اُرِیْدَ بصیغہ مجہول ہے جس سے واضح ہے کہ جنات نے حسن ادب کا اظہار کیا ہے کہ شر کی نسبت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف نہیں کی ہے باوجودیکہ انہیں علم تھا کہ خیر و شر کا خالق اللہ عزوجل ہی ہے اور ادب کا تقاضا یہی تھا کہ شر کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ سے صراحت نہ ہو۔

اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ۙ یا ان کے رب نے ان سے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

Marfat.com

ای خیرًا کالتنمه لذلک یعنی بھلائی جیسے اس کے لیے خوشبو پھیلائی گئی ہو۔ لیکن قرآن حکیم سننے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ رب العلمین نے اہل زمین کی بھلائی وہدایت ہی چاہی ہے کہ ہم پر آسمانی خبریں روک دی گئیں اَرَادَ بصیغہ معروف ہے اور رَبُّهُمْ میں رب فاعل ہے جو بالصراحت ہے یعنی جنات نے حسن اعتقاد اور حسن ادب کی رعایت رکھی ہے کہ شر کے ذکر میں صیغہ مجہول کہا اور خیر کے ذکر میں فاعل یعنی رب کی طرف صراحت کی، حالانکہ خیر وشر دونوں کا خالق اللہ عزوجل ہی ہے لیکن ادب الٰہی اور عقیدۂ حق یہی ہے کہ برائی کو ذات سبحانہ وتعالیٰ سے منسوب نہ کرے اور امر خیر کی نسبت صرف اسی کی طرف کرے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝۱۱

اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم بھی تو کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں۔

ای الموصوفون بصلاح الحال فی شأن أنفسهم و فی معاملتهم مع غیرهم المائلون الی الخیر والصلاح حسبما تقتضیه الفطرة السلیمة لا الی الشر والفساد کما هو مقتضی النفوس الشریرة۔

یعنی ان کے نفوس کی یہ قدر ومنزلت اور ان کے معاملات کی یہ حالت وکیفیت ہے کہ وہ حال کی درستی کے ساتھ موصوف ہیں، ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے علاوہ خیر وصلاح کی طرف میلان ورغبت رکھتے ہیں جس طرح کہ فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے اور وہ شر اور فساد کی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے جیسا کہ بدفطرت نفوس کی عادت کا مقتضیٰ ہے۔ ایک قول ہے کہ صالحون سے مراد وہ جنات ہیں جو شریعت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر عمل پیرا تھے یا ایمان رکھتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ قرآن حکیم سنتے کے بعد ہم میں سے کچھ لوگ سچے مومن اور نیکوکار ہیں۔

وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور کچھ دوسری طرح کے ہیں۔

ای غیر صالح یعنی غیر صالح یا وہ لوگ جو حال ومعاملہ کی درستگی نہیں رکھتے اور کج رو اور شریر ہیں۔

(كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝۱۱) ہم بھی تو کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں۔

ای کنا ذوی طرائق أی مذاهب یعنی ہم مختلف مذاہب یا مسلکوں والے تھے قِدَدٌ قِدۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں المتفرقة المختلفة یعنی متفرق یا مختلف۔ ایک قول ہے ای مثل طرائق فی اختلاف الاحوال یعنی راہوں کی طرح ہم باعتبار حالت مختلف یا متفرق تھے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز ہم زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا۔

أی علمنا الآن یعنی اب ہمیں معلوم ہوا ہے (قرآن سننے کے بعد سے)

اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ کہ ہرگز ہم اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے۔

أی ان الشان لن نعجز الله تعالیٰ کاسنین یعنی سرکشی کریں تو بھی ہرگز ہم اللہ تعالیٰ کے قابو سے کہیں نہ نکل

Marfat.com

سکیں گے۔

فِي الْأَرْضِ زمین میں۔

ای اینما کنا من اقطارھا یعنی جہاں کہیں بھی ہم زمین کے کناروں میں ہوں۔

وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾ اور نہ بھاگ کر ہم اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

ای لن یعجزہ سبحانہ ھربنا یعنی ہمارا بھاگنا ہمیں ہرگز اس کے قبضہ وقدرت سے باہر نہ کرے گا وقیل ای ھاربین منھا الی السماء اور ایک قول ہے کہ اگر ہم زمین سے آسمان کی طرف بھاگنا چاہیں تو جب بھی اس کی گرفت و قدرت سے باہر نہ ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم حق سبحانہ وتعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے جہاں بھی جاؤ گے اس کا ہی لامتناہی غلبہ واقتدار اسی کی ہی لازوال بادشاہی ہے وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ۔

وَّأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾

اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سنی، اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف اور نہ زیادتی کا۔

وَّأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سنی۔

ای القرآن الذی وھو الھدی بعینہ۔ یعنی قرآن حکیم جو کہ عین ہدایت ہے۔

آمَنَّا بِهِ ہم اس پر ایمان لائے۔

من غیر تلعثم و تردد یعنی ہم بلاتوقف اور بلاتردد ایمان لائے۔ واضح مفہوم ہے قرآن سننے پر غور کرتے ہی فی الفور ایمان لائے اور قبول حق میں کوئی تاخیر نہ کی۔

فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ تو جو اپنے رب پر ایمان لائے۔

وبما انزلہ عزوجل یعنی جو حق سبحانہ وتعالیٰ پر اور جو کچھ اس نے نازل فرمایا اس پر ایمان لائے۔ ف سببیہ ہے تو اس کے بعد یا اس کے باعث وسبب۔ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ اس کی جزا ہے، اور فَمَن میں من (جو کوئی ایسا کرے) شرط ہے۔

فَلَا يَخَافُ تو اسے نہ خوف۔

یہ جواب شرط ہے کہ جو ایمان لائے گا تو ایمان کے سبب اسے کوئی خوف نہ ہوگا۔

بَخْسًا کسی کمی کا۔

ای نقصان فی الجزاء وقال الراغب البخس نقص الشیء علی سبیل الظلم یعنی نیکیوں یا ثواب کی کمی کا ڈر نہ ہوگا اور راغب کا قول ہے کہ "بخس" زیادتی کی وجہ سے کسی چیز کے نقص کو کہتے ہیں جیسے کھوٹے دام، کھوٹا سودا۔

وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ اور نہ زیادتی کا۔

ای غشیان ذلۃ یعنی اسے روز حشر ذلت کے چھا جانے کا خوف نہ ہوگا جیسا کہ کفار کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت رسوائی چھا رہی ہوگی۔ تاہم یہاں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے گناہوں یا بدیوں کے باوجود بے خوف ہوگا۔ ایمان کا فائدہ یقینی ہے اور البتہ گناہوں سے مومن بے خوف نہیں ہوتے اور اپنے کیے پر ڈرتے رہتے اور

Marfat.com

بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ مومن کو اس کے حق کے مطابق ملے گا اور اس کی نیکیوں کی جزاء میں کمی نہ ہوگی اور نہ ہی اس کے گناہوں کے ضمن میں کوئی زیادتی ہوگی۔واللہ اعلم۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم، تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی۔اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں۔

ای المومنین او الصالحین یعنی ایمان لانے والے یا نیکوکار و فرمان بردار۔

وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور کچھ ظالم ہیں۔

الجائرون علی طریق الحق الذی هو الایمان و الطاعة یقال قسط الرجل اذا جار وانشدوا

قوم هم قتلوا ابن هند عنوة عمرا وهم قسطوا علی النعمان

یعنی راہ حق سے جو ایمان و طاعت سے پھرے ہوئے جب کوئی شخص ظلم کرے تو کہتے قسط الرجل یعنی قاسط (ظالم) اور شعر ہے:

وہ قوم جنہوں نے ابن ہند کو مال کی زیادتی کی محبت میں یا سرداری کی محبت میں یا گھر سے پختہ وابستگی پر زبردستی قتل کیا تو انہوں نے نعمان پر ظلم کیا۔

فَمَنْ اَسْلَمَ تو جو اسلام لائے۔

ای الذین امنوا باللہ و رسولہ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ انہوں نے بھلائی سوچی۔

توخواه وقصدوا عظیما بلغهم الی الدار للثواب۔تو انہوں نے بڑی بھلائی سوچی اور راہ حق کو اپنا مقصود جانا جس نے انہیں کامیابی کے راستہ پر پہنچا دیا اور آخرت کے ثواب کا سزاوار بنایا۔

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور رہے ظالم۔

الجائرون عن سنن الاسلام یعنی دین حق یعنی اسلام کی راہوں سے پھرے ہوئے۔

فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

توقد بهم کما توقد بکفرة الانس واستظهر ان فَمَنْ اَسْلَمَ الخ من کلام الجن۔ان کے عذاب جہنم کا بیان ہے جس طرح کہ انسانوں میں سے کفار عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور واضح رہے کہ آیت فَمَنْ اَسْلَمَ الخ (آخر تک) یہ جنات کا کلام ہے۔ابن عطیہ رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ بعد کی آیات سے تائید ہوتی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے خطاب فرمایا ہے اور کشاف میں ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ظالم جنوں سے عذاب جہنم کا وعدہ فرمایا ہے لیکن مسلمان جنوں کے ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا ہے تو یہ آیت وعدہ

Marfat.com

ثواب کو کافی ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ''فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا'' (تو انہوں نے بھلائی سوچی) میں جنات کے ثواب کا سبب ذکر فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ظالم کو ضرور عذاب کرے اور مومن مطیع کو ثواب عطا نہ فرمائے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ قول جنات کا نہیں بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہے۔

اس آیت سے یہ تو قطعی واضح ہے کہ کافر و سرکش جنات عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور اس پر ائمہ امت کا اتفاق ہے۔ لیکن ان کے ثواب کا مسئلہ اختلافی ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے جنات کے ثواب کو مبہم رکھا اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو بات حق سبحانہ وتعالیٰ نے مبہم رکھی ہے تو تم بھی اسے مبہم رکھو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں توقف اور تین اقوال منقول ہیں جن کی تفصیل ہم سورۂ رحمٰن میں کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں تحقیق یہی ہے کہ جنات کے لیے ثواب ہے اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن جن جنت کے آس پاس یا جنت کی فصیل کے قریب ہوں گے جنت کے اندر نہ ہوں گے۔ اور ابن وہب رحمہ اللہ نے کہا کہ جنات کا ثواب اس آیت سے واضح ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الاحقاف)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایماندار جنات کے لیے ثواب اور کفار کے لیے عذاب ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ثواب کے بارے میں عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا وہ اعراف پر ہوں گے اور جب عرض کیا گیا مو حضور! اعراف سے کیا مراد ہے تو فرمایا، جنت سے باہر جس میں دریا جاری ہوں گے اور درخت اور میوے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝

اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا اور اگر وہ سیدھے رہتے معطوف قطعا علی قوله سبحانه وتعالیٰ اَنَّهُ اسْتَمَعَ اس جملہ کا عطف ''اَنَّهُ اسْتَمَعَ'' پر ہے والمعنی واوحی الی أن الشان لو استقام الانس والجن او کلاهما اور معنی یہ ہوں گے کہ مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر انسان اور جن یا دونوں میں سے ایک گروہ سیدھے رہتے یا رہیں گے۔

عَلَى الطَّرِيْقَةِ راہ پر۔

التی هی ملة الاسلام وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کا ہے یعنی دین حق، فطرت اسلام۔

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝ تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

ای کثیرًا وقرأ عاصم فی روایة الاعمش بکسر الدال (غَدِقًا) والمراد لوسعنا علیهم الرزق یعنی بہت زیادہ، اور اعمش سے مروی ہے کہ امام عاصم نے غَدَقًا کو غَدِقًا (دال کے زیر کے ساتھ) پڑھا جس کا معنی ہے کہ ہم ان پر رزق کی بہتات و وسعت فرماتے۔ مَّآءً غَدَقًا حصول رزق کا سبب ہے اور مجازاً بطور سبب بولا گیا ہے اور اس کی نظیریں بہت ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ یہاں واضح ہے رزق مجازاً بولا گیا ہے۔ حالانکہ آسمان سے رزق (اناج وغیرہ) نہیں اترتا بلکہ پانی

Marfat.com

برستا ہے جو پیدائش رزق کا سبب ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور دین حق کا اتباع کرتے تو ہم ان پر وسعت رزق فرماتے اور انہیں چین کی زندگی دیتے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾

کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ کہ اس پر انہیں جانچیں۔

ای لنختبرهم کیف یشکرونه ای لنعاملهم معاملة المختبر یعنی ہم ان کا امتحان لیں گے کہ وہ کس طرح ہماری نعمتوں کا شکریہ بجالاتے ہیں یعنی ہم ان کے ساتھ وہ معاملہ کریں کے جو ممتحن کرتا ہے۔ جمہور سے یہی تفسیر منقول ہے البتہ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر وہ کفر پر ڈٹے رہے تو مال کی کثرت اس لیے کریں گے اور انہیں مہلت دیں گے کہ فتنہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں لیکن پہلا قول ہی قوی ہے۔

وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔

وقال بعضهم المراد بالذکر الوحی ای ومن یعرض عن عبادة ربه تعالیٰ او عن موعظته سبحانه او عن وحیه عزوجل۔

بعض علماء کا قول ہے کہ ذکر سے مراد وحی ہے یعنی جو عبادت الٰہی یا نصیحت حق یا وحی ربانی سے روگردانی کرے یا کرے گا۔

يَسْلُكْهُ ڈالے گا اسے۔

ای ندخلهٗ یعنی ہم اسے داخل کریں گے۔

عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ چڑھتے عذاب میں۔

الصعد مصدر ہے اور مبالغہ کے ساتھ موصوف ہے یا پھر تاویل ہے: ای ندخله عذابا یعلو المعذب ویغلبه وفسر بشاق یقال فلان فی صعد من امره ای فی مشقة و منه قول عمر رضی الله عنه ما تصعدنی شیء کما تصعدنی خطبة النکاح۔ یعنی ہم اسے ایسے عذاب میں داخل کریں گے جو معذب پر بلند ہوتا جائے گا (چڑھتا جائے گا اور دم بدم اس کی شدت بڑھتی چلی جائے گی) اور اس پر چھا جائے گا اور صَعَدًا کی تفسیر شاق (سخت اور دشوار) کے ساتھ بھی کی گئی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اپنے معاملے کی دشواری میں ہے یعنی اس پر گرانی اور بوجھ ہے اور اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے مجھ پر کوئی چیز اتنی دشوار نہیں جس قدر خطبہ نکاح کا بیٹھ کر پڑھنا گراں ہے کیوں کہ اہل عرب کو کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی عادت تھی اور یہ وصف موروثی بھی تھا۔ ابوسعید خدری اور ابن عباس علیہم الرضوان سے منقول ہے: "صعد جبل فی النار" "صَعَدًا دوزخ میں ایک پہاڑ ہے۔ خدری کا قول ہے "کلما وضعوا ایدهم علیه ذابت" "جب بھی دوزخی اس پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ پگھل جائے گا۔ انہیں اونچے درجہ کے عذاب میں داخل کرے گا اور اس سے مراد عذاب دنیا ہے یا عذاب آخرت اور بعض نے کہا دونوں ہی، اس لیے کہ عذاب دنیا کفار کے لیے عذاب آخرت کا پیش خیمہ یا پہلی سیڑھی ہے۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

Marfat.com

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔

عطف علی اَنَّهُ اسْتَمَعَ فھو من جملة الموحی والظاھر ان المراد بالمساجد المواضع المعدة للصلاۃ والعبادۃ ای واوحی الی ان المساجد مختصة باللہ تعالیٰ شانه۔

واؤ ''اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ'' پر عطف ہے تو یہ مُجملہ وحی سے ہے اور مساجد سے مراد وہ مقامات (جگہیں) جو نماز و بندگی کے لیے بنائے جاتے ہیں یعنی مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ مسجدیں حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے (اس کی عبادت و بندگی کے لیے) مخصوص ہیں۔

فَلَا تَدْعُوْا تو بندگی نہ کرو مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ اللہ کے ساتھ کسی کی۔

ای فلا تعبدوا فیھا یعنی وہاں (مسجدوں میں) اللہ کے سوا غیر کی بندگی نہ کرو۔ مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا غیرہ سبحانه صرف حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی بندگی کرو۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: المراد کل موضع مسجد فیه من الارض سواء أعد لذلک املا اذالارض کلھا مسجد لھذہ الامة وکأنه اخذ ذلک مما فی الحدیث الصحیح جعلت لی الارض مسجدا وطھورا کہ مراد زمین میں سے ہر وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے وہ بلحاظ مسجد یکساں ہے کہ اس جگہ پر صرف اللہ پاک ہی کی بندگی ہو اور کسی جگہ بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اس امت کے لیے ساری زمین کو مسجد بنایا گیا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔

اور یہ امر ہمارے نبی اکرم ﷺ کے خصائص جلیلہ میں سے ہے۔ ایک قول ہے کہ مساجد سے مراد مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس ہے۔ ابن عطاء، ابن جبیر، زجاج اور فراء رحمہم اللہ کا قول ہے: المراد بھا الاعضاء السبعة التی یسجد علیھا واحدھا مسجد بفتح الجیم وھی القدمان والرکبتان والکفان والوجه ای الجبھة والانف۔ مساجد جمع سے مراد وہ ساتوں اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے جس کا واحد مسجد ہے اور وہ دونوں پاؤں، گھٹنے اور دونوں ہتھیلیاں اور چہرہ یعنی پیشانی اور ناک ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی نے یہ اعضاء پیدا کیے ہیں تو ان کے ساتھ اس کے غیر کو سجدہ نہ کرو یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ان کے ساتھ سجدہ کرو۔

ابن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کہ ہم جناب کے ساتھ نماز باجماعت کے لیے کیونکر حاضر ہوں کہ ہم جناب سے بہت فاصلے پر رہتے ہیں تو اس پر یہ آیت اتری اور فَلَا تَدْعُوْا میں انہی کو خطاب ہے ان عبادتکم حیث کانت مقبولة اذا لم تشرکوا فیھا بلاشبہ تمہاری عبادت الٰہی جہاں بھی تم بجالاؤ، مقبول ہے بشرطیکہ تم اس عبادت الٰہی میں شرک نہ کرو یعنی اس کے ساتھ کسی اور کی بندگی نہ کرو۔ قتادۃ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں شرک کرتے تھے تو اس پر مسلمانوں کو حکم فرمایا گیا کہ وہ مساجد میں خالص اللہ ہی کی بندگی کریں اور اپنی دعاؤں کو صرف اللہ ہی کے ساتھ خالص رکھیں۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جنات اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہجوم کر کے آ جائیں۔

(وَّاَنَّهٗ) اور یہ کہ

جمہور کے نزدیک یہ بھی اَنَّهُ اسْتَمَعَ کا معطوف ہے ای واوحی الی ان الشان یعنی مجھے اس امر کی بھی وحی فرمائی گئی ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ۔

ای النبی صلی الله علیه وسلم یعنی نبی اکرم ﷺ۔ یہاں آپ ﷺ کو "عَبْدُ اللّٰهِ" کے لقب سے یاد فرمایا گیا یعنی اللہ کا خاص بندہ عبد، اللہ پر مضاف ہے اور اللہ اسم ذات ہے اور مضاف الیہ ہے۔ اس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ عبد ذاتی ہیں جو کمالات بشریہ میں سب سے اونچا مقام و مرتبہ ہے، اس لحاظ سے بھی تمام عباد حضور ہی کے طفیلی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ مخلوق دو حال پر ہے ایک بلاواسطہ اور دوسری بالواسطہ۔ بلاواسطہ مخلوق رب حضور اکرم ﷺ ہیں اور بالواسطہ اللہ کی ساری مخلوق آپ ﷺ کے واسطہ سے مخلوق الٰہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کل خلائق من نوری وانا من نور الله سب مخلوقات میرے نور سے ہے اور میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور عَبْدُ اللّٰهِ فرمانا آپ ﷺ کی اظہار شان کے لیے ہے اور رسالت یا نبوت کے وصف سے یاد نہ فرمانا آپ ﷺ کی تواضع کے اظہار اور آپ کی شان بندگی بیان کرنے کے لیے کہ عبدیت کا تقاضا اللہ عزوجل کی عبادت ہے اور یہ عبادت کی وجہ عبدیت یعنی بندہ ہونا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: انما انا عبدالله ورسوله میں ہی تو اللہ کا خاص بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور قرآن حکیم میں انبیاء کو عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اور نِعْمَ الْعَبْدُ اور عَبْدًا شَكُوْرًا فرمایا گیا ہے لیکن اللہ عزوجل نے عَبْدُ اللّٰهِ صرف حضور ہی کو فرمایا تو واضح ہوا کہ بلحاظ عبدیت آپ ہی اکمل و افضل واتم ہیں اور عابد کامل ہیں اور باقی سب آپ ہی کے فیضان کرم کے پروردہ ہیں۔ صلی الله علی النبی الکریم واله وسلم۔

يَدْعُوْهُ اس کی بندگی کرنے۔

حال من عبدالله ای لما قام عابدًا عابدًا له عزوجل و ذلک قیامه علیه الصلاة والسلام لصلاة الفجر بنخلة کمامر۔ یہ عَبْدُ اللّٰهِ کا حال ہے۔ یعنی جب اللہ کا خاص بندہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی بندگی کے لیے کھڑا ہوا اور اس قیام سے مراد سرکار دوعالم ﷺ کا وادیٔ نخلہ میں نماز فجر کے لیے قیام فرمانا تھا جیسا کہ پیچھے گزرا۔

كَادُوْا تو قریب تھا۔

ای الجن کما قال ابن عباس والضحاک یعنی جنات جیسا کہ ابن عباس اور ضحاک سے منقول ہے حسن اور قتادہ کا قول ہے: کادوالکفار قریش والعرب، كَادُوْا کی ضمیر کفار قریش و مشرکین عرب کی طرف راجع ہے۔

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ہو جائیں اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ

متراکمین من ازدحامهم علیه تعجبا مما شاهدوا من عبادته وسمعوا من قراء ته واقتداء اصحابه قیاما و رکوعا وسجودا لانهم رأوا مالم یروا مثله وسمعوا مالم یسمعوا نظیره وهذا

Marfat.com

کالظاھر فی انھم کانوا کثیرین۔ جنات اپنے ہجوم کی وجہ سے اوپر نیچے ہو جاتے (بھیڑ لگ جاتی، ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جاتے) آپ ﷺ کے قریب حیرانگی کی وجہ سے، جس کا انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت سے مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کی تلاوت سنی اور آپ ﷺ کے اصحاب کی قیام رکوع اور سجود میں اقتداء دیکھی کیونکہ انہوں نے اس کی نظیر و مثل دیکھا نہ سنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جنات بکثرت تھے۔

حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ کا بندہ یعنی نبی اکرم ﷺ دعوت توحید کے لیے کھڑے ہوئے تو انسان اور جن سب بطلان وتکذیب دعوت کے لیے جمع ہو گئے کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنے نور کو ضرور مکمل کرے گا اور اپنے رسول کو غالب فرمائے گا اگرچہ کافر پڑے برا مانیں۔ جمہور کے نزدیک لبدۃ کی جمع لبد ہے اور اس کا مطلب ہے الجماعات شھبیت بالشیٔ المتلبد بعضہ فوق بعض گروہوں کا کسی شئے پر اس طرح ہجوم کر آنا کہ بھیڑ کا کچھ حصہ اوپر ہو اور کچھ نیچے اور جراد (ٹڈی دل) کے لیے بھی لبد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جبائی نے عبد مناف بن زبیع الہذلی کا شعر نقل کیا ہے۔

صافوا بستة ابیات و اربعة حتی کان علیھم جابیا لبدا

انہوں نے چھ چھ اور چار چار کی صفیں بنا کر شبخون مارا یہاں تک کہ ان لوگوں پر اس طرح ہو گئے جس طرح ٹڈیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم—سورۃ الجن—پ ۲۹

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ⑳	تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔
قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ㉑	تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں ہوں۔
قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ㉒	تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز میں اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔
اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ㉓	مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ㉔	یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم ہے۔
قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ㉕	تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔
عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ㉖	وہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا

Marfat.com

اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ یَسۡلُكُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

لِّیَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیۡهِمۡ وَ اَحۡصٰی كُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

تا کہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ الجن۔پ ۲۹

قُلۡ۔آپ فرمائیں	اِنَّمَآ۔اس کے سوا نہیں کہ	اَدۡعُوۡا۔میں عبادت کرتا ہوں	رَبِّیۡ۔اپنے رب کی
وَ۔اور	لَآ۔نہیں	اُشۡرِكُ۔شریک ٹھہراتا میں	بِهٖۤ۔اس کے ساتھ
اَحَدًا۔کسی کو	قُلۡ۔آپ فرمائیں	اِنِّیۡ۔بے شک میں	لَآ۔نہیں
اَمۡلِكُ۔اختیار رکھتا میں	لَكُمۡ۔تمہارے لیے	ضَرًّا۔تکلیف کا	وَّ۔اور
لَا۔نہ	رَشَدًا۔بھلائی کا	قُلۡ۔آپ فرمائیں	اِنِّیۡ۔بے شک میں
لَنۡ۔ہرگز نہیں	یُّجِیۡرَ۔پناہ دے گا	نِیۡ۔مجھ کو	مِنَ اللّٰهِ۔اللہ سے
اَحَدٌ۔کوئی بھی	وَّ۔اور	لَنۡ۔ہرگز نہ	اَجِدَ۔پاؤں گا میں
مِنۡ دُوۡنِهٖ۔اس کے سوا	مُلۡتَحَدًا۔کوئی جائے پناہ	اِلَّا۔مگر	بَلٰغًا۔پہنچانا
مِّنَ اللّٰهِ۔اللہ سے	وَ۔اور	رِسٰلٰتِهٖ۔اس کی رسالتیں	وَ۔اور
مَنۡ۔جو	یَّعۡصِ۔نافرمانی کرے گا	اللّٰهَ۔اللہ	وَ۔اور
رَسُوۡلَهٗ۔اس کے رسول کی	فَاِنَّ۔تو بے شک	لَهٗ۔اس کے لیے	نَارَ۔آگ ہے
جَهَنَّمَ۔جہنم کی	خٰلِدِیۡنَ۔ہمیشہ رہیں گے	فِیۡهَآ۔اس میں	اَبَدًا۔ہمیشہ تک
حَتّٰۤی۔یہاں تک کہ	اِذَا۔جب	رَاَوۡا۔دیکھیں گے	مَا۔جو
یُوۡعَدُوۡنَ۔وعدہ دیے جاتے ہیں	فَسَیَعۡلَمُوۡنَ۔تو جلدی جان لیں گے کہ		
مَنۡ۔کون	اَضۡعَفُ۔کمزور ہے	نَاصِرًا۔مددگاروں سے	وَّ۔اور
اَقَلُّ۔کون کم ہے	عَدَدًا۔گنتی میں	قُلۡ۔آپ فرمائیں	اِنۡ۔نہیں
اَدۡرِیۡۤ۔جانتا میں	اَقَرِیۡبٌ۔کہ آیا نزدیک ہے	مَّا۔جو	تُوۡعَدُوۡنَ۔تم وعدہ دیے
جاتے ہو	اَمۡ۔یا	یَجۡعَلُ۔کرے گا	لَهٗ۔اس کے لیے
رَبِّیۡۤ۔میرا رب	اَمَدًا۔کچھ وقفہ	عٰلِمُ۔جاننے والا ہے	الۡغَیۡبِ۔غیب کا
فَلَا۔تو نہیں	یُظۡهِرُ۔مطلع کرتا	عَلٰی۔اوپر	غَیۡبِهٖۤ۔اپنے غیب کے
اَحَدًا۔کسی کو	اِلَّا۔مگر	مَنِ۔جسے	ارۡتَضٰی۔پسند کرے
مِنۡ رَّسُوۡلٍ۔رسولوں میں سے	فَاِنَّهٗ۔تو بے شک وہ	یَسۡلُكُ۔چلاتا ہے	

Marfat.com

مِنۡ بَیۡنِ یَدَیۡہِ۔ اُس کے آگے		وَ۔ اور	مِنۡ خَلۡفِہٖ۔ اس کے پیچھے
رَصَدًا۔ محافظ	لِّیَعۡلَمَ۔ تاکہ دیکھے	اَنۡ۔ یہ کہ	قَدۡ۔ بے شک
اَبۡلَغُوۡا۔ پہنچائے انہوں نے	رِسٰلٰتِ۔ پیغامات	رَبِّہِمۡ۔ اپنے رب کے	وَ۔ اور
اَحَاطَ۔ گھیر لیا اس نے	بِمَا۔ جو	لَدَیۡہِمۡ۔ ان کے پاس ہے	وَ۔ اور
اَحۡصٰی۔ گن رکھا اس نے	کُلَّ۔ ہر	شَیۡءٍ۔ چیز کو	عَدَدًا۔ گنتی میں۔

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔ سورۃ الجن۔ پ ۲۹

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں۔

قُلۡ صیغہ امر ہے اور عاصم، حمزہ اور ابو عمرو رحمہم اللہ کی قراءت یہی ہے جب کہ قراء قال بصیغۂ ماضی پڑھا ہے۔ ای اعبد ربی یعنی میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں۔ بصیغہ امر یہ معنی ہوں گے کہ جب جنات ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو گئے کہ کلام الٰہی سنیں تو اللہ تعالیٰ کے بندہ (نبی اکرم ﷺ) نے کہا کہ میں تو اپنے رب کی بندگی کرتا ہوں تو تم بھی اسی کی بندگی کرو اور بصیغۂ ماضی یہ مفہوم ہوگا کہ جب جن وانس کے کفار ہجوم کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کی دعوت کو جھٹلائیں اور ناکام بنائیں تو اللہ تعالیٰ کے بندے نے کہا میں تو تمہیں صرف دعوت توحید دے رہا ہوں۔

وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

ای فی العبادۃ یعنی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اِنَّمَاۤ کلمہ حصر ہے اور مطلب یوں گا کہ صرف اپنے رب ہی کی خالص بندگی کرتا ہوں۔

قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں۔

ای ولا نفعا تعبیرا باسم السبب عن المسبب والمعنی لا استطیع ان اضرکم ولا انفعکم انما الضار والنافع هو الله عزوجل او لا املک لکم غیا ولا رشدا علی ان الضر مراد به الغی باسم المسبب عن السبب ویدل علیه قراءۃ ابی غیا بدل ضرا والمعنی لا استطیع ان أفترکم علی الغی والرشد انما القادر علی ذلک هو الله سبحانه و تعالیٰ۔

یعنی اور نہ ہی نفع کا۔ سبب کے نام کے ساتھ مسبب کی تعبیر کی گئی ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ میں (بالذات) قدرت نہیں رکھتا کہ تمہیں نقصان پہنچاؤں اور نہ ہی اس کی کہ تم کو فائدہ دوں بلاشبہ الضار (نقصان دینے والا) النافع (نفع دینے والا) وہ تو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے یا یہ کہ میں تمہارے لیے گمراہی اور نہ ہی ہدایت کا مالک ہوں کیونکہ ضرر سے مراد گمراہی ہے اور مسبب کے نام کے ساتھ سبب مراد لیا گیا ہے (ایک اسم کا اصلی معنی اور دوسرے کا مجازی معنی مراد ہے) اور ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ انہوں نے ضَرًّا کے بدلے غَیًّا پڑھا اور معنی یہ ہوں گے کہ میں تمہاری گمراہی اور ہدایت پر قابو نہیں رکھتا بلاشبہ اس پر قدرت رکھنے والا حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت کفار جن وانس کے محذوف سوال کا جواب ہے جو حضور کے متعلق (بالذات) نفع ونقصان کے ہونے کا تصور کرنے لگے تھے۔ اور یہ جملہ حضور

کے عجز کا اظہار ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾

تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز میں اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا۔

ان ارادنی سبحانہ بسوء اگر حق سبحانہ وتعالیٰ میرے ساتھ خلاف خیر کا ارادہ فرمائے تو ہرگز مجھے اس سے کوئی نہ بچائے گا۔ علماء کا فرمانا ہے کہ کلام میں حذف ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار انس وجن نے آپ ﷺ سے بوقت دعوت توحید کہا ''اترک ما تدعو الیه ونحن بخیرک'' تو آپ ﷺ سے حق تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ آپ فرمائیں ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ مقاتل رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مثل منقول ہے اور یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے جو حضور کو اپنی پناہ کی پیشکش کر رہے تھے اور یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کی مؤکد ہے۔

وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾ اور ہرگز میں اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

یہ بھی محذوف سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار کے قول میں گزرا۔ مُلْتَحَدًا ای معدلا و منحرفا وقال الکلبی مدخلا فی الارض۔ مُلْتَحَدًا کا معنی ہے پھرنے کی جگہ یا کوئی راہ اور ہٹا دینے والا اور کلبی کا قول ہے ایسی جگہ زمین میں جہاں پناہ کے لیے داخل ہوا جا سکے۔ اور سدی کا قول ہے حرزا یعنی پناہ گاہ۔ والمراد ملجأ یرکن الیه اور مراد یہ ہے کہ کوئی پناہ لی جائے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾

مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں۔

استثناء من مفعول لا املک کما یشیر الیه کلام قتادة وما بینهما اعتراض مؤکد لنفی الاستطاعة۔

جیسا کہ قتادہ کا قول مشیر ہے کہ یہ مفعول لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا سے استثناء ہے اور ان دونوں کے درمیان جو کلام ہے استطاعت وقدرت کی نفی کی تاکید کے لیے ہے۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مجھ میں نفع وضرر کی قدرت نہیں البتہ احکام الٰہی کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا میری قدرت میں ہے چونکہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ فی نفسہ ہدایت ہی ہے اور فائدہ پہنچانا بھی ہے اور یہ امر نبی کے فرائض میں شامل ہے تو واضح ہوا کہ ہدایت اور نفع رسانی پر نبی کو قدرت ہے اور بدیں وجہ بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ کو لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ کی نفی سے جو عمومی ہے، مستثنیٰ فرمایا۔

بعض اجلہ علماء کا فرمانا ہے کہ استثناء متصل ہے اور اس کا تعلق اَحَدًا اور مُلْتَحَدًا سے ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ مجھے عذاب الٰہی سے کوئی نہ بچائے گا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ پاؤں گا مگر ہاں وہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا جو میرے ذمہ فرض ہے، وہی مجھے بچا لے گا اور اگر میں نے اس کو پورا نہ کیا تو اللہ مجھ سے مواخذہ فرمائے۔ واضح مفہوم

Marfat.com

یہ ہے کہ تبلیغ احکام میرا فرض ہے اور میری ذمہ داری ہے جو قطعاً قابل مؤاخذہ ہے۔ میں اس سے کوتاہی کیونکر کروں گا یعنی مجھ سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ تبلیغ رسالت چھوڑ دوں یا اس سے باز رہوں۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے۔

ای فی الامر بالتوحید۔ یعنی امر توحید کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے اور نافرمانی کرے۔

فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ای فی النار او فی جهنم۔ یعنی جہنم کی آگ میں یا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خٰلِدِیْنَ کا لفظ معنی کے لحاظ سے جمع فرمایا گیا ہے یعنی جو بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے۔

حَتّٰۤى ابتدائیہ کے ساتھ جملہ شرطیہ مقرونہ ہے اور حَتّٰۤى اگر یہاں بطور حرف جار ہو تو غایت کے معنی میں ہے یعنی محذوف کی غایت کے لیے۔ حَتّٰۤى کا لفظ، کفار کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن و انس میں سے انصار (مددگاروں) اور ان کے استقلال اور ان کی گنتی کے مقابلے میں، کمزوری پر دلالت کر رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار جن و انس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضعیف سمجھ کر نافرمانی کرتے تھے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ گویا کہ فرمایا جا رہا ہے: لا یزالون یستضعفون ویستهزءون حتی اذا راوا مایوعدون من فنون فی الآخرة تبین لهم ان المستضعف من هو۔ یہ کفار نہیں ٹلیں گے کمزور سمجھتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھبتیاں کستے رہیں گے (مذاق اڑائیں گے) یہاں تک کہ آخرت میں مختلف عذاب جن کا وعدہ دیے گئے ہیں، انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان پر کھل جائے گا کہ درحقیقت کمزور کون ہے۔ مَا یُوْعَدُوْنَ سے مراد یا تو یوم بدر کی شکست، قتل و ذلت ہے یا مراد قیامت اور عذاب اخروی ہے۔

فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم ہے۔

ای حین وقع العذاب یعنی جب ان پر عذاب واقع ہوگا تو انہیں معلوم ہوگا کہ مددگاروں یا تعداد کے اعتبار سے کون ضعیف و بے بس، عاجز و لاچار ہے۔ روز حشر مومنوں کا مددگار اللہ عزوجل، اس کے رسول علیہم السلام اور فرشتے علیہم السلام ہوں گے اور مومن خود بھی ہوں گے۔ مومنوں کے مددگار و غمگسار ہوں گے اور کفار بے کس و پریشان ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور انہیں اپنی نفری و عددی قوت کا علم و اندازہ بھی ہو جائے گا۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ تم فرماؤ میں نہیں جانتا۔

ای ما ادری یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرمائیں مجھے معلوم نہیں۔

اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب

Marfat.com

اسے کچھ وقفہ دے گا۔

اس میں کفار کے اس قول کا رد ہے جو انہوں نے یہ سن کر کہا اور ان کے اس حال کا مقتضیٰ ہے جو کہ انہوں نے بطور انکار و تمسخر کہا تھا متی یکون ذلک الموعود یہ موعود عذاب (جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے کب واقع ہوگا) اور مقاتل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نضر بن حارث نے ایسا کہا تھا تو آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ فرمادیں انک کائن لا محالة وأما وقته فما ادری متی یکون۔ بلاشبہ وہ عذاب موعود لامحالہ ہوکر رہے گا اور رہا اس کا وقت مقررہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کب ہوگا۔ اَمَدًا سے مراد دور کا زمانہ ہے جو قریب کے مقابلہ میں بطور قرینہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انتہائی اور مقررہ وقت اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

وہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ غیب کا جاننے والا۔

ای هو سبحانه عالم الغیب یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ یہاں غیب سے مراد وقت عذاب کا علم ہے جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہے اور عذاب کا وقت متعین غیب ہے جس کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے۔ ایک قول ہے کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ، یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ ربی کی صفت ہے جس کا معنی ہے وہی دانائے غیوب ہے۔

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

المراد لغیبه جمیع غیبه۔ سے مراد سارے امور غیب ہیں۔ لان الغیب کالماء یقع علی القلیل والکثیر بلفظ واحد ولا یضر فی ذلک جمعه علی غیوب کملا یضر فیه جمع الماء علی میاه۔ کیونکہ لفظ غیب لفظ ماء پانی کی طرح ہے جو قلیل وکثیر دونوں مقداروں پر بطور واحد لفظ کے بولا جاتا ہے اور اس میں اس کی جمع یعنی غیوب اس کو مضر نہیں اسی طرح جس طرح ماء کی جمع میاہ لفظ ماء کو مضر نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اضافت (غَیْبِهٖۤ میں) عہدی ہو اور معہود غیب المستغرق (غیب خاص) ہو یا پھر اختصاص کے لیے ہو ان الغیب المختص به تعالیٰ بمعنی المختص علمه سبحانه به۔ کیونکہ غیب کا اختصاص حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے جس کا مطلب غیب کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ تو مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کسی مخلوق کو کاملاً مطلع نہیں فرماتا کیونکہ وہ خود ہی اس کے ساتھ منفرد ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اِلَّا استثنائیہ ہے جس کا تعلق فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ سے ہے یعنی یہ اس سے مستثنیٰ ہے ای لکن الرسول المرتضی یظهره جل وعلا بعض الغیوب المتعلقة برسالته۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بعض غیوب پر ہر رسول مرتضیٰ (پسندیدہ رسولوں میں ہے) کو مسلط فرماتا ہے جن کا تعلق اس کی رسالت کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ انہیں اطلاع

کامل اور کمال درجہ یقین کے ساتھ حقائق کا مکمل کشف عطا فرماتا ہے تاکہ یہ علم ان کا معجزہ ہو اور وہ اطاعت گزاروں کو قطعی خوشخبری دیں اور یونہی کفار و معاندین کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ اور اگر امور غیبیہ کا تعلق کیفیات اعمال، ارکان و احکام شریعت وغیرہ سے ہو تو ان امور کا بیان و اظہار وظائف رسالت ہے اور پچھلی آیت میں علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو قطعی اور یقینی ہو اور جو شیطانی مداخلت سے بالکلیہ منزہ ہو۔ علم غیب کا عطا ہونا اس آیت سے قطعی ثابت ہے۔ اور رسولوں علیہم السلام کے طفیل سے اولیاء رحمہم اللہ کو کچھ حصہ ملتا ہے۔

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًاۙ﴿۲۷﴾ کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

ای لیسلک من جمیع جوانبه عند اطلاعه علی ذلک حرسا من الملائکة علیهم السلام یحرسونه من تعرض الشیاطین لما ارید اطلاعه علیه اختطافاً او تخلیطا۔

یعنی امور غیبیہ کی اطلاع کے وقت اللہ تعالیٰ رسول کے نلیے تمام اطراف سے حفاظت و نگرانی کے لیے حضرات ملائکہ علیہم السلام کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس امر کی نگرانی فرماتے ہیں کہ شیطان اس اطلاع الٰہی سے تعرض نہ کرے اور اس میں دخل اندازی یا کمی پیشی وغیرہ نہ کرے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر شیطان دخل اندازی کی جسارت کرتا تو یہ نگہبان فرشتے اسے مار بھگاتے اور رسول کو آگاہ فرماتے تھے اور فرمایا: لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدہ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیے۔

وهی الغیوب المظهر علیها کما هی من غیر اختطاف ولا تخلیط یعنی یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ غیوب جو رسول پر ظاہر کیے گئے تھے بدوں خلط ملط کیے یا بغیر کمی بیشی کے یعنی بحفاظت تمام من و عن پہنچا دیے اگر لِّیَعْلَمَ کا فاعل رسول کو مانا جائے تو اس تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا کہ رسول کو واضح ہو جائے کہ اس نے پیام الٰہی بحفاظت پہنچا دیا اور یونہی اگر اَبْلَغُوْا کا فاعل ملائکہ علیہم السلام ہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ملائکہ مبلغین (ظاہر ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ محافظ فرشتے مراد ہیں) نے اللہ عزوجل کا پیغام رسول تک من و عن پہنچا دیا اور شیطان نہ ہی دخل اندازی کر سکا اور نہ ہی کسی قسم کا تعرض کر سکا۔

وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے۔

ای بما عند الرصد یعنی اس کے ساتھ جو پہرے کے وقت۔

وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ اور اس نے شمار کر رکھی ہے ہر چیز۔

ای مما کان ومما سیکون یعنی اس میں سے جو ہو چکا تھا اور اس میں سے جو ہونے والا ہوگا۔

عَدَدًا۠﴿۲۸﴾ گنتی ای فردا فردا یعنی ہر ایک چیز کا الگ الگ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو علم انبیاء و رسل علیہم السلام کو عطا فرمایا گیا وہ اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اس سب کو محیط ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی شے کی گنتی سے ہو۔ اس سے روشن ہو گیا کہ تمام اشیاء گنی ہوئی ہیں اور محصور اور متناہی ہیں اور علم الٰہی لامتناہی ہے اور تمام اشیاء کو عددی اور ہر لحاظ سے محیط ہے، یہاں تک کہ درختوں کے پتے اور قطرات ابر کی تعداد بھی اللہ کو معلوم ہے۔ سبحان الله المحصی و سبحان الله العلیم۔

الحمد للہ آج ۴ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ تفسیر سورۂ جن مکمل ہوئی۔

Marfat.com

سورۃ مزمل مکیہ

اس سورۃ میں دو رکوع، بیس آیات، دو سو پچاسی کلمے اور آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔سورۃ مزمل۔پ ۲۹

یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾
اے جھرمٹ مارنے والے!

قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۲﴾
رات میں قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے۔

نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا ﴿۳﴾
آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ﴿۴﴾
یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾
بیشک عنقریب ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ﴿۶﴾
بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ﴿۷﴾
بے شک دن میں تو آپ کو بہت سے کام ہیں۔

وَ اذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ﴿۸﴾
اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾
وہ مشرق کا اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اہۡجُرۡہُمۡ ہَجۡرًا جَمِیۡلًا ﴿۱۰﴾
اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَ ذَرۡنِیۡ وَ الۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَۃِ وَ مَہِّلۡہُمۡ قَلِیۡلًا ﴿۱۱﴾
اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾
بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾
اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ﴿۱۴﴾
جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾
بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے

Marfat.com

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ مزمل۔پ ۲۹

يٰٓاَيُّهَا۔اے	الْمُزَّمِّلُ۔کمبل اوڑھنے والے	قُمِ۔کھڑے ہوا کرو	الَّيْلَ۔رات کو
اِلَّا۔مگر	قَلِيْلًا۔تھوڑی	نِّصْفَهٗٓ۔آدھی رات	اَوِ۔یا
انْقُصْ۔کم کرلو	مِنْهُ۔اس سے	قَلِيْلًا۔تھوڑا سا	اَوْ۔یا
زِدْ۔زیادہ کرو	عَلَيْهِ۔اس پر	وَ۔اور	رَتِّلِ۔ٹھہر ٹھہر کر پڑھو
الْقُرْاٰنَ۔قرآن	تَرْتِيْلًا۔آہستہ آہستہ	اِنَّا۔بے شک ہم	سَنُلْقِيْ۔جلدی ڈالیں گے
عَلَيْكَ۔آپ پر	قَوْلًا۔بات	ثَقِيْلًا۔بھاری	اِنَّ۔بے شک
نَاشِئَةَ۔جاگنا	الَّيْلِ۔رات کا	هِيَ۔وہ	اَشَدُّ۔بہت سخت ہے
وَطْاً۔دباؤ میں	وَّ۔اور	اَقْوَمُ۔بہت سیدھا ہے	قِيْلًا۔بات میں
اِنَّ۔بے شک	لَكَ۔آپ لیے	فِي۔بیچ	النَّهَارِ۔دن کے
سَبْحًا۔کام ہیں	طَوِيْلًا۔بہت زیادہ	وَ۔اور	اذْكُرِ۔یاد کرو
اسْمَ۔نام	رَبِّكَ۔اپنے رب کا	وَ۔اور	تَبَتَّلْ۔الگ ہو جاؤ
اِلَيْهِ۔اس کی طرف	تَبْتِيْلًا۔الگ ہونا	رَبُّ۔وہ رب ہے	الْمَشْرِقِ۔مشرق کا
وَ۔اور	الْمَغْرِبِ۔مغرب کا	لَآ۔نہیں	اِلٰهَ۔کوئی معبود
اِلَّا۔مگر	هُوَ۔وہی	فَاتَّخِذْ۔تو پکڑ لے	هُ۔اسی کو
وَكِيْلًا۔کارساز	وَ۔اور	اصْبِرْ۔صبر کریں	عَلٰى۔اوپر
مَا۔اس کے جو	يَقُوْلُوْنَ۔کہتے ہیں	وَ۔اور	اهْجُرْ۔چھوڑ دیں
هُمْ۔ان کو	هَجْرًا۔چھوڑنا	جَمِيْلًا۔اچھا	وَ۔اور
ذَرْ۔چھوڑ دیں	نِيْ۔مجھ کو	وَ۔اور	الْمُكَذِّبِيْنَ۔جھٹلانے والے
اُولِي النَّعْمَةِ۔دولتمندوں کو	وَ۔اور	مَهِّلْهُمْ۔مہلت دیں ان کو	قَلِيْلًا۔تھوڑی

اِنَّ ۔ بے شک	لَدَيْنَآ ۔ ہمارے پاس	اَنْكَالًا ۔ بیڑیاں ہیں	وَّ ۔ اور
جَحِيْمًا ۔ بھڑکتی آگ	وَّ ۔ اور	طَعَامًا ۔ کھانا	ذَاغُصَّةٍ ۔ گلے میں اٹک
جانے والا	وَّ ۔ اور	عَذَابًا ۔ عذاب	اَلِيْمًا ۔ دردناک
يَوْمَ ۔ جس دن	تَرْجُفُ ۔ کانپیں گے	الْاَرْضُ ۔ زمین	وَ ۔ اور
الْجِبَالُ ۔ پہاڑ	وَ ۔ اور	كَانَتِ ۔ ہوجائیں گے	الْجِبَالُ ۔ پہاڑ
كَثِيْبًا ۔ ٹیلے ریت کے	مَّهِيْلًا ۔ بہتے	اِنَّآ ۔ بے شک ہم نے	اَرْسَلْنَآ ۔ بھیجا
اِلَيْكُمْ ۔ تمہاری طرف	رَسُوْلًا ۔ رسول	شَاهِدًا ۔ جو گواہ ہے	عَلَيْكُمْ ۔ تم پر
كَمَآ ۔ جیسے	اَرْسَلْنَآ ۔ بھیجا ہم نے	اِلٰى ۔ طرف	فِرْعَوْنَ ۔ فرعون کی
رَسُوْلًا ۔ رسول	فَعَصٰى ۔ تو نافرمانی کی	فِرْعَوْنُ ۔ فرعون نے	الرَّسُوْلَ ۔ اس رسول کی
فَاَخَذْنٰهُ ۔ تو پکڑا ہم نے اس کو		اَخْذًا ۔ پکڑنا	وَّبِيْلًا ۔ بڑا سخت
فَكَيْفَ ۔ تو کیسے	تَتَّقُوْنَ ۔ بچو گے تم	اِنْ ۔ اگر	كَفَرْتُمْ ۔ تم کفر کرو گے
يَوْمًا ۔ اس دن کہ	يَّجْعَلُ ۔ بنادے گا	الْوِلْدَانَ ۔ بچوں کو	شِيْبَا ۔ بوڑھا
السَّمَآءُ ۔ آسمان	مُنْفَطِرٌۢ ۔ پھٹنے والا ہے	بِهٖ ۔ اس سے	كَانَ ۔ ہے
وَعْدُ ۔ وعدہ	هٗ ۔ اس کا	مَفْعُوْلًا ۔ پورا ہونے والا	اِنَّ ۔ بے شک
هٰذِهٖ ۔ یہ	تَذْكِرَةٌ ۔ نصیحت ہے	فَمَنْ ۔ تو جو	شَآءَ ۔ چاہے
اتَّخَذَ ۔ پکڑے	اِلٰى ۔ طرف	رَبِّهٖ ۔ اپنے رب کی	سَبِيْلًا ۔ رستہ

سورۃ المزمل

سورت المزمل ساری کی ساری مکیہ ہے۔ حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے البتہ عبداللہ ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے جیسا کہ ماوردی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ سوائے دو آیتوں۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ الخ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ الخ کے باقی سورۂ مبارکہ بالکلیہ مکیہ ہے۔ تاہم جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ آیات بھی مکی ہیں اور یونہی ساری سورہ مبارکہ مکی ہے۔ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مبارکہ صدر السور (العلق) کے نزول کے بعد نازل ہوئی اور اس وقت نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے قیام اللیل فرض تھا اور یہ زمانہ اول الاسلام کا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ کے دو رکوع اور بیس آیات ہیں سورۂ جن کا اختتام رسولوں کے ذکر پر ہوا تھا اور اس سورۂ مبارکہ کا آغاز و افتتاح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے ہوا ہے اور دونوں سورتوں کے درمیان وجہ مناسبت یہی ہے اور "تناسق الدرر" میں ہے کہ سورۂ جن سے اتصال کی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز قُمِ الَّيْلَ سے ہوا ہے اور سورۂ جن کے آخر میں واقع ہوا تھا لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ اور یہ کہ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ ۔ اور ان آیات میں مناسبت واضح ہے۔ مساجد سے مراد اعضاء سجدہ ہیں اور غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت شرک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لیے یا دعوت توحید کے لیے وادئ نخلہ میں وقت فجر کھڑے ہوئے تھے تو سماع قرآن کے شوق میں جنات آپ کے پاس ٹھٹھ ہو کر ہجوم کر آئے تو سورۃ المزمل میں اسی حوالے سے قیام اللیل اور

Marfat.com

تلاوت کلام کریم کے حکم سے آغاز فرمایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ عبدیت کے درجہ کمال پر فائز و ترقی فرمائیں۔

مختصر تفسیر اردو سورہ مزمل۔ رکوع اول۔ پ ۲۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ﴿۴﴾

اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام کرو سوا کچھ رات کے، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو، یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ اے جھرمٹ مارنے والے!۔

ای المتزمل من تزمل بثيابه اذا تلفف بها فادغم التاء فی الزای وقد قرأ ابی علی الاصل وعکرمة المزمل بتخفیف الزای وکسر المیم ای المزمل جسمه او نفسه و بعض السلف المزمل بالتخفیف وفتح المیم اسم مفعول یعنی المتزمل۔ جو اپنے کپڑوں میں لپیٹ جائے یا کپڑے لپیٹ کران میں خود کو ڈھانپ لے تَزَمَّل کی تاء کو زاء میں مدغم کر دیا گیا اور ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت اصل پر ہے ای المتزمل۔ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے زاء کی تخفیف اور میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزَمِّلُ۔ اپنے جسم یا اپنے نفس کو ڈھانپنے والا اور بعض علماء سلف نے زاء کی تخفیف اور میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزَمَّلُ جو اسم مفعول ہے کپڑوں میں لپٹا ہوا اور قراءتوں کے اختلاف سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپ ﷺ اپنے نفس کریمہ کو کپڑوں سے ڈھانپتے تھے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ البتہ جب آپ ﷺ کے تمام افعال و عادات کو اللہ کریم کی طرف سے (اس حوالے سے) دیکھیں تو بلاشبہ آپ کو آپ کے غیر نے اوڑھایا اور اس امر کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے پہلے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپا پھر سو گئے تو آپ کو کسی اور نے اوڑھایا یا پہلے آپ ﷺ کو کسی نے اوڑھایا پھر جو اوڑھایا گیا وہ آپ سے ساقط ہوا (الگ ہو گیا) تو پھر آپ نے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپ لیا۔ اور جمہور علماء کا فرمانا ہے کہ جب غار حراء میں آپ پر فرشتہ وحی لے کر نازل ہوا تو اس کے بعد آپ ﷺ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو تو سورۃ المدثر اور اسی کے اثر سے سورۃ المزمل نازل ہوئی۔

بزاز نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا اس شخص (حضور اکرم ﷺ) کا کوئی نام خاص نام رکھ دو کہ لوگ ان سے پھر جائیں تو انہوں نے کہا "کاہن" کہو تو وہ خود ہی بولے کہ وہ (آپ ﷺ) ہرگز کاہن نہیں تو بولے مجنون کہو پھر بولے وہ ہرگز مجنون بھی نہیں بولے ساحر کہو پھر کہنے لگے وہ ہرگز ساحر نہیں وہ بولے کہ وہ دوست اور اس کے دوست کے درمیان تفریق ڈال دیتے ہیں تو اس پر مشرکین تتر بتر ہو کر مختلف ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ اپنے کپڑے اوڑھ کر لیٹ گئے تو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کہہ کر ندا کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آپ ﷺ کو یوں ندا کرنا انسیت دلانے کے لیے تھا جیسا کہ ایسے موقعوں پر اہل عرب کی

Marfat.com

عادت ہے کہ وہ بطور ملاطفت کے مخاطب کو اس صفت و کیفیت کے ساتھ خطاب کرتے ہیں جس پر وہ ہوتا ہے اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا تھا جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے خفا ہو کر اس حالت میں سو گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو خاک آلود تھے قم اباتراب اے ابوتراب! (مٹی کے باپ) اٹھو۔ اس سے واضح ہے کہ محبوبوں کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے اور یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے خطاب سے شان محبوبیت واضح ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے اپنے کپڑوں میں لپٹے ہوئے مستعد ہو کر تیار ہوئے تو آپ کو ندا فرمائی گئی۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ جس کے معنی ہیں کہ اے عبادت کے لیے مستعد ہونے والے! عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کا معنی ہے یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ للنبوۃ و اعبائها یعنی اے عبائے نبوت اور ردائے رسالت کے حامل و لائق!۔

قُمِ الَّیْلَ رات میں قیام فرماؤ۔

ای قم الی الصلوۃ وقیل داوم علیها یعنی نماز کے لیے کھڑے ہوں اور یہ بھی کہا گیا کہ نماز پر حسب سابق مداومت (ہیشگی) فرمایے۔ اور ایک قول ہے: القیام مستعار للصلوۃ و معنی قم صل قیام نماز سے استعارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں الَّیْلَ ظرف اسم زمان ہے اور حرف جار محذوف ہے جس کا مطلب ہے ساری رات۔

اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾ سوائے کچھ رات کے

استثناء من اللیل، رات سے استثناء ہے یعنی رات کا کچھ حصہ لیکن تعین نہیں ہے کہ رات کا کتنا حصہ۔

نِّصْفَهٗۤ آدھی رات

یہ الَّیْلَ سے بدل ہے اور اللیل، قَلِیْلًا سے مستثنیٰ ہے تو گویا بدل کل ہے اور جز ولیل مراد ہے اور باقی جزو اسی طرح آدھی رات ہے۔ اس لیے بدل کل ہو گیا کیونکہ مستثنیٰ کے بعد جو حصہ باقی رہتا ہے وہ حکما منطوق ہے لہٰذا اسی جزء سے نِّصْفَهٗۤ بدل ہے تو معنی یہ ہوں گے رات کے بعض حصہ میں نماز پڑھو یا آدھی رات نماز پڑھو اور بعض علماء نے فرمایا: نِّصْفَهٗۤ، قَلِیْلًا کا بدل ہے اور مستثنیٰ کا تعین ہو گیا اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قیام کے حکم سے آدھی رات مستثنیٰ ہے۔

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ﴿۳﴾ یا اس سے کچھ کم کرو۔

عطف علی الامر السباق والضمیر المجرور للیل ایضاً مقیدا بالاستثناء پیچھے جو امر گزرا اس پر عطف ہے یعنی قُمِ پر اور مجرور کی ضمیر بھی (مِنْهُ) "لیل" کے لیے جو استثناء کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی وہ نصف جو مستثنیٰ کے بعد ہے اس میں سے کچھ اور کم کرلو ای نقصا قلیلا او مقدارا قلیلا بحیث لا ینحط من نصف النصف یعنی تھوڑا سا گھٹا لو یا اس قدر کم کرو کہ نصف النصف سے کم نہ ہو یعنی چوتھائی حصہ سے کسی قدر زیادہ قیام کرو۔

اَوْ زِدْ عَلَیْهِ یا اس پر کچھ بڑھاؤ۔

تخییرہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ان یقوم نصف اللیل او اقل من النصف او اکثر منہ اس میں حضور اکرم ﷺ کو مختار فرمایا گیا ہے کہ چاہے وہ آدھی رات قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کم قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کچھ بڑھائیں۔ اس قیام سے مراد تہجد ہے۔ آیت میں امر وجوب کا مقتضی ہے اور اس سے واضح ہے کہ ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ اور آپ کی امت پر قیام اللیل (تہجد) واجب تھا اور بعض علماء نے امر سے فرضیت مراد لیا ہے تو ان کے قول کی دو

Marfat.com

سے یہ قیام شب فرض تھا۔ اسی سورہ میں فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ نازل ہوا تو یہ قیام اللیل کا حکم منسوخ ہو گیا یعنی فرضیت و وجوب کا حکم نہ رہا اور قیام شب سنت رہ گیا۔ بغوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ صحابہ ساری رات قیام فرماتے تھے اس لیے کہ کہیں مقدار واجبہ فوت نہ ہو جائے اور ان پر یہ امر بہت ہی شاق تھا یہاں تک تخفیف کا حکم فَاقْرَءُوْا نازل ہوا۔ ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سورہ میں قیام شب فرض تھا اور آپ ﷺ اور اصحاب ایک سال تک ساری ساری رات قیام فرماتے رہے یہاں تک کہ پائے مبارک متورم ہو گئے پھر تخفیف نازل ہوئی تو قیام شب نفل رہ گیا۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ فرضیت قیام شب پنجگانہ نمازوں کی فرضیت سے قبل تھی اور نمازوں کی فرضیت سے منسوخ ہو گئی۔ بعض علماء نے فرمایا کہ قیام شب کی فرضیت ذات رسول کے لیے تھی اور امت پر فرض نہ تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ اس میں من تبعیضیہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ فرضیت سب کے لیے نہ تھی۔ فرضیت آپ ﷺ کے لیے خاص تھی، البتہ تخفیف امت کے ضعف کے پیش نظر فرمائی گئی کہ اتباع سنت میں یہ امر ان کے حق میں نفل ہو جائے اور برکات قیام شب سے محروم نہ ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا اتباع و پیروی ہی دین کی اصل ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝۴ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

ای فی اثناء ما ذکر من القیام ای أقرء علی تؤدة و تمهل وتبیین حروف۔

یعنی قیام شب کے دوران میں جس کا ذکر گزرا، قرآن حکیم کی تلاوت کرو یعنی صحیح ادائیگی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ (تیز نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر) اور حروف کی وضاحت کے ساتھ یعنی حرف اپنے مخرج سے جہاں تک ممکن ہے صحیح ادا ہو اور سننے والے کو سین صاد قاف کاف عین اور ہمزہ میں فرق معلوم ہو۔ قاموس میں ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں الفاظ کا زبان سے آسانی اور صحت کے ساتھ نکالنا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ حروف کو کھول کر پڑھتے اور ہر حرف علیحدہ علیحدہ پڑھتے کہ سمجھ میں آتے تھے اور وقوف کی رعایت فرماتے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن کو اچھی آواز سے پڑھو (تغنی کی صورت ہرگز نہیں) اور اس کے مضامین پر غور کرو تا کہ تمہیں بھلائی حاصل ہو اور قراءت میں جلدی جلدی نہ کرو۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں ایسی قراءت جس میں ارسال ہو اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی قراءت کھینچ کر تھی پھر آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی قرأت کی اور اللہِ اور الرَّحْمٰنِ اور الرَّحِيْمِ کے الفاظ کھینچ کر ادا کیے۔

ایک قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں قرآن میں غور کرنا اور سمجھ کر پڑھنا اور معانی پر نظر رکھنا اور اس کے عجائب پر ٹھہرنا۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝

بے شک عنقریب ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ بے شک جلد ہم تم پر ڈالیں گے۔

ای سنوحی الیک یعنی ہم جلد ہی آپ کی طرف وحی فرمائیں گے۔

قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ بھاری بات۔

وهو القران العظيم فانه لما من التكاليف الشاقة ثقيل على المكلفين سيما على الرسول

Marfat.com

صلى الله عليه وسلم فانه عليه الصلوٰة والسلام مامور بتحملها وتحميلها للامة۔ اور قول ثقیل سے مراد قرآن عظیم ہے تو بلاشبہ اس میں سخت مشقت والے اعمال اور اوامر ونواہی ہیں جو اتباع وعمل کرنے والوں اور یونہی آپ ﷺ پر سخت بوجھل اور گراں ہیں یا ہوں گے کیونکہ آپ ﷺ ان امور کے اٹھانے پر اور امت سے اٹھوانے پر مامور ہیں۔ ایک قول ہے کہ قول ثقیل سے مراد تہجد کا حکم ہے جو بندے کے نفس پر بہت شاق وگراں ہوتا ہے اس قول کی رو سے یہ آیت پچھلی آیت کے ضمن میں ہے اور اس کو مؤکد کرنے والی ہے۔ ابو العالیہ اور قرطبی رحمہما اللہ کا قول ہے: ثقله على الكفار والمنافقين باعجازه وعيده کفار اور منافقوں پر اپنے اعجاز اور وعیدوں کے ساتھ گراں اور بوجھل ہے۔ اور ایک قول ہے: ثقيل في الميزان کہ قول ثقیل سے مراد یہ ہے کہ قرآن میزان میں بھی بھاری ہوگا اور یہ بات کثرت ثواب کے لیے مجازاً کہی گئی ہے۔ ایک قول ہے: ثقيل عليه صلى الله عليه وسلم کہ آپ ﷺ پر بوجھل گراں ہے بخاری میں کیفیت وحی کے بارے میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: كسلسلة الجرس اور پھر فرمایا: هي اشد علي اور یہ مجھ پر سخت گراں ہے اور آپ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی وهو على ناقته وضعت جرانها فما تستطيع ان تتحرك حتى يسرى عنه۔ اور آپ ﷺ اپنی ناقہ مبارکہ (اونٹنی) پر ہوتے تو وہ بوجھ تلے اپنی کونچوں پر دب جاتی اور اس وقت تک حرکت نہ کرسکتی کہ وحی پوری نہ ہوجاتی۔ نزول وحی کے وقت آپ ﷺ اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور سخت سردی کے موسم میں پیشانی مبارک سے پسینہ مبارکہ کے قطرے ٹپکنے لگتے۔ بعض علماء نے کہا: ''انه ثقيل على المتأمل'' قرآن حکیم غور وتدبر اور فکر ونظر کرنے والوں کے لیے ثقیل ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦

بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ بے شک رات کا اٹھنا۔

اى ان النفس التى تنشأ من مضجعها الى العبادة۔

یعنی بلاشبہ وہ نفس جو عبادت وبندگی کے لیے خوابگاہ سے اٹھتا ہے۔ یا مراد ہے سونے کے بعد غلبہ نیند اور سونے کی خواہش کے باوصف رات کو نماز وعبادت کے لیے اٹھنا۔ کرمانی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے حبشی لغت ہے جسے عربی بنایا گیا ہے اى القائمه جس کے معنی ہیں اٹھنا یا کھڑے ہونا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے رات کے پہلے حصہ میں قیام کرنا نَاشِئَةَ ہے۔

ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے جسے ابوحبان رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ رات کے جس حصے میں قیام کیا جائے وہی نَاشِئَةَ الَّيْلِ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نَاشِئَةَ الَّيْلِ اور تہجد ایک ہی بات ہے۔ علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نَاشِئَةَ سے مراد مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز ہے۔ حسن کا قول ہے کہ عشاء کے بعد ہر نماز نَاشِئَةَ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ساری رات نَاشِئَةَ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا پچھلی رات کا قیام مراد ہے جس پر نبی اکرم ﷺ مامور تھے۔

هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے۔

اى اشد مواقفة لما يراد من الاخلاص یعنی جب اخلاص کے ساتھ ارادہ ہو تو بہت ہی زیادہ موافقت کرنے

والا۔ وَطْأً کے معنی ہیں روندنا۔ رات کا قیام نفس کے غرور کو روندڈالتا ہے اور نفسانی غلبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ وِطَاءً بھی پڑھا گیا ہے مجاہد اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے اس کے معنی ہیں موافقت ای هی خاصة دون ناشئة النهار اشد مواطأة یواطئ قلبها لسانها۔ یعنی دن کی نسبت رات کا قیام قلب وزبان کی خوب موافقت کرتا ہے۔ وَطْأً کے معنی بوجھ، بار، دباؤ کے بھی ہیں جمہور کی قراءت یہی ہے یعنی رات کی نماز دن کی نماز کی نسبت زیادہ دباؤ ڈالنے والی ہے جب بندہ بوجھل اور بھاری عبادات کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس کا نفس متاثر ہوتا ہے اور اس کے لیے باقی کام جن کی تکلیف دی گئی ہے اس پر سہل ہو جاتے ہیں۔ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے: وَطْأً کا معنی ہے امر خیر اور طاعت میں خوب چست بنانے والا یا جماد ینے والا۔

وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

ای واسوء مقالا او أثبت قراءة لحضور القلب وهد و الاصوات۔

یعنی الفاظ کی ادائیگی خوب ہوتی ہے قراءت حضور قلب کے لیے جماتی ہے اور آوازیں ہدایت پاتی ہیں یعنی بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ رات کو شور وشغف نہیں ہوتا اور یہ وقت سکون کا ہوتا ہے لہٰذا اخلاص کامل حاصل ہوتا ہے اور ریاء کا خطرہ نہیں ہوتا۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ بے شک دن میں تو آپ کو بہت سے کام ہیں۔

ای تقلبا وتصرفا فی مهماتک واشتغالا بشواغلک فلا تستطیع ان تتفرغ للعبادة فعلیک بها فی اللیل واصل السبح المر السریع فی الماء فاستعیر الذهاب مطلقا۔ یعنی آپ کو دن کے وقت مختلف کاموں میں مشغولیت ہوتی ہے اور اہم دینی امور کی تبلیغ وغیرہ کے لیے ادھر ادھر جانا پڑتا ہے تو آپ سے نہ ہو سکے گا کہ عبادت الٰہی کے لیے فراغت مل سکے تو اس امر کو آپ رات کے وقت پورا کر لیں۔ اور السَّبْح کا معنی ہے پانی میں تیز چلنا (تیرنا) اور اس سے استعارۃً الذهاب (بارش) مراد لیا جاتا ہے۔ وقیل ای ان لک فی النهار فراغاً وسعة لنومک وتصرفک فی حوائجک اور ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کے لیے دن میں وسعت فراغت (گنجائش) ہے کہ آپ سو سکیں اور اپنے دیگر امور وضروریات بھی پوری کر سکیں۔ وقیل ان فاتک من اللیل شئ فلک فی النهار فراغ تقدر عی تدارکه فیه فالسبح الفراغ اور ایک قول ہے اگر آپ ﷺ سے رات کی عبادات میں سے کچھ رہ جائے (پوری نہ ہو سکے) تو آپ ﷺ کے لیے دن میں فراغت (گنجائش ہے) کہ آپ اس کا تدارک (تکمیل) کر سکتے ہیں تو السَّبْح سے مراد فراغت ہے اور لغت میں ان معنوں میں بھی مستعمل ہے لیکن پہلی بات زیادہ موافق ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔

ای ودم علی ذکره تعالیٰ لیلا ونهارا یعنی دن اور ذات اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرو علی ای وجه کان من تسبیح و تهلیل وتحمید وصلاة وقراءة قرآن وغیر ذلک اور ذکر الٰہی سے مراد یہ ہے کہ دن اور رات کے تمام اوقات میں تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کا ذکر) اور تحمید (الحمد للہ کہنا یا رب کریم کی ثنا وتعریف)

Marfat.com

اور نماز و تلاوت قرآن اور جو اس کے علاوہ ہے یعنی تعلیم و تدریس و تزکیہ سے بجالاؤ۔ بعض کا قول ہے کہ تلاوت قرآن حکیم کا آغاز بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے کرو۔ یہ جملہ قُمِ الَّیۡلَ پر عطف ہے اور معنی کے لحاظ سے مغایرت کو مستلزم ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ ہمہ وقت ذکر رب عزوجل میں مشغول رہو اور آپ کا دل ہر لحظہ ہماری طرف ذاکر ہو۔ اور بعض نے کہا دوام عرفی مراد ہے یعنی اپنی ہمت و قوت کے مطابق ذکر کی کثرت کرو۔

وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾ اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو۔

ای وانقطع الیه تعالیٰ بالعبادة وجرد نفسک عما سواه عزوجل شانه و استغرق فی مراقبته سبحانه و کان هذا امربما یتعلق بالباطن بعد الامر بما یتعلق بالظاهر۔ یعنی سب سے کٹ کر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہو جاؤ اور اپنے نفس کریم کو اللہ عزوجل شانہ کے لیے مجرد رکھو اور اس کے علاوہ کسی اور طرف مشغول نہ ہو اور اسی کے لیے مراقبہ میں مستغرق ہو جاؤ (ڈوب جاؤ) اور اس حکم کے بعد جس کا تعلق ظاہر سے ہے یا باطن سے ہے۔ یعنی دل کی حالت یہ ہو۔ تَبۡتِیۡلًا کا معنی ہے تعلق توڑ دینا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندوں سے ملاقات ترک کر دو یا ان کے حقوق سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے اخلاص کامل رکھو اور تمہاری زبان دل کے حال کی موافقت کرے اور تم محسوس تعلقات اور امور دنیوی سے دل کی وابستگی نہ رکھو۔ صوفیہ یہی کہتے ہیں کہ ہاتھ کار کی طرف اور دل یار کی طرف۔ کاروبار دنیا حالت قلبی پر اثر انداز نہ ہو۔ اور مخلوق سے ایسے انقطاع کی غرض و غایت اور مقصود وصال الٰہی عزوجل ہے۔

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾

وہ مشرق کا اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وہ پورب کا اور پچھم کا رب ہے۔

ابن عامر، ابوبکر اور یعقوب نے رَبُّ کو رَبِّ (زیر کے ساتھ) پڑھا ہے تو یہ رَبِّکَ (**واذکر اسم ربک**) سے بدل ہوگا اور اضمار پر حرف قسم ہوگا اور جواب قسم لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ہوگا۔ اور اس میں حرف قسم محذوف ہے۔ اگر رَبُّ کو رَبٌّ پڑھا جائے اور یہ قرآت زید بن علی سے منقول ہے تو یہ اختصاص اور مدح کے لیے ہوگا۔ ابن عباس اور عبداللہ اور ان کے اصحاب نے **رب المشارق و المغارب** دونوں کی جمع کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کا نام یاد کرو جو مشرق اور مغرب کا رب ہے، اسی کا ملک اور اسی ہی کی حکومت ہے اور ہر شے اسی ہی کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس میں غیر کی الوہیت کی مکمل نفی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے اور یہ بھی رَبِّکَ کے ضمن میں مدح ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی ہے ہی نہیں کہ اس کے نام کا ذکر ہو جب سالک اللہ عزوجل کے نام کا ذکر پکارتا ہے اور مخلوق سے انقطاع کر کے صرف اس ہی کا ہو جاتا ہے تو اسے آفاق میں ذات حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا حال یہی ہوتا ہے **لا موجود الا الله**۔ لہٰذا وہ **لا مقصود الا الله** کی طرف مستغرق ہو جاتا ہے اور وہ ہمہ تن اسی میں فنا ہو جاتا ہے۔

فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ای یفوض کل امر الیه عزوجل یعنی پھر وہ اپنے تمام کام اللہ عزوجل ہی کے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص اپنے کام

حق سبحانہ وتعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے اس کے سپرد کر دیتا ہے تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے۔ من رضی باللہ و کیلا وجد الی کل خیر سبیلا کہ اس کے لیے ہر خیر کی راہ موجود ہو جاتی ہے پھر اسے کسی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہاتھوں میں موجود چیز سے بڑھ کر حق سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسا اور اعتماد ہو یعنی اس کے رزاق ہونے پر پورا بھروسا ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہی کی ذات پر توکل رکھو اور یہ درجہ توکل درجہ تبتل سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے اس حدیث نبوی ﷺ کو پنجابی زبان میں منظوم کیا۔ خوب ترجمانی کی ہے۔

پلے خرچ نہ بنھ دے پنچھی تے درویش جنہاں تقویٰ رب دا انہاں رزق ہمیش

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ۔

مما یؤلمک من الخرافات کقولهم یفرق بین الحبیب و حبیبه کفار کی ان خرافات میں سے جو تمہیں دکھ پہنچاتی ہیں صبر فرماؤ جیسے ان کا کہنا ہے کہ آپ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ کفار کی خرافات جیسے آپ کو کاہن، مجنون اور شاعر وغیرہ کہتے ہیں ان تکلیف دہ باتوں پر صبر فرمائیے۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

بان تجانبهم و تداریهم و لا تکافئهم و تکل امورهم الی ربهم۔ یہ کہ ان سے الگ رہو اور ان سے بحث نہ فرماؤ اور نہ ہی ان سے بدلہ لو اور ان کے سب امور ان کے پروردگار کے سپرد کر دو۔ یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہے۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪

اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والوں کو۔

ای خل بینی و بینهم و کل امورهم الی یعنی ان کے سب معاملات میرے درمیان اور ان کے درمیان چھوڑ دو۔ مکذبین سے مراد یوم بدر کو کھانا کھلانے والے کفار یا صنادید قریش یا تمسخر اڑانے والے کفار ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری۔

اُولِي النَّعْمَةِ مالداروں

ارباب التنعم و غضارة العیش و کثرة المال و الولد۔ دولت مند، آسودہ حال اور مال اولاد کی کثرت رکھنے والے لوگ، مراد صنادید قریش ہیں۔

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪ اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

ای زمانا قلیلا و هو مدة الحیاة الدنیا و قیل المدة الباقیة الی یوم بدر۔ یعنی تھوڑا زمانہ اور وہ دنیاوی زندگی کی مدت تک کے لیے مہلت دو اور ایک قول ہے کہ یوم بدر تک، باقی زمانہ تک ڈھیل دو۔ ایک قول ہے قیامت تک۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ⑬

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں۔

اَنۡکَالًا نِکل یا نَکل (ن کے زیر یا زبر کے ساتھ) جمع ہے وھو القید الثقیل وقیل الشدید اور وہ بوجھ یا بھاری پن کے ساتھ مقید ہے اور ایک قول ہے انتہائی سخت وقال الکلبی الانکال الاغلال اور کلبی نے کہا ہے بیڑیاں اور طوق ہیں۔

وَّجَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾ اور بھڑکتی آگ۔

ای ناراً شدیدة الایقاد۔ یعنی شدید بھڑکتی آگ۔

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور گلے میں پھنستا کھانا۔

ینشب فی الحلوق ولایکاد یساغ کالضریع والزقوم وعن ابن عباس شوک من نار یعترض فی حلوقھم لایخرج ولاینزل۔ آخرت میں کفار کے لیے ایسا کھانا جو گلوں میں اٹک جائے گا اور اترنے میں سہل نہ ہو گا کانٹوں اور تھوہر کی مانند۔ اور ابن عباس سے مروی ہے آگ کے کانٹے ہوں گے جو ان (کفار) کے گلوں میں اس طرح پھنس (اٹک) جائیں گے۔ نہ گلے سے باہر نکلیں اور نہ ہی اندر پیٹ میں اتریں۔

وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾ اور دردناک عذاب۔

ونوعا اخر من العذاب مؤلما لا یقادر قدرہ ولا یعرف کنھہ الا اللہ عزوجل اور آخرت میں یہ عذاب کی ایک نوع ہے جو ایسا دکھ دینے والا ہوگا کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت پہچانی جاسکتی ہے ماسوا حق سبحانہ وتعالیٰ کے کہ اسی کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔ امام احمد نے "الزھد" میں اور ابن ابی داؤد نے "الشریعة" میں اور ابن عدی نے الکامل میں اور بیہقی نے شعب میں حمران بن اعین سے بطریق ابی حرب بن الاسود (رحمہم اللہ) روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو جب اس نے پڑھا اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا تو آپ ﷺ کو غش آ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود پڑھا تو ایسا ہوا۔

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَکَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ﴿۱۴﴾

جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ۔

ای یوم القیامة یعنی قیامت کے دن قیل متعلق بذرنی وقیل صفة عذابا ایک قول ہے کہ یہ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ سے متعلق ہے جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾ کی صفت ہے جو روز قیامت ہوگا اور جمہور کا قول ہے:

انہ متعلق بالاستقرار الذی تعلق بہ لدینا ای استقر ذلک العذاب لدینا وظھر یوم تضطرب الارض والجبال و تتزلزل۔ بلاشبہ یہ استقرار کے ساتھ متعلق ہیں جس کا تعلق "اِنَّ لَدَیۡنَاۤ" سے ہے یعنی ہمارے نزدیک اس عذاب کا وقوع مقرر ہو چکا اور وہ اس دن ظاہر ہوگا جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرائیں گے اور ہم انہیں ہلائیں گے۔

وَکَانَتِ الۡجِبَالُ اور پہاڑ ہو جائیں گے۔

ای مع صلابتھا وارتفاعھا۔ یعنی اپنی سختی اور اپنی بلندیوں کے ساتھ۔

Marfat.com

كَثِيبًا ریتے کا ٹیلہ۔

رملا مجتمعا، جمع شدہ ریت۔

منشورا من هيل هيلا اذا نثر و اسيل اوپر سے گرتی ہوئی ریت اور ذرے جب وہ بکھریں تو مراد ہے بکھری اور بہتی ہوئی ریت۔ یہ کیفیت روز قیامت ہوگی۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔

خطاب للكمذبين اولى النعمة یہ ان مالدار جھٹلانے والوں سے خطاب ہے یعنی اے اہل مکہ میں سے جھٹلانے والو! ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجے یعنی محمد ﷺ۔ یہ جملہ ندرت سے معمور ہے پہلے ارشاد ہوا تھا: وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ یعنی نبی اکرم ﷺ سے خطاب فرمایا اور کفار کا ذکر بصیغۂ غائب فرمایا۔ اب یہاں کفار سے خطاب ہے اور رسول کا ذکر غائب کی صورت میں ہے۔

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ کہ تم پر حاضر و ناظر۔

يشهد يوم القيامه بما صدر عنكم من الكفر والعصيان قیامت کے روز تم پر گواہی دیں گے اس کی جو تم سے کفر و معصیت کے طور پر صادر ہوا۔ ایک قول ہے کہ تمہارے ایمان و کفر کی گواہی دینے والا۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے ایمان اور کافروں کے کفر کو جانتے ہیں۔

كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

هو موسىٰ عليه السلام اور وہ موسیٰ علیہ السلام تھے اور ان کا نام لے کر تعین نہ فرمانا اس لیے ہے کہ تشبیہ میں ان کا دخل نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ صرف بھیجنے میں مشابہت ہے۔ یا پھر اس لیے نام متعین نہیں لیا کہ وہ لوگوں کو پہلے سے ہی خوب معلوم تھے اور اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ إِلَيْكُمْ اور إِلَى فِرْعَوْنَ میں ایک قرینہ ہے جو کفار مکہ کی فرعونیت کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ شدت تکذیب اور عناد و بغض میں کسی طور کم نہ تھے اور بدر میں ابو جہل کے قتل ہونے پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: مات فرعون هذه الامة۔

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا۔

المذكور الذى ارسلناه اليه یعنی اس رسول مذکور (موسیٰ علیہ السلام) کا جسے ہم نے فرعون کے پاس بھیجا تو اس نے انہیں جھٹلایا اور نافرمانی کی اور سرکشی دکھائی۔

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

وبیل کے معنی ہیں الاخذ الثقيل سخت گرفت۔ اور اہل عرب بولتے ہیں: الوابل المطر العظيم سخت زوردار بارش

Marfat.com

ای ثقیلا ردی العقبی یعنی ہم نے اس کا شدت سے تعاقب کیا اور اسے خوب پکڑا۔ فرعون کو غرقابی سے ہلاک کیا اور جہنم کی آگ میں ڈالا۔ اس میں مخاطبین (کفار) پر زجر اور تہدید ہے کہ اگر تم نے بھی یہی روش جاری رکھی تو تمہارا انجام بھی فرعون جیسا ہوگا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝١٧ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝١٨ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝١٩

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا۔ بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو۔

ای فکیف لکم بالتقویٰ فی یوم القیامة ان کفرتم فی الدنیا۔

یعنی اے کفار مکہ! اگر تم دنیاوی زندگی میں اپنے رسول کا انکار کرو گے تو تمہارے لیے قیامت کے روز بچت کیونکر ہوگی۔

يَوْمًا اس دن۔

ای عذاب او ھول یوم یعنی کہ قیامت کہ روز عذاب یا اس دن کے خوف و غم (ہولناکی) سے کیونکر بچو گے۔ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝١٧ جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ قیل حقیقة فتشیب الصبیان وتبیض شعورھم من شدة یوم القیامة ایک قول ہے کہ روز قیامت کی شدت سے بچے حقیقتاً بوڑھے ہو جائیں گے اور ان کے بال سفید ہو جائیں گے ایک قول ہے يَّجْعَلُ کی نسبت يَوْمًا کی طرف مجازی ہے درحقیقت اس کا فاعل يَوْمًا نہیں بلکہ اللہ عزوجل ہے اور اگر يَوْمًا ہی مراد لیا جائے تو مراد یہ ہے قیامت کے شدائد و مصائب ہیبت وطوالت بلند ہمت نوجوانوں کو بوڑھا بنا دیں گے تو ایسا فرمانا بطور مبالغہ اور اس دن کی شدت و ہولناکیوں کے اظہار کے لیے ہے شِيْبٌ اَشْيَبُ کی جمع ہے جیسے بیض اَبْيَضُ کی جمع ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے قیامت کے دن کے عذاب سے کیونکر بچو گے جس کی ہولناکی اور دہشت بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا۔

ای ان السماء علی عظمھا واحکامھا تنفطر بشدة ذلک الیوم وھوله یعنی بے شک اپنی مضبوطی و بلندی کے باوصف اس دن کی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ یہ بھی قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہے۔

ایک قول ہے کہ متشقق بذلک الیوم اس روز آسمان ایسی شے ہوگی جو پھٹ جانے والی ہوگی۔

كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝١٨ اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا۔

وَعْدُهٗ میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ جو عَذَابًا اَلِيْمًا سے متعلق ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ سب اس دن میں ہو کر رہے گا۔

اِنَّ هٰذِهٖ بے شک یہ۔

اشارة الی الآیات المنطوقه علی القوارع المذکور یہ ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ دہلا دینے والے امور قیامت پر ناطق ہیں۔

تَذْكِرَةٌ ج نصیحت ہے۔

ای موعظة یعنی موعظت یا راہ ہدایت کے لیے رضائے الٰہی عزوجل کے حصول کے یاد دہانی کرانے والی ہیں۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

بالتقریب الی اللہ تعالیٰ بالایمان والطاعة فانه المنهاج الموصل الی مرضاته عزوجل یعنی یہ تذکرہ ایمان اور اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ تک رسائی وقرب کا راستہ اور اس کی رضاؤں کے حصول کا واسطہ ہے۔ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ تو جو کوئی اس تذکرہ (نصیحت، یادداشت) کو اپنا لے، اختیار کرلے وہی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرے گا اور اس تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے اور تذکرہ ہی اللہ عزوجل کی طرف کاشف حجابات ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔سورۃ مزمل۔پ ۲۹

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ط وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ط عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى لا وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ لا وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ز فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لا وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو! یہ کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی مانند پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ مزمل۔پ ۲۹۔

اِنَّ۔بے شک	رَبَّكَ۔تیرا رب	يَعْلَمُ۔جانتا ہے	اَنَّكَ۔کہ تو
تَقُوْمُ۔کھڑا ہوتا ہے	اَدْنٰى۔کچھ کم	مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ۔دو تہائی رات	
وَ۔اور	نِصْفَهٗ۔آدھی رات	وَ۔اور	ثُلُثَهٗ۔تہائی رات
وَ۔اور	طَآئِفَةٌ۔ایک جماعت	مِّنَ الَّذِيْنَ۔ان میں جو	مَعَكَ۔تیرے ساتھ ہیں
وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	يُقَدِّرُ۔اندازہ کرتا ہے	الَّيْلَ۔رات:

وَ۔اور	النَّهَارَ۔دن کا	عَلِمَ۔جانتا ہے	اَنْ۔یہ کہ
لَّنْ۔ہرگز نہیں	تُحْصُوْ۔شمار کرسکو گے	هُ۔اس کا	فَتَابَ۔تو پھر آیا
عَلَيْكُمْ۔تم پر	فَاقْرَءُوْا۔تو پڑھو	مَا۔جو	تَيَسَّرَ۔آسان ہو
مِنَ الْقُرْاٰنِ۔قرآن سے	عَلِمَ۔جانتا ہے	اَنْ۔یہ کہ	سَيَكُوْنُ۔جلدی ہوں گے
مِنْكُمْ۔تم میں سے	مَّرْضٰى۔بیمار	وَ۔اور	اٰخَرُوْنَ۔کچھ اور
يَضْرِبُوْنَ۔جو چلیں گے	فِي۔بیچ	الْاَرْضِ۔زمین کے	يَبْتَغُوْنَ۔چاہتے ہوں گے
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔فضل اللہ کا	وَ۔اور	اٰخَرُوْنَ۔کچھ اور	يُقَاتِلُوْنَ۔جو لڑیں گے
فِيْ۔بیچ	سَبِيْلِ۔راہ	اللّٰهِ۔اللہ کے	فَاقْرَءُوْا۔تو پڑھو
مَا۔جو	تَيَسَّرَ۔آسان ہو	مِنْهُ۔اس سے	وَ۔اور
اَقِيْمُوا۔قائم کرو	الصَّلٰوةَ۔نماز	وَ۔اور	اٰتُوا۔دو
الزَّكٰوةَ۔زکوٰۃ	وَ۔اور	اَقْرِضُوا۔قرض دو	اللّٰهَ۔اللہ کو
قَرْضًا۔قرض	حَسَنًا۔اچھا	وَ۔اور	مَا۔جو
تُقَدِّمُوْا۔آگے بھیجو گے	لِاَنْفُسِكُمْ۔اپنی جانوں کے لیے		مِّنْ خَيْرٍ۔بھلائی سے
تَجِدُوْ۔پاؤ گے	هُ۔اس کو	عِنْدَ۔نزدیک	اللّٰهِ۔اللہ کے
هُوَ۔وہ	خَيْرًا۔بہتر ہے	وَّ۔اور	اَعْظَمَ۔بڑا ہے
اَجْرًا۔ثواب میں	وَ۔اور	اسْتَغْفِرُوا۔بخشش مانگو	اللّٰهَ۔اللہ سے
اِنَّ۔بے شک	اللّٰهَ۔اللہ	غَفُوْرٌ۔بخشنے والا	رَّحِيْمٌ۔مہربان ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔سورۃ مزمل۔پ ۲۹

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ
يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ
مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ
فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۟ ع

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو! یہ کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو

Marfat.com

پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی مانند پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی رات۔

اَدْنٰی اسم تفضیل ہے دنا سے اور اَدْنٰی کا معنی ہے اقرب یعنی برتن کے کنارہ کے قریب (زیادہ قریب) کانه قيل يعلم انک تقوم من اللیل اقل من ثلثه وتقوم نصفه وتقوم ثلثه گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ بلاشبہ آپ دو تہائی سے کم قیام کرتے ہیں اور آپ کبھی آدھی رات قیام فرماتے ہیں اور آپ کبھی ایک تہائی رات قیام فرماتے ہیں۔

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ اور ایک جماعت تمہارے ساتھ ہے۔

ای وتقوم معک طائفة من اصحابک یعنی آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک گروہ آپ کے اتباع میں رات کو قیام کرتا ہے من (حرف جار) تبعیضیہ ہے جس سے واضح ہے کہ صحابہ کرام کی ساری جماعت نہیں بلکہ بعض اصحاب قیام کرتے ہیں۔ اور بغوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمام صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔

ای لایعلم مقادیر ساعاتهما كما هي الا الله تعالیٰ فان تقديم اسمه تعالیٰ مبتدأ مبنيا عليه يقدر دال على الاختصاص على ماذهب اليه زمخشری۔

یعنی دن اور رات کی واقعی مقدار کو سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسم (اللہ) کی تقدیم مبتدا ہے جس پر یُقَدِّرُ (فعل بصورت خبر) مبنی ہے (جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر جملہ فعلیہ ہے) جو اختصاص پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف کا قول ہے اور اس کا مطلب ہے کہ دن اور رات کے اوقات کا واقعی اندازہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا۔

والمعنى علم ان الشان لن تقدروا على تقدير الاوقات ولن تستطيعوا ضبط الساعات۔ اور مراد یہ ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اوقات کا صحیح اندازہ ہرگز نہ کر سکو گے اور نہ ہی تم سے ہرگز ضبط اوقات (حفاظت اوقات) ہو سکے گی۔ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام قیام شب فرماتے اور کسی کو اندازہ نہ ہوتا کہ تہائی رات یا نصف رات یا دو تہائی رات کب ہوئی اور یونہی ساری رات قیام میں گزر جاتی اس خیال سے کہیں مقدار واجبہ فوت نہ ہو جائے اور یہ امر ان پر شاق تھا۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔

ای بالترخيص في ترك القيام المقدر رفع التبعة عنكم في تركه یعنی قیام مقدرہ کے چھوڑنے میں رخصت عطا فرمائی اور سقوط مقدار کے ساتھ تم پر جو شاق و دشوار تھا اسے رفع کر دیا (ہٹا دیا) یعنی قیام شب معاف فرما دیا۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ اب قرآن میں جتنا تم پر آسان ہوا تنا پڑھو۔

Marfat.com

ای فصلوا ما تیسر لکم من صلاۃ اللیل عبر عن الصلوۃ بالقراء ۃ۔ یعنی تم نماز پڑھورات کی نماز میں سے جس قدر تمہارے لیے آسان ہواور قراءت کے لفظ سے نماز کی تعبیر کی گئی ہے یعنی قراءت سے مراد ہے نماز۔ فاء سببیہ ہے اور جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے جس طرح سورۂ مبارکہ کے آغاز میں قُمِ الَّیْلَ کہہ کر نماز ہی مراد تھی۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ قراءت ارکان نماز (فرائض الصلوٰۃ) سے ہے اور قراءت کے رکن نماز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس جملہ سے اوپر جس قیام کا تذکرہ گزراوہ معاف ہوگیا گویا یہ جملہ قیام سے متعلق آیات کا ناسخ ہے لیکن مطلق نماز شب کا وجوب رہا، جب نماز پنجگانہ فرض ہوئیں تو نماز شب (تہجد) کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور نماز شب سب کے لیے نفل ہوگئی۔ اور نبی اکرم ﷺ کے لیے بھی نماز تہجد فرض نہ تھی بلکہ نفل ہی تھی اور یہ آیت وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ فی نفسہ اس پر دلالت کر رہی ہے اور نفل کے معنی زائد کے ہیں اور اگر واجب ہوتی تو آیت میں ''نَافِلَةً لَّكَ'' کی بجائے نافلۃ علیک ہوتا اور تہجد کے عمومی نفل ہونے کے باوصف حضور اکرم ﷺ کی اس میں خصوصیت رفعت درجات و مراتب کے لیے ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز تہجد سنن الزوائد سے ہے یا سنت مؤکدہ، تو جمہور کے نزدیک سنن الزوائد ہی ہے یعنی مستحب ہے البتہ مستحبات میں افضل ترین ہونے کی وجہ سے اس کے ترک کو ناپسندیدہ جانا گیا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی طرح نہ ہونا جو پہلے نماز تہجد پڑھا کرتا تھا پھر اس نے اسے ترک کر دیا۔

اور ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نماز شب کا التزام کرو کہ یہ گزشتہ امتوں کے صالحین کا طریقہ ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ، خطاؤں سے باز رکھنے والا اور گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ اس جملہ کی تفسیر میں بعض علماء کا فرمانا ہے کہ مراد پنجگانہ نمازوں میں قراءت ہے اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مغرب وعشاء کی قراءت مراد ہے اور نماز میں قراءت کی کتنی مقدار واجب ہے امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو تکبیر کہو پھر فاتحہ (ام القرآن) پڑھو پھر جو کچھ چاہو پڑھو اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنا بھی آیا ہے اور فاتحہ کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں اور جس چیز کے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے یعنی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی حکم کے تحت نماز میں کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات مثل سورۂ کوثر جواز صلوٰۃ کے لیے کافی ہیں۔ یعنی اس قدر قرائت لازم ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے البتہ ان کے نزدیک فاتحہ کے بعد قرأت سورت مسنون ہے واجب نہیں اور ان کے ساتھ امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہونے کے قائل ہیں یعنی فرض قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی سورت کا انضمام واجب ہے کما قیل فی الھدایۃ۔ اور امام کے پیچھے سورت الفاتحہ کا پڑھنا اختلافی مسئلہ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ سری ہو یا جہری، سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ہے اور ان کی دلیل امام احمد اور دارقطنی کی مروی حدیث حجت ہے قراۃ الامام قراۃ لہ، امام کی قراءت مقتدی کو بھی کافی ہے اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے جسے امام محمد نے مؤطا میں بطریق موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن جابر روایت کیا ہے۔ ہم نے یہاں مسلک احناف کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں طویل بحث ترک کر دی

Marfat.com

ہے جسے شوق ہو وہ کتب فقہ میں نظر کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ قرآن پڑھو جس طرح سے بھی تم پر آسان ہے اور ایک قول ہے۔ کہ قراءت (فَاقْرَءُوْا) سے مراد جب نماز ہے تو قراءت یا اس کی مقدار کی بحث متعلق ہی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آسانی سے جتنی نماز پڑھ سکتے ہو پڑھ لو۔ واللہ اعلم

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے۔

استیناف دوسری حکمت کو واضح کرنے کے لیے ہے اس کے سوا جو ضبط اوقات اور اس کے انداز نہ کر سکنے کے بارے میں گزرا اس کا تقاضا یہ تھا کہ رخصت اور رعایت ہو تو فرمایا: ای علم ان الشان سیکون منکم مرضی یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ حالت یہ بھی ہوگی کہ تم میں جلد کچھ بیمار بھی ہوں گے اور ان پر یہ امر (قیام شب) دشوار ہوگا۔

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ: اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔

ای یسافرون فیها للتجارة وهو الربح وقد عمم ابتغاء الفضل لتحصیل العلم یعنی زمین میں تجارت وغیرہ کے لیے سفر کریں گے اور تجارت و کاروبار فضل تلاش کرنے کے معانی میں عام ہے اور فضل اللہ سے مراد تحصیل علم کے لیے نکلنا بھی ہے ایک قول ہے کہ حج وعمرہ کے لیے نکلیں گے۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے۔

یعنی المجاهدین وفی قرن المسافرین لابتغاء فضل الله تعالیٰ بهم اشارة الیٰ انهم نحوهم فی الاجر یعنی جہاد کرنے والے اور ان کا اپنے لیے حالت سفر میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے میں اشارہ ہے کہ ان کے لیے ایک نوع کا ثواب ہوگا۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی مال بامید ثواب فروخت کرنے کے لیے لائے اور اسی روز کے بھاؤ پر بیچ دے تو اللہ کے نزدیک اس کے لیے منزلت ہوگی پھر آپ ﷺ نے پڑھا وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ الخ والمراد انه عزوجل علم ان سیکون من المومنین من یشق علیه القیام کما علم سبحانه عسر احصاء تقدیر الاوقات۔ تاہم مراد یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اسی طرح معلوم ہے کہ اہل ایمان میں جلد ہی ایسے لوگ ہوں گے جن پر قیام شب شاق ہوگا جس طرح کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ لوگوں سے ضبط اوقات نہ ہو سکے گا اور ان پر اس کے احصاء میں تنگی ہوگی۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو۔

ای من القرآن من غیر تحمل المشاق یعنی قرآن حکیم میں سے جتنا بغیر بوجھ کے پڑھا جا سکے، پڑھو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ لیا جائے وہ تعمیل حکم کو کافی ہوگا البتہ قراءت قرآن میں اعتدال پسندیدہ امر ہے اور طاقت سے زیادہ کی قراءت نامناسب ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا احب الاعمال الی الله ادومها وان قل۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ بلحاظ مقدار تھوڑا

Marfat.com

ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور پانچوں وقت کی نماز کی فرضیت سے یہ بھی منسوخ ہو گیا اور قیام شب بطور مستحب باقی رہا۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم رکھو۔

ای المفروضۃ یعنی فرض نمازیں۔

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ دو۔

ای الزکوٰۃ المفروضۃ یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرو جو فرض ٹھہرائی گئی۔ اس آیت میں اشکال ہے کہ سورت المزمل مکہ مکرمہ میں ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور نمازوں کی فرضیت معراج کے بعد ہوئی اور رہی زکوٰۃ تو وہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اور یہی ایک وجہ ہے کہ بعض نے ان آیات کو مدنی کہا اور بعض نے کہا کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہوئی تھی البتہ یہ فرضیت اس وقت تعیین نصاب کے ساتھ نہ تھی اور تعین نصاب مدینہ میں فرض ہوا۔ اور بعض علماء نے کہا کہ فرضیت تو نازل ہو گئی ہو مگر حکم کو نزول کے بعد مؤخر فرمایا گیا ہو، اگرچہ یہ درست نہیں۔ تاہم مراد زکوٰۃ مفروضہ ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

ارید بہ الانفاقات فی سبل الخیرات او اداء زکوٰۃ علی احسن الوجوہ وانفعھا للفقراء۔ اس سے مراد نیکی کی راہوں میں خرچ کرنا اور زکوٰۃ کو ایسے انتہائی اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے جو فقراء و مستحقین کے لیے بہت زیادہ سودمند ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرض حسنہ سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ اور راہ خدا سے مراد قرابت داروں اور مہمانوں پر خرچ کرنا ہے۔ ایک قول ہے مراد تمام صدقات ہیں خواہ واجبہ ہوں یا مستحبہ اور خوشدلی سے خرچ کرنا ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔

ای خیر کان مما ذکر و مما لم یذکر یعنی وہ نیکی و بھلائی جس کا ذکر پیچھے گزرا اور وہ بھی جس کا ذکر نہیں کیا گیا یہاں خَیْرٍ کا لفظ مطلق ہے جو ہر بھلائی کو شامل ہے خواہ اس کا تعلق مالی و بدنی عبادات سے ہو یا دیگر امور سے۔ اور بعض نے کہا کہ خَیْرٍ سے مراد مفید مال ہے یعنی وہ مال جو حلال و جائز ذریعہ سے کما کر راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ اور وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ۔

تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی مانند پاؤ گے۔

ای من الذی تؤخرونہ الی الوصیۃ عند الموت۔ یعنی اس مال میں سے جو تم مرتے وقت وصیت کے لیے چھوڑتے ہو بہتر ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ مال جو تم نے اپنی زندگی میں راہ خدا میں خرچ کیا ہے وہ اس سے اجر و ثواب میں کہیں بڑھ کر اور بہتر ہے جو تم بوقت موت خرچ کرنے کی وصیت کر دو یا ورثاء کے لیے چھوڑ جاؤ۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ وہی تمہارا مال ہے جو تم نے کھا پی لیا اور راہ خدا میں خرچ کر لیا باقی سب مال وارثوں کا ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اور اللہ سے بخشش مانگو۔

ای فی کافۃ احوالکم فان الانسان قلما یخلو مما یعد تفریطا بالنسبۃ الیہ۔ یعنی اپنے تمام احوال پر

Marfat.com

حق سبحانہ وتعالیٰ سے بخشش مانگیں کیونکہ انسان اطاعت الٰہی کے تعلق ونسبت سے کبھی بھی نقصان وقصور سے خالی نہیں ہوتا اور صوفیہ کا اسی لیے فرمانا ہے کہ عابد کو اپنی عبادت پر نظر نہ کرنی چاہیے کہ معلوم نہیں اللہ کے ہاں اس کی کیا حیثیت ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ عاجزی کرے، اعمال پر ہی نظر نہ کرے اور نہ ہی ان پر بھروسا کر بیٹھے بلکہ اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرے اور اطاعت جیسا کہ اس کا مقتضیٰ ہے خود کو کمتر جان کر بخشش مانگتا رہے، یہ استغفار اسے نہ صرف قرب الٰہی کا سزاوار بنادے گا بلکہ اس کے اعمال کے حسن کو نکھار دے گا اور قصور ونقصان طاعت کے باوصف قبولیت اعمال کا سامان بن جائے گا حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور باوجودیکہ آپ ساری مخلوق میں محمود وبزرگ وبرتر ہیں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **ما عرفناک حق معرفتک** اور ایک جگہ ارشاد ہے: **لا احصی ثناء علیک انک انت کما اثنیت علی نفسک**۔ اور یہاں نماز وزکوٰۃ اور قرض حسن کے امور کے بعد استغفار کا ذکر اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ ہر حال میں بخشش مانگتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝٢٠ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فیغفر سبحانہ ذنب من استغفرہ ویرحمہ عزوجل۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ گناہ کو بخش دیتا ہے جو اس سے اس کی معافی مانگے اور وہ اس پر مہربانی فرمادیتا ہے اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان ہے کہ وہ پردہ پوشی فرمانے والا اور انتہائی معاف کرنے والا اور غایت درجہ مہربان ہے اور طاعات پر اجر وثواب عطا فرمانے والا ہے۔ وہ چاہے تو معمولی عمل کا عظیم ثواب عطا فرمادے اور بندے کی نجات کا سامان کردے۔ ہم اس کریم بے مثل سے ایسے ہی کرم کے خواستگار ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے ماں باپ اور تمام مومنوں کو سرور دوعالم ﷺ کے طفیل اپنے کرم کی خیرات سے نوازش فرمائے۔ (آمین)

الحمدللہ آج سورۃ المزمل کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

سورۃ مدثر مکیہ

اس سورۃ میں دو رکوع، چھپن آیات، دو سو چھپن کلمات اور ایک ہزار دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول—سورۃ مدثر—پ ۲۹

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾	اے بالا پوش اوڑھنے والے!۔
قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿٢﴾	کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سنائیں۔
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾	اور اپنے رب کی بڑائی بولیں۔
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾	اور اپنے کپڑے پاک رکھیں۔
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾	اور بتوں سے دور رہیں۔
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾	اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کریں۔
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾	اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہیں۔
فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ﴿٨﴾	پھر جب صور پھونکا جائے گا۔
فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿٩﴾	تو وہ دن کڑا دن ہے۔
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾	کافروں پر آسان نہیں۔
ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾	اسے مجھ پر چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔
وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾	اور اسے وسیع مال دیا۔
وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾	اور بیٹے دیے سامنے حاضر رہتے۔
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾	اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾	پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔
كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿١٦﴾	ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾	قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں گا
اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾	بے شک اس نے سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔
فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾	تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾	پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔
ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾	پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾
پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾
پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾
پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۭ﴿۲۵﴾
یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾
کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۭ﴿۲۷﴾
اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾
نہ لگی رکھے نہ چھوڑے۔

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾
آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۭ﴿۳۰﴾
اس پر انیس داروغے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا
جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ
بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا
هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آجائے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر کہیں اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ ہونے دیتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

حل لغات رکوع اول۔ سورۃ مدثر۔ پ ۲۹

يٰٓاَيُّهَا۔ اے	الْمُدَّثِّرُ۔ چادر اوڑھنے والے!	قُمْ۔ کھڑے ہوئیں	فَاَنْذِرْ۔ اور ڈرائیں
وَ۔ اور	رَبَّكَ۔ اپنے رب کی	فَكَبِّرْ۔ بڑائی بیان کریں	وَ۔ اور
ثِيَابَكَ۔ اپنے کپڑے	فَطَهِّرْ۔ پاک رکھیں	وَ۔ اور	الرُّجْزَ۔ بتوں کی پلیدی کو
فَاهْجُرْ۔ چھوڑ دے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تَمْنُنْ۔ احسان کریں
تَسْتَكْثِرُ۔ زیادہ لینے کے لیے	وَ۔ اور	لِرَبِّكَ۔ اپنے رب کے لیے	فَاصْبِرْ۔ صبر کریں
فَاِذَا۔ پھر جب	نُقِرَ۔ پھونکا جائے گا	فِي۔ بیچ	النَّاقُوْرِ۔ صور کے
فَذٰلِكَ۔ تو یہ	يَوْمَئِذٍ۔ دن ہوگا	يَوْمٌ۔ دن	عَسِيْرٌ۔ مشکل
عَلَى۔ اوپر	الْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کے	غَيْرُ۔ نہیں ہوگا	يَسِيْرٍ۔ آسان
ذَرْ۔ چھوڑ دیں	نِيْ۔ مجھ کو	وَ۔ اور	مَنْ۔ اس کو جسے

Marfat.com

خَلَقْتُ۔ میں نے پیدا کیا	وَحِيْدًا۔ اکیلا	وَّ۔ اور	جَعَلْتُ۔ بنایا میں نے
لَهٗ۔ اس کے لیے	مَالًا۔ مال	مَّمْدُوْدًا۔ لمبا	وَّ۔ اور
بَنِيْنَ۔ بیٹے	شُهُوْدًا۔ حاضر	وَّ۔ اور	مَهَّدْتُّ۔ تیاری کی میں نے
لَهٗ۔ اس کے لیے	تَمْهِيْدًا۔ پوری تیاری	ثُمَّ۔ پھر	يَطْمَعُ۔ امید رکھتا ہے
اَنْ۔ یہ کہ	اَزِيْدَ۔ میں زیادہ دوں	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
كَانَ۔ تھا	لِاٰيٰتِنَا۔ ہماری آیتوں سے	عَنِيْدًا۔ عناد رکھنے والا	سَاُرْهِقُهٗ۔ جلدی
چڑھاؤں گا میں اس کو	صَعُوْدًا۔ صعود پر	اِنَّهٗ۔ بے شک اس نے	فَكَّرَ۔ سوچا
وَ۔ اور	قَدَّرَ۔ اندازہ کیا	فَقُتِلَ۔ پھر مارا جائے	كَيْفَ۔ کس طرح
قَدَّرَ۔ اندازہ کیا	ثُمَّ۔ پھر	قُتِلَ۔ مارا جائے	كَيْفَ۔ کس طرح
قَدَّرَ۔ اس نے اندازہ کیا	ثُمَّ۔ پھر	نَظَرَ۔ دیکھا	ثُمَّ۔ پھر
عَبَسَ۔ تیوری چڑھائی	وَ۔ اور	بَسَرَ۔ منہ بنایا	ثُمَّ۔ پھر
اَدْبَرَ۔ پیٹھ پھیری	وَ۔ اور	اسْتَكْبَرَ۔ تکبر کیا	فَقَالَ۔ پھر کہا
اِنْ۔ نہیں	هٰذَآ۔ یہ	اِلَّا۔ مگر	سِحْرٌ۔ جادو
يُّؤْثَرُ۔ پہلوں سے سیکھا ہوا	اِنْ۔ نہیں	هٰذَآ۔ یہ	اِلَّا۔ مگر
قَوْلُ۔ بات	الْبَشَرِ۔ آدمی کی	سَاُصْلِيْهِ۔ جلدی داخل کروں گا میں اس کو	
سَقَرَ۔ دوزخ میں	وَ۔ اور	مَآ۔ کیا	اَدْرٰىكَ۔ جانے تو
مَا۔ کیا ہے	سَقَرُ۔ دوزخ	لَا۔ نہیں	تُبْقِيْ۔ باقی رکھے گی
وَ۔ اور	لَا۔ نہیں	تَذَرُ۔ چھوڑے گی	لَوَّاحَةٌ۔ اتار لیتا ہے
لِّلْبَشَرِ۔ چمڑا	عَلَيْهَا۔ اس پر ہیں	تِسْعَةَ عَشَرَ۔ انیس فرشتے	وَ۔ اور
مَا۔ نہیں	جَعَلْنَآ۔ بنائے ہم نے	اَصْحٰبَ النَّارِ۔ دوزخ کے داروغے	
اِلَّا مَلٰٓئِكَةً۔ مگر فرشتے	وَّمَا جَعَلْنَا۔ اور نہیں بنائی ہم نے	عِدَّتَهُمْ۔ ان کی گنتی	اِلَّا۔ مگر
فِتْنَةً۔ آزمائش	لِّلَّذِيْنَ۔ ان کے لیے جو	كَفَرُوْا۔ کافر ہیں	لِيَسْتَيْقِنَ۔ تاکہ یقین کریں
الَّذِيْنَ۔ وہ جو	اُوْتُوا۔ دیے گئے	الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور
يَزْدَادَ۔ زیادہ کرے	الَّذِيْنَ۔ ان کو جو	اٰمَنُوْٓا۔ ایمان لائے	اِيْمَانًا۔ ایمان میں
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	يَرْتَابَ۔ شک کریں	الَّذِيْنَ۔ وہ جو
اُوْتُوا۔ دیے گئے	الْكِتٰبَ۔ کتاب	وَ۔ اور	الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مومن
وَ۔ اور	لِيَقُوْلَ۔ تاکہ کہیں	الَّذِيْنَ۔ وہ کہ	فِيْ۔ بیچ
قُلُوْبِهِمْ۔ ان کے دلوں کے	مَّرَضٌ۔ بیماری ہے	وَّ۔ اور	الْكٰفِرُوْنَ۔ کافر

Marfat.com

مَاذَآ۔کیا	اَرَادَ۔ارادہ کیا	اللّٰہُ۔اللہ نے	بِهٰذَا۔اس
مَثَلًا۔مثال سے	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	يُضِلُّ۔گمراہ ہونے دیتا ہے	اللّٰهُ۔اللہ
مَنْ۔جسے	يَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور	يَهْدِيْ۔ہدایت دیتا ہے
مَنْ۔جسے	يَّشَآءُ۔چاہے	وَ۔اور	مَا۔نہیں
يَعْلَمُ۔جانتا	جُنُوْدَ۔لشکروں	رَبِّكَ۔تیرے رب کے کو	اِلَّا۔مگر
هُوَ۔وہی	وَ۔اور	مَا۔نہیں	هِيَ۔وہ
اِلَّا۔مگر	ذِكْرٰى۔نصیحت	لِلْبَشَرِ۔واسطے آدمی کے	

سورت المدثر

ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سورت المدثر کے مکی ہونے پر اجماع ہے اور تحریر میں ہے کہ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا کہ سوائے ایک آیت وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً الخ کے باقی سورۂ مبارکہ بالکلیہ مکی ہے اس کی کل آیات چھپن اور دو رکوع اور یہ گزشتہ سورۃ (المزمل) سے تو اماں ہے اس لیے کہ دونوں سورتوں میں نبی اکرم ﷺ کو نداء کے ساتھ خطاب کر کے افتتاح ہوا اور دونوں سورتوں کا شان نزول ایک ہی قصہ میں ہوا جیسا کہ مشہور ہے۔ بزاز اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور کہا کہ محمد ﷺ کے لیے کوئی خاص نام رکھ دو کہ مکہ اور اطراف مکہ میں اس نام کی شہرت ہو جائے تو لوگوں نے کہا کہ انہیں کاہن کہو تو ان کے ہی دوسرے ساتھی بولے کہ وہ کاہن تو ہرگز نہیں پھر بولے کہ مجنون کہو پھر آپس میں کہنے لگے وہ ہرگز مجنون بھی نہیں پھر کہنے لگے کہ تو ساحر کہو پھر آپس میں بولے کہ وہ ساحر بھی ہرگز نہیں پھر بولے شاعر کہو پھر خود ہی آپس میں کہنے لگے وہ شاعر بھی نہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کے ان خیالات کی اطلاع ہوئی تو خاطر اقدس کو ناگوار گزرا تو آپ بالاپوش اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے سنا کہ حضور اکرم ﷺ فترۃ الوحی (وحی کے مقدر رکھنے کا زمانہ) کے بارے میں فرما رہے تھے کہ میں نے راستہ چلتے ہوئے اوپر سے ایک ندا سنی نظر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا دیکھا مجھے اس سے اس قدر رعب ہوا کہ میں زمین کی طرف جھک گیا پھر میں نے گھر پہنچ کر خدیجہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھاؤ تو انہوں نے اوڑھا دیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور اس کے بعد فحمي الوحي وحی گرم ہوگئی اور مسلسل آنے لگی۔ یحییٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ نے ابو سلمہ سے روایت کیا ہے سب سے اول قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ سورت المدثر ہے ان سے پوچھا گیا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے بھی پہلے تو فرمایا ہاں، میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے یونہی سنا ہے اور بخاری و مسلم کی اس روایت میں حراء کی ایک ماہ کی خلوت گزینی کے ذکر کے بعد نزول وحی کا ذکر ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کہہ کر وحی نازل ہوئی۔ محقق یہی ہے کہ الْمُدَّثِّرُ کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور جو روایت شیخین سے ہم نے اول ذکر کی ہے اس میں فرشتہ وحی کو اس سے قبل غار حراء میں دیکھنے کی صراحت ہے جو اِقْرَاْ کی اولیت پر دال ہے اور میں کہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے نزول اِقْرَاْ کے بعد حراء جانا بالکلیہ موقوف کر دیا ہو لہٰذا بخاری و مسلم کی دوسری روایت

Marfat.com

میں غار حرا کا ذکر ہمارے موقف کے منافی نہیں۔ اور رہا یہ امر کہ علماء میں سے بعض نے اَلْمُدَّثِّرُ کو ہی باعتبار نزول اول کہا ہے تو اس لحاظ سے اس سورت کے اول ہونے میں شبہ نہیں لیکن اول قرآن جو نازل ہوا وہ اِقْرَاْ ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ اِقْرَاْ کا نزول نبوت کے لیے تھا اور اَلْمُدَّثِّرُ کا نزول رسالت کے لیے ہوا۔ اور اَلْمُدَّثِّرُ کی اولیت اس لیے بھی کہی گئی ہے کہ یہی وہ سورت مبارکہ سبب متقدم (یعنی رعب) کے ساتھ نازل ہوئی جب کہ اِقْرَاْ بدوں سبب نزول کے نازل ہوئی۔ لہٰذا اس حوالے یعنی اسباب نزول کے لحاظ سے اول سورت اَلْمُدَّثِّرُ ہی ہے جو اتری۔ میں کہتا ہوں کہ قُمْ فَاَنْذِرْ کے جملے سے انذار کا حکم واضح ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ اِقْرَاْ نبوت کے لیے اور اَلْمُدَّثِّرُ رسالت کے لیے اتری درست فرمایا ہے کہ انذار رسالت کے ساتھ خاص ہے لہٰذا آپ ﷺ پہلے نبوت پر فائز ہوئے پھر رسول بنائے گئے تو واضح ہوگیا کہ اِقْرَاْ ہی اول قرآن ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو بخاری و مسلم میں ہے اس پر دلالت کر رہی ہے۔ رہا حدیث جابر رضی اللہ عنہ تو یہ اجتہادی بات ہے اور وہ ان کی روایت سے متعلق نہیں ہے جیسا کہ متن حدیث سے مترشح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۃ مدثر۔ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾

اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جائیں۔ پھر ڈر سنائیں۔ اور اپنے رب کی بڑائی بولیں۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھیں۔ اور بتوں سے دور رہیں۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کریں۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ اے بالاپوش اوڑھنے والے!۔

آپ ﷺ کو انسیت اور ملاطفت کے طور ندا و خطاب ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ مخاطب کو اس کے نام کی بجائے اس صفت و حالت کے پیش نظر خطاب کرتے ہیں جس پر کہ مخاطب ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا: ”قم یا ابا تراب“ اَلْمُدَّثِّرُ دراصل المتدثر ہے اور تاء دال میں مدغم ہوگئی ابی کی قراءت یونہی ہے لبس الدثار وہ اوڑھنے والا لباس جو قمیض سے اوپر ہو اور جو بدن کو ڈھانپے اسے شعار کہتے ہیں اس اتصال کی وجہ سے جو اسے پیشانی اور سر کے بالوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے الانصار شعار والناس دثار یعنی انصار شعار ہیں اور لوگ چادر، داثر بمعنی ستر یعنی ڈھانپنا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے چادر میں لپٹنے والے!۔ ایک قول ہے کہ اے ردائے رسالت کے لائق!۔ اور ایک قول ہے! ای یایها الساتر للحقیقة المحمدیة بدثار الصورة الآدمیة یعنی اے حقیقت محمدیہ کے صورت انسانی کی چادر لپیٹ کر چھپانے والے! او یایها الغائب عن انظار الخلیقة یعنی اے وہ جو مخلوقات کی نظروں سے پوشیدہ ہو فلا یعرفک سوی اللّٰہ تو تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی تمہاری کنہ اور حقیقت کسی کو معلوم نہیں سوائے ذات حق کے۔

ولید بن مغیرہ یا قریش کے اس قول سے کہ آپ ﷺ کا نام ساحر رکھو کہ آپ کی بدولت رشتہ دار رشتہ داروں سے الگ ہو جاتے ہیں اور ان کی تلاوت قرآن کا اثر اس لیے دل پر ہوتا ہے کہ وہ سحر ہے آپ ﷺ غمگین اور آزردہ خاطر ہوئے تو

Marfat.com

آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو قرآن کا نزول یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے خطاب سے ہوا اور وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ تک آیات نازل ہوئیں۔

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ کھڑے ہو جائیں پھر ڈر سنائیں۔

قُمْ ای قم من مضجعک اوقم قیام عزوم و تصمیم۔ یعنی اپنی خوابگاہ یا بستر سے اٹھ کھڑے ہوں۔ یا عزم و حوصلہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔ فَاَنْذِرْ ای فافعل الانذار اواحدثه فلا یقصد منذر مخصوص وقیل یقدر المفعول خاصاً ای وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ لمناسبته لابتداء الدعوة فی الواقع وقیل یقدر عاماً ای فانذر جمیع الناس لقوله تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اولم یقل هنا وبشر لانه کان فی ابتداء النبوة والانذار هو الغالب اذ ذاک او هو اکتفاء لان الانذار یلزمه التبشیر وهذا الامر بعد ذلک النداء اشارة عند بعض السادة الی مقام الجلوة بعد الخلوة قالوا والیهما الاشارة ایضاً فی حدیث کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف۔ یعنی ڈر سنائیں یا اسے بیان کریں تو یہاں کسی مخصوص کو ڈر سنانا مقصود نہیں اور کہا گیا کہ ممکن ہے کہ مفعول خاص ہو یعنی اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرائیں (مثل بنو ہاشم و بنو مطلب) جیسا کہ واقع میں ابتداءً آپ کی دعوت کی مناسبت کے لیے تھا۔ اور ایک قول ہے ہو سکتا ہے مفعول (جن کو ڈر سنایا جائے) عام ہو یعنی آپ سب لوگوں کو ڈرائیں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری اور ڈر سنانے والا اور یہاں وَبَشِّرْ نہیں کہا گیا (اور خوشخبری دیجئے) اس لیے کہ ابتدائے نبوت میں یونہی تھا اور انذار (ڈر سنانا) ہی غالب و فائق تھا یا پھر انذار پر اس لیے اکتفاء فرمایا گیا کہ انذار (ڈر سنانا) تبشیر (خوشخبری سنانا) کو بھی لازم و شامل ہے اور اس امر میں نداء و خطاب کے بعد بعض اکابر علماء سے منقول ہے کہ اس میں خلوت کے بعد جلوت کے مقام کی طرف اشارہ ہے اور انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں کی طرف جو اشارہ ہے وہ حدیث میں بھی ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو مجھے پسند ہوا کہ میں پہچانا جاؤں الخ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ اور اپنے رب کی بڑائی بولیں۔

واخصص ربک بالتکبیر وهو وصفه تعالیٰ بالکبریاء والعظمة اعتقادا وقولا ویروی انه لما نزل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الله اکبر فکبرت خدیجة و فرحت وایقنت انه الوحی وذلک لان الشیطان لا یأمر بذلک اور اپنے پروردگار کا تکبیر (بڑائی) کے ساتھ بطور خاص ذکر کریں اور وہ تکبیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا دل سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور زبان سے کہتے ہوئے اس کی تعریف بیان کرنا ہے۔ اور روایت میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اللہ اکبر کہا اور مسرور ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ بلاشبہ یہ وحی ہی آئی ہے اور اس لیے بھی کہ شیطان تکبیر کا حکم نہیں دے سکتا۔ تکبیر کے معنی میں الوہیت و ربوبیت رب میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور نہ ہی اس کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا اور اسے ہر عیب و نقصان سے پاک جاننا اور اس ہی کی برتری تسلیم کرنا۔ ایک قول ہے کہ احتمال ہے کہ اس

Marfat.com

سے مراد تکبیر نماز ہو (تکبیر تحریمہ) ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب ہم نماز میں داخل ہوں تو کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ نازل فرمائی تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم نماز کا افتتاح تکبیر سے کریں۔ چونکہ یہ آیت سورت اِقْرَأْ کے بعد اتری اور اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی لہٰذا یہ آیت تکبیر تحریمہ سے متعلق نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس آیت کی رو سے تکبیر تحریمہ فرائض نماز میں سے ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اللہ اکبر کے سوا کوئی دوسرا لفظ جو مفید تعظیم الٰہی ہو جائز ہے یا نہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ اکبر کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ درست نہیں۔ جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک الرحمٰن الکبیر، اللہ اکبر وغیرہ الفاظ بھی درست ہیں اور نماز ہو جائے گی جب کہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اللہ اکبر، اللہ اکبر اور اللہ اکبر کہنے سے نماز منعقد ہو جائے گی البتہ ان کے علاوہ دوسرا لفظ کہنا درست نہیں۔ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صرف اللہ اکبر کہنا ہی درست ہے اور وہ دونوں ظاہر احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں جن میں اللہ اکبر کے علاوہ اور کچھ منقول نہیں۔ البتہ وہ معذور کے لیے استثناء کرتے ہیں کہ وہ اللہ اکبر اور اللہ الکبیر اگر بآسانی کہہ سکتا ہو تو حرج نہیں ورنہ صرف اللہ اکبر ہی کہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ اور اپنے کپڑے پاک رکھیں۔

تطہیر الثیاب کنایة عن تطہیر النفس کپڑوں کی پاکیزگی سے نفس کی پاکیزگی کی طرف کنایہ ہے۔ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ باکردار اور اچھے شخص کو پاکیزہ کپڑوں والا اور بدکردار شخص کو گندے کپڑوں والا کہتے ہیں۔ ایک جماعت نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول الٰہی وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا لا تلبسھا علی غدرة ولا فجرة تم گندگی اور گناہ کی حالت میں لباس نہ پہنو پھر کہا کیا تم نے غیلان بن سلمہ کا شعر نہیں سنا وہ کہتا ہے

فانی بحمد اللہ لا ثوب فاجر   بست ولا من غدرة أتقنع

تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے گندگی کا لباس نہیں پہنا اور نہ ہی ناپاکی کی حالت وکیفیت میں کبھی چادر اوپر لی۔

اور قرطبی رحمہ اللہ کا قول ہے ای وخلقک فحسن یعنی آپ اپنے اخلاق کو عمدہ بنائیں اور کہا کہ یہ کپڑوں کی پاکیزگی سے مراد نفس کی پاکیزگی ہی ہے اور عنترہ کا شعر پڑھا۔

فشککت بالرمح الطویل ثیابه   لیس الکریم علی القنا لمجرم

تو مجھے اس کے نیزے جیسے لمبے کپڑوں پر شبہ ہوا لیکن وہ شخص ہرگز نہیں جو قابل احترام عورت کو نگاہ اٹھا کر دیکھے یا اس کے بارے میں خبریں تلاش کریں۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے طہرھا من المعاصی گناہوں سے پاک وصاف ہونا مراد ہے اور یہاں طہارت جسمانی بھی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کی نجاست سے پوشاک کو پاک رکھو اور انہیں لمبا نہ کرو جیسا کہ مشرکین کا چلن ہے کیونکہ درازئ پوشاک سے طہارت متاثر ہوتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس وقلب کو پاکیزہ بناؤ اور ظاہری وباطنی نجاستوں سے بچاؤ۔ آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق میں بلحاظ لباس وپوشاک اور بلحاظ جسم وبدن الطف واطہر اور

انفس تھے تو یہاں فطھر کے امر سے مراد تواضع اور انکساری کی عادت پر مداومت اختیار کرنے کی ہدایت ہے میں کہتا ہوں کہ آلوسی رحمہ اللہ کا قول صواب ہے۔ حدیث قدسی ہے: التکبر ردائی والعظمة ازاری حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: العجز فخری عاجزی میرا سرمایہ ہے اور نماز کے بارے میں بھی یہی آیا ہے انما الصلوة تسکن وتواضع نماز نام ہی عاجزی انکساری اور تواضع کا ہے اور متواضع ہونا اعلیٰ ترین اخلاق سے ہے اور ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ اخلاق عظیمہ کے اوپر فائز تھے تو یہاں مراد متواضع ہونا ہی ہے اور عمدہ اخلاق کا مظاہرہ فرمانا ہے یہاں تک کہ تندمزاجی درشت گوئی اور سخت دلی تک سے پرہیز فرمانا۔ ہے اس آیت سے فقہاء نے نماز کے لیے طہارت لباس وبدن اور طہارت مصلی کے وجوب پر دلالت کی ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ اور بتوں سے دور رہو۔

قال القتبی الرجز العذاب واصله الاضطراب قتبی رحمہ اللہ کا قول ہے "الرُّجْزَ" سے مراد عذاب ہے اور اس کا اصل اضطراب ہے وقد أقيم مقام سببه المؤدى اليه من المآثم فكانه قيل اهجر المآثم والمعاصى المؤدى الى العذاب او الكلام بتقدير مضاف اى اسباب الرجز اور وہ حالت ہوتی ہے جو گناہوں کی وجہ سے اس کی طرف مددگار ہوتی ہے گویا کہ فرمایا جارہا ہے کہ گناہ ومعصیت کے وہ تمام کام چھوڑ دو جو عذاب کا باعث بنتے ہیں یا بتقدیر مضاف کلام کا مفہوم کہ وہ امور جو عذاب کا سبب ہیں انہیں ترک کردو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے الرجز السخط رجز سے مراد اللہ کی ناراضگی کے کام ہیں اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے الرجز المعصية رجز سے مراد گناہ ونافرمانی ہے۔ نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ رجز سے مراد (بالاثم) گناہ ہیں چونکہ مخاطب نبی اکرم ﷺ ہیں جو ان تمام امور سے مبرا ومنزہ ہیں تو مراد یہ ہے ایاک اعنی واسمعی یعنی مجھی ہی سے مدد چاہو اور میری ہی اطاعت کرو یا مراد ہے کہ ان امور کے چھوڑنے پر مداومت کرو اور ثابت قدم رہو۔ ایک قول ہے الرجز اسم الصنمين أساف ونائلة رجز سے مراد ہے دو بت اساف اور نائلہ اور ایک قول ہے الاضام۔ عموماً رجز سے مراد عام طور پر بت ہی ہیں۔ عکرمہ اور زہری کا قول ہے "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" جامع کلام ہے جس کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے كانه قيل اهجر الجفاء والسفه وكل شيء يقبح گویا کہ کہا جارہا ہے کہ ظلم وزیادتی اور بداخلاقی اور ہر وہ بات جو مکروہ وقبیح ہے، ترک کردیں۔ رجز لغت قریش میں رجز (راء کے کسرہ کے ساتھ) ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ رجز (مضموم راء کے ساتھ) کے معنی ہیں الصنم یعنی بت۔ بعض صوفیہ کا قول ہے: ای نفسک فخالفها یعنی اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرو یعنی نفس کی بات نہ مانو۔ واللہ اعلم

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

ای ولا تعط مستكثراً ای طالبا للكثير ممن تعطيه قاله ابن عباس۔ ابن عباس کا قول ہے کہ زیادہ لینے کے لیے کسی کو عطا نہ کرو یعنی جو کچھ تم نے کسی کو دیا ہے اس سے زیادہ کے طلبگار نہ ہو۔ ابن زید کا قول ہے: لا تمنن بما اعطاک اللہ تعالیٰ من النبوة والقرآن مستكثرا به ای طالبا كثيرا لاجر من الناس تم اس کا جو اللہ نے نبوت وقرآن سے تمہیں عطا فرمایا لوگوں پر احسان نہ رکھو کہ تمہیں زیادہ ملے یعنی تم لوگوں سے اس کے عوض زیادہ بدلہ چاہو۔

Marfat.com

واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کسی کو عطا فرمادیں ازراہ کرم عطا فرمائیں اس سے کسی منفعت (فائدہ) یا بدلہ کی نیت نہ رکھیں۔ اور صرف رضائے الٰہی کے لیے خرچ کریں اور کسی اجر و بدلہ کی خواہش نہ رکھیں۔

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔

قیل علی أذی المشرکین وقیل علی اداء الفرائض وقال ابن زید علی حرب الاحمر والاسود وفیه بعد اذ لم یکن جهاد یوم نزولها وعن النخعی علی عطیتک۔ ایک قول ہے کہ مشرکین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کریں ایک قول ہے کہ فرائض کی ادائیگی صبر کے ساتھ بجالائیں۔ ابن زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے سرخ و سیاہ کی جنگ پر صبر کرو اور اس میں بعد (دوری) ہے کیونکہ اس کے نزول کے دن ابھی جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اور نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اپنے عطا اور نوازشات پر اللہ کی رضا کے لیے صبر کرو اور بدلہ نہ چاہو۔

اور یہاں صبر سے مراد مشرکین کی ایذاؤں پر صبر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قرآن حکیم میں صبر کا حکم تین وجوہ پر کیا ہے: اول فرائض کی ادائیگی پر صبر اور اس صبر کا اجر تین سو درجات ہیں۔ دوم محارم الٰہیہ (وہ امور جو اللہ نے حرام و ممنوع ٹھہرائے) پر صبر اور اس صبر کی نوع پر چھ سو درجات کا اجر ہے اور سوم صدمات پر اور مصائب پر صبر اور اس نوع پر نو سو درجات کا اجر ہے۔ اور یہ اس لیے کہ نفس پر یہ سب سے زیادہ شدید ہے اور اسے یقین مزید کے ساتھ سکون و وقار سے اس پر قائم ہونا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''أسئلک من الیقین مانهوں به علی مصائب الدنیا'' اے اللہ! میں تم سے اس یقین کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ دنیاوی مصائب کا نرمی اور وقار کے ساتھ بار اٹھا سکوں یا جس سے مصائب دنیا آسان ہو جائیں۔ اور علماء بیان فرماتے ہیں صبر کی اپنے حکم کے اعتبار سے چار قسم ہیں: اول فرض جیسے محظورات اور واجبات اور نوافل کی ادائیگی پر صبر، دوم جیسے مکروہات پر بچنے سے صبر، سوم مستونات اور مکروہات پر صبر اور چہارم مستونات کی ادائیگی اور مکروہ و حرام امور پر صبر اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا (القرآن) اور سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد عالی قدر ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں میں سے کوئی بندہ اپنے جسم و بدن یا مال یا اولاد کے بارے میں مبتلائے مصیبت ہوتا ہے اور پھر اس مصیبت کا صبر جمیل کے ساتھ سامنا کرتا ہے تو روز قیامت مجھے حیا مانع ہوگی کہ میں اس شخص کے لیے اعمال کا ترازو تولوں یا اس کے اعمال نامے کو کھولوں۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝

پھر جب صور پھونکا جائے گا، تو وہ دن کڑا دن ہے، کافروں پر آسان نہیں۔

فَاِذَا نُقِرَ جب پھونکا جائے گا۔

ای نفخ یعنی جب پھونکا جائے گا۔ نُقِرَ کے معنی ہیں کسی چیز کو منہ سے اس قدر بجانا یا مارنا کہ اس میں سوراخ ہو جائے پرندے کی چونچ کو منقار کہتے ہیں۔ فَاِذَا میں فاء سببیہ ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور سیاق کلام سے مطلب یہ ہوگا کہ وہ وقت جلد آرہا ہے کہ تمہیں کفار کی ایذا رسانی پر صبر کا عظیم اجر عطا ہوگا جب کہ کفار اپنے کیے پر ایسی دائمی دشواریوں میں پڑیں گے جن سے رہائی نہ ہوگی۔

Marfat.com

فِي النَّاقُوْرِ ﴿٨﴾ صور میں۔

ای فی الصور یعنی صور (سنکھ) میں فاعول من النقر، نقر سے فاعول ہے بمعنی التصویت یعنی آواز پیدا کرنا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا یعنی جب نفخۂ ثانیہ پھونکا جائے گا جس کو سن کر سب جی اٹھیں گے اسے نفخۂ بعث بھی کہتے ہیں۔ یہی روز حشر ہے۔ اللہ عزوجل نے صور کو سفید بلور کی طرح چمکدار موتی سے بنایا اور اس کے پھونکنے پر اسرافیل علیہ السلام مقرر کیے گئے جو پیشانی جھکائے امر الٰہی کے منتظر موجود ہیں کہ جونہی حکم ہو تعمیل ارشاد کریں۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿٩﴾ تو وہ دن کڑا دن ہے۔

فالمعنی اذا نقر فی الناقور عسر الامر علی الکافرین معنی یہ ہے جب صور پھونکا جائے گا تو کافروں پر معاملہ دشوار ہو جائے گا۔ ذلک سے صور پھونکنے کے وقت کا اشارہ ہے یعنی یوم النقر ہی يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ہے۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾ کافروں پر آسان نہیں۔

ای سهل بعد قوله تعالیٰ عسیر تاکید عسره علی الکافرین حق سبحانہ کے قول يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (دشوار دن) کی تاکید ہے کہ کفار پر دشوار ہوگا اور آسان نہ ہوگا اور اسی کے ساتھ اس امر کی طرف بھی مشیر ہے کہ وہ دن اہل ایمان و طاعت پر بفضلہ تعالیٰ آسان اور سہل ہوگا۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾

اسے مجھ پر چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے وسیع مال دیا۔ اور بیٹے دیے سامنے حاضر رہتے۔ اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ اسے مجھ پر چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

ابن عباس، مجاہد اور قتادہ علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں اتریں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے ای ذرنی وحدی معه فانا اغنیک فی الانتقام عن کل منتقم او من التاء فی خلقت ای خلقته وحدی لم یشر کنی فی خلقه أحد فانا أهلكه لا أحتاج الی ناصر فی اهلاکه یعنی مجھے اس کے واسطے اکیلا ہی چھوڑ دو کہ میں ہر انتقام لینے والے کی نسبت اس سے انتقام میں (نمٹنے میں) خود ہی کافی ہوں یا پھر خَلَقْتُ کی تاء میں (واحد متکلم کا صیغہ) کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اسے بغیر کسی شریک کے خود تنہا اکیلے ہی پیدا کیا تو مجھے اس کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی اس کو ہلاک کروں گا۔

ابو حیان رحمہ اللہ کا قول ہے ای ومن خلقته وحیدا فریدا لا مال له ولا ولد یعنی میں نے اسے ماں کے پیٹ میں اکیلا و تنہا پیدا کیا اس وقت اس کے پاس نہ مال تھا نہ اولاد تھی۔ ایک قول ہے وحیدا فی الخبث والشرارة او وحیدا عن ابیه لانه کان دعیا لم یعرف نسبه للمغیرة حقیقة کما مر فی سورة نون۔ یعنی خباثت و شرارت میں فرد تھا یا پھر اپنے باپ کی طرف سے اکیلا وحید تھا کیونکہ وہ اسی نام سے پکارا جاتا تھا (اور ولید کی قوم اسے وحید کے

لقب سے یاد کرتی تھی) اور مغیرہ کی طرف اس کا نسب ہرگز معروف (محقق نہ تھا) جیسا کہ سورۂ نون میں اس کا ذکر گزرا ''عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ'' بدزبان ہے اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ اس آیت میں اسے بطور استخفاف کہا گیا۔

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ اور میں نے اسے وسیع مال دیا۔

ای مبسوطا کثیرا یعنی بہت زیادہ وسیع اور بکثرت اور ممدودا بالنماء یا ترقی کی وجہ سے بہت وسیع ہو گیا۔ وقیل کان له الضرع والزرع والتجارة اور ایک قول ہے کہ اس کے لیے جانور، کھیتیاں اور تجارت کا وسیع سلسلہ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو کچھ اس کے پاس تھا وہ مکہ اور طائف کے درمیان اونٹ، نعمتیں، میوے اور باغات اور غلام بکثرت تھے۔ ابن عباس، مجاہد اور ابن جبیر علیہم الرضوان کا قول کہ اس کے پاس ایک ہزار دینار تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے چھ ہزار دینار تھے۔ ایک قول ہے نو ہزار دینار تھے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ سے دو قول منقول ہیں ایک قول ہے چار ہزار اور دوسرے قول کے مطابق ایک لاکھ دینار تھے۔ ایک قول ہے کہ اس کا ایک باغ طائف میں تھا جس کے پھل اور میوے سردیاں گرمیاں ختم نہ ہوتے تھے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے المال الممدود سے مراد زرعی زمین ہے کیونکہ وہ بہت بڑھ گئی تھی (زیادہ ہو گئی تھی)

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ اور بیٹے دیے سامنے رہتے۔

حضورا معه بمكة يتمتع بمشاهدتهم لايفارقونه للتصرف فى عمل او تجارة لكونهم مكفيين لوفور نعمهم وكثرة خدمهم وعن مجاهد انهم عشرة وقيل ثلاثة عشر وقيل سبعة كلهم رجال الوليد بن وليد و خالدو هشام وقد اسلم هؤلاء الثلاثة والعاص وقيس وعبد شمس وعمارة واختلفت الرواية فيه انه قتل يوم بدر او قتله النجاشى لجناية نسبت اليه فى حرم الملك۔ اس کے ہمراہ مکہ میں موجود تھے وہ انہیں دیکھ کر مسرور ہوتا وہ بیٹے تجارت یا کسی اور کام کی غرض سے اس سے جدا نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ مال و دولت کی کثرت اور خدام کی زیادہ تعداد کی وجہ سے ان تمام امور میں خود کفیل تھے اور مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ دس تھے اور ایک قول ہے کہ تیرہ بیٹے تھے اور ایک قول ہے کہ سات اور سبھی جوانمرد تھے ان میں سے ولید بن ولید، خالد بن ولید اور ہشام بن ولید بھی تھے اور یہ تینوں ہی مشرف باسلام ہوئے اور عاص، قیس، عبد شمس اور عمارۃ باقی چار تھے (جو اسلام نہ لائے) اور اختلاف روایت سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ یوم بدر مقتول ہوا یا اسے نجاشی شاہ حبشہ نے اس خیانت میں جو بادشاہ کے حرم سے متعلق تھی، قتل کرایا۔ تاہم اس پر اتفاق ہے کہ وہ حالت کفر پر قتل ہوا۔

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔

بسطت له الرياسة والجاه العريض فأتممت عليه نعمتى الجاه والمال و اجتماعهما هو الكمال عند اهل الدنيا واصل التمهيد التسوية والتهيئة وتجوزبه عن بسطة المال والجاه وكان لكثرة غناه و نضارة حاله الرائقة فى الاعين منظرا ومحتبرا يلقب ريحانه قريش وكذا كانوا يلقبونه بالوحيد بمعنى المنفرد باستحقاق الرياسة وعن ابن عباس وسعت له مابين اليمن الى الشام وعن مجاهد مهدت له المال بعضه فوق بعض كما يمهد الفراش یعنی میں نے (اللہ نے) اس

Marfat.com

کے لیے ریاست اور لمبی چوڑی (وسیع) جاہ و حشمت کا معاملہ کشادہ کیا (سجایا) پھر میں نے جاہ و مال کے ساتھ اس پر اپنی نعمت پوری کی اور ان دونوں نعمتوں کا اکٹھے میسر ہونا اہل دنیا کے نزدیک بڑا کمال و برتری ہے اور التمهيد کی اصل التسوية والتهيئة ہے جس کے معنی سامان درست کرنے اور ہر قسم کی تیاری کرنے کے یا طول عمر کے ہیں۔ اور اس سے مال و جاہ کی کشادگی اور طرح طرح کی تیاری (جیسے عیش کی زندگی اور طوالت عمر) مراد ہے اور اس کے مال اور تونگری کی کثرت اور اس کی خوشحالی اور بڑائی (پیشوائی) دیکھنے والوں کو نظر آتی اور معلوم ہوتی تھی لوگ اس کو "ریحانہ قریش" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور یونہی اسے وحید کے لقب سے پکارتے تھے جس کے معنی منفرد (یکتا) کے ہیں یعنی استحقاق ریاست کے لیے اسے یکتا جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے لیے جو کچھ یمن سے شام کے درمیان ہے وسعت عطا کی گئی تھی۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے مال و دولت میں سے بعض کو بعض پر اس طرح درست کیا جس طرح ٹڈی دل درست ہو کر چھا جاتا ہے (یا جس طرح سامان بچھانے والا درست کرتا یا سجاتا ہے)۔

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝۱۵ پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔

لانه مناف لما هو عليه من كفران النعم ومعاندة المنعم اس کی نعمتوں پر ناشکری اور منعم (ذات باری تعالیٰ) سے عناد اس بات کے منافی ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں حالانکہ ناشکری کے باوجود وہ اس حرص میں مبتلا ہے کہ میں اسے زیادہ دوں گا۔

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶ ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

كَلَّا ہرگز نہیں ردع و زجر له عن طمعه الفارغ وقطع لرجائه الخائب۔ بطور انتباہ اور توبیخ اس پر شدت ہے کہ وہ کیسی حرص لگائے بیٹھا ہے اور کیسی فضول و بے ہودہ امید رکھتا ہے یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا اگلے جملے میں اس کی علت کا بیان ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶ وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

ای انه کان معاندا لآیات المنعم وهی دلائل توحیده او الایات القرآنیة یعنی وہ تو نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کی آیتوں سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے اور وہ آیات اللہ پاک کی توحید کے دلائل و براہین یا قرآن حکیم کی آیات ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے: ما زال الولید بعد نزول هذه الآیة فی نقص من ماله وولده حتی هلک اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال و اولاد میں زوال کی آنی شروع ہوئی یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ یہ جملہ مستانفہ استیناف بیان ہے اور جو کچھ اس سے پہلے کیا گیا ہے اس کی تعلیل ہے۔ اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ مخالفت حق اور نعمتوں کی ناقدری زوال و کمی کا باعث ہے۔

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝۱۷ قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

ای ساغشیه عقبة شاقة المصعد یعنی جلد ہی میں ایسا سخت عذاب جو تمام عذابوں سے بڑھ کر شدید ہے، اس پر مسلط کروں گا جو اس پر چھا جائے گا۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم رحمہم اللہ وغیرہم نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الصعود جبل من النار صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے۔ یصعد فیه سبعین خریفا ثم یهوی

Marfat.com

فیه کذالک ابدا کافرستر برس تک اس پر چڑھتا رہے گا پھر لڑھک کر نیچے گرے گا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے گا یعنی چڑھتا اور گرتا رہے گا۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾

بے شک اس نے سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔ پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ بے شک اس نے سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔

آیات الٰہی سے ولید کے عناد کا بیان ہے یا پھر وعید جو اسے سنائی گئی سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا کی علت کا بیان ہے۔ ای انه فکر ماذا یقول فی شان القران و قدر فی نفسه ما یقول۔ یعنی اس نے سوچا اور قرآن حکیم کے بارے میں یاوہ گوئی کی اور جو کچھ کہا اس نے اس پر اپنے جی میں کچھ ٹھہرایا (رائے قائم کی)۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔

فَقُتِلَ۔ فاء تعقیب ہے کہ اس نے سوچا اور ٹھہرایا ایسے سوچنے اور ٹھہرنے پر اس پر اللہ کا عذاب و پھٹکار ہو یعنی وہ رحمت باری تعالیٰ سے محروم ہو گیا۔ قرآن حکیم میں اس کی نظیریں ہیں جیسے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ اللہ انہیں ہلاک کرے (عذاب دے) کیا بہتان باندھتے ہیں۔ یا پھر اس کے ایسا ٹھہرانے پر تعجب کے طور پر فرمایا ہے اور اہل عرب کا عرف و عادت ہے احمقوں کی بعد بر سبیل دعا وہ کہتے ہیں: قتله الله ما اشجعه اللہ اسے ہلاک کرے اس کی کیسی بے باکی ہے كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ کیسی ٹھہرائی۔ كَيْفَ استفہام انکاری ہے اور بطور زجر و توبیخ ہے اور اس کی جرأت و بے باکی رائے پر اظہار تعجب ہے اور ایسی نازیبا بات پر استہزاء ہے کہ دانائی کے ادعاء کے باوصف کیسی بودی اور لغو بات بکتا ہے اور محی السنۃ بغوی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ الی قوله تعالیٰ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مسجد حرام میں آیات کی تلاوت کے لیے قیام فرمایا۔ ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے قریب ہی موجود تھا اور آپ کی تلاوت سن رہا تھا آپ ﷺ کو جب اس کی موجودگی اور سننے کا احساس ہوا تو آپ ﷺ نے ان آیات کو دہرایا۔ ولید ان آیات کی تلاوت سن کر اپنی قوم بنی مخزوم کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا بخدا میں نے ابھی محمد (ﷺ) سے ایسا کلام سنا ہے کہ نہ تو وہ انسانوں کے کلام سے ہے اور نہ ہی جنوں کے کلام سے۔ بلاشبہ اس میں بڑی حلاوت اور تازگی و دلکشی ہے اس کلام کی بلندی ثمر آفرین اور اس کا زیریں حصہ خوشہ دار ہے اور بلاشبہ وہ بلند و غالب ہو گا اور ہرگز مغلوب نہ ہو گا۔ تو قریش بولے خدا کی قسم ولید بے دین ہو گیا اور بخدا تمام قریشی بے دین (صابی) ہو جائیں گے تو ابو جہل بولا کہ میں تم سب کی طرف سے اسے (سمجھانے کے لیے) کافی ہوں تو وہ ولید کے پاس جا کر غمگین صورت بنائے بیٹھ گیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کے بارے میں گفتگو کی تو ولید اٹھا اور ابو جہل کے ساتھ لوگوں کے پاس آیا اور بولا تمہارا خیال ہے کہ محمد ﷺ مجنون ہیں تو کیا تم نے ان سے کوئی دیوانگی کی بات دیکھی ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے ان سے کوئی کہانت کی

Marfat.com

بات دیکھی بھی ہے اور تم گمان کرتے ہو کہ وہ شاعر ہے تو تم نے ان سے کبھی شعر گوئی دیکھی اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے تو کیا تمہیں ان سے کبھی کسی جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے تو سب بولے خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں (قریش آپ کو قبل اظہار نبوت صادق و امین کہتے تھے) پھر بولے تو پھر وہ کیا ہیں تو اس نے سوچا کہ وہ نہیں ہیں مگر ساحر کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ آدمی اور اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد اور اس کے دوستوں بھائیوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے اور یہ کیا ہے اس کے ساحرانہ کلام کی تاثیر ہے۔

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔

تکریر للمبالغة۔ بطور مبالغہ اس جملہ کی تکرار ہے اور ثُمَّ کے عطف کے ساتھ زجر کی ترقی اور اس کی شدت کا اظہار ہے یعنی ضرور عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس پر پھٹکار پر پھٹکار ہوگی اس نے کیسی بے پر کی ہانکی اور کیا بات گھڑ لی۔

ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔

ای ثم فکر فی امر القرآن مرة بعد أخری یعنی اس قرآن کے بارے میں دوسری دفعہ کے بعد پھر سوچا۔ ثُمَّ کا عطف فَكَّرَ اور قَدَّرَ پر ہے یعنی اول سوچا پھر ٹھہرایا اور پھر سوچا۔

ثُمَّ عَبَسَ پھر تیوری چڑھائی۔

قطب وجهه لما لم يجد فيه مطعنا وضاقت عليه الحيل ولم يدر ما ذا يقول وقيل ثم نظر في وجوه القوم ثم قطب وجهه وقيل نظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قطب في وجهه عليه الصلاة والسلام۔

جب ولید نے کوئی صورت نکتہ چینی اور طعن کی نہ پائی اور اس کے تمام حیلے حربے تنگ ہو گئے اور اسے کچھ نہ سوجھتا تھا کہ وہ کیا کہے تو اپنے چہرے کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ پھر اس نے قوم کے چہروں کو دیکھا تو پھر اپنے منہ کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو پھر از راہ عداوت ماتھے پر بل ڈال لیے یعنی سخت ناگواری کا طرز عمل اختیار کیا۔

وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ اور منہ بگاڑا۔ ای اظهر العبوس

یعنی تیوری ظاہر ہوئی۔ یہ عَبَسَ کی مؤکد ہے ایک قول ہے کہ پہلے ماتھے پر بل ڈالے اور سخت ناگواری کے تحت ترش رو ہوا۔ بعض علماء نے بَسَرَ کی تفسیر میں کہا ہے اشد العبوس اذا قبض ما بين عينيه كراهة للشر واسود جبهه منه سخت تیوری چڑھانا جب کسی چیز سے ناگواری ہو تو دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے کو ایسا سخت روکنا جس سے چہرے پر سیاہی ظاہر ہو۔

ثُمَّ أَدْبَرَ پھر پیٹھ پھیری۔

عن الحق او عن رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی حق سے منہ موڑا یا رسول اللہ ﷺ سے رخ موڑا۔

وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ اور تکبر کیا۔

عن اتباعه یعنی نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی فرماں برداری کا انکار کیا اور غرور کا اظہار کیا۔ یا خود کو صاحب جاہ وحشم جان کر آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) کم تر جانا اور اسی زعم میں آپ کی پیروی کا انکار کیا۔

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔

Marfat.com

فَقَالَ میں فآء اسی امر پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ کلمہ احمقانہ ہے کہ جونہی یہ خیال اس کے دل میں گزرا تو بغیر سوچے سمجھے اسے کہہ دیا۔ اور بعض نے کہا کہ فآء تعقیب کے لیے ہے ای یروی ویتعلم من سحرۃ بابل ونحوھم یعنی یہ وہی روایت کیا گیا جادو ہے جو بابل کے جادوگروں وغیرہ سے سیکھا ہوا ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔

یہ پہلے جملے کی تاکید ہے اس لیے کہ دونوں باتوں سے یعنی سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اور قَوْلُ الْبَشَرِ سے مقصود قرآن حکیم اور کلام الٰہی کی نفی ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنسا تا ہوں، اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے، نہ لگی رکھے نہ چھوڑے رکھے، آدمی کی کھال اتار لیتی ہے اس پر انیس داروغے ہیں۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنسا تا ہوں۔ سَقَرَ سے مراد مطلق نار جہنم ہے تاہم جہنم کے متعدد نام ہیں ان میں سے ایک سَقَرَ ہے جو شدت عذاب اور حدت وتمازت کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی ہم اسے (ولید بن مغیرہ) کو مرنے کے ساتھ ہی یا بروز حشر اس میں داخل کریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طبقات جہنم میں سے ایک سَقَرَ ہے شاید صَعُوْدًا (آگ کا پہاڑ) جیسا کہ ابوسعید کی روایت میں ہے اور جس کا پیچھے ذکر گزرا۔ طبقہ سقر ہی میں ہے۔ واللہ اعلم

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔

ای ای شیء ھی یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسی شے ہے۔ استفہام سَقَرُ کی شدت وعظمت اور اس کے وصف کو ظاہر کر رہا ہے۔

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ نہ لگی رکھے نہ چھوڑے۔

بیان لوصفھا وحالھا یہ دوزخ (سقر) کے وصف اور اس کی حالت کا بیان ہے **ای لا تبقی شیئا یلقی فیھا الا اھلکتہ واذا ھلک لم تذرہ ھالکا حتی یعاد۔** یعنی جو شے اس کے اندر ڈالی جائے اسے باقی نہیں چھوڑتی بجز اس کے اسے ہلاک کر دے اور جب وہ شے جسے ہلاک کر دے تو اس کو ہلاک پر ہی نہ چھوڑے رکھے گی یہاں تک کہ اسے پھر (بار بار) دہرائے۔ ابن عباس اور ضحاک سے یونہی مروی ہے ایک قول ہے کہ نہ زندہ رکھے اور نہ ہی مردہ رہنے دے۔

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔

ابن عباس، مجاہد اور ابورزین اور جمہور علماء کا ارشاد ہے: **ای مغیرۃ للبشرات مسودہ للجلود** یعنی کھالوں کو بگاڑ و برباد کر دینے والی اور کھالوں کو جلا کر سیاہ بنا دینے والی۔ بعض کا قول ہے **بزیاۃ محرقۃ** سخت جلا دینے والی جس طرح کہ تیل جل کر سیاہ ہو جاتا ہے **بَشَر بشرۃٌ** کی جمع ہے اور اس کے ظاہری معنی جلد اور کھال کے ہیں۔ حسن کا قول ہے کہ لَوَّاحَةٌ کا معنی ہے کہ وہ (جہنم کی آگ) سامنے نظر آئے گی۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ اس پر انیس داروغے ہیں۔

الظاھر ملکا۔ ظاہر ہے کہ انیس فرشتے مقرر ہیں یہ سب دوزخ پر مامور ہیں اور اس پر داروغے ہیں ان کے سردار

مالک علیہ السلام ہیں جو داروغہ جہنم ہیں اور باقی اٹھارہ فرشتے ان کے نائب و معاون یا ساتھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ نازل ہوئی تو ابوجہل لعین نے قریش کو کہا کہ تم پر تمہاری مائیں روئیں کیا تم نے نہیں سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اطلاع دے رہے ہیں کہ جہنم کے دربان انیس ہیں اور تم اتنے قوی اور بہادر ہو کیا تم میں سے دس شخص بھی اتنی قوت نہیں رکھتے کہ ان میں سے ایک ایک کو قابو کر لیں تو ابوالاشد بن اسید بن کلدۃ الجمحی جو گرفت و پکڑ میں انتہائی شدید تھا ابوجہل سے بولا کہ سترہ کو تو میں تنہا کافی ہوں اور بقیہ دو سے تم نپٹ لینا اور بیہقی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسید بن کلدہ نے کہا کہ اے گروہ قریش! خوف نہ رکھو میں دس کو دائیں مونڈھے سے اور نو کو بائیں مونڈھے سے دھکے دے کر ہٹا دوں گا۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

اور ہم نے دوزخ کے داروغے نہ کیے مگر فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر کہیں، اس اچنبے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ ہونے دیتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً اور ہم نے دوزخ کے داروغے نہ کیے مگر فرشتے۔

ای ما جعلناهم رجالا من جنسكم يطاقون یعنی ہم نے جہنم کے داروغے تمہاری جنس کے انسان نہیں بنائے کہ کافران کی طاقت رکھیں بلکہ وہ فرشتے ہیں۔ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری جس کی خرابی آئی کہ اب آئی۔ پھر اس کی خرابی و ہلاکت آگئی اب آگئی اور ظاہراً اَصْحٰبَ النَّارِ سے جو انیس ہیں مراد المدبرون لامرها القائمون بتعذیب اهلها امور جہنم کے منتظم و سردار ہیں جو دوزخیوں کے عذاب کے لیے مقرر و مامور ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ ستر ہزار جہنمیوں کو دوزخ میں جہاں چاہے ایک ہی حرکت میں اٹھا کر پھینک دے گا۔ اور کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر جہنمی شخص کو جب جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا تو ایک لاکھ فرشتے اس کی گرفتاری کے لیے آگے بڑھیں گے۔

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو۔

ای وما جعلنا عدد اصحاب النار الا العدد الذی اقتفی فتنة للذین کفروا بالاستقلال والاستهزاء۔ یعنی جہنم کے دربانوں کی تعداد (گنتی) کو ہم نے کفار کے لیے آزمائش بنایا۔ ملائکہ کی تعداد کی کی کا انہوں نے تمسخر اڑایا اور ان کے مقابلہ میں اپنی قوت و طاقت کا اظہار کیا اور لاف زنی کی۔ یا اس لیے کہ وہ اس قلت تعداد پر چہ میگوئیاں کریں کہ انیس پر ہی کیوں اکتفاء ہوا اور وہ حکمت الٰہی سے بے خبر ہیں اور بے یقینی کا مظاہرہ کریں۔

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے۔

Marfat.com

ای لیکتسبوا الیقین بنبوته صلی اللّٰه علیه وسلم وصدق القرآن لاجل موافقة المذکورین ذکرھم فی القرآن بھذا العدد فی الکتابین کذلک یعنی اس لیے کہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) آپ ﷺ کی نبوت ورسالت اور قرآن عظیم کی صداقت وحقانیت کا یقین حاصل کر لیں کیونکہ قرآن حکیم میں داروغہائے جہنم کی تعداد کا ذکر اس تعداد کے موافق ہے جو تورات وانجیل (دونوں کتابوں) میں بیان ومذکور ہیں۔

ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود میں سے کچھ لوگوں نے اصحاب رسول سے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی کو داروغہائے جہنم کی تعداد معلوم ہے تو انہوں نے حضور کو اس امر کی اطلاع کی تو ارشاد فرمایا اور ہاتھوں سے ایک مرتبہ دس اور دوسری مرتبہ نو کہہ کر کل انیس بتائے اور بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس کے مثل بیان کیا ہے۔

وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

ای یزداد ایمانھم کیفیة بما راوا من تسلیم اھل الکتب وتصدیقھم جو پہلے مذکور ہوا اس کی مؤکد ہے تاکہ اس سے ایمان والوں کے ایمان اور یقین واعتماد میں ترقی ہو اور اہل کتاب کی توثیق وتصدیق سے انہیں رسول اللہ ﷺ پر اور زیادہ اعتماد واعتقاد ہو کہ ان کا ارشاد وحی الٰہی ہے اور پچھلی کتابوں سے موافق ہے اور یہ کہ آپ ﷺ واقعی رسول مصدق ہیں اور یونہی آپ ﷺ کی کتاب قرآن حکیم بھی مصدق ہے۔

وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے۔

تاکید لما قبله من الاستیقان وازدیاد الایمان۔ یقین وایمان کی ترقی پر مؤکد ہے اور شک نہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ داروغہائے جہنم کی تعداد میں جیسا کہ ذکر گزرا کوئی خلجان نہ رہے۔

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ اور دل کے روگی کہیں۔

ای شک او نفاق فیکون نبأ علیٰ ان السورة بتمامھا مکیة والنفاق انما حدث بالمدینة اخبارا عما سیحدث من المغیبات بعد الھجرة۔

یعنی شک یا نفاق چونکہ ساری کی ساری سورۂ مبارکہ مکی ہے اور نفاق کا ظہور مدینہ میں ہوا تو اس بنا پر یہ جملہ غیب کی خبروں میں سے ایک بیان ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد منافقوں سے پیش آنے والا تھا۔ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ قیام مکہ کے دوران میں کوئی منافق نہ تھا یا نرے کھرے مسلمان تھے یا کھلے پکے کافر ومنکر۔ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ سے نفاق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورت البقرہ کے شروع میں ہے، منافقین کے ذکر میں مصرح ہے۔

وَالْكَافِرُونَ اور کافر۔

ای المصرون علی التکذیب یعنی وہ لوگ جو انکار وتکذیب (جھٹلانے) پر اصرار کرنے والے اور ڈٹے ہوئے ہیں۔

مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا اس اچھنبے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے۔

ای ای شیء اراد اللّٰه تعالیٰ او ما الذی اراد اللّٰه تعالیٰ بھذا العدد المستغرب استغراب المثل۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے کس چیز کو چاہا ہے یا اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس انوکھے (عجیب وغریب) عدد سے کیا مراد ہے جو

Marfat.com

غیر مانوس سی بات لگتی ہے یعنی کفار و منافقین نے اس عدد کو حقیقت نہ سمجھا اور عقل کے مطابق نہ جانا۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ یونہی اللہ گمراہ ہونے دیتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

ذلک اشارة الی قبله من معنی الاضلال و الهدایة۔ ذلک سے اشارہ ہے جو اس سے ہے یعنی دوزخ کے داروغوں کی تعداد کی طرف۔ یا پھر ذلک کہ اس کا تعلق ما بعد سے ہے جس کا مطلب یہ ہے جس طرح دربانان جہنم کی قلت تعداد سے بعض لوگ گمراہ ہوئے اور بعض ہدایت پا گئے یونہی جس کے لیے گمراہ ہونا ہے تو اس کے لیے ایسا ہی کر دیتا ہے اور جسے ہدایت عطا فرماتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے۔

وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جُنُوْدَ جمع جُنْدٌ بمعنی لشکر ہے جو اپنی شدت و سختی کی وجہ سے مشہور ہو ای و ما یعلم جموع خلقه تعالیٰ التی من جملتها الملائکة المذکورون علی ماهم علیه۔ یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی تمام مخلوقات کو جن میں سے مذکورہ فرشتے (خزنہ جہنم) بھی ہیں ان کی تعداد و کثرت، حقیقت قوت کو سوائے ذات باری کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ ممکنات کا حصر اسی کے لیے ہے اور ان کی تفصیل و حقیقت کا صرف وہی عالم ہے قرطبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ داروغے اور سردار تو انیس ہی ہیں لیکن ان کے ماتحت و معاونین کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

وَ مَا هِيَ تو وہ نہیں۔

ای سقر یعنی دوزخ ایک قول ہے کہ ھِیَ سے مراد دربانان جہنم ہیں جن کی تعداد کا ذکر گزرا۔

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

الا تذکرة لهم۔ یعنی انسانوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ مدثر۔ پ ۲۹

كَلَّا وَ الْقَمَرِ ۝۳۲	ہاں ہاں چاند کی قسم۔
وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝۳۳	اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔
وَ الصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ۝۳۴	اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔
اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝۳۵	بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔
نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝۳۶	ڈراوا ہے آدمیوں۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝۳۷	اسے جو تم میں چاہے آگے آئے یا پیچھے رہے۔
كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝۳۸	ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔
اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝۳۹	مگر داہنی طرف والے۔
فِيْ جَنّٰتٍ ؕ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۴۰	باغوں میں پوچھتے ہیں۔
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۱	مجرموں سے۔

Marfat.com

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾	تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔
قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾	وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾	اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾	اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾	اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔
حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾	یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾	تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾	تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾	گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہوں۔
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾	کہ شیر سے بھاگے ہوں۔
بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾	بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔
كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾	ہر گز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔
كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾	ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے۔
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾	تو جو چاہے اس سے نصیحت لے۔
وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾	اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے۔ وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ مدثر۔پ ۲۹

كَلَّا۔ہر گز نہیں	وَ۔قسم ہے	الْقَمَرِ۔چاند کی	وَ۔اور
الَّيْلِ۔رات کی	اِذْ۔جب	اَدْبَرَ۔پیٹھ پھیرے	وَ۔اور
الصُّبْحِ۔صبح کی	اِذَآ۔جب	اَسْفَرَ۔روشنی کرے	اِنَّهَا۔بے شک وہ
لَاِحْدَى۔ایک ہے	الْكُبَرِ۔بڑی باتوں سے	نَذِيْرًا۔ڈرانے والی ہے	لِّلْبَشَرِ۔آدمی کو
لِمَنْ۔اس کے لیے جو	شَآءَ۔چاہے	مِنْكُمْ۔تم میں سے	اَنْ۔یہ کہ
يَّتَقَدَّمَ۔آگے بڑھے	اَوْ۔یا	يَتَاَخَّرَ۔پیچھے رہے	كُلُّ۔ہر
نَفْسٍ۔آدمی	بِمَا۔اس میں جو	كَسَبَتْ۔اس نے کمایا	رَهِيْنَةٌ۔گروی ہے
اِلَّآ۔مگر	اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ۔دائیں جانب والے		فِيْ۔بیچ
جَنّٰتٍ۔باغوں کے	يَتَسَآءَلُوْنَ۔پوچھیں گے	عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ۔مجرموں سے	
مَا۔کیا چیز	سَلَكَكُمْ۔کھینچ لائی تم کو	فِيْ۔بیچ	سَقَرَ۔دوزخ کے

Marfat.com

قَالُوْا۔ کہیں گے | لَمْ۔ نہیں | نَكُ۔ تھے ہم | مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ نماز پڑھتے
وَ۔ اور | لَمْ۔ نہیں | نَكُ۔ تھے ہم | نُطْعِمُ۔ کھانا کھلاتے
الْمِسْكِيْنَ۔ مسکینوں کو | وَ۔ اور | كُنَّا۔ تھے ہم | نَخُوْضُ۔ بحث کرتے
مَعَ۔ ساتھ | الْخَآئِضِيْنَ۔ بحث کرنے والوں کے | وَ۔ اور
كُنَّا۔ تھے ہم | نُكَذِّبُ۔ جھٹلاتے | بِيَوْمِ۔ دن | الدِّيْنِ۔ انصاف والے کو
حَتّٰى۔ یہاں تک کہ | اَتٰنَا۔ آیا ہمارے پاس | الْيَقِيْنُ۔ یقین (موت) | فَمَا۔ تو نہ
تَنْفَعُهُمْ۔ نفع دے گی ان کو | شَفَاعَةُ۔ سفارش | الشّٰفِعِيْنَ۔ سفارش والوں کی | فَمَا۔ تو کیا ہے
لَهُمْ۔ ان کو | عَنِ التَّذْكِرَةِ۔ نصیحت سے | مُعْرِضِيْنَ۔ منہ پھیرتے ہیں | كَاَنَّهُمْ۔ گویا کہ وہ
حُمُرٌ۔ گدھے ہیں | مُّسْتَنْفِرَةٌ۔ بدکے ہوئے | فَرَّتْ۔ بھاگے ہیں | مِنْ قَسْوَرَةٍ۔ ببر شیر سے
بَلْ۔ بلکہ | يُرِيْدُ۔ چاہتا ہے | كُلُّ۔ ہر | امْرِئٍ۔ آدمی
مِّنْهُمْ۔ ان میں سے | اَنْ۔ یہ کہ | يُّؤْتٰى۔ دیا جائے | صُحُفًا۔ صحیفے
مُّنَشَّرَةً۔ کھلے ہوئے | كَلَّا۔ ہرگز نہیں | بَلْ۔ بلکہ | لَا۔ نہیں
يَخَافُوْنَ۔ ڈرتے | الْاٰخِرَةَ۔ قیامت سے | كَلَّا۔ ہرگز نہیں | اِنَّهٗ۔ بے شک وہ
تَذْكِرَةٌ۔ نصیحت ہے | فَمَنْ۔ تو جو | شَآءَ۔ چاہے | ذَكَرَهٗ۔ نصیحت لے
هٗ۔ اس سے | وَ۔ اور | مَا۔ نہیں | يَذْكُرُوْنَ۔ نصیحت لیتے
اِلَّا۔ مگر | اَنْ۔ یہ کہ | يَّشَآءَ۔ چاہے | اللّٰهُ۔ اللہ
هُوَ۔ وہی ہے | اَهْلُ۔ لائق | التَّقْوٰى۔ ڈرنے کے | وَ۔ اور وہی ہے
اَهْلُ۔ لائق | الْمَغْفِرَةِ۔ بخشنے کے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔سورۃ مدثر۔پ ۲۹

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ
شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾

ہاں ہاں چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ڈراوا ہے آدمیوں کو۔اسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

كَلَّا ہاں ہاں

ردع لمن انكرها وقيل زجر عن قول ابى جهل واصحابه انهم يقدرون على مقاومة خزنة جهنم وقيل ردع عن الاستهزاء بالعدة المخصوصة وقال الفراء هى صلة للقسم۔

انکار کرنے والے کے لیے **كَلَّا** فرما کر باز داشت کی گئی ہے اور بعض نے کہا کہ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے اس قول پر زجر و شدت ہے جس میں انہوں نے داروغہائے جہنم کے پکڑنے پر اپنی قوت وقدرت کی بڑھا نکی تھی اور بعض نے فرمایا

Marfat.com

کہ دربانان جہنم کی مخصوص و متعین تعداد پر کفار کے تمسخر، پھبتی کسنے پر شدت و انتباہ ہے اور فراء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ قسم کے لیے بطور صلہ ارشاد ہے۔

زمخشری کا قول ہے کہ یہ نصیحت ہے مگر کفار و منکرین کی حالت کا اظہار ہے کہ وہ راہ راست پر نہ آئیں گے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔

ای ولی یعنی رات پیٹھ پھیر کر چلی جائے دبر دال کی فتحہ کے ساتھ بمعنی اَدْبَرَ ہے جیسے قبل سے اقبل ہم معنی ہے۔ ابن عباس، ابن زبیر، مجاہد، عطاء، ابن یعمر، ابو جعفر، شیبہ، ابو الزناد، قتادہ اور عمر بن عبد العزیز، حسن اور طلحہ رحمہم اللہ اور نحویوں کی ایک جماعت نے یونہی پڑھا ہے یعنی اِذَا دَبَرَ البتہ حمزہ اور یعقوب رحمہما اللہ کی قراءت اِذْ اَدْبَرَ ہے۔ اور ابو عمرو رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قریش محاورۃً یوں بولتے ہیں دَبَرَ اللیل یا اَدْبَرَ اللیل رات پشت پھیر کر چلی گئی۔

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اور صبح کی جب اجالا ڈالے

ای اضاء و انکشف یعنی جب روشن ہو جائے اور روشنی کھل جائے (خوب اجالا ہو جائے)۔

إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ بے شک دوزخ بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ جواب للقسم یہ قسم کا جواب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کَلَّا ان انکار کرنے والے لوگوں کے لیے باز داشت ہو جو جہنم کی بڑائی و عظمت کے منکر ہوں یعنی کَلَّا بیان علت کے طور پر ہو۔ الْكُبَرِ الکبری کی جمع ہے اور ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الْكُبَرِ کبیرۃ کی جمع ہے اور الف تانیث کا ہے ای ان سقر لاحدی الدواھی الکبر علی معنی ان البلایا الکبیرۃ کثیرۃ وسقر واحدۃ منھا۔ یعنی سقر بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی بلاء ہے مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ بلائیں بہت بڑی بڑی ہیں منجملہ ان میں سے ایک سقر ہے سقر دوزخ کا ایک نام ہے۔

نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ ڈراوا ہے آدمیوں کو۔

قیل تمییز لاحدی الکبر علی ان نذیراً مصدر بمعنی انذاراً کالنکیر بمعنی الانکار ای انھا لاحدی الکبر انذار و المعنی ما سمعت عن الزمخشری انھا لاعظم الدواھی انذارا وھو کما تقول ھی احدی النساء عفافاً کہا گیا کہ بڑی بلاؤں میں سے ایک کے لیے نَذِيرًا امتیازی بات ہے اور یہ کہ نَذِيرًا مصدر ہے بمعنی انذار (ڈرانے والی) جس طرح نکیر بمعنی انکار ہے یعنی بلاشبہ سقر بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی آفت ہے جو ڈرانے والی ہے اور علامہ زمخشری سے اس کے معنی میں جو سنا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ عظیم آفتوں میں سے ایک آفت ہے جو ڈرانے والی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بڑی پاک دامنوں میں سے ایک ہے۔ ڈرانے کے اعتبار سے یہ سقر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں بطور تسلسل ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ اے بالاپوش اوڑھنے والے! لوگوں کو عذاب سقر سے ڈراؤ۔

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ اسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

ای نذیرا للممکنین منکم من السبق الی الخیر والتخلف عنه وقال السدی ان یتقدم الی النار المتقدم ذکرھا اویتاخر عنھا الی الجنة وقال الزجاج ان یتقدم الی الماموارت اویتاخر من المنھیات

Marfat.com

وفسر بعضهم التقدم بالایمان و التاخر بالکفر۔ یعنی ان لوگوں کے لیے ڈر سنانے والی ہے جو تم میں سے خیر و بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے اور اس پر متمکن و قائم رہنے والے ہوں اور ان کے لیے بھی جو اس سے پیچھے رہنے والے ہوں اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کے لیے نذیر ہے جو آگ (سقر) جس کا کہ پہلے ذکر گزرا، کی طرف بڑھتے ہوں یا اس سے ہٹ کر جنت کی طرف بڑھنے والے ہوں اور زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نذیر ہے اس کے لیے جو طاعات الٰہی کی طرف رغبت کرنے والے ہوں یا منہیات شرعیہ کی طرف بڑھنے والے ہوں اور بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے تقدم سے مراد ایمان اور تاخر سے مراد جہنم ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ پس سقر سے ڈر کر یا آپ کے ڈرانے کے بعد جو چاہے ایمان و طاعت کی راہ چلے اور جو کفر و معصیت کی راہ چاہے اس پر چلے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۸﴾ ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔

الرھن کے معنوں میں الرھینة مصدر ہے۔ جس طرح شتیمة الشتم کے معنی میں مصدر ہے اور صفت بمعنی مفعول نہیں اور اس پر تائے تانیث داخل نہیں ہوتی اور مذکر و مونث کے لیے یکساں ہے اور ایک قول ہے کہ رَهِينَةٌ میں ھاء مبالغہ کے لیے ہے۔ ای مرھونة عند الله تعالیٰ بکسبها یعنی ہر جان اللہ تعالیٰ کے پاس گروی ہے ان کرتوتوں اور کرنیوں (یعنی گناہوں اور بداعمالیوں) کی وجہ سے جو اس نے کمائی ہیں۔ ایک قول ہے بِمَا كَسَبَتْ سے مراد کفر و معصیت ہے۔

إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ مگر داہنی طرف والے۔

وھم المسلمون المخلصون کما قال الحسن و ابن کیسان وضحاک اور جیسا کہ حسن، ابن کیسان اور ضحاک (رضی اللہ عنہم) کا قول ہے کہ وہ خالص سچے کھرے مسلمان ہیں وہ اللہ کے ہاں رہن نہیں ہیں اور ایمان و اعمال صالحہ کی برکت سے نفع پانے والے، دوزخ سے آزادی حاصل کرنے والے اور نجات پانے والے ہیں۔ گویا ان کی حسنات بمنزلہ فک الرہن ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ سے مراد نفوس مبارکہ ہیں۔ قاسم رحمہ اللہ کا قول ہے ہر مومن سے اچھے اور برے اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی اور اپنے اعمال پر بھروسا کرنے والا مرہون ہے اور فضل و رحمت الٰہی پر اعتماد کرنے والے أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ہیں۔ ایک قول ہے کہ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام اور امور خیر میں سبقت کی۔

فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾

باغوں میں، پوچھتے ہیں، مجرموں سے، تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔ اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

فِيْ جَنّٰتٍ ۛ باغوں میں۔

خبر مبتدا محذوف اور تنوین تعظیم کے لیے ہے اور جملہ نئے سرے سے بطور جواب ہے اس ہونے والے سوال کا جو اصحاب الیمین کے استثناء کے ذکر سے قبل گزرا گویا کہ کہا جا رہا ہے۔ مابالھم فقیل فی جنات لایکتنه کنهھا و لا

Marfat.com

یدرک وصفها یعنی ان کا کیا حال ہے تو فرمایا گیا جنتوں (باغوں) میں ہوں گے جن کی کنہ وحقیقت کسی کو معلوم نہیں اور نہ ہی ان کے وصف کا ادراک ہوسکتا ہے۔

یَتَسَآءَلُوۡنَ ۙ﴿۴۰﴾ پوچھتے ہیں۔

لیس المراد بتساؤلهم ان یسئل بعضهم بعضا علی ان یکون کل واحد منهم سائلا ومسئولا معا بل وقوع السؤال منهم مجردا عن وقوعه علیهم فان صیغة التفاعل۔ان کے پوچھنے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ان میں سے بعض بعض سے سوال کریں گے بلکہ یہ ہوگا کہ وہ سب باہم سائل بھی ہوں گے اور مسئول بھی اور ان سے سوال کا وقوع مجرداً ہوگا یعنی سب مل کر دوسروں سے سوال کریں گے اور باب تفاعل کا صیغہ کالانا بھی واضح کر رہا ہے کہ سوال کرنے میں سب مشترک ہوں گے۔

عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۙ﴿۴۱﴾ مجرموں سے۔

بعض نے فرمایا عَنِ حرف جار زائد ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اصحاب الیمین جو جنتی لوگ ہوں گے مجرموں سے ان کی حالت کے بارے میں پوچھیں گے۔

مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔

یہ اہل جنت کا سوال ہے ای ای شیئ ادخلکم فی سقر یعنی تمہیں دوزخ میں داخل کرنے والی شے کون سی تھی ابن المنذر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پڑھا: یایها الکفار ما سلککم فی سقر اے گروہ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے جانے والی ہوئی۔

قَالُوۡا وہ بولے۔

ای المجرمون مجیبین للسائلین یعنی مجرم سوال کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے کہیں گے۔

لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ ﴿۴۳﴾ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

للصلوٰة الواجبة یعنی ہم فرض نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

وَ لَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ ﴿۴۴﴾ اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔

ای نعطیه مایجب اعطاؤه۔یعنی جو کچھ مسکینوں کو بطور صدقہ دینا ہم پر واجب تھا ہم انہیں نہیں دیتے تھے۔بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس آیت کے مخاطب نمازوں کا اعتقاد رکھنے والے اور ان کی فرضیت کے قائلین ہوں تو ترک اعتقاد پر عذاب ہوگا اور یونہی مصلین سے مراد بطور کنایہ مومنین ہیں اور وہ مومن جو نمازوں کا التزام نہیں کرتے اس آیت کی رو سے ترک صلوٰۃ پر عذاب دیے جائیں گے۔واللہ اعلم۔

تاہم آیت سے واضح ہے کہ آخرت میں کافروں سے فروع اعمال کے ترک پر خطاب ہوگا اور دنیا میں عدم ایمان کی وجہ سے جو اعمال کی اصل ہے مخاطب نہیں ہیں البتہ وہ فروع اعمال پر بھی مکلف ہیں۔

وَ کُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ ﴿۴۵﴾ اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکریں کرتے تھے۔

ای نشرع فی الباطل مع الشارعین فیه والخوض فی الاصل ابتداء الدخول فی الماء

Marfat.com

والمروزفیه واستعماله فی الشروع فی الباطل من المجاز المرسل او الا ستعارة یعنی ہم بے ہودگی اور جھوٹ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ (ان لغوراہوں میں) داخل ہوتے تھے۔ اور ''الخوض'' دراصل پہلے پانی میں داخل ہونے (گھسنے) اور پھر اس میں ٹھہرے رہنے کو کہتے ہیں اور ''خوض'' کے لفظ کا استعمال غلط راہوں، بے ہودہ بحثوں اور فکروں میں پڑنے اور تیز گھسنے کے مفہوم میں بطور مجاز مرسل یا استعارہ بولا جاتا ہے۔

وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔

ای بیوم الجزاء یعنی ہم روز جزاء (قیامت کے دن) کا انکار کرتے تھے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور بدلہ دیا جائے گا۔

حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

ای الموت و مقدماته کما ذهب الیه اجل المفسرین وقال ابن عطیة الیقین عندی صحة ماکانوا یکذبون به من الرجوع الی الله تعالیٰ والدار الآخرة وقول المفسرین هو الموت متعقب عندی لان نفس الموت یقین عند الکافر۔

یعنی موت اور اس کے مقدمات (علامات و احوال) جیسا کہ بڑے اکابر مفسرین نے یہی مفہوم لیا ہے اور ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک یقین سے مراد صحت و حقانیت ہے جس کو وہ خلق سبحانہ وتعالیٰ اور آخرت کے گھر کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کے لیے جھٹلاتے تھے۔ اور مفسرین کا مجموعی قول یہی ہے کہ یقین سے مراد موت ہی ہے اور میرے نزدیک (آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں) کہ بلا شبہ موت ہی فی نفسہ کافر کے نزدیک یقین ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

ای لو شفعوا لهم جمیعا یعنی اگر تمام سفارش کرنے والے باہم مل کر بھی ان کی سفارش کریں تو سفارش مقبول نہ ہو گی کسی کافر و منافق و مشرک کے لیے شفاعت سود مند نہ ہوگی اور نہ ہی شفاعت کرنے والے ان کی سفارش کریں گے شفاعت کرنے والے انبیاء، شہداء، علماء صالحین اور مومنین ہوں گے اور وہ صرف اہل ایمان کی شفاعت کریں گے اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ گناہگار کیوں نہ ہوں۔ شفاعت کا منکر حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ اہل ایمان کے خوردسال یہاں تک کہ کچے بچے بھی شفاعت کریں گے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: شفاعتی لاهل الکبائر من امتی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ میری امت کے بدکردار (فساق و فجار) بھی اچھے لوگ ہیں۔ اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیسے ارشاد فرمایا کہ انہیں میری شفاعت حاصل ہوگی اور اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔

لترتیب انکار اعراضهم عن القرآن بغیر سبب علی ما قبلها من موجبات الاقبال علیه۔
استفہام انکاری ہے جو ان کی قرآن حکیم سے بلاوجہ روگردانی اور اس سے متعلق ہے جو کہ اس سے پہلے بیان ہوا جس کا تسلیم کرنا اور بجالانا ان کفار پر واجب تھا یعنی کفار کی تعلیمات قرآنیہ سے روگردانی اور ان کا انکار اس حیات دنیاوی میں کیوں ہے

Marfat.com

حالانکہ یہی امرانہیں مثوبات اخرویہ سے محروم کرنے والا اور عذاب دوزخ کا مستحق بنانے والا ہے اوران کی یہ حالت ایسی کیوں ہے کہ وہ قبول حق سے بلاوجہ اعتراض واعراض کرتے ہیں۔ التَّذْكِرَةِ مصدر بمعنی التذکیر ہے اوراس سے مراد قرآن حکیم اوراس کے مواعظ ہیں۔

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾

گویاوہ بدکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ گویاوہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔

حال من المستكن في معرضين بطريق التداخل۔ انکارواعراض کرنے والوں کی اندرونی حالت اور حماقت کا بطورتمثیل بیان ہے۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے اوراس سے مراد جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، حمار الوحشی ہے یعنی جنگلی گدھا، لانه مثل بالنفار وشدة الفرار کیونکہ کفاراور جنگلی گدھوں میں بھاگنے اور بشدت فرار ہونے کی مماثلت ہے یعنی کفارومشرکین حماقت وسفاہت میں گدھوں کی مانند ہیں جس طرح شیر کودیکھ کر جنگلی گدھے خوف زدہ ہوکر بھاگ نکلتے ہیں اورفرار میں شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ شیر کی گرفت سے بچ سکیں بالکل اسی طرح یہ رسول اکرم ﷺ سے قرآن کی تلاوت یا مواعظ قرآن سن کرراہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ کے معنی ہیں فرار ہونے والا یا خوف زدہ ہوکر بھاگ نکلنے والا یہ حُمُرٌ کا حال ہے۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

قَسْوَرَةٍ، القَسْرُ سے بروزن فعولہ مشتق ہے وهو القهر والغلبة اوراس کا معنی قہروغلبہ ہے والمراد به أسد اور اس سے مراد اسد یعنی شیر ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قَسْوَرَةٍ سے مراد شکاری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اہل عرب شیر کواسد اور اہل حبشہ قَسْوَرَةٍ بولتے ہیں۔ یعنی جس طرح گدھے شیر سے خوفزدہ ہوکر بھاگتے ہیں یونہی کفار قبول ہدایت سے بھاگتے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾

بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔

عطف على مقدر يقتضيه المقام كأنه قيل لا يكتفون بتلك التذكرة ولا يرضون بهابل يريد كل واحد منهم ان يوتى قراطيس تنشر وتقرأ كالكتب التى يكاتب بها و جوز ان يراد كتبا كتبت فى السماء ونزلت بها الملائكة ساعة كتبت منشرة على ايديها غضة رطبة لم تطو بعد وفيه بعد وذلك على الوجهين انهم قالوا لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان سرك ان نتابعك فأت كل واحد منا بكتب من السماء عنوانها من رب العلمين الى فلان بن فلان نؤمر فيها باتباعك فنزلت و نحوه قوله تعالىٰ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ وقال وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ الخ الاية۔ واخرج ابن جرير و ابن المنذر عن السدى عن ابى صالح قال قالوا ان كان محمد صادقا فليصبح تحت راس كل رجل منا صحيفة فيها

Marfat.com

براء ۃ وامنۃ من النار وقیل کانوا یقولون بلغنا أن الرجل من بنی اسرائیل کان یصبح مکتوبا علی رآسہ ذنبہ و کفارتہ فاتنا بمثل ذلک۔

بل کلام سابق مضمون پر عطف ہے جو مقتضائے کلام ہے گویا کہ فرمایا جارہا ہے کہ کفار صرف اس تذکرہ ونصیحت کو کافی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس پر راضی ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ کھلے صحیفے دیے جائیں جو کتاب کی طرح پڑھے جاسکیں اور اس میں تحریر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد نوشتے ہوں جو آسمانوں میں تحریر کیے گئے ہوں جن کے ساتھ کسی بھی وقت فرشتے اتریں جو ان کے ہاتھوں میں نرم و تازہ کھجور کی طرح رکھ دی جائیں جو جس کے بعد وہ اور ان میں دوری ہے اور ایسا دو وجھوں سے ہے کہ بلاشبہ کفار نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر آپ کو پسند ہے کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو ہم میں سے ہر ایک کے لیے آسمان سے ایک ایک تحریر (نوشتہ) جہانوں کے پروردگار کی طرف سے فلاں بن فلان کے نام اس عنوان سے لے آؤ جس میں ہمیں آپ کے اتباع کا حکم ہو تو یہ آیت نازل ہوئی اور اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کا قول ذکر کیا ہے کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم پر نوشتہ نہ اترے جسے ہم بخوبی پڑھ لیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر ہم آپ پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے سدی سے بطریق ابی صالح روایت کی ہے کہ کفار نے کہا اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو ضرور صبح ہوتے ہی ہم میں سے ہر ایک شخص کے سرہانے صحیفہ موجود ہو جس میں دوزخ سے براءت وامان (لکھی) ہو اور ایک قول یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے جب کوئی صبح کرتا (صبح کو بیدار ہوتا) تو اس کے سرہانے ایک نوشتہ ہوتا جس میں اس شخص کے گناہ اور ان کے کفارات لکھے ہوتے تو ہمارے لیے بھی اسی کی مانند لائیں۔

اور صحف منشرہ سے مراد کھلے اور ظاہر نوشتے (تحریریں) ہیں۔

كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾

ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔

كَلَّا ہرگز نہیں ردع عن ارادتھم تلک وزجر لھم عن اقتراح الآیات۔ کفار کی ان خواہشوں پر ردع یعنی تنبیہ اور آیات الٰہیہ سے روگردانی پر كَلَّا بطور زجر ہے (ڈانٹ ہے)۔

بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔

فلذلک یعرضون عن التذکرۃ تو اس خوف وڈر کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن حکیم اور اس کے ارشادات سے منہ موڑتے ہیں اگر انہیں خوف ہوتا تو واضح نشانیوں اور معجزات کے بعد بھی یوں سرکشی نہ دکھاتے۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾

ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے۔

كَلَّا ہاں ہاں ردع لھم عن اعراضھم کفار کی روگردانی پر كَلَّا فرما کر انہیں تنبیہ کی گئی ہے۔

إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ بے شک وہ نصیحت ہے۔

ای القرآن او التذکرۃ السابقۃ یعنی قرآن حکیم یا وہ تذکرہ جس کا ذکر پیچھے گزرا یعنی قول باری تعالیٰ میں عن

التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ۔ مراد قرآن حکیم اور اس کے مواعظ وارشادات۔

فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾

تو جو چاہے اس سے نصیحت لے۔

فاء سبیہ ہے ای ان یذکرہ یعنی نصیحت وہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور اس کو پڑھے اور شَآءَ سے واضح ہے کہ قبول اور عدم قبول ہدایت کو بندے کے ارادے سے وابستہ کرنا گویا اسے مختار کرنا ہے کہ جس راہ چاہے چلے لیکن اصل میں یہ بھی معنوی طور پر ڈانٹ وانتباہ ہے۔ اور بعض نے کہا فاء تعقیب کا ہے یعنی روشن دلائل اور واضح معجزات کے بعد بھی اگر کوئی ہدایت قبول نہ کرے اور اطاعت نہ بجالائے تو گویا یہ کھلی سرکشی ہے اور ضلالت کا منشاء بندے کا نفس ہے جس پر چھوڑا جائے تو گمراہ ہی کرتا ہے۔

وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ ﴿۵۶﴾

اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت (بخشش فرمانا)

وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے۔

وھذا تصریح بان افعال العباد بمشیة اللہ عزوجل بالذات او بالواسطة ففیه رد المعتزلة۔ یعنی بندے اسی وقت نصیحت پذیر ہوں گے مگر جب اللہ چاہے۔ اور یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ بندوں کے افعال حق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت (ارادہ) کے ساتھ بالذات یا واسطے سے وابستہ ہیں اور اسی میں معتزلہ کا رد ہے جو بندے کے افعال کو مشیت الٰہی سے وابستہ نہیں مانتے تھے۔

هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وہی ہے ڈرنے کے لائق

حقیق بان یتقی عذابه ویومن به ویطاع حقیقت اللہ کی ذات پاک ہے کہ اس کے عذاب سے ڈرا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔

وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ ﴿۵۶﴾ اور اسی کی شان ہے بخشش فرمانا۔

حقیق بان یغفر جل وعلا لمن امن به واطاعه تو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی شان ہے کہ جو اس پر ایمان لائے اور اس کی فرماں برداری کرے تو وہ اس کی مغفرت وبخشش فرمادے اور گناہوں کی معافی عطا کرنا اسی ہی کی صرف اسی کی شان ہے۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو فرمایا تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ میں ہی اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے تو جو کوئی مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے تو میری شان یہ ہے کہ میں اسے بخش دوں۔

الحمد للہ آج سورت المدثر کی تفسیر تمام ہوئی۔

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ، ۵ نومبر ۱۹۹۲ء

سورۃ القیامۃ مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیات، ایک سو ننانوے کلمات اور چھ سو بانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔ سورۃ قیامہ۔ پ ۲۹

لَاۤ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾
روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔

وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿۲﴾
اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾
کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾
کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔

بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾
بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔

يَسۡـَٔلُ اَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾
پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔

فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ﴿۷﴾
پھر جس دن آنکھ چندھیا جائے گی۔

وَخَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۸﴾
اور چاند گہنا جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ۙ﴿۹﴾
اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَـئِذٍ اَيۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾
اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔

كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾
ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَـئِذِ اۨلۡمُسۡتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾
اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَـئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾
اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾
بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔

وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾
اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے۔ جب بھی نہ سنا جائے گا

لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾
تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دو۔

اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۖۚ﴿۱۷﴾
بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾
تو جب اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کا اتباع کرو۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾
پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے

Marfat.com

ذمہ ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝٢٠ — کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو

وَتَذَرُونَ الْاٰخِرَةَ ۝٢١ — اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝٢٢ — کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝٢٣ — اپنے رب کو دیکھتے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝٢٤ — اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝٢٥ — سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کیا جائے گا جو کمر کو توڑ دے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝٢٦ — ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝٢٧ — اور کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝٢٨ — اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝٢٩ — اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝٣٠ — اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

حل لغات رکوع اول۔ سورۃ قیامہ۔ پ ۲۹

لَآ۔ میں	اُقْسِمُ۔ قسم کھاتا ہوں	بِيَوْمِ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کی
وَ۔ اور	لَآ۔ میں	اُقْسِمُ۔ قسم کھاتا ہوں	بِالنَّفْسِ۔ نفس
اللَّوَّامَةِ۔ ملامت کرنے والے کی		اَ۔ کیا	يَحْسَبُ۔ خیال کرتا ہے
الْاِنْسَانُ۔ انسان	اَلَّنْ۔ یہ کہ ہرگز نہیں	نَّجْمَعَ۔ جمع کریں گے ہم	عِظَامَهٗ۔ اس کی ہڈیاں
بَلٰى۔ ہاں ہاں	قٰدِرِيْنَ۔ ہم قادر ہیں	عَلٰٓى۔ اوپر	اَنْ۔ اس کے یہ کہ
نُّسَوِّيَ۔ برابر کریں ہم	بَنَانَهٗ۔ اس کے پورے	بَلْ۔ بلکہ	يُرِيْدُ۔ چاہتا ہے
الْاِنْسَانُ۔ انسان	لِيَفْجُرَ۔ کہ بدی کرے	اَمَامَهٗ۔ اس کے سامنے	يَسْئَلُ۔ پوچھتا ہے
اَيَّانَ۔ کب ہوگا	يَوْمُ۔ دن	الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کا	فَاِذَا۔ تو جب
بَرِقَ۔ چندھیا جائے	الْبَصَرُ۔ آنکھ	وَ۔ اور	خَسَفَ۔ گہنا جائے
الْقَمَرُ۔ چاند	وَ۔ اور	جُمِعَ۔ جمع کردیا جائے	الشَّمْسُ۔ سورج
وَ۔ اور	الْقَمَرُ۔ چاند کو	يَقُوْلُ۔ کہے گا	الْاِنْسَانُ۔ انسان
يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	اَيْنَ۔ کہاں ہے	الْمَفَرُّ۔ بھاگنے کی جگہ	كَلَّا۔ ہرگز نہیں
لَا۔ نہیں ہے	وَزَرَ۔ کوئی پناہ	اِلٰى۔ طرف	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی ہے
يَوْمَئِذِ۔ اس دن	الْمُسْتَقَرُّ۔ ٹھہرنا	يُنَبَّؤُا۔ خبر دیا جائے گا	الْاِنْسَانُ۔ انسان

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	بِمَا۔ جو	قَدَّمَ۔ آگے بھیجا	وَ۔ اور
اَخَّرَ۔ پیچھے چھوڑا	بَلِ۔ بلکہ	الْاِنْسَانُ۔ انسان	عَلٰی۔ اوپر
نَفْسِهٖ۔ اپنے نفس کے	بَصِيْرَةٌ۔ دیکھنے والا ہے	وَّ۔ اور	لَوْ۔ اگرچہ
اَلْقٰی۔ ڈالے	مَعَاذِيْرَ۔ عذر	هٗ۔ اپنے	لَا۔ نہ
تُحَرِّكْ۔ حرکت دے	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	لِسَانَكَ۔ اپنی زبان کو	لِتَعْجَلَ۔ تاکہ تو جلدی کرے
بِهٖ۔ اس کے ساتھ	اِنَّ۔ بے شک	عَلَيْنَا۔ ہمارے ذمہ ہے	جَمْعَهٗ۔ اس کا جمع کرنا
وَ۔ اور	قُرْاٰنَهٗ۔ اس کا پڑھانا	فَاِذَا۔ تو جب	قَرَاْنٰهُ۔ ہم اس کو پڑھ لیں
فَاتَّبِعْ۔ تو پیچھے لگو	قُرْاٰنَهٗ۔ اس کے پڑھنے کے	ثُمَّ۔ پھر	اِنَّ۔ بے شک
عَلَيْنَا۔ ہمارے ذمہ ہے	بَيَانَهٗ۔ اس کا بیان کرنا	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	بَلْ۔ بلکہ
تُحِبُّوْنَ۔ پسند کرتے ہو تم	الْعَاجِلَةَ۔ دنیا کو	وَ۔ اور	تَذَرُوْنَ۔ چھوڑتے ہو
الْاٰخِرَةَ۔ آخرت کو	وُجُوْهٌ۔ کئی چہرے	يَّوْمَئِذٍ۔ اس دن	نَّاضِرَةٌ۔ تروتازہ ہوں گے
اِلٰی۔ طرف	رَبِّهَا۔ اپنے رب کی	نَاظِرَةٌ۔ دیکھتے ہوں گے	وَ۔ اور
وُجُوْهٌ۔ کئی چہرے	يَّوْمَئِذٍ۔ اس دن	بَاسِرَةٌ۔ بگڑے ہوں گے	تَظُنُّ۔ خیال کریں گے
اَنْ۔ یہ کہ	يُّفْعَلَ۔ کیا جائے گا	بِهَا۔ ان کے ساتھ	فَاقِرَةٌ۔ کمر توڑنے والا معاملہ
كَلَّا۔ ہرگز نہیں	اِذَا۔ جب	بَلَغَتِ۔ پہنچے گی جان	التَّرَاقِيَ۔ ہنسلی کو
وَ۔ اور	قِيْلَ۔ کہا جائے گا	مَنْ۔ کون ہے	رَاقٍ۔ جھاڑ پھونک کرنے والا
وَّ۔ اور	ظَنَّ۔ سمجھ لے گا	اَنَّهُ۔ کہ بے شک	الْفِرَاقُ۔ اب فراق ہے
وَ۔ اور	الْتَفَّتِ۔ لپٹ جائے گی	السَّاقُ۔ پنڈلی	بِالسَّاقِ۔ پنڈلی سے
اِلٰی۔ طرف	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی ہے	يَوْمَئِذِنِ۔ اس دن	الْمَسَاقُ۔ ہانکنا

سورۃ القیامۃ

سورت القیامۃ مکی ہے اور اسے سورۃ لَآ اُقْسِمُ بھی کہا جاتا ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں قراء کوفہ کے سوا باقی قراء کے نزدیک انتالیس آیات ہیں اور یہ اختلاف لِتَعْجَلَ بِهٖ والی آیت کے بارے میں ہے کہ وہ ملحق ہے یا اگلی آیت میں شامل ہے اور بِهٖ پر وقف تام نہیں ہے۔ سورت المدثر کے آخر میں جنت اور دوزخ کے ذکر کے بعد اشارہ ہوا تھا كَلَّا ۚ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور کفار کو آخرت کا خوف نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ وہ بعث (مرنے کے بعد کی زندگی) کے منکر تھے تو اس سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے باتمام وجوہ دلائل آخرت اور قیامت کی خصوصیات اور احوال اور اس کی ہولناکیوں کا مہتم بالشان ذکر فرمایا ہے پھر ابدانِ انسانی سے ارواح کے نکلنے پھر ابتدائے خلقت سے قبل کے امور واحوال کا بیان واقعی ترتیب کے خلاف بیان کیا ہے جو پچھلی سورت سے خصوصی تعلق رکھتا ہے اور ربط و مطالب قرآن میں ایک اہم حکیمانہ اور مدلل انداز ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ قیامہ۔پ ۲۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ‏ ﴿۱﴾ وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ؕ‏ ﴿۲﴾ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ‏ ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ‏ ﴿۴﴾

روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔کیا آدمی یہ کہتا ہے کہ ہم ہر گز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ‏ ﴿۱﴾ روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔

جمہور کی قرأت لَاۤ اُقۡسِمُ ہے اور لَاۤ زائد ہے اور بعض کا قول ہے لَاۤ کا ادخال نافیہ ہے جو فعل قسم کی ایک صورت **الاوتلوم نفسها يوم القيامة**۔ اچھے اور برے نفسوں میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو روز قیامت کو ملامت کرے گا ان **عملت خيرا قالت كيف لم ازد منه وان عملت شرا قالت ليتني قصرت** اگر اس نے اچھائیاں کی ہوں گی تو کہے گا کہ میں نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر خرابیوں کا مرتکب ہوگا تو کہے گا کاش یہ کم واقع ہوتیں۔البتہ بعض علماء نے کہا یہ تفسیر لام جنسی کے تحت ہر نفس کے لیے کی گئی ہے لیکن صواب یہ ہے کہ مراد وہ نفس ہے جو مطیع وفرماں بردار ہونے کے باوصف خود کو ملامت کرے۔ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ جب سے وہ جنت سے الگ ہوئے وہ پیہم اپنے نفس کو اس فعل پر جو جنت سے علیحدگی کا باعث ہوا، ملامت کرتے رہے۔صوفیہ کرام کا فرمان ہے کہ نفس لوامہ، نفس امارہ کے اوپر اور نفس مطمئنہ کے نیچے ہے اور نفس امارہ کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ اس نفس کا میلان طبیعت بدنیہ سے ہے اور **تامر باللذات والشهوات الحسية وتجذب القلب الى الجهة السفلية** یہ نفس محسوس لذتوں اور شہوتوں (خواہشات،مرغوبات) کا حکم دیتا ہے اور دل کو ان سفلی اطراف کی جانب (کمینہ اور بے ہودہ طور طریقوں میں مشغول ہونے کی) تحریک پیدا کرتا اور ابھارتا ہے۔اور صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ نفس تمام خباثتوں اور شرارتوں کی اصل اور گندے فحش اور برے (رذیلہ) اخلاق کا منبع ہے اور نفس لوامہ کی تعریف میں صوفیہ کا کہنا ہے **هي التي تنورت بنور القلب قدر ما تنبهت عن سنة الغفلة فكلما صدر عنها سيئة بحكم جبلتها الظلمانية اخذت تلوم نفسها ونفرت عنها**۔ یہ وہ نفس ہے کہ قلبی نورانیت سے اس قدر روشن ہوتا ہے جس قدر اسے غفلت میں گزری ہوئی عمر پر انتباہ ہوتا ہے (آگاہی ہوتی ہے) پھر جبلی تاریکیوں کے تقاضوں کے تحت جس قدر گناہ اور برائیاں اس سے سرزد ہوئی ہوتی ہیں ان پر نگاہ کر کے اس کے نفس کو ملامت پکڑتی ہے اور وہ اپنے ان کرتوتوں پر خود سے نفرت کا اظہار کرتا ہے یعنی بشدت ندامت وخجالت محسوس کرتا ہے اور نفس مطمئنہ کی تعریف میں کہتے ہیں کہ یہ وہ نفس ہے کہ نورانیت قلبی سے مکمل جگمگا اٹھتا ہے یہاں تک کہ اس سے تمام بری عادات چھوٹ جاتی ہیں اور اس میں اخلاق جلیلہ اور اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ تمام طبیعی منازعات (آلائشوں جھگڑوں) سے سکون پاتا ہے اور ان کے اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔جن اصحاب نے نفس لوامہ کے بارے میں کہا کہ وہ ہی مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کو ملامت کرتا ہے تو ان کی مراد نفس لوامہ سے یہی ہے یعنی نفس مطمئنہ ہی نفس لوامہ ہے اور تاکید قسم کے لیے کلام عرب میں مشہور ہے امرء القیس کا شعر ہے

Marfat.com

لا وابیک ابنة العامری لا یدعی القوم الي أفر

ابنة العامری تیرے باپ کی قسم قوم کبھی بھی نہ کہے گی کہ میں بھگوڑا (بھاگ جانے والا) ہوں۔ جار اللہ زمخشری کے قول کا خلاصہ ہے کہ لفظ لَآ یہاں خلال الکلام میں واقع ہوا (ضرورت کلام اور حسن کلام کے طور پر واقعہ ہوا ہے) جس طرح قول باری ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ تو یہ صلہ ہے جو تاکید قسم کو زیادہ کرتا ہے اور اس کی مثل کلام الٰہی میں ہے لِئَلَّا يَعْلَمَ اور یہ تاکید علم کے لیے یعنی ضرور جان لے۔ بعض قراء نے لاقسم پڑھا ہے تو اس قرأت پر لام تاکید کے معنی دے گا۔ والمراد انه لا یعظم بالقسم لانه فی نفسه عظیم یعنی قیامت قسم کے ذکر کے ساتھ عظیم و بزرگ نہیں بلکہ قیامت اپنی حیثیت ووقوع ہی کے اعتبار سے بہت شرف و تعظیم والی ہے۔

وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔

لا زائد ہے اور بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''لا'' یہاں بھی تاکید قسم کے لیے جیسا کہ فعل قسم پر اہل عرب ''لا'' تاکید کے لیے بولتے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فعل قسم پر نفی کا مطلب ہے کہ آئندہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ روشن، واضح ہے اور اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا النفس اللوامة میں لام جنسی ہے اور مراد ہے ہر نفس اور اس میں اچھے برے اور مومن و کافر کی تخصیص نہیں ہے ایک قول ہے:

''هی النفس المتقیة التی تلوم النفس یوم القیامة علی تقصیرهن فی التقوی''۔

یہ وہ نفس ہے جو پرہیزگار ہے اور قیامت کے روز خود کو پرہیزگاری کے امور میں کوتاہیوں اور قصوروں پر خود کو ملامت کرے گا۔

قراء کا قول ہے کہ حشر کے روز اچھے اور برے مومن و کافر بھی اپنے نفس کو ملامت کریں گے یعنی نیک اس لیے کہ اس نے اچھائیوں میں سعی و مبالغہ کیوں نہ کیا اور بد اپنی برائیوں پر خود کو ملامت کریں گے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نفس لوامہ سے مراد نفس مومن اور مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نفس کافر مراد ہے کہ دونوں اپنے حال کے مطابق جب دیکھیں گے تو خود کو کوتاہیوں، قصوروں کے حوالے سے ملامت کریں گے۔ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا لیس من نفس برة ولا فاجرة اور علماء تصوف کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ نفس کے سات مرتبے ہیں جس میں سے تین یہ ہیں۔ اور ان کی باتیں منازل سلوک میں انتہائی نفیس ہیں تو جسے شوق ہو صوفیہ کی کتب اور ان کے کلام میں غور و فکر کرے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

والمراد بالانسان الجنس والهمزة لانکار الواقع واستقباحه والتوبیخ علیه۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے اور ہمزۂ استفہام انکاری ہے جو اس پر بطور زجر و توبیخ ہے۔ جنس انسان میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حیات بعد الموت کا منکر کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ ال عہدی ہے جس سے مراد خاص شخص ہے اور وہ شخص عدی بن ربیعہ ہے جو اخنس بن شریق کا داماد تھا اور یہ دونوں وہ شخص ہیں جن کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: اللهم اکفنی جاری السوء اے پروردگار! مجھے میرے برے پڑوسی سے بچا۔ ایک قول ہے کہ الْإِنسَانُ سے مراد ابوجہل لعین ہے اور مروی ہے کہ وہ بکا کرتا تھا کہ محمد ﷺ شاید یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیوں کو دوبارہ اکٹھا کرے گا اور دوبارہ زندہ اٹھائے گا تو

یہ آیت نازل ہوئی۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ کیوں نہیں ہم قادر ہیں ای لجمعها بعد تفرقها ورجوعها ریما فی بطون البحار و فسیحات القفار وحیث ما کانت حال کوننا۔ یعنی ہم ہڈیوں کے بکھرنے کے بعد اور دریاؤں کے اندر اور زمین کے مختلف گوشوں ٹکڑوں (جگہوں) میں ان کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد اور جہاں کہیں بھی وہ ہوں انہیں اس حالت کے باوصف دوبارہ جمع کرنے اور زندہ کرنے پر ضرور قدرت رکھتے ہیں اور کریں گے۔

عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

بَنَانَهٗ یہ اسم جنس جمع ہے اور اس کا واحد بنانة ہے اور امام راغب رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر ''اصابع'' سے کی ہے۔ یعنی انگلیاں ہیں اور قاموس میں ہے البنان الاصابع او اطرافها بنان سے مراد انگلیاں یا ان کی پوریں ہیں۔ وقیل المعنی بل نجمعها ونحن قادرون علی ان نسوی اصابع یدیه ورجلیه أن نجعلها مستوية شیئاً واحدا کخف البعیر وحافر الحمار ولا نفرق بینها فلا یمکنه ان یعمل بها شیئا مما یعمل باصابعه المفرقة ذات المفاصل والانامل من فنون الاعمال والبسط والقبض والتأتی لما یرید من الحوائج اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو ضرور جوڑیں گے (اکٹھا کریں گے اور ہم اس پر مکمل قدرت رکھتے ہیں کہ ہم انسان کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو درست بنادیں اور یہ کہ ہم انہیں اونٹ کے پاؤں یا گدھے کے کھر (پاؤں) کی طرح برابر بنادیں اور اس کے درمیان تفریق نہ کریں تو اس سے کسی بھی کام کا کرنا ممکن نہ رہے جسے وہ الگ الگ انگلیوں کے ساتھ جو جوڑوں اور پوروں والی ہیں، بآسانی کرسکتا ہے اور کام کرتے وقت کھول اور بند کرسکتا ہے اور جس طرح چاہے بوقت ضرورت لاسکتا ہے۔ عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن عباس علیہم الرضوان سے یہی مروی ہے اور ایک قول ہے لعل المراد نجمعها ونحن قادرون علی التسوية وقت الجمع شاید اس سے مراد یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑیں گے اور ہم جوڑتے وقت ان کے درست بنانے پر خوب قدرت رکھتے ہیں۔ جب معمولی پورے جوڑنے پر ہمیں قدرت ہے تو بڑی بڑی ہڈیوں کا جوڑنا تو اس سے آسان ہے اور ہمیں ان پر بڑھ کر قدرت ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶

بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔

بَلْ، اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ پر عطف ہے اور اضرابی ہے یعنی سوال سے رخ موڑ کر دوسری بات کا بیان ہے یعنی انسان بعث کا انکار شبہہ اور دلیل کے نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کرتا جب کہ نہ ہی شبہہ کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دلائل کی کمی، مگر اس کے باوصف وہ سوال بھی کرتا ہے اور اپنی بدی پر ڈٹ کر بطور تمسخر و مذاق پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا (ای متی یکون) یعنی اندر سے سمجھتا ہے کہ نہیں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ آدمی قیامت اور حساب و کتاب (جزا و سزا) کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ ایسا ہونے والا ہے گویا کہ اس کے سامنے ہے۔ اَمَامَهٗ سے مراد پیش آنے والا دن یعنی قیامت ہے اور یفجر کا مطلب ہے یکذب یعنی جھٹلاتا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد امیدوں کا باندھنا ہے کہ یوں

Marfat.com

یوں کروں گا اور اسے موت بھول جاتی ہے۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ﴿۹﴾

پھر جس دن آنکھ چندھیا جائے گی اور چاند گہنا جائے گا اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ پھر جس دن آنکھ چندھیا جائے گی۔

تحیر فزعا واصله من برق الرجل اذا نظر الی البرق فدهش بصره ومنه قول ذی الرمة ۔

ولو ان لقمان الحکیم تعرضت لعینیه هی سافر کاد یبرق

دہشت زدہ ہو کر گھبرانا اور اس کی اصل یہ ہے کہ جس طرح آدمی بجلی کی چمک دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کیفیت کو اہل عرب "برق الرجل" کہتے ہیں کہ آدمی کا حیران و دہشت زدہ ہونا کہ وہ دیکھ ہی نہ پائے اور اسی عنوان سے ذی الرمۃ کا شعر ہے۔

اور اگر لقمان حکیم کی دونوں آنکھوں کے سامنے وہ (محبوب)

بے پردہ سامنے آجائے تو قریب ہے کہ وہ حیران و ششدر رہ جائے

(دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائے اور کھو جائے اور معشوق کے حسن و جمال کی چکا چوند اسے دیکھنے کے قابل ہی نہ چھوڑے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حقائق منکشف ہوں گے جنہیں کفار دنیا میں جھٹلاتے رہے تو وہ انہیں دیکھتے ہی حیران و دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کا یہ حال بوقت موت ہوگا اور اس کی آنکھیں موت کا مشاہدہ کرتے ہی بے نور اور متحیر ہو جائیں گی۔

وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ اور چاند گہنا جائے گا۔

ای ذهب ضوءه یعنی چاند کی روشنی اور چمک زائل ہو جائے گی۔ یا جس طرح گرہن کے وقت سیاہ اور بے نور نظر آتا ہے مکمل اسی طرح تاریک اور بے نور ہو جائے گا۔

وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ﴿۹﴾ اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔

حیث یطلعهما الله تعالیٰ من المغرب علی ماروی عن ابن مسعود۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں کو مغرب سے طلوع کرے گا۔ ایک قول ہے یجمعان اسودین مکورین کانهما ثوران عقیران فی النار دونوں سیاہ و تاریک ہو کر اکٹھے ہوں گے لپیٹے ہوئے گویا کہ دونوں کٹ کر (ٹوٹ کر) آگ میں بھڑکتے بگولے ہیں۔ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: یجمعان ویجعلان فی نور الحجب دونوں اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ دونوں نور حجاب میں رکھے جائیں گے۔ اور ایک قول ہے کہ دونوں جمع کیے جائیں گے جس کی وجہ سے لوگوں پر شدت کی گرمی اور پسینہ لاحق ہوگا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بے نور ہو کر جمع ہوں گے۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے عطاء ابن یسار رحمہم اللہ سے روایت کی ہے یجمعان ثم یقذفان فی البحر فیکون نار الله الکبریٰ وتوسعة الجو او تصغیرهما مما لایعجز الله عزوجل واحوال القیامة علی خلاف النمط الطبیعی وحوادثه امور وراء الطبیعة چاند سورج دونوں جمع ہوں گے پھر سمندر

میں پھینکے جائیں گے تو وہ سمندر اللہ کی طرف سے بہت بڑی آگ ہو جائے گا اور سمندر وسیع ہو جائے گا یا دونوں چاند اور سورج چھوٹے ہو جائیں گے اور کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس پر قادر نہ ہو اور قیامت کے احوال قدرتی اور فطرتی طریقہ پر نہیں اور اس میں ہونے والے حادثات فطری امور سے ماوراء شے ہیں۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ⑩ كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ⑫

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔ ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اس دن آدمی کہے گا۔

یوم اذا تقع هذه الامور یعنی اس روز جب یہ سارے امور (جن کا اوپر تذکرہ ہوا) واقع ہوں گے تو انسان کہے گا انسان سے مراد کافر ہیں۔ اور وہی یہ کہیں گے۔ یوم سے مراد روز قیامت ہے۔

اَيْنَ الْمَفَرُّ ⑩ کدھر بھاگ جاؤں۔

ای الفرار یئسا منه۔ یعنی اس حالت سے مایوس ہو کر کہیں گے کہ کدھر بھاگ جائیں کہ اس دہشت و کیفیت سے خلاصی ملے۔

كَلَّا ہرگز نہیں۔

ردع عن طلب المفر وتمنیه کفار کی فرار کی خواہش اور اس کی آرزو پر بازداشت اور زجر ہے۔

لَا وَزَرَ ⑪ کوئی پناہ نہیں۔

ای لا ملجا یعنی بچنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ وَزَرَ وِزْرٌ سے مشتق ہے وهو الثقل اور اس کے معنی ہیں بوجھ یعنی اس دہشت و حالت سے بچنے کے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ⑫ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

ای الیه جل وعلا وحده استقرار العباد ای لا ملجأ ولا منجی لهم غیره عزوجل یعنی بندوں کے لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ حق سبحانہ وتعالیٰ وحدہ لاشریک کی طرف ہوگی یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی پناہ دینے والا اور کوئی خلاصی ورہائی دینے والا ہرگز نہ ہوگا اور ساری مخلوق اسی کے حضور حاضر ہوگی۔ اور جزا و سزا اسی ہی کی مشیت وحکم سے ہوگی۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬

اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ آدمی کو جتا دیا جائے گا۔

ای یخبر یعنی آدمی کو خبر دی جائے گی اور اسے مطلع کر دیا جائے گا۔

يَوْمَىِٕذٍ اس دن۔

ای عند وزن الاعمال یعنی اعمال تلنے کے وقت جیسا کہ اکثر مفسرین کرام سے منقول ہے۔ اور بعض کے نزدیک حشر کے دن ایسا ہوگا جب اعمالنامے انہیں تھمائے جائیں گے۔

بِمَا قَدَّمَ وہ جو اگلا تھا (آگے کے لیے کیا تھا)

Marfat.com

ای بما عمل من عمل خیر کان اوشر فیثاب بالاول ویعاقب علی الثانی۔ یعنی جو کام اس نے بھلائی کے کاموں سے کیے تھے یا برائی وبدی کے تو عمل خیر پر اسے ثواب دیا جائے گا اور عملِ شر پر اس کو سزا دی جائے گی۔

وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ اور پچھلا۔

ای ترک ولم یعمل خیرا کان اوشرا فیعاقب بالاول ویثاب بالثانی یعنی جو چھوڑ دیا اور نہ کیا خواہ وہ بھلائی کے امور تھے یا برائی کے تو عمل خیر کے نہ کرنے پر اور اس کے ترک پر سزا دیے جائیں گے اور عمل شر کے ترک اور نہ کرنے پر ثواب عطا ہوگا۔ مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ کا قول ہے کہ قَدَّمَ سے مراد پہلا عمل اور اَخَّرَ سے مراد آخری عمل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے قَدَّمَ سے مراد اطاعت الٰہی کے امور کی بجا آوری اور اَخَّرَ سے مراد امور اطاعت کا ترک وضیاع ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان نے جو کچھ بھی کیا ہوگا اسے اس پر ظاہر کر دیا جائے گا اور وہ اپنے کاموں اور کرتوتوں کو دیکھ لے گا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾

بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے (جب بھی نہ سنا جائے گا)

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔

ای حجۃ بینۃ واضحۃ علی نفسہ شاھدۃ بما صدر عنہ من الاعمال السیئۃ۔ یعنی انسان اپنے نفس پر خود روشن ثبوت اور واضح حجت ہوگا اور اس پر گواہ ہوگا جو اس سے برے اعمال وغیرہ میں سے صادر ہوئے تھے۔ یہ جملہ حالیہ ہے الْاِنْسَانُ مبتدا اور عَلٰى نَفْسِهٖ بتقدیر اعمال بَصِيْرَةٌ کے ساتھ متعلق ہے اور بَصِيْرَةٌ خبر ہے اور ''حجت بینۃ الواضحۃ'' سے مجاز ہے۔ یا بَصِيْرَةٌ بمعنی بینۃ یعنی دلیل، ثبوت ہے۔ تو مفہوم یہ ہوگا ای جوارحہ علی نفسہ بصیرۃ ای شاھدۃ یعنی انسان کے اپنے اعضاء وجود اس کے نفس پر حجت اور گواہ ہوں گے۔ اور بَصِيْرَةٌ میں تاء مبالغہ کی ہے جس سے مراد ہے اچھی طرح دیکھنے والا۔ اور عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس مفہوم کو یہ آیت قرآن ہی کافی ہے كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا یہاں نفس سے مراد وجود انسان ہے اس کے اعضاء وجوارح ہیں اور بصیرت، نفس کی صفت یا خبر ہے۔

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ اور اگر اپنے سب بہانے لا ڈالے۔

ای ولو جاء بکل معذرۃ یمکن أن یعتذر بھا عن نفسہ یعنی اگر چہ وہ سب بہانے معذرتیں جو اس کے پاس ممکن ہوسکیں سبھی لا ڈالے کہ ان کے ذریعے اپنے نفس کے حق میں اور اعمال چھپانے کے لیے بہانے بنائے یا پردہ ڈالنے کی سعی کرے یا جھگڑے، کوئی بات فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی سنے جائیں گے۔ اگر وہ ایسا کرے بھی تو اس کا نفس اسے خود جھٹلا دے گا اور اس کا جھوٹ چھپ نہ سکے گا لہٰذا کوئی حیلہ سودمند نہ ہوگا قرآن حکیم میں یہی بات دوسری جگہ فرمائی گئی لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ۔ کہ اس روز ظالموں کی معذرت انہیں نفع نہ دے گی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ تم قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

بِهٖ میں ضمیر قرآن پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ سیاق آیت سے ظاہر ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کی شدت کی وجہ سے جلد جلد پڑھتے اور اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو جلد جلد حرکت دیتے اس خوف سے کہ نازل شدہ آیات سے کچھ حصہ یاد سے رہ نہ جائے تو یہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ نازل ہوئی پھر اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ صرف سنتے تھے اور ایک روایت میں اطرق فاذا ذھب قرء آیا ہے یعنی جبریل علیہ السلام کی قرأت کے بعد خود پڑھتے۔ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے ای لا تحرک بالقرآن لسانک عند القاء الوحی من قبل أن یقضی الیک وحیه یعنی آپ قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے اس وقت اپنی زبان مبارک کو جلد جلد حرکت نہ دیں جب کہ وحی القاء ہو رہی ہو اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کا اترنا تمام ہو جائے تا کہ آپ کو قرأت و یادداشت میں دشواری نہ ہو اور آپ پر مشقت کا یہ بار حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور نہیں ہے امام شعبی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔

لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ تا کہ تم یاد کرنے میں جلدی کرو۔

ای لتاخذه علی عجلة مخافة ای ینفلت منک یعنی اس لیے کہ آپ وحی کو یاد کرنے کے لیے اس خوف سے عجلت نہ فرمائیں کہ آپ سے حفظ میں اس سے کچھ رہ نہ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یونہی منقول ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ بے شک اس کا محفوظ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

فی صدرک بحیث لایذھب علیک شیء من معانیه یعنی آپ ﷺ کے سینۂ پاک میں اس طرح جمع اور محفوظ کرنا کہ اس کے متن و معانی سے آپ سے کچھ چھوٹے ہی نہیں، ہمارے ذمہ ہے۔

وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اور اس کا پڑھانا۔

ای اثبات قراءته فی لسانک بحیث تقراه متی شئت فالقرآن ھنا وکذا فیما بعد مصدر کالرجحان بمعنی القراءة یعنی قرآن حکیم کی قرأت کو آپ کی زبان میں جس طرح اور جب بھی آپ اسے پڑھیں ثابت کر دینا یعنی اس کا پڑھانا اور جاری و رواں کرانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے تا کہ ادائے رسالت میں آپ کو قوت و مضبوطی حاصل ہو اور بار مشقت نہ ہو۔ اور قرآن یہاں اور اسی طرح اس کے بعد بطور مصدر آیا ہے جس طرح کہ رجحان بمعنی القراءت (پڑھنا، پڑھانا) ہے اور ایک قول ہے کہ ای تالیفه یعنی اس کا پڑھنا آپ کی تالیف موافقت یا (دوستی یا مانوس کرنے) کے لیے ہے۔ اور ایک قول ہے تالیف کا معنی ہے ای حفظه فی حیاتک یعنی اس کا محفوظ کرنا آپ کی زندگی میں ہوگا و تالیفه علی لسانک اور اس کی تالیف (موافقت) آپ کی زبان پر جاری ہونا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾

تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کا اتباع کرو۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں۔

ای انما قرأنه علیک بلسان جبریل علیه السلام المبلغ عنا۔ یعنی جب ہم حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے جو ہماری طرف سے پہنچانے والے ہیں آپ پر اس کو پڑھنا پورا کر لیں۔ قرأنا میں نون عظمت کا ہے اور ایک

Marfat.com

قول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرأت جبریل کو اپنی قرأت قرار دینا مجازاً ہے اس لیے کہ وہ قاصد وحی تھے۔

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ تب اس پڑھے ہوئے کا اتباع کرو۔

فکن مقفیاله لا مباریا وقیل فاذا قرأنه فاتبع بذهنک حتی یرسخ تو تم ہماری اس کی قرأت کے بعد پڑھو اور اس کے دوران نزول میں نہیں۔ اور ایک قول ہے پھر اس کا اتباع کرو تاکہ تمہارے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ وحی کی قرأت اطمینان و توجہ کے ساتھ سماعت فرماتے اور پھر اتمام وحی (قرأت کے پورا ہونے) کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔ قرأت قرآن سیکھنے میں اب تک یہی معمول ہے کہ پہلے استاد پڑھے جب وہ پڑھ چکے تو پھر متعلم پڑھے اور استاد و شیخ کی قرآت کے دوران میں نہ پڑھے۔

قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے **ای فاتبع فی الاوامر والنواھی قرانه** یعنی تلاوت میں جو اوامر و نواہی پڑھے گئے ان کا اتباع فرمائیے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾

پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

ای بیان ما اشکل علیک من معانیه و احکامه

یعنی قرآن حکیم کے معانی اور اس کے احکامات میں سے کچھ اشکال ہو تو اس کا بیان اور وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ثُمَّ کے لفظ سے واضح ہے کہ نزول آیات یا خطاب کے وقت اگر وضاحت نہ کی جائے تو کچھ دیر بعد اس سے مراد بیان ہو یا بوقت ضرورت اطلاع ہو تو جائز ہے۔ قاضی ابو الطیب وغیرہ سے یہی منقول ہے۔ بعض کا قول ہے کہ بیان سے مراد اظہار ہے اور مجمل بیان نہیں ہے اور بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا **ثم ان علینا ان نبینه بلسانک**۔ پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے (قرآن حکیم) آپ ﷺ کی زبان سے بیان (واضح) فرمائیں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

کوئی نہیں بلکہ اے کافرو! تم خواہشات دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

كَلَّا کوئی نہیں حرف ردع (بازداشت، انتباہ) ہے اور طیبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ قول باری تعالیٰ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ سے متصل ہے اس لیے اس جنس انسان سے خطاب ہے جو قیامت کا انکار کرتی ہے یا اپنے کرتوتوں پر عذر تراشی کرے گی یعنی کفار۔ تو کفار کو ڈانٹ ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عجلت کے ترک اور آیات الٰہی کے قرأت و اتباع کی مزید رغبت و محبت کے لیے ارشاد ہے۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔

الْعَاجِلَةَ کا معنی ہے وہ شے جو فوراً حاصل ہو، ایک قول ہے کہ اس سے مراد حب دنیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد خواہشات دنیوی کی محبت ہے جن کا نفع جلدی حاصل ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کو خطاب ہے کہ تمہیں دنیا محبوب ہے ایک

Marfat.com

قول ہے کہ سب کو عمومی خطاب ہے گویا کہ فرمایا جارہا ہے بل انتم یابنی ادم لما خلقتم من عجل وجبلتم علیه تعجلون فی کل شیٔ ولذا تحبون العاجلة وتذرون الاخرة بلکہ اے اولاد آدم! جب کہ تم عجلت میں پیدا کیے گئے ہو اور وہ تمہاری یہی جبلت وعادت ہوگئی کہ تم ہر ایک چیز میں جلدی کرتے ہو تو اسی لیے تم جاری امور سے محبت رکھتے ہو اور تم آخرت کو چھوڑتے ہو۔ ایک قول ہے کہ سید المخاطبین ﷺ کو خطاب ہے مگر مراد عام یعنی سب لوگ ہیں اور دنیا کی محبت اور ترک آخرت پر بازداشت ہے۔

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

تَذَرُوْنَ میں انسانوں کی اسی جنس کو خطاب ہے جو دنیا پسند ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ تم دنیاوی رغبتوں میں پڑ کر آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ قیامت وآخرت حق ہے اور اس روز کوئی عذر تراشی سودمند نہ ہوگی۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے۔

ای وجوه کثیرة وھی وجوه المومنین المخلصین یوم اذ تقوم القیامة بھیئة متھللة من عظیم المسرة یشاھد علیھا نضرة النعیم۔ یعنی بہت سے چہرے اور وہ مخلص مومنوں کے چہرے ہوں گے اس دن جب کہ قیامت قائم ہوگی تروتازہ، شگفتہ اور نورانی ہوں گے اور انتہائی بڑی خوشی کے ساتھ (اللہ کی) ان نعمتوں ومہربانیوں پر کھلے ہوں گے۔ وُجُوْهٌ وَجْهٌ کی جمع ہے اور نکرہ وارد ہوا ہے۔ ایک قول ہے کہ وُجُوْهٌ مبتدا ہے اور مضاف الیہ محذوف ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے خاص چہرے یا اہل ایمان وتقویٰ کے چہرے اور اگر صفت محذوف ہے تو مراد ہوگا بہت سے چہرے۔ اور مبتداء بدوں تخصیص کے نہیں ہوتا لہٰذا وُجُوْهٌ مبتدا نہیں اور نہ ہی نَاظِرَةٌ اس کی خبر ہے، ایک قول ہے کہ کلام سے مراد دراصل یوں ہے: وجوه منھم یعنی لوگوں میں سے بعض چہرے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ مومنین متقین کے چہرے۔

اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ اپنے رب کو دیکھتے۔

انھا تراه تعالیٰ مستغرقة فی مطالعة جماله بحیث تغفل عما سواه و تشاھده تعالیٰ علی مایلیق بذاته سبحانه۔ وہ چہرے حق سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھتے ہوں گے اس کے جمال پاک کے مطالعہ میں ماسوائے بالکلیہ غافل ہو کر مستغرق ہوں گے اور مشاہدہ کریں گے ذات کریم کا جس طرح اللہ پاک کی شان کے لائق ہے۔ یہ آیت آخرت میں مومنین کے دیدار الٰہی پر دلالت کر رہی ہے۔ اور یہ دیدار بے کیف اور بدوں جہت ہوگا۔ دیدار الٰہی پر تفصیلی بحث سورۃ الاعراف اور سورۃ النجم میں گزر چکی۔ صحیحین میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا بلاشبہ تم اپنے پروردگار کا اسی طرح دیدار کرو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ طبرانی میں حسن اور ابن عباس علیہم الرضوان سے دونوں سے الگ الگ مروی ہے کہ جنتی لوگ ہر جمعہ کو دیدار الٰہی سے سرفراز ہوں گے۔ رویت باری کے ممکن ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے اگرچہ دنیا میں نہ ہو۔ خوارج اور معتزلہ وغیرہ رویت باری کے منکر ہیں اور وہ دلائل عقلی کی بنا پر نفی کرتے ہیں لیکن ہمارا اہل سنت کا کہنا ہے کہ یہ تمام شرائط (دلائل عقلی جیسے جہت، قرب وبعد، جسم وکثافت وغیرہ) اشیاء

Marfat.com

مادی سے متعلق ہے اور ذات باری تعالیٰ ان امور سے منزہ ہے کہ اس پر امور مادیہ کا اطلاق کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کی صراحت و اثبات رویت کے بعد یہ عقل بازی عبث اور بے باکی ہے۔ بعض علماء نے اِلٰی رَبِّہَا میں اِلٰی (حرف جار) کی رَبِّہَا (مجرور) پر تقدیم حصر کا فائدے دے رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ چاہے گا تو اہل جنت اس کے دیدار میں مشغول و منہمک ہوں گے۔ اور نعماء جنت وغیرہ یا کسی اور طرف ملتفت نہ ہوں گے۔ رویت باری تعالیٰ لوگوں کے حال و مقام کے موافق ہوگی بعض کے لیے دوامی اور بعض کے لیے کبھی کبھار ہوگا اور ہمہ وقت اس نعمت سے سرفرازی انبیاء اور مقربین خواص و صالحین کے لیے ہوگی واللہ اعلم۔ **اللھم ارزقنا رؤیۃ جمالک الکریم بحرمۃ نبیک الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔**

وَوُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

وَوُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔

وُجُوْهٌ سے مراد کفار کے چہرے ہیں۔

ای شدیدۃ العبوس وباسل یعنی کفار کے چہرے سخت تیوارئے (بگڑے) اور سیاہ کالے، غمزدہ مایوس ہوں گے۔

تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کیا جائے گا جو کمر کو توڑ دے۔

ای داھیۃ عظیمۃ تقصم فقار الظھر من فقرہ اصاب فقارہ یعنی ایسی شدید وسخت اور بڑی آفت ہوگی جس کی شدت ضرب سے ان کی ریڑھ کی ہڈی سے مہرے ٹوٹ جائیں گے اور اس مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور شدت عذاب اور ہولناک مصائب میں مبتلا ہوں گے۔ اور کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دیدار الٰہی سے محرومی ہوگی اور جان جائیں گے کہ اب ان کے ساتھ وہ ہونے والا ہے جو ان کی کمر توڑ دے گا۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ وَقِیْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ ﹰالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

كَلَّآ ہاں ہاں، حرف ردع ہے۔

ای ردع عن ایثار العاجلۃ علی الاخرۃ یعنی آخرت پر دنیا کو ترجیح وفوقیت دینے پر انتباہ ہے کانہ قیل ارتدعوا عن ذلک گویا کہ ارشاد ہے کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے باز رہو اور فکر آخرت کرو کہ موت امور دنیا کو قطع کردے گی اور آخرت کی زندگی دوامی ہے جب کہ دنیا عارضی ہے۔

اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

اِذَا جب ای عند الموت یعنی بوقت موت **بَلَغَتِ** پہنچ جائے گی ای النفس او الروح یعنی نفس یا روح مراد جان

Marfat.com

التَّرَاقِيَ گلے کو۔ ای اعالی الصدر وھی العظام المکتنفة تخرة النحر عن یمین وشمال جمع ترقوة یعنی سینے سے اوپر کی جگہ اور وہ جسم کے دائیں بائیں ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں گلے کے قریب مراد ہنسلی کی ہڈیاں اور گلے کا مقام ہے تراقی ترقوة کی جمع ہے درید بن الصمۃ کا شعر ہے

ورب عظیمة رافعت عنهم وقد بلغت نفوسهم التراقی

''اور پروردگار کی قسم ان سے تکبر و بڑائی اس قدر بلند ہوئی کہ ان کی جانیں گلے تک پہنچ گئیں''۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ بوقت موت جب کفار کی جان گلے تک پہنچ جائے گی۔

وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

ای قال من حضر صاحبها من یرقیه وینجیه

یعنی اس (مرنے والے) کے قریب جو لوگ موجود ہوتے ہیں وہ کہیں گے کہ کوئی اس پر دم پھانڈا کر دے تا کہ اس کی خلاصی ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مرنے والا یہ کہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کے فرشتے کہتے ہیں ایکم یرقی بروحه أملائکة الرحمة ام ملائکة العذاب من الرقی وهو العروج تم میں سے کون اس روح کو لے کر عروج کرے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے اور راقی رقیٌ سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں اوپر چڑھنا۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ہے کوئی طبیب حاذق جو اس کی خواہ قول سے ہو یا عمل سے، علاج کرے تا کہ اس کو شفا حاصل ہو۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

ای وظن الانسان المحتضر أن ما نزل به الفراق من حبیبته الدنیا و نعمیها یعنی وہ انسان جو مرنے والا ہوتا ہے (جسے یہ حالت پیش آتی ہے) سمجھ لیتا ہے کہ دنیا کی محبوب اشیاء اور دنیا کی نعمتوں سے جدائی کا وقت آن پہنچا ہے۔ وقیل فراق الروح الجسد ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ روح اور جسم کے فراق (جدائی) کا وقت آ گیا ہے۔ اکثر مفسرین نے یہاں ظَنَّ بمعنی یقین لیا ہے۔ کیونکہ انسان کا حال یہ ہے کہ جب تک اس کی روح بدن سے تعلق و علاقہ رکھتی ہے تو دنیا کی زندگی سے جو اسے شدید محبوب ہوتی ہے اس کی امید بندھی رہتی ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی سعی کرتا رہتا ہے جب اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسے موت کا یقین ہو جاتا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی، اس دن تیرے رب کی طرف ہانکنا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

ای التفت ساقه بساقه والتوت علیها عند هلع الموت وقلبه کما روی عن الشعبی وقتادة وابی مالک الحسن وابن المسیب هما ساقا المیت عندما لفا فی الکفن۔ یعنی موت کی بے چینی کے وقت مرنے والی کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی اور لڑکھڑائے گی۔ شعبی، قتادہ اور ابو مالک سے یہی مروی ہے

Marfat.com

اورحسن اور ابن المسیب کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ دونوں پاؤں کفن میں لپیٹے جائیں گے اور حسن سے یہ بھی مروی ہے التفت شدة فراق الدنیا بشدة اقبال الآخرة کہ شدت پر شدت ہوگی ایک دنیا کے چھٹنے اور جدائی کی شدت اور دوسرے آخرت کے پیش آنے کی شدت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ساق سے مراد ہے دنیا اور آخرت یعنی امر دنیا امر آخرت سے لپٹا ہوگا۔ ابن جریر اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے التفت سوق حاضریه من الانس والملائکة هؤلاء یجهزون بدنه الی قبر وهؤلاء یجهزون روحه الی السماء مرنے والے کے پاس حاضرین فرشتوں اور ملائکہ کا باہم جمع ہونا ہے کہ لوگ تو اس کے بدن کو قبر میں اتارنے کے لیے تیاری کررہے ہوتے ہیں جب کہ فرشتے اس کی روح کو آسمانوں کی طرف لے جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور فرشتوں کا لے جانا مرنے والے کے حال واعمال کے مطابق ہے خواہ علیین کی طرف ہو یا سجین کی طرف ہو کہ مومن روحوں کا مقام الگ اور کفار کا ٹھکانہ الگ ہے۔

اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

مساق مصدر میمی ہے جس طرح مقال یعنی ہانکے جانا ای الی اللہ تعالیٰ و حکمه سوقه لا الی غیره یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اور اس کے حکم کی طرف رجوع ہوگا اور اس کے سوا کسی اور طرف ہرگز نہیں۔ اور حکم سے مراد جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس دن آدمی اپنے اعمال میں سے خیر یا شر کو پالے گا۔ اور اس پر حقیقت امر روشن و واشگاف ہو جائے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔سورۂ قیامہ۔پ ۲۹

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾	اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾	ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾	پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔
اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾	تیری خرابی آلگی اب آلگی۔
ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾	پھر تیری خرابی آلگی اب آلگی۔
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾	کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔
اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾	کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے۔
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾	پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾	تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت۔
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْۦِيَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾	کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ قیامۃ۔پ ۲۹

فَلَا۔ تو نہ	صَدَّقَ۔ سچ مانا	وَ۔ اور	لَا۔ نہ
صَلّٰى۔ نماز پڑھی	وَ۔ اور	لٰكِنْ۔ لیکن	كَذَّبَ۔ جھٹلایا

Marfat.com

وَ۔اور	تَوَلّٰی۔منہ پھیرا	ثُمَّ۔پھر	ذَهَبَ۔گیا
اِلٰی۔طرف	اَهْلِهٖ۔اپنے گھر کو	يَتَمَطّٰى۔اکڑتا ہوا	اَوْلٰی۔خرابی ہے
لَكَ۔تیری	فَاَوْلٰی۔پھر تیری خرابی	ثُمَّ۔پھر	اَوْلٰی۔خرابی
لَكَ۔تیری	فَاَوْلٰی۔پھر تیری خرابی	اَ۔کیا	يَحْسَبُ۔سمجھتا ہے
الْاِنْسَانُ۔انسان	اَنْ۔یہ کہ	يُّتْرَكَ۔چھوڑا جائے گا	سُدًى۔آزاد
اَ۔کیا	لَمْ۔نہیں	يَكُ۔تھا	نُطْفَةً۔ایک بوند
مِّنْ مَّنِيٍّ۔منی کی	يُّمْنٰى۔جو ڈالی جاتی ہے	ثُمَّ۔پھر	كَانَ۔تھا
عَلَقَةً۔جما ہوا خون	فَخَلَقَ۔پھر پیدا کیا	فَسَوّٰى۔پھر برابر کیا	فَجَعَلَ۔پھر بنائے
مِنْهُ۔اس سے	الزَّوْجَيْنِ۔دو جوڑے	الذَّكَرَ۔مرد	وَ۔اور
الْاُنْثٰى۔عورت	اَ۔کیا	لَيْسَ۔نہیں ہے	ذٰلِكَ۔یہ
بِقٰدِرٍ۔قادر	عَلٰٓی۔اوپر	اَنْ۔اس کے کہ	يُّحْيِيَ۔زندہ کرے
الْمَوْتٰى۔مردوں کو			

مختصر تفسیر رکوع دوم۔سورۃ قیامۃ۔پ ۲۹

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ
اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً
فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا، پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔ تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔ پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

فَلَا صَدَّقَ ای ما یجب تصدیقه من الله عزو جل والرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والقرآن الذی انزل علیه وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ ما فرض علیه ای لم یصدق ولم یصل۔ یعنی جس کی تصدیق واجب تھی یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت اور قرآن عظیم کی جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس کی تصدیق اس پر یعنی انسان پر واجب تھی صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى کی ضمیریں الْاِنْسَانُ کی طرف راجع ہیں۔ انسان سے مراد یا تو جنس انسان ہے یا پھر ابو جہل لعین مراد ہے اور جو کچھ اس پر فرض تھا یعنی نہ تو زکوٰۃ ادا کی اور نہ ہی نماز پڑھی۔

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ای لم یصدق رسول الله صلی الله علیه وسلم والتولی عن طاعته یعنی نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی بجائے ان کی تکذیب کی (جھٹلایا) اور آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری سے منہ موڑا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایمان قبول

Marfat.com

نہ کیا اور مخالفت کا راستہ اپنایا۔

ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔

يَتَمَطَّىٰ دراصل یتمطط ہے جس کے معنی اترا کر چلنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے مطفی فی سیرہ وہ شخص متکبرانہ چال سے چلا ای یتبختر افتخارا بذلک یعنی ابوجہل نے نہ صرف تکذیب وروگردانی کی بلکہ متکبرانہ انداز سے اکڑتا ہوا گھر کو چل دیا گویا اس کے نزدیک یہ کوئی سنجیدہ امر ہی نہ تھا اور وہ فخر سے سر جھٹک کر چل دیا کہ مجھے کیا پروا ہے۔

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

جملہ تہدید ہے یا بددعا ہے گویا کہا جا رہا ہے ھلا کا أَوْلَىٰ لَكَ بمعنی اھلک اللہ تعالیٰ ھلا کا اقرب لک من کل شر وھلاک تیری ہلاکت تجھ سے قریب ہوگئی یعنی کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور تیری ہلاکت تیرے لیے ہر خرابی وشر سے قریب ونزدیک تر ہوگئی۔ یہاں ک ضمیر خطابیہ ہے جب کہ سیاق کلام میں ذکر صیغہ غائب کے ساتھ گزرا جس کا مفہوم یہ ہے کہ تیری بربادی یقینی ہوگی اور ہو کر رہے گی۔

ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

تکریراً للتاکید جملہ مکرر تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ پہلے جملے میں دنیوی تباہی کی اور اس جملہ مکرر میں اخروی ہلاکت کی وعید ہے۔ نسائی میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ آپ ﷺ نے خود فرمایا یا حق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں یوں فرمانے کا حکم دیا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اول حضور نے خود فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے بطحا میں ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر فرمایا أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ تو ابوجہل نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا تم مجھے دھمکاتے ہو تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں سب سے بڑھ کر قوی، طاقتور اور صاحب عزت وجاہ ہوں۔ اور یہ آیت پیشین گوئی ہے جو صداقت قرآن پر عظیم دلیل اور حجت ہے۔ غزوۂ بدر میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ مارا گیا۔ صدق اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل پر ارشاد فرمایا مات فرعون ھذہ الامۃ اس امت کا فرعون مارا گیا۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

ای مھملا فلا یکلف ولا یجزی وقیل ان یترک فی قبرہ فلا یبعث۔ یعنی کیا انسان کا یہ خیال ہے کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا یعنی بیکار یا آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور کسی امر کی تکلیف نہ دی جائے گی اور نہ ہی اس کے لیے کوئی جزا وسزا ہوگی اور ایک قول ہے کہ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو اس کی قبر میں یونہی چھوڑ دیا جائے گا پھر اسے نہ اٹھایا جائے گا۔ حالانکہ تخلیق کا بنیادی مقصد ہی اوامر ونواہی وغیرہ کی پابندی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ اور میں نے جن اور آدمی اسی خاطر بنائے کہ میری بندگی (اطاعت) کریں۔

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس نے دو جوڑ کے بنائے مرد اور عورت۔ کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے۔

استیناف کلام ہے جو آدمی کے مذکور حسبان (گھمنڈ یا خیال کہ وہ کیونکر دوبارہ زندہ ہوگا) کے ابطال کے لیے وارد ہوا ہے حسن رحمہ اللہ نے اَلَمْ تَكُ تاء خطاب کے ساتھ پڑھا ہے جو بر سبیل التفات ہے اور اکثر قراء نے "تمنی" کو تاء فوقیہ سے پڑھا ہے تو ضمیر نطفہ کی طرف راجع ہے ای یمنیها الرجل ویعبهافی الرحم یعنی آدمی کا ایک بوند منی ہونا اور اس کا رحم میں ٹپکنا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ آدمی جو رحم میں ایسے گندے پانی (قطرۂ منی) سے بنا تو اس کو خالق کی نافرمانی اور تکبر کا کرنا اور اترانا کیونکر زیب دیتا ہے۔

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔

ای بقدرة الله تعالیٰ کما قال الله تعالیٰ سبحانه ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اس کو نطفہ سے علقہ بنایا یعنی جمے ہوئے خون سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے پھر ہم نے انسان کو نطفہ سے جما ہوا خون پیدا کیا (بنایا) حدیث صحیح میں ہے ہر ایک آدمی کا مادۂ خلقت اس کی ماں کے رحم میں بصورت نطفہ جمع رہتا ہے اور جب چالیس روز گزر جاتے ہیں ثم یکون علقة مثل ذلک پھر وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر جب چالیس روز اور گزر جاتے ہیں ثم یکون مضغة مثل ذلک اربعین یوما پھر لوتھڑا ہو جاتا ہے اور رہتا ہے اسی طرح چالیس روز تک ثم یرسل الیه الملک فینفخ فیه الروح پھر اس کی طرف (ایک سو بیس روز کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو نطفے سے حالت علقہ میں پیدا کیا پھر اس حالت سے اسے کامل بنایا۔ اور اس کے بدنی اعضاء وغیرہ کو مکمل کیا، اس کی پیدائش میں کمی نہ رکھی اور پھر اس میں روح ڈال دی۔ یہ سب اسی کی قدرت ہے تو پھر اس کی نافرمانی بڑی ہی ڈھٹائی اور حماقت ہے۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت۔

فَجَعَلَ مِنْهُ ای من الانسان وقیل من المنی یعنی انسان سے اور ایک قول ہے کہ مادۂ منی سے الزَّوْجَيْنِ ای الصنفین یعنی دو اصناف یعنی دو جوڑے پیدا کیے۔

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ زوجین سے بدل ہے۔ یعنی نر اور مادہ اور کبھی دونوں جڑواں رحم میں جمع ہوتی ہیں کبھی ایک ہوتی ہے اور کبھی دوسری۔

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْـِۧىَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

اَلَيْسَ ذٰلِكَ العظیم الشان الذی انشأ هذا الانشاء البدیع یعنی وہ پروردگار جو عظمت و شان والا ہے جس نے اس طرح سے پیدا کیا اور ان حالتوں سے تخلیق فرمایا۔

بِقٰدِرٍ ای قادرا وقرأ زید مضارعا یعنی کیا وہ عظمت والا رب قدرت نہیں رکھتا؟ زید رحمہ اللہ نے مضارع پڑھا ہے یعنی یقادر۔ کیا دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھے گا۔

Marfat.com

عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ وهو اهون من البدء فی قیاس العقل یعنی وہ ذات باری تعالیٰ جو نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے مخلقہ فرما کر تکمیل انسان فرماتا ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہ رکھے عقلی اور قیاسی طور پر انتہائی حماقت اور کورچشمی پر دلالت کرتا ہے کہ وجود انسانی کے ان عجیب مراحل کے ساتھ وجود زندگی میں لائے اور لوگ روزمرہ زندگی میں ان مراحل کا مشاہدہ بھی کریں پھر بھی حشر اور حیات بعد الموت کا انکار کریں تو یہ سوائے کورچشمی اور بغض وعناد کے کوئی اور بات نہیں ہے۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی تو فرمایا سبحنک اللھم وبلی۔ ابو داؤد اور ترمذی اور بیہقی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تم میں سورۂ قیامۃ کی اس آیت کو پڑھے فلیقل بلٰی تو اسے چاہیے کہ کہے کہ ہاں (اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

الحمدللہ آج ۲۵ شعبان ۱۴۱۳ھ بروز جمعرات
بمطابق ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء تفسیر سورۂ قیامۃ مکمل ہوئی۔

Marfat.com

سورۃ الدہر مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، اکتیس آیتیں، دو سو چالیس کلمے اور ایک ہزار چون حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول—سورۃ دہر—پ ۲۹

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَكُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ①

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ٭ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ②

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوۡرًا ③

بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا پھر ناشکری کرتا۔

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِیۡرًا ④

بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ۚ⑤

بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے۔

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِیۡرًا ⑥

وہ کافور کیا ہے ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِیۡرًا ⑦

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسۡكِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ⑧

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوۡرًا ⑨

ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا ⑩

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡیَوۡمِ وَ لَقّٰىهُمۡ نَضۡرَةً وَّ سُرُوۡرًا ۚ⑪

تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

Marfat.com

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیے گئے ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

کیسے شیشے چاندی کے، ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾

وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے، جب تو انہیں دیکھے گا تو انہیں سمجھے گا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾

اور جب تو ادھر نظر اٹھائے گا ایک چین دیکھے گا اور بڑی سلطنت۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

ان کے بدن پر ہوں گے کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں ان کا رب ستھری شراب پلائے گا۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ دہر۔پ ۲۹

هَلْ۔بے شک	اَتٰى۔آیا	عَلَى۔اوپر	الْاِنْسَانِ۔انسان کے
حِيْنٌ۔وقت	مِّنَ الدَّهْرِ۔زمانے سے	لَمْ۔نہیں	يَكُنْ۔تھا
شَيْـًٔا۔کوئی چیز	مَّذْكُوْرًا۔ذکر کے قابل	اِنَّا۔بے شک ہم نے	خَلَقْنَا۔پیدا کیا

Marfat.com

الْاِنْسَانَ۔انسان کو	مِنْ نُّطْفَةٍ۔منی	اَمْشَاجٍ۔ملی ہوئی سے	نَّبْتَلِيْهِ۔کہ ہم اس کو آزمائیں
فَجَعَلْنٰهُ۔تو بنایا ہم نے اس کو	سَمِيْعًا۔سننے والا	بَصِيْرًا۔دیکھنے والا	اِنَّا۔بے شک ہم نے
هَدَيْنٰهُ۔دکھایا اس کو	السَّبِيْلَ۔راستہ	اِمَّا۔چاہے	شَاكِرًا۔شکرگزار ہو
وَّ۔اور	اِمَّا۔چاہے	كَفُوْرًا۔ناشکرا	اِنَّآ۔بے شک
اَعْتَدْنَا۔تیار کیں ہم نے		لِلْكٰفِرِيْنَ۔کافروں کے لیے	سَلٰسِلَاۡ۔زنجیریں
وَ۔اور	اَغْلٰلًا۔طوق۔	وَّ۔اور	سَعِيْرًا۔بھڑکتی آگ
اِنَّ۔بے شک	الْاَبْرَارَ۔نیک لوگ	يَشْرَبُوْنَ۔پئیں گے	مِنْ كَاْسٍ۔پیالے
كَانَ۔کہ ہوگی	مِزَاجُهَا۔ملونی اس کی	كَافُوْرًا۔کافوری	عَيْنًا۔ایک چشمہ ہے
يَّشْرَبُ۔کہ پئیں گے	بِهَا۔اس سے	عِبَادُ۔بندے	اللّٰهِ۔اللہ کے
يُفَجِّرُوْنَهَا۔پھاڑ کر لے جائیں گے اس کو		تَفْجِيْرًا۔پھاڑنا	يُوْفُوْنَ۔پورا کرتے ہیں
بِالنَّذْرِ۔نذر کو	وَ۔اور	يَخَافُوْنَ۔ڈرتے ہیں	يَوْمًا۔اس دن سے کہ
كَانَ۔ہے	شَرُّ۔برائی	هٗ۔اس کی	مُسْتَطِيْرًا۔پھیلی ہوئی
وَ۔اور	يُطْعِمُوْنَ۔کھلاتے ہیں	الطَّعَامَ۔کھانا	عَلٰى۔اوپر
حُبِّهٖ۔اس کی محبت کے	مِسْكِيْنًا۔مسکین	وَّ۔اور	يَتِيْمًا۔یتیم
وَّ۔اور	اَسِيْرًا۔قیدی کو	اِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں کہ	نُطْعِمُكُمْ۔ہم تمہیں کھلاتے ہیں
لِوَجْهِ۔واسطے رضامندی	اللّٰهِ۔اللہ کے	لَا۔نہیں	نُرِيْدُ۔چاہتے ہم
مِنْكُمْ۔تم سے	جَزَآءً۔بدلہ	وَّ۔اور	لَا۔نہ
شُكُوْرًا۔شکرگزاری	اِنَّا۔بے شک ہم	نَخَافُ۔ڈرتے ہیں ہم	مِنْ رَّبِّنَا۔اپنے رب سے
يَوْمًا۔ایسے دن سے	عَبُوْسًا۔جو ہے تیوری والا	قَمْطَرِيْرًا۔نہایت ترش	فَوَقٰهُمُ۔تو بچایا ان کو
اللّٰهُ۔اللہ نے	شَرَّ۔برائی	ذٰلِكَ۔اس	الْيَوْمِ۔دن کی سے
وَ۔اور	لَقّٰهُمْ۔دی ان کو	نَضْرَةً۔تازگی	وَ۔اور
سُرُوْرًا۔سرور	وَ۔اور	جَزٰهُمْ۔بدلہ دیا ان کو	بِمَا۔جو
صَبَرُوْا۔صبر کیا انہوں نے	جَنَّةً۔جنت	وَ۔اور	حَرِيْرًا۔ریشمی کپڑے
مُّتَّكِـِٕيْنَ۔تکیہ لگائے ہوں گے	فِيْهَا۔اس میں	عَلَى۔اوپر	الْاَرَآئِكِ۔تختوں کے
لَا۔نہ	يَرَوْنَ۔دیکھیں گے	فِيْهَا۔اس میں	شَمْسًا۔دھوپ
وَ۔اور	لَا۔نہ	زَمْهَرِيْرًا۔ٹھنڈک	وَ۔اور
دَانِيَةً۔قریب ہوں گے	عَلَيْهِمْ۔ان پر	ظِلٰلُهَا۔اس کے سائے	وَ۔اور
ذُلِّلَتْ۔جھکے ہوں گے	قُطُوْفُهَا۔ان کے گچھے	تَذْلِيْلًا۔بڑا جھکنا	وَ۔اور

Marfat.com

يُطَافُ۔ پھیرے جائیں گے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	بِاٰنِيَةٍ۔ برتن	مِنْ فِضَّةٍ۔ چاندی کے
وَّ۔ اور	اَكْوَابٍ۔ کوزے	كَانَتْ۔ مثل ہوں گے	قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ
شیشے چاندی کے	قَدَّرُوْهَا۔ اندازہ کیا انہوں نے	هَا۔ اس کا	تَقْدِيْرًا۔ پورا اندازہ
وَ۔ اور	يُسْقَوْنَ۔ پلائے جائیں گے	فِيْهَا۔ اس میں	كَاْسًا۔ پیالہ
كَانَ۔ کہ ہے	مِزَاجُهَا۔ ملونی اس کی	زَنْجَبِيْلًا۔ ادرک کی	عَيْنًا۔ ایک چشمہ ہے
فِيْهَا۔ اس میں	تُسَمّٰى۔ جس کا نام	سَلْسَبِيْلًا۔ سلسبیل ہے	وَ۔ اور
يَطُوْفُ۔ پھریں گے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	وِلْدَانٌ۔ لڑکے	مُّخَلَّدُوْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے
اِذَا۔ جب	رَاَيْتَهُمْ۔ تو ان کو دیکھے گا	حَسِبْتَهُمْ۔ خیال کرے گا ان کو	لُؤْلُؤًا۔ موتی
مَّنْثُوْرًا۔ بکھرے ہوئے	وَ۔ اور	اِذَا۔ جب	رَاَيْتَ۔ دیکھے گا تو
ثَمَّ۔ اس جگہ	رَاَيْتَ۔ دیکھے گا	نَعِيْمًا۔ نعمتیں	وَّ۔ اور
مُلْكًا۔ ملک	كَبِيْرًا۔ بہت بڑا	عٰلِيَهُمْ۔ ان پر	ثِيَابُ۔ کپڑے ہوں گے
سُنْدُسٍ۔ کریب	خُضْرٌ۔ سبز کے	وَّ۔ اور	اِسْتَبْرَقٌ۔ قنادیز کے
وَّ۔ اور	حُلُّوْٓا۔ پہنائے جائیں گے	اَسَاوِرَ۔ کنگن	مِنْ فِضَّةٍ۔ چاندی کے
وَ۔ اور	سَقٰىهُمْ۔ پلائے گا ان کو	رَبُّهُمْ۔ ان کا رب	شَرَابًا۔ شراب
طَهُوْرًا۔ پاک	اِنَّ۔ بے شک	هٰذَا۔ یہ	كَانَ۔ ہے
لَكُمْ۔ تمہارے لیے	جَزَآءً۔ بدلہ	وَّ۔ اور	كَانَ۔ ہے
سَعْيُكُمْ۔ تمہاری کوشش	مَّشْكُوْرًا۔ ٹھکانے لگی		

سورۃ الدہر (الانسان)

اس سورۂ مبارکہ کے پانچ نام ہیں (۱) الدَّهْرِ (۲) الْاَبْرَارَ (۳) اَمْشَاجٍ (۴) هَلْ اَتٰى اور (۵) الْاِنْسَانِ، یہ سورہ مبارکہ جمہور کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ بحر میں ہے جب کہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ساری سورۂ مبارکہ مدنی ہے۔ حسن، عکرمہ اور کلبی کا کہنا ہے کہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے سوائے ایک آیت وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا کے جو مکی ہے اور ایک قول ہے ساری مدنی ہے سوائے اس آیت کے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ الخ جو مکی ہے۔ ابن عادل سے اس کے بالکلیہ مدنی ہونے پر جمہور سے حکایت مروی ہے اور اس میں بلا اختلاف اکتیس آیات ہیں۔ اور اس سورت اور پچھلی سورت میں مناسبت انتہائی روشن اور واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔ سورۃ الدہر۔ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ①

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

Marfat.com

هَلْ اَتٰی ۔ کیانہیں گزرا، استفہام تقریری ہے أی الحمل علی الاقرار بما دخلت علیه والمقرربه من ینکر البعث۔ یعنی اقرار پر محتمل ہے جواس پر داخل ہوا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو بعث کا انکار کرتا ہے اصله علی ما قیل أهل علی اس کی اصل جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کیا اس پر نہیں گزرا ہے۔ یا قد کے معنی آیا ہے۔ ای قد مضی علی الانسان حین لم یکن کذلک یعنی بے شک ایسا وقت آدمی پر گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر شی نہ تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم ہیں جن پر نفخۂ روح سے پہلے جو زمانہ گزرا یعنی چالیس برس کا زمانہ۔

عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر۔

جنس انسان مراد ہے یا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن سے نوع انسان کا آغاز ہوا۔

حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ایک وقت۔

والحین طائفة محدودة من الزمان شاملة للکثیر والقلیل والدهر الزمان الممتد الخیر المحدود ویقع علی مدة العالم جمیعها۔

حِيْنٌ کے معنی زمانے کے ایک محدود یا مقرر حصہ کے ہیں اور اس حصہ کا اطلاق ہر زمانہ پر خواہ طویل اور بڑی مدت ہو یا قلیل و کم مدت ہو، دونوں پر ہوتا ہے اور دہر سے مراد طویل اور غیر محدود زمانہ ہے اور یہ دنیا کی کل مدت عمر پر واقع ہوا ہے۔ ایک قول ہے کہ دہر سے مراد لمبا زمانہ ہے یا مراد ایک ہزار برس کا زمانہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی مدت عمر ایک ہزار برس ہی تھی۔

لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

انسان کی کیفیت و حالت کا ذکر ہے یعنی جب انسان کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حِيْنٌ سے مراد ان کا مٹی کے خمیر کی صورت میں ہونا ہے یا وقت مراد ہے جب اللہ نے ان کے کالبد کو گارے سے بنایا اور مکہ اور طائف کے درمیان جبل نعمان پر ڈال دیا اور وہ چالیس برس یا ایک سو بیس برس جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بغیر روح کے رہے پھر انہیں زندہ کیا۔ اور اگر انسان سے مراد جنس انسان ہے تو مدت سے مراد چار ماہ ہے جس کی تقسیم یہ ہے کہ چالیس روز بصورت نطفہ، پھر چالیس روز بصورت علقہ پھر چالیس روز بصورت مضغہ۔ پھر اس میں روح پھونکی گئی۔ قیوم زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تشریح میں کہا بلا شبہ انسان پر ایسا زمانہ گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا، نہ اس کی ذات تھی نہ اس کا نشان اور نہ ہی شہود اور نہ ہی وجود۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کی حیات سے زندہ اور اس کی بقاء سے باقی ہوا اور اخلاق الٰہیہ سے ہی متصف بالخلق ہو جاتا ہے اور یہ سب حالت و کیفیت خواہ حقائق کونیہ ہو یا درجۂ شہود و وجود سب یا فنا و بقاء اللہ عزوجل کا فضل و کرم اور اس کی ہی قدرت و مشیت ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ②

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا۔

انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا جنس انسان مراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدم و ذریت آدم ہی مراد ہے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں۔

Marfat.com

اَمْشَاجٍ جمع ہے مَشَجٌ کی جس کے معنی ہے مخلوط یعنی ملا ہوا اَمْشَاجٍ نُّطْفَةٍ کی صفت ہے اس لیے کہ نطفہ میں مرد اور عورت کا پانی مخلوط ہوتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اَمْشَاجٍ کے معنی اطوار کے ہیں اور نطفہ یا تو مختلف اطوار سے گزرتا ہے جیسے علقہ مضغہ وغیرہ یا پھر رقت وقوام منی وغیرہ کے لحاظ سے مختلف الاطوار ہوتا ہے نَّبْتَلِيهِ فاعل خَلَقْنَا سے حال ہے والمراد مريدين ابتلاء ه واختباره بالتكليف فيما بعد على ان الحال مقدرة یعنی ہم نے انسان کو ملی ہوئی (مرد و عورت کی) منی سے اس کی حالت کی تبدیلی منتقلی با حالت مقدرہ کا اندازہ کرتے ہوئے پیدا کیا۔ یا مراد ہے کہ ہم نے اپنے امر و نہی سے اسے مکلّف کر دیا۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

یہ جملہ نئے سرے سے ہے اور تعلیلی ہے ای فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا النبتليه یعنی ہم نے اسے پھر سنتا دیکھتا کر دیا تاکہ اسے اس کے ساتھ آزمائیں ای ينظر الآيات الآفاقية والانفسية ويسمع الادلة السمعية۔ تاکہ وہ دنیا بھر کی نشانیوں اور دلائل وجود و ہستی کو دیکھے، ان کا مشاہدہ کرے اور دلائل سمعیہ کو سنے اور سمجھے اور ان میں غور و فکر کرے۔ گویا امتحان علت اور سمیع و بصیر کرنا نتیجہ ہے اسی لیے ف خَلَقْنَا پر عطف ہے۔

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝

بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرتا۔

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ بے شک ہم نے اسے راہ بتائی۔

جملہ مستانفہ تعلیلیہ ہے معنی یہ ہیں لانا هد يناه اى دللناه على مايوصله من الدلائل السمعية كالآيات التنزيلية والعقلية كالآيات الآفاقية والانفسية یعنی ہم نے اس (انسان) کے لیے دلائل قائم کیے جو اسے دلائل سمعیہ جیسے آسمانی کتب اور رسولوں کا آنا اور دلائل عقلیہ جیسے دنیا بھر کی نشانیوں اور وجود و ہستی کے دلائل وغیرہ سے نظر آتے دکھائی دیتے اور سننے سمجھنے میں آتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر وہی راستہ اختیار کرے جو مقصود ہے اور راستہ دیکھنے کے بعد اس کا عذر نہ رہے۔ السَّبِیْلَ سے مراد راستہ ہے اور راستہ کی دو صورتیں ہیں: سچا اور سیدھا راستہ۔ اور باطل و غلط راستہ۔ تو اللہ عزوجل نے راہ دکھادی اور راہ کا انتخاب بندے پر چھوڑ دیا۔

اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ یا حق مانتا یا ناشکری کرتا۔

شَاكِرًا اور كَفُوْرًا دونوں السَّبِیْلَ کا حال ہیں اور سبیل کو شکر و کفر سے منسوب کرنا مجازاً ہے یعنی بندے کو دونوں راہیں جدا جدا دکھادیں یہ نہیں کہ صرف ایک ہی راہ دکھائی اور لفظ اِمَّا میں ان شرطیہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ انسان خواہ شکر گزار ہو یا ناشکر گزار، ہم نے راہ دکھادی۔ کامیابی اور ہلاکت کی راہیں دکھادیں۔ اب بندہ جو راہ چاہے اختیار کرے اللہ عزوجل پر اس کا کوئی عذر باقی نہ رہا۔

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝

بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا بے شک ہم نے تیار کر رکھی ہیں هيانا۔

Marfat.com

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کا ذکر شاکروں کی جزا سے مقدم فرمایا ہے جب کہ پچھلی آیت میں کفار کا تذکرہ شاکرین کے بعد تھا اور مقصود ترغیب و نصیحت ہے۔ یعنی ہم نے بنا رکھی ہیں۔

لِلْكٰفِرِيْنَ کفار کے لیے من افراد الانسان الذی هديناه السبيل۔ یعنی بنی نوع انسان کے ان افراد کے لیے جن کو ہم نے راہ دکھادی۔

سَلٰسِلَا۟ زنجیریں۔ بها يقادون۔ جن کے ساتھ باندھ کر کفار جہنم کی طرف ہانکے یا گھسیٹے یا کھینچے جائیں گے۔

وَاَغْلٰلًا اور طوق۔

بها يقيدون جس کے ساتھ قید کیے جائیں گے یا بطور مجرم ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے۔

وَّسَعِيْرًا ۝ اور بھڑکتی آگ۔

بها يحرقون جس میں جلائے جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلائے جائیں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے راہ دکھادی اور انہوں نے شکرگزاری کی بجائے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو اُن کی سزا یہ ہے جو ہم نے تیار کر رکھی ہے۔ اور وہ اس طرح زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ بندھے دوزخ کی طرف کھینچے جائیں گے اور ذلت کے ساتھ بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملائی جانے والی چیز کافور ہے۔ وہ کافور کیا ہے ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک۔

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کے بعد شکرگزاروں (مومنین) کی جزا کا ذکر ہے اور اسی ذکر حسن سے کلام کا آغاز ہے ابرار۔ برٌّ کی جمع ہے جس کے معنی نیک یا بھلے کے ہیں مراد فرمانبردار اور مومن لوگ ہیں۔ ایک قول ہے کہ ابرار سے مراد من يؤدی حق الله تعالىٰ ويوفی بالنذر وہ لوگ ہیں جو حقوق الٰہیہ ادا کرتے ہیں اور اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے هو الذی لا يؤذی الذرو لا يرضى الشر ابرار وہ ہیں جو دوسروں کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچائیں اور کسی شر کی بات پر راضی نہ ہوں۔

يَشْرَبُوْنَ پئیں گے۔

فی الاخرة۔ یعنی آخرت میں جب جنت میں داخل ہوں گے۔

مِنْ كَاْسٍ اس جام میں سے۔

هی كما قال الزجاج الاناء اذا كان فيه الشراب فاذا لم يكن لم يسم كاسا۔ یہاں زجاج کا قول ہے کہ كَاْسٍ سے مراد وہ برتن ہے جب کہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو اور جب اس میں پینے کی کوئی شے موجود نہ ہو تو ایسے برتن کو كَاْسٍ نہیں کہتے مِنْ ابتدائیہ ہے اور اس تقدیر پر معنی ہوں گے مشروب سے بھرا ہوا جام اور ابرار مشروبات جنت برتنوں

Marfat.com

کے ساتھ پئیں گے اور بعض کے نزدیک کأس سے مراد شیشے کا وہ جام ہے جس میں شراب بھری ہوتی ہے۔

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ جس کی ملونی کافور ہے۔

مِزَاجُهَا کی ضمیر کأس کی طرف راجع ہے اور مزاج کے معنی ہیں ملائی یا ملی ہوئی شے، تو مطلب یہ ہے کہ جام میں مشروب مخلوط ہوگا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروبات میں کافور مخلوط ہوگا کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت کی مثل قرآن حکیم میں وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ ہے اور چشمہ ہے یونہی عیون جنت میں سے ایک چشمہ کافور نامی بھی ہے یعنی چشمہ کافور سے پئیں گے ایک قول ہے کہ اس کی خوشبو کافور کی طرح ہوگی واللہ اعلم۔ اور کلبی رحمہ اللہ کا قول قوی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں عَيْنًا کے لفظ سے جو کافور کا بدل ہے، واضح ہے۔

عَيْنًا ایک چشمہ ہے۔

بدل من کافور وقال قتادة یمزج لهم بالکافور ویختم لهم بالمسک لبرودة الکافور وبیاضه وطیب رائحته بمعنی المعروف۔

یہ کافور سے بدل ہے جب کہ کافور کو چشمہ ہی سمجھا جائے اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروب میں کافور کی آمیزش ہوگی اور ان کے لیے مشک کے ساتھ مہر بند ہوگی اور یہ کافور کی ٹھنڈک اور اس کی سفیدی (سفید رنگ) اور پاکیزہ خوشبو کے اظہار کے لیے ہوگا اور کافور کی یہ خاصیت معروف و مشہور ہے۔

يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ جس میں اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے۔

ای یشرب ماء عین یعنی چشمے کا پانی پئیں گے ایک قول ہے ای یشرب الخمر ممزوجة بها یعنی وہ شراب جو کافور سے ملی ہوگی اسے چشمے سے پئیں گے یا مخلوط و آمیختہ جام پئیں گے۔ عِبَادُ اللّٰهِ سے مراد المومنون اهل الجنة ہے یعنی مومن جنتی لوگ آیت کے شروع میں ابرار آیا ہے جس سے مراد نیکوکار لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری خلوص کے ساتھ کی ہوگی۔

يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

ای یجرونها حیث شاءوا من منازلهم اجراء سلالا یمتنع علیهم یہ ابرار اپنے ٹھکانوں میں جہاں چاہیں گے بسہولت اس چشمہ کو بہا کر لے جائیں گے اور ان پر کوئی روک دشواری نہ ہوگی۔ بعض کتب آثار میں منقول ہے کہ یہ چشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنتی گھر میں ہوگا اور وہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے مقامات جنت کے دورہ کے لیے بہتا ہوگا یا بہے گا جس سے وہ بسہولت جہاں چاہیں گے پئیں گے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

یہ جملہ مستانفہ ہے مسوق لبیان ما لاجله یرزقون هذا النعیم جو اس امر کو واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ (ابرار) کس وجہ سے یہ نعمتیں بطور رزق دیئے جائیں گے یا پھر گزشتہ کلام کے لیے بطور علت بیان ہے کہ ان کو جنت میں ان انعامات کے

حاصل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ نذریں پوری کرتے تھے۔ آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: کانه قیل ماذا یفعلون حتی ینالوا تلک المرتبة العالیة گویا کہ فرمایا جارہا ہے کہ دنیا کی زندگانی میں جو کچھ کرتے رہے تھے اس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ اس عالی مرتبہ پر فائز ہوئے فقیل یوفون تو فرمایا گیا پوری کیا کرتے تھے اور یہ استحضار استمرار پر دلالت کر رہا ہے۔ والوفاء بالنذر کنایة عن اداء الواجبات کلها اور نذر کو پورا کرنے سے اشارہ ہے کہ وہ لوگ سب واجبات بخوبی ادا کرتے تھے لغت میں نذر کا معنی یہ ہے کہ جو شے آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط پر خود پر واجب کرے جیسے کہ نذر مانے کہ بیمار تندرست ہو جائے تو میں اتنی رکعات پڑھوں گا یا اس قدر صدقہ کروں گا اور نذر کا ایفاء (پورا کرنا) واجب ہے۔ قتادہ، عکرمہ اور مجاہد رحمہم اللہ سے مروی ہے ای اذا نذروا طاعة فعلوها یعنی جب فرائض واجبات کے علاوہ بھی کوئی مستحب امر بطور نذر مانتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيرًا ⑦ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

ای یخافون عذاب یوم القیامة یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو شدت و سختی کا دن ہے مُسْتَطِيرًا کے معنی ہیں خوب پھیلی ہوئی جس طرح کہ اہل عرب بولتے ہیں استطار الفجر صبح کی روشنی خوب پھیل گئی اور شر کے معنی برائی اور ایسی شے کے ہیں جو ناپسند ہو اور قیامت کا شر اور اس کا پھیلاؤ یہ ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند اور سورج بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ اس آیت میں ابرار کے حسن عمل اور تقویٰ کا بیان واضح ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر۔

ای کائنین علی حب الطعام ای مع اشتهائه و الحاجة الیه فهو من باب التتمیم ویجاوبه من القرآن قوله تعالیٰ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی کھانے کی بھوک و طلب اور اس کی حاجت و ضرورت کے باوجود بھی کھانا کھلانے کی خوب رغبت رکھتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا از راہ لطف و کرم اور حصول رضاء الٰہی کے لیے ہے اور قرآن کے ارشاد کی تعمیل میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی کی حقیقت تک رسائی نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنے اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں خود محبوب و مرغوب ہو۔ ابن عباس اور مجاہد علیہم الرضوان سے مروی ہے: حب الاطعام بان یکون ذلک بطیب نفس و عدم تکلف کہ کھانا کھلانے کی محبت یہ ہے کہ وہ نفس کی خوشی و طمانیت کے ساتھ اور تکلف وغیرہ کے بغیر ہو۔ ابوسلیمان اور فضیل بن عیاض رحمہما اللہ کا قول ہے کائنین علی حب الله تعالیٰ ولوجهه سبحانه وابتغاء مرضاته عزوجل کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھلائیں اور محض حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی رضاء و خوشنودی کی خاطر ایسا کریں اور ایک قول ہے هو کنایة عن الاحسان الی المحتاجین والمواساة معهم کہ ابرار کی یہ صفت

Marfat.com

محتاجوں کے ساتھ احسان اوران کے ساتھ ایثار و ہمدردی بطور کنایہ بیان کی گئی ہے۔

مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا ﴿۸﴾ مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ اس آیت کا نزول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہوا کہ انہوں نے ایک یہودی کے ہاں مزدوری سے جو کچھ حاصل کیا اوران میں سے ایک تہائی حصہ پکایا تو ایک مسکین نے سوال کیا تو آپ نے اسے دے دیئے پھر پکائے اور تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک یتیم نے آ سوال کیا تو یہ اسے دے دیئے پھر باقی ایک تہائی پکوائے اور جونہی وہ کھانے کے لیے تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک اسیر (قیدی) نے آ سوال کیا تو یہ اسے عطا کر دیئے اور آپ اور آپ کے اہل خانہ اس روز بغیر کھانے کے ہی رہے۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کو موضوع کہا جب کہ حکیم ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قصہ ہی بے اصل ہے کہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور یہودی کی مزدوری مکہ میں کہاں ہو سکتی تھی کہ وہاں یہودی تھے ہی نہیں۔ دوسرے مکہ میں جب جہاد مشروع نہ ہوا تھا تو اسیر (قیدی) کیونکر ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ''اسیر'' سے مراد غلام ولونڈی اور عورت ہیں ابن عساکر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ دو کمزوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو مملوک (غلام لونڈی) اور عورت۔ اور بغوی کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ لہٰذا یہاں اسیر کے معنی قیدی کی بجائے غلام اور عورت کے ہی درست ہیں واللہ اعلم۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار کی صفت یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے اور ذاتی رغبت وضرورت کے باوصف مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اسلام کی کون سی بات زیادہ فضیلت والی ہے تو ارشاد فرمایا **تقرئ السلام علی من عرفت وعلی من لم تعرف وتطعم الطعام۔** شناسا وغیر شناسا مسلمان بھائی کو سلام کرنا اور کھانا کھلانا۔

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں۔

ای قائلین ذلک بلسان الحال لما یظهر علیهم من امارات الاخلاص یعنی وہ بزبان حال کہتے ہیں اگر بلحاظ خلوص ان سے یہ کلام ظاہراً بحالت قول صادر نہ ہوا۔ اور مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے **اما انهم ما تکلموا به ولکن علمه الله تعالیٰ منهم فاثنی سبحانه به علیهم لیرغب فیه راغب** اگرچہ ابرار نے اس طرح کلام نہ کیا تاہم اللہ کو ان کی حالت قلبی معلوم تھی تو حق سبحانہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اندرونی حال کی تعریف فرمائی تاکہ جو کوئی اس طرح کی رغبت رکھنے والا ہے اس میں رغبت رکھے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے یا بزبان حال یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ عزوجل کی رضا اور ثواب آخرت کے لیے کھانا دیتے ہیں۔

لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً تم سے نہیں چاہتے کوئی بدلہ۔

ای بالافعال یعنی ہم اپنے اس عمل کا کوئی بھی بدلہ تم سے بالفعل نہیں مانگتے۔

وَّلَا شُكُوۡرًا ﴿۹﴾ اور نہ ہی شکر گزاری۔

ای ولا شکرا وثناء بالاقوال تقریر و تاکید لما قبله گزشتہ کلام کو مؤکد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم شکریہ کا اظہار قولی وعملی طور پر کرو اور نہ ہی بات چیت کے ذریعہ ہماری تعریف وتوصیف بیان کرو اور خلاصۂ

Marfat.com

للہ کھانا کھلانے یا خیرات وصدقات کا حال یہی ہے کہ دینے والا لینے والے سے نہ شکریہ چاہے اور نہ ہی کوئی تعریف کلمہ ودعا تک نہ چاہے اور صرف آخرت کے لیے اس کو باقی رکھے۔

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے۔

ای عذاب یوم او ان خوفه یعنی قیامت کے روز ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور یہ کھانا کھلانا اس لیے ہے کہ اس روز ہم امن میں رہیں اور ہم پر عذاب کا خوف نہ ہو۔

عَبُوسًا بہت ترش یہ یوم کی صفت اول ہے عبوس کے معنی ہیں تعبس فیه الوجوه وہ امر جس سے پیشانی پر بل پڑیں یا ناگواری کی حالت یعنی وہ دن سب لوگوں کے لیے بہت ناگوار ہوگا۔

قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ نہایت سخت۔

قاموس میں قمطریر کے معنی ہیں انتہائی سخت۔ ایک قول ہے سخت اور لمبا دن یا ایسا دن جس میں شدت ہی شدت ہے۔

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾

تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچایا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا۔

بسبب خوفهم و تحفظهم عنه۔ فاء سببیہ ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے (ابرار) ڈرنے (یوم قیامت کے عذاب سے ڈرنے) کی وجہ سے انہیں اس دن کی برائی سے محفوظ کر دیا۔

وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾ اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

ای اعطاهم بدل عبوس الفجار و حزنهم نضرة فی الوجوه وسرورا فی القلوب۔ یعنی اس دن فساق و فجار تو رنج وغم کی وجہ سے تیوراۓ اور ترش رو ہوں گے جب کہ ان کے برعکس ابرار کو ترش روئی کی جگہ چہروں کی شگفتگی وشادابی حسن وتازگی اور فرحت دی جاۓ گی اور ان کے دل مسرور وشادکام ہوں گے۔

وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٢﴾

اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیے۔

وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا اور انہیں صلہ میں دیے ان کے صبر پر۔

بصبرهم علی مشاق الطاعات و مهاجرة هوی النفس فی اجتناب المحرمات وایثار الاموال ماکلا وملبسا۔

یعنی ابرار کو طاعات الٰہیہ کی مشقت پر صبر کرنے اور حرام وممنوع امور سے باز رہنے اور خواہشات نفس کے ترک کرنے پر اور راہ خدا میں خوراک وپوشاک صدقہ وخیرات کرنے پر یہ صلہ دیا۔

جَنَّةً بستانا عظیما یاکلون منه ماشاء وا بہت بڑے اور وسیع باغات جس سے جس طرح چاہیں گے کھائیں گے۔

Marfat.com

(وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾) اور ریشمی کپڑے۔

يلبسونه ويتزينونه جنہیں وہ پہنیں گے اور ان سے خود کو زینت دیں گے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

ارائک اریكة کی جمع ہے وهی السرير فی الجملة اور مراد آراستہ کمرے کی مسہری ہے اور ایک قول ہے کہ ہر وہ شے مراد ہے جس پر تکیہ لگایا جاسکے خواہ مسہری ہو یا فرش وغیرہ۔ جزا کا تذکرہ اس حالت کے ساتھ خاص ہے جو کہ انعام پانے والوں کی کامل و مکمل حالت کیفیت ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جنت کی صفت ہے اگرچہ اس کے ساتھ ضمیر ہرگز مقابل نہیں۔ جب کہ ایک قول ہے کہ صَبَرُوْا کی ضمیر سے حال مقدر ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار جنت میں آراستہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔

یہ دوسری حالت ہے ای هواء ها معتدل لا حر شمس يحمى ولا شدة برد يؤذی یعنی جنت کی ہوا (موسم) معتدل ہوگا نہ تو سورج کی تپش سے گرمی لگے اور نہ ہی سخت سردی جو تکلیف دے۔ حدیث شریف میں ہے هواء الجنة سجسج لاحر و لا قر جنت کا موسم معتدل اور راحت بخش ہے نہ گرمی اور نہ ہی سردی۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کردیے گئے ہوں گے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے۔

گزشتہ آیت میں مُّتَّكِـِٕيْنَ پر عطف ہے یا پھر جَنَّةً پر عطف ہے اور موصوف محذوف ہے ای وجنه أخری دانية عليهم ظلالها على انهم وعدوا جنتين كما فی قوله سبحانه و تعالیٰ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ یعنی ابرار کو اللہ تعالیٰ ایک اور جنت عطا فرمائیں گے جس کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے یا قریب ہوں گے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد کے موجب وہ لوگ دو جنتوں کا وعدہ دیے گئے تھے۔ سورۂ رحمٰن میں ہے اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک قول ہے: والمراد ان ظلال اشجار الجنة قريبة من الابرار مظلة عليهم زيادة فی نعيمهم مراد یہ ہے کہ جنت کے درختوں کے سائے ابرار کے خوب قریب ہوں گے اور ان پر سایہ کیے ہوں گے اور ایسا ان پر زیادتی نعمت کے لیے ہوگا۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کردیے گئے ہوں گے۔

ای سخرت ثمارها لمتناولها وسهل اخذها من الذل۔ یعنی اس کے پھل (گچھے) جھکائے گئے ہیں اس لیے کہ وہ (ابرار) کی پہنچ میں رہیں اور ان سے توڑنا یا لینا انتہائی سہولت و آسانی سے ہو۔ قتادہ، مجاہد اور سفیان رحمہم اللہ کا قول ہے کہ آدمی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جس طرح چاہے کھانے کے لیے توڑ سکے گا۔ اور تَذْلِيْلًا کا مطلب ہے لا يرد

Marfat.com

الید عنہا بعد و لا شوک کہ طلبگار ہاتھ اس سے خالی نہ لوٹے گا اور نہ ہی وہ پہنچ سے دور ہوں گے اور نہ ہی کانٹے ہوں گے کہ ہاتھ زخمی ہو اور قطوف سے مراد پھل یا میوے ہیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝١٥ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝١٦

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے، کیسے شیشے چاندی کے، ساقیوں نے انہیں پورے اندازے پر رکھا ہوگا۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ اور ان پر دور ہوگا، برتنوں کے ساتھ۔

اٰنِيَةٍ جمع اناء جس طرح کساء و اکسیۃ وھو مایوضع فیہ الشیء اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ برتن جس میں کوئی شے رکھی جائے یعنی برتن اور ''الاوانی'' جمع الجمع ہے۔

مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ چاندی کے اور کوزے۔

مِن فِضَّةٍ۔ برتن چاندی کے ہوں گے۔ اَکْوَابٍ کوب کی جمع جس کے معنی قدح یعنی پیالے کے ہیں لاعُروۃ لہ جس کا دستہ نہ ہو۔ راغب رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور قاموس میں ہے کوز لاعروۃ لہ و لا خرطوم لہ ایسا پیالہ (کوزہ) جس کا پکڑنے والا دستہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے ٹونٹی ہو اور ایک قول ہے کہ بغیر دستے اور ٹونٹی کے بڑا پیالہ۔

كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝١٥ جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

كَانَتْ ای تلک الاکواب یعنی وہ کوزے یا پیالے قَوَارِيرَا جمع قارورۃ وھی اناء رقیق من الزجاج یوضع فیہ الاشربۃ۔ قواریر قارورہ کی جمع ہے اور مراد اس سے وہ نازک پتلے شیشے کے برتن ہیں جن میں مشروبات ڈالے جاتے ہیں اگر كَانَتْ کو فعل ناقص قرار دیں تو اس تقدیر پر قَوَارِيرَا اس کی خبر ہوگی اور معنی ہوں گے کہ وہ برتن صفائی و چمک میں شیشے کے مثل ہوں گے۔

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ کیسے شیشے چاندی کے۔

كَانَتْ قَوَارِيرَا سے بدل ہے اور کلام میں تشبیہ بلیغ ہے فالمراد تکونت جامعۃ بین صفاء الزجاجۃ وشفیفہا ولین الفضۃ وبیاضہا تو اس سے مراد ہے کہ وہ برتن گو چاندی کے ہوں گے مگر صفائی اور چمک میں شیشے کی طرح ہوں گے اور ان کا چاندی ہونا سفیدی و ملائمت والا ہوگا یعنی دونوں امور کے جامع ہوں گے اور چاندی کے یہ برتن سفیدی میں چاندی کی طرح اور چمک و صفائی میں شیشے کی طرح ہوں گے۔ اور ان میں مشروب باہر سے نظر آئے گا۔

قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝١٦ ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

ای قدروا تلک القواریر فی انفسہم فجاء ت حسب ما قدروا لامزید علی ذلک ولا یمکن ان یقع زیادۃ علیہ۔

یعنی وہ ان پیالوں کو اپنی دلی خواہش وطلب کے اندازہ پر رکھیں گے تو اسی اندازہ ورائے کے مطابق وہ جام بھرے لائے جائیں گے۔ اور ان کی طلب رغبت سے زیادہ ہوگا ہی نہیں اور نہ ہی ممکن ہوگا کہ اس پر زیادتی واقع ہو۔ قَدَّرُوهَا کی ضمیر ابرار کی طرف راجع ہے یا پھر اس سے مراد خدام جنت ہیں جو ساقی کا کام کریں گے یعنی خواہ خود لیں یا خدام لائیں اندازہ کے

Marfat.com

موافق ہی ہوگا۔اور مقدار مطلوبہ میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی وہ ادرک (سونٹھ) کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے۔

گزشتہ آیت میں يُطَافُ عَلَيْهِمْ پر عطف ہے یعنی جنت میں ابرار پلائے جائیں گے۔ كَأْسًا سے مراد جام ہے یا مشروب اور قوی یہی ہے کہ كَأْسًا کہہ کر مشروب مراد لیا گیا ہے اور كَأْسًا مجاز اُبولا گیا ہے مراد ہے شراب طہور۔

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾ جس کی ملونی ادرک ہوگی۔

یہ كَأْسًا (مشروب) کی صفت ہے ایسی شراب جس کی آمیزش ادرک (سونٹھ) ہوگی اس آمیزش سے لذت زیادہ ہوگی۔ایک قول ہے کہ زنجبیل عیون جنت میں سے ایک چشمہ ہے جس کے پانی میں ادرک کا ذائقہ و مزہ ہے۔مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے مقربین کے علاوہ جملہ اہل جنت جنتی چشموں سے آمیزہ شدہ پانی دیے جائیں گے اور صاحب تفسیر مظہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زنجبیل، کافور وغیرہ کی آمیزش کا ذکر لوگوں کے مزاج و حال طبیعت کے موافق کیا گیا ہے کہ حسب ذوق و طبیعت پلائے جائیں گے۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

عَيْنًا زَنْجَبِيلًا سے بدل ہے یا پھر كَأْسًا سے بدل ہے یعنی وہ ادرک جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے یا مطلب ہے کہ ادرک کی ملونی سے بھرپور جام ہوں گے جو آسانی سے پئیں گے اور انہیں پسند ہوگا۔زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سلسبیل کے معنی کسی مشروب کے حلق سے بآسانی اور خوشگواری سے اترنے کے ہیں۔عکرمہ کا قول ہے عین سلسل ماؤها وہ ایک چشمہ ہے اہل جنت اپنی مرضی کے موافق اس کو جہاں چاہیں گے بہا کرلے جائیں گے۔قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے عین تنبع من تحت العرش من جنة عدن تسلسل الی الجنان سلسبیل ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے سے جنت عدن میں سے پھوٹتا ہے اور وہ بسہولت و آسانی تمام اہل جنت تک پہنچے گا جہاں بھی وہ اسے چاہیں گے اس کا بہاؤ ان کی مرضی کے موافق ہوگا۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾

اور ان کے پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔

ای دائمون علی ماھم فیه من الطراوة والبهاء وقیل مقرطون نجلدة وجاء فی حدیث اخرجه ابن مردویه عن انس مرفوعا انهم الف خادم وفی بعض الآثار اضعاف ذلک والجود اعظم والمواهب اوسع ویختلف ذلک قلة وکثرة باختلاف أعمال المخدومین۔یعنی ان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہیں گے

Marfat.com

اوران کی تروتازگی اور چمک ہمیشہ رہے گی یعنی نہ مریں گے نہ بوڑھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ وہ چمک میں ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے اور حدیث میں وارد ہے جسے ابن مردویہ سے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ وہ خادم ایک ہزار ہوں گے اور بعض روایتوں میں تعداد کی کمی بیشی آئی ہے۔ ابن ابی الدنیا سے خدام کی تعداد دس ہزار تک منقول ہے واللہ اعلم اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم اور عطا بہت بڑی ہے اور لطف عنایت انتہائی وسیع ہے اور خدام کی قلت وکثرت مخدومین کے حسب مراتب اوران کے اعمال حسنہ کے کم وبیش کے مطابق ہے۔

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

لحسنهم وصفاء الوانهم واشراق وجوههم وانبثاتهم في مجالسهم ومنازلهم۔ حضور اکرم ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ یا وہ لوگ جو اس پر واقف ہیں جب انہیں دیکھیں گے تو ان کے حسن وخوبصورتی، ان کی رنگتوں کی شفافی وصفائی (چمک) اوران کے چہروں کی آب وتاب اس طرح ہوگی گویا صاف فرش پر موتی (مروارید) بکھرے ہوں اور وہ اہل جنت کی مجلسوں اور منزلوں میں پھیلے ہوں گے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ⑳

اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ اور جب تو ادھر نظر اٹھائے۔

اى هناك يعنى في الجنة یعنی وہاں جنت میں۔

رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ⑳ ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

اى عظيم القدر لا تحيط به مبارة یعنی بڑی اور عظیم سلطنت کہ اس کا وصف بیان میں نہ آسکے۔ عبداللہ بن عمرو الکلبی کا قول ہے کہ وہ سلطنت اتنی وسیع وعریض ہوگی کہ ہزار برس کی مسافت کو جنتی اپنے مکان ومجلس میں ہوتے ہوئے انتہائی قریب دیکھے گا۔ اور وہ حد نظر تک سلطنت عطا کیا جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ فرشتے بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہوں گے۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ㉑
اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ㉒

ان کے بدن پر ہوں گے کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں ان کا رب ستھری شراب پلائے گا۔ ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ اس کے بدن پر ہوں گے کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے۔

کہا گیا ہے کہ عٰلِيَهُمْ ظرف بمعنی فوقھم ہے کیونکہ یہ خبر مقدم ہے اور ثِيَابُ مبتدأ مؤخر ہے اور جملہ حال ہے ضمیر منفصل سے جو عٰلِيَهُمْ میں ہے فهي شرح لحال الابرار المطوف عليهم اور یہ ان ابرار کے حال کی تشریح ہے جن کے لیے خدام خدمت کو پھریں گے۔ خُضْرٌ (سبز رنگ) ثِيَابُ (لباس، کپڑے) کی صفت ہے اور سندس اور استبرق لباس کی نوعیں (اقسام ہیں) سندس اور استبرق کے بارے میں ثعلب رحمہ اللہ کا قول ہے ما رق من الديباج ایسا کپڑا جو زربفت سے تیار ہو اور ایک قول ہے مارق من ثياب الحرير جو باریک ریشمی کپڑا سے تیار ہو۔ ایک قول ہے استبرق سے مراد دریائی ریشمی کپڑا

ہوتا ہے۔ نسائی شریف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ جنتیوں کے لباس کا کپڑا جنت میں ایک پھل ہے جس سے پھوٹ کر نکلے گا اور بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے کہ وہ جنت میں ایک درخت ہوگا جس سے اہل جنت کے ملبوسات تیار ہوں گے۔

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اَسَاوِرَ جمع سوار یعنی کنگن۔ فِضَّةٍ (چاندی) مِنْ بیانیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ جنتی لوگ چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے سورۃ الحج میں ارشاد ہوا ہے یُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وہ جنت میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی۔ تو دونوں آیتوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے موتی یا چاندی کے پھر سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے یا پھر حسب مراتب پہناوا ہوگا کسی کو چاندی کے اور کسی کو سونے کے۔ ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر ایک جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے: ایک چاندی کا، ایک سونے کا اور ایک موتی کا۔ گزشتہ ادوار میں جب کسی کو سرداری ملتی تو اس کو سونے کے کنگن پہنانے کا دستور تھا جس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ سردار واجب الاطاعت ہے شاید جنت میں اس لیے ہو کہ ہر جنتی شخص واجب الاطاعت ہوگا اور اس کے خدام جنت میں اس کے حکم و خدمت کے لیے چشم براہ ہوں گے۔

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اور انہیں ان کا رب ستھری شراب پلائے گا۔

هو نوع اخر يفوق النوعين السابقين وهما ما مزج بالكافور وما مزج بالزنجبيل كما يرشد اليه اسناد سقيه الى رب العالمين ووصفه بالطهورية قال ابوقلابة يؤتون بالطعام والشراب فاذا كان آخر ذلك اتوا بالشراب الطهور فيطهر بذلك قلوبهم وبطونهم ويفيض عرقا من جلودهم مثل ريح المسك وعن مقاتل هو ماء عين على باب الجنة من ساق شجر من شرب منه نزع الله تعالىٰ ما كان فى قلبه من غش وغل و حسد وما كان فى جوفه من قذر واذى۔ وہ ستھری شراب ایک دوسری قسم کی ہوگی ان دو قسموں سے جن کا ذکر گزرا اور وہ دونوں شرابیں کافور سے آمیزش اور زنجبیل سے ملی ہوئی ہوں گی جیسا کہ اس کے بندے اور اس کی عطا کی نسبت جہانوں کے پروردگار کی طرف ہے اور اس کی توصیف طہارت کے ساتھ کی گئی ہے ابو قلابہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل جنت کو طعام کے ساتھ اور مشروبات بھی دیئے جائیں پھر ان سب کے بعد شراب طہور دیے جائیں گے جس سے ان کے دل اور بدن ستھرے ہو جائیں گے اور ان کے اجسام کی جلدوں سے پسینہ مشک کی خوشبو کی مانند بہے گا اور مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ یعنی شراب طہور ایک چشمے کا پانی ہے جو جنت کے دروازے پر ہے اور ایک درخت کے تنے سے نکلتا ہے جو اس سے پیے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے جو دھوکا، کینہ اور حسد وغیرہ ہوگا اور اس کے بدن میں جو گندگی اور نجاست ہوگی، وہ نکال دے گا اور اسے پاکیزہ بنا دے گا۔ ایک قول ہے کہ وہ شراب نہایت پاک و صاف ہوگی نہ کسی ہاتھ سے مس ہوئی ہوگی اور نہ وہ شراب دنیا جیسی ہوگی کہ اس سے بدن میں گندگی بنے بلکہ اس کے پینے سے ان کے اجسام سے مشک کی خوشبو نکلے گی اور ان کی رغبتیں تازہ یا زیادہ ہو جائیں گی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے۔

Marfat.com

الذی ذکر من فنون الکرامات الجلیلة الشان بمقابلة اعمالکم الصالحة التی اقتضاھا حسن استعدادکم واختیارکم یعنی جو نعمائے جنت اور فضل وعطار بانیہ کا ذکر ہوا یہ تمہارے ان اعمال کا صلہ وبدلہ ہے جو تمہاری استعدادوقوت کے مطابق اچھی کارکردگی اور فرمان برداری کا متقاضی تھا۔

وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾ اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

ای مرضاً مقبولاً یعنی تمہارا پروردگار راضی ہوا اور اس نے تمہاری محنت قبول فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ اس وقت فرمایا جائے گا جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل جنت کی خوشی وسرور میں زیادتی واضافہ ہو۔ اور یہ سب اللہ عزوجل کا فضل ومہربانی ہوگی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ دہر۔ پ ۲۹

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾	بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾	تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾	اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو۔
وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾	اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾	بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی (فوری) عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾	ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾	بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾	اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک وہ علم وحکمت والا ہے۔
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾	اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حل لغات رکوع دوم۔ سورۃ دہر۔ پ ۲۹

اِنَّا۔ بے شک	نَحْنُ۔ ہم نے	نَزَّلْنَا۔ اتارا	عَلَيْكَ۔ تجھ پر
اَلْقُرْاٰنَ۔ قرآن	تَنْزِيْلًا۔ بتدریج	فَاصْبِرْ۔ تو صبر کر	لِحُكْمِ۔ واسطے حکم

Marfat.com

رَبِّكَ۔ اپنے رب کے	وَ۔ اور	لَا۔ نہ	تُطِعْ۔ کہا مان
مِنْهُمْ۔ ان میں سے	اٰثِمًا۔ گنہگار	اَوْ۔ یا	كَفُوْرًا۔ ناشکرے کا
وَ۔ اور	اذْكُرِ۔ یاد کر	اسْمَ۔ نام	رَبِّكَ۔ اپنے رب کا
بُكْرَةً۔ صبح	وَّ۔ اور	اَصِيْلًا۔ شام	وَ۔ اور
مِنَ الَّيْلِ۔ رات میں	فَاسْجُدْ۔ سجدہ کر	لَهٗ۔ اس کو	وَ۔ اور
سَبِّحْهُ۔ پاکی بول اس کی	لَيْلًا۔ رات	طَوِيْلًا۔ لمبی تک	اِنَّ۔ بے شک
هٰۤؤُلَآءِ۔ یہ	يُحِبُّوْنَ۔ پسند کرتے ہیں	الْعَاجِلَةَ۔ دنیا کو	وَ۔ اور
يَذَرُوْنَ۔ چھوڑتے ہیں	وَرَآءَ۔ پیچھے	هُمْ۔ اپنے	يَوْمًا۔ دن
ثَقِيْلًا۔ بھاری کو	نَحْنُ۔ ہم نے	خَلَقْنٰهُمْ۔ ان کو پیدا کیا	وَ۔ اور
شَدَدْنَآ۔ سخت کیے	اَسْرَ۔ جوڑ	هُمْ۔ ان کے	وَ۔ اور
اِذَا۔ جب	شِئْنَا۔ چاہیں ہم	بَدَّلْنَآ۔ بدل دیں گے ہم	اَمْثَالَهُمْ۔ مثل ان کی
تَبْدِيْلًا۔ بدلنا	اِنَّ۔ بے شک	هٰذِهٖ۔ یہ	تَذْكِرَةٌ۔ نصیحت ہے
فَمَنْ۔ تو جو	شَآءَ۔ چاہے	اتَّخَذَ۔ پکڑے	اِلٰى۔ طرف
رَبِّهٖ۔ اپنے رب کی	سَبِيْلًا۔ رستہ	وَ۔ اور	مَا۔ کیا
تَشَآءُوْنَ۔ چاہو تم	اِلَّآ۔ مگر	اَنْ۔ یہ کہ	يَّشَآءَ۔ چاہے
اللّٰهُ۔ اللہ	اِنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	كَانَ۔ ہے
عَلِيْمًا۔ جاننے والا	حَكِيْمًا۔ حکمت والا	يُّدْخِلُ۔ داخل کرتا ہے	مَنْ۔ جسے
يَّشَآءُ۔ چاہے	فِيْ۔ بیچ	رَحْمَتِهٖ۔ اپنی رحمت کے	وَ۔ اور
الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم	اَعَدَّ۔ تیار کیا	لَهُمْ۔ ان کے لیے	عَذَابًا۔ عذاب
اَلِيْمًا۔ دردناک			

مختصر تفسیر رکوع دوم۔ سورۃ دہر۔ پ ۲۹

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔

ای نزلنا مفرقا منجما فی نحو ثلاث و عشرین سنة لحکم بالغة مقتضية له لاغیرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ صرف ہم نے ہی قرآن حکیم کو تیئیس سال کے عرصے میں اپنی حکمت کے تحت جو اس کی مقتضی تھی آپ ﷺ پر جستہ جستہ اور تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ اور یہ ہمارا ہی فعل ہے جو حکمت و مصلحت سے بھرپور ہے۔

Marfat.com

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو۔

بتاخير نصرک علی الکفار فان له عاقبة حميدة کفار پر آپ ﷺ کی فتح ونصرت میں جو وقتی دیر ہو رہی ہے اس سے آپ دل گرفتہ نہ ہوں اور صبر کریں کہ بلاشبہ انجام کار آپ ہی کے حق میں محمود ہوگا۔ ایک قول ہے کہ تبلیغ رسالت کے ضمن میں آپ کو جو اذیت و تکالیف پہنچی ہیں تو آپ انہیں برداشت کریں اور صابر رہیں اور حکم الٰہی (فیصلہ) کا انتظار فرمائیں اور عجلت نہ چاہیں کیونکہ ابرار واشرار کی عاقبت کی تفصیل آپ کو معلوم ہو چکی لہٰذا ان کی گرفت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے لیے منتظر رہیں۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ اور ان میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔

وَلَا تُطِعْ قلة صبر منک علی اذٰهم وضجرا من تأخر نصرک یعنی کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور ان پر غلبہ ونصرت میں تاخیر کی وجہ سے آپ صبر وتحمل میں کمی نہ فرمائیں اور ان کی طرف سے فوری عذاب کے مطالبہ یا ان کی بے ہودہ باتوں پر آزردہ نہ ہوں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کا انتظار فرمائیں۔ اٰثِمًا سے مراد عتبہ بن ربیعہ اور كَفُوْرًا سے مراد ولید بن مغیرہ ہے یہ قول مقاتل رحمہ اللہ کا ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ دونوں اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ سے مراد ابوجہل لعین ہے۔ ان کفار نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ تبلیغ دین سے باز آجائیں تو عتبہ آپ کو اپنی بیٹی بیاہ دے گا اور ولید آپ کو آپ کی حسب رضا مال دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک شبہہ وارد ہوتا ہے کہ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ای واحدا منهما کہ تم ان دونوں میں سے (گناہ گار اور ناشکرے) ایک کی بھی پیروی نہ کرو اور ایک کی کرو تو جاننا چاہیے کہ لَا تُطِعْ میں نفی ممانعت عمومی ہے اور اٰثِمًا اور كَفُوْرًا دونوں نکرہ ہیں جو اس کے مؤید ہیں تو مفہوم یہ ہوا کہ دعوت گناہ ہو یا کفر و ناشکری کی دعوت ہو آپ کسی کی بھی بات نہ سنیں اور اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا میں اَوْ بمعنی واؤ ہرگز نہیں جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے جن کا خیال ہے کہ یہ دونوں صفات ذمیمہ ابوجہل ہی کی تھیں اور اس سے مراد وہی لعین ہے جس نے آپ ﷺ کو نماز سے روکا اور دھمکیاں دیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو۔

وداوم علی ذکره سبحانه و تعالیٰ فی جمیع الاوقات اوداوم علی صلاة الفجر والظهر والعصر فان الاصیل قد یطلق علی ما بعد الزوال المغرب فنظمهما۔ اور تمام اوقات میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر پر مداومت فرمائیں یا مراد فجر وظہر اور عصر کی نمازوں کی مداومت وحفاظت کریں کیونکہ "اصیل" (شام) کا اطلاق اس وقت پر ہوتا ہے جو زوال کے بعد مغرب تک ہوتا ہے لہٰذا اس وقت میں دونوں نمازوں یعنی ظہر وعصر کا خوب اہتمام کریں۔ اور بُكْرَةً سے مراد دن کا شروع حصہ یعنی نماز فجر ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

وَمِنَ الَّيْلِ ای بعضه یعنی رات کے بعض حصے میں فَاسْجُدْ لَهٗ ای لله عزوجل علی ان السجود مجاز عن الصلوة بذكر الجزء وارادة الكل وحمل ذلک علی صلوة المغرب والعشاء وتقديم الظرف

Marfat.com

للاعتناء والاهتمام لما فی صلوة اللیل من مزید کلفة و خلوص یعنی رات میں حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرواور سجود سے مراد نماز ہے کہ جزء بول کر کل مراد لیا جاتا ہے اور اس کو نماز مغرب اور نماز عشاء پر محمول کیا ہے اور ظرف کی تقدیم (مِنَ الَّیْلِ رات کی) توجہ اور اہتمام کے لیے ہے کہ رات کی نمازوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور خلوص بھی ہوتا ہے ان دونوں آیات میں (گزشتہ اور موجودہ) پانچوں نمازوں کا ذکر واضح ہے۔

وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ اور بڑی رات گئے تک اس کی پاکی بولو۔

وتهجد له تعالیٰ قطعا من اللیل۔ اور اللہ کے لیے نماز تہجد رات بعض حصہ میں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں تہجد کا حکم ہے لَیْلًا کی تنوین تبعیض کے لیے ہے اور تسبیح کی اصل تنزیہ ہے اور وہ مطلق عبادت قولی اور فعلی پر اطلاق کرتی ہے اور ابن زید رحمہ اللہ و دیگر علماء سے مروی ہے کہ نماز تہجد ابتداءً فرض تھی پھر فرضیت منسوخ ہوگئی تو اب فرض نہیں سوائے پنجگانہ کے۔ اور ایک گروہ کا قول ہے کہ آیت تاخیر ظرف سے دلالت کر رہی ہے کہ نماز تہجد اس طرح فرض نہیں جس طرح کہ پہلے ہوا کرتی تھی بلکہ اب یہ حکم مندوب ہے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ تسبیح سے مراد نماز نہیں بلکہ ذکر لسانی وغیرہ ہے کہ روز و شب ذکر الٰہی میں دل و زبان سے مشغول رہے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾

بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ ای الکفرة یعنی کفار و مشرکین مکہ۔

یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں۔

وینهمکون فی لذاتها الفانیة اور دنیاوی زندگی کی فنا ہو جانے والی لذات میں مشغول و گرفتار ہیں۔

وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ اور اپنے پیچھے چھوڑ بیٹھے ہیں۔

ای امامهم یعنی اپنے آگے۔

یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾ بڑا بھاری دن۔

هو یوم القیامة۔ اور وہ قیامت کا دن ہے جس کے شدائد کافروں پر بہت بوجھل اور بھاری ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ تو حب دنیا میں اسیر ہیں اور صرف دنیا ہی کے طلبگار ہیں انہیں نہ کوئی فکر آخرت ہے اور نہ ہی ان میں اس کی تیاری کے لیے کوئی رغبت ہے تو آپ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے کام میں مصروف رہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿۲۸﴾

ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں پیدا کیا۔

ای لا غیرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ ہم نے ہی انہیں (کفار کو) پیدا کیا اور ہم ہی ان کے خالق ہیں۔ اس فرمان میں کفار کی مذمت اور ناشکری کا ذکر ہے۔

وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔

ای أحکمنا ربط مفاصلھم بالاعصاب و العروق یعنی ہم نے ان کے جوڑ جوڑ، پٹھے اور رگیں مضبوط و مربوط بنائیں اور انہیں قوت وطاقت عطا کی۔ اَسْر کا معنی شدت و مضبوط بنانے کے ہیں۔

وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿۲۸﴾ اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

ای اھلکناھم وبدلنا امثالھم فی شدۃ الخلق۔ یعنی ہم اگر چاہیں تو انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی جگہ ان جیسے ہی مضبوط وقوی لوگ لے آئیں جو اطاعت شعار ہوں اور ہمارے احکام کے فرمان بردار ہوں۔ ذکر مشیت فرضی ہے یعنی اِذَا جو حرف شرط ہے بمعنی اِنْ ہے اگر ہم چاہیں یا اگر ہماری مرضی ہوئی تو ہم ان کی جگہ دوسروں کو لے آئیں گے اور وقت مبہم ہے یعنی خواہ دنیا ہی میں یا آخرت میں ہم جب بھی چاہیں گے ایسا کریں گے۔ اس آیت میں کفار کی ہلاکت کی خبر دی گئی جو بدر کے دن پوری ہوئی۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾

بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ بے شک یہ نصیحت ہے۔

اشارۃ الی السورۃ او الآیات القرآنیۃ سورۂ مبارکہ (الدھر) یا آیات قرآنیہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن حکیم مخلوق کے لیے نصیحت اور اس کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾ تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

ای فمن شاء ان یتخذ الیہ تعالیٰ سبیلا ای وسیلۃ توصلہ الیٰ ثوابہ ھذہ ای تقرب الیہ بالطاعۃ فھو توصل ایضا السبیل للمقاصد۔

یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راہ لے تو اس کی طرف وہ وسیلہ (رسول اللہ کی پیروی واتباع) اختیار کرے جو اس کو اللہ کی طرف سے ثواب کے حصول کا مستحق بنا دے یا پھر اطاعت وفرمان برداری کے ذریعے اس کا قرب چاہے تو وہ بھی اسے اس تک پہنچا دے گا اور راستہ لینے کا مقصود یہی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب اور اس کی خوشنودی اور اس کی طرف کامیابی وکامرانی حاصل ہو۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۳۰﴾ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۱﴾

اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک وہ علم وحکمت والا ہے اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اور تم کیا چاہو۔

ای شیئا او اتخاذ السبیل یعنی تمہارا چاہنا یا حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راہ پکڑنا۔

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

ای الاوقت مشیئۃ اللہ تعالیٰ لمشیئتکم یعنی اس وقت تمہاری مشیت کا وجود ہوگا جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی

Marfat.com

مشیت ہو کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے اس ہی کی مشیت سے ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ بے شک وہ علم والا حکمت والا ہے۔

مبالغا فی العلم فیعلم مشیئات العباد المتعلقة بالافعال التی سألوها بألسنة استعداداتهم حق سبحانہ وتعالیٰ بخوبی علم والا ہے اور وہ بندہ کی مشیت کو جو ان کے افعال سے متعلق ہے اور ان کی استعداد و قابلیت کو خوب جانتا ہے (حَكِيْمًا) غایت درجہ حکمت والا ہے اور وہی چاہتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کے موافق ہے اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندوں میں خیر و شر کی استعداد و قابلیت پہلے سے ہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم حق سبحانہ وتعالیٰ ''ہادی'' تعین مومن کا مبدا ہے چونکہ اس کی مشیت مومنوں کو ہدایت دینے کی تھی تو مومن اس کی مشیت کے مطابق راہ ہدایت پر چلے اور تعین کفار کا مبدا اسم ''مضل'' ہے تو اس کی مشیت نہ تھی لہٰذا اس نے کفار کا راہ حق پر چلنا نہ چاہا تو وہ نہ چلے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے۔

ای الی دخول الجنة من الایمان و الطاعة۔ یعنی اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ایمان و طاعت کی توفیق دے کر اپنی رحمت میں لیتا ہے یعنی جنت میں داخل فرماتا ہے کہ جنت ہی محل لطف و کرم اور رحمت ہے۔

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظالموں سے مراد کفار ہیں اور يُدْخِلُ پر عطف ہے اور ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے کہ ان کے لیے مشیت رحمت نہ ہوئی اور وہ اپنے کفر و معصیت کی محبت اور حق سے سرکشی کے باعث دوزخ میں داخل ہوں گے۔

الحمدللہ آج سورۃ الدھر مکمل ہوئی

۲ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ، ۲۱ اگست ۱۹۹۳ء

سورۃ المرسلات مکیہ

اس میں دو رکوع، پچاس آیات، ایک سو اسی کلمات اور آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول۔سورۃ المرسلات۔پ ۲۹

وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾	قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگا تار۔
فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾	پھر ان کی جو زور سے جھونکا دینے والیاں ہیں۔
وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾	پھر ان کی جو ابھار کر اٹھانے والیاں ہیں۔
فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾	پھر ان کی جو حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں ہیں۔
فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾	پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔
عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾	حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔
اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾	بیشک جس بات کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ضرور ہونی ہے
فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾	پھر جب تارے محو کر دیے جائیں گے۔
وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾	اور جب آسمان میں رخنے پڑیں گے۔
وَ اِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ﴿۱۰﴾	اور جب پہاڑ غبار بنا کر اڑا دیے جائیں گے۔
وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ﴿۱۱﴾	اور جب رسولوں کا وقت آئے گا۔
لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ﴿۱۲﴾	کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔
لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۚ﴿۱۳﴾	روز فیصلہ کے لیے۔
وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ﴿۱۴﴾	اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾	جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہے۔
اَلَمۡ نُہۡلِکِ الۡاَوَّلِیۡنَ ؕ﴿۱۶﴾	کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔
ثُمَّ نُتۡبِعُہُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۷﴾	پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔
کَذٰلِکَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾	مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۹﴾	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
اَلَمۡ نَخۡلُقۡکُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾	کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔
فَجَعَلۡنٰہُ فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۙ﴿۲۱﴾	پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔
اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۙ﴿۲۲﴾	ایک معلوم اندازہ تک۔

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ — پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ — اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ﴿۲۵﴾ — کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔

اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ — تمہارے زندوں اور مردوں کی۔

وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ — اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ — اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ — چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ — چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں۔

لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ — نہ سایہ نہ لپٹ سے بچائے۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ — بیشک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے اونچے محل۔

کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ — گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾ — اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ — یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔

وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ — اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۳۷﴾ — اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰکُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ — یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔

فَاِنْ کَانَ لَکُمْ کَیْدٌ فَکِیْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ — اب اگر تمہارا کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چل لو۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۴۰﴾ — اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

حل لغات رکوع اول۔ سورۃ المرسلات۔ پ ۲۹

وَ۔ قسم ہے | اَلْمُرْسَلٰتِ۔ ان کی جو بھیجی جاتی ہیں | عُرْفًا۔ لگاتار

فَالْعٰصِفٰتِ۔ پھر جھونکا دینے والیاں | عَصْفًا۔ زور سے | وَّ۔ اور

النّٰشِرٰتِ۔ اٹھانے والیاں | نَشْرًا۔ ابھار کر | فَالْفٰرِقٰتِ۔ پھر جدا کرنے والیاں

فَرْقًا۔ اچھی طرح | فَالْمُلْقِیٰتِ۔ پھر القا کرنے والیاں | ذِکْرًا۔ ذکر کا

عُذْرًا۔ عذر دور کرنے کو | اَوْ۔ یا | نُذْرًا۔ ڈرانے کو | اِنَّمَا۔ بے شک جو

تُوْعَدُوْنَ۔ تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ | لَوَاقِعٌ۔ واقع ہونے والا ہے | فَاِذَا۔ پھر جب

النُّجُوْمُ۔ستارے	طُمِسَتْ۔بےنور ہوجائیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب
السَّمَآءُ۔آسمان	فُرِجَتْ۔کھولے جائیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب
الْجِبَالُ۔پہاڑ	نُسِفَتْ۔اڑا دیے جائیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب
الرُّسُلُ۔رسول	اُقِّتَتْ۔وقت پر آئیں	لِاَیِّ۔کس	یَوْمٍ۔دن کے لیے
اُجِّلَتْ۔ٹھہرائے گئے	لِیَوْمِ۔دن	الْفَصْلِ۔فیصلے کے لیے	وَ۔اور
مَآ۔کیا	اَدْرٰىكَ۔جانے تو	مَا۔کیا ہے	یَوْمُ۔دن
الْفَصْلِ۔فیصلے کا	وَیْلٌ۔خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۔جھٹلانے
والوں کے لیے	اَ۔کیا	لَمْ۔نہیں	نُهْلِكِ۔ہلاک کیا ہم نے
الْاَوَّلِیْنَ۔پہلوں کو	ثُمَّ۔پھر	نُتْبِعُهُمُ۔پیچھے لگایا ہم نے ان کے	
الْاٰخِرِیْنَ۔پچھلوں کو	كَذٰلِكَ۔اسی طرح	نَفْعَلُ۔کرتے ہیں ہم	بِالْمُجْرِمِیْنَ۔مجرموں کے
ساتھ۔	وَیْلٌ۔خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۔جھٹلانے
والوں کے لیے	اَ۔کیا	لَمْ۔نہیں	نَخْلُقْكُّمْ۔پیدا کیا ہم نے تم کو
مِّنْ مَّآءٍ۔پانی	مَّهِیْنٍ۔ذلیل سے	فَجَعَلْنٰهُ۔تو رکھا اس کو	فِیْ۔بیچ
قَرَارٍ۔جگہ	مَّكِیْنٍ۔محفوظ کے	اِلٰى۔طرف	قَدَرٍ۔مدت
مَّعْلُوْمٍ۔مقرر کے	فَقَدَرْنَا۔تو اندازہ کیا ہم نے	فَنِعْمَ۔تو اچھے ہیں	الْقٰدِرُوْنَ۔اندازہ کرنے
والے	وَیْلٌ۔خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ۔اس دن	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۔جھٹلانے
والوں کی۔	اَ۔کیا	لَمْ۔نہیں	نَجْعَلِ۔بنایا ہم نے
الْاَرْضَ۔زمین کو	كِفَاتًا۔جمع کرنے والی	اَحْیَآءً۔زندوں	وَّ۔اور
اَمْوَاتًا۔مردوں کی	وَّ۔اور	جَعَلْنَا۔بنائے ہم نے	فِیْهَا۔اس میں
رَوَاسِیَ۔پہاڑ	شٰمِخٰتٍ۔بلند	وَّ۔اور	اَسْقَیْنٰكُمْ۔پلایا ہم نے تم کو
مَّآءً۔پانی	فُرَاتًا۔میٹھا	وَیْلٌ۔خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ۔اس دن
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ۔جھٹلانے والوں کے لیے		اِنْطَلِقُوْٓا۔چلو	اِلٰى۔طرف
مَا۔اس کی	كُنْتُمْ۔کہ تھے تم	بِهٖ۔اس کو	تُكَذِّبُوْنَ۔جھٹلاتے
اِنْطَلِقُوْٓا۔چلو	اِلٰى۔طرف	ظِلٍّ۔سائے	ذِیْ ثَلٰثِ۔تین
شُعَبٍ۔شاخوں والے کی	لَا۔نہ	ظَلِیْلٍ۔سایہ دے	وَّ۔اور
لَا۔نہ	یُغْنِیْ۔بچائے	مِنَ اللَّهَبِ۔شعلے سے	اِنَّهَا۔بےشک وہ
تَرْمِیْ۔پھینکتی ہے	بِشَرَرٍ۔چنگاڑے	كَالْقَصْرِ۔جیسے محل	كَاَنَّهٗ۔گویا کہ وہ
جِمٰلَتٌ۔اونٹ ہیں	صُفْرٌ۔زرد رنگ کے	وَیْلٌ۔خرابی ہے	یَّوْمَئِذٍ۔اس دن

Marfat.com

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ - جھٹلانے والوں کے لیے		هٰذَا - یہ	يَوْمُ - دن ہے کہ
لَا - نہ	يَنْطِقُوْنَ - بولیں گے	وَ - اور	لَا - نہ
يُؤْذَنُ - اجازت دی جائے گی	لَهُمْ - ان کو	فَيَعْتَذِرُوْنَ - کہ عذر کریں	وَيْلٌ - خرابی ہے
يَوْمَئِذٍ - اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ - جھٹلانے والوں کی		هٰذَا - یہ
يَوْمُ - دن ہے	الْفَصْلِ - فیصلے کا	جَمَعْنٰكُمْ - ہم اکٹھا کریں گے تم کو	
وَ - اور	الْاَوَّلِيْنَ - پہلوں کو	فَاِنْ - پھر اگر	كَانَ - ہو
لَكُمْ - تمہارے لیے	كَيْدٌ - کوئی داؤ	فَكِيْدُوْنِ - تو مجھ پر چلاؤ	وَيْلٌ - خرابی ہے
يَوْمَئِذٍ - اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ - جھٹلانے والوں کی		

سورۃ المرسلات

سورت المرسلات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں اور اس سورۃ مبارکہ کا ایک نام سورت العرف بھی ہے۔ بخاری و مسلم، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم منیٰ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غار میں تھے کہ جب یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی آپ ﷺ اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور ہم حضور سے اس کو پڑھ کر یاد کر رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا تو ہم اس کے مارنے کے لیے لپکے تو وہ جلدی سے بھاگ کر ایک سوراخ میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وقیت شرکم کما وقیتم شرھا'' تم اس کے شر سے بچائے گئے اسی طرح جس طرح کہ وہ تمہاری برائی سے بچایا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ لیلۃ الجن میں منیٰ میں اتری اور منیٰ میں یہ غار وَالْمُرْسَلٰتِ کے نام سے مشہور ہے۔ حاکم اور ترمذی شریف میں مروی ہے کہ اصحاب نے بارگاہ عالی جناب میں گزارش کی جناب والا پیری کے آثار ظاہر ہو گئے تو ارشاد فرمایا مجھے سورۃ ہود، واقعہ، المرسلات اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔ غالباً اس وجہ سے کہ ان میں قیامت و بعث، حساب اور جنت و دوزخ کا تذکرہ ہے۔ ابن عباس، قتادہ اور مقاتل علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ اس سورۃ مبارکہ میں آیت وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝٤٨ مدنی ہے لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا استثنیٰ مروی نہیں ہے جیسا کہ نزول کے بارے میں حدیث سے واضح ہے۔ سورۃ الدہر کے آخر میں رحمت و مہربانی کا ذکر فرمایا يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اور اس سورۃ مبارکہ کا آغاز چند اقسام سے کیا ہے جو وقوع قیامت کے وقت اور علامات سے متعلق ہیں اور کفار و فجار کو جو وعید سورۃ الدہر میں سنائی گئی تھی اور ابرار کو جو وعدۂ نعمت فرمایا گیا تھا اس کی تحقیق و تفصیل اس سورۃ مبارکہ میں ہے گویا یہ سورۃ مبارکہ بھی اسی مضمون کی پیش رفت ہے۔

مختصر تفسیر رکوع اول۔ سورۃ المرسلات۔ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝٣ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥

Marfat.com

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝

قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگا تار۔ پھر ان کی جو زور سے جھونکا دینے والیاں ہیں۔ پھر ان کی جو ابھار کر اٹھانے والیاں ہیں۔ پھر ان کی جو حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں ہیں۔ پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔ بے شک جس بات کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگا تار۔

قیل اقسم سبحانه بمن اختاره من الملائکة علیهم السلام ایک قول ہے کہ قسمیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں الْمُرْسَلٰتِ سے مراد ہے ارسلن بامره تعالیٰ یعنی وہ فرشتے جو احکام الٰہی کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں عُرْفًا وَالْمُرْسَلٰتِ کا حال ہے جس کے معنی ہیں لگا تار مسلسل پیہم۔ اہل کلام عرب میں ہے عرف الفرس گھوڑا مسلسل دوڑا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے الْمُرْسَلٰتِ فَالْعٰصِفٰتِ ملائکہ علیہم السلام کا ایک طائفہ ہے (گروہ ہے) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد ہوائیں ہیں۔ یعنی ان ہواؤں کی قسم جو لگا تار چلتی ہیں۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ پھر ان کی جو زور سے جھونکا دینے والیاں ہیں۔

عصف الریاح ہوا کا تیز چلنا یا آندھی چلنا۔ یعنی تیز چلنے والی ہواؤں کی قسم جس سے جھونکے اٹھتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد فرشتوں کی جماعتیں ہیں جو اللہ کے احکام کی تعمیل و بجا آوری میں سرعت و تیزی کے ساتھ چلتی ہیں ایک قول ہے فَالْعٰصِفٰتِ سے مراد آیات قرآن ہیں جنہوں نے کتب سابقہ اور ملل ماضیہ کو منسوخ کر دیا یعنی اڑا دیا۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ پھر ان کی جو ابھار کر اٹھانے والیاں ہیں۔

ایک قول ہے النّٰشِرٰتِ سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور فضا میں بلند کرتی ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد وہ فرشتے ہیں جو احکام الٰہی لاتے اور پھیلاتے ہیں یا مراد وہ آیات قرآن ہیں جو مردہ قلوب کو انوار قدسیہ سے زندہ کر دیتی ہیں اور ہدایت دیتی ہیں۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ پھر ان کی جو حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں ہیں۔

مراد وہ ملائکہ علیہم السلام ہیں جو احکام الٰہی کے ذریعہ حق و باطل میں تفریق کر دیتے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جو بارش برسنے کے بعد بادلوں کو جدا کر دیتی ہیں۔ یا مراد آیات قرآن ہیں جو حق کو باطل سے ممتاز کرتی ہیں۔

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۝ پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں وحی کا القاء کرتے ہیں یا اہل ایمان کے قلوب میں ذکر کی تحریک کر کے یقین و تسکین کا سامان کرتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جن کے چلنے سے قلوب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور ذکر زبانی پر اکساتی ہیں یا میلان ذکر پر دواعی ہیں۔ یا مراد آیات قرآن ہیں جو قلب میں ذکر ابھارتی ہیں اور ان کی تلاوت سننے یا مفہوم سے جب دل میں رقت پیدا ہوتی ہے تو وہ ذکر پر رغبت کرتا ہے۔

علماء تفسیر نے انہی امور پر زیادہ انحصار کیا ہے چونکہ اوپر بیان کردہ پانچوں صفات کے موصوف مذکور نہیں لہٰذا بعض نے اسے فرشتوں سے تعبیر کیا اور بعض نے انہیں ہواؤں سے اور بعض نے آیات قرآن سے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

Marfat.com

فارقات اور ملقیات سے ملائکہ کی جماعتیں ہونے پر اجماع ہے اور پہلی تینوں صفات ہواؤں سے متعلق ہیں۔ خازن میں ہے کہ مراد نفوس کاملہ جو حصول کمال کے لیے بدنوں کی طرف بھیجے گئے پھر مجاہدات و ریاضات کے پرزور عمل (جھونکوں) سے ان نفوس قدسیہ نے حق کے سوا کو محو کر دیا اور ابدان کے اعضاء و جوارح میں مجاہدات کے اثر و نفوذ کو خوب پھیلایا کہ ان پر معرفت حق کھل گئی اور باطل کی اصلی صورت واضح ہوگئی اور انہوں نے بخوبی امتیاز کر لیا اور ان پر دنیا کی حقیقت روشن ہوگئی اور وہ فانی سے جدا ہو کر واصل بالباقی ہوگئے اور ادراک حقیقت پر ان کی زبانوں اور دلوں پر ذکر حق طاری و جاری ہوگیا۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔

عُذْرًا اور نُذْرًا مصدر ہیں عُذْرًا بمعنی معذرت، عذر خواہی اور نُذْرًا بمعنی انذار یعنی ڈرانا اور گزشتہ پانچوں صفات کی علت ہیں یعنی مقصد یہ ہے کہ مومن اپنی خطاؤں اور گناہوں کی عذر خواہی کر کے معافی چاہیں اور کفار کو عذاب آخرت سے ڈرائیں اور انہیں خوف واضح مراد ترغیب و ترہیب کے لیے وعظ و نصیحت اور تذکیر ہے۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ بلاشبہ جس بات کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔

جواب للقسم وما موصولة وان كتبت موصولة والعائد محذوف ای ان الذی توعدونه من مجیء القیامة کائن لا محالة یہ قسم کا جواب ہے اور ما موصولہ ہے اور جب موصولہ لکھا جائے اور عائد محذوف ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ بلاشبہ وہ چیز جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو یعنی قیامت کا وقوع، بعث و عذاب وغیرہ تو وہ ضرور بالضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اور جب پورا ہوگا تو اس کے ہونے میں کسی کو گنجائش نہ ہوگی کہ انکار کر سکے گو اب نہیں مان رہا اور شک و شبہ میں پڑا ہوا ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱
لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵

پھر جب تارے محو کر دیے جائیں گے اور جب آسمان میں رخنے پڑیں گے اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیے جائیں گے اور جب رسولوں کا وقت آئے گا کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے روز فیصلہ کے لیے اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔ جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ پھر جب تارے محو کر دیے جائیں۔

ازیل اثرها بازالة نورها یعنی جب تارے روز قیامت کے اثر سے اپنی روشنی کھو دیں گے او باعدام ذاتها واذهابها بالکلیة یا بالکلیہ ہی مٹا دیے جائیں گے یعنی ان کا وجود اور ان کی روشنی و چمک معدوم ہو جائے گی۔

وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹ اور جب آسمان میں رخنے پڑیں گے۔

شقت کما قال سبحانه اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وقیل فتحت کما قال سبحانه وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۔

شق ہو جائے گا (پھٹ جائے گا) جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "جب آسمان پھٹ جائے گا"۔ اور ایک قول ہے کھل جائے گا جیسا کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے "اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا"۔ ایک قول ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔

Marfat.com

وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ﴿۱۰﴾ اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیے جائیں گے۔

فی البحر فرقتها الرياح وذلک بعد التسيير ونحوه بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتۡ هَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ﴿۶﴾ ۔بحر میں ہے ہوائیں انہیں بکھیر دیں گی اور ایسا جب ہوگا جب وہ ریت کے ڈھیر ہو جائیں گے اور اس کی مثل ارشاد ہے اور پہاڑ چور ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذروں کی طرح ہو جائیں گے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ﴿۱۱﴾ اور جب رسولوں کا وقت آجائے گا۔

عبداللہ بن حسن اور ابوجعفر رحمہما اللہ نے وُقِتَتۡ پڑھا ہے ای الوقت الذی تحضر فيه للشهادة على الامم یعنی جب وہ وقت آپہنچے جب رسول امتوں کے لیے شہادت دینے کے لیے حاضر ہوں گے۔

لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿۱۲﴾ کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔

الاستفهام للتعظيم والتعجيب من هول ذلک اليوم۔ استفہام لِاَیِّ تعظیم و تعجیب کے لیے ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی کا اظہار ہو اور اس دن کی شوکت و عظمت واضح ہو۔ یعنی یہی تو وہ دن ہے جس کے لیے تمہیں ڈرایا جاتا تھا اور تم اس روز کے وقوع اور وقت کے منکر تھے۔

لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿۱۳﴾ روز فیصلہ کے لیے۔

لِاَیِّ یَوۡمٍ سے بدل ہے یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کے لیے یہی دن مقرر ہے اور ان حوادث مذکورہ کی تاخیر اسی دن کے لیے ہے جس کا واقع ہونا حق اور جس میں فیصلہ کا ہونا قطعی ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ﴿۱۴﴾ اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔

ای لا یقادر قدره ولا یکتنه کنهه۔ یعنی اس امر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ قیامت کے ہول و شدت کا کیا عالم ہوگا اور نہ ہی تمہیں اس کی کنہ و حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾ جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہے۔

وَیۡلٌ اصل میں مصدر ہے بمعنی ہلاک یعنی تباہی و بربادی اور یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں مبتدا مرفوع ہے جو اس بربادی و ہلاکت کے دوام پر دلالت کر رہا ہے۔ مکذبین سے مراد کفار و مشرکین و منکرین ہیں۔ بیہقی میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وَیۡلٌ جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کا کچ لہو اور پیپ بہے گی اللہ نے کفار و منکرین کے لیے اس وادی کو مقرر فرمایا ہے اور یہ وادی ایسی ہے کہ اس کی گرمی سے پہاڑ بھی پگھل جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس دن (روز قیامت) جھٹلانے والوں کی بربادی و ہلاکت دائمی ہوگی۔

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۱۹﴾

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۶﴾ کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔

Marfat.com

کقوم نوح و عاد و ثمود۔ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ یوم قیامت کو جھٹلانے والوں کو ہم نے ضرور ہلاک کیا جس طرح کہ قوم نوح طوفان عذاب سے اور عاد و ثمود آندھی اور چنگھاڑ سے ہلاک کیے گئے۔

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔

وهو وعيد لاهل مكة واخبار عما يقع بعد الهجرة كبدر كانه قيل ثم نحن نفعل بامثالهم من الآخرين مثل ما فعلنا بالاولين ونسلك بهم سبيلهم لانهم كذبوا مثل تكذيبهم۔

اور اس میں اہل مکہ کے لیے وعید اور پیش گوئی ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد واقع ہوئی جیسے مشاہدۂ بدر، گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ پھر ہم پچھلوں کے ساتھ بھی ویسا ہی کریں گے جس طرح کہ اولین (پہلوں) کے ساتھ کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اسی روش کو اپنائیں گے جس پر کہ وہ چل رہے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی پہلوں ہی کی طرح ہماری آیات کو جھٹلایا۔ اور ہم ان پر بھی اسی طرح عذاب مسلط کریں گے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

والمراد أن سنتنا جارية على ذلك۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وطیرہ پر ہماری سنت یونہی جاری ہے کہ ہم مجرموں کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

ای یوم اذا اهلكناهم یعنی اس دن جب ہم انہیں ہلاک و برباد کریں گے کیونکہ وہ آیات الٰہیہ اور حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کا انکار کرتے رہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا ایک معلوم اندازہ تک۔ پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔

من نطفه قذرة مهينة وليس فيه دليل نجاسة المني، استفہام تقریری ہے یعنی کیا ہم نے تمہیں بے وقعت، حقیر اور گندے نطفہ سے پیدا نہیں فرمایا اور اس میں منی کے نجاست ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ قاموس میں مَّهِيْنٍ کے معنی غلیظ اور گندے کے ہیں۔

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ پھر اسے محفوظ جگہ میں رکھا۔

هو الرحم۔ وہ محفوظ جگہ ہے جہاں اس گندے نطفے کو رکھا گیا۔ فا تعقیبی ہے اور جملہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ پر عطف ہے جس کا مطلب ہے پہلے نطفہ قرار پکڑتا ہے پھر تخلیق کا عمل شروع ہوتا ہے۔

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ ایک معلوم اندازہ تک۔

ای مقدار معلوم عند الله تعالىٰ من الوقت قدره سبحانه و تعالىٰ للولادة تسعة أشهر او اقل

منها أو اكثر۔

یعنی اللہ کے نزدیک ایک معلوم اندازہ تک وقت جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی ولادت و پیدائش کے لئے مقرر فرما رکھا ہے نو مہینے یا اس سے کم یا کبھی اس مدت سے زیادہ اور لوگوں کو بالعموم اس مدت کا علم ہے اور علماء کے نزدیک یہ مدت معلوم کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے۔

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔

فَقَدَرْنَا ای فقدرنا ذلک تقدیرا یعنی ہم نے اس کے لیے ایک اندازہ یا تقدیر مقرر کر دی۔ کسائی رحمہ اللہ نے فَقَدَّرْنَا پڑھا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہم نے شکم مادر میں رہنے کا وقت اور پیدائش کے بعد زندگی کا وقت وغیرہ کا ایک اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔

فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ ای فنعم المقدرون له یعنی اس کے لیے ہم اندازہ فرمانے پر کیا ہی خوب اندازہ فرمانے والے ہیں لا ریب فیه وهی علی الاطلاق قادر ہے اور اس کی کوئی مثل نہیں اور یہ حمد صرف اسی کو لائق ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اس دن خرابی ہے جھٹلانے والوں کی۔

ای بقدرتنا علی ذلک او الاعادة۔ یعنی تخلیق انسانی پر ہماری قدرت یا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے دوبارہ زندہ اٹھانے پر ہماری قدرت کے منکروں کے لیے اس دن یعنی بروز حشر ہلاکت و بربادی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸

کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا تمہارے زندوں اور مردوں کی، اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵ کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔

الکفات اسم جنس او اسم آلة لما بکفت أی لقیم ویجمع "الکفات" اسم جنس ہے یا پھر اسم آلہ ہے جس کے معنی ہیں سمیٹنے والا یعنی کھپا لینے والا اور بعض نے کہا ہے کفت کی جمع ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر "بالوعاء" سے کی ہے یعنی تھیلا یا بوری جس میں اشیاء ڈالی جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے زمین کو کفایت کرنے والی بنایا ہے یعنی یہ سب کچھ سمیٹ لیتی ہے۔

اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ تمہارے زندوں اور مردوں کی۔

ای تجمع أحیاء کثیرة علی ظهرها و امواتا غیر محصورة فی بطنها۔

فراء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مفعول محذوف ہے اس لیے کہ معلوم تھا اور مفعول محذوف سے مراد زندہ اور مردہ لوگ ہیں کہ زندہ لوگ زمین کی پیٹھ پر جمع رہتے ہیں اور مردہ لوگ زمین میں جمع ہیں۔ مفعول محذوف کی صورت میں كِفَاتًا الْاَرْضَ کی صفت ہوگی۔

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ اور ہم نے اس میں لنگر ڈالے۔

ای جبالاً ثوابت یعنی خوب جمائے گئے پہاڑ۔
شٰمِخٰتٍ اونچے اونچے۔
ای مرتفعات یعنی بلند و بالا اور زمین پر خوب ابھرے ہوئے اور اونچے۔
وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔
ای عذبا و ذلک بان خلقنا، فی اصولها واجرینا، لکم منها فی انهار یعنی میٹھا اور اسے ہم نے زمین کی گہرائیوں میں پیدا کیا۔ اور تمہارے لیے اس سے نہریں جاری کیں۔ ایک قول ہے کہ ہم نے تمہارے لیے آسمان سے شیریں اور ستھرا پانی اتارا۔
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
بامثال هذه النعم العظیمة ان عظیم نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لیے اس دن ہلاکت و بربادی ہے۔
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾
چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے چلو دھوئیں کے اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے اور نہ لپٹ سے بچائے۔ بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے محل۔ گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔
اِنْطَلِقُوْٓا چلو
ای یقال لهم یومئذ للتوبیخ والتقریع قیامت کے روز مکذبین (جھٹلانے والوں) سے کہا جائے گا ان کی ذلت وخواری اور رسوائی کے لیے۔
اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔
فی الدنیا من العذاب یعنی تم دنیا کی زندگی میں عذاب آخرت کے منکر تھے سو اب اس عذاب کی طرف چلو۔
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ چلو دھوئیں کے اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں۔
اِنْطَلِقُوْٓا چلو ای یقال لهم خصوصاً منکرین سے بطور خاص کہا جائے گا چلو اور یہ پہلے قول اِنْطَلِقُوْٓا کے تکرار کے طور نہ ہوگا جب کہ بعض کا قول ہے کہ مجرموں کی تذلیل کے لیے تحکمانہ طور مکرر ارشاد ہوگا "چلو"۔
اِلٰى ظِلٍّ دھوئیں کے سائے کی طرف۔ هو ظل دخان جهنم کما قاله جمهور المفسرین یہ سایہ جہنم کے دھوئیں کا ہوگا جیسا کہ جمہور مفسرین کا ارشاد ہے۔
ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ جس کی تین شاخیں ہیں۔
جہنم کے دھوئیں کی تین شاخیں ہوں گی کما هو شان الدخان العظیم تراه یتفرق تفرق الذوائب جس طرح کہ بڑے دھوئیں کی حالت ہوتی ہے کہ تم اسے بٹا بٹا یا متفرق دیکھتے ہو اور بعض آثار میں مروی ہے یخرج لسان من

النار فیحیط بالکفار کاسرادق ویتشعب من دخانہا ثلاث شعب فتظلہم حتی یفرغ من حسابہم والمومنون فی ظل العرش۔ دوزخ کی آگ سے ایک شعلہ برآمد ہوگا جو کفار کو اونچے دھوئیں یا شامیانے کی طرح گھیر لے گا اور اس شعلہ کے دھوئیں کے تین حصے ہو جائیں گے اور وہ کفار پر مستولی و مسلط رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنے حساب سے فارغ ہوں اور اہل ایمان عرش کے سایہ میں مامون ہوں گے۔ تین شاخوں والی آگ کی طرف چلنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف چلو کہ اس میں داخلے کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اول اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا انکار اور آیات الٰہیہ کی تکذیب، دوم منافقت یا احکام شرعیہ کی مخالفت یا بدعادت بدعقیدگی کا راہ چلنا۔ سوم گناہوں کا ارتکاب اور خواہشات نفس کا اتباع و پیروی۔

لَّا ظَلِيلٍ نہ سایہ دے۔

ای لا مظلل وہو صفہ ثانیۃ لظل لیس فیہ راحۃ لہم یعنی وہ دھواں سایہ نہ دے گا کہ گرمی سے بچاؤ ہو اور یہ ظل کی دوسری صفت ہے اور اس دھوئیں کا سایہ کفار کے لیے ہرگز راحت دینے والا نہ ہوگا جس طرح کہ مومنوں کے لیے عرش کا سایہ تسکین دینے والا اور راحت بخش ہوگا۔

وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ نہ لپٹ سے بچائے۔

ظَلِيلٍ پر عطف ہے اور یہ ظل کی تیسری صفت ہے کہ تین شاخوں والا دھواں سایہ تو رکھے گا مگر غیر مفید ہوگا اور وہ دوزخ کی گرمی اور شعلوں کی لپٹ سے بچانے والا نہ ہوگا۔

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے۔

إِنَّهَا ای النار یعنی جہنم کہ ضمیر ''ظل'' کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد جہنم ہے۔

تَرْمِي بِشَرَرٍ شرر شَرَرَةٌ کی جمع ہے، مطلب ہے چنگاریاں۔ ہو ما تطایر من النار یعنی جہنم کی جو آگ سے بلند ہو کر اٹھیں گی۔ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ ای کالدار الکبیرۃ یعنی بڑے مکان یا محل یا قلعہ کی طرح بڑی اور موٹی ہوں گی۔ ایک قول ہے کہ قَصَرٌ قصرۃ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں بڑا پھیلا ہوا درخت یا کھجور کا بڑا درخت تو گویا یہ چنگاریاں کھجور کے بڑے درختوں کی مانند بڑی اور موٹی ہوگی اور دوزخ سے اڑ کر نکلیں گی۔

كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

كَأَنَّهُ ای اشرر یعنی وہ اڑنے والی چنگاریاں جِمٰلَتٌ جمال کی جمع ہے اور جمال جمع ہے جمل کی، جس کے معنی اونٹ کے ہیں اور بحر میں جمل کی جمع ہے اور تاء تانیث الجمع ہے اور تنوین کثرت کے لیے یعنی وہ چنگاریاں اتنی بڑی موٹی اور بکثرت ہوں گی صُفْرٌ کے معنی زرد کے ہیں اور اونٹوں کے رنگ سے تشبیہ ہے۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

عذاب جہنم کے منکروں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾

یہ وہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

Marfat.com

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ یہ وہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔

الاشارة الى وقت دخولهم النار اى هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ فيه بشيء لعظم الدهشة وفرط الحيرة۔
کفار کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت کی طرف اشارہ ہے یعنی اس دن کی عظیم دہشت وہیبت اور فرط حیرت سے کچھ بھی گفتگو نہ کرسکیں گے ایک قول ہے کہ روز قیامت میں بہت سے مواقع ہوں گے بعض جگہ بولیں گے اور بعض جگہ کچھ نہ بول سکیں گے اور مراد یہ ہے يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ بشيء ينفعهم یعنی ایسی گفتگو نہ کرسکیں گے جو ان کے لیے سود مند ہو۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

قيل فى النطق مطلقا او فى الاعتذار ایک قول ہے کہ کفار کو مطلقاً بولنے کی اجازت نہ ہوگی یا پھر ان کو عذر خواہی کی اجازت نہ ملے گی فَيَعْتَذِرُوْنَ کا عطف وَلَا يُؤْذَنُ پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ ہی ان کو اجازت ملے گی اور نہ ہی وہ معذرت کریں گے۔ درحقیقت ان کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے دنیوی زندگی کے دوران میں تمام حجتیں پوری ہوچکیں اور حیلے بہانے عذر نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ اس کی اجازت کیونکر ہوگی اور ایسی معذرت کا کیا فائدہ ہوگا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کے انعامات اور احسانات کا انکار کرنے والے اور اس سے بغاوت کرنے والے کے لیے اس روز ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾
یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔ اب اگر تمہارا کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلا لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ یہ ہے فیصلہ کا دن۔

بين المحق والمبطل یعنی حق تسلیم کرنے والوں اور حق کو جھٹلانے والوں کے درمیان یا مراد ہے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان علیحدگی کا دن۔

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔

کلام تقریری ہے اور بیان فصل کے لیے ہے۔

اى من تقدمكم من الامم یعنی ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گزشتہ امتوں سے ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والے تھے اور تمہیں بھی ان کے ہمراہ ہی جمع (اکٹھا) کیا جائے گا تاکہ تمہیں انہیں سب کو عذاب کیا جائے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ اب اگر تمہارا کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلا لو۔

فان جميع من كنتم تقلدونهم و تقتدون بهم حاضرون وهذا تقريع لهم على كيدهم للمومنين فى الدنيا واظهار لعجزهم۔ تو اب تم سب اور وہ جن کی تم پیروی کرتے تھے اور ان کے ساتھ متفق تھے جمع ہوں تو تمہارے پاس اگر کوئی حربہ ہے تو ہم پر آزما لو۔ اس میں ان مکذبین کے لیے جو دنیاوی زندگی میں مومنوں کا مقابلہ کرتے تھے بطور زجر ارشاد ہے اور ان کے عجز کا اظہار مقصود ہے۔

Marfat.com

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۰﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

عذاب الٰہی کے جھٹلانے والوں کے لیے اس روز بربادی اور ہلاکت ہے اور ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور نہ ہی انہیں عذاب الٰہی سے بچا سکے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم-سورۃ المرسلات-پ ۲۹

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۴۱﴾	بے شک ڈروالے سایوں اور چشموں میں ہیں۔
وَّ فَوَاکِہَ مِمَّا یَشۡتَہُوۡنَ ﴿۴۲﴾	اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔
کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا ہَنِیۡٓـئًۢا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾	کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔
اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾	بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۵﴾	خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔
کُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾	کچھ دن کھالو اور برت لو ضرور تم مجرم ہو۔
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۷﴾	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ ارۡکَعُوۡا لَا یَرۡکَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۹﴾	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾	پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

حل لغات رکوع دوم-سورۃ المرسلات-پ ۲۹

اِنَّ۔بے شک	الۡمُتَّقِیۡنَ۔پرہیزگار	فِیۡ۔بیچ	ظِلٰلٍ۔سایوں
وَّ۔اور	عُیُوۡنٍ۔چشموں کے ہوں گے	وَّ۔اور	فَوَاکِہَ۔میووں میں
مِمَّا۔جو	یَشۡتَہُوۡنَ۔وہ چاہیں	کُلُوۡا۔کھاؤ	وَ۔اور
اشۡرَبُوۡا۔پیو	ہَنِیۡٓـئًۢا۔خوش ہضم	بِمَا۔بدلہ اس کا کہ	کُنۡتُمۡ۔تم
تَعۡمَلُوۡنَ۔عمل کیا کرتے تھے	اِنَّا۔بے شک ہم	کَذٰلِکَ۔ایسا ہی	نَجۡزِی۔بدلہ دیتے ہیں
الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔نیکوں کو	وَیۡلٌ۔خرابی ہے	یَّوۡمَئِذٍ۔اس دن	لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ۔جھٹلانے والوں
کے لیے	کُلُوۡا۔کھاؤ	وَ۔اور	تَمَتَّعُوۡا۔فائدہ اٹھاؤ
قَلِیۡلًا۔تھوڑا سا	اِنَّکُمۡ۔بے شک تم	مُّجۡرِمُوۡنَ۔مجرم ہو	وَیۡلٌ۔خرابی ہے
یَّوۡمَئِذٍ۔اس دن	لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ۔جھٹلانے والوں کے لیے		وَ۔اور
اِذَا۔جب	قِیۡلَ۔کہا جاتا ہے	لَہُمُ۔ان کو	ارۡکَعُوۡا۔نماز پڑھو
لَا۔تو نہیں	یَرۡکَعُوۡنَ۔نماز پڑھتے	وَیۡلٌ۔خرابی ہے	یَّوۡمَئِذٍ۔اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ جھٹلانے والوں کی فَبِاَیِّ حَدِيْثٍ۔ تو کون سی بات پر

بَعْدَهٗ۔ اس کے بعد يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان لائیں گے

مختصر تفسیر رکوع دوم۔ سورۃ المرسلات۔ پ ۲۹

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٤١ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٤٢ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝٤٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝٤٥

بے شک ڈروالے سایوں اور چشموں میں ہیں اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔ بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٤١ بے شک ڈروالے سایوں اور چشموں میں ہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک ڈروالے۔

من الكفر و التكذيب لوقوعه في مقابلة المكذبين بيوم الدين فيشمل عصاة المومنين۔

روز قیامت کے واقع ہونے اور جھٹلانے والوں کے مقابلے میں کفر وشرک اور حق کو جھٹلانے سے بچنے والے یا گناہوں سے بچنے والے اور اس میں گناہ گار لوگ بھی شامل ہیں یعنی گناہ گار مومن بھی زمرۂ متقین میں شامل ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے خوف رکھتے اور بخشش کی امید رکھتے ہیں جب کہ کفار نہ ایمان رکھتے ہیں اور نہ خوف الٰہی بلکہ یوم الدین کو برملا جھٹلاتے اور اس کے انکاری ہیں۔

فِيْ ظِلٰلٍ سایوں میں۔

ظِلٰلٍ ظِلٌّ کی جمع ہے ضد الضح دھوپ یا دھوپ لگنے کی ضد ہے وھو اعم من الفیء اور وہ سایہ سے زیادہ عام یا بڑا ہے یہاں سایہ کا حقیقی معنی مراد نہیں کہ جنت میں سورج کہاں ہوگا بلکہ مراد ہے جنتی درختوں کے سائے یا ان کی چھاؤں۔

وَّعُيُوْنٍ ۝٤١ اور چشموں میں۔

عُيُوْنٍ عين کی جمع ہے مراد ہے جاری چشمے جو دودھ، شہد، شراب طہور اور سفید وشیریں ٹھنڈے پانی کے ہوں گے جو ہر خرابی سے مبرا ہوں گے اور سرور وفرحت اور لذت کا سامان ہوں گے۔

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٤٢ اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔

انهم مستقرون في فنون الترفة وانواع التنعم جنت میں وہ مختلف قسم کی نعمتوں اور راحت وآرام اور عیش کے ماحول میں ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ان کی مرضی کے موافق ملے گا۔ اور میووں وغیرہ کی لذت ومزہ ان کی طلب واشتہاء کے مطابق ہوگا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔

ای يقال لهم كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ في الدنيا من العمل الصالح بالايمان وغير ذلك۔ جملہ مستانفہ ہے اور متقین کا حال ہے یعنی متقین سے جو جنت کے درختوں کے سایوں وغیرہ میں عیش میں ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اور کھاؤ بغیر مشقت وتکلیف کے اور یہ سب انعامات تمہارے ایمان واعمال صالحہ کا

Marfat.com

بدلہ ہے اور کلمات کا جو تم دنیاوی زندگی میں کرتے رہے۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

ای مثل ذلک الجزاء العظیم یعنی حسن ایمان وعمل کا مظاہرہ کرنے والے لوگوں کو ہم یونہی بہت بڑا اچھا بدلہ اور ثواب دیتے ہیں۔ محسنین سے مراد متقین ہی ہیں اور احسان کے معنی حسن عمل کے ہیں، اچھا بدلہ کے ہیں۔ ارشاد ہے: هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ حسن عمل کا بدلہ اچھی جزا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

حیث نال اعداؤهم هذا الثواب العظيم وهم بقوافی العذاب الاليم۔

تکذیب کرنے والے دشمنان خدا ورسول اس ثواب عظیم اور نعماء جنت کو کیونکر پا سکتے ہیں ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے اور وہ دردناک عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

کچھ دن کھالو اور برت لو، ضرور تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا کچھ دن کھالو اور برت لو۔

کفار و مکذبین کو بطور زجر و یاد دہانی خطاب ہوگا جس طرح کہ دنیاوی زندگی میں ان سے کہا گیا تھا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں کھا پی لو اور جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھالو۔ قَلِيلًا مصدر محذوف کی صفت ہے اور کہنے میں اشارہ ہے کہ اخروی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا فائدہ انتہائی حقیر و معمولی ہے اور دنیاوی منفعت موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی جب کہ نعماء جنت کبھی ختم نہ ہوں گی اور ہمیشہ ہمیشہ ملیں گی۔

إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ ضرور تم مجرم ہو۔

یہ جملہ پچھلے جملہ زجر و تہدید کی علت کا بیان ہے کہ بلاشبہ تم مجرم ہو یعنی کافر و مکذب ہونے کی وجہ سے دائمی عذاب کے مستحق ہو۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

ای یبقی فی عذاب وهلاک ابداً۔ یعنی مجرموں کی اس دن ہلاکت ہوگی کہ دائمی عذاب میں داخل ہوں گے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔

ای اطیعوا الله تعالیٰ واخشعوا وتواضعوا له عزوجل بقبول وحیه تعالیٰ و اتباع دینه سبحانه وارفضوا هذا الاستکبار والنخوة لا یخشعون ولا یقبلون ذلک ویصرون علی ماهم علیه من الاستکبار وقیل اذا امروا بالصلوة او بالرکوع فیها لا یفعلون۔ مکذبین یا مجرمین پر عطف ہے۔ یعنی جب کفار و مکذبین سے کہا جاتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری کرو اور اس کے حضور عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے حق

Marfat.com

تعالیٰ کی وحی کو قبول کرلو اور اس شریعت و دین کی پیروی بجالاؤ اور فخر و غرور، تکبر و نخوت کا راستہ چھوڑ دو تو وہ نہ تو عاجزی کرتے ہیں اور نہ ہی اسے تسلیم و قبول کرتے ہیں اور اپنے متکبرانہ طور طریقوں پر مصر رہتے ہیں (اکڑے رہتے ہیں) ایک قول ہے کہ جب انہیں نماز کا یا رکوع (جھکنے) کا حکم کیا جاتا ہے تو وہ ایسا نہیں کرتے۔ جبکہ مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ آیت بنو ثقیف کے حق میں اتری جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم سے نمازوں کا بوجھ اتار دیجئے کہ ہم اسے قبول نہیں کرتے اور یہ کہ ہمارے لیے یہ بے عزتی اور باعث عار ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا خیر فی دین لیس فیه رکوع ولا سجود** اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نہ رکوع اور نہ ہی سجود ہو (نماز نہ ہو)۔ ابوداؤد اور طبرانی رحمہما اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس (علیہم الرضوان) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایسا روز حشر ہوگا جب کفار و مکذبین کو سجدہ کا حکم ہوگا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے اس وجہ سے کہ وہ حیات دنیوی میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔ زمخشری کا قول ہے کہ مجرموں کے لیے یہ جملہ بھی تہدید کی علت ہے۔ واللہ اعلم۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

یعنی دنیا کے عارضی فائدے کے لالچ میں عقبیٰ و آخرت کا انکار اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کرنے والوں کی اس روز ہلاکت و بربادی ہے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

ای بعد القرآن الناطق باحادیث الدارین واخبار النشاتین علی نمط بدیع معجز مؤسس علی حجج قاطعة وبراھین ساطعة۔

یعنی قرآن حکیم کے بعد جو ایسی کتاب ہے کہ دونوں جہانوں کے واقعات کا ذکر کرنے والی اور دونوں زندگیوں اور پیدائشوں (دنیاوی اور اخروی) کی خبروں کو معجزانہ انداز و اسلوب سے بیان کرنے والی اور جس کی اساس و بنیاد خاموش کر دینے والی حجتوں پر مبنی ہے اور جس کے دلائل روشن اور چمکدار ہیں تمہیں کس چیز سے دولت ایمان حاصل ہوگی ظاہر ہے اگر تم اب بھی ایمان نہ لائے تو پھر ایمان و ہدایت کی کوئی صورت ہی نہیں کہ یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب، حجت قاہرہ اور معجزۂ باہرہ ہے اور منکرین کے لیے وہی ویل جس کا ذکر گزرا۔

الحمدللہ آج سورۂ مرسلات کی تفسیر تمام ہوئی

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء

Marfat.com

سورۃ نبا مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیات، ایک سو تہتر کلمات اور نو سو ستر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول ـ سورۃ نبا ـ پ ۳۰

آیت	ترجمہ
عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾	یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔
عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾	بڑی خبر کی۔
الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾	جس میں وہ کئی راہ ہیں۔
کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾	ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔
ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾	پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔
اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِہٰدًا ۙ﴿۶﴾	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔
وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۪ۙ﴿۷﴾	اور پہاڑوں کو میخیں۔
وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ﴿۸﴾	اور تمہیں جوڑے بنایا۔
وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾	اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔
وَّ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِبَاسًا ﴿ۙ۱۰﴾	اور رات کو پردہ پوش کیا۔
وَّ جَعَلۡنَا النَّہَارَ مَعَاشًا ﴿۪۱۱﴾	اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔
وَّ بَنَیۡنَا فَوۡقَکُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ﴿ۙ۱۲﴾	اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔
وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّہَّاجًا ﴿۪ۙ۱۳﴾	اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔
وَّ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿ۙ۱۴﴾	اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا۔
لِّنُخۡرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿ۙ۱۵﴾	کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ۔
وَّ جَنّٰتٍ اَلۡفَافًا ﴿ؕ۱۶﴾	اور گھنے باغ۔
اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا ﴿ۙ۱۷﴾	بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔
یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا ﴿ۙ۱۸﴾	جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔
وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتۡ اَبۡوَابًا ﴿ۙ۱۹﴾	اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔
وَّ سُیِّرَتِ الۡجِبَالُ فَکَانَتۡ سَرَابًا ﴿ؕ۲۰﴾	اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾	بے شک جہنم تاک میں ہے۔
لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾	سرکشوں کا ٹھکانا۔
لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾	اس میں قرنوں رہیں گے۔
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾	اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔
اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾	مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔
جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾	جیسے کو تیسا بدلہ۔
اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾	جیسے انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔
وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾	اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔
وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾	اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾	اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ نبا۔پ ۳۰

عَمَّ۔ کس چیز کے بارے میں	يَتَسَآءَلُوْنَ۔ آپس میں سوال کرتے ہیں		عَنِ النَّبَاِ۔ خبر
الْعَظِيْمِ۔ بڑی کے بارے میں	الَّذِيْ۔ وہ کہ	هُمْ۔ وہ	فِيْهِ۔ اس میں
مُخْتَلِفُوْنَ۔ اختلاف کرتے ہیں		كَلَّا۔ ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ۔ جلدی جانیں گے
ثُمَّ۔ پھر	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ۔ جلدی جانیں گے	اَ۔ کیا
لَمْ۔ نہیں	نَجْعَلِ۔ بنایا ہم نے	الْاَرْضَ۔ زمین کو	مِهٰدًا۔ بچھونا
وَّ۔ اور	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو	اَوْتَادًا۔ میخیں	وَّ۔ اور
خَلَقْنٰكُمْ۔ بنایا ہم نے تم کو	اَزْوَاجًا۔ جوڑے جوڑے	وَّ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے
نَوْمَكُمْ۔ تمہاری نیند کو	سُبَاتًا۔ آرام کا سبب	وَّ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے
الَّيْلَ۔ رات کو	لِبَاسًا۔ پردہ پوش	وَّ۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے
النَّهَارَ۔ دن کو	مَعَاشًا۔ روزگار کا وقت	وَّ۔ اور	بَنَيْنَا۔ بنائے ہم نے
فَوْقَكُمْ۔ تمہارے اوپر	سَبْعًا۔ سات آسمان	شِدَادًا۔ مضبوط	وَّ۔ اور
جَعَلْنَا۔ بنایا ہم نے	سِرَاجًا۔ چراغ	وَّهَّاجًا۔ روشن	وَّ۔ اور
اَنْزَلْنَا۔ اتارا ہم نے	مِنَ الْمُعْصِرٰتِ۔ بادلوں سے		مَآءً۔ پانی
ثَجَّاجًا۔ زور سے گرنے والا	لِّنُخْرِجَ۔ تاکہ ہم نکالیں	بِهٖ۔ اس کے ساتھ	حَبًّا۔ اناج
وَّ۔ اور	نَبَاتًا۔ سبزی	وَّ۔ اور	جَنّٰتٍ۔ باغ
اَلْفَافًا۔ گھنے	اِنَّ۔ بے شک	يَوْمَ۔ دن	الْفَصْلِ۔ فیصلے کا

كَانَ۔ ہے	مِیْقَاتًا۔ مقررہ وقت	یَّوْمَ۔ جس دن	یُنْفَخُ۔ پھونکا جائے گا
فِی۔ بیچ	الصُّوْرِ۔ صور کے	فَتَاْتُوْنَ۔ تو آؤ گے تم	اَفْوَاجًا۔ فوج درفوج
وَّ۔ اور	فُتِحَتِ۔ کھولا جائے گا	السَّمَآءُ۔ آسمان	فَكَانَتْ۔ تو ہو جائے گا
اَبْوَابًا۔ دروازے دروازے	وَّ۔ اور	سُیِّرَتِ۔ چلائے جائیں گے	الْجِبَالُ۔ پہاڑ
فَكَانَتْ۔ تو ہو جائیں گے	سَرَابًا۔ جیسے چمکتا ریتا کہ دور سے پانی نظر آئے		اِنَّ۔ بے شک
جَهَنَّمَ۔ جہنم	كَانَتْ۔ ہے	مِرْصَادًا۔ گھات میں	لِّلطَّاغِیْنَ۔ سرکشوں کا
مَّاٰبًا۔ ٹھکانا	لّٰبِثِیْنَ۔ رہیں گے	فِیْهَآ۔ اس میں	اَحْقَابًا۔ کئی قرن
لَا۔ نہ	یَذُوْقُوْنَ۔ چکھیں گے	فِیْهَا۔ اس میں	بَرْدًا۔ ٹھنڈک
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	شَرَابًا۔ کچھ پینا	اِلَّا۔ مگر
حَمِیْمًا۔ گرم پانی	وَّ۔ اور	غَسَّاقًا۔ پیپ	جَزَآءً۔ بدلہ ہے
وِّفَاقًا۔ پورا پورا	اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ	كَانُوْا۔ تھے	لَا۔ نہ
یَرْجُوْنَ۔ امید رکھتے	حِسَابًا۔ حساب کی	وَّ۔ اور	كَذَّبُوْا۔ جھٹلایا انہوں نے
بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیتوں کو	كِذَّابًا۔ حد تک جھٹلانا	وَّ۔ اور	كُلَّ۔ ہر
شَیْءٍ۔ چیز کو	اَحْصَیْنٰهُ۔ گن رکھا ہے ہم نے		كِتٰبًا۔ لکھ کر
فَذُوْقُوْا۔ تو چکھو	فَلَنْ۔ تو ہرگز نہ	نَّزِیْدَ۔ زیادہ کریں گے ہم	كُمْ۔ تم کو
اِلَّا۔ مگر	عَذَابًا۔ عذاب		

سورۃ النبا

سورۃ النبا مکی ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں یہ سورت مختلف ناموں سے بھی موسوم ہے جیسے سورت عم، سورت عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ، سورت التساؤل اور سورت المعصرات۔ یہ بالاتفاق مکی ہے اور قراء مکہ وبصرہ کے نزدیک اس کی آیات اکتالیس ہیں اور اس سورۂ مبارکہ کی پچھلی سورتوں سے مناسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت علی البعث کے اثبات و بیان سے ہے جب کہ ایک قول ہے کہ پچھلی سورت حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۠ پر ختم ہوئی اور اس آیت میں "حدیث" سے مراد قرآن حکیم ہے جب کہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز اہل مکہ کے باہمی سوال کہ کیا مرنے کے بعد جی اٹھنا ہے؟ جو انہوں نے بطور استہزاء کیا۔ اس سوال کے جواب سے ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ سے مراد قرآن ہے جب کہ جمہور علماء کے نزدیک مراد بعث (آخرت کی زندگی) ہی ہے اور یہی محقق ہے جیسا کہ سورۂ مبارکہ سے ظاہر ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا مضمون تخویف وتہدید ہے۔ حاکم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے سورت ہود، الْوَاقِعَةُ، الْمُرْسَلٰتِ، عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ اور اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ نبا۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾

یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ بڑی خبر کی جس میں وہ کئی راہ ہیں۔ ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱﴾ یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔

عَمَّ اصله عن ما على انه حرف جر دخل على ما الاستفهامية فحذفت الالف وعلل بالتفرقة بينهما وبين الخبرية۔ اس کی اصل عن ما ہے کیونکہ یہ حرف جار ہے جو ما استفہامیہ پر داخل ہو کر ما کے الف کو حذف کر دیتا ہے اور اس کی علت وسبب ما استفہامیہ کا ما موصولہ سے فرق کا اظہار ہے الف کے محذوف کے ساتھ عن کا نون ما کی میم میں مدغم ہو جاتا ہے جیسے من ما سے مم۔ والاستفهام لا يذان بفخامة شان المسئول عنه۔ اى عن اى شئ عظيم الشان۔ اور بطور بطریق استفہام ہے کہ جس چیز کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اس کی عظمت وشان کیا ہے یعنی وہ کس عظیم الشان چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱﴾ عن اى شىء يسأل هؤلاء القوم الرسول صلى الله عليه وسلم والمومنين۔ الضمير لاهل مكة۔

ضمیر اہل مکہ کی صرف راجع ہے یعنی یہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں یعنی بطور استہزاء پوچھتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے کفار قریش کو دعوت توحید دی اور حیات بعد الموت کے بارے میں خبر دی اور اس ضمن میں آیات قرآن تلاوت فرمائیں تو وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے اور باہم پوچھتے تھے کہ محمد ﷺ کیسا دین لائے ہیں اور بطور استہزاء کہنے لگے کہ یہ کیسی بڑی ہولناک بات کی خبر دیتے ہیں۔

عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲﴾ بڑی خبر کی۔

أيتساء لون عن النباء العظيم و وصف النبا وهو الخبر الذى له شان بالعظيم لتاكيد خطره۔ یعنی وہ بڑی خبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور الۡعَظِیۡمِ النَّبَاِ کی صفت ہے اور وہ خبر ہے جس سے اس کی عظمت وفخامت شان ظاہر ہے اور اس کی ہولنا کی مؤکد ہے استفہام ثانی استفہام اول کو مؤکد ہے۔ جمہور علماء رحمہم اللہ کے نزدیک النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ سے مراد حشر وقیامت ہے جب کہ مجاہد اور ان سے متفق اصحاب رحمہم اللہ کا قول ہے کہ مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ قرآن حکیم میں قرآن حکیم کو نبا عظیم فرمایا گیا ہے سورہ ص: ۶۷ میں ہے قُلۡ ہُوَ نَبَؤٌا عَظِیۡمٌ ﴿۶۷﴾ جب کہ بعض علماء رحمہم اللہ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا منذر ہونا مراد ہے۔

الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۳﴾ جس میں وہ کئی راہ ہیں۔

الَّذِیۡ موصولہ اور ہُمۡ کی ضمیر جمع اہل مکہ کی طرف راجع ہے یہ اس لیے کہ کفار کا پوچھنا بطور استہزاء ہی تو تھا یعنی کفار مکہ

Marfat.com

میں سے بعض تو قطعی انکار کرتے ہیں جیسا کہ ان کا قول قرآن حکیم میں ہے: مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ ہم کو نہیں معلوم کہ قیامت کیا چیز ہے ہمیں یوں ہی گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔ جب کہ بعض شک و شبہہ میں تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کا قول ہے: وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وہ کہتے ہیں وہ تو نہیں مگر یہی ہماری زندگی دنیا کی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ اگر قرآن مراد ہے تو جب بھی کفار مختلف سوچ پر تھے بعض قرآن حکیم کو سحر اور بعض شعر اور بعض کہانت کہتے ہیں اور یونہی اگر مراد ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو منذر ہے تو کفار اُن کے بارے میں کبھی کہتے کہ شاعر ہیں کبھی ساحر کہتے اور کبھی کاہن جیسا کہ آیات قرآن حکیم سے واضح ہے۔

كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔

كَلَّا حرف ردع ہے اور سَیَعْلَمُوْنَ وعید لاولئک المتسائلین المستهزئین جملہ "جلد جان جائیں گے"۔ بطور استہزاء سوال کرنے والے منکروں کافروں کے لیے وعید ہے کہ اس بڑی خبر کی صداقت ان پر جلد ہی روشن ہو جائے گی اور مرنے کے ساتھ ہی قبر میں پتا چل جائے گا یا مراد ہے دنیا ہی کی زندگی میں ان پر حقیقت کھل جائے گی خواہ وہ مبتلائے عذاب ہوں یا ان پر بوقت نزع شدت اور ملائکہ موت کا زجر ہو وغیرہ اور تمہیں تکذیب و انکار کا نتیجہ مل جائے گا۔

ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

تکرار مبالغہ اور شدت کے لیے ہے اور اس سے منکرین کو وعید دو مرتبہ ہو گئی۔ پہلے جملہ سے عذاب قبر اور اس سے عذاب قیامت کی اور حرف عطف ثُمَّ شدت و سطوت عذاب کو جو بروز قیامت ہو گا، واضح کر رہا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

استفہام تقریری اور جملہ مستانفہ ہے اور مسئولہ خبر کی تحقیق کے طور پر بعض شواہد ناطقہ (منہ بولتا ثبوت) کے ساتھ مخاطب کو اقرار پر آمادہ کرنے کے لیے ہے گویا کہا جا رہا ہے قل كيف تنكرون او تشكون في البعث تم فرماؤ کہ تم بعث کا کیونکر انکار کرتے ہو اور شک و شبہے میں مبتلا ہو۔ وقد عاينتم ما يدل عليه من القدرة التامة والعلم المحيط والحكمة الباهرة المقتضية ان لا يكون ما خلق عبثا۔ حالانکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو (مشاہدہ کرتے ہو) ان امور کا جو دلالت کرتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کاملہ، علم محیط اور اس کی روشن حکمتوں پر اور جن کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو عبث فضول اور بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ کیا تم میں ان شواہد حقیقی کے انکار کی کوئی گنجائش ہے، ظاہر ہے ہرگز نہیں اور یہی ثبوت و دلیل کے طور پر کافی ہے المهاد کا مطلب ہے الفراش الموطا خوب ہموار کیا ہوا بستر یا بچھونا اور قاموس میں ہے: المهد الموضع الذي يهيا للصبي۔ مہد سے مراد وہ جگہ ہے (بچھونا ہے) جہاں چھوٹے بچوں کو ڈالتے ہیں یعنی پنگھوڑا۔ اور یہ بطور تشبیہ فرمایا ہے۔

وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ اور پہاڑوں کو میخیں۔

Marfat.com

ای کالاوتاد ففیه تشبیه بلیغ ایضاً والمراد أرسینا الارض بالجبال کما یرسی البیت بالاوتاد۔ یعنی میخوں کی مانند اور اس میں بھی بڑی روشن تشبیہ ہے اور مراد یہ ہے کہ کیا ہم نے زمین کو پہاڑوں کے ساتھ نہیں جمادیا (ثابت ٹھہرادیا) جس طرح گھر کو ستونوں سے مضبوط بناتے ہیں تاکہ جنبش و حرکت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ کریم نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ تھرتھرانے (کانپنے) لگی تو اللہ عزوجل نے اس پر پہاڑ جمائے تو وہ ساکن ٹھہر گئی (خوب جم گئی) تو فرشتوں علیہم السلام نے عرض کیا ربنا هل خلقت خلقا اشد من الجبال اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے پہاڑوں سے بڑھ کر کوئی قوی و مضبوط شے پیدا کی ارشاد ہوا ہاں "لوہا" فرشتوں نے عرض کی، ہمارے پروردگار! کیا تو نے لوہے سے بڑھ کر بھی کسی چیز کو فولادی پیدا فرمایا۔ فرمایا: ہاں "آگ" فرشتوں نے پھر عرض کیا ہمارے پروردگار! کیا تو نے آگ سے بھی بڑھ کر کسی شے کو پیدا کیا ارشاد فرمایا ہاں "پانی" فرشتوں نے عرض کیا، کہ ہمارے پروردگار! کیا تو نے "پانی" سے بھی بڑھ کر کوئی شدید شے پیدا کی ارشاد فرمایا "ہوا" فرشتوں نے عرض کیا، ہمارے پروردگار! کیا تو نے ہوا سے شدید بھی کوئی شے پیدا فرمائی ارشاد فرمایا ہاں "آدم کا بیٹا (انسان)" کہ دائیں ہاتھ سے یوں صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ پہاڑوں کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہوئی، اسی پر علماء متقدمین اور علماء محدثین کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کے حدوث کے متقدم و متاخر ہونے میں فرق کرتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے جسے حاکم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے۔

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ اور تمہیں جوڑے بنایا۔

قال الزجاج وغیره مزدوجین ذکرا وانثی لیتسنی التناسل وینتظم الامرالمعاش وقیل أصنافا فی اللون والصورة واللسان وقیل أن یکون المراد من الخلق ازواجا۔ الخلق من منیین منی الرجل ومنی المرأة والمعنی خلقنا کل واحد منکم ازواجا باعتبار مادة التی هی عبارة من منیین۔ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمہیں نر اور مادہ پیدا کیا تاکہ افزائش نسل ہو اور امور معاش کا انتظام ہو اور ایک قول یہ ہے کہ تمہیں رنگ اور شکل اور بولی کے لحاظ سے جدا جدا صنف پیدا فرمایا۔ ایک اور قول ہے کہ تمہیں جوڑا جوڑا پیدا فرمانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تمہیں دو پانیوں (منی) سے، مرد کے پانی اور عورت کے پانی سے پیدا فرمایا اور مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس مادہ کے اعتبار سے جو دونوں پانیوں سے عبارت ہے جوڑے جوڑے بنایا۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

والمراد بالسبات الموت یعنی تمہاری نیند کو موت سے آرام کا باعث کیا۔ موت سے مراد نیند ہے۔ ایک قول ہے کہ سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ان اللہ تعالی ابتدء بخلق السموات والارض یوم الاحد فخلقها فی ستة ایام فقطع عمله سبحانه یوم السبت فسمی بذلک۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ابتداء اتوار سے فرمائی پھر اسے چھ روز میں مکمل فرمایا پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز عمل تخلیق کو قطع کیا تو اس لیے سبت نام ہوا۔ یعنی ہم نے تمہارے جاگتے وقت کے کاموں کو قطع کر دینے والا بنایا تاکہ تمہارے جسموں کو سکون و آرام حاصل ہو۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

Marfat.com

وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

اور رات کو پردہ پوش کیا۔ اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔ اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ اور رات کو پردہ پوش کیا۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ الذی یقع فیه النوم غالباً یعنی رات کے وقت غلبہ کرنے والی نیند واقعہ ہوتی ہے لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ یستر کم بظلامه کما یستر کم اللباس ولعل المراد اللباس المشبة به ما یستربه عند النوم من اللحاف۔ رات کو لباس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی تاریکی کے ساتھ تمہیں اسی طرح چھپالیتی ہے جس طرح تمہیں لباس ڈھانپ لیتا ہے اور ممکن ہے کہ اسے لباس کہنے سے مراد اس حالت سے تشبیہ ہے جو نیند کے وقت لحاف اوڑھنے سے چھپالیتی ہے۔ ایک قول ہے جعلنا ساترا لکم عن العیون اذا اردتم هرباً من عدواوبیاتا له او خفاء مالا تحبون الاطلاع علیه من کثیر الامور ہم نے رات کو تمہارے لیے نظروں سے چھپانے والا بنایا جب تم دشمن سے بچاؤ یا اس پر شب خون مارنا چاہو یا تم بہت سی ایسی باتیں چھپانا چاہو جن کی خبر و اطلاع ہونا تمہیں پسند نہ ہو۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔

مَعَاشًا مصدر میمی ہے بمعنی العیش یعنی زندگانی اور مطلب یہ ہے وجعلنا النهار وقت معاش ای حیاة یبعثون فیه من نومکم الذی اخو الموت یعنی ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا یعنی زندگی جس میں تم اپنی نیندوں سے بیدار ہو کر اٹھتے ہو اور نیند (موت کی بہن) موت سے ہی متعلق ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ دن کو محنت مزدوری اور کاروبار کے لیے بنایا ہے تاکہ تم ضروریات زندگی حاصل کرسکو۔

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔

ای سبع سموات یعنی سات آسمان مضبوط بنائے جن پر حوادث زمانہ کا اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ خستہ و بوسیدہ ہوتے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

ای أنشانا وأبدعنا مشرقا متلالأ من وهجت اذا اضاء ت او بالغاً فی الحرارة من الوهج والمراد به الشمس۔

یعنی ہم نے اسے روشن اور چمک دار بنایا جب وہ روشن ہوتا ہے تو جگمگاتا ہے یا اس کے جگمگانے سے حدت و حرارت پہنچتی ہے (حاصل ہوتی ہے) اور اس سے مراد سورج ہے جو نور و حرارت کا مجموعہ ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے وھج کے معنی ہیں بھڑکتی ہوئی روشنی۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ ہم نے اتارا بدلیوں سے۔

Marfat.com

ھی السحائب علی ماروی عن ابن عباس وغیرہ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے مراد بدلیاں ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ معصرات سے مراد آسمان ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں سے پانی نچوڑ کر برساتی ہیں۔

مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ زور کا پانی۔

ای منصبا بکثرۃ یقال ثج الماء اذا سال بکثرۃ یعنی بہت زیادہ برسنے والا پانی جیسا کہ اہل عرب ثج الماء کہتے ہیں پانی خوب برسا مراد موسلا دھار بارش کا پانی ہے کہ زور سے برسے اور بہت زیادہ برسے۔

لِّنُخْرِجَ بِهٖ کہ اس سے پیدا فرمائیں۔

ای بذلک الماء یعنی اس زوردار بارش کے پانی کے ساتھ (ذریعہ)

حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ اناج اور سبزہ۔

کالحنطۃ والشعیر جیسے دانے (گیہوں) اور جو، حَبًّا کی تقدیم غلہ کے اخراج کی اصالت وشرف کے طور پر ہے کیونکہ وہی انسانوں کی حقیقی غذا ہے اور نَبَاتًا سے مراد چوپایوں اور جانوروں کے لیے سبزہ گھاس اور چارہ وغیرہ ہے۔

وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اور گھنے باغ۔

جَنّٰتٍ جَنَّۃٌ کی جمع ہے فراء رحمہ اللہ کا قول ہے: الجنۃ مافیہ النخیل والفردوس مافیہ الکرم وقد تسمی الاشجار الساترۃ جنۃ۔ جنت (باغ) وہ ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہوں اور فردوس (باغ) وہ ہے جس میں انگوروں کی بیلیں ہوں اور جو درخت چھپا لینے والے ہوں انہیں جنت کہا جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ ہر وہ بستان جو درختوں سے بھرا ہو اور اس کے درخت زمین کو ڈھانپ لیں اسے باغ کہتے ہیں۔

اَلْفَافًا کسائی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اَلْفَافًا لفیف کی جمع ہے جس کے معنی ملفوف کے ہیں۔ یعنی لدے ہوئے یا خوب گھنے یا جھنڈ کے جھنڈ۔ ان سب کا ذکر کر کے بتانا یہ ہے کہ جس ذات برحق نے یہ سب کچھ معدوم سے موجود کیا تو تمہیں (انسانوں) موت کے بعد زندگی میں کیوں تعجب ہوتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور بے مقصد سمجھتے ہو ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں لہٰذا مرنے کے بعد زندگی اور جزاء وسزا ضرور ہوگی۔ گویا یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے جیسا کہ شروع سورت مبارکہ میں گزرا۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔

ای متوقت و متعین سورہ مبارکہ کے آغاز میں منکرین کے سوال کا ذکر گزرا اور کفار اس امر میں جلدی کرتے تھے کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم وقوع قیامت کے بارے میں سچ کہتے ہو تو یہ بطور جواب ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک فیصلے

Marfat.com

کا دن اور وقت متعین ومقرر ہے اور اس کے وقوع کی کیفیت وتفصیل کا پھر ذکر فرمایا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ جس دن صور پھونکا جائے گا۔

ای النفخة الثانية ويوم بدل من يوم الفصل۔

يَوْمَ، يَوْمَ الْفَصْلِ سے بدل ہے، مراد ہے روز قیامت یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، نفخے دو ہیں: اولیٰ جس سے سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ثانیہ یا اخیرہ جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔

ای فتحيون فتبعثون من قبوركم فتاتون الى الموقف عقيب ذلک من غير لبث أصلا۔ اس روز جونہی صور پھونکا جائے گا تو تم زندہ ہو جاؤ گے اور اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہو گے (نکلو گے) پھر اس کے ساتھ ہی فوراً حساب کے لیے موقف قیامت کی طرف فوج درفوج (گروہ در گروہ) چلے آؤ گے۔ نسائی اور بیہقی رحمہما اللہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر لوگ تین گروہ ہوں گے: ایک وہ جو شکم پر، بالباس اور سواریوں پر سوار ہوں گے اور دوسرا گروہ پیدل چلنے والوں کا ہوگا اور تیسرا گروہ منہ کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔

وفسر الفتح بالشق لقوله تعالىٰ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وقوله سبحانه اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ الى غير ذلک والقران يفسر بعضه بعضاً اور علماء نے فتح کی تفسیر شق (پھٹنے) سے کی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے "جب آسمان پھٹ جائے" اور ارشاد مزید ہے "جب آسمان پھٹ پڑے" اور قرآن حکیم اپنے بعض حصوں کی بعض حصوں سے خود تفسیر فرماتا ہے اور شاید اس میں کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عظیم جرم اس طرح سے جلد اور بآسانی پھٹ پڑے گا جس طرح سے کہ دروازہ کھل جاتا ہے اور کَانَ بمعنی صار ہے (ہو جائے گا) ای فصارت ذا ابواب یعنی دروازوں والا ہو جائے گا۔ او فصارت كان كلها ابواب یا یوں ہو جائے گا کہ سارے کا سارا دروازے ہی ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ ان میں راہیں بن جائیں گی جن سے فرشتے اتریں گے۔ یہ روز قیامت ہوگا۔

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے سراب۔

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ ای فی الجو علیٰ هيئتها بعد تفنيتها بعد قلعها من مقامها یعنی پہاڑ فنا ہونے کے بعد اور اپنے مقامات سے اکھڑنے کے بعد فضا میں بے وقعت یا ہلکے ہو جائیں گے۔

فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ لغت میں سرب کے معنی ہیں چلتا ہوا راستہ اور ریت جو دھوپ میں پانی جیسی نظر آتی ہے اسے سراب کہتے ہیں اور اُسْرُب پگھلی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں ای فصارت بعد تسيرها مثل سراب تو پہاڑ اکھڑنے کے بعد اس طرح نظر آئیں گے جس طرح چمکتا ریتا جو دور سے پانی ہونے کا دھوکا دے یعنی ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں ذرات کی طرح پھیل جائیں گے اور بے حقیقت ہو جائیں گے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾

بے شک جہنم تاک میں ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانا۔ اس میں قرنوں رہیں گے۔

Marfat.com

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ بے شک جہنم تاک میں ہے۔

مِرْصَادًا اسم ظرف مکان ہے جیسے مضمار (گھوڑوں کے سدھانے اور انہیں چھریرا بدن بنانے یا کرنے کا میدان) المرصاد کے معنی مطلق الطریق یعنی راستے کے ہیں اور ایک قول ہے موضع رصد یرصد فیه خزنة النار الکفار کہ اس جگہ دوزخ کے داروغے کفار کو عذاب میں دھکیلنے کے لیے گھات میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ ایسی جگہ یا مقام جس میں جنت کے دربان مومنوں کو جہنم سے بچائیں گے۔ لیکن یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ مرصاد سے مراد کفار کے لیے تیار شدہ راستہ ہے اور لِّلطَّاغِيْنَ کے لفظ سے اس کی توثیق ہو رہی ہے۔ رہا پل صراط کا ذکر تو وہ آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا میں گزر چکا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں بھی پل ہی مراد ہے۔

لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ سرکشوں کا ٹھکانا۔

لِّلطَّاغِيْنَ ای المتجاوزین الحد فی الطغیان۔ یعنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کرنے والے یعنی کفار مَاٰبًا لوٹنے کی جگہ یہ كَانَتْ سے متعلق یا اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہنم سرکش کافروں کی گھات میں ہے اور ان کے لوٹنے کی جگہ ہے جس میں وہ مدتوں رہیں گے۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ اس میں قرنوں رہیں گے۔

ای مقیمین فی جهنم ابدا یعنی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے احقاب، حقب کی جمع ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حقب سترہ ہزار سال کا ہوگا۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ احقاب کا سلسلہ لامتناہی ہے ایک حقب گزرے گا تو دوسرا آجائے گا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کفار کے لیے خلود عذاب یعنی دائمی عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ دوزخ میں کفار قرنوں صدیوں رہیں گے اور ان قرنوں کی نہایت نہیں اور وہ ہمیشہ ہمیش اس میں رہیں گے۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ، جیسے کو تیسا بدلہ۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔

حالاً من المستکن فی لابثین او صفة لاحقابا۔ یہ لّٰبِثِيْنَ کا حال ہے اول یا پھر اَحْقَابًا کی صفت ہے یا حال ثانی۔ یعنی طاغین دوزخ میں اس حال پر رہیں گے یا دوزخ میں جو قرن در قرن رہیں گے تو وہاں یہ حال ہوگا کہ نہ کوئی شے کھانے کو ملے گی اور نہ ہی پینے کو پانی کہ جس سے ٹھنڈک کا مزہ پا سکیں۔ والمراد بالبرد ما یروحهم وینفس عنهم حر النار فلا ینافی انهم قد یعذبون بالزمهریر اور برد (ٹھنڈک) سے مراد وہ شے ہے جو انہیں راحت و آرام (تسکین) دے اور ان کے نفس کو آگ کی حرارت و گرمی سے دور کرے یعنی انہیں ایسی کوئی شے نہ ملے گی اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ انہیں ٹھنڈ و سردی کا عذاب نہ ہوگا۔ اور شراب سے مراد پینے کا معروف پانی ہے اور انہیں یہ بھی ہرگز نہ ملے گا۔

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ۔

والحمیم الماء الشدید الحرارة والغساق مایقطر من جلود اهل النار اور حَمِيْمًا سے مراد ہے بہت

ہی زیادہ گرم پانی اور غَسَّاقًا سے مراد وہ سڑا ہوا گندہ پیپ ہے جو دوزخیوں کی جلدوں سے بہے گا۔ پینے کی چیزوں میں سے ان دونوں کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی ان دونوں چیزوں کے سوا انہیں جہنم میں پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ ترمذی میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جہنمیوں کو حمیم پیش کیا جائے گا تو اس سے ان کے منہ جل کر سیاہ ہو جائیں گے اور پیٹ کے اندر جاتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ جیسے کو تیسا بدلہ۔

ای جوزوا بذلک جزاء فجزاء موافقا لاعمالھم۔ یعنی وہ اس کے ساتھ بدلہ دیے جائیں گے اور یہ جزا ان کے کرتوتوں کے موافق ہوگی یا ان کے گناہوں کے مطابق ہوگی۔ جیسے کام ویسا بدلہ اور کفر و شرک بدترین جرم ہے اور اس کے مطابق ہی وہ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔ اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔

تعلیل لاستحقاق العذاب المذکور ای کانوا لا یخافون ان یحاسبوا باعمالھم۔

جس عذاب شدید کا پیچھے ذکر گزرا یہ اس سزا کی علت کا بیان ہے کہ یہ عذاب اس لیے ہوگا کہ وہ اس امر کا ڈر (خوف) ہی نہیں رکھتے تھے کہ انہیں ان کے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ کفار تو جزا و سزا پر ایمان ہی نہیں رکھتے لیکن اہل ایمان میں سے کچھ بدعتی یا گمراہ فرقے بھی ایسے ہیں جو حساب (جزاء و سزا) کے منکر ہیں جیسے مرجئہ اور روافض۔ مرجئہ کا کہنا ہے کہ بُرے اعمال ضرر رساں نہ ہوں گے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے یہ سب معاف ہیں وہ اعمال کو اہمیت نہیں دیتے اور صرف عقیدہ کی درستگی پر زور دیتے ہیں جب کہ روافض کا عقیدہ ہے کہ محبان و شیعان علی کو کسی گناہ پر عذاب نہ ہوگا۔

وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔

ای تکذیبا مفرطا یعنی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی پوری پوری تکذیب کی (جھٹلاتے رہے)۔

یہ آیت کفار کے علاوہ اہل بدعت کو بھی شامل ہے اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ روافض جو ان قرآنی آیتوں کے منکر ہیں جو مناقب و مدح اصحاب النبی ﷺ میں وارد ہیں جیسے آیت رضوان (سورۃ الفتح) اور كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ الخ، وہ بھی اس وعید سے ہرگز خارج نہیں۔ کِذَّابًا یا تو مصدر ہے جو تکذیب (جھٹلانے) کے معنوں میں ہے یا پھر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ای کانوا مبالغین فی تکذب مبالغۃ المغالبین۔ یعنی کفار دیگر مکذبین کی طرح بہت بڑے جھوٹے ہیں یا جھٹلانے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔

Marfat.com

وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز۔

من الاشیاء التی من جملتها اعمالها وقال ابوحیان ای کل شیء مما یقع علیه الثواب والعقاب۔ یعنی ان کے تمام اعمال وغیرہ میں سے ہر ایک چیز اور ابوحیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہر وہ شے جس پر ثواب یا عذاب (سزا) واقع ہوتا ہے۔

اَحْصَيْنٰهُ ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے۔

ای حفظنا، وضبطنا، یعنی ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اور تحریر کر رکھا ہے۔

كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ لکھ کر۔

مصدر ہے اَحْصَيْنٰهُ کو مؤکد کرنے کے لیے کیونکہ شمار کرنا اور لکھنا ضبط (حفاظت وتحریر) کے معنوں میں مشترک ہیں یا پھر حال ہے بمعنی مکتوباً فی اللوح او صحف الحفظة لوح میں لکھا ہوا یا کراماً کاتبین کے نوشتوں میں لکھا ہوا کے معنوں میں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے تمام اچھے اور برے اعمال ہمارے علم میں ہیں ہم ان پر ہی بدلہ دیں گے۔

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

مسبب عن کفرهم بالحساب وتکذیبهم بالآیات۔ فآء سببیہ ہے، ان سے یعنی طاغین سے آخرت میں وقت عذاب کہا جائے گا کہ تم عذاب کا مزہ چکھو اپنے ان اعمال کے باعث جن کا ہم نے حساب کر رکھا ہے اور تمہارے آیات الٰہی کو جھٹلانے کی وجہ سے اب جب تم دوزخ میں ہو تو ہم تمہارے لیے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔ طبرانی میں حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے کتاب الٰہی میں شدید ترین آیت کے بارے میں پوچھا جو دوزخیوں کے بارے میں ہو تو انہوں نے یہی آیت پڑھی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ نبا۔ پ ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾	بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾	باغ ہیں اور انگور۔
وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾	اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔
وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾	اور چھلکتا جام۔
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾	جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں اور نہ جھٹلانا۔
جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾	صلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا۔
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾	وہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔
يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ	جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرے باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے

Marfat.com

صَوَابًا ﴿۳۸﴾

ٹھیک بات کہی۔

ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے

اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ نبا۔پ ۳۰

اِنَّ۔بے شک	لِلْمُتَّقِیْنَ۔پرہیزگاروں کے لیے		مَفَازًا۔کامیابی ہے
حَدَآئِقَ۔باغ	وَ۔اور	اَعْنَابًا۔انگور	وَّ۔اور
کَوَاعِبَ۔جوان	اَتْرَابًا۔ہم عمر عورتیں	وَّ۔اور	کَاْسًا۔پیالے
دِهَاقًا۔بھرے ہوئے	لَا۔نہ	یَسْمَعُوْنَ۔سنیں گے	فِیْهَا۔اس میں
لَغْوًا۔بیہودہ	وَّ۔اور	لَا۔نہ	کِذّٰبًا۔جھوٹ
جَزَآءً۔بدلہ ہے	مِّنْ رَّبِّكَ۔تیرے رب سے	عَطَآءً۔عطاء	حِسَابًا۔نہایت کافی
رَّبِّ۔جو رب ہے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں کا	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کا
وَ۔اور	مَا۔جو	بَیْنَهُمَا۔ان کے درمیان ہے	الرَّحْمٰنِ۔رحمٰن
لَا۔نہیں	یَمْلِکُوْنَ۔اختیار رکھیں گے	مِنْهُ۔اس سے	خِطَابًا۔بات کرنے کا
یَوْمَ۔جس دن	یَقُوْمُ۔کھڑا ہوگا	الرُّوْحُ۔روح	وَ۔اور
الْمَلٰٓئِکَةُ۔فرشتے	صَفًّا۔صف باندھ کر	لَا۔نہ	یَتَکَلَّمُوْنَ۔بولیں گے
اِلَّا۔مگر	مَنْ۔جسے	اَذِنَ۔اجازت دی	لَهُ۔اس کے لیے
الرَّحْمٰنُ۔رحمٰن نے	وَ۔اور	قَالَ۔کہا اس نے	صَوَابًا۔درست
ذٰلِكَ۔یہ	الْیَوْمُ۔دن	الْحَقُّ۔حق ہے	فَمَنْ۔تو جو
شَآءَ۔چاہے	اتَّخَذَ۔پکڑے	اِلٰی۔طرف	رَبِّهٖ۔اپنے رب کی
مَاٰبًا۔ٹھکانا	اِنَّآ۔بے شک ہم نے	اَنْذَرْنٰکُمْ۔ڈرایا ہم نے تم کو	عَذَابًا۔عذاب
قَرِیْبًا۔قریب سے	یَّوْمَ۔جس دن	یَنْظُرُ۔دیکھے گا	الْمَرْءُ۔آدمی
مَا۔جو	قَدَّمَتْ۔آگے بھیجا	یَدٰ۔ہاتھوں	هُ۔اس کے نے
وَ۔اور	یَقُوْلُ۔کہے گا	الْکٰفِرُ۔کافر	یٰلَیْتَنِیْ۔ہائے میں
کُنْتُ۔ہو جاتا	تُرٰبًا۔مٹی		

Marfat.com

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم-سورۃ نبا-پ ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝۳۱ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝۳۲ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝۳۳ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝۳۴ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝۳۵

بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔ جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝۳۱ بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔

کفار کے برے احوال کے تذکرہ کے بعد مومنین کے احوال کی خوبیوں کے بیان کا آغاز ہے۔ مَفَازًا مصدر میمی ہے یا اسم مکان ہے ای للذين يتقون عمل الكفر فوزاً وظفرا بمساعيهم او موضع فوز او موضع نجاة۔
یعنی ان لوگوں کے لیے جو کفر و سرکشی کے کاموں سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے کامران ہوں گے اور اپنی مساعی اور کاوشوں کے نتیجہ میں کامیابی پائیں گے یا کامرانی کے مقام میں ہوں گے یا ایسی جگہ ہوں گے جہاں ہر شر سے نجات ہوگی اور وہ ہر مراد پائیں گے۔ مقام سے مراد جنت ہے۔

حَدَآئِقَ باغ میں۔

جمع حديقة وهى بستان فيها انواع الشجر المثمر زاد بعضهم والرياحين والزهر وقال راغب قطعة من الارض ذات ماء۔

حدیقه (باغ) کی جمع ہے اور وہ باغ ہے جس میں مختلف قسم کے پھل دار درخت ہوں اور بعض نے اس پر زیادہ کہا ہے کہ اس میں پھول دار پودے اور گلاب وغیرہ بھی ہوں جب کہ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو پانی والا ہو اور اسی وجہ سے اسے حدقۃ العین سے باعتبار ہیئت تشبیہ بھی دیتے ہیں۔

وَاَعْنَابًا ۝۳۲ اور انگور۔

جمع عنب، عنب کی (انگور) کی جمع ہے۔

وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝۳۳ اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔

كَوَاعِبَ جمع كاعب وهى المرأة التى تكعب ثدياها واستدار مع ارتفاع يسير ويكون ذلك فى سن البلوغ واحسن التسوية۔

کاعب (دوشیزہ) کی جمع ہے اور وہ عورت ہوتی ہے جس کے پستان ٹخنے کی طرح اٹھ رہے ہوں اور معمولی بلندی کے ساتھ ہی گولائی میں ہوں اور ایسی حالت عورتوں میں بلوغ اور اٹھان کی عمر میں بخوبی ہوتی ہے۔

اَتْرَابًا ۝۳۳ ہم عمر۔

بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جنت کی عورتیں سب کی سب سولہ برس عمر کی اور جنتی مرد بھی تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے۔

وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝۳۴ اور چھلکتا جام۔

Marfat.com

ای مترعة یقال دهق فلان الحوض و أدهقه ای ملأ۔ یعنی لبالب بھرے اور جیسے کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ فلاں حوض لبریز ہوگیا اور ادهقه کا معنی ہے خوب بھر جانا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ دِهَاقاً کا مطلب ہے صافية و لا یخلو عن كدر یعنی صاف ہو اور وہ تلچھٹ سے خالی نہ ہو۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

ای فی الجنة وقيل فی الكاس یعنی جنت میں اور ایک قول ہے جام چھلکتے وقت کوئی قبیح کلام اور نہ ہی جھوٹی بات یا جھٹلانا سنیں گے۔ اور جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اور نہ ہی کوئی کسی کو جھٹلائے گا۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا۔

جَزَآءً اور عَطَآءً دونوں مصدر ہیں اور مؤکد منصوب بمعنی اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ یعنی متقین کو ان کے اعمال کا مکمل اور پورا بدلہ ملے گا اور ان پر یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عطا ہوگی اور یہ بطور تفضّل و احسان ہوگا۔ حِسَابًا کے معنی ہیں ایسی عطا جو ملنے والے کے لیے کافی ہو اور بعض کا قول ہے کہ جنتیوں کے اعمال کے موافق ہوگی اور بعض کا قول ہے کہ فضل الٰہی کے موافق ہوگی کیونکہ اعمال فی نفسہٖ جزاء کے موجب نہیں۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وہ جو رب ہے آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

بدل من لفظه رَّبِّكَ وفی ابداله تعظیم " لفظ رَّبِّكَ (جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ) سے بدل ہے اور اس ابدال سے تعظیم وعظمت کا اظہار ہے۔

الرَّحْمٰنِ رحمٰن۔

عاصم رحمہ اللہ نے رَّبِّ السَّمٰوٰتِ میں رَّبِّ جر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ رَّبِّكَ کی دوسری صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

اہل کوفہ کے سوا رَبِّ کو رَبُّ (رفع) کے ساتھ پڑھا ہے اس تقدیر پر رَّبُّ السَّمٰوٰتِ مبتدا اور الرَّحْمٰنُ صفت اور لَا يَمْلِكُوْنَ خبر ہوگی۔

ای لا یملکون ان یخاطبوه عزوجل بشیء من نقص العذاب او زیادة الثواب من غیر اذنه تعالیٰ۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے عذاب میں کمی کرے یا ثواب میں زیادتی فرمائے۔ واضح مفہوم یہ ہے ایسا تو یا بسبب خوف اور جلال الٰہی کے ہوگا یا یہ کہ انہیں کسی امر پر خواہ وہ عذاب سے متعلق ہو یا ثواب سے، اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا کیونکہ مومن ہوں یا کفار سبھی اس کے مملوک وغلام ہیں۔ اور کسی کو دعویٰ استحقاق نہیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

Marfat.com

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرے باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کی۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرے باندھے۔

يَوْمَ ۔ لَا يَمْلِكُونَ سے متعلق ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جس دن روح اور فرشتوں کا قیام ہوگا اس دن حق سبحانہ وتعالیٰ سے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا۔ مراد یوم قیامت ہے۔ روح کے بارے میں ابو الشیخ نے ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے انه جبريل عليه السلام کہ اس سے مراد بلاشبہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ روح کے بارے میں علماء تفسیر سے جو منقول ہے ان میں چند ایک یہ ہیں:

(۱) قيل الروح خلق اعظم من الملئكه وأشرف منهم واقرب من رب العالمين۔ روح فرشتوں میں سے سب سے بڑی مخلوق اور ان میں سے سب سے زیادہ بزرگ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقرب ہے۔

(۲) قيل هو ملک ما خلق الله عزوجل بعد العرش خلقا أعظم منه عن ابن عباس انه اذا كان يوم القيامة قام هو وحده صفا والملائكة صفا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے عرش کی تخلیق کے بعد اس سے (عرش سے) بڑی مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو روح (وہ فرشتہ) ایک صف میں ہوگا جب کہ دوسرے تمام فرشتے دوسری صف میں ہوں گے۔

(۳) عن الضحاک انه لوفتح فاه لوسع جميع الملائكة عليهم السلام۔ ضحاک سے مروی ہے کہ وہ (روح فرشتہ) اتنا بڑا ہے کہ اگر وہ اپنا منہ کھول دے تو تمام ملائکہ علیہم السلام اس میں سما جائیں۔

(۴) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الروح جند من جنود الله تعالىٰ ليسوا ملائكة لهم رءوس وايد وارجل وفى رواية ياكلون الطعام ثم قرأ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا وقال هولاء جند وهؤلاء جند۔ روح اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور وہ فرشتے ہرگز نہیں ان کے سر، ہاتھ اور پاؤں بھی ہیں اور ایک روایت میں (یہ اضافی ہے) کہ وہ کھانا کھاتے ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا یوم یقوم الروج والملائكة صفا اور فرمایا یہ ایک لشکر ہیں اور وہ ایک لشکر ہیں۔

(۵) هم حفظة الملائكة وہ نگہبان فرشتے ہیں۔

(۶) قيل ملک مؤكل على الارواح وہ ارواح پر مؤکل فرشتہ ہے۔

(۷) الملک الذى يقال له الروح هو الذى يولج الارواح فى الاجسام فانه يتنفس فيكون فى كل نفس مَن انفاسه روح فى جسم وهو حق يشاهده ارباب القلوب بابصارهم۔ ایک فرشتہ ہے جسے روح کہا جاتا ہے اور وہ اجسام میں روحیں ڈالنے پر مامور ہے جب وہ سانس لیتا ہے تو اس کی سانسوں میں ہر ایک سانس جسم میں روح ہو جاتی ہے اور یہ حق ہے اور اہل حق (اولیاء کرام) نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

(۸) امام بیہقی رحمہ اللہ سے مروی ہے: المراد به ارواح الناس وان قيامه مع الملائكة فيما بين النفختين قبل ان ترد الى الاجساد اس سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں اور فرشتوں کے ساتھ ان کا قیام دونوں پھونکوں (نفخۂ اولیٰ

Marfat.com

اور نفخۂ ثانیہ) کے درمیان اس سے پہلے ہوگا کہ وہ اپنے اجسام کی طرف لوٹائی جائیں۔

(۹) ابن عباس سے مروی ہے: ان جبریل علیہ السلام یوم القیامۃ لقام بین یدی الجبار ترعد فرائصہ فرقا من عذاب اللہ تعالیٰ یقول سبحنک لا الہ الا انت ما عبدناک حق عبادتک وان ما بین منکبیہ کما بین المشرق والمغرب اما سمعت قول اللہ تعالیٰ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔ بلاشبہ جبریل علیہ السلام قیامت کے دن اللہ جبار وقہار کے حضور اس طرح کھڑے ہوں گے کہ خوف حق سبحانہ وتعالیٰ سے ان کے دونوں کندھے کانپ رہے ہوں گے اور عرض کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور ہم نے جو تیری عبادت کا حق ہے حق ادا نہیں کیا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مشرق اور مغرب جتنا فاصلہ ہوگا اور آیت يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ الخ کا مطلب یہی ہے۔

(۱۰) ابونعیم نے مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ روح انسانی شکل کی ایک مخلوق ہے اگرچہ آدمی نہیں۔

(۱۱) ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان پر ستر ہزار کلمے ہیں جب وہ ذکر کرتا ہے تو اس کی ہر تسبیح یا کلمے کے عوض ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا۔

بدل من ضمیر لَا يَتَكَلَّمُوْنَ وھو عائد الیٰ اھل السموت والارض الذین من جملتھم الروح والملائکۃ وذکر قیامھم مصطفین لتحقیق عظمۃ سلطانہ تعالیٰ و کبریاء ربوبیتہ عزوجل وتھویل یوم البعث الذی علیہ مدار الکلام من مطلع السورۃ الکریمۃ الی مقطعھا والجملۃ استیناف مقرر لمضمون قولہ تعالیٰ لَا يَمْلِكُوْنَ الخ و مؤکد لہ علی معنیً ان اھل السموت والارض اذا لم یقدروا حینئذ ان یتکلموا بشیء من جنس الکلام الا من اذن اللہ تعالیٰ منھم فی التکلم مطلقا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول لَا يَتَكَلَّمُوْنَ کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ سب آسمانوں اور زمین والوں کی طرف عائد ہے جن میں سے روح اور فرشتے بھی ہیں اور ان کے صف بستہ کھڑے ہونے کے بیان کا مطلب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے رعب وجلال اور اس کی ربوبیت وکبریائی کے اظہار سے ہے اور روز قیامت کی ہولناکی وہیبت کی حالت ہے جس پر سورت کے آغاز سے آخر تک کلام کا مدار ہے اور اب یہ جملہ نئے سرے سے اسی مضمون کی تقریر ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔ یعنی لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا کی تاکید ہے جس کا مطلب ہے کہ جب روح اور فرشتے جو تمام مخلوق میں افضل ہیں اور مقربین بارگاہ ہیں وہ نہ بول سکیں گے تو دیگر آسمانوں اور زمین والوں کا ذکر ہی کیا سوائے اس کے جس کو مطلق ان میں سے اللہ بولنے کی یا شفاعت کی اجازت عطا فرمائے۔

وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

ای حقا ھو التوحید وقول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کما روی عن ابن عباس۔

Marfat.com

یعنی حق بات کہی اور اس سے مراد توحید اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار یا کلمہ طیبہ کا پڑھنا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب کہ بعض کا قول ہے کہ دنیا کی زندگی میں حق بات یعنی توحید باری تعالیٰ کا اعتقاد رکھا اور اس کا اعتراف کیا اور کفر سے بچتا رہا۔ اور کفار کو اجازت ہی نہ ہوگی کہ وہ معذرت کرسکیں۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ وہ دن۔

اشارة الی یوم قیامھم اس دن کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ سب کھڑے ہوں گے۔

الْحَقُّ ۚ سچا۔

الخبر والمراد بالحق ای ذلک الیوم الثابت الکائن لا محالة۔ حق دن کی خبر ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ یقیناً قیامت کا دن ہی حق و ثابت ہے اور وہ لامحالہ ہوگا۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

ای اذا کان الامر کما ذکر من تحقق الامر المذکور لا محالة فمن شاء ان یتخذ مرجعا الی ثواب ربه الذی ذکر شانه العظیم فعل ذلک بالایمان والطاعة۔ یعنی جب امر قیامت جس کا کہ تفصیل سے بیان گزرا حق و ثابت ہے اور ضرور بالضرور واقع ہونا ہے تو جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے مذکور بڑے ثواب و انعام کی طرف رجوع کرے یعنی راستہ اختیار کرے اور ایمان و طاعت کے ذریعہ اس کا قرب چاہے۔ ابن المنذر نے قتادہ رحمہما اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ مَاٰبًا سے مراد ہے سبیلا یعنی راستہ۔ یعنی اہل ہدایت کا راستہ اپنائے اور عمل صالح کرے تا کہ عذاب الٰہی سے مامون و محفوظ ہو۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آ گیا، جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ ہم تمہیں ڈراتے ہیں۔

ای بما ذکر فی السورة من الآیات الناطقة بالبعث بما فیه۔

یعنی جیسا کہ سورہ مبارکہ میں بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنے) اور جو کچھ یوم البعث میں ہوگا کے بارے میں آیات میں واضح بیان گزرا اور اَنْذَرْنٰكُمْ کی ضمیر میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافرو! ہم تمہیں یوم بعث اور اس میں ہونے والے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ عذاب سے کہ نزدیک آ گیا۔

ھو عذاب الآخرة وقربه لتحقق اتیانه اور وہ عذاب آخرت ہے اور اس کا نزدیک ہونا یا آ جانا تحقیقی ہے یعنی یقینی و قطعی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مراد برزخی (قبر) عذاب ہے کہ اس کی ابتدا موت سے ہو جاتی ہے اور وہ حقیقةً قریب

ہی تو ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عَذَابًا قَرِيبًا سے مراد عقوبة الذنب لانه اقرب العذابين۔ گناہوں (کفر و شرک) کی سزا ہے اس لیے کہ وہ دونوں عذابوں سے زیادہ قریب ہے (دونوں عذابوں سے مراد برزخ اور روز حشر کا عذاب ہے) جب کہ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں ضمیر مخاطبین یعنی کفار قریش کی طرف راجع ہے (کہ ضمیر حاضر ہے) تو عذاب قریب سے مراد یوم بدر میں قریش کے سرکردہ لوگوں کا مقتول و ہلاک ہونا ہے تو گویا اس آیت میں ہلاکت کفار قریش کی وعید و خبر ہے۔ واللہ اعلم

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔

الْمَرْءُ کو اَلْمُرْءُ بھی پڑھا گیا ہے ابن ابی اسحٰق رحمہ اللہ کی قرأت یونہی ہے جب کہ جمہور قراء نے اَلْمَرْءُ ہی پڑھا ہے جو قرأت متواترہ ہے اور اس سے مراد عام مومن اور کافر ہیں اور يَنْظُرُ کے ساتھ مَا موصولہ منصوبہ ہے اور عائد محذوف ہے والمراد یوم یشاهد المکلف المومن وللکافر ما قدمه من خیر او شر اور اس سے مراد وہ دن ہے (روز قیامت) جب ہر مکلف مومن اور کافر اس کا مشاہدہ کر لے گا (اپنا اعمال نامہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا) جو کچھ اس نے بھلائی یا برائی میں سے آگے (آخرت کے لیے) بھیجا ہوگا۔ ہاتھوں کی نسبت کنایہ ہے کہ امور خیر ہوں یا شر بالعموم ہاتھوں سے ہی ہوتے ہیں۔

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ اور کافر کہے گا ہائے میں کس طرح خاک ہو جاتا۔

پچھلے جملے میں الْمَرْءُ گزرا جو مومن و کافر سب کے لیے عام تھا اب لفظ الْكٰفِرُ سے تخصیص کی گئی اس کے قول کی اور مومن کو الگ کر دیا گیا اور یہ دلالت کر رہا ہے اہل ایمان کے لیے انتہائی فرحت و سرور اور کامرانی پر۔ جب کہ کفار کے لیے اس میں مکمل نامرادی اور انتہائی حسرت ہے جب کفار مومنین پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات اور فضل و مہربانی دیکھیں گے تو بطور حسرت کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا فی الدنیا فلم اخلق ولم اکلف اولیتنی کنت ترابا فی هذا الیوم فلم ابعث اے کاش! میں دنیا میں مٹی ہوتا اور پیدا نہ کیا گیا ہوتا اور نہ ہی ایمان و اعمال کا مکلف ہوتا یا پھر آج کے دن (روز قیامت) خاک ہو جاتا (ہوا رہتا) اور اس روز زندہ نہ اٹھایا جاتا کہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت بہائم زندہ کیے جائیں گے اور ان کا باہمی بدلہ دینے کے بعد ان سب کو خاک کر دیا جائے گا تو وہ کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی یونہی خاک ہو جاتے اور عذاب آخرت سے بچ جاتے۔ اور بعض مفسرین کرام کا قول ہے کہ الْكٰفِرُ سے مراد ابلیس (شیطان) ہے جس نے کہا تھا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اور کہا تھا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ اور آدم علیہ السلام کو خود سے کمتر جانتا تھا جب روز حشر آدم و اولاد آدم پر انعام الٰہی دیکھے گا اور اپنے عذاب و سزا کو دیکھے گا تو کہے گا اے کاش! میں مٹی ہوتا اور عذاب سے محفوظ رہتا۔

الحمد للہ آج سورۃ النبا کی تفسیر مکمل ہوئی

۵ فروری ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ النازعات مکیہ

اس سورت میں دو رکوع، چھیالیس آیات، ایک سو ستانوے کلمات اور سات سو ترپن حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول - سورۃ النازعات - پ ۳۰

وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ — قسم ہے ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔

وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ — اور نرمی سے بند کھولیں۔

وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ — اور آسانی سے پیریں۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ — پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ — پھر کام کی تدبیر کریں (کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا)

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ — جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔

تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ — اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾ — کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔

اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ — آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ؕ﴿۱۰﴾ — کافر کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے۔

ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ؕ﴿۱۱﴾ — کیا جب ہم گلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔

قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۘ﴿۱۲﴾ — بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔

فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ — تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔

فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ؕ﴿۱۴﴾ — جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴿۱۵﴾ — کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

اِذۡ نَادٰىہُ رَبُّہٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ۚ﴿۱۶﴾ — جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طوی میں ندا فرمائی۔

اِذۡہَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّہٗ طَغٰی ﴿ۖ۱۷﴾ — کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔

فَقُلۡ ہَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی ۙ﴿۱۸﴾ — اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔

وَ اَہۡدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخۡشٰی ۚ﴿۱۹﴾ — اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔

فَاَرٰىہُ الۡاٰیَۃَ الۡکُبۡرٰی ﴿ۖ۲۰﴾ — پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔

فَکَذَّبَ وَ عَصٰی ﴿ۖ۲۱﴾ — اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

Marfat.com

ثُمَّ اَدۡبَرَ یَسۡعٰی ﴿۲۲﴾	پھر پیٹھ دی اور اپنی کوشش میں لگا۔
فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾	تو لوگوں کو جمع کیا اور پکارا۔
فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۴﴾	پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔
فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الۡاٰخِرَۃِ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾	تو اللہ نے اسے دنیا وآخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۲۶﴾	بے شک اس میں سکھ ملتا ہے اسے جو ڈرے۔

حل لغات رکوع اول۔سورۃ النازعات۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے ان کی جو	النّٰزِعٰتِ۔کھینچے ہیں جان	غَرۡقًا۔ڈوبی ہوئی کو	وَّ۔اور ان کی جو
النّٰشِطٰتِ۔بند کھولتے ہیں	نَشۡطًا۔نرمی سے	وَّ۔اور ان کی جو	السّٰبِحٰتِ۔پیرتے ہیں
سَبۡحًا۔آسانی سے	فَالسّٰبِقٰتِ۔پھر آگے بڑھنے والوں کی		سَبۡقًا۔جلدی سے
فَالۡمُدَبِّرٰتِ۔پھر تدبیر کرنے والوں کی		اَمۡرًا۔کام میں	یَوۡمَ۔جس دن
تَرۡجُفُ۔کانپے گی	الرَّاجِفَۃُ۔کانپنے والی	تَتۡبَعُهَا۔پیچھے آئے گی اس کے	
الرَّادِفَۃُ۔پیچھے آنے والی	قُلُوۡبٌ۔کئی دل	یَّوۡمَئِذٍ۔اس دن	وَّاجِفَۃٌ۔دھڑکتے ہوں گے
اَبۡصَارُ۔آنکھیں	هَا۔ان کی	خَاشِعَۃٌ۔نیچی ہوں گی	یَقُوۡلُوۡنَ۔کہتے ہیں
ءَ۔کیا	اِنَّا۔ہم	لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ۔پھیرے جائیں گے	
فِی۔بیچ	الۡحَافِرَۃِ۔میدان کے	ءَ۔کیا	اِذَا۔جب
کُنَّا۔ہو جائیں گے ہم	عِظَامًا۔ہڈیاں	نَّخِرَۃً۔بوسیدہ	قَالُوۡا۔کہتے ہیں
تِلۡکَ۔یہ	اِذًا۔اس وقت	کَرَّۃٌ۔لوٹنا ہے	خَاسِرَۃٌ۔خسارے کا
فَاِنَّمَا۔اس کے سوا نہیں	هِیَ۔وہ	زَجۡرَۃٌ۔ڈانٹ ہے	وَّاحِدَۃٌ۔ایک
فَاِذَا۔تو اچانک	هُمۡ۔وہ	بِالسَّاهِرَۃِ۔میدان میں ہوں گے	
هَلۡ۔کیا	اَتٰىکَ۔آئی تیرے پاس	حَدِیۡثُ۔بات	مُوۡسٰی۔موسیٰ کی
اِذۡ۔جب	نَادٰىهُ۔پکارا اس کو	رَبُّهٗ۔اس کے رب نے	بِالۡوَادِ۔وادی
الۡمُقَدَّسِ۔پاک	طُوًی۔طوی میں	اِذۡهَبۡ۔جا	اِلٰی۔طرف
فِرۡعَوۡنَ۔فرعون کی	اِنَّهٗ۔اس نے	طَغٰی۔سرکشی کی ہے	فَقُلۡ۔تو کہہ
هَلۡ۔کیا ہے	لَّکَ۔تجھ کو ضرورت	اِلٰۤی۔اس کی	اَنۡ۔یہ کہ
تَزَکّٰی۔تو پاک ہو	وَاَهۡدِیَکَ۔اور راہ دکھاؤں میں تجھے		اِلٰی۔طرف
رَبِّکَ۔تیرے رب کی	فَتَخۡشٰی۔کہ تو ڈرے	فَاَرٰىهُ۔پھر دکھائی اس کو	الۡاٰیَۃَ۔نشانی
الۡکُبۡرٰی۔بڑی	فَکَذَّبَ۔تو اس نے جھٹلایا	وَ۔اور	عَصٰی۔نافرمانی کی
ثُمَّ۔پھر	اَدۡبَرَ۔پیٹھ پھیری	یَسۡعٰی۔کوشش کرتے ہوئے	فَحَشَرَ۔پھر اکٹھا کیا

Marfat.com

فَنَادٰی۔اور پکارا	فَقَالَ۔پھر کہا	اَنَا۔میں	رَبُّكُمُ۔تمہارا رب ہوں
الْاَعْلٰی۔سب سے بلند	فَاَخَذَہُ۔پھر پکڑا	ہٗ۔اس کو	اللّٰہُ۔اللہ نے
نَكَالَ۔عذاب	الْاٰخِرَۃِ۔آخرت	وَ۔اور	الْاُوْلٰی۔دنیا میں
اِنَّ۔بے شک	فِیْ۔بیچ	ذٰلِكَ۔اس کے	لَعِبْرَۃً۔عبرت ہے
لِّمَنْ۔اس کے لیے جو	یَّخْشٰی۔ڈرے		

سورۃ النازعات

سورۃ النازعات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور چھیالیس آیات ہیں اس سورت کے نام سورت الساہرہ اور سورت الطامۃ بھی ہیں اور اس کے بالکلیہ مکی ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلاشبہ یہ سورت، سورت النبا کے بعد نازل ہوئی اور اس سورت کا اول حصہ (ابتدائی آیات) سورت النبا سے مشابہ ہے کیونکہ جو کچھ سورت النبا کے آخر میں ہے یہ اسی کی تحقیق کے لیے بطور قسم ہے یاددہانی ہے یا اسی کے سارے مضمون کی متضمن ہے اور بحر میں ہے کہ پچھلی سورت (النبا) کے آخر میں روز قیامت عذاب سے انذار (ڈرانا) ہے اور اس سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس روز میں (یوم قیامت) بعث (دوبارہ زندہ اٹھنے) کے بارے میں قسمیں یاد فرمائی ہیں اور مضمون سابق کو مؤکد فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول۔سورۃ النازعات۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔اور نرمی سے بند کھولیں۔اور آسانی سے پیریں۔پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔پھر کام کی تدبیر کریں۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔

واو قسمیہ ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی قسم ہے نازعات کی اور نازعات سے مراد فرشتوں کے وہ گروہ ہیں الذین ینزعون الارواح من الاجساد علی الاطلاق کما فی روایۃ ابن عباس و مجاھد او ارواح الکفرۃ کما اخرجہ ابن المنذر عن علی کرم اللہ وجھہ الکریم۔جو علی الاطلاق روحوں کے اجسام سے نکالنے پر مقرر ہیں یا نکالتے ہیں۔جیسا کہ ابن عباس سے اور مجاہد سے مروی ہے یا پھر کفار کی روحیں کھینچتے (نکالتے) ہیں جیسا کہ ابن المنذر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے اور بعض علماء نے نازعات سے مراد ملائکہ عذاب لیے ہیں جو کفار کی ارواح کھینچتے ہیں نزع کے معنی چھیننے اور کھینچنے کے ہیں غرقا زوائد کے حذف کے ساتھ مصدر مؤکد ہے۔ای اغراقا فی النزع من أقاصی الاجساد یعنی خوب شدت سے جسموں کے خوب اندر سے جان کھینچنے والے۔اور ایک قول ہے کہ یہ فرشتوں کی ایک نوع ہے اور النزع جنس یعنی اس محل میں اور یہ کفار کے ساتھ زیادہ قریب ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فرشتے کافر کی روح کو اس کے جسم میں سے ہر بال اور ہر ناخن دونوں پاؤں کے جوڑوں (تلووں) کے نیچے تک سے

کھینچتے ہیں پھر اس کے جسم میں اسے لوٹاتے ہیں پھر اسے بشدت کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے لوٹا دیتے ہیں اور ایسا بار بار ہوتا ہے اور کفار کے ساتھ معاملہ یونہی ہوتا ہے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ اور قسم ان کی جو نرمی سے بند کھولیں۔

والنشط الاخراج برفق اور نشط کے معنی ہیں نرمی اور ملائمت کے ساتھ نکالنا۔ اہل عرب محاورةً بولتے ہیں نَشَطَ الدَّلْوَ اس نے ڈول کو بہت آسانی سے نکال لیا۔ یہ بھی فرشتوں کی ایک نوع ہے جو اہل ایمان کی روحیں بڑی نرمی اور آسانی سے قبض کرتے ہیں مومن کے لیے یہ دنیا قید خانہ کی مثل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الدنیا سجن المومن، بوقت موت فرشتے اسے اس قید و بندش سے آزاد و رہا کرتے ہیں۔ ایک قول ہے وَّالنّٰشِطٰتِ سے مراد ملائکہ رحمت ہیں۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ اور آسانی سے پیریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ سابحات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مومنین کے جسموں میں وقت موت پیرتے ہیں یا مومنوں کی ارواح کے ساتھ زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتے ہیں، مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد تیزی و سرعت رفتار کے ساتھ اترنے والے فرشتے ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد کشتیاں ہیں جو دریا میں چلتی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مراد بادل ہیں اور بعض نے کہا دریائی جانور مراد ہیں جو پانی کے اندر تیرتے ہیں۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے مراد وہ فرشتے ہیں جو امور طاعت و اعمال صالحہ میں انسانوں سے افضل ہیں یا بڑھے ہوئے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مراد وہ نفوس مومنین ہیں جو لقاء الٰہی کے شوق و محبت میں اور ارواح کے قبض کرنے والے فرشتوں کا بڑھ کر استقبال کرتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ مراد وہ ملائکہ ہیں جو کفار کی ارواح کی طرف سبقت کرتے ہیں کہ انہیں جلد عذاب کی طرف لے جائیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ پر کام کی تدبیر کریں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو امور دنیویہ کے انتظام پر مقرر ہیں یعنی جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مجملاً یونہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد وہ فرشتے ہیں جو ملک الموت کے ساتھ اترتے ہیں یا اس کے معاون ہیں۔ یہ قسم اسی نوع پر ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

(کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔

منصوب بالجواب المضمر۔ یوم ظرف زمان ہے۔ مراد روز حشر ہے اور یہ قسم کے جواب سے متعلق ہے جو محذوف ہے۔ والمراد بالراجفة الواقعة أو النفخة التی ترجف الاجرام عندها اور راجفة سے مراد حشر کا واقع ہونا ہے یا مراد ہے نفخہ اولیٰ (صور اسرافیل کی پہلی پھونک) جس کے ساتھ زمین اور پہاڑ اور تمام سیارے ہل جائیں گے اور مضطرب

ومنتشر ہوجائیں گے۔ راجفة کی تفسیر المحرکة سے کی گئی ہے یعنی ہلا، لرزا، تھرتھرا دینے والی، یا زلزلہ حشر مراد ہے۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

ای الواقعة او النفخة التی تردف وتتبع الاولی وھی النفخة الثانیة۔ یعنی قیامت یا حشر یا مراد وہ پھونک ہے جو پہلی پھونک کے بعد واقع ہوگی اور اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔ نفخۂ اولیٰ پر سب کچھ فنا ہوجائے گا اور ساری مخلوق مرجائے گی جب کہ نفخۂ ثانیہ پر ہر شے باذن باری تعالیٰ پھر سے زندہ کردی جائے گی اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا جیسا کہ احادیث میں متواتر ہے۔

قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿٨﴾ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔

ای یوم ترجف وجفت القلوب ای اضطربت من شدة الفزع یعنی اس روز جب نفخۂ ثانیہ کے بعد لوگ زندہ ہوکر محشور ہوں گے (یوم محشر) تو دل دھڑکتے ہوں گے یعنی گھبراہٹ اور خوف وغم کی شدت کی وجہ سے مضطرب ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ان واجفة بمعنی خائفة۔ واجفة کے معنی خوف زدہ کے ہیں اور یہ دلوں کی حالت ہوگی کہ ہول ودہشت زدہ ہوں گے۔

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

یہ حالت کفار ومشرکین اور حشر ومعاد کے منکرین کی ہوگی۔ ای ابصار اھلھا ذلیلة من الخوف یعنی ان اہل حشر کی آنکھیں خوف کی شدت کی وجہ سے نیچی وجھکی ہوں گی۔ یہ معلول ہے اس کی علت کا تذکرہ آگے ہے کہ نگاہوں کی پستی کی وجہ کیا ہوگی۔ اور کلام کا رخ کفار کی طرف دائر ہے جو آخرت کے منکر تھے اور اسے سچا نہیں سمجھتے تھے اور طرح طرح کی باتیں بناتے تھے۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾

کہتے ہیں کیا ہم پھرالٹے پاؤں پلٹیں گے کیا جب گلی ہڈیاں ہوجائیں گے۔ بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔ تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔ جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ کہتے ہیں کیا ہم پھرالٹے پاؤں پلٹیں گے

کلام سابق اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾ کی علت ہے اس لیے کہ کفار حیات بعد الموت کے منکر تھے اور جب انہیں کہا جاتا تھا کہ تم مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہمیں واقعی دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا ءَاِنَّا میں استفہام انکاری ہے اور وہ بطور تعجب کہا کرتے أانا لمردودون بعد موتنا فی الحافرة ای فی الحالة الاولیٰ یعنون الحیوة کما قال ابن عباس وغیرہ کیا ہمیں ہمارے مرنے کے بعد پہلی زندگی یعنی پہلی حالت (زندگی) کی طرف لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے: الحافرة القبور المحفورة۔ حافرة سے مراد قبر کا گڑھا ہے یعنی کیا ہم قبروں میں سے دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک قول ہے الحافرة الحافر کی جمع بمعنی القدم (پاؤں) ہے۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ کیا جب گلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔

کفار کے انکار بعث کے بعد انکار مزید تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ ءَاِذَا كُنَّا استفہام انکاری کے بعد خبر ہے اور بطور استہزاء کفار کا قول ہے ای أئذا كنا عظاما بالية نرد و نبعث یعنی کیا جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ بکھری ہوئی ہو جائیں گی تو کیا پھر بھی ہمیں پرانی حالت یعنی زندگی کی طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔

محمد بن کعب رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب آیت يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ نازل ہوئی تو کفار مکہ نے کہا کہ اگر ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا پھر تو ہم بڑے خسارے میں رہیں گے اس پر آیت کا نزول ہے جس میں ان کا قول مذکور ہے۔ یہ يَقُوْلُوْنَ پر عطف ہے۔ای اذا صحت تلک الرجعة فنحن خاسرون لتكذيبنا بها یعنی جب مرنے کے بعد اگر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا صحیح ہے تو یہ رجعت (واپسی) ہمارے لیے بڑے ہی گھاٹے کا باعث ہوگی کہ ہم اس ہی کو تو جھٹلاتے رہے ہیں کفار کا یہ کلام بطور استہزاء تھا اس پر انہیں انتباہ کیا گیا کہ ایسا ضرور ہوگا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کچھ دشوار نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔

هي راجع الى الرادفة۔ یہ رادفة (پیچھے آنے والی) کی طرف راجع ہے بیہقی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ الرادفة سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے اور یہ نفخہ تو بس ایک جھڑکی ہے جس سے لوگ قبروں سے نکل پڑیں گے۔اذ ذجر کے معنی ہیں اس نے جھڑکا یا ڈانٹا اور زجر کے معنی آواز نکالنے کے ہیں تو گویا زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ایک ہی جھڑکی سے قبروں سے باہر نکل پڑیں گے یہ نفخہ ثانیہ کے وقت ہوگا ای حاصلة واحدة گویا یہ سب کچھ ایک ہی آواز یا چنگھاڑ یا جھڑکی سے حاصل ہو جائے گا جس کے کفار منکر ہیں۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

حينئذ بيان الترتب الكرة على الزجرة مفاجاة ای فاذا هم احياء على وجه الارض بعد ما كانوا امواتا في بطنها۔اب ترتیب کے ساتھ ذکر ہے جھڑکی سے پہلے رجعت کا پھر جھڑکی کے بعد اچانک یوں ہو جائے گا یعنی جب وہ زندہ ہو کر روئے زمین پر آجائیں گے اس کے بعد کہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے تو گویا فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ جملہ معترضہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ جس چیز کا کفار انکار کر رہے ہیں اور اس کے وقوع پر استہزاء کرتے ہیں اللہ عزوجل کے لیے اس کا لانا دشوار نہیں اور وہ ضرور ہوگا اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے۔ ساھرہ سے مراد ہے روئے زمین۔ کشاف میں ہے الارض البيضاء ای التی لا نبات فيها مراد سفید (چونا گچ) زمین ہے یعنی جس میں پیداوار نہ ہو۔ (روئیدگی نہ ہو) ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے ان الساهرة أرض من فضة لم يعص الله تعالىٰ عليه قط يخلقها عزوجل حينئذ بے شک ساہرہ سے مراد چاندی کی زمین ہے کہ جب سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے خلق فرمایا اس پر اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ ہوئی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ارض مکہ (مکہ کی زمین) ہے ایک قول ہے کہ یہ ساتویں زمین ہے جسے اللہ لوگوں کے محاسبہ کے لیے لائے گا اور قرآن حکیم میں

Marfat.com

اسی طرف اشارہ ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ۔ جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ساہرہ سے مراد شام کا ایک پہاڑ ہے جسے بروز قیامت لوگوں کے لیے حشر کے لیے پھیلا دے گا۔ ابو العالیہ اور سفیان رحمہ اللہ کا قول ہے: ارض قريبة من بيت المقدس بیت المقدس کے قریب کی زمین مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ ساہرہ سے مراد صحرا ہے جو جہنم کی وادی ہوگا یا جہنم کی جڑ یا کنارے پر ہوگا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے مراد جہنم ہی ہے کہ جو کوئی اس میں ہوگا اس کو نیند نہ ہوگی۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ⑲

کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو اور میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

كلام مستانف وارد لتسلية رسول الله صلى الله عليه وسلم من تكذيب قومه وتهديد هم عليه بان يصيبهم مثل ما اصاب من كان اقوىٰ منهم واعظم۔

نئے سرے سے کلام ہے اور نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے کہ قوم کے جھٹلانے پر تسلی و دلجوئی کے لیے وارد ہوا ہے کہ افسردہ خاطر نہ ہوں اور صبر فرمائیں اور کفار کے لیے شدید دھمکی ہے کہ انہیں بھی ویسی بربادی و ہلاکت سے دوچار نہ ہونا پڑے جو قوم فرعون کو پہنچی جو ان سے بہت زیادہ مضبوط تھے۔ هَلْ استفہام تقریری ہے یعنی تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آچکی۔ جنہوں نے راہ حق میں اپنی قوم سے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔

ظرف لحديث موسىٰ، اِذْ ظرفیہ ہے اور اس کا خبر موسیٰ سے تعلق ہے جو آچکی۔ طویٰ ایک وادی ہے جو ملک شام میں طور پہاڑ کے قریب ہے اور مقدس وادی کی صفت ہے جو اس کی بزرگی پر دلالت کر رہا ہے۔ اس پاک وادی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی اور خلعت نبوت و رسالت پہنایا اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور دعوت ارشاد کے لیے فرعون کے پاس بھیجا۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔

اى وقال له اذهب الخ وقيل هو تفسير للنداء اى ناداه اذهب۔ یعنی اس (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ۔ ایک قول ہے کہ اِذْهَبْ اِذْ نَادٰىهُ کی تفسیر و بیان ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ اِنَّهٗ طَغٰى یہ امر کے لیے تعلیل ہے یعنی وہ حد سے تجاوز کر چکا ہے اور سرکش ہو گیا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔

فَقُلْ اس سے کہہ۔ بعد ما اتيته یعنی اس کے بعد کہ تو اس کے پاس پہنچے هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔ اى هل لك ميل الى ان تزكى یعنی فرعون سے کہو کہ تمہیں اس طرف میل و رغبت (خواہش) ہے کہ ستھرا (پاک) ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تو شرک و کفر کی آلودگی سے اور معصیت نافرمانی سے

Marfat.com

ستھرا ہواور اس امر کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔

وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ اور میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔

وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ، اور میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں۔

ای ارشدک الی معرفته عزوجل فتعرفه یعنی میں تجھے معرفت الٰہی کی طرف ہدایت کروں تا کہ تو اسے پہچانے۔

فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ کہ تو ڈرے۔اذا الخشية لا تكون الا بعد معرفته قال الله تعالىٰ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا وجعل الخشية غاية للهداية لانها ملاک الامر من خشى الله تعالىٰ اتى منه كل خير ومن امن اجترأ على كل شر۔ یعنی جب معرفت الٰہی حاصل ہو تو تب ڈرنے لگے کیونکہ خشیت نہ ہوگی مگر حصول معرفت کے بعد۔ارشاد حق تعالیٰ ہے اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں یعنی جتنا علم و معرفت زیادہ ہوتا ہے اتنا خوف زیادہ ہوتا ہے اور خشیۃ کو ہدایت کے لیے غایت (غرض وسبب) قرار دیا اس لیے کہ وہ حکم کا مقصود و مطلوب ہے (نتیجہ ہے) جو اللہ سے ڈر گیا اسے اللہ کی طرف سے ہر بھلائی میسر آ گئی اور جو اس سے امن میں ہو گیا وہ ہر خرابی پر جرأت مند ہو گیا۔ترمذی رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل جو ڈر گیا وہ راہ پر چل پڑا اور جو راہ پر چل پڑا وہ منزل پر پہنچ گیا۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔پھر پیٹھ دے کر اپنی کوشش میں لگا۔تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا۔پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔بے شک اس میں ضرور عبرت ہے اس کے لئے جو ڈرے۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔

والمراد على ماروى عن الحبر قلب العصا حية فانها كانت المقدمة والاصل والاخرى كالتبع لها وعلى ماروى عن مجاهد ذلك واليد البيضاء فانها باعتبار الدلالة كالآية الواحده۔

اور جیسا کہ حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى سے مراد عصاء کلیم کا اژدھا کی صورت میں پھرنا ہے کیونکہ یہ نشانات قدرت کا مقدمہ اور اصل تھا اور دوسرے نشانات (معجزات) گویا اس کے تتبع میں تھے اور مجاہد سے اس کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ ید بیضا بھی مراد ہے اور بلاشبہ دلالت کے اعتبار سے بھی ایک عظیم نشانی کی طرح تھے کہ مقصد وحید صداقت موسیٰ علیہ السلام کا اظہار تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت کے طور پر یہ دونوں معجزات دکھائے۔

فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ﴿۲۱﴾ اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

فَكَذَّبَ اس پر اس نے جھٹلایا۔ بموسیٰ علیه السلام و سمی معجزاته سحرا یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انکار کیا اور آپ کے معجزات عظیمہ کو جادو کہا وَ عَصٰى اور نافرمانی کی۔یعنی اللہ عزوجل کی نافرمانی کی بلکہ باوجود جاننے کے کہ حضرت موسیٰ نبی برحق ہیں تو نہ صرف اطاعت سے منہ موڑا بلکہ اس سے بھی قبیح بات کہ

Marfat.com

وجود باری تعالیٰ کا کھلا انکار کیا جو عصیان ہی نہیں طغیان شدید ہے۔

ثُمَّ اَدۡبَرَ یَسۡعٰی ﴿۲۲﴾ پھر پیٹھ دیکر، اپنی کوشش میں لگا۔

ثُمَّ اَدۡبَرَ پھر پیٹھ دی ای تولیٰ عن الطاعة یعنی اطاعت سے منہ موڑا اور ایمان نہ لایا۔

یَسۡعٰی اپنی کوشش میں لگا۔ ای ساعیا مجتھدا فی ابطال امرہ علیه السلام و معارضة الآیة یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو باطل کرنے میں اور آیات الٰہیہ (معجزات) کے رد کرنے میں بہت زیادہ شدید دوڑ دھوپ کی۔ ایک قول ہے کہ عصاء کلیم جب صورت اژدھا میں اس کی طرف لپکا تو پیٹھ موڑ کر تیزی سے بھاگا۔

فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۴﴾ پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

فَحَشَرَ لوگوں کو جمع کیا۔ ای فجمع السحرة یعنی جادوگروں کو اکٹھا کیا۔ ایک قول ہے جمع جنودہ او اھل مملکته اس نے اپنے لشکروں (فوجوں) کو جمع کیا یا پھر اپنی حکومت کے اعوان و انصار و سرداروں کو اکٹھا کیا۔

فَنَادٰی پھر پکارا۔ ای فی المجمع نفسه او بواسطة المنادی یعنی لوگوں میں خود کہا یا پھر منادی کے ذریعہ کہلوایا لیکن پہلا قول قوی ہے کہ ارشاد باری ہے: فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۴﴾ اس نے بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ یعنی میرے اوپر اور کوئی رب نہیں۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَالۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾ تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔

النکال بمعنی تنکیل کالسلام بمعنی التسلیم وھو التعذیب الذی ینکل من رآہ او سمعه ویمنعه من تعاطی ما یفضی الیه نکال تنکیل کے معنی میں ہے جیسے سلام تسلیم کے معنوں میں اور اس سے مراد سبق سکھانے والا عذاب و سزا ہے جو اس کے دیکھنے اور سننے والوں کو اس طرح کی جسارت و جرم کرنے سے روک دے۔

ای نکل اللہ تعالیٰ بہ نکال الاخرة والاولی وھو الاحراق فی الاخرة والاغراق والاذلال فی الدنیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا اور وہ آخرت میں دوزخ میں جلنا اور دنیا میں غرق کرنا اور ذلیل و رسوا ہونا ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۲۶﴾ بے شک اس میں ضرور نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرے۔

ای فیما ذکر من قصة فرعون۔ عبرة عظیمة لمن شانه ان یخشی۔ یعنی فرعون کے واقعہ و قصہ میں جو تذکرہ گزرا اس میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے جو نصیحت پکڑنے یا حاصل کرنے والے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم۔ سورۃ النازعات۔ پ ۳۰

ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾	کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا۔
رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾	اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔
وَاَغۡطَشَ لَیۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾	اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔

Marfat.com

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾	اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾	اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾	اور پہاڑوں کو جمایا۔
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾	تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کو۔
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾	پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی۔
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾	اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾	اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾	تو وہ جس نے سرکشی کی۔
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾	اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾	تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾	اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾	تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾	تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔
فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾	تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾	تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾	آپ تو فقط اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرے۔
كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾	گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

حل لغات رکوع دوم۔سورۃ النازعات۔پ ۳۰

ءَ۔ کیا	اَنْتُمْ۔ تم	اَشَدُّ۔ سخت ہو	خَلْقًا۔ پیدائش میں
اَمِ۔ یا	السَّمَآءُ۔ آسمان	بَنٰهَا۔ بنایا اس کو	رَفَعَ۔ بلند کیا
سَمْكَهَا۔ اس کی چھت کو	فَسَوّٰىهَا۔ پھر اسے درست کیا	وَ۔ اور	اَغْطَشَ۔ اندھیری کی
لَيْلَهَا۔ اس کی رات	وَ۔ اور	اَخْرَجَ۔ نکالا	ضُحٰىهَا۔ اس کی روشنی کو
وَ۔ اور	الْاَرْضَ۔ زمین کو	بَعْدَ۔ بعد	ذٰلِكَ۔ اس کے
دَحٰىهَا۔ بچھایا	اَخْرَجَ۔ نکالا	مِنْهَا۔ اس سے	مَآءَهَا۔ اس کا پانی
وَ۔ اور	مَرْعٰىهَا۔ چارہ اس کا	وَ۔ اور	الْجِبَالَ۔ پہاڑوں کو

Marfat.com

اَرْسٰھَا۔ جمایا ان کو | مَتَاعًا۔ فائدہ ہے | لَّکُمْ۔ تمہارے لیے | وَ۔ اور
لِاَنْعَامِکُمْ۔ تمہارے چوپایوں کے لیے | فَاِذَا۔ تو جب | جَآءَتِ۔ آئے گی
الطَّآمَّۃُ۔ مصیبت | الْکُبْرٰی۔ بڑی | یَوْمَ۔ اس دن | یَتَذَکَّرُ۔ یاد کرے گا
الْاِنْسَانُ۔ انسان | مَا۔ جو | سَعٰی۔ کوشش کی | وَ۔ اور
بُرِّزَتِ۔ ظاہر کی جائے گی | الْجَحِیْمُ۔ جہنم | لِمَنْ۔ اس کے لیے جو | یَّرٰی۔ دیکھے
فَاَمَّا۔ تو | مَنْ۔ جس نے | طَغٰی۔ سرکشی کی | وَ۔ اور
اٰثَرَ۔ پسند کیا | الْحَیٰوۃَ۔ زندگی | الدُّنْیَا۔ دنیا کو | فَاِنَّ۔ تو بے شک
الْجَحِیْمَ۔ جہنم | ھِیَ۔ ہی ہے | الْمَاْوٰی۔ ٹھکانہ | وَ۔ اور
اَمَّا۔ وہ | مَنْ۔ جو | خَافَ۔ ڈرا | مَقَامَ۔ کھڑا ہونے سے
رَبِّہٖ۔ اپنے رب کے سامنے | وَ۔ اور | نَھَی۔ روکا | النَّفْسَ۔ نفس کو
عَنِ الْھَوٰی۔ خواہش سے | فَاِنَّ۔ تو بے شک | الْجَنَّۃَ۔ جنت | ھِیَ۔ ہی ہے
الْمَاْوٰی۔ ٹھکانہ | یَسْئَلُوْنَکَ۔ پوچھتے ہیں آپ سے | عَنِ السَّاعَۃِ۔ قیامت کے متعلق
اَیَّانَ۔ کب ہے | مُرْسٰھَا۔ اس کا قائم ہونا | فِیْمَ۔ کیا تعلق ہے
اَنْتَ۔ تمہارا | مِنْ ذِکْرٰھَا۔ اس کے بیان سے | اِلٰی۔ طرف
رَبِّکَ۔ تیرے رب کی ہے | مُنْتَھٰھَا۔ اس کی انتہا | اِنَّمَآ۔ صرف | اَنْتَ۔ آپ
مُنْذِرُ۔ ڈرانے والے ہیں | مَنْ۔ اس کو جو | یَّخْشٰھَا۔ اس سے ڈرے | کَاَنَّھُمْ۔ گویا کہ وہ
یَوْمَ۔ جس دن | یَرَوْنَھَا۔ دیکھیں گے اس کو | لَمْ۔ نہیں | یَلْبَثُوْٓا۔ ٹھہرے وہ
اِلَّا۔ مگر | عَشِیَّۃً۔ ایک شام | اَوْ۔ یا | ضُحٰھَا۔ اس کے دن چڑھے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم۔ سورۃ النازعات۔ پ ۳۰

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا
جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾

کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا، اللہ نے اسے بنایا۔ اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔ اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو جمایا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کو۔ پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا، اللہ نے اسے بنایا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا۔ منکرین بعث کو خطاب ہے ای اخلقکم بعد موتکم اشد ای اشق واصعب فی

Marfat.com

تقدیر کم یعنی کیا تمہیں تمہارے خیال کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد (دوبارہ) پیدا کرنا زیادہ سخت یا بوجھل یا بھاری ہے
اَمِ السَّمَآءُ ای ام خلق السماء یا آسمان کا بنانا، ان تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں ہیں بَنٰهَا اللہ عزوجل نے اسے (آسمان کو بنایا) اور موصول (التی۔جسے) محذوف ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اس پر مکمل قادر ہے کہ جو شے تخلیق میں آسمان سے کمزور ہے حالانکہ تمہارا وجود اسی کائنات سماوی کا ایک معمولی حصہ ہے۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔

ای جعل ثخنها مرتفعاً فی جهة العلو یعنی آسمان کی (موٹائی) بلندی کو اونچائی کی جہت میں خوب ایک اندازے تک اونچا کیا۔ ایک قول ہے کہ بغیر ستونوں کے خوب اونچا بلند کیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آسمان دنیا کی زمین سے بلندی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی بلندی دوسرے آسمان سے پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی اپنی موٹائی (وثخن کل ذلک) بھی یونہی ہے یعنی پانچ سو سال کی مسافت فَسَوّٰىهَا ای جعلها سواء فیما اقتضته الحکمة یعنی اسے درست بنایا جس طرح کہ اس کی حکمت کا مقتضیٰ تھا فلم یخل عزوجل قطعة منها اور ایسا درست بنایا کہ اس میں کہیں بھی کوئی خلل یا رخنہ نہیں۔

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اس کی رات اندھیری کی۔

ای جعله مظلما یقال غطش اللیل واغطشه الله تعالیٰ کما یقال ظلم واظلمه۔ یعنی اسے تاریک بنایا اہل عرب کہتے ہیں غطش اللیل رات اندھیری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پیدا ہونے والی رات کو اندھیری بنا دیا جیسے ظلم سے اظلمه بولتے ہیں یعنی اس پر زیادتی کی۔

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ اور اس کی روشنی چمکائی۔

ای ابرز نهارها یعنی نور آفتاب کے ساتھ اس کی روشنی کو چمکدار کر دیا (خوب روشن واجالا کر دیا)۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی تخلیق اور رات کی تاریکی ہونا اور اس کی روشنی کا چمکانا تخلیق زمین سے مقدم ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے ذٰلِكَ سے مراد مع ذلک ہے یعنی ساتھ ہی فرمایا جب کہ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بَعْدَ اظہار مرتبہ کے لیے کہ آسمان اعلیٰ و بلند ہے جب کہ ایک قول ہے کہ تخلیق ارضی پہلے ہی ہوئی تھی مگر اسے بعد میں پھیلایا گیا اور دَحٰىهَا کا معنی یہی ہے ای بسطها ومدها لسکنی اهلها یعنی اسے بچھایا اور خوب پھیلایا تا کہ اس پر اہل زمین سکونت رکھ سکیں۔ اور حسن رحمہ اللہ سے یونہی مروی ہے: انها کانت یوم خلقت قبل الدحو کهیئة الفهر بلاشبہ زمین پھیلانے سے پہلے اول روز چٹان کی صورت پر پیدا کی گئی۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ کہ اللہ نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اور اس کے علاوہ دو دنوں میں اس میں اہل زمین کے لیے برکت و روزی وغیرہ مقدر فرمائی۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ تو یہاں بظاہر آسمان کی تخلیق مؤخر نظر آتی ہے لیکن ثُمَّ بعد کے معنوں میں نہیں بلکہ اظہار رفعت و مرتبہ کے لیے جو آسمان کے لیے بہ نسبت زمین کے خوب ظاہر ہے۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

Marfat.com

بان فجر منها عیونا و اجری انهارا۔ یعنی اس میں سے چشمے نکالے پھوٹے اور نہروں (دریاؤں) کو جاری کیا۔
الرعی زبر کے ساتھ مصدر ہے اور مرعی اسم ظرف مکان ہے یا مفعول یعنی چراگاہ یا سبزے۔ اور ایک قول ہے انه خاص ما یاکله الحیوان غیر الانسان کہ مراد اس سے خاص چارہ ہے انسانوں کو چھوڑ کر صرف مویشی اور جانور وغیرہ کھاتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے مراد مطلق الماکول للانسان وغیرہ یعنی انسانوں اور دوسروں جانداروں کے لیے کھانے کی چیزیں ہوں۔

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ اور پہاڑوں کو جمایا۔

ای اثبتها۔ یعنی پہاڑوں کو زمین پر جمایا تاکہ اسے سکون ہو اور لرزتی نہ رہے۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کو۔

قیل مفعول له ای فعل ذلک تمتیعا لکم ولانعامکم لان فائدة ما ذکر من الدحو واخراج الماء والمرعی واصلة الیهم ولانعامهم فان المرعی کما سمعت مجاز عما یاکله الانسان وغیره۔ ایک قول ہے کہ مَتَاعًا اس کے لیے مفعول ہے یعنی ایسا اس لیے کیا کہ تمہیں فائدہ ہو اور تمہارے چوپایوں کو اس لیے کہ فائدہ جس کا ذکر دحو (پھیلانا) اخراج الماء (پانی کا نکالنا) اور المرعی (چارہ) وغیرہ سے ہوا، ان کی طرف واصل ہے اور ان کے چوپایوں کے لیے کیونکہ چارہ یا سبزیاں مجازاً بولا گیا ہے کہ انسان اور دوسرے جاندار کھاتے ہیں۔ یعنی پانی اور سبزہ سب جانداروں کے لیے مفید ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی۔

الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى سے مراد قیامت ہے، اور حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے انها النفخة الثانية اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے جس میں پردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے قاسم بن ولید الہمدانی رحمہم اللہ سے روایت کی ہے انها الساعة التی یساق فیها اهل الجنة الی الجنة واهل النار الی النار مراد قیامت کا وہ وقت ہے جس میں جنتی لوگ جنت کی طرف اور جہنمی لوگ جہنم کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے مراد وہ وقت ہے کہ جب لوگ مالک داروغہ جہنم کی طرف لوٹائے جائیں گے الْكُبْرٰى الطَّآمَّةُ کی صفت ہے اور الطَّآمَّةُ کے معنی ہیں بڑا حادثہ اور ایک قول ہے مغلوب کر دینے والی ناقابل برداشت مصیبت۔ یعنی جب وہ مصیبت عامہ آئے گی جو بہت بڑی ہوگی۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔

يَوْمَ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى سے بدل کل ہے یا فَاِذَا جَآءَتِ سے بدل بعض ہے ما مصدریہ ہے ای یتذکر فیه یعنی اس دن یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ والمراد یوم یتذکر کل احد ما عمله من خیر او شر بان یشاهده مدونا فی صحیفته وکان نسیه من فرط الغفلة او طول الامد اور مطلب یہ ہے کہ اس دن ہر ایک شخص یاد کرے گا جو اس نے بھلائی یا برائی کے کام کیے تھے اس لیے کہ وہ اسے اپنے صحیفہ (اعمال نامے) میں لکھا ہوا درج دیکھ لے گا اور اس سے پہلے وہ انہیں غفلت و سستی کی وجہ سے یا طویل زمانے کی وجہ سے بھلائے ہوئے تھا۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

Marfat.com

ای اظھرت اظھارا بینا لا یخفی علی احد۔ جَآءَتِ یٰایَتَنَ کَرٰ پر عطف ہے جب کہ ایک قول ہے کہ الْاِنْسَانُ سے حال ہے یعنی ہر دیکھنے والے پر جہنم خوب ظاہر ہو جائے گی (وہ اسے اچھی طرح دیکھ لے گا) اور کسی پر چھپی نہ رہے گی اور نمایاں ہو جائے گی۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

تو وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ تو وہ جس نے سرکشی کی۔ ای فاما عن عتا و تمرد عن الطاعة و جاوز الحد فی العصیان حتی کفر۔ یعنی جس کسی نے نافرمانی اختیار کی اور اطاعت وفرماں برداری سے منہ موڑا اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کیا (بڑھ گیا) یہاں تک کفر اختیار کیا۔

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔

ای اختار الحیوة الدنیا الفانیة التی ھی علی جناح الفوات فانھمک فیما متع به فیھا ولم یستعد للحیوة الآخرة الابدیة بالایمان و الطاعة۔ یعنی دنیا کی زندگی کو اختیار کیا جو فنا ہونے والی ہے اور گناہوں اور خواہشات کی طرف خوب مائل کرنے والی ہے اس میں ان امور سے فائدہ اٹھانے میں جو اس میں ہیں مصروف و مشغول ہو گیا اور آخرت کی زندگی کے لیے جو دائمی زندگی ہے ایمان وطاعت کے ذریعے اس کے لیے ہرگز کوئی تیاری نہ کی۔

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

الماوی له یعنی اس شخص کے لیے جس نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور ایمان نہ لایا اور نہ ہی فرماں برداری کی اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا۔

ای مقامه بین یدی مالک امره یوم الطامة الکبری۔ یعنی جو قیامت کے دن جو بڑی مصیبت کا دن ہے اپنے پروردگار کے حضور جو اس دن مالک وحاکم ہے حساب کے لیے کھڑے ہونے (پیشی) سے ڈر گیا۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ اور نفس کو خواہش سے روکا۔

ای زجرھا و کفھا عن الھوی المردی و ھو المیل الی الشھوات و ضبطھا بالصبر یعنی اپنے نفس کو دھمکایا (ڈرایا) اور ذلیل و بری خواہشات سے روکا اور ھویٰ سے مراد نفسانی خواہشات کی محبت وطلب ہے اور اس نے صبر کے ساتھ ان خواہشات سے ضبط کیا۔ ایک قول ہے کہ حرام اشیاء سے بچا اور نفس کی مخالفت کی۔ حضرت ابن عباس اور مقاتل علیہم الرضوان سے مروی ہے انه الرجل یھم بالمعصیة فیذکر مقامه للحساب بین یدی ربه سبحانه فیخاف فیترکھا۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی گناہ کا ارادہ کرے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور حساب انہی اسے یاد آئے تو وہ اللہ کے خوف سے ڈر جائے اور اسے چھوڑ دے۔

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۴۱ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

ای له لا غیرها۔ یعنی ایسے شخص (جس کا ذکر اوپر گزرا) کا ٹھکانا جنت ہے اور اس کے علاوہ کا نہیں۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ آپ تو فقط اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرے۔ گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔

ای متی ارساؤها ای اقامتها یریدون متی یقیمها الله تعالیٰ ویکونها ویثبتها

یعنی قیامت کب بپا ہوگی یعنی کب قائم ہوگی وہ چاہتے ہیں (کفار) کہ اللہ تعالیٰ اسے کب قائم کرے گا اور وہ کیونکر ہوگی اور اس کی انتہا کیا ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کفار مکہ بطور تمسخر استہزاء حضور اکرم ﷺ سے وقوع قیامت کا سوال کرتے تھے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ سے خطاب فرما کر کہا گیا۔ مرسیٰ مصدر میمی ہے من سار بمعنی ثبت یہ کب واقعہ ہوگی۔

فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ حاکم رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے قیامت کے متعلق عرض کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فِیْمَ خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس سوال سے کیا غرض ہے اور اس کا کیا فائدہ اور اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ جملہ مستانفہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ تو خود آثار قیامت سے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ﷺ بعثت انا والساعة کھاتین کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں۔ ایک قول ہے ای فی ای شئ انت من ان تذکرلھم فیھا مراد کہ آپ ان کفار کے لیے قیامت کے وقت کے ذکر میں کیوں پڑے ہیں ہماری حکمت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس کے وقت وتعین کو پوشیدہ رکھیں۔

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔

ای الیه تعالیٰ ترجع علمها ای علمها بکنهها و تفاصیل اُمورها ووقت وقوعها لا الی احد غیره سبحانه و تعالیٰ۔ یعنی اس کا علم (قیامت کا علم) اللہ ہی کو معلوم ہے یعنی اس کی کنہ وکیفیت اور اس کے امور کی پوری تفصیل اور اس کے واقع ہونے کا قطعی وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور کفار جو اس مطالبے پر لگے ہوئے ہیں کہ قیامت کیوں کر اور کب واقع ہوگی تو وہ جان چکے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت ہی علامات قیامت میں سے اہم اور اقرب ترین علامت ہے تو اس سوال سے انہیں کیا غرض ہے۔

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ۝۴۵ آپ تو فقط اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرے۔

ای تعین وقتها الذی لم یفوض الیک فمالهم یسئلونک عمالم ثبعث له۔ یعنی قیامت کے وقت

Marfat.com

کا تعین جو ہے آپ ﷺ اس کام کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کو قیامت کا وقت بتائیں تو ان کفار کو کیا ہے کہ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کریں جس کے لیے آپ مبعوث ہی نہیں ہوئے۔ رہا یہ کہ آپ منذر ہیں اس شخص کے لیے جو ڈرنے والا ہے تو مقصد یہ ہے کہ آپ کے انذار کا نفع اسے ہی حاصل ہوتا ہے جو اس دن کی سختی کے خوف سے ڈر گیا اور ہدایت کو قبول کر لیا ورنہ آپ کی بعثت تو عام ہے یعنی سب کے لیے ہے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾ گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

والمعنى كانهم يوم يرونها لم يلبثوا بعد الوعيد بها الا عشية او ضحها۔

اور کفار جو قیامت کے منکر ہیں جب وہ واقع ہو جائے گی تو اس کے اہوال وشدائد کو دیکھ کر دنیا کی زندگانی اور قیام برزخ کی موت بھول جائیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا ہم وہاں ایک روز اور شاید اس دن کے پہلے یا پچھلے حصہ میں رہے تھے یعنی بہت تھوڑی دیر رہے تھے یہ کفار کے سوال کا جواب ہے۔

الحمدللہ آج ۵ ذیقعدۃ ۱۴۱۴ھ

۱۷/ اپریل ۱۹۹۴ء سورت النازعات کی تفسیر پوری ہوئی۔

Marfat.com

سورۃ عبس مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، بیالیس آیات، ایک سوتیس کلمات اور پانچ سوتینتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ عبس۔پ ۳۰

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى ۝١ — تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ — اس پر کہ ان کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ۝٣ — اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤ — یا نصیحت لے اور اسے نصیحت فائدہ دے۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ — وہ جو بے راہ بنتا ہے۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ — آپ اس کے تو پیچھے پڑتے ہیں۔

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ — اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝٨ — اور وہ جو تمہارے حضور لمکتا آیا (گرتا پڑتا) ہے۔

وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩ — اور وہ ڈر رہا ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ — آپ اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہیں۔

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١ — یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢ — تو جو چاہے اسے یاد کرے۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ — ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤ — بلندی والے پاکی والے۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝١٥ — ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝١٦ — جو کرم والے نکوئی والے ہیں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝١٧ — آدمی مارا جائے کیا ناشکرا ہے۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨ — اسے کاہے سے بنایا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ — پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠ — پھر اسے راستہ آسان کیا۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝٢١ — پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾ — پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ — کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حکم ہوا تھا۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ — تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے کھانوں کو دیکھے۔

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ — کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ — پھر زمین کو خوب چیرا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ — تو اس میں اگایا اناج۔

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ — اور انگور اور چارہ۔

وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ — اور زیتون اور کھجور۔

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ — اور گھنے باغیچے۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ — اور میوے اور گھاس۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ — تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کو۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ — پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ — اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔

وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ — اور ماں اور باپ۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ — اور جورو اور بیٹوں سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ — ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ — کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ — ہنستے خوشیاں مناتے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ — اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ — ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ — یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

حل لغات۔ سورۃ عبس۔ پ ۳۰

عَبَسَ۔ تیوری چڑھائی	وَ۔ اور	تَوَلّٰی۔ منہ پھیرا	اَنْ۔ یہ کہ
جَآءَ۔ آیا	هٗ۔ اس کے پاس	الْاَعْمٰی۔ ایک نابینا	وَ۔ اور
مَا۔ کیا	یُدْرِیْكَ۔ جانے آپ	لَعَلَّهٗ۔ شاید وہ	یَزَّكّٰی۔ پاک ہو جائے
اَوْ۔ یا	یَذَّكَّرُ۔ نصیحت لے	فَتَنْفَعَهُ۔ تو نفع دے اسے	الذِّكْرٰی۔ نصیحت
اَمَّا۔ وہ	مَنِ۔ جو	اسْتَغْنٰی۔ بے پروا بنتا ہے	فَاَنْتَ۔ تو آپ

Marfat.com

لَهٗ۔اس کی طرف	تَصَدّٰی۔توجہ کرتے ہیں	وَ۔اور	مَا۔نہیں
عَلَيْكَ۔آپ پر کوئی اعتراض	اَلَّا۔یہ کہ نہ	يَزَّكّٰى۔پاک ہو وہ	وَ۔اور
اَمَّا۔وہ	مَنْ۔جو	جَآءَ۔آیا	كَ۔آپ کے پاس
يَسْعٰى۔دوڑتا ہوا	وَ۔اور	هُوَ۔وہ	يَخْشٰى۔ڈرتا ہے
فَاَنْتَ۔تو آپ	عَنْهُ۔اس سے	تَلَهّٰى۔بے پرواہی کرتے ہیں	كَلَّآ۔ہرگز نہیں
اِنَّهَا۔بے شک وہ	تَذْكِرَةٌ۔نصیحت ہے	فَمَنْ۔جو	شَآءَ۔چاہے
ذَكَرَ۔یاد کرے	هٗ۔اس کو	فِيْ۔بیچ	صُحُفٍ۔صحیفوں کے
مُّكَرَّمَةٍ۔جو عزت والے	مَّرْفُوْعَةٍ۔بلند	مُّطَهَّرَةٍ۔پاک ہیں	بِاَيْدِيْ۔ساتھ ہاتھ
سَفَرَةٍ۔ایلچیوں	كِرَامٍ۔بزرگ	بَرَرَةٍ۔اور نیک کے	قُتِلَ۔مارا جائے
الْاِنْسَانُ۔انسان	مَآ اَكْفَرَهٗ۔کس قدر وہ ناشکرا ہے		مِنْ اَيِّ۔کس
شَيْءٍ۔چیز سے	خَلَقَهٗ۔اسے پیدا کیا	مِنْ نُّطْفَةٍ۔نطفہ سے	خَلَقَهٗ۔اسے پیدا کیا
فَقَدَّرَ۔پھر اندازہ کیا	هٗ۔اس کا	ثُمَّ۔پھر	السَّبِيْلَ۔رستہ
يَسَّرَ۔آسان کیا	هٗ۔اس کا	ثُمَّ۔پھر	اَمَاتَهٗ۔مارا اس کو
فَاَقْبَرَ۔پھر قبر دی	هٗ۔اس کو	ثُمَّ۔پھر	اِذَا۔جب
شَآءَ۔چاہے گا	اَنْشَرَ۔اٹھائے گا	هٗ۔اس کو	كَلَّا۔ہرگز نہیں
لَمَّا۔ابھی نہیں	يَقْضِ۔پورا کیا	مَآ۔جو	اَمَرَ۔حکم دیا
هٗ۔اس کو	فَلْيَنْظُرِ۔تو چاہیے دیکھے	الْاِنْسَانُ۔انسان	اِلٰى۔طرف
طَعَامِهٖ۔اپنے کھانے کی	اَنَّا۔بے شک ہم نے	صَبَبْنَا۔گرایا	الْمَآءَ۔پانی
صَبًّا۔اچھی طرح	ثُمَّ۔پھر	شَقَقْنَا۔پھاڑا ہم نے	الْاَرْضَ۔زمین کو
شَقًّا۔خوب پھاڑنا	فَاَنْۢبَتْنَا۔تو اگائے ہم نے	فِيْهَا۔اس میں	حَبًّا۔اناج
وَّ۔اور	عِنَبًا۔انگور	وَّ۔اور	قَضْبًا۔چارہ
وَّ۔اور	زَيْتُوْنًا۔زیتون	وَّ۔اور	نَخْلًا۔کھجور
وَّ۔اور	حَدَآئِقَ۔باغ	غُلْبًا۔گھنے	وَّ۔اور
فَاكِهَةً۔میوے	وَّ۔اور	اَبًّا۔گھاس	مَّتَاعًا۔فائدہ ہے
لَّكُمْ۔تمہارے لیے	وَ۔اور	لِاَنْعَامِكُمْ۔تمہارے چوپایوں کے لیے	
فَاِذَا۔تو جب	جَآءَتِ۔آجائے گی	الصَّآخَّةُ۔کان پھاڑنے والی	يَوْمَ۔جس دن
يَفِرُّ۔بھاگے گا	الْمَرْءُ۔آدمی	مِنْ اَخِيْهِ۔اپنے بھائی سے	وَ۔اور
اُمِّهٖ۔اپنی ماں سے	وَ۔اور	اَبِيْهِ۔اپنے باپ سے	وَ۔اور

صَاحِبَتِهٖ-اپنی بیوی	وَ-اور	بَنِيْهِ-اپنے بیٹوں سے	لِكُلِّ-ہر
امْرِئٍ-آدمی کے لیے	مِّنْهُمْ-ان میں سے	يَوْمَئِذٍ-اس دن	شَاْنٌ-ایک فکر ہے
يُّغْنِيْهِ-کہ اس کو کافی ہے	وُجُوْهٌ-کئی منہ	يَوْمَئِذٍ-اس دن	مُّسْفِرَةٌ-سفید ہوں گے
ضَاحِكَةٌ-ہنستے	مُّسْتَبْشِرَةٌ-خوش	وَ-اور	وُجُوْهٌ-کئی چہرے
يَّوْمَئِذٍ-اس دن	عَلَيْهَا-ان پر	غَبَرَةٌ-غبار ہوگا	تَرْهَقُهَا-چڑھی ہوگی ان پر
قَتَرَةٌ-سیاہی	اُولٰٓئِكَ-یہ لوگ	هُمُ-وہی ہیں	الْكَفَرَةُ-کافر
الْفَجَرَةُ-فاجر			

سورۃ عبس

سورت عبس مکی ہے اور سورۃ مبارکہ کے نام سورت الصاخۃ اور سورت السفرۃ بھی ہیں اور اسے سورت الاعمٰی بھی کہا گیا ہے اس کی ۴۲ (بیالیس) آیات ہیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورت کا تعلق پچھلی سورت کی آیت اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝ کے مضمون سے ہے اور اسی مضمون کا تذکرہ اس سورت میں ہے کہ انذار کا نفع صرف ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

مختصر تفسیر اردو-سورۃ عبس-پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ ان کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔

جامع الاصول میں ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا اور وہ عامر بن لوئ القرشی کی اولاد سے تھے۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن عمرو تھا اور ایک اور قول کے مطابق عبداللہ بن شریح بن مالک ہے ام مکتوم ان کی والدہ کی کنیت تھی اور ان کا نام عاتکہ بنت عبداللہ المخز ومیہ تھا۔ زمخشری نے کہا کہ یہ ان کی والدہ نہیں بلکہ دادی تھیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نابینا تھے جب کہ ایک قول ہے کہ مادرزاد اندھے تھے اور اسی وجہ سے ان کی والدہ کی کنیت ام مکتوم مشہور ہوئی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ آپ ﷺ صنادید قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ کو دعوت اسلام دے رہے تھے اور آپ امید کر رہے تھے کہ وہ اسلام قبول کرلیں گے عبداللہ رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ کچھ دیکھ نہ سکتے تھے اپنی دھن میں بار بار عرض کرتے رہے کہ یا رسول اللہ! جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی تعلیم فرمایئے انہیں معلوم ومحسوس ہی نہ ہوا کہ حضور مصروف دعوت ہیں اور قطع کلامی کا ارتکاب ہو رہا ہے آپ ﷺ کو ان کی طرف سے بالتکرار قطع کلامی پر ناگواری ہوئی اور چہرۂ اقدس پر اس ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ ﷺ نے ان سے رخ انور موڑ لیا اور صنادید قریش کے ساتھ گفتگو میں متوجہ رہے تو ان آیات کا نزول ہوا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ ابن ام مکتوم نے گزارش کی کہ کیا آپ ﷺ کو میری بات اچھی نہیں لگ رہی تو ارشاد فرمایا نہیں۔ الْاَعْمٰى کہنے میں ابن ام مکتوم کی معذوری کا

Marfat.com

اظہار ہے اور آپ ﷺ کو اس حوالے سے ان کے لیے نرمی وشفقت کی نصیحت ہے کہ ان کی بالتکرار قطع کلامی پر چشم پوشی فرمائیں اور ان کی اخلاص نیت کا لحاظ فرمائیں۔ وہ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ سے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں متعدد مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں اہل مدینہ پر امام مقرر کیا۔ ان آیات کے نزول کے بعد ان کا اکرام کرتے اور انہیں دیکھتے تو فرماتے: مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی ویقول هل لک من حاجة خوش آمدید! اس مرد کے لیے جس کے معاملے میں مجھے میرے پروردگار نے عتاب فرمایا اور فرماتے: کیا تمہارا کوئی کام ہے۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝۳

اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔

استفہام انکاری نفی کے معنوں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کے حال پر کون آگاہ کرے۔ **ذلک لما فیه من الایناس بعد الایحاش والاقبال بعد الاعراض والتعبیر عن ابن ام مکتوم بالاعمی للاشعار بعذره فی الاقدام علی قطع کلام الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وتشاغله بالقوم۔**

اس میں مانوس نہ ہونے کے بعد (کراہت کے بعد) انسیت (مانوسیت) ہے اور اعراض کے بعد اقبال ہے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اعمٰی کہنے کے ساتھ ان کی طرف سے عذر کا اظہار ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے قطع کلامی کے مرتکب ہوئے جب کہ آپ قوم کے ساتھ دعوت ارشاد میں مشغول تھے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے اعزاز واکرام کا پہلو بھی روشن ہے یعنی آپ ﷺ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے حال کی طرف متوجہ نہ تھے (ان کے خلوص باطنی اور رغبت حق کی طرف کامل متوجہ نہ تھے) اور اس وقت آپ کی پوری توجہ صنادید قریش کی طرف مبذول تھی اور آپ ان کی طرف سے قبول حق کی خوب رغبت وتوقع رکھتے تھے اگر یہ حال نہ ہوتا تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے رخ انور نہ موڑتے۔ سورت کے شروع میں خطابیہ انداز نہیں اور ماضی غائب کے صیغے ہیں جس کا مطلب ہے کہ آپ کی نیت اور منشاء یوں تو نہ تھا اگرچہ ظاہراً ایسا ہوا تو وہ اس وجہ سے ہوا کہ ابن ام مکتوم تو تمہارے فرمان بردار اور مومن تو تھے ہی لیکن آپ کی رغبت دعوت صنادید قریش کے ایمان کے لیے غالب ہوگئی اور یہ آپ کے فرائض نبوت ورسالت کا مقتضیٰ بھی تھا اور آپ نے انہیں ابن ام مکتوم سے مقدم رکھا اور کفار قریش سے اعراض میں خطرہ محسوس کیا کہ وہ اسے اچھا نہ جانیں گے اور عدم قبول کا بہانہ پالیں گے۔ حالانکہ آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ آپ سے عدم التفات کا ظہور ہو تو وَمَا يُدْرِيْكَ کہہ کر آپ کو بھی معذور قرار دیا ہے اور آپ کے ملال کو جو اس غیر ارادی ظاہری فعل سے ہوا مانوس بنا کر دور کیا ہے۔ سبحان اللہ عزوجل کیا شان محبوبیت ہے۔ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ سے مراد ہے کہ شاید وہ آپ کے ارشاد سن کر گناہوں اور معصیت کے کاموں سے بچ جائے اور نور ہدایت، صاف وستھرا، پاکیزہ ہو جائے۔ اور یہ کہ وہ اسی فیضان کے لیے ہی تو آیا تھا۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴

یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے۔

اَوْ يَذَّكَّرُ ای یتعظ یعنی آپ کی نصیحت قبول کرلے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جائے۔

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ ای ذکراک و موعظتک یعنی اسے (ابن ام مکتوم کو) آپ کی یاد دہانی، وعظ ونصیحت

Marfat.com

فائدہ دیتی ہیں اور وہ مکمل طور پر پاکیزہ ہو جاتا اور نفسانی خرابیوں سے بھی ستھرا ہو جاتا اور اس کی حالت وخشیت قلبی ترقی کرتی۔ اس میں اشارہ ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صنادید قریش سے بڑھ کر حق دار تھے اور وہ نہ صرف سمجھ رہے تھے بلکہ پوری طرح سمجھنا چاہ رہے تھے جب کہ کفار بیٹھے ضرور رہے تھے مگر درحقیقت کچھ نہیں سمجھنا چاہتے تھے اور نہ سمجھنے کے قابل تھے۔ اِلَّامَاشَآءَاللہُ۔

اَمَّامَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَاعَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷

وہ جو بے پروابنتا ہے آپ اس کے تو پیچھے پڑتے ہیں اور تمہارا کچھ زیان (نقصان) نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

اَمَّامَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ وہ جو بے پروابنتا ہے۔

ای عن الایمان و عما عندک من العلوم والمعارف التی ینطوی علیھا القراٰن یعنی ایمان سے اور اس سے جو آپ ﷺ کے پاس ان علوم ومعارف میں سے ہے جس پر قرآن حکیم دائر ہے۔ ایک قول ہے استغنیٰ بکفرہ وعما تھدیہ یعنی اپنی سرکشی اور کفر پر بے پرواہے اور اس سے بھی جو آپ اسے ہدایت فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے ای واما من کان ذا ثروۃ یعنی وہ جو اپنے مال ودولت کی وجہ سے قبول ہدایت سے بے پروابنا ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے مراد اس سے ولید بن مغیرہ یا ابوجہل لعین ہے۔

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ تو آپ اس کے تو پیچھے پڑتے ہیں۔

اہل حرم نے تَصَدّٰی ص کی تشدید سے پڑھا ہے کہ اصل میں تتصدی ہے اور تاء لوٹ کر صاد میں مدغم ہو گئی۔ ابوجعفر رحمہ اللہ نے تُصَدّیٰ پڑھا ہے ای تعوض یعنی اعراض کرتے ہو (منہ پھیرتے ہو) بحر میں ہے تقدد، صدد سے ہے جس کے معنی منہ موڑ کر پھرنے کے ہیں۔ ایک قول ہے کہ الصدی وھو العطش۔ الصدی سے مراد بڑی پیاس یا طلب ہے ای تتصدی وتتعرض بالاقبال علیہ والاھتمام بارشادہ واستصلاحہ وفیہ مزید تنفیر لہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مصاحبتھم۔ یعنی آپ منہ پھیر کر اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام کے ساتھ دعوت ہدایت فرماتے ہیں اور اس کی اصلاح وبھلائی چاہتے ہیں تو گویا اس میں نبی اکرم ﷺ کو ان کی مصاحبت سے الگ اور دور رہنے کی تاکید ہے اس لیے کہ یہ امر سرے سے آپ کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ آپ کا کام صرف پہنچانا ہے مانیں یا نہ مانیں آپ کو اس سے غرض نہیں۔

وَمَاعَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ اور تمہارا کچھ نقصان نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

ولیس علیک بأس فی ان یتزکی بالاسلام حتی یبعثک الحرص علی اسلامہ الی الاعراض عمن اسلم۔ اور آپ کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ قبول اسلام کے ساتھ پاکیزہ نہ بنے اگر واقعۃً آپ کا کوئی نقصان ہوتا پھر تو ضرور اس کے قبول اسلام کی خواہش ورغبت (طمع) آپ کے لیے ایک اسلام قبول کرنے سے اعراض کے لیے عذر ہوتی۔ جب کہ آپ کا کام صرف دعوت کا پہنچانا ہے اور کسی کا ایمان لانا یا نہ لانا آپ کے ذمے نہیں۔ جو ایمان لائے گا تو اپنے لیے اور نہ لائے تو اس کا وہ ذمہ دار ہے اور آپ کے لیے اس میں کوئی نقصان نہیں کہ آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے۔

وَاَمَّامَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰

Marfat.com

اور وہ جو تمہارے حضور لمکتا آیا (گرتا پڑتا) اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہیں۔

وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿٨﴾ اور وہ جو تمہارے حضور لمکتا آیا (گرتا پڑتا)۔

ای ابن ام مکتوم جاءک مسرعا طالبا لما عندک من احکام الرشد و خصال الخیر۔ یعنی عبداللہ بن ام مکتوم جو آپ کے حضور خوب کوشش کر کے یعنی نابینا ہونے کے باوصف لڑکھڑاتا، ٹھوکریں کھاتا، گرتا پڑتا لمکتا ہوا آیا اور وہ طلب گار تھا اس کا جو تمہارے پاس احکامِ ہدایت اور نیک خصلتوں اور بھلائیوں میں سے ہے۔ یہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی حالت و کیفیت کا بیان ہے۔

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ اور وہ ڈر رہا ہے۔

ای یخاف اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے۔ ایک قول ہے کہ کفار سے ڈر رہا ہے کہ آپ کے پاس آنے کی وجہ سے اسے اذیت دیں گے۔ وقیل العثار والکبوۃ اذ لم یکن معہ قائد اور ایک قول ہے کہ ٹھوکریں کھاتا، گرتا پڑتا، لڑکھڑاتا اور چہرے کے بل جھکتا گرتا جب کہ اس کے لیے کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں۔ یہ یَسْعٰى کے فاعل (ابن ام مکتوم) کا حال ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾ تو آپ اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہیں۔

ای یشغلک الحرص علی دعاء الکافر للاسلام۔

یعنی کافر کو دعوتِ اسلام پر حرص نے آپ کو مشغول کیا اور آپ نے سچے طلب گار کو ترجیح نہ دی، یہ عتاب کی علت ہے کہ اس کا عکس چاہیے تھا کہ آپ ابن ام مکتوم کو توجہ عطا فرماتے اور کفار کو چھوڑ دیتے اور ان کے لیے اہتمام و رغبت نہ رکھتے کیونکہ یہ امر آپ کے ذمہ فرض ہی نہیں تھا۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾

یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اسے یاد کرے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی (نیکی) والے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے۔

كَلَّآ یوں نہیں مبالغۃ فی ارشادہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عدم معاودۃ ما عوتب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کے لیے تاکید ہے کہ جس امر پر عتاب ہوا ہے پھر ویسا نہ فرمائیں اور اس میں لوگوں کے لیے آدابِ حسنہ کی تلقین بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اس امر کے بعد آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر کسی فقیر کے لیے نہ کبھی تیوری ظاہر ہوئی اور نہ کسی امیر کے لیے خصوصی رغبت توجہ یا اہتمام کا ظہور ہوا۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان الفقراء کانوا فی مجلسہ امراء بلاشبہ آپ کی مجلس شریفہ میں فقراء کی جماعت ہی حقیقۃً امراء تھی۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ یہ تو سمجھانا ہے۔

اِنَّهَا للقرآن العظیم والتانیث لتانیث الخبر۔ ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور تانیث خبر کے لیے جو

Marfat.com

مؤنث ہے۔

تَذْكِرَةٌ ای موعظة یجب ان یتعظ بھا ویعمل بموجبھا۔ یعنی قرآن حکیم نصیحت و یاد دہانی ہے اور ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ہی وعظ و نصیحت کی جائے اور اس کے موجبات کے مطابق عمل کیا جائے یعنی آیات قرآن حکیم مخلوق کے لیے پند و موعظت اور نصیحت ہیں۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ تو جو چاہے اسے یاد کرے۔

یعنی ہر شخص کو اختیار ہے چاہے نصیحت قبول کرے اور یاد الٰہی میں مصروف ہو اور چاہے تو نہ کرے مگر ظاہر ہے کہ نہ کرنے والوں پر ناراضگی کا اظہار ہے اور کرنے والوں کی ستائش ہے اور یہ جملہ گویا پچھلے مضمون کو مؤکد کر رہا ہے۔

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔

یہ تَذْكِرَةٌ کی صفت ہے کہ وہ تذکرہ صحف انبیاء علیہم السلام میں لکھا ہوا ہے یا مراد لوح محفوظ ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد وہ نوشتے ہیں جو اصحاب نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر تحریراً محفوظ کر رکھے تھے اور مکۃ المکرمہ میں تدوین قرآن کی یہی صورت تھی کہ لکھے ہوئے اور منتشر اجزاء کی صورت میں محفوظ تھا پھر عہد صدیقی میں بصورت مصحف جمع کیا گیا۔

مُّكَرَّمَةٍ عند اللہ عز و جل یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک وہ صحیفے عزت والے ہیں یہ صُحُفٍ کی صفت ہے۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بلندی والے پاکی والے۔

مَّرْفُوْعَةٍ ای فی السماء السابعة کما قال یحییٰ بن سلام او مرفوعة القدر۔ یعنی ساتویں آسمان میں جیسا کہ یحییٰ بن سلام سے مروی ہے یا مراد ہے اللہ کے عزت و شان والے۔

مُّطَهَّرَةٍ متنزھة عن مساس ایدی الشیاطین اوعن کل دنس علی ما روی عن الحسن وقیل عن الشبه و التناقض۔ یعنی شیاطین کے ہاتھوں کے مساس (چھونے) سے پاک ہے اور جنبی و بے وضو کے چھونے سے پاک ہے جیسا کہ حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے اور ایک قول ہے کہ ہر قسم کے شک و شبہہ اور تناقض (اختلاف) سے مبرا و پاک ہے۔ یعنی انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے۔

ای کتبة من الملائکة علیھم السلام کما قال مجاھد و جماعة فانھم ینسخون۔ الکتب من اللوح وھو جمع سافر ای کاتب والمصدر السفر کالضرب و عن ابن عباس ھم الملائکة المتوسطون بین اللہ تعالیٰ و انبیائه علیھم السلام علی ان جمع سافر ایضاً بمعنی سفیر ای رسول و واسطة۔ یعنی حضرات ملائکہ (فرشتے) علیہم السلام کے لکھے ہوئے جیسا کہ مجاہد اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ فرشتے لوح محفوظ سے کتاب (قرآن) کو نقل کرتے ہیں اور سَفَرَةٌ سَافِرٌ کی جمع ہے یعنی لکھنے والا اور السَّفْرُ اَلضَّرْبُ کی طرح مصدر ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر و واسطہ ہیں۔ کہ سَفَرَةٌ سَافِرٌ کی جمع بھی ہے جس کے معنی سفیر کے ہیں یعنی فرستادہ اور واسطہ۔ ایک قول ہے کہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ اور امت (لوگوں) کے درمیان اللہ کے سفیر ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ وحی لکھتے ہیں لیکن یہ

Marfat.com

درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ وحی کی تلاوت ہے نہ کہ کتابت وتحریر۔ جب کہ ان پر وحی کی جائے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم کی کتابت نہیں کرتے تھے بلکہ اصلاً لکھتے ہی نہ تھے جیسا کہ احادیث واخبار میں مشہور ہے (آپ نبی امی تھے) اور آپ کا وظیفہ امت کو اوامر ونواہی اور شرائع واحکام کی تعلیم تھی اور صرف سفارت ہی نہ تھی۔ ابن المنذر اور وہب بن منبہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مراد اصحاب نبی ﷺ ہیں کہ وہ سب آپ ﷺ اور ساری امت کے درمیان سفراء ووسائط وروابط ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مراد علماء امت ہیں جو اسی طرح رسول اور امت کے درمیان سفیر ہیں۔

کِرَامٍ الکرامة بمعنی توقیر وعزت کے ہیں الکرم اللؤم کی ضد ہے اى اعزاء على الله تعالىٰ معظمين عنده عزو جل یعنی اللہ کے نزدیک معزز اور عزت وتوقیر والے ہیں۔

او متعطفين على المومنين يستغفرون لهم ويرشدونهم الى ما فيه الخير بالالهام وينزلون بما فيه تكميلهم من الشرائع۔ یا مومنوں پر مہربانی کرنے والے ان کے لیے بخشش طلب کرنے والے اور اس جانب الہام کے ذریعہ راہ نمائی اور ہدایت کرنے والے جس میں خیر وبھلائی ہے اور ان پر شرائع (امور شریعت) کی تکمیل اترنے والے یہ سَفَرَةٍ کی صفت کی پہلی صفت ہے جب کہ بَرَرَةٍ دوسری صفت ہے بَرَرَةٍ کے معنی ہیں نیک متقی۔ ایک قول ہے مطيعين لله تعالىٰ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار۔ ایک قول سے مراد ہے صادقین سچے۔ صفات کمال سے متصف، حدیث شریف میں ماہر علماء قرآن کے لیے ارشاد نبوی ﷺ ہے: الذى يقرء القران وهو ماهر به مع السفرة الكرام البررة یعنی وہ معزز ومتقی سفیروں کے ساتھ ہوں گے۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ﴿٢٢﴾

آدمی مارا جائے کیا ناشکرا ہے اسے کس چیز سے بنایا پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اسے راستہ آسان کیا، پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ آدمی مارا جائے کیا ناشکرا ہے۔

قُتِلَ الْإِنْسَانُ آدمی مارا جائے۔

دعا عليه باشنع الدعوات وافظعها انسان کے لیے انتہائی بری اور ہلاکت انگیز دعا ہے۔ مقصود مذمت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عجز سے پاک ہے اور بددعا کا صدور اس سے ہوتا ہے جو بدلہ لینے پر قادر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ان گنت نعمتوں اور احسانوں کے باوجود سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ مذمت اور غضب کے اظہار کے لیے ارشاد ہے۔

مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ کیا ناشکرا ہے۔ تعجيب من افراطه فى الكفران۔

انسان کی سرکشی کے حوالے سے تعجب کا اظہار ہے کہ حقیقت کی معرفت اور اسباب معرفت کے باوجود کفر کرتا ہے۔

مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ اسے کاہے سے بنایا۔

شروع فى بيان افراطه فى الكفران بتفصيل ما افاض عزوجل عليه من مبدأ فطرته الى منتهى

Marfat.com

عمره من فنون النعم الموجبة لان تقابل بالشکر والطاعة مع اخلاله بذلک والاستفهام قیل للتحقیر۔ انسان کی سرکشی اور کفر کے بیان سے شروع کر کے سب سے اول انسان کی تخلیق کے آغاز سے ذکر کیا ہے جو اس کی زندگی کے اختتام تک نعمتوں اور احسانوں کا ذریعہ و زمانہ ہے کیونکہ یہ امر یعنی انسان کا بڑائی کے دعویٰ کے ساتھ کفر کرنا گویا اللہ کے حضور شکر گزار اور فرمان برداری کے عین مقابل ہے اور استفہام تقریری ہے کہ انسان جواب دے کہ وہ کس شی سے وجود میں آیا ہے گویا اس حقیر پیدائشی حالت کا مقتضیٰ ہے کہ وہ بڑائی اور سرکشی نہ کرے۔

مِنۡ نُّطۡفَةٍؕ خَلَقَهٗ پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ سے بدل ہے ای من ای شیء حقیر مهین خلقه من نطفة قذرة خلقه یعنی کس حقیر بے قدر پانی کی بوند سے اسے پیدا کیا یعنی اس کو نطفہ کے قطرہ سے خلق کیا گویا یہ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ کی وضاحت وتشریح ہے۔

فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا۔

ای فقدره اطوارا الی ان اتم خلقه یعنی اسے مختلف اطوار (شکلوں) پر رکھا یہاں تک کہ اس کی پیدائش مکمل ہوئی۔ یعنی ایک مدت معینہ تک (چالیس روز تک) شکم مادر میں صورت نطفہ پھر چالیس روز تک علقہ (جما ہوا خون) پھر چالیس روز تک مضغہ (لوتھڑا) رکھا پھر فرشتہ بھیج کر اس میں روح ڈال دی اور اس فرشتے کو اس کے لیے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا: اس کا عمل، اس کی عمر، اس کا رزق اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت کذافی روایة البخاری و مسلم عن ابن مسعود)

ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ پھر اس کا راستہ آسان کیا۔

ای ثم سهل مخرجه من البطن یعنی پھر اللہ عزوجل نے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کا راستہ اس کے لیے آسان فرمادیا۔ ایک قول ہے اللہ عزوجل نے رسول کے ذریعہ اس کے لیے راہ حق تک پہنچنا آسان کر دیا ہے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ای جعله ذا قبر تواری فیه جیفته تکرمة له ولم یجعله مطروحا علی الارض یعنی اس کو قبر والا بنایا کہ اس میں اس کی لاش عزت کے ساتھ رکھی جائے اور اسے زمین پر پڑا رہنے والا نہ بنایا اس لیے کہ مرنے کے بعد اس کی میت کی بے حرمتی و بے عزتی نہ ہو۔ ایک قول ہے ای امر عزوجل بدفنه یعنی اللہ عزوجل نے اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دفن کا حکم دیا اور یہ انسان کی تکریم کے لیے کہ درندے چوپائے اس کی میت کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہ آیت مردوں کے دفن کی مشروعیت پر مشیر ہے۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

ای اذا شاء انشاره یعنی جب اللہ عزوجل کی مشیت ہوگی اسے قبر سے زندہ اٹھائے گا کہ وہ بالکلیہ ہر امر پر قادر ہے۔

کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاکِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴿۳۲﴾

Marfat.com

کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حکم ہوا تھا تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔ پھر زمین کو خوب چیرا۔ تو اس میں اگایا اناج اور انگور اور چارہ اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغیچے اور میوے اور گھاس تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کو۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حکم ہوا تھا۔

كَلَّا کوئی نہیں ردع للانسان عما هو عليه من كفران النعم البالغ نهايته۔

انسان (کافر) کے لیے تنبیہ ہے یعنی اسے ایسا ہرگز نہ چاہیے کہ واضح دلائل اور کمال نعمتوں کی موجودگی کے باوجود انکار و ناشکری کرتا ہے۔

لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حکم ہوا تھا۔ تنبیہ کے سبب کا بیان ہے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہاں كَلَّا بمعنی حقاً ہے اور وہ اس کے بعد کے جملہ کے متعلق ہے ای حقالم يعمل بما امره۔ یعنی کافر کو جس چیز کے ساتھ (ایمان کے ساتھ) حکم دیا گیا تھا وہ اس حکم کو نہ بجالایا۔ اور نہ ہی اللہ عزوجل کی نعمتوں کی قدر جانی جو عظمت وجود منعم پر دلالت کر رہی ہیں۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے۔

على معنى اذا كان هذا حال الانسان وهو انه الى الآن لم يقض ما امره مع أن متقضى النعم السابقة القضاء فلينظر الى طعامه۔ یعنی جب انسان کی یہ حالت ہے جیسا کہ ذکر گزرا اور وہ ابھی تک اپنے پروردگار کے حکم کو بھی پورا نہ کر پایا حالانکہ اللہ کی نعمتوں کا مقتضیٰ (تقاضا) تو یہ تھا کہ وہ نعمتوں کی قدر کرتا اور ایمان لاتا تو اسی کے لیے مزید یہ ہے کہ وہ اپنے کھانوں کو دیکھے اور یہ عام نعمتیں ہیں اور اس کا تعلق انسان کی اپنی ذات اور لذات نفس اور اس کے لوازم سے ہے اور یہ اس کے مقابل خارجی نعمتیں جن کا بیان ہے کہ یہ کھانے اس کی زندگانی کا سبب ہیں کیوں کر پیدا ہوتے ہیں اور وہ کیونکر جزو بدن بنتے ہیں اور ان کے کیا کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں یہ پورا نظام عظمت و حکمت ربانیہ پر روشن دلیل ہے پھر اسے ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ آگے مزید اسباب کا بیان ہے۔

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ای فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى انعامنا فی طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا یہ کہ انسان کو چاہیے کہ اس کے کھانوں کے بارے میں ہمارے انعام کا بنظر غائر مطالعہ کرے کہ ہم نے ہی آسمان سے بادلوں کے ذریعہ خوب پانی برسایا جو نباتات کی اصل ہے اور جس کے بغیر پیداوار ہو ہی نہیں سکتی تو کیسا ہے ہمارا پانی برسانا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا۔

ای بالنبات كما قال ابن عباس یعنی نباتات کے ساتھ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وقيل شقها بالكراب زمین کو ہل وغیرہ سے پھاڑا۔ شَقَقْنَا میں جمع متکلم کا صیغہ ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ عزوجل نے زمین کے شق کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ فاعل حقیقی وہی ہے اور تمہارے مسببات کا خالق بھی وہی ہے۔ ایک قول ہے: شقها بالعيون ہم نے زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑا۔

Marfat.com

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ تو اس میں اگایا اناج۔

فان المراد بالنبات ما نبت من الارض الی أن یتکامل النمو وینعقد الحب، والمراد بالحب جنس الحبوب التی یتقوت بھا وتدخر کالحنطۃ والشعیر والذرۃ وغیرھا۔ نباتات سے مراد وہ پیداوار ہے جو زمین سے ہوتی ہے (اگتی ہے) یہاں تک کہ اپنی شکل (نمو) یا بناوٹ میں مکمل ہوتی ہے اور اناج کی صورت میں قائم ہوتی ہے اور اناج (دانہ) سے مراد اجناس کی وہ قسمیں ہیں جو اس کے ساتھ روزی بنتی ہیں اور ذخیرہ کی جاتی ہیں جیسے گیہوں جو اور باجرہ یا مکئی وغیرہ۔

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ اور انگور اور چارہ۔

اور انگور (عنب معروف انگور کو کہتے ہیں) قَضْبًا سے مراد سبزیاں یا چارہ ہے ابن جریر اور ابن منذر نے ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے قَضْبًا سے مراد القَصْفَصَة یعنی گھاس ہے۔ قاموس میں ہے کہ قَضبًا سے مراد درخت ہے خوب پھیلا ہوا اور خلیل نے اسے کھجور کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی کھجور کا درخت۔ اور بحر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انه الرطب بلاشبہ وہ کھجور ہے۔

وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ اور زیتون اور کھجور۔

یعنی زیتون اور کھجور کے درخت۔

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ اور گھنے باغیچے۔

حَدَآئِقَ ای ریاضاً یعنی باغ غُلْبًا ای عظاماً یعنی غیر معمولی بڑے اور پھیلے ہوئے۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ اور میوے اور گھاس

وَّفَاكِهَةً قیل ھی الثمار کلھا ایک قول ہے کہ مراد سبھی پھل ہیں ایک قول ہے کہ انگور اور انار کو چھوڑ کر باقی سبھی پھل مراد ہیں کہ یہ دونوں پھل صرف لذت کے لیے نہیں بلکہ حصول قوت کے لیے کھائے جاتے ہیں۔

وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ اور گھاس۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ اَبًّا سے مراد الکلأ والمرعی ہے یعنی گھاس اور چارہ اور بعض کا قول ہے کہ جسے آدمی کھائیں اسے حصید کہتے ہیں اور جوان کے علاوہ (جانور چوپائے وغیرہ) کھائیں وہ اَبًّا ہے حصید سے مراد ساگ سبزیاں ہیں جو کاٹی جاتی ہیں جب کہ اَبًّا سے مراد گھاس یا چارہ ہے۔ ایک قول ہے انه التبن یعنی وہ بھوسہ ہے (توڑی ہے)۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا فما لأب تو یہ اَبًّا کیا ہے پھر بولے ما کلفنا او ما امرنا بھذا ہم اس امر کی نہ تو تکلیف دیے گئے ہیں اور نہ ہی اس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے یعنی ہم اَبًّا کے حقیقت کے درپے ہوں کہ وہ کیا ہے تو تم اس کتاب کے مطابق عمل کرو اور جس چیز کو تم نہیں پہچانتے تو اسے اپنے پروردگار کے لیے کھاؤ۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کو۔

ای فعل ذلک تمتیعا لکم ولمواشیکم فان بعض النعم المعدودۃ طعام لھم وبعضھا علف

لدوابھم۔ یعنی ہم نے ان سب چیزوں کو تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لیے اگایا تو اس میں بعض کثیر نعمتیں تمہارے کھانے کو بنائیں اور بعض تمہارے چوپایوں اور مویشیوں کے لیے خوراک بنائیں۔ یہ علت کا بیان ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾

پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ۔

والمراد بھا النفخة الثانیة ای تصمھا لشدة اوراس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے قیامت کی یہ ہولناک آواز سننے والوں کو بہرا کردے گی الصَّآخَّةُ کے معنی ہیں شدید چنگھاڑ اور مراد صور پھونکنے کی آواز ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔ اور ماں اور باپ۔ اور جورو اور بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی چھوٹ جائے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے۔

ای یوم یعرض عنھم ولا یصاحبھم ولا یسأل عن حالھم کما فی الدنیا لاشتغاله بحال نفسه۔ یعنی قیامت کے روز آدمی ان (رشتہ داروں) سے بے رخی کرے گا اور نہ ہی ان کی مصاحبت اختیار کرے گا اور نہ ہی ان کے حالات پوچھے گا جس طرح کہ دنیا میں ہوتا تھا اس لیے کہ اس کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ ایک قول ہے کہ رشتہ داروں کے کفر کی وجہ سے آدمی کو ان سے نفرت ہو جائے گی ایک قول ہے: یفر منھم لعلمه انھم لا یغنون عنه شیئا آدمی ان سے اس لیے بھاگے گا کہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے کچھ کام کا نہیں۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی خلاصی پائے۔

آدمی کے یہ فرار کے سبب کا بیان ہے کہ ہر آدمی اپنے حال میں اس قدر مستغرق ہوگا کہ اسے دوسروں کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی اور اسی وجہ سے ان سے وہ بے رخی کرے گا اور ان سے لاپرواہ ہوگا۔ طبرانی، ابن مردویہ، بیہقی اور حاکم رحمھم اللہ نے ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں بغیر ختنہ اٹھیں گے اور کانوں کی لو تک پسینہ میں غرق ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ کیا وہ ایک دوسرے کی برہنگی دیکھیں گے ارشاد فرمایا شغل الناس عن ذلک وتلا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ الخ لوگوں کو اس کا ہوش ہی نہ ہوگا پھر یہ آیت يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ پڑھی۔ طبرانی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ قیامت کے روز لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ ارشاد فرمایا اعمال نامے کھولے جائیں گے جس میں ذرہ بھر اور رائی کے برابر بھی ہر بات درج ہو گی۔ ایک قول ہے یفر منھم حذرا من مطالبتھم بالتبعات کہ آدمی رشتہ داروں اور لوگوں کے مطالبات (اس کے خلاف) کے دعووں کی وجہ سے بھی ڈر کر بھاگے گا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

Marfat.com

کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔ یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾

کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے خوشیاں مناتے۔

وُجُوْهٌ **وَجْهٌ** کی جمع ہے تنوین یا تو کثرت پر دلالت کر رہی ہے یا بعض پر یعنی بہت سے چہرے **يَّوْمَىِٕذٍ** اس دن یعنی بروز حشر، **وُجُوْهٌ** مبتدا ہے اور **مُّسْفِرَةٌ** اس کی خبر ہے **مُّسْفِرَةٌ**۔ **ای مضيئة متهللة۔ من اسفر الصبح اذا اضاء** یعنی روشن و دمکتے تروتازہ جیسے صبح کا اجالا اور روشن ہونا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ شگفتگی چہروں میں راتوں کے قیام و عبادت کی وجہ سے ہوگی جب کہ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ **من آثار الوضوء فيختص ذلك بهذه الامة ای لان الوضوء من خواصهم** کہ یہ فرحت و تازگی چہروں میں وضو کے اثر سے ہوگی جس کے ساتھ یہ امت خاص کی گئی ہے کیونکہ اعضاء وضو (وضو) اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ ای مسرورة بما تشاهد من النعيم والبهجة الدائمة۔ یعنی جب اللہ کی طرف سے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور دائمی رونقوں کا نظارہ و مشاہدہ کریں گے تو انہیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ خوش ہوں گے۔ یہ مومنوں کا حال ہوگا جن کا تعلق نیک بختوں کے گروہ سے ہوگا کہ دو ہی گروہ ہوں گے سعادت مند یا بد بخت واشقیاء۔ چہروں کی تازگی نور ایمان پر بھی دلالت کر رہی ہوگی۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ اور کتنے مونہوں پر گرد پڑی ہوگی۔

ای غبار و كدورة یعنی کفار کے چہروں پر دھول اور خاک پڑی ہوگی یا کدورت ہوگی۔ **وُجُوْهٌ** کی تنوین تکثیر پر دلالت کر رہی ہے اور قسم دوم اشقیاء سے متعلق ہے کہ بہت سے یا سبھی کافروں کا ایسا حال ہوگا۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔

تَرْهَقُهَا ای تعلوها و تغشاها یعنی ان چہروں پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی یا سیاہی خوب چھا رہی ہوگی **قَتَرَةٌ ای سواد و ظلمة** یعنی سیاہی اور تاریکی۔ ایک قول ہے حالت کی ذلت چھا رہی ہوگی اور وحشت برس رہی ہوگی۔

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

اُولٰٓىِٕكَ میں ان سیاہ چہروں والے اصحاب کی طرف اشارہ ہے اور یہی لوگ کفار فجار ہوں گے **ای الجامعون بين الكفر والفجور** یعنی کفر و سرکشی اور فسق و فجور (گناہوں اور برائیوں) کے جامع ہوں گے اور اللہ کریم نے اسی لیے ان کے واسطے **الغبرة والقترة** کو اکٹھے بیان فرمایا ہے کہ غبار (دھول و خاک) تو فاجروں (بدکاروں) کے لیے ہوگا اور سیاہی کفار کے لیے ہوگی۔ **نعوذ بالله من ذلك**۔

الحمد للہ آج سورت عبس کی تفسیر کا کام مکمل ہوا۔

۱۰ مئی ۱۹۹۴ء / ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

سورۃ التکویر مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، انتیس آیات، ایک سو چار کلمات اور پانچ سو تیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ تکویر۔پ ۳۰

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞ ①	جب دھوپ لپیٹی جائے۔
وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۞ ②	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۞ ③	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔
وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۞ ④	اور جب تھکی اونٹنیاں، چھوٹی پھریں۔
وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۞ ⑤	اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔
وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞ ⑥	اور جب سمندر سلگائے جائیں۔
وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۞ ⑦	اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔
وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۞ ⑧	اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔
بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۞ ⑨	کس خطا پر ماری گئی۔
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۞ ⑩	اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں۔
وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۞ ⑪	اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔
وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۞ ⑫	اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔
وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۞ ⑬	اور جب جنت پاس لائی جائے۔
عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۞ ⑭	ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔
فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۞ ⑮	تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔
الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ۞ ⑯	سیدھے چلیں، تھم رہیں۔
وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۞ ⑰	اور رات کی جب پیٹھ دے۔
وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۞ ⑱	اور صبح کی جب دم لے۔
اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۞ ⑲	بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔
ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۞ ⑳	جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا۔
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ۞ ㉑	وہاں اس کا حکم مانا جاتا امانت دار ہے۔
وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۞ ㉒	اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۝۲۳	اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝۲۴	اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝۲۵	اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔
فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝۲۶	پھر کدھر جاتے ہو۔
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۲۷	وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لیے۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ۝۲۸	اس کے لیے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲۹	اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب۔

حل لغات ۔ سورۃ تکویر ۔ پ ۳۰

اِذَا ۔ جب	الشَّمْسُ ۔ سورج	كُوِّرَتْ ۔ لپیٹ لیا جائے	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	النُّجُوْمُ ۔ ستارے	انْكَدَرَتْ ۔ بے نور ہو جائیں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	الْجِبَالُ ۔ پہاڑ	سُیِّرَتْ ۔ چلائے جائیں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	الْعِشَارُ ۔ تھکی اونٹنیاں	عُطِّلَتْ ۔ چھوٹی پھریں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	الْوُحُوْشُ ۔ وحشی جانور	حُشِرَتْ ۔ اکٹھے کیے جائیں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	الْبِحَارُ ۔ سمندر	سُجِّرَتْ ۔ سلگائے جائیں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	النُّفُوْسُ ۔ جانوں کے	زُوِّجَتْ ۔ جوڑ بنیں	وَ ۔ اور
اِذَا ۔ جب	الْمَوْءٗدَةُ ۔ زندہ دبائی ہوئی	سُئِلَتْ ۔ پوچھی جائے	بِاَیِّ ۔ کس
ذَنْۢبٍ ۔ گناہ میں	قُتِلَتْ ۔ ماری گئی	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
الصُّحُفُ ۔ اعمال نامے	نُشِرَتْ ۔ کھولے جائیں	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
السَّمَآءُ ۔ آسمان	كُشِطَتْ ۔ جگہ سے کھینچ لیا جائے	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
الْجَحِیْمُ ۔ جہنم	سُعِّرَتْ ۔ بھڑکائی جائے	وَ ۔ اور	اِذَا ۔ جب
الْجَنَّةُ ۔ جنت	اُزْلِفَتْ ۔ قریب کی جائے	عَلِمَتْ ۔ جان لے گا	نَفْسٌ ۔ ہر آدمی
مَّاۤ ۔ جو	اَحْضَرَتْ ۔ حاضر لایا	فَلَاۤ ۔ تو میں	اُقْسِمُ ۔ قسم کھاتا ہوں

بِالْخُنَّسِ ۔ الٹے پھرنے والے الْجَوَارِ ۔ سیدھے چلنے والے الْكُنَّسِ ۔ تھم رہنے والے ستاروں کی

وَ ۔ اور	الَّیْلِ ۔ رات کی	اِذَا ۔ جب	عَسْعَسَ ۔ پیٹھ دے
وَ ۔ اور	الصُّبْحِ ۔ صبح کی	اِذَا ۔ جب	تَنَفَّسَ ۔ دم لے
اِنَّهٗ ۔ بے شک یہ	لَقَوْلُ ۔ بات ہے	رَسُوْلٍ ۔ رسول	كَرِیْمٍ ۔ عزت والے کی
ذِیْ قُوَّةٍ ۔ جو قوت والا ہے عِنْدَ ۔ نزدیک		ذِی الْعَرْشِ ۔ عرش والے کے	مَكِیْنٍ ۔ عزت والا

مُّطَاعٍ۔تابعداری کیا گیا	ثَمَّ۔اس جگہ	اَمِیْنٍ۔امانتدار ہے	وَ۔اور
مَا۔نہیں	صَاحِبُکُمْ۔تمہارا ساتھی	بِمَجْنُوْنٍ۔دیوانہ	وَ۔اور
لَقَدْ۔بے شک	رَاٰ۔دیکھا اس نے	ہُ۔اس کو	بِالْاُفُقِ۔کنارہ
الْمُبِیْنِ۔روشن میں	وَ۔اور	مَا۔نہیں	ھُوَ۔وہ
عَلَی۔اوپر	الْغَیْبِ۔غیب کے	بِضَنِیْنٍ۔بخل کرنے والا	وَ۔اور
مَا۔نہیں	ھُوَ۔وہ	بِقَوْلِ۔بات	شَیْطٰنٍ۔شیطان
رَّجِیْمٍ۔مردود کی	فَاَیْنَ۔تو کہاں	تَذْھَبُوْنَ۔جاتے ہو تم	اِنْ۔نہیں
ھُوَ۔وہ	اِلَّا۔مگر	ذِکْرٌ۔نصیحت ہے	لِّلْعٰلَمِیْنَ۔جہان والوں
کے لیے	لِمَنْ۔اس کے لیے جو	شَآءَ۔چاہے	مِنْکُمْ۔تم میں سے
اَنْ۔یہ کہ	یَّسْتَقِیْمَ۔سیدھا ہو	وَ۔اور	مَا۔نہیں
تَشَآءُوْنَ۔چاہتے تم	اِلَّآ۔مگر	اَنْ۔یہ کہ	یَّشَآءَ۔چاہے
اللّٰہُ۔اللہ	رَبُّ۔رب	الْعٰلَمِیْنَ۔سارے جہانوں کا	

سورت التکویر

سورت التکویر مکی ہے اور اسی پر اتفاق ہے اس کی انتیس آیات اور ایک رکوع ہے اس کو سورت کُوِّرَتْ اور سورت اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ بھی کہتے ہیں احمد و ترمذی نے ابن عمر (علیہما الرضوان) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من سره ان ینظر الی یوم القیامة کانه رأی عین فیقراء اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ و اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ و اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جس شخص کو قیامت کا نظارہ آنکھوں سے کرنا پسند ہو تو اسے چاہیے کہ سورت التکویر، سورت الانفطار اور سورت الانشقاق پڑھے۔ حاکم نے ابن عباس (علیہما الرضوان) سے روایت کی ہے مجھے سورت ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون (النبا) اور اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔ اس سورت میں بھی تخویف وتہدید کا مضمون مکرر ہے اور وقوع قیامت کی تفصیل ہے اور پچھلی سورت کی آیت فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ سے اس کی مناسبت ہے اور اس سورت میں وقوع قیامت کی منظر کشی ہے اور بیان میں بہت زور فصاحت وسلالت ہے جیسا کہ مکی سورتوں کے اسلوب کا ایک امتیازی وصف ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ التکویر۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝۳

جب دھوپ لپیٹی جائے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۝۱ جب دھوپ لپیٹی جائے۔

ان الشمس مجاز عن الضوء بلاشبہ شمس (سورج) ضوء (روشنی یا دھوپ) سے مجاز ہے جیسا کہ معروف وشائع

Marfat.com

ہے تو اس سے مراد ہے اذھاب ضوئھا یعنی اس کی روشنی یا دھوپ زائل ہو جائے گی۔ حسن وقتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ سے یہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کُوِّرَتْ کی تفسیر ای ظلمت منقول ہے یعنی سیاہ ہو جائے گا (تاریک ہو جائے گا) ایک قول ہے: المراد بکورت "القیت عن فلکھا وطرحت" کہ کُوِّرَتْ سے مراد ہے کہ اپنے فلک سے ٹوٹ پڑے گا۔ اور پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز چاند اور سورج بے نور کر دیے جائیں گے۔

وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

ای انقضت وسقطت۔ یعنی ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور کوئی تارا بھی اپنی جگہ پر باقی نہ رہے گا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: لا یبقی یومئذ نجم الا سقط فی الارض۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تارے نوری قندیلیں ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہیں اور نوری فرشتوں کے ہاتھ میں نور کی زنجیروں میں ہیں جب سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، مر جائیں گے تساقطت من ایدیھم تو وہ ان کے ہاتھوں سے گر پڑیں گے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بارش کی طرح آسمان سے زمین پر برسیں گے۔

وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝۳ اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

أی أزیلت عن اماکنھا من الارض بالرجفة یعنی زمین میں سے زلزلہ کے ساتھ اپنے مقامات سے ہٹا دیئے جائیں گے یا بکھیر دیے جائیں گے وقیل سیرت بعد رفعھا فی الجو ایک قول ہے کہ فضا میں بلند ہونے کے بعد غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے اور ایسا نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا۔

وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴

اور جب تھکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔

جمع عشراء کنفاس جمع نفساء وھی الناقة۔ عشار جمع ہے عشراء واحد کی جیسے نفساء جمع ہے نفاس واحد کی۔ اور وہ وہ اونٹنی ہے التی اتی علیھا من یوم ارسل فیھا الفحل عشرة اشھر ثم لایزال ذلک اسمھا حتی تضع جس کو گابھن ہوئے دس مہینے گزر چکے ہوں اور جننے کے قریب ہو پھر وہ اسے اسی نام سے (عشراء سے) پکارتے رہتے یہاں تک کہ وہ جن لیتی۔ ایک قول ہے عشرا اونٹنی قیمتی سمجھی جاتی تھی اور اہل عرب ان کی خوب نگہداشت کرتے تھے۔ عُطِّلَتْ ترکت مھملة لاراعی لھا ولا طالب یعنی یونہی چھوڑی گئی ہوں گی گویا نہ ان کا کوئی چرواہا ہوگا اور نہ ہی کوئی ان کی رغبت وطلب کرنے والا ہوگا سب کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵

اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

جمع وحش وھو حیوان البر الذی لیس فی طبعه التانس بنی آدم والمراد به ما یعم البھائم مطلقا۔ وحش کی جمع ہے اور وہ خشکی کے وہ جانور ہیں جن کی طبیعت وسرشت میں انسانوں کے ساتھ ہرگز انسیت (مانوسیت) نہیں اور اس سے مطلقاً عام چوپائے درندے ہیں۔ حُشِرَتْ ای جمعت من کل جانب یعنی ہر سمت وطرف سے جمع

Marfat.com

کیے جائیں گے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے حشرھا موتھا جانوروں کا حشر ان کی موت ہوگی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حشر کی تفسیر ''جمع کیے جائیں گے'' منقول ہے مگر ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے کہ انہوں نے (ابن عباس) نے یہ بھی کہا ''جمعت بالموت فلا تبعث ولا یحفر فی القیامة غیر الثقلین'' درندے چوپائے موت کے لیے (مرنے یا فنا ہونے کے لیے) جمع کیے جائیں گے پھر زندہ نہ اٹھائے جائیں گے اور نہ ہی قیامت میں موجود ہوں گے سوائے ثقلین یعنی انسانوں اور جنوں کے۔ ایک قول ہے بعثت للقصاص کہ باہمی قصاص کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب وہ مکلف ہی نہ تھے تو بعثت نہ ہوگی۔ اور بعض علماء نے مسلم و ترمذی کی اس روایت سے جس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لتؤدن الحقوق الی اهلها یوم القیامة حتی یقاد لشاة الجهاء من الشاة القرناء وزاد احمد بن حنبل و حتی الذرة من الذرة۔ قیامت کے روز حق داروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے (بدلہ ضرور دلایا جائے گا) یہاں تک کہ مینڈی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلایا جائے گا اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اتنا مزید منقول ہے یہاں تک کہ دانت سے کاٹنے کے بدلے میں دانت سے کاٹنا، یہ استدلال کیا ہے کہ جانوروں کا حشر قصاص باہمی کے لیے ہوگا۔ پھر خاک ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶

اور جب سمندر لگائے جائیں۔

بحر میں ہے: سجرت بمعنی جمعت بلغة خثم ولعل جمعها علی بالتفجیر۔ سُجِّرَتْ کے معنی ہیں کہ سمندر خوب بھر دیے جائیں گے اور شاید سمندروں کو اس لیے جمع کیا جائے گا کہ ایک سمندر لبالب بھر جائے پھر اس میں سورج کو ڈالا جائے گا جس سے وہ آگ بن جائے گا اور پانی بھاپ کی صورت بن کر اڑ جائے گا اور سارا پانی سوکھ جائے گا۔ ایک قول ہے احمیت بان تغیض میاها وتظهر النار فی مکانها کہ گرم کیے جائیں گے یہاں تک کہ ان کا پانی خشک ہو جائے گا اور ان کی جگہ آگ ظاہر ہوگی (بن جائے گی)۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷

اور جب جانوروں کے جوڑ بنیں۔

قال عکرمة والضحاک والشعبی تقرن النفوس باجسامهم و ذلک عند البعث والنفس علیه بمعنی الروح۔ عکرمہ ضحاک اور شعبی کا قول ہے کہ جانیں اپنے جسموں کے ساتھ جوڑی جائیں گی اور ایسا بعث کے وقت ہوگا اور نفس سے مراد یہاں روح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جوڑوں سے مراد اشباہ و امثال ہیں ''ای قرنت کل نفس لتبکلها'' یعنی ہر شخص اپنی ہی قسم کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ کفار کفار کے ساتھ اور یونہی مومنین مومنین کے ساتھ۔ ایک قول ہے: تقرن کل نفس بکتابها وقیل عملها۔ ہر جان اپنے اعمال نامے کے ساتھ ملائی جائے گی اور ایک قول ہے کہ اپنے عمل کے مطابق جوڑی جائے گی۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔

اَلْمَوْءٗدَةُ اسم مفعول ہے یعنی زندہ گاڑی یا دبائی ہوئی لڑکی۔ بعض اہل عرب لڑکیوں کی پیدائش، ننگ و عار سمجھتے تھے یا افلاس کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے۔ واد کے معنی بوجھ کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ لڑکیوں کو بوجھ جانتے تھے یا ان پر اتنا بوجھ ڈال کر دبا دیتے کہ وہ مرجاتی اور وھی البنت التی تدفن حیة من الوأد وھو القتل سے مراد یہی زندہ دبائی ہوئی لڑکی ہے مَوْءٗدَةُ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یا مفعول بول کر فاعل مراد ہے یعنی زندہ دبانے والے سے پوچھا جائے گا اور انسانیت کی تذلیل ہے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا الوائدة والموءدة فی النار زندہ دبانے والی اور جس کے لیے زندہ دبائے، دونوں جہنمی ہیں۔ اس آیت سے عزل کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ذلک الوأد الخفی کہ یہ پوشیدہ زندہ دبانا ہے۔ عزل کے بارے میں تحقیق یہی ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت ضروری ہے جب کہ باندی سے ضروری نہیں اور باوجودیکہ عزل کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ کس خطا پر ماری گئی۔

دون الوائد مع ان الذنب له دونها لتسلیتها وامها و کمال الغیظ والسخط لوائدها واسقاطه عن درجة الخطاب۔

یعنی زندہ دبانے والے پر زندہ دبانے کا گناہ تو ہے ہی لیکن جس کے لیے اس نے لڑکی کو زندہ دبایا تو یہ مزید اعانت جرم ہے اس سے اس کی پرسش ہوگی اور سوال کی نسبت مفعول کی طرف ہے جس سے گویا دبانے والے کے لیے انتہائی غیظ و غضب اور ناراضگی کا اظہار ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسے خطاب کے درجہ سے گرا دیا ہے، اس کے لیے حد درجہ توبیخ و تذلیل ہے اور مَوْءٗدَة کی طرف نسبت سوال مجازی ہے یا یہ لڑکی بولے کہ وہ بے گناہ ماری گئی۔

وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝

اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

ای صحف الاعمال یعنی اعمال نامے حساب کے لیے کھولے جائیں۔ ابن المنذر نے ابن جریج رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا صحیفہ (دفتر عمل) لپیٹ دیا جاتا ہے پھر قیامت کے روز کھولا جائے گا اور اس کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ ایک قول ہے: نشرت ای فرقت بین اصحابھا۔ نشرت سے مراد ہے کہ ان کے حاملین کے درمیان بانٹ دیے جائیں گے یا ان کے ذریعہ الگ الگ کر دیے جائیں گے یعنی جنتی ایک طرف اور جہنمی ایک طرف۔ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے صحیفے اڑتے آئیں گے اور مومن کو اس کا صحیفہ اس کے دائیں ہاتھ میں آجائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جنتی ہے اور کافر کا صحیفہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جہنمی ہے۔

وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝

اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔

Marfat.com

قلعت و ازیلت کما یکشف الاھاب عن الذبیحۃ۔
لپیٹ یا اکھاڑ دیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا جس طرح ذبح کیے ہوئے جانور کی کھال کھینچی جاتی ہے۔

وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

اور جب جہنم بھڑکائی جائے۔

ای اوقدت ایقادًا شدیدا یعنی جب دوزخ کو بہت ہی زیادہ بھڑکایا جائے گا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دوزخ کا بھڑکنا بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا یا اس کا شدید بھڑکنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب سے کنایہ ہے اور یہ دشمنان خدا کے لیے ہوگا۔

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳

اور جب جنت پاس لائی جائے۔

ای قربت من المتقین۔ یعنی جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی۔ ایک قول ہے کہ عرش کے داہنی طرف لائی جائے گی جہاں سے اہل موقف (قیامت کے روز) اسے دیکھیں گے۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝۱۴

ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

والمراد بما احضرت اعمالھا من الخیر و الشر اور مَاۤ اَحْضَرَتْ سے مراد ہر شخص کے اعمال ہیں اچھے اور برے جنہیں وہ اس وقت جان لے گا یہ جملہ اذا سے شروع ہونے والے جملوں کی جزا ہے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝۱۸ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۱۹ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝۲۱

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔ سیدھے چلیں تھم رہیں۔ اور رات کی جب پیٹھ دے۔ اور صبح کی جب دم لے۔ بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔ جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

ف تفریعی ہے اور لام زائد برائے تاکید قسم ہے خنس خانس کی جمع ہے خنوس سے وھو الانقباض و الاستخفاء اور اس کے معنی کسی کام میں توقف کرنا، سمٹنا یا سکڑنا ہے یا پیچھے کرنا اور چھپا دینا ہیں یہاں مراد خمسہ متحیرہ ہیں جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: ھی خمسنۃ أنجم زحل وعطارد و المشتری وبھرم یعنی المریخ و الزھرۃ یہ پانچ ستارے ہیں جن کے نام زحل، عطارد، مشتری، بہرام یعنی مریخ اور زہرہ ہیں یہ اپنی چال کی وجہ سے متحیرہ کہلاتے ہیں کہ کبھی چلتے لوٹتے اور کبھی ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ علماء کے نزدیک ان کی رفتار و چال حکم الٰہی کے بموجب ہے کہ کبھی سست رو ہوتے ہیں اور کبھی سریع اور کبھی متحرک بجانب مشرق یا غرب۔ ایک قول ہے تخنس بالنھار فتغیب عن العیون وتکنس باللیل ای تطلع فی اماکنھا کالوحش فی کنسھا۔ کہ یہ تارے دن کے وقت چھپ جاتے ہیں اور آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں اور رات کو نظر آتے ہیں یعنی اپنے

Marfat.com

اماکن (مقامات) میں طلوع ہوتے ہیں جس طرح جانور اپنے مساکن (جھاڑیوں اور کھوؤں وغیرہ) میں قرار پکڑتے ہیں۔

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ سیدھے چلیں تھم رہیں۔

کنس کانس کی جمع ہے اور کنس الوحش جانوروں کے نشیمن کو کہتے ہیں خواہ درختوں میں ہو یا جھاڑیوں میں۔ جواری جارية کی جمع ہے جری سے اور اس کا معنی ہے المر السریع کہ تیزی سے گزرنا یا چلنا۔ یعنی خمسہ متحیرہ جو اپنے دائرے میں چلتے ہیں اور بوقت غروب افق کے اوپر اپنے اماکن میں تھم رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ دن کے وقت چھپے رہتے ہیں اور اپنے طلوع کے ساتھ ہی افق کے اوپر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ اور رات کی جب پیٹھ دے۔

ای ادبر ظلامه أو اقبل یعنی شب کی قسم جب وہ اپنی تاریکی لے کر سامنے آتی ہے یا تاریکی کے ساتھ پلٹتی ہے۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: العسعسة والعساس رقة الظلام وذلک فی اللیل فهو من المشترک المعنوی۔ عسعسة اور عساس سے مراد تاریکی کا پھیلنا یا تاریکی کی چادر کا پھیلا ہونا یا پتلا ہونا یا تاریکی کی گہرائی جو رات کے کناروں یعنی آغاز اور آخر کے دونوں وقتوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا معنوی طور پر سامنے آنا یا پیٹھ پھیرنا دونوں معنوں میں مشترک ہے۔ فراء کا قول ہے کہ جمہور مفسرین کا عَسْعَسَ کے بارے میں تحقیقی قول یہی ہے کہ مراد اَدْبَرَ ہے یعنی جب رات پیٹھ دے۔ (آخر ہو)

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ اور صبح کی جب دم لے۔

فانه اول النهار اس سے مراد دن کا اول وقت ہے والمراد من تنفس الصبح علی ما ذکر غیر واحد اضاء ته وتبلجه اور صبح کے دم لینے سے مراد جیسا کہ بہت سے علماء سے مروی ہے دن کا خوب روشن ہونا اور اجالا ہونا ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

إِنَّهُ ای القرآن الجلیل الناطق بما ذکر من الدواهی الهائلة یہ عظمت والا قرآن جو بیان کرتا ہے ان عظیم واقعات کو جن کا ذکر گزرا۔ لَقَوْلُ رَسُولٍ ای جبریل علیه السلام ونسبته الیه علیه السلام لانه واسطة فیه وناقل له عن مرسله وهو الله عزوجل یعنی جبریل علیہ السلام کا پڑھنا ہے اور اس (قول) کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ بلاشبہ وہ اس قرآن کے نزول کا واسطہ ہیں اور قرآن کے مرسل (بھیجنے والے) یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے ناقل (منتقل کرنے والے) ہیں۔ یا پھر رسول اکرم ﷺ مراد ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اور قاصد کی حیثیت سے اس کا قول ہے انہوں نے خود بنا کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر دیا بلکہ وہ اس امر پر مامور ہیں اور ان کا قول اللہ کا قول ہے اور اللہ عزوجل ہی کے قول کو انہوں نے پہنچایا ہے اور جس طرح قول پیغام دیا گیا ہے من وعن اسی طرح رسول نے ادا کر دیا ہے پہنچا دیا ہے۔

كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ عزت والے ای عزیز علی الله سبحانه

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت واکرام والے۔ یہ رسول کی صفت ہے مراد جبریل علیہ السلام یا رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ذِي قُوَّةٍ قوت والا۔

''ای شدید'' یعنی طاقتور کما قال سبحانه شَدِیۡدُ الۡقُوٰی جیسا کہ سورت النجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''سخت قوت والا'' ایک قول ہے کہ مراد قوت حفظ ہے اور نسیان وخلط سے بعد (دوری) ہے اگر مراد جبریل علیہ السلام ہیں تو ان کی قوت کا یہ عالم ہے کہ قوم ثمود پر ایسی چنگھاڑ (چیخ) ماری کہ سب ڈھیر ہوگئے۔ قوم لوط کی چاروں بستیوں کو جن میں سے ہر بستی میں چار چار لاکھ افراد تھے اور دیگر مخلوق اس کے علاوہ تو انہوں نے انہیں ارض سفلی سے اپنے ایک پر کی نوک پر یوں اٹھایا کہ کسی گھڑے کا ڈھکنا تک نہ ہلا اور ان بستیوں کے پرندوں، چرندوں وغیرہ کی آوازیں اہل سماء نے سنیں پھر انہیں بلندی سے الٹ دیا۔ اور اگر سرور دو عالم ﷺ ہیں تو حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار جان نثار صحابہ علیہم الرضوان آپ کے ہمراہ تھے اور شب معراج ایک آن میں مکان سے لامکان تک گئے آئے اور دیدار سے نوازے گئے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی ربانی پر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مالک عرش کے حضور عزت والا۔

ای ذی مکانة رفیعة وشرف عند الله العظیم جل جلاله یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ عزت و عظمت اور بزرگی والا۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار۔

مُّطَاعٍ فیما بین الملائکة المقربین علیهم السلام یصدرون عن امره ویرجعون الی رایه۔ یعنی ملائکۃ المقربین علیہم السلام میں ان کا حکم مانا جاتا ہے اور سب فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے فرمان کی طرف رجوع کرتے ہیں مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ امانت دار۔ والاشارة بحالها وامانته علی الوحی۔ ثَمَّ ظرف مکان ہے بعید کے لیے اور احتمال ہے کہ پہلے جملہ کے لیے ظرف ہو یعنی مطاع سے بھی اور امین سے بھی یعنی آسمانوں میں اس کی اطاعت ہوتی ہے اور اسی حالت کے ساتھ امین کہنے میں اشارہ ہے کہ وہ وہاں بھی اور یہاں بھی وحی کا امین ہے۔ زمخشری نے ان فضائل کے حوالے سے حضرت جبریل علیہ السلام کو نبی اکرم ﷺ پر ترجیح دی ہے جو انصاف سے دور ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جب قاصد اس شان کا ہے تو مرسل الیہ کی شان کیا ہوگی اور فرمان نبوی ﷺ کے ہوتے ہوئے وضاحت کی مزید ضرورت نہیں کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں اور دو زمین میں آسمانوں میں جبریل ومیکائیل علیہما السلام اور زمین میں شیخین کریمین صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما لہٰذا مطاع حقیقی حضور ہیں اور جبرئیل آپ کے نائب ووزیر ہیں اور جبریل کا مطاع ہونا حضور کے وسیلہ سے ہے۔

وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا ہُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۲۵﴾

اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔ اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

کما تبهته الکفرة قاتلهم الله تعالیٰ۔ جیسا کہ کفار اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ مجنون

کہتے تھے صَاحِبُكُمْ سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں تو اس پر انتباہ اور کفار کے قول کی تردید ہے کہ تم میں چالیس برس گزار چکے وحی سے قبل تم انہیں صادق وامین کہتے تھے اور بعد وحی مجنون کہتے ہو تو یہ محض ہٹ دھرمی اور تعصب وضد ہے جب کہ آپ ﷺ تمام اوصاف جلیلہ میں کامل اکمل اور عقل میں اتم واکمل تھے تو ان کی طرف جنون کی نسبت کھلا مکابرہ ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔

ای وباللہ تعالیٰ لقد رأی صاحبکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم جبریل علیہ السلام علی کرسی بین السماء والارض بالصورۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیھا لہ ستمائۃ جناح وھو بالافق الاعلی من ناحیۃ المشرق کما روی عن الحسن وقال ابن عباس راٰہ فی صورتہ عن سدرۃ المنتھیٰ۔

یعنی بلاشبہ آپ ﷺ نے رویت باری کے ساتھ ساتھ رسول کریم نے جبرائیل علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر تھے جو زمین وآسمان کے درمیان تھی ان کی اس صورت میں دیکھا جس پر انہیں اللہ نے پیدا فرمایا ان کے چھ سو پر ہیں اور ان کو مشرق کی طرف روشن کنارے پر دیکھا جیسا کہ حسن سے مروی ہے جب کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل کو ان کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہٰی کے قریب دیکھا۔ رای کی ضمیر حضور کی طرف راجع ہے اور ہ کی ضمیر یا تو رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ یا پھر ذِي الْعَرْشِ کی طرف راجع ہے رویت باری پر تفصیلی بحث سورت النجم میں گزر چکی۔ افق مبین سے مراد ساتوں آسمان کے آخر پر روشن کنارہ مراد ہے جب آپ نے دیکھا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ضنین الضن سے ہے ضاد کے کسرہ وفتحہ (زیر وزبر دونوں) کے ساتھ جس کے معنی بخل کے ہیں اور هُوَ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور عَلَى الْغَيْبِ سے مراد ما یخبر من الوحی الیہ وغیرہ من الغیوب جو آپ کی طرف غیوب وغیرہ سے اخبار وحی کی جاتی ہیں۔ ای لایبخل بالوحی ولا یقصر فی التبلیغ والتعلیم یعنی آپ وحی کی باتیں پہنچانے میں بخل نہیں کرتے اور نہ ہی تبلیغ وتعلیم دین میں کوئی کمی یا کوتاہی کرتے ہیں۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

وَمَا هُوَ ای القران یعنی قرآن حکیم بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ ای بقول بعض المسترقۃ للسمع لانھا ھی التی ترجم وھو نفی لقولھم انہ کھانۃ۔ یعنی یہ قرآن حکیم کسی مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں کہ چوری چھپے سن کر کسی کاہن کے دل میں ڈال دیا ہو اور اس میں کفار کے اس قول کی تردید ومذمت ہے کہ یہ کہانت ہے یعنی قرآن کاہنوں کا قول ہے یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ (معاذ اللہ) کاہن ہیں۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے۔ اس کے لیے جو تم میں سیدھی راہ پر ہونا چاہے اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہاں کا رب۔

Marfat.com

فَاَیۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ پھر کہاں جاتے ہو۔

استضلال لهم فیما یسلکونه فی امر القرآن العظیم۔ کفار سے خطاب ہے کہ تم قرآن عظیم کے واضح اور روشن طریق کو چھوڑ کر کیوں گمراہی اختیار کرتے ہو اور قرآن حکیم سے کیوں روگردانی کرتے اور تم کس راہ باطل پر چل نکلے ہو۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے۔

اِنۡ هُوَ ای ماھو یعنی وہ کیا ہے یہ سوال محذوف کا جواب ہے اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ موعظة وتذکیر عظیم لمن یعلم یعنی نصیحت اور ذکر عظیم ہے اس کے لیے جو جانے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم ورد بھی ہے اور شرف انسانیت بھی، پندو موعظت بھی ہے اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت کا منشور بھی۔ اور جو شخص اس میں غور کرے گا اس پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾ جو تم میں سے سیدھی راہ پر ہونا چاہیے۔

یہ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ سے بدل ہے اور کل سے بدل بعض ہے ای لمن شاء منکم الاستقامة بتحری الحق و ملازمة الصواب وابداله من العالمین لانهم المنتفعون بالتذکیر۔

یعنی جو کوئی تم میں سے حق وصداقت کی پیروی کرے اور استقامت کے ساتھ اور سیدھی راہ چلنا چاہے تو قرآن حکیم اس کے لیے نصیحت ہے اور اس کی تذکیر یعنی اتباع و پیروی یقیناً نفع بخش اور سودمند ہے۔ عالمین سے بدل کا معنی یہ ہے کہ قرآن کے اتباع سے وہ ضرور فائدہ پائیں گے۔

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہانوں کا رب۔

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم کیا چاہو ای الاستقامة بسبب من الاسباب یعنی اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ استقامت۔ جب یہ آیت لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ اتری تو ابوجہل نے کہا جعل الامر الینا ان شئنا استقمنا وان شئنا لم نستقم فانزل الله تعالیٰ وَمَا تَشَآءُوۡنَ الخ (ابن منذر عن سلیمان بن موسیٰ) کہ ہمیں اس امر میں اختیار دیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو استقامت رکھیں اور اگر چاہیں تو استقامت نہ رکھیں تو یہ آیت وَمَا تَشَآءُوۡنَ الخ نازل ہوئی۔ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ چاہے ای الا ان یشاء الله تعالیٰ مشیئکم فمشیئکم بسبب مشیئة الله تعالیٰ یعنی مگر یہ کہ اللہ چاہے کہ تم حق پر استقامت رکھو اس لیے کہ تمہاری مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سبب کے ساتھ ہے یعنی اگر اللہ چاہے تو تم چاہو گے کہ اسباب وافعال کا خالق بھی اللہ عزوجل ہی ہے اگر وہ سبب پیدا نہ کرے تو تم کیونکر چاہو۔ تو جس کے لیے اللہ عزوجل چاہے تو یہ اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ جو جہانوں کا پروردگار ہے ای ملک الخلق ومربیهم اجمعین۔ یعنی تمام مخلوقات کا مالک و بادشاہ اور سب کو پالنے والا اور درجہ کمال کو پہنچانے والا اور نفع عطا فرمانے والا تو جو استقامت کا طلب گار ہو تو وہ اللہ عزوجل ہی کی طرف رجوع لائے کہ اس کے فضل کے بغیر استقامت حاصل نہیں ہوتی۔

الحمدللہ آج ۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ سورۂ کورت کی تفسیر مکمل ہوئی
بمطابق ۱۳ جون ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ الانفطار مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، انیس آیات، اسی کلمات اور تین سو ستائیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ انفطار-پ ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾	جب آسمان پھٹ پڑے۔
وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾	اور جب سمندر بہا دیے جائیں۔
وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾	اور جب قبریں کریدی جائیں۔
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾	ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾	اے آدمی! تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾	جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار بنایا۔
فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾	جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾	کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔
وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾	اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔
كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾	معزز لکھنے والے۔
يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾	جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾	بے شک نیکو کار ضرور چین میں ہیں۔
وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾	اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔
يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾	انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔
وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾	اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔
وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾	اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔
ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾	پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾	جس دن کوئی جان کسی جان کا اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

حل لغات-سورۃ انفطار-پ ۳۰

اِذَا-جب	السَّمَآءُ-آسمان	انْفَطَرَتْ-پھٹ جائے گا	وَ-اور
اِذَا-جب	الْكَوَاكِبُ-ستارے	انْتَثَرَتْ-جھڑ پڑیں گے	وَ-اور
اِذَا-جب	الْبِحَارُ-سمندر	فُجِّرَتْ-بہادیے جائیں گے	وَ-اور
اِذَا-جب	الْقُبُوْرُ-قبریں	بُعْثِرَتْ-کریدی جائیں	عَلِمَتْ-جان لے گا
نَفْسٌ-ہرآدمی	مَّا-جو	قَدَّمَتْ-اس نے آگے بھیجا	وَ-اور
اَخَّرَتْ-پیچھے چھوڑا	یٰۤاَیُّهَا-اے	الْاِنْسَانُ-انسان!	مَا-کس چیز نے
غَرَّ-دھوکادیا	كَ-تجھ کو	بِرَبِّكَ-تیرے رب	الْكَرِیْمِ-کریم کے متعلق
الَّذِیْ-جس نے	خَلَقَكَ-پیدا کیا تجھ کو	فَسَوّٰىكَ-پھر درست کیا تجھے	فَعَدَلَكَ-پھر برابر کیا تجھے
فِیْۤ-بیچ	اَیِّ-جس	صُوْرَةٍ-صورت کے	مَّا-جو
شَآءَ-چاہا	رَكَّبَكَ-تجھ کو بنادیا	كَلَّا-ہرگز نہیں	بَلْ-بلکہ
تُكَذِّبُوْنَ-تم جھٹلاتے ہو	بِالدِّیْنِ-قیامت کو	وَ-اور	اِنَّ-بے شک
عَلَیْكُمْ-تم پر	لَحٰفِظِیْنَ-کچھ محافظ ہیں	كِرَامًا-بزرگ	كَاتِبِیْنَ-لکھنے والے
یَعْلَمُوْنَ-جانتے ہیں	مَا-جو	تَفْعَلُوْنَ-تم کرتے ہو	اِنَّ-بے شک
الْاَبْرَارَ-نیک لوگ	لَفِیْ-یقیناً	نَعِیْمٍ-نعمتوں میں ہیں	وَ-اور
اِنَّ-بے شک	الْفُجَّارَ-بدکار	لَفِیْ-یقیناً	جَحِیْمٍ-جہنم میں ہیں
یَّصْلَوْنَهَا-داخل ہوں گے اس میں		یَوْمَ-دن	الدِّیْنِ-انصاف کے
وَ-اور	مَا-نہیں	هُمْ-وہ	عَنْهَا-اس سے
بِغَآىٕبِیْنَ-غائب ہونے والے		وَ-اور	مَاۤ-کیا
اَدْرٰىكَ-جانے تو	مَا-کیا ہے	یَوْمُ-دن	الدِّیْنِ-انصاف کا
ثُمَّ-پھر	مَا-کیا	اَدْرٰىكَ-جانے تو	مَا-کیا ہے
یَوْمُ-دن	الدِّیْنِ-انصاف کا	یَوْمَ-جس دن	لَا-نہ
تَمْلِكُ-اختیار رکھے گا	نَفْسٌ-کوئی آدمی	لِّنَفْسٍ-کسی آدمی کے لیے	شَیْــٴًـا-کچھ بھی
وَ-اور	الْاَمْرُ-حکم	یَوْمَىٕذٍ-اس دن	لِّلّٰهِ-اللہ کا ہوگا

سورۃ الانفطار

سورت الانفطار بالاتفاق مکی ہے اس میں ایک رکوع اور انیس آیات ہیں اس کا نام سورت انفطرت اور سورۃ المنفطرۃ بھی ہے اور پچھلی سورت کے مضمون سے اس کی مناسبت خود بخود واضح ہے۔

Marfat.com

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ انفطار۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾

جب آسمان پھٹ پڑے۔اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب سمندر بہادیے جائیں اور جب قبریں کریدیں جائیں ہر جان جان لے گی جواس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ جب آسمان پھٹ پڑے۔

ای انشقت لنزول الملائکۃ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا تا کہ وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ تَنۡزِیۡلًا ﴿۲۵﴾۔اور جس روز آسمان پھٹ جائے گا بادلوں سے اور فرشتے اتارے جائیں گے پوری طرح۔

وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾ اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

أی تساقطت متفرقۃ وھو استعارۃ لازالتھا حیث شبھت بجواھر قطع سلکھا۔یعنی بکھر کر گر پڑیں گے اور اس میں استعارہ (تشبیہ) ہے کہ وہ زائل ہو جائیں گے اس طرح جیسے ہار کی ڈوری کے ٹوٹنے سے موتی بکھر جاتے ہیں۔

وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ اور جب سمندر بہادیے جائیں۔

ای فتحت وشققت جوانبھا فزال ما بینھا من البرزخ واختلط العذب بالاجاج وصارت بحرا واحدا۔یعنی ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے اطراف پھٹ جائیں گے (پھاڑ دیے جائیں گے) تو ان کے درمیان جو برزخ (پردہ، اوٹ، فاصلہ) ہے وہ زائل ہو جائے گا اور شیریں پانی شور (کڑوے) پانی سے مل جائے گا اور ایک سمندر ہی ہو جائے گا۔

وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ اور جب قبریں کریدی جائیں۔

قلب ترابھا الذی حثی علی موتاھا وازیل واخرج من دفن فیھا۔یعنی جب قبروں کی مٹی الٹ پلٹ کی جائے گی جو مردوں پر پڑی ہوگی، اسے دور کر کے اس میں جو دفن کیے گئے تھے، نکالے جائیں گے۔ایک قول ہے قبروں میں مردے جو پیوند خاک ہو چکے ہوں گے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔بُعۡثِرَتۡ کے معنی ہیں تبدید التراب مٹی کا الٹ پلٹ کرنا یا کریدنا اکھاڑنے یا نکالنے کے لیے۔اس شے کو جو اس کے اندر یا نیچے ہو۔

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾ ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

یہ جواب اِذَا ہے لیکن یہ علم بوقت بعث نہیں بلکہ صحیفوں کے نشر ہونے پر ہوگا۔اگر چہ ایک ہی زمانہ ہے جس کی ابتدا نفخہ اولیٰ سے ہوگی والمراد ما اسلف من عمل خیر اوشر واخر من سنۃ حسنۃ او سیئۃ یعمل بھا بعدہ قالہ ابن عباس و ابی مسعود اور اس سے مراد ہے جو بھلائی اور برائی کے کام اس نے پہلے کیے اور جو اچھا طریقہ (سنت نبوی سے) یا برا طریقہ (بدعت سیئہ سے) اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا یہ ابن عباس اور ابو مسعود سے مروی ہے۔قتادہ سے منقول ہے ما قدم

Marfat.com

معصیۃ و أخر من طاعۃ یعنی جو کچھ گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب پہلے کیا۔ اور فرمان برداری کے کام پیچھے چھوڑے۔ ایک قول ہے جو آگے بھیجا اس سے مراد زکوٰۃ وصدقات وغیرہ ہیں اور جو پیچھے چھوڑا اس سے مراد میراث وترکہ ہے۔

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾

اے آدمی! تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔ اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ اے آدمی! تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت اسید بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جس نے رسول اللہ ﷺ سے بے ہودگی اور گستاخی کی اور اللہ نے اس کی فوری گرفت فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ کس چیز نے تمہیں اس کی خلاف ورزی پر فریب دیا اور جرأت دلائی کیا اس کی کریمی یا اس کے عفو ودرگزر نے۔ ای شیء خدعک و جراک علی عصیانہ تعالیٰ و ارتکاب ما یلیق بشانہ عزشانہ۔ یعنی تمہیں کس چیز نے دھوکا میں ڈالا اور تجھے دیدہ ودلیر کیا کہ تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی ومعصیت کرے اور ان امور کا ارتکاب کرے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

الْكَرِيمِ صفت باری تعالیٰ ہے اور اس سے کفر وناشکری کی تردید ہو رہی ہے تو اللہ عزوجل کے کرم کے پیش نظر لازم تو شکرگزاری اور نافرمانی سے پرہیز ہے اور اس کا حق پہچاننا ہے نہ یہ کہ اس کی نرمی پر تکیہ کر لے اور معصیت کے کاموں میں دیدہ دلیر ہو جائے اگرچہ اس کی سنت تو یہی ہے کہ فوری پکڑ نہیں فرماتا اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بڑی شدید ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے: إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ عطاء کا قول ہے کہ اے انسان! تجھے کس امر نے اللہ سے دور کر دیا اور کس شے نے تجھے فریب نفس میں مبتلا کر دیا۔ بعض صالحین اور عارفین کا قول ہے کہ اس میں گناہ گاروں کے لیے جواب کی صورت ہے کہ جب اللہ ایسا فرمائے گا تو ہم کہہ دیں گے غَرَّنَا كَرَمُ الْكَرِيمِ کہ کریم کے کرم نے ہمیں فریب میں ڈال دیا۔

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔

یہ ربک کی دوسری صفت کا بیان ہے ای الذی خلق الانسان من تراب اولاً ثم خلق من نطفۃ یعنی اللہ نے انسان کو پہلے مٹی سے پھر نطفہ سے تخلیق کیا۔ ثم جعل الاعضاء سویۃ سلیمۃ پھر آدمی کو سالم الاعضاء بنایا یعنی اس کے اعضا کو درست بنایا تا کہ وہ ان سے کام لے سکے۔ ثم میزک معتدلا پھر تمہاری بدنی بناوٹ کو معتدل اور متوازن بنایا اور ان میں مناسبت وموافقت پیدا کی۔

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

یہ ربک کی تیسری صفت کا بیان ہے ای رکبک ووضعک فی ای صورۃ اقتضتھا مشیتہ تعالیٰ و حکمتہ جل و علا من الصور المختلفۃ فی الطول والقصر و مراتب الحسن یعنی تجھے ترکیب دیا اور

Marfat.com

تجھے جس صورت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت وحکمت کا اقتضاء ہوا مختلف صورتوں میں سے لمبائی، اور ٹھگنا میں اور حسن و جمال کے مراتب کے اعتبار سے خوبرو یا کم رو، گورا چٹا یا کالا وسیاہ بنایا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

ردع عن الاغترار بكرم الله تعالى یہ حرف ردع كَلَّا حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کریمی سے دھوکا میں مبتلا ہونے پر انتباہ ہے۔

ای لیس الامر كما تزعمون نفى البعث والنشور ثم قيل لا تتبينون بهذا البيان بل تكذبون۔ یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح کہ بعث ونشور (قیامت میں جی اٹھنے وغیرہ) کا انکار کر کے تم گمان رکھتے ہو پھر ارشاد ہے کہ کیا تمہیں اس بیان سے وضاحت نہیں ہوتی بلکہ تم الٹا جھٹلاتے ہو۔ یعنی معصیت کے ساتھ تکذیب بھی کرتے ہو تو تمہیں کرم ربانی پر مغرور نہ ہونا چاہیے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔

ای تكذبون بالجزاء والحال ان عليكم من قبلنا لحافظين لاعمالكم۔ یعنی تم جزاء وسزا (روز انصاف) کو جھٹلاتے ہو حالانکہ ہم نے پہلے ہی سے تمہارے اعمال کی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ معزز لکھنے والے۔

ای لدينا یعنی وہ فرشتے ہمارے نزدیک عزت واکرام والے ہیں اور تمہارے ہر اعمال واقوال وافعال کے لکھنے پر مقرر ہیں۔

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

من الافعال قليلا كان او كثيراً ويضبطونه نقيرا او قطميرا افعال واعمال میں سے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ خوب جانتے ہیں اور اسے ضبط تحریر میں (محفوظ) رکھتے ہیں خواہ تل بھر ہو یا تنکا چھلکا جتنا۔ یعنی ان فرشتوں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ خواہ نیکی ہو یا برائی وبدی۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾

بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں جائیں گے اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

ای فی الجنة یعنی جنت میں ہوں گے۔ ابرار اس لیے فرمایا کہ نیکوکار تھے اور اخلاق رذیلہ اور عقائد باطلہ سے بچتے رہے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ اور بے شک بدکار دوزخ میں ہیں۔

فجار ابرار کے مقابل یا ضد ہے اور فجور کے معنی ہیں پھاڑنا اور مفہوم یہ ہے کہ کفر ومعصیت اور گناہ کے کام کرنا تو ایسے لوگ یعنی کفار ضرور جہنم میں داخل ہوں گے یہ اور اوپر والی آیت دونوں عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾ کی صراحت

Marfat.com

ہے یعنی ہر شخص سزا و جزا سے اپنے بارے میں خوب جان لے گا۔

يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ ⑮ انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔

ای یوم الجزاء الذی کانوا یکذبون به استقلالا۔ یعنی وہ لوگ جو یوم الدین کے مستقل منکر تھے اور جزاء وسزا پر کوئی ایمان نہیں رکھتے تھے وہ اس روز جہنم میں داخل ہوں گے۔ مراد کفار ہیں، اور یہ داخلہ ان کے کفر و معصیت کا نتیجہ ہوگا۔

وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَ ⑯ اور وہ اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

طرفة عین فان المراد استمرار النفی لا نفی الاستمرار وهو كقوله تعالىٰ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنۡهَا فی الدلالة علی سرمدیة العذاب وانهم لایزالون محسبین بالنار قیل معناه وما کانوا غائبین عنها قبل ذلک بالکلیة بل کانوا یجدون سمومها فی قبورهم حسبما قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار علی ان غائبین من حکایة الحال الماضیة۔

ایک آن کے لیے بھی کیونکہ نفی سے مراد استمرار کی نفی نہیں بلکہ استمرار ہے اور جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے کہ وہ (کفار) دوزخ سے ہرگز نہ نکلیں گے۔ (کبھی بھی نہ نکلیں گے) اور یہ سرمدی (دوامی) عذاب پر دلالت کرتا ہے اور بلاشبہ وہ آگ کے حصار و دائرہ سے کبھی بھی نہ نکل سکیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے دوزخ سے بالکلیہ چھپے ہوئے نہ تھے بلکہ اپنی قبروں میں دوزخ کی گرم لو انہیں پہنچتی تھی جیسا کہ اس کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، تو ان کا دوزخ سے چھپا ہوا نہ ہونا گویا ان کفار کے ماضی کے حال کی حکایت ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ⑰ اور تو کیا جانے کیسا ہے انصاف کا دن۔

تفخیم لشان یوم الدین الذی یکذبون به یوم الدین (یعنی بدلے یا انصاف کا دن) کی عظمت و ہیبت کا اظہار ہے جس کو کافر لوگ جھٹلاتے تھے۔ یعنی تمہیں اس دن کی شدت و ہیبت، عسرت و مصیبت کا ادراک نہیں۔ درحقیقت یہ خطاب کفار سے ہے گو مخاطب حضور اکرم ﷺ ہیں۔

ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ⑱ پھر تو کیا جانے کیسا ہے انصاف کا دن۔

یہ جملہ مکرر یوم الدین کی فخامت و عظمت کے لئے مؤکد ہے۔

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی۔

يَوۡمَ، يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ میں يَوۡمَ الدِّيۡنِ سے بدل ہے اور يَوۡمَ الدِّيۡنِ کی اجمالی شان کا بیان ہے یعنی وہ دن جس دن کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نفس سے مراد کافر ہے جب کہ اللہ کی مہربانی سے مومن مومنوں کے شفیع مددگار ہوں گے جیسا کہ احادیث میں بکثرت وارد ہے اور شفاعت کی اجازت صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور شفاعت کا اذن تملیک نہیں بلکہ اعزاز و کرم شرف و عزت ہے۔

وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲ اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

ای الامر له تعالیٰ لا لغیره سبحانه یعنی اس دن بھی اللہ ہی کا ملک ہے (بادشاہی ہے) اور اسی وحدہ لاشریک

الملک المطاع کا حکم ہوگا اور کسی دوسرے کا حکم نہ ہوگا برخلاف دنیا کے کہ لوگ عارضی مالک بنائے گئے تھے اور ان کا حکم چلتا تھا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا ہو یا آخرت حکم صرف اسی حاکم حقیقی ہی کا ہے۔ **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔**

قتادہ رحمۃ اللہ کا قول ہے **ای لیس ثم احد یقضی شیئا ولا یصنع شیئا غیر رب العالمین** یعنی پھر کوئی ایسا نہ ہوگا کہ کسی شئے کا فیصلہ کر سکے اور نہ ہی کوئی شے بنا سکے سوائے جہانوں کے پروردگار جو وحدہ لاشریک ہے۔

الحمدللہ آج سورت الانفطار کی تفسیر مکمل ہوئی

۶ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶ جون ۱۹۹۴ء

سورۃ التطفیف مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، چھتیس آیات، ایک سو انہتر کلمات اور سات سوتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ التطفیف-پ ۳۰

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١	کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔
الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢	وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں تو پورا لیں۔
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣	اور جب انہیں ماپ تول کر دیں تو کم دیں۔
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤	کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥	ایک عظمت والے دن کے لیے۔
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦	جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧	بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨	اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩	وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١	جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢	اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گنہگار۔
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣	جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

Marfat.com

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾

پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾

ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾

اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾

بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

تختوں پر دیکھتے ہیں۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾

تو ان کے چہروں پر چین کی تازگی پہچانے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾

نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

اس کی مہر مشک کی ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

وہ چشمہ ہے جس سے مقربین بارگاہ پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾

بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ﴿۳۲﴾

اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں۔

Marfat.com

عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ﴿٣٥﴾ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔

هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿٣٦﴾ کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔

حل لغات۔سورۃ التطفیف۔پ ۳۰

وَيۡلٌ۔خرابی ہے	لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ۔واسطے کم تولنے والوں کے		الَّذِيۡنَ۔وہ کہ
اِذَا۔جب	اكۡتَالُوۡا۔ماپ کر لیتے ہیں	عَلَى۔اوپر	النَّاسِ۔لوگوں کے
يَسۡتَوۡفُوۡنَ۔تو پورا لیتے ہیں	وَ۔اور	اِذَا۔جب	كَالُوۡ۔ماپ کر دیتے ہیں
هُمۡ۔ان کو	اَوۡ۔یا	وَّزَنُوۡ۔تول کر دیتے ہیں	هُمۡ۔ان کو
يُخۡسِرُوۡنَ۔تو کم دیتے ہیں	اَلَا۔کیا نہیں	يَظُنُّ۔یقین رکھتے	اُولٰٓئِكَ۔یہ لوگ
اَنَّهُمۡ۔کہ وہ	مَّبۡعُوۡثُوۡنَ۔اٹھائے جائیں گے		لِيَوۡمٍ۔واسطے دن
عَظِيۡمٍ۔بڑے کے	يَّوۡمَ۔جس دن	يَقُوۡمُ۔کھڑے ہوں گے	النَّاسُ۔لوگ
لِرَبِّ۔واسطے رب	الۡعٰلَمِيۡنَ۔جہانوں کے	كَلَّآ۔ہرگز نہیں	اِنَّ۔بے شک
كِتٰبَ۔لکھت	الۡفُجَّارِ۔بدکاروں کی	لَفِيۡ۔بیچ	سِجِّيۡنٍ۔سجین کے ہے
وَ۔اور	مَآ۔کیا	اَدۡرٰٮ۔جانے	كَ۔تو
مَا۔کیا ہے	سِجِّيۡنٌ۔سجین	كِتٰبٌ۔لکھت ہے	مَّرۡقُوۡمٌ۔مہر شدہ
وَيۡلٌ۔خرابی ہے	يَّوۡمَئِذٍ۔اس دن	لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ۔جھٹلانے والوں کے لیے	
الَّذِيۡنَ۔وہ جو	يُكَذِّبُوۡنَ۔جھٹلاتے ہیں	بِيَوۡمِ۔دن	الدِّيۡنِ۔قیامت کو
وَ۔اور	مَا۔نہیں	يُكَذِّبُ۔جھٹلائے گا	بِهٖ۔اس کو
اِلَّا۔مگر	كُلُّ۔ہر ایک	مُعۡتَدٍ۔حد سے گزرنے والا	اَثِيۡمٍ۔گنہگار
اِذَا۔جب	تُتۡلٰى۔پڑھی جاتی ہیں	عَلَيۡهِ۔اس پر	اٰيٰتُنَا۔ہماری آیتیں
قَالَ۔کہتا ہے	اَسَاطِيۡرُ۔کہانیاں ہیں	الۡاَوَّلِيۡنَ۔پہلوں کی	كَلَّا۔ہرگز نہیں
بَلۡ۔بلکہ	رَانَ۔زنگ ہے	عَلٰى۔اوپر	قُلُوۡبِهِمۡ۔ان کے دلوں پر
مَّا۔بسبب اس کے جو	كَانُوۡا۔تھے وہ	يَكۡسِبُوۡنَ۔کماتے	كَلَّآ۔ہرگز نہیں
اِنَّهُمۡ۔بے شک وہ	عَنۡ رَّبِّهِمۡ۔اپنے رب سے	يَوۡمَئِذٍ۔اس دن	لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ۔پردہ کر دیے
جائیں گے	ثُمَّ۔پھر	اِنَّهُمۡ۔بے شک وہ	لَصَالُوا۔داخل ہونے والے ہیں
الۡجَحِيۡمِ۔دوزخ میں	ثُمَّ۔پھر	يُقَالُ۔کہا جائے گا	هٰذَا۔یہ
الَّذِيۡ۔وہ ہے	كُنۡتُمۡ۔کہ تھے تم	بِهٖ۔اس کو	تُكَذِّبُوۡنَ۔جھٹلاتے
كَلَّآ۔ہرگز نہیں	اِنَّ۔بے شک	كِتٰبَ۔لکھت	الۡاَبۡرَارِ۔نیکوں کی
لَفِيۡ۔بیچ	عِلِّيِّيۡنَ۔علیین کے ہے	وَ۔اور	مَآ۔کیا

Marfat.com

اَدْرٰ - جانے	كَ - تو	مَا - کیا ہے	عِلِّيُّوْنَ - علیین
كِتٰبٌ - لکھت ہے	مَّرْقُوْمٌ - مہر شدہ	يَّشْهَدُهُ - حاضر ہوں گے	هٗ - اس کو
الْمُقَرَّبُوْنَ - مقرب لوگ	اِنَّ - بے شک	الْاَبْرَارَ - نیک لوگ	لَفِيْ - بیچ
نَعِيْمٍ - نعمتوں کے ہوں گے	عَلَى - اوپر	الْاَرَآئِكِ - تختوں کے	يَنْظُرُوْنَ - دیکھتے ہوں گے
تَعْرِفُ - پہچانے گا تو	فِيْ - بیچ	وُجُوْهِهِمْ - ان کے چہروں کے	نَضْرَةَ - تازگی ہوگی
النَّعِيْمِ - نعمتوں کی	يُسْقَوْنَ - پلائے جائیں گے	مِنْ رَّحِيْقٍ - صاف شراب	مَّخْتُوْمٍ - مہر کی گئی
خِتٰمُهٗ - اس کی مہر	مِسْكٌ - کستوری ہوگی	وَ - اور	فِيْ - بیچ
ذٰلِكَ - اس کے	فَلْيَتَنَافَسِ - چاہیے کہ لالچ کریں		الْمُتَنَافِسُوْنَ - لالچ کرنے
والے	وَ - اور	مِزَاجُهٗ - ملونی اس کی	مِنْ تَسْنِيْمٍ - تسنیم کی ہوگی
عَيْنًا - ایک چشمہ ہے	يَّشْرَبُ - کہ پئیں گے	بِهَا - اس سے	الْمُقَرَّبُوْنَ - مقرب لوگ
اِنَّ - بے شک	الَّذِيْنَ - وہ جو	اَجْرَمُوْا - مجرم ہیں	كَانُوْا - وہ تھے
مِنَ الَّذِيْنَ - ان سے	اٰمَنُوْا - جو مومن ہیں	يَضْحَكُوْنَ - ہنستے	وَ - اور
اِذَا - جب	مَرُّوْا - گزرتے ہیں وہ	بِهِمْ - ان کے پاس سے تو	يَتَغَامَزُوْنَ - اشارہ کرتے
وَ - اور	اِذَا - جب	انْقَلَبُوْا - پھرتے	اِلٰى - طرف
اَهْلِهِمُ - اپنے گھر والوں کی	انْقَلَبُوْا - پھرتے ہیں	فَكِهِيْنَ - خوش ہوکر	وَ - اور
اِذَا - جب	رَاَوْ - دیکھتے ہیں	هُمْ - ان کو	قَالُوْٓا - کہتے ہیں
اِنَّ - بے شک	هٰٓؤُلَآءِ - یہ لوگ	لَضَآلُّوْنَ - گمراہ ہیں	وَ - اور
مَا - نہ	اُرْسِلُوْا - بھیجے گئے	عَلَيْهِمْ - ان پر	حٰفِظِيْنَ - نگران
فَالْيَوْمَ - تو آج	الَّذِيْنَ - وہ جو	اٰمَنُوْا - مومن ہیں	مِنَ الْكُفَّارِ - کفار سے
يَضْحَكُوْنَ - ہنسیں گے	عَلَى - اوپر	الْاَرَآئِكِ - تختوں کے	يَنْظُرُوْنَ - دیکھتے ہوں گے
هَلْ - کیا	ثُوِّبَ - بدلہ دیے گئے	الْكُفَّارُ - کافر	مَا - جو
كَانُوْا - تھے وہ	يَفْعَلُوْنَ - کرتے		

سورت التطفیف

اس سورۂ مبارکہ کو سورۃ المطففین بھی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔ عبداللہ ابن مسعود اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مکی ہے جب کہ حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے اور سدی رحمہ اللہ کا بھی یہ قول ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کی کنیت ابا جہینہ تھی اس کے پاس دو پیمانے تھے وہ پورے پیمانے خرید تا یا لیتا تھا اور ناقص پیمانے سے بیچتا یا دیتا تھا تو یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایات منقول ہیں تو ان میں سے ابن الضریس رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مکی سورتوں کے آخر میں جو سورت اتری وہ سورۃ المطففین ہے۔ ابن

Marfat.com

مرذویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے ان سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے اول نازل ہوئی وہ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ہے اور اس کی اس روایت سے تائید ہوتی ہے جسے نسائی، ابن ماجہ، بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ دیگر اصحاب نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ ناپ تول میں بہت ہی کمی کرتے تھے تو اللہ نے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ نازل فرمائی قاحسنوا الکیل تو اس کے بعد انہوں نے اپنا ناپ تول خوب درست کرلیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے اور قتادہ رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے ان آٹھ آیتوں کے جو سورت کے آخر میں ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا الخ اور ایک قول ہے کہ سوائے ابتدائی سات آیات کے یہ سورت مدنی ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی اور نہ ہی مکی ہے اور نہ ہی مدنی ہے اور یہ دونوں کے درمیان واسطہ ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل مدینہ کی اصلاح فرمادے پیشتر اس کے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوں اس کی آیات چھتیس ہیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس سورت اور اس سے پہلی سورت میں مناسبت یہ ہے کہ اس میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے سعداء اور اشقیاء کے ذکر سے قبل یوم الجزاء کا ذکر کیا ہے اور اس کی فخامت (عظمت وہیبت) کا بیان ہے اور اس سورت میں بعض نافرمانوں کی بدعملیوں پر وعید کی ہے جو ان سے صادر ہوئیں جیسے ناپ تول میں کمی اور یونہی مذکور مکذبین اور اشقیاء کے حال کی تشریح ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک ان سورتوں میں احوال قیامت کا ذکر بالترتیب ہے سورت الانفطار کے آخر میں موقف اور کراماً کاتبین، اہل نعیم وجحیم کا تذکرہ ہے اور اس سورت میں اس کے قیام کی مناسبت اس آیت سے واضح ہے يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور اس کے بعد اہل نعیم واہل جحیم کے ٹھکانوں وغیرہ کی تفصیل ہے جو وحدت مناسبت مضمون پر دلالت کر رہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ التطفیف۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کردیں کم کردیں۔ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔ ایک عظمت والے دن کے لیے جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔

ویل کے بارے میں مختلف اقوال یہ ہیں:

(۱) الویل شدۃ الشر۔ ویل کا مطلب سخت خرابی۔

(۲) الحزن والهلاک پریشانی اور ہلاکت۔

(۳) العذاب الالیم دردناک عذاب۔

(۴) انہ واد فی جهنم ویل جہنم میں ایک وادی ہے۔

Marfat.com

(۵) انه جبل فی جهنم ویل جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔

(۶) ویل جہنم کا ایک کنواں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ویل ہے یعنی خرابی وہلاکت ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تطفیف کے معنی ہیں البخس فی الکیل والوزن ماپ تول میں گھٹانا۔

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں۔

صفة مخصصة للمطففين الذين نزلت فيهم الآية او صفة كاشفة لحالهم۔ الَّذِيْنَ موصولہ ہے یعنی وہ تولنے والے۔ جن کے بارے میں آیت اتری ان کی خصوصی صفت یہ ہے یا یہ صفت کہ جب دوسروں سے ماپ لیں تو پورا پورا لیں ان کی کیفیت حالت کو کھولنے والی ہے۔ ای اذا اخذوا من الناس ما اخذوا بحكم الشراء ونحوه كيلا ياخذونه وافيا وافرا یعنی جب دوسرے لوگوں سے لیں جیسا کہ خرید وفروخت کے ضابطہ وغیرہ کا مقتضیٰ ہے تو ان سے پورا پورا اور زیادہ تول لیں اور وصول کریں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں۔

ای اذا كالوا لهم او وزنوا لهم للبيع ينقصون یعنی جب لوگوں کو ناپ تول کر دیں تو گھٹائیں۔ يُخْسِرُوْنَ کے معنی ہیں خسر الوزن وزن کا کم کر دینا اور ماپ تول میں کمی بیشی کرنا ہی تطفیف ہے اور یہی موجب عذاب ہے جس پر ویل کی وعید ہے۔ یہ مطففین کی دوسری صفت وحالت ہے۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔

ای الا يظن اولئک الموصوفون بذلک الوصف الشنيع الهائل انهم مبعوثون۔ یعنی کیا وہ لوگ جو بری اور برباد وہلاک کرنے والی صفت وحالت کے ساتھ متصف ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ نہ اٹھائے جائیں گے۔ استفہام انکاری ہے اور استیناف کلام وارد ہے اور مطففین کی حالت پر تعجیب اور زجر ہے کہ اگر وہ یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے روز باز پرس ہوگی تو وہ تطفیف کا ارتکاب نہ کرتے۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ ایک عظمت والے دن کے لیے۔

عَظِيْمٍ (بڑائی عظمت) يَوْمٍ (دن) کی صفت ہے اور لام تعلیل کا ہے جس کا مطلب ہے ای لحساب یعنی حساب کے لیے مراد روز قیامت ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

ای لحکمه تعالیٰ وقضائه عزوجل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ کے لیے یوم عظیم سے بدل ہے یعنی جب لوگ موقف میں ہوں گے۔ اور يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا مطلب ہے روز قیامت قبروں سے اٹھیں گے اور پیشی ہوگی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز لوگ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حشر کے روز لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ زمین کے اندر ستر گز (ہاتھ) تک پہنچے گا اور کانوں تک پسینہ کی لگام ہوگی۔ یہ حالت کفار کی ہوگی۔ لیکن مومن

اس حال میں مبتلا نہ ہوں گے ان کے لیے یہ طویل دن نماز عصر سے نماز مغرب کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا اور وہ ابر کے سایہ تلے سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور اہل ایمان نہ ہی بے پردہ ہوں گے اور نہ ہی سورج کی گرمی سے متاثر ہوں گے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ کسی خرید و فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: **اتق الله تعالىٰ واوف الكيل فان المطففين يوقفون يوم القيامة لعظمة الرحمن حتى ان العرق ليلجمهم**۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پورا پورا تولو بے شک کم ناپ تول کرنے والے قیامت کے روز حساب طلبی کے لیے عزت و عظمت والے پروردگار کے حضور پیشی کے لیے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ انہیں لگام دے گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا صفت ربوبیت سے ذکر فرمانا لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ تطفیف (کم ناپ تول) بہت بڑا گناہ اور ہلاکت آفرین برائی ہے اور عدل کے قانون سے کھلا محاربہ ہے کہ جس کے ساتھ زمین و آسمان قائم ہیں۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣

بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گناہ گار۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔

كَلَّآ بے شک۔ **ردع عما كانوا عليه من التطفيف والغفلة من البعث والحساب**۔ کم ناپ تول کرنے والوں اور بعثت و حساب کی فکر سے غافلوں کے لیے تنبیہ اور باز داشت ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ پچھلے آنے والے کلام کا ابتدائیہ اور رابطہ ہے اور حقاً کے معنوں میں ہے یعنی جو کچھ اس سے آگے کہا جا رہا ہے وہ بلاشبہ حق ہے۔

اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔ یہ حرف ردع كَلَّآ کی تعلیل ہے۔ اور کتاب بمعنی مکتوب ہے **اى ما يكتب من اعمال الفجار لفي سجين** یعنی جو کچھ برے اعمال میں سے لکھا گیا ہے وہ تحریر یا اعمالنامے وہ سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور ایک قول ہے کہ کتاب مصدر ہے اور الکتابت (تحریر) کے معنوں میں ہے (یعنی نوشتے) اور فجار سے مراد یہاں کفار ہیں جیسا کہ ابوحیان رحمہ اللہ سے منقول ہے لیکن اکثر کے نزدیک مراد مطففین (کم ناپ تول کرنے والے) ہیں اگر عمومی معنی فسق یعنی برائیوں کے مرتکب کے ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک جگہ ہے جو ابلیس اور اس کے لشکروں کا ٹھکانہ ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔

استفہام سجین کی ہیبت و ہولناکی کے اظہار کے لیے ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سجین کو نہ تم جانتے ہو اور نہ ہی تمہاری قوم۔ سِجِّيْنٌ سِجْنٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سخت قید و بند۔ قاموس میں ہے کہ سجین اس جگہ کا نام ہے جہاں

Marfat.com

کفار کے اعمال نامہ کی کتاب ہے۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کافروں کی روحوں کا مقام سجین ہے۔ بغوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سجین سات زمینوں کے نیچے ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ ساتویں زمین کے نیچے ایک سبز پتھر ہے اس کے نیچے کفار کے اعمال نامے کی کتاب رکھی ہوئی ہے اس جگہ کو سجین کہتے ہیں۔ بغوی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ سجین جہنم میں ہے اور جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

یا تو یہ كِتٰبَ الْفُجَّارِ کی توضیح ہے یا سِجِّيْنٌ کی تشریح ہے۔ ابن عباس اور ضحاک علیہم الرضوان کا قول ہے مرقوم مختوم بلغة حمير کہ یمن کے قبائل حمیر کی لغت میں مرقوم کے معنی مہر زدہ۔ واضح مفہوم یہ ہے ای مثبت کالرقم مہر کی مانند ثبت تحریر ہے لایبلی ولا یمحی جو نہ مٹ سکتی ہے اور نہ بدل سکتی ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ سِجِّيْنٌ کی تشریح ہے اس لیے کہ کتاب سخت قید و بند سِجِّيْنٌ کی علت وسبب ہے اور جملہ اصل میں یوں ہے: ما کتاب سجین اور اس میں کتاب کا لفظ محذوف ہے لیکن معنی دے رہا ہے کہ وہ کتاب سجین كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

یہ قول باری تعالیٰ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ سے متصل ہے یعنی اس روز حق کو جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪ جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ مکذبین کی صفت ذمیمہ ہے یا پھر مکذبین سے بدل ہے اور ان کی مذمت ہے یعنی وہ لوگ جو روز جزاء کے منکر ہیں ان کے لیے اس روز ویل (ہلاکت ہے)۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر سرکش گنہ گار۔

ای وما یکذب بیوم الدین الا کل متجاوز حدود النظر والاعتبار غال فی التقلید حتی جعل قدرة الله تعالیٰ قاصرة عن الاعادة یعنی انصاف کے دن کو نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو نظری حدود سے گزرنے والا اور اپنے بڑوں کی کورانہ تقلید و پیروی میں غلو کرنے والا ہو یہاں تک کہ حقائق نظری کے مشاہدہ کے باوصف حق سبحانہ وتعالیٰ کو دوبارہ زندہ اٹھانے پر قادر نہ جانے اور انکار و سرکشی میں حدوں کو پھلانگ جائے، مُعْتَدٍ سے یہی مراد ہے اور اَثِيْمٍ کے معنی ہیں ای کثیر الآثام منهمک فی الشهوات المخدجة الفانية یعنی بکثرت بدی وگناہ کا ارتکاب کرنے والے جو ان فنا ہونے والی خواہشات نفسانیہ میں ڈوبا ہوا ہو جن کی کبھی تکمیل نہ ہو اور اس میں قبول خیر کی رغبت ہی مفقود ہو جائے اور وہ انکار پر اتر آئے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں، کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا الناطقة بذلك یعنی قرآن حکیم کی آیات جو حقیقت کا بیان ہیں۔

قَالَ من فرط جهله واعراضه عن الحق الذی لا محید عنه تو اپنی انتہائی جہالت اور دیدہ دانستہ ہٹ دھرمی اور حق سے انتہائی روگردانی کی وجہ سے کہتا ہے۔

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

ای هی حکایات الاولین یعنی پچھلے لوگوں کی کہانیاں۔ قاموس میں ہے: أَسَاطِيرُ جمع اسطر کی ہے جس کے معنی ہیں بے ربط باتیں یا گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں یا قصے۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری جب کہ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری جو معاندین حق کا سرغنہ تھا۔ اور اسے مخالفت حق نے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ کوئی دلیل اسے قائل نہ کر سکتی۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾

کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

كَلَّا کوئی نہیں۔

ردع للمعتدی الاثیم عن ذلک القول الباطل و تکذیب له فیه۔

حد سے بڑھنے والے سخت گناہ کار کے لیے باز داشت ہے ان کے اس قول سے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں اور یہ قیامت کے دن کو سچا نہیں جانتے اور جھٹلاتے ہیں۔

بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں نے۔

رَانَ کے معنی ہیں زنگ یا کسی چیز کا غالب ہو جانا یا غلبہ کے ہیں اہل عرب بولتے ہیں ران فیه النوم ای رسخ فیه اس میں نیند غالب آ گئی یعنی اس میں چھا گئی۔ یا کہتے ہیں رانت الخمر علی عقل شاربها ای غلبت وان الغشی علی عقل المریض ای غلب شراب نوش کی عقل پر شراب چڑھ گئی۔ ابوزید رحمہ اللہ کا قول ہے یقال رین بالرجل یران به رینا اذا وقع فیما لا یستطیع منه الخروج کسی آدمی کے ساتھ رین بول کر مراد یہ ہوتا ہے کہ اس پر یوں زنگ غالب آ گیا کہ اب اس میں سے نکلنے (رہائی) کی اس میں استطاعت نہیں۔ اور اس سے مراد گناہوں کی غالب محبت ہوتی ہے جس طرح شیشے پر سیاہی یا زنگ غالب آ جاتا ہے کہ بدون صیقل کے وہ اجلا ہی نہیں ہوتا۔ احمد، ترمذی، حاکم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انّ العبد اذا اذنب ذنبا نقطت فی قلبه نقطة سوداء فان تاب و نزع واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذلک الران الذی ذکر الله تعالیٰ فی القرآن كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ بلاشبہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے (گناہ کے کاموں سے الگ ہو جاتا ہے) اور بخشش کی التجا کرتا ہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا بلکہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھ کر پورے دل کو ڈھانپ لیتا ہے (جس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے) تو یہی وہ رین ہے (زنگ ہے) جس کا حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیت كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم الخ میں ذکر فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے ای غلب علیها ما استمر علی اکتسابه من الکفر والمعاصی حتی صار کالصدا فی المرآۃ۔ یہ کفر و معاصی (بداعمالیاں) کی سیاہی ان لوگوں کے دلوں پر اس طرح غالب آ گئی کہ وہ زنگ آلود یا اندھے شیشے کی مانند ہو گئی۔

يَكْسِبُونَ سے مراد کفار مکذبین کی بداعمالیاں اور سرکشی ہے۔

Marfat.com

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

كَلَّآ ہاں ہاں، ردع و زجر عن الكسب الرائن او بمعنى حقا زنگ چڑھانے والے گناہوں کے کرنے پر انتباہ اور سرزنش ہے یا یہ حرف ردع حقاً کے معنوں میں ہے مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لا یصدقون وہ تصدیق نہیں کرتے۔

اِنَّهُمْ بے شک وہ۔

ای هؤلاء المكذبين یعنی یہ جھٹلانے والے کفار وفساق۔

عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

لايرونه سبحانه وهو عزوجل حاضر ناظر لهم بخلاف المومنين فالحجاب مجاز عن عدم الرؤية لان المحجوب لايرى ما حجب او الحجب المنع والكلام على حذف مضاف اى عن رؤية ربهم لممنوعون فلايرونه سجانه۔ وہ جھٹلانے والے کفار وفساق اس روز یعنی قیامت کے دن حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ دیکھیں گے حالانکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے لیے حاضر و ناظر ہوگا۔ برعکس اہل ایمان کے کہ وہ دیدار باری سے مشرف ہوں گے اور عدم رویت (محرومی دیدار) سے مجاز ہے کیونکہ محجوب اسے نہیں دیکھتا جو حجاب میں ہو یا پھر حجاب مانع ہوگا اور کلام میں مضاف حذف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ رویت باری سے ضرور روک دیے جائیں گے تو وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ دیکھیں گے جس طرح دنیا میں واضح اور روشن دلائل توحید کے باوصف توحید پر ایمان سے محروم رہے۔ ایک قول ہے کہ ان کے کفر و معاصی حجاب بن جائیں گے اور وہ اسی وجہ سے محروم دیدار ہوں گے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لما حجب سبحانه قوما بالسخط دل على ان قوما يرونه بالرضا جب وہ قوم حق سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے ساتھ کفر وسرکشی کی وجہ سے دیدار باری سے محروم ہوگی تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ جس قوم سے حق سبحانہ وتعالیٰ راضی ہوگا وہ ضرور دیدار سے مشرف ہوگی۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ رحمت باری سے محروم ہوں گے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے، پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے۔

ای داخلون فيها یعنی محرومی دیدار کے بعد وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا۔

لهم تقريعا و توبيخا من جهة الخزنة او اهل الجنة۔ کفار کے لیے زجر وتوبیخ اور تہدید کے طور ارشاد ہے اور جہنم کے داروغے یا اہل جنت ان سے کہیں گے کہ یہی وہ عذاب جس کے تم دنیاوی زندگی میں منکر تھے۔

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

فذوقوا عذابه تو اس عذاب کو چکھو۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

کَلَّآ ہاں ہاں۔

ردع عن التکذیب تکذیب کرنے والوں کے لیے باز داشت اور تہدید ہے۔

اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ؀ بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔

فراء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عِلِّيِّيْنَ اسم ظرف مکان ہے جب کہ بعض کا قول ہے کہ یہ علو سے مشتق ہے اور صیغہ جمع ہے عَلِیٌّ سے بروزن فعیل جیسے سجین سجن سے۔ عِلِّيِّيْنَ سے مراد سچے مومنین کے اعمال نامے یا ان کے اعمال کی تحریر و نوشتہ۔

ابوداؤد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے عِلِّيِّيْنَ سبز رنگ کے زمرد کی ایک لوح ہے جو عرش کے نیچے رکھی ہے۔ ایک قول ہے کہ عِلِّيِّيْنَ ایک نوشتہ ہے جس میں انسانوں اور جنوں کے اعمال مکتوب و مندرج ہوتے ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عِلِّيِّيْنَ سے مراد سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ ایک قول ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجات میں سے ایک ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے عرش کے دائیں پایہ کے نزدیک ہے کہ ملائکہ مقربین اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؀ اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے۔

استفہام اظہار عظمت کے لیے ہے یعنی علیین بڑا ہی عظمت والا مقام ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؀ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

ای موضع کتاب یعنی جہاں وہ نوشتہ ہے یا پھر یہ علیین کی صفت ہے اور مرقوم بمعنی مختوم (مہر زدہ) ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؀ کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

یہ کتاب (لکھت) کی دوسری صفت ہے ای **یحضرونہ علی أن یشھد من الشھود بمعنی الحضور وحضورہ کنایۃ عن حفظہ فی الخارج او یشھدون بما فیہ یوم القیامۃ والمراد بالمقربین الملائکۃ علیھم السلام۔**

یعنی وہاں حاضر ہوتے ہیں کیونکہ یشھد شھود سے حضور (موجود ہونے یا زیارت کرنے) کے معنوں میں ہے حضور (حاضری) سے کنایہ، خارج میں اس کی حفاظت و نگہبانی سے ہے یا یہ مراد ہے کہ روز قیامت اس کا مشاہدہ کریں گے جو اس میں (علیین کتاب) میں ہے اور مقربین سے مراد فرشتے علیہم السلام ہیں۔ ایک قول ہے کہ مقربین سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور سابقون اولون بھی ہیں کہ یہ سب وہاں ہوں گے کہ شہداء کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آجاتی ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ارواح چار حال پر ہیں: (۱) انبیاء و رسل کی ارواح بدن سے نکل کر مشکی اور کافوری صورتوں میں متشکل ہوتی ہیں اور جنت میں عیش و تنعم کے مزے لوٹتی ہیں اور پھر عرش کے پاس قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں اور (۲) شہداء کی ارواح بدنوں سے نکل کر سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہ کر جنت میں کھاتی پیتی اور عرش سے

Marfat.com

آویزاں قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں اور (۳) صالحین کی ارواح جنت میں روک لی جاتی ہیں لیکن وہ جنت کی نعمتوں سے محظوظ نہیں ہوتیں اور (۴) گناہ گار مومنین کی ارواح زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں مقید ہوتی ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔ تختوں پر دیکھتے ہیں۔ تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے گا نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔ اس کی مہر مشک کی ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ ہے جس سے مقربین بارگاہ پیتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

جملہ مستانفہ ہے اور ابرار کی کتاب کے حال اور ان کے محاسن کے بیان کا آغاز ہے۔ ای انهم لفی نعیم عظیم یعنی بلاشبہ وہ ضرور بہت بڑی نعمتوں سے مشرف ہوں گے۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تختوں پر دیکھتے ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ ای علی الاسرة فی الحجال یعنی باپردہ چارپائیوں پر نشستہ ہوں گے۔

یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ دیکھتے ہیں۔ ای الی ما شاءوا من رغائب مناظر الجنة۔ یعنی جنت کے لبھانے والے مرغوب و دلکش مناظر میں سے جس کا چاہیں گے نظارہ کریں گے۔ ایک قول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے عطا کردہ اعزاز و اکرام اور نعمتوں کا نظارہ کریں گے۔ یہ ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد علیہم الرضوان سے منقول ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے الی اهل النار اعدائهم کہ اپنے دشمنوں پر دوزخ میں عذاب کا منظر دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ جنتی باہم ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور دوستوں کو دوستوں سے کوئی حجاب نہ ہوگا۔ ایک قول ہے کہ نظر عدم نوم (نیند کے نہ ہونے) سے کنایہ ہے کہ جنت میں نہ سوئیں گے۔ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ اور بہت ہی خوب ہے دیدار باری سے محظوظ ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾ تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے گا۔

ای بهجة النعیم یعنی نعمتوں کی رونقوں کی وجہ سے ان کے چہرے چمکتے دمکتے ہوں گے اور قلبی مسرت ان کے چہروں سے واضح ہوگی۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے تازگی کا اثر چہرے پر ہوتا ہے اور فرحت و سرور کا اثر دل میں ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت کی خوشی ظاہر ہوگی۔

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ نتھری شراب پلائے جائیں گے۔

قال الاخفش و الزجاج الشراب الذی لا غش فیه۔ اخفش اور زجاج رحمہما اللہ کا قول ہے کہ پاکیزہ شراب جس میں نہ خمار ہو (نشہ) اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔ خلیل رحمہ اللہ کا قول ہے هو احود الخمر وہ اعلیٰ ترین ستھری سفید شراب ہے۔ وقیل ان الرحیق یمزج بالکافور و یختم مزاجه بالمسک اور ایک قول ہے کہ رحیق سے مراد ہے کافور کی ملونی والی شراب اور جس کا آخری مزہ مشکی ہوگا۔

Marfat.com

مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔

ای مختوم اوانیه و اکوابه شراب کی صراحیاں اور کوزے مہر زدہ ہوں گے اور ابرار ہی ان کی مہر توڑیں گے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ط اس کی مہر مشک کی ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے ان طین الجنة مسک معجون بلاشبہ جنت کی مٹی مشک کی طرح ہے یا مشک ملی ہوئی (مشکی ہے) والظاهران الختام ما يختم به اور ظاہر ہے کہ مہر سے مراد ہے کہ جس کے ساتھ مہر کی گئی ہوگی یعنی مشکی مہر لگی ہوگی۔ واظهار الكرامة شاربه اور یہ مشکی مہر پینے والوں کے اعزاز و اکرام کے اظہار کے لیے ہوگی کہ بڑی ہی پاکیزہ اور نفیس ہے اور غبار و مکھی یا ملاوٹ سے قطعاً پاک ہے۔

وَفِيْ ذٰلِكَ اور اسی پر چاہیے۔

اشارة الى الرحيق یعنی یہ نتھری صاف ستھری کافور ملی شراب جس کا آخری چسکا مشکی ہوگا۔

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ کہ للچائیں للچانے والے۔

وليرغب فيه اور چاہیے کہ اس میں رغبت کریں ای الراغبون فی المبادرة الى طاعة الله تعالىٰ یعنی رغبت کرنے والے لوگ حق سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں خوب کوشش کریں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس شراب کے حصول کے لیے رغبت کرنے والے خوب حرص کریں، ظاہر ہے کہ حرص نعیم آخرت کے لیے ہے نہ کہ دنیاوی لذات کے لیے لہٰذا یہ طلب اور حرص آخرت ابرار کی خصوصیت ہے کہ اللہ کو وہ پسند ہیں اور اس کریم و رحیم نے ان کے لیے ان نعمتوں کا تذکرہ اپنی پسند ہی کے لیے فرمایا ہے اور ابرار اس کی پسند ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ کلام حرف شرط کی تقدیر پر ہے اور فاء اس کے جواب میں واقع ہے جس سے مقصود نعیم جنت کی طرف رغبت دلانا ہے تاکہ اہل طاعت برائیوں سے بچنے میں خوب سعی کریں۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ پر عطف ہے اور رَّحِيْقٍ کی دوسری صفت ہے۔ ابن مسعود اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عين من عدن بالتسنيم ہے۔ جس کا مفہوم بلندی یا اونچائی ہے سنام کے معنی اونچی چیز کے ہیں اونٹ کے کوہان کو بھی سنام کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: لان شرابها ارفع شراب فى الجنة کہ بلاشبہ یہ جنت کی تمام شرابوں میں اعلیٰ و ارفع ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول لانها تأتيهم من فوق کہ یہ اہل جنت پر اوپر سے برسائی جائے گی جس سے اہل جنت کے جام حسب طلب بھر جائیں گے۔

عَيْنًا وہ چشمہ ہے۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے عَيْنًا، تَسْنِيْمٍ سے حال ہے اور ایک قول ہے کہ تَسْنِيْمٍ کی وضاحت ہے۔

يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ جس سے مقربین بارگاہ پئیں گے۔

ای يشرب منها یعنی اس میں سے پئیں گے ایک قول ہے: ای يشرب ملتذا بها یعنی اس کے پینے کے ساتھ لذت پائیں گے۔ ایک قول ہے: ای يشرب الرحيق ممتزجا بها یعنی نتھری ستھری پاک شراب پئیں گے جس کی ملونی تسنیم ہوگی۔ ابن مسعود، ابن عباس، حسن اور ابو صالح علیہم الرضوان کا قول ہے: يشرب بها المقربون صرفا و

Marfat.com

تمزج للابرار مقربین اس شراب کو خالص پئیں گے جب کہ ابرار کے لیے ملونی والی ہوگی۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے۔ ان الابرار هم اصحاب اليمين و ان المقربين هم السابقون۔ بلاشبہ دائیں طرف والے ہی ابرار ہیں اور مقربین وہ ہیں جو اسلام میں سبقت کرنے والے یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ مراد وہ لوگ ہیں جو کمالات نبوت کے حامل ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾

بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا بے شک مجرم لوگ۔

حكايه لبعض قبائح مشركى قريش ابى جهل والوليد بن المغيرة والعاص بن وائل و أشياعهم مشرکین مکہ کی بے ہودگیوں کی حکایت کے طور پر مثل ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور دوسرے سرکردہ سرداراں کفار قریش جو اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے تھے۔

كَانُوْا تھے۔ اى فى الدنيا كما قال قتادة یعنی مذکورہ صنادید قریش دنیاوی زندگی میں مذاق اڑاتے تھے جیسا کہ قتادہ کا قول ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

كانوا يستهزءون بفقرائهم كعمار و صهيب وخباب و بلال وغيرهم من الفقراء مذکور کفار اہل ایمان کے فقراء مثل عمار، صہیب، خباب، بلال اور ان کے علاوہ غرباء مومنین علیہم الرضوان پر پھبتی کسا کرتے تھے اور ان پر ہنسا کرتے تھے۔ بحر میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اہل ایمان کی ایک جماعت کے ہمراہ کفار مکہ کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کا تمسخر اڑایا اور ان کی تحقیر و تذلیل کی تو یہ آیت اتری، جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابھی رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾

اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

وَاِذَا مَرُّوْا اور جب وہ گزرتے۔

اى المومنين یعنی ایمان والے۔

بِهِمْ ان پر سے۔

اى بالذين اجرموا وهم فى انديتهم یعنی جب ایمان والے کافروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ان کی مخالفت میں بطریق طعن یہ حرکات کرتے۔

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ تو یہ ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

اى يغمز بعضهم بعضا ويشيرون باعينهم استهزاء بالمومنين۔

یعنی مسلمانوں کو دیکھ کر ان کفار میں سے بعض اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ آنکھوں آنکھوں میں اور ابرو سے اشارے

Marfat.com

کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝۳۱

اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اور جب پلٹتے۔

ای المجرمون ورجعوا من مجالسهم۔ یعنی مجرمین (کفار) جب اپنی مجلسوں سے واپس ہوتے۔

اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝۳۱ اپنے گھروں کو خوشیاں کرتے پلٹتے۔

ای ملتذین باستخفافهم بالمومنین۔ یعنی مومنوں کو برا کہہ کر، ان کا مذاق اڑا کر، ان کے حق میں بے ہودہ گوئی کر کے خوشی ولذت پاتے ہوئے گھروں کو لوٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝۳۲

اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جب انہیں دیکھتے۔

واذا راوا المومنین اینما کانوا۔ اور جب وہ کفار اہل ایمان کو جہاں کہیں دیکھتے۔

قَالُوْۤا وہ کہتے ای الکفار یعنی کفار کہتے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝۳۲ بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

یعنون جنس المومنین مطلقا لا خصوص المرئیین منهم مراد اہل ایمان مطلقاً ہیں خاص طور پر ان میں سے وہ لوگ مراد نہیں جنہیں کفار دیکھتے تھے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ (مومنین) اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر بہک گئے ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر لذات دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے طلبگار بن گئے ہیں۔

وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝۳۳

اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

قَالُوْۤا کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ ای قالوا ذلک والحال انهم ما ارسلوا من جهة الله تعالیٰ علی المومنین موکلین بهم یحفظون علیهم احوالهم یعنی کفار کا یہ کہنا کہ "یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں" اور حالت یہ ہے کہ یہ لوگ (کفار) اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین پر موکل بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کے اعمال کی نگرانی کریں یا ان پر گرفت کریں بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنی اصلاح کرتے مگر وہ تو دوسروں کا تمسخر اڑاتے ہیں جو فضول و بے ہودہ بات ہے اور کوئی ذی شعور اس کی تائید نہیں کر سکتا۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝۳۴

تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تو آج ایمان والے۔

یوم سے مراد روز قیامت اور جب مومن جنت میں ہوں گے۔ ای المعهودون من الفقراء یعنی فقراء مسلمانوں

Marfat.com

میں سے جن سے نعمائے جنت کا وعدہ ہے مثل عمار و خباب و صہیب و بلال رضی اللہ عنہم اور یونہی دیگر مومنین۔

مِنَ الْكُفَّارِ کافروں سے۔

ای من لمعهودین یعنی وہ کفار قریش میں سے جن کو عذاب جہنم کی وعید ہے مثل ابو جہل ولید کے اور یونہی دیگر کفار بھی۔

يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ ہنستے ہیں۔

حین یرونھم اذلاء مغلولین جب انہیں (کفار کو) دوزخ میں ذلیل و رسوا اور زنجیروں میں بندھا دیکھیں گے تو مومن بھی اسی طرح ان کا تمسخر اڑائیں گے جس طرح کفار دنیاوی زندگی میں مومنوں کا تمسخر اڑاتے تھے۔ امام بیہقی نے حسن رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنین کا تمسخر اڑانے والوں میں سے بعض کے لیے جنت کا کوئی دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آجاؤ تو وہ دوزخ کے عذاب کے بارے ہوئے جب دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا اور ایسا بار بار ہوگا تو یہ ہوگا وہ استہزاء جو مومنین کی طرف سے کفار کے لیے ہوگا۔

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿۳۵﴾ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔

ای یضحکون ناظرین الیھم والی ماھم من سوء لحال یضحکون کے فاعل کا حال ہے یعنی اہل ایمان اپنی مسہریوں پر بیٹھے ہوئے جہنم کے اندر کفار کی ذلت و رسوائی اور شدت عذاب کی حالت کو دیکھتے ہوں گے اور ان پر ہنستے ہوں گے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ کیوں کچھ بدلا ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔

بحر میں ہے استفہام تقریری ہے اہل ایمان کے لیے اور معنی یہ ہیں قد جوزی الکفار ما کانو یفعلون بلاشبہ یہ بدلہ ہے کفار کے اس استہزاء کا جو دنیا میں کرتے تھے۔ اور یہاں ثواب بمعنی جزاء (بدلہ) ہے۔ ان ضحک المومنین منھم جزاء لضحکھم منھم فی الدنیا بلاشبہ مومنین کا ہنسنا کفار پر ان کے اس استہزاء استخفاف کا بدلہ ہے جو وہ اہل ایمان کے ساتھ دنیاوی زندگی میں کرتے رہے تھے۔

الحمد للہ آج سورۃ التطفیف کی تفسیر کا کام مکمل ہوا

۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ، ۲ جولائی ۱۹۹۴ء

سورة الانشقاق مکیه

اس سورت میں ایک رکوع، پچیس آیات، ایک سو سات کلمات اور چار سو تیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الانشقاق۔پ ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ — جب آسمان شق ہو۔

وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۲ — اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ — اور جب زمین دراز کی جائے۔

وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ۝۴ — اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔

وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۵ — اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ — اے آدمی! بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ — تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ — اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔

وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ — اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ — اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ — وہ عنقریب موت مانگے گا۔

وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ — اور بھڑکتی آگ میں جائے گا

اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ — بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ — وہ سمجھا کہ اسے پھرنا نہیں۔

بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵ — ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ — تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ ۝۱۷ — اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ — اور چاند کی جب پورا ہو۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ — ضرور تم منزل بمنزل چڑھو گے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ — تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے

وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱ — اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے۔

Marfat.com

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ — بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ — اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اپنے جی میں رکھتے ہیں۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ — تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ — مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حل لغات-سورۃ الانشقاق-پ ۳۰

اِذَا-جب	السَّمَآءُ-آسمان	انْشَقَّتْ-پھٹے	وَ-اور
اَذِنَتْ-کان رکھے	لِرَبِّهَا-اپنے رب کے لیے	وَ-اور	حُقَّتْ-اسی لائق ہے
وَ-اور	اِذَا-جب	الْاَرْضُ-زمین	مُدَّتْ-دراز ہو
وَ-اور	اَلْقَتْ-ڈالے	مَا-جو	فِيْهَا-اس میں ہے
وَ-اور	تَخَلَّتْ-خالی ہو جائے	وَ-اور	اَذِنَتْ-کان رکھے
لِرَبِّهَا-اپنے رب کے لیے	وَ-اور	حُقَّتْ-اسی لائق ہے	يٰٓاَيُّهَا-اے
الْاِنْسَانُ-انسان!	اِنَّكَ-بے شک تو	كَادِحٌ-محنت کرنے والا ہے	اِلٰى-طرف
رَبِّكَ-اپنے رب کی	كَدْحًا-محنت کرنا	فَمُلٰقِيْهِ-تو پھر تو ملنے والا ہے اس کو	
فَاَمَّا-پھر	مَنْ-جو	اُوْتِيَ-دیا گیا	كِتٰبَهٗ-اپنا نامۂ اعمال
بِيَمِيْنِهٖ-دائیں ہاتھ میں	فَسَوْفَ-تو جلدی	يُحَاسَبُ-حساب لیا جائے گا	حِسَابًا-حساب
يَّسِيْرًا-آسان	وَّ-اور	يَنْقَلِبُ-پھرے گا	اِلٰى-طرف
اَهْلِهٖ-اپنے گھر والوں کی	مَسْرُوْرًا-خوش ہو کر	وَ-اور	اَمَّا-پھر
مَنْ-جو	اُوْتِيَ-دیا گیا	كِتٰبَهٗ-اپنا نامۂ اعمال	وَرَآءَ-پیچھے
ظَهْرِ-پیٹھ	هٖ-اپنی کے	فَسَوْفَ-تو جلدی	يَدْعُوْا-پکارے گا
ثُبُوْرًا-موت کو	وَّ-اور	يَصْلٰى-داخل ہوگا	سَعِيْرًا-دوزخ میں
اِنَّهٗ-بے شک وہ	كَانَ-تھا	فِيْٓ-بیچ	اَهْلِهٖ-اپنے اہل کے
مَسْرُوْرًا-بڑا خوش	اِنَّهٗ-بے شک اس نے	ظَنَّ-خیال کیا	اَنْ-یہ کہ
لَّنْ-ہرگز نہ	يَّحُوْرَ-پلٹے گا	بَلٰٓى-کیوں نہیں	اِنَّ-بے شک
رَبَّهٗ-اس کا رب	كَانَ-تھا	بِهٖ-اس کو	بَصِيْرًا-دیکھنے والا
فَلَآ-میں	اُقْسِمُ-قسم کھاتا ہوں	بِالشَّفَقِ-شام کے اجالے کی	وَ-اور
الَّيْلِ-رات کی	وَ-اور	مَا-اس کی جو	وَسَقَ-اس میں جمع ہو
وَ-اور	الْقَمَرِ-چاند کی	اِذَا-جب	اتَّسَقَ-پورا ہو

Marfat.com

لَتَرۡکَبُنَّ۔تم ضرور چڑھوگے	طَبَقًا۔منزل	عَنۡ طَبَقٍ۔بمنزل	فَمَا۔تو کیا ہے
لَهُمۡ۔ان کو کہ	لَا۔نہیں	یُؤۡمِنُوۡنَ۔ایمان لاتے	وَ۔اور
اِذَا۔جب	قُرِئَ۔پڑھا جاتا ہے	عَلَیۡهِمُ۔ان پر	الۡقُرۡاٰنُ۔قرآن
لَا۔تو نہیں	یَسۡجُدُوۡنَ۔سجدہ کرتے	بَلِ۔بلکہ	الَّذِیۡنَ۔وہ جو
کَفَرُوۡا۔کافر ہیں	یُکَذِّبُوۡنَ۔جھٹلاتے ہیں	وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ
اَعۡلَمُ۔خوب جانتا ہے	بِمَا۔جو وہ	یُوۡعُوۡنَ۔دل میں رکھتے ہیں	فَبَشِّرۡ۔تو بشارت دو
هُمۡ۔ان کو	بِعَذَابٍ۔عذاب	اَلِیۡمٍ۔دردناک کی	اِلَّا۔مگر
الَّذِیۡنَ۔وہ جو	اٰمَنُوۡا۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔کام کیے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	لَهُمۡ۔ان کے لیے	اَجۡرٌ۔اجر ہے	غَیۡرُ۔نہ
مَمۡنُوۡنٍ۔ختم ہونے والا			

سورۃ الانشقاق

سورۃ الانشقاق بلا اختلاف مکی ہے اور اس کی (۲۵) پچیس آیات ہیں اسے سورۃ انشقت بھی کہتے ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت کے بارے میں ہم سیوطی رحمہ اللہ کا قول پیچھے نقل کر آئے ہیں۔اور بعض کا قول ہے کہ تین سورتوں الانفطار، المطففین اور الانشقاق میں باہمی ربط و تعلق یہ ہے کہ الانفطار میں کاتبین کی حفاظت وضبط کی تعریف ہے جب کہ المطففین میں ان کی کتاب کا حال واقرار ہے اور اس سورت میں روز قیامت ان نوشتوں کی پیشی کا ذکر ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الانشقاق۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾
وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

جب آسمان شق ہو اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے اور جب زمین دراز کی جائے۔اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ جب آسمان شق ہو۔

ای بالغمام کما روی عن ابن عباس وذهب الیه الفراء والزجاج کما فی البحر ویشهد له قوله تعالیٰ وَیَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ فالقرآن یفسر بعضه بعضا وقیل تنشق لهول یوم القیمة۔یعنی بادلوں سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور فراء اور زجاج رحمہما اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں جیسا کہ بحر میں ہے اور اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول سے شہادت ملتی یَوۡمَ تَشَقَّقُ الخ اور اس روز آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا اور قرآن حکیم کا بعض اپنے بعض کی خود تفسیر کرتا ہے اور ایک قول ہے کہ قیامت کے روز کی ہولناکی سے پھٹ جائے گا۔

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

Marfat.com

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا اور اپنے رب کا حکم سنے۔

ای انقادت لتاثیر قدرته عزوجل حین تعلقت ارادته سبحانه بانشقاقها۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ جب آسمان کے پھٹنے کا ارادہ فرمائیں گے تو آسمان اس سے متعلق حکم سنتے ہی اطاعت کرے گا۔ یعنی مشیت الٰہیہ کی اطاعت کرے گا اور اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

وَحُقَّتۡ ۝۲ اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

ای جعلت حقیقة بالاستماع یعنی حکم سننے کے ساتھ ہی حقیقۃً ایسا بن جائے گا (پھٹ جائے گا) اور ایک قول ہے وحق لها ان تنشق لشدة الهول اور اس کے لیے حق یہی ہے کہ قیامت کی ہولناکی کی شدت سے پھٹ جائے۔

وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۝۳ اور جب زمین دراز کی جائے۔

قال ضحاک بسطت باندکاک جبالها واکامها و تسویتها فصارت قاعا صفصفا لا تری فیها عوجا ولا امتا۔ ضحاک کا قول ہے کہ زمین پھیلا دی جائے گی کہ اس کے پہاڑ اور عمارتیں باقی نہ رہیں گے اور اسے برابر کر دیا جائے گا تو وہ اس طرح کی ہموار ہو جائے گی کہ تم اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھو گے۔ اور بعض کا قول ہے زیدت سعة اس کی وسعت بڑھادی جائے گی۔ حاکم نے جید سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمد الارض یوم القیامة مد الادیم ثم لایکون لابن ادم منها الاموضع قدمیه۔ قیامت کے روز زمین کو اس طرح پھیلا دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے پھر آدم کے بیٹے کے لیے اس میں صرف قدم ٹکانے کی جگہ ہوگی۔

وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَتَخَلَّتۡ ۝۴ اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے۔

وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے۔

ای رمت ما فی جوفها من الموتی والکنوز یعنی جو کچھ زمین کے پیٹ میں مردوں اور خزانوں وغیرہ سے ہے اسے باہر پھینک دے وَتَخَلَّتۡ ۝۴ اور خالی ہو جائے۔ ای وخلت عما فیها غایة الخلوحتی لم یبق فیها شیء من ذلک یعنی جو کچھ اس کے اندر ہے اسے نکال باہر کر دے یہاں تک کہ اس میں کوئی شے بھی باقی نہ رہے اور وہ بالکلیہ خالی ہو جائے۔

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ۝۵ اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

ای انقادت اذا ورد علیه امر الامر المطاع یعنی جب حکم کے چلانے والے حاکم کا حکم ہو تو سنتے ہی اطاعت بجا لائے اور زمین پر حق یہی ہے کہ حکم کی اطاعت کرے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ ۝۶

اے آدمی! بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اے آدمی! بے شک تجھے دوڑنا ہے۔

انسانوں کو عام خطاب ہے ای جاهد و مجد جدا فی عملک من خیر و شر یعنی اے انسان! اپنے اچھے اور برے اعمال میں سخت محنت اور کوشش کرنے والے کہ ان کے اثرات تجھ میں نمایاں ہو جائیں۔ والکدح جهد النفس فی العمل حتی یؤثر فیها اور کَدۡحٌ نفس کی کوشش بلیغ کا نام ہے یہاں تک وہ اس میں اثر آفرینی کرے۔

Marfat.com

اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا ضرور دوڑنا ہے اپنے رب کی طرف۔

ای طول حیاتک الی لقاء ربک ای الی الموت وما بعده یعنی اپنی مدت عمر سے اپنے پروردگار کی ملاقات تک یعنی موت تک اور جو کچھ اس کے بعد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے انسان! تو زندگانی کے خاتمہ تک اچھے اور برے کاموں میں سعی وکوشش کرتا رہتا ہے پھر تجھے اللہ عزوجل کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے یعنی مرنے کے بعد پھر اس وقت تو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا۔

فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ پھر اس سے ملنا۔

ای فملاقی جزائه تعالیٰ یعنی اللہ سے اپنے اعمال کی جزا پانے کے لیے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹

تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے۔

والمراد به المومنین۔ اور اس سے مراد مومنین کرام ہیں۔ اہل ایمان کو ان کے نوشتے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ بحر میں ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ گناہ گار مومنین کو اعمال نامہ دوزخ سے خروج پر دیا جائے گا یا پھر متقی وصالحین مومنین سے پہلے حساب کے لیے دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔

والحساب الیسیر السهل الذي لامناقشة فيه اور حساب کے آسان ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسا سہل کہ اس میں مناقشت (پوچھ گچھ) نہ ہو۔ اور نبی اکرم ﷺ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ بخاری ومسلم، ترمذی اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس احد یحا سب الا هلک کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ اس کا حساب نہ ہوا مگر وہ ہلاک ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اللہ مجھے حضور کے صدقے کرے کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے تو وہ جو اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ذلک العرض یعرضون ومن نوقش الحساب هلک۔ یہ ایک پیشی ہوگی اور جس سے پوچھ گچھ میں مناقشہ ہوا ہلاک ہوگیا۔ امام احمد، عبد بن حمید، ابن مردویہ نے روایت کی جس کو حاکم رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بعض نمازوں (دعاؤں) میں کہتے ہوئے سنا اللهم حاسبنی حسابا یسیرا اے پروردگار! میرا آسان حساب لینا۔ پھر جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: ما الحساب الیسیر آسان حساب کیا ہے ارشاد فرمایا: ان ینظر فی کتابه فیتجاوز له عنه صرف اس کے نوشتے میں نظر ڈال کر چھوڑ دیا جانا۔

وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

ای عشیرته المومنین مبتهجا بحاله قائلا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ یعنی اپنے مومن اعزہ واقرباء کے پاس اپنی حالت پر مسرور شادمان ہوتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ یہ لو میرے اعمال نامے کو پڑھو۔ وقیل ای فریق المومنین

Marfat.com

مطلقاً ایک قول ہے یعنی مطلقاً مومنوں کے گروہ کے پاس آئے گا کیونکہ اگر اس کے رشتہ دار (اعزہ واقرباء) نہ ہوں گے تو تمام مومنین ہر مومن کے رشتۂ ایمان کے اشتراک کی وجہ اہل (گھر والے خاندان) ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس کا اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے جنت میں حوروں اور غلمان (جنتی کنبہ) کی طرف شادمان ومسرور لوٹے گا۔

وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ﴿۱۱﴾ وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ کَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ کَانَ بِهٖ بَصِیۡرًا ﴿۱۵﴾

اور وہ جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔ وہ عنقریب موت مانگے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔ بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ وہ سمجھا کہ اسے پھرنا نہیں۔ ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔

أي يؤتاه بشماله من وراء ظهره قيل تغل يمناه الى عنقه وتجعل شماله وراء ظهره فيؤتى كتابه بشماله یعنی اسے اعمال نامہ اس کی پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ایک قول ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا اور اس کا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے نکالا جائے گا پھر اس بائیں ہاتھ میں اسے اعمال نامہ دیا جائے گا۔ مراد ایسوں سے کفار ومشرکین ومکذبین ہیں۔

فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ﴿۱۱﴾ وہ عنقریب موت مانگے گا۔

ثُبُوۡرًا کے معنی موت مانگنے یا ہلاکت چاہنے کے ہیں ای يطلبه و يناديه یعنی موت وہلاکت مانگے گا اور اس کے لیے پکارے گا یا ثبوراہ کاش موت آجائے۔

وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ﴿۱۲﴾ اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔

يقاسي حرها او يدخلها بھڑکتی آگ میں جائے گا یا اس میں داخل ہوگا۔

اِنَّهٗ کَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿۱۳﴾ بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔

اى فى الدنيا یعنی دنیا میں فرحا بطرا مترفا لا يخطر بباله امور الآخرة ولا يتفكر فى العواقب ولم يكن حزينا متفكرا فى حاله وماله كسنة الصلحاء والمتقين۔

یعنی دنیاوی زندگی میں خوش وخرم ومغرور اور (متفاخر) اتراتا تھا اور آخرت کے امور سے اس کا دل بے خطر تھا اور نہ ہی اسے نتائج وانجام کی کوئی فکر دامن گیر تھی اور نہ ہی وہ اپنے احوال واعمال میں غمگین وفکر مند تھا جس طرح نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کا طریقہ ہے کہ وہ فکر آخرت میں پریشان ومتفکر رہتے ہیں۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ﴿۱۴﴾ وہ سمجھا کہ اسے پھرنا نہیں۔

یہ دنیاوی زندگی میں سرور ولذت کی تعلیل کا بیان ہے کہ اس وجہ سے وہ دنیاوی زندگی میں مغرور ومتکبر اور خوش تھا اى ظن ان لن يرجع الى الله تعالى تكذيبا للمعاد یعنی آخرت کو جھٹلاتے ہوئے اس نے گمان کیا تھا کہ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹے گا ایک قول ہے: ظن ان لن يرجع الى العدم اس نے سمجھا تھا کہ وہ آخرت کی طرف ہرگز نہ پلٹے گا ایک قول ہے: ظن انه لا يموت وكان غافلا عن الموت اس نے گمان کرلیا کہ وہ نہیں مرے گا اور وہ موت سے غافل

Marfat.com

تھا۔الحور کے معنی رجوع مطلقاً (مرنے کے بعد زندہ اٹھنے) کے ہیں۔

بَلَىٰٓ ۚ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ بَصِيرًا ۝١٥ بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

یہ ثبوت رجوع ہے ان ربه عزوجل الذی خلقه کان به و باعماله الموجبة للجزاء بصیرا بحیث لا تخفی علیه سبحانه منها خافیة فلا بد من رجعه وحسابه و مجازاته۔ بلاشبہ اس کے پروردگار جل سبحانہ وتعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور وہ اس سے اور اس کے کاموں سے بخوبی واقف ہے جو جزا و سزا کا موجب ہیں وہ دیکھ رہا ہے اس شان کے ساتھ اس پر اس میں سے کوئی شی اس سے چھپی نہیں پس اس طرف لوٹنے اور نہ ہی اس کے محاسبہ و انتقام سے بچنے کا کوئی چارہ ہے۔ یعنی وہ اسے ضرور زندہ اٹھائے گا، حساب لے گا اور اس سے ضرور بدلہ لے گا۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝١٦ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٨ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝١٩

تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی اور رات کی اور اس کی جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں اور چاند کی جب پورا ہو ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝١٦ تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

ھی الحمرة التی تشاھد فی افق المغرب بعد الغروب واصله من رقة الشیء یقال شیء شفق۔ یہ وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کے افق میں دکھائی دیتی ہے اور شفق کی اصل، شی کا نرم یا پتلا ہونا ہے جیسا کہ کہتے ہیں نرم یا پتلی چیز اور کہتے ہیں اشفق علیه رق قلبه اس کے دل کی نرمی نے اسے اس پر نرم کر دیا۔ ایک قول ہے: البیاض الذی یلی تلک الحمرة ویری بعد سقوطها مراد وہ سفیدی ہے جو اس سرخی (غروب آفتاب کے بعد کی سرخی) کے بعد ہوتی ہے اور سرخی کے سقوط پر دکھائی دیتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی سفیدی (اجالے) کا نام شفق ہے اور ان کے نزدیک اسی کے غائب ہونے پر نماز عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اول وقت صلوٰۃ العشاء اذا غاب الشفق بعد الحمرة الخ۔ فآء جواب شرط مقدر ہے ای اذا عرفت ھذا او اذا تحققت الحور بالبعث فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ۔ یعنی جب یہ معلوم ہو گیا یا جب اللہ کی طرف لوٹنا مرنے کے بعد کی زندگی کے ساتھ متحقق ہو گیا تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: انه ھنا النھار کله شفق سے مراد یہاں بالکلیہ دن ہے۔ اور یہاں یہ رات کو ملانے والا وقت ہے۔ واللہ اعلم۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧ اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

والمراد به ما یجتمع باللیل ویأوی الی مکانه من الدواب وغیرھا۔

اور اس سے مراد ہے وہ چیزیں ہیں جو رات میں جمع ہوں اور وہ مویشی وغیرہ جو رات کو اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوں۔ ایک قول ہے کہ مراد تاریکی اور ستارے ہیں جنہیں رات لپیٹ لیتی ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رات میں جو کچھ اعمال وغیرہ مثل نوافل وتہجد جو کچھ بھی کیا جائے سب مَا وَسَقَ میں شامل ہے۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٨ اور چاند کی جب پورا ہو۔

ای اجتمع نوره و صار بدرا۔

Marfat.com

یعنی اس کا نور (روشنی) کامل ہو جائے اور وہ بدر (ماہ کامل) ہو جائے۔ اِتَّسَقَ وَسَقَ سے باب افتعال سے ہے جس کے معنی جمع یا اکٹھے کرنے کے ہیں۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔

لَتَرْكَبُنَّ صیغہ جمع مخاطب ہے اور باعتبار لفظ وشمول جنس انسان سے خطاب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اے انسانو! کہ تم ایک حالت وکیفیت کے بعد دوسری کیفیت وحالت پر ہو گے۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے مراد دنیاوی زندگی کی تکلیف، پھر موت کی مصیبت، پھر حشر و قیامت پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور پیشی۔

(۲) مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے زندگی کے بعد موت پھر موت کے بعد کی زندگی ہے۔

(۳) عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد انسانی زندگی کے مراحل ہیں بچپن، لڑکپن، شباب اور بڑھاپا ہے۔

(۴) ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمہاری حالت امم سابقہ کی حالت بحالت منطبق ہو گی یعنی تم بھی ان کی طرح قدم بقدم چلو گے۔

(۵) عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد ہے کبھی تنگی کبھی کشادگی، کبھی فقیر کبھی غنی۔

لَتَرْكَبُنَّ کو اگر صیغہ واحد مذکر مخاطب مانا جائے جیسا کہ حمزہ وکسائی رحمہما اللہ کی قرأت ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ اس میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب! تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے خلق سبع سموات طبقا تو طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے مراد آسمان کے اوپر آسمان تو گویا اس میں معراج النبی کی طرف اشارہ ہے اور اس سورت کا مکی ہونا اس رائے کو ضرور قوی کرتا ہے۔ مگر سورۃ الاسریٰ کے نزول کا مقدم ہونا واضح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے درجات میں پیہم ترقی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورت الضحیٰ میں بھی ارشاد ہے: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ اور یہ سابق کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول ہے لَتَرْكَبُنَّ صیغہ واحد مونث غائب ہے اور ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے وقت آسمان کی مختلف حالتیں ہوں گی پہلے اس کا رنگ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ہو گا پھر جھول جائے گا پھر بادلوں کے ساتھ چمٹ جائے گا۔ ہمارے زمانے میں تسخیر قمر کا ادعاء ہوا ہے اور اس کی تصاویر یہاں تک کہ چاند گاڑی کے ذریعہ قمری پتھر بھی لائے گئے ہیں اور اس کی شہرت بھی بہت ہوئی لیکن یہ دعویٰ کہاں تک سچا ہے اور امریکی سائنسدانوں نے خلائی تحقیق میں جو پیش رفت کی ہے اس کی حقیقت پر ٹھوس شواہد کی ضرورت مکمل طور پر باقی ہے تاہم بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو اس آیت میں اس کی دلیل موجود ہے اور لفظ ''انسان'' میں اہل ایمان کی کوئی قید نہیں۔ لیکن لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کے پیش نظر جیسا کہ ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آسمان کے دروازے کفار کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے ہرگز نہ کھولے جائیں گے نہ حیات وزندگانی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد ایسا ہو گا۔ یہ دعویٰ حقیقت نہیں ہے۔ رہا چاند تو وہ سماء میں داخل ہے یا نہیں تو اس میں دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ بلاشبہ وہ سماء میں داخل ہے کذا فی سورت الفرقان وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک یہ دعویٰ محل نظر ہے اور ہمیں اس کے ماننے میں کلام ہے ہاں اگر اہل ایمان

Marfat.com

سے ایسا صادر ہوتا تو کوئی امر مانع نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ کفار کی یہ کارروائیاں اور پھرتیاں انسانیت کی کوئی خدمت نہیں۔ مال و وقت کا کھلا ضیاع ہے اور اپنی استعداد کا فضول خرچ ہے جب کہ اس وقت بھوک و ننگ و افلاس و جہالت پوری دنیا کے لیے اولین مسئلہ ہیں اور اقوام متحدہ ابھی تک صرف ایک ملک صومالیہ کے قحط زدگان کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکی۔ اندریں حالات ایسی اڑانیں شیطانی فطرت کی عکاس ہیں اور یہ ترقی و تسخیر کے نام پر مقاصد فطرت سے کھلی بغاوت اور انسانیت دشمنی ہے اور ان کی فلاح کے منافی و بے مقصد مہم ہے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٥﴾

تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اپنے جی میں رکھتے ہیں تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے۔

ای ای شیء یمنعھم من الایمان باللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اب کون سی شی یا عذر ہے جو انہیں اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے میں رکاوٹ ہے حالانکہ دلائل و براہین سے احقاق حق ہو چکا۔ اور تبدیل احوال علویہ وسفلیہ سے اس ذات کریم کی عظمت روشن ہوگئی جس کے حکم سے احوال تبدیل ہو رہے ہیں۔

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾ اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے۔

ای فای مانع لھم حال عدم سجودھم عند قراءۃ القرآن والسجود مجاز عن الخضوع یعنی انہیں کون سا عذر مانع ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت دل سے عاجزی کا اظہار نہیں کرتے اور سجدہ یہاں مجازاً خضوع (انکساری، عاجزی) کے معنوں میں ہے۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآن سننے پر سجدہ واجب ہے کیونکہ عدم سجدہ کی مذمت ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ نہیں کہ ہر آیت قرآن کے سماع پر سجدہ واجب ہو لہٰذا آیت سجدہ پر ہی سجدہ واجب ہے اور بعض مفسرین کرام کے نزدیک لَا يَسْجُدُونَ سے مراد ہی یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے اور ان کی دلیل یہی آیت ہے جو وجوب سجدہ پر دلالت کر رہی ہے اور آیت میں سماع قرآن پر سجدہ کا حکم مطلق ہے اور تالی (تلاوت کرنے والے) کے سجدہ کرنے کو مقید نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تالی و سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب خواہ وہ قصداً سنے یا بغیر قصد کے سنے اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ سجدہ کے ترک پر مذمت میں کوئی قید نہیں اور سجدہ کا وجود مطلق ہے جب کہ جمہور کے نزدیک اس پر سجدہ نہیں۔ قرآن حکیم میں آیات سجدہ چودہ ہیں اور سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔

Marfat.com

امام نے آیت سجدہ پڑھی تو مقتدی اور غیر مقتدی (بشرطیکہ اس نے سنا) سب پر سجدہ واجب ہے۔ ایک ہی آیت سجدہ کے تکرار پر ایک دفعہ کا سجدہ کافی ہے بشرطیکہ مجلس واحد ہو اور جتنی آیات سجدہ پڑھے اتنے ہی سجود واجب ہوں گے۔ سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے (نہ رفع یدین کرے اور نہ ہاتھ باندھے) اور سیدھا سجدہ میں جائے اور تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھانے کے بعد کھڑا ہو جائے (اور سلام وغیرہ پھیرنے کی ضرورت نہیں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے۔ جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ سجدہ ہے۔ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ابو نافع سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی تو انہوں نے سورت الانشقاق میں سجدہ کیا اور پوچھنے پر کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے یہ سجدہ کیا تھا اور تاحیات اس پر سجدہ کرتا رہوں گا۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

ای بالقرآن وهو انتقال عن کونهم لا یسجدون عند قراءته الی کونهم تکذبون به صریحاً۔

یعنی کفار صرف اتنا ہی نہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت سجدہ نہیں کرتے بلکہ علانیہ اور کھلے طور پر قرآن حکیم ہی کو جھٹلاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ قرآن کے ساتھ بعث بعد الموت کے بھی کھلے منکر ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں۔

ای بالذی یضمرون فی صدورهم من الکفر والحسد والبغضاء والبغی۔

یعنی جو کچھ کفر و حسد اور عداوت و سرکشی اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ کو خوب معلوم ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کو ان کے اعمال ناموں میں جمع و مندرج بداعمالیوں اور سرکشیوں کا بخوبی علم ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔

ای علی تکذیبهم۔ یعنی کفر اور نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے فاء سببی ہے اور بشرهم میں ابشار آپ ﷺ کی تالیف و تطییب قلبی کے لیے استعارہ ہے کہ انہیں عذاب کی خوش خبری دے دو اور مراد اس سے الانذار ہے یعنی انہیں ڈرائیں اور وعید سنا دیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

استثناء منقطع ہے کہ مومن صالحین کے لیے بشارت نہیں یعنی انہیں عذاب کی خوشخبری نہیں جیسا کہ کفار سے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فرمایا ہے یعنی مومنین صالحین اس بشارت سے مستثنیٰ ہیں۔

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

لان الاجر المذکور لایخص المومنین منهم بل المومنین کافه۔ کیونکہ مذکور اجر ان میں سے ایمان والوں کے لیے خاص نہیں بلکہ سبھی موجود اور آنے والے مومنین سب کے لیے ہے۔ اور اَجْرٌ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے اور غَيْرُ مَمْنُوْنٍ سے مراد ہے غیر مقطوع کبھی ختم نہ ہونے والا یعنی دائمی اور نہ ختم ہونے والا لازوال ثواب ہے گویا یہ استثناء کی علت کا بیان ہے۔

الحمدللہ آج سورت الانشقاق پوری ہوئی

۳ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ، ۱۳ جولائی ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ البروج مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، بائیس آیات، ایک سو نوے کلمات اور چار سو پینسٹھ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ البروج۔پ ۳۰

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۙ﴿۱﴾	قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں۔
وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ۙ﴿۲﴾	اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔
وَشَاہِدٍ وَّمَشۡہُوۡدٍ ؕ﴿۳﴾	اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔
قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾	کھائی والوں پر لعنت ہو۔
النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾	اس بھڑکتی آگ والے۔
اِذۡ ہُمۡ عَلَیۡہَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾	جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔
وَّہُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُہُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾	اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے
وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۸﴾	اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نا کہ وہ ایمان لائے اللہ عزت والے سب خوبیوں سراہے پر۔
الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ؕ﴿۹﴾	کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔
اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ؕ﴿۱۰﴾	بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔
اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ؕ﴿۱۱﴾	بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔
اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ ؕ﴿۱۲﴾	بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔
اِنَّہٗ ہُوَ یُبۡدِئُ وَیُعِیۡدُ ﴿ۚ۱۳﴾	بے شک وہ پہلے کرے اور پھر کرے۔
وَہُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ۙ﴿۱۴﴾	اور وہی ہے بخشنے والا اپنے نیک بندوں سے پیار کرنے۔
ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِیۡدُ ۙ﴿۱۵﴾	عزت والے عرش کا مالک۔

Marfat.com

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾　ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾　کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾　وہ لشکر کون فرعون ثمود۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾　بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾　اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾　بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾　لوح محفوظ میں۔

حل لغات۔سورۃ البروج۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے	السَّمَآءِ۔آسمان	ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔برجوں والے کی	
وَ۔اور	الْيَوْمِ۔دن	الْمَوْعُوْدِ۔وعدہ دیے گئے کی	وَ۔اور
شَاهِدٍ۔حاضر ہونے والے کی	وَّ۔اور	مَشْهُوْدٍ۔حاضر کیے گئے کی	قُتِلَ۔لعنت ہو
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔کھائی والوں پر	النَّارِ۔آگ	ذَاتِ الْوَقُوْدِ۔بھڑکنے والی پر	
اِذْ۔جبکہ	هُمْ۔وہ	عَلَيْهَا۔اس پر	قُعُوْدٌ۔بیٹھے تھے
وَّ۔اور	هُمْ۔وہ	عَلٰى۔اوپر	مَا۔اس کے جو
يَفْعَلُوْنَ۔کرتے تھے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔مومنوں کے ساتھ		شُهُوْدٌ۔گواہ تھے
وَ۔اور	مَا۔نہ	نَقَمُوْا۔عیب پکڑا	مِنْهُمْ۔ان سے
اِلَّآ۔مگر	اَنْ۔یہ کہ	يُّؤْمِنُوْا۔وہ ایمان لائے	بِاللّٰهِ۔اللہ
الْعَزِيْزِ۔غالب	الْحَمِيْدِ۔سراہے گئے پر	الَّذِيْ۔وہ کہ	لَهٗ۔اسی کا ہے
مُلْكُ۔ملک ہے	السَّمٰوٰتِ۔آسمانوں	وَ۔اور	الْاَرْضِ۔زمین کا
وَ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ	عَلٰى۔اوپر	كُلِّ۔ہر
شَيْءٍ۔چیز کے	شَهِيْدٌ۔گواہ ہے	اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جنہوں نے
فَتَنُوا۔تکلیف دی	الْمُؤْمِنِيْنَ۔مومن مردوں کو	وَ۔اور	الْمُؤْمِنٰتِ۔مومن عورتوں کو
ثُمَّ۔پھر	لَمْ۔نہ	يَتُوْبُوْا۔توبہ کی	فَلَهُمْ۔تو ان کے لیے
عَذَابُ۔عذاب ہے	جَهَنَّمَ۔جہنم کا	وَ۔اور	لَهُمْ۔ان کے لیے
عَذَابُ۔عذاب	الْحَرِيْقِ۔جلنے کا	اِنَّ۔بے شک	الَّذِيْنَ۔وہ جو
اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے
لَهُمْ۔ان کے لیے	جَنّٰتٌ۔باغ ہیں	تَجْرِيْ۔چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا۔ان کے نیچے
الْاَنْهٰرُ۔نہریں	ذٰلِكَ۔یہ ہے	الْفَوْزُ۔کامیابی	الْكَبِيْرُ۔بڑی

اِنَّ۔بے شک	بَطْشَ۔پکڑ	رَبِّكَ۔تیرے رب کی	لَشَدِيْدٌ۔بڑی سخت ہے
اِنَّهٗ۔بے شک	هُوَ۔وہی	يُبْدِئُ۔پہلے کرے	وَ۔اور
يُعِيْدُ۔پھر کرے	وَ۔اور	هُوَ۔وہ ہے	الْغَفُوْرُ۔بخشنے والا
الْوَدُوْدُ۔پیار کرنے والا	ذُوالْعَرْشِ۔عرش والا	الْمَجِيْدُ۔بزرگ	فَعَّالٌ۔کرنے والا
لِّمَا۔جو	يُرِيْدُ۔چاہے	هَلْ۔کیا	اَتٰىكَ۔آئی تیرے پاس
حَدِيْثُ۔بات	الْجُنُوْدِ۔لشکروں کی	فِرْعَوْنَ۔فرعون	وَ۔اور
ثَمُوْدَ۔ثمود کی	بَلِ۔بلکہ	الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہیں
فِيْ۔بیچ	تَكْذِيْبٍ۔جھٹلانے کے ہیں	وَّ۔اور	اللّٰهُ۔اللہ
مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ان کے پیچھے سے		مُّحِيْطٌ۔گھیرنے والا ہے	بَلْ۔بلکہ
هُوَ۔وہ	قُرْاٰنٌ۔قرآن ہے	مَّجِيْدٌ۔بزرگ	فِيْ۔بیچ
لَوْحٍ۔لوح	مَّحْفُوْظٍ۔محفوظ کے		

سورت البروج

سورت البروج مکی ہے اس میں ایک رکوع اور بائیس آیات ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت اہل ایمان کے ساتھ وعدے اور کفار کو جہنم کی وعید سے متعلق ہے اور تلاوت قرآن پر کفار کا سجدہ نہ کرنا ہے یعنی انکساری کا اظہار نہ کرنا ہے بلکہ تواضع تو رہا ایک طرف، سرے سے کتاب اللہ (قرآن) ہی کے منکر تھے اور اس کی برملا تکذیب کے مرتکب تھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اندرونی منصوبوں کا ذکر فرمایا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ تو اس سورت میں کفار قریش کے لیے نصیحت ہے کفار قریش مومنین کو ایذائیں دیتے تھے اور انہیں حق سے برگشتہ کرنے میں جو بھاگ دوڑ کرتے تھے تو اس سورت میں اصحاب الاخدود کے حوالے سے انہیں انتباہ ہے کہ اگر انہوں نے اپنی خو نہ بدلی تو ان کا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ البروج۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾

قسم آسمان کی جس میں برج ہیں۔اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ قسم آسمان کی جس میں برج ہیں۔

ای القصور کما قال ابن عباس وغیرہ یعنی محلات (زینت والے مکان) یا قلعے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے۔لغت میں برج کے معنی اظہار زینت کے ہیں سورت الاحزاب میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ اور عورتیں اپنے بناؤ سنگھار (زینت) کا اظہار نہ کریں۔اہل عرب بولتے ہیں تبرجت المرأة عورت نمایاں ظاہر ہوگئی یا عورت بن

Marfat.com

سنور کر نکل آئی۔ عطیہ موفی کا قول ہے کہ وہ برج (قلعے) جہاں نگہبان مقرر ہوں۔ وقیل ھی ابواب السماء ایک قول ہے کہ مراد آسمان کے دروازے ہیں۔ وسمیت بذلک لان النوازل تخرج من الملائکۃ علیھم السلام فجعلت مشبھۃ بقصور العظماء النازلۃ اوران کا نام (بروج) اسی وجہ سے ہوگیا کیونکہ حضرت ملائکہ علیہم السلام سے اترنے والے ان دروازوں سے ہی نکلتے اور ظاہر ہوتے ہیں تو اس مشابہت کی وجہ سے ان عظیم اترنے والوں کے محل کہلائے۔ فلاسفہ کہتے ہیں آسمان میں بارہ برج ہیں جس میں غیر متحرک تارے جنہیں وہ ثوابت کہتے ہیں، رہتے ہیں اور متحرک سیارے بھی آتے اور جمع ہوتے رہتے ہیں اور وہ آسمان کی حرکت دوامی کے قائل ہیں اور ثوابت وسیارگان کے اجتماع سے جو شکل موہوم ظاہر ہوئی۔ اس کے نام رکھے ہوئے ہیں جیسے ثور (بیل) جوزاء (جڑواں بچہ) حمل (نرغالہ) اسد (شیر) عقرب (بچھو) حوت (مچھلی) سنبلہ، میزان، قوس، جدی، دلو اور سرطان وغیرہ۔ مگر یہ سبھی فلاسفہ کی اصطلاحات ہیں اور کلام الٰہی کی تفسیر میں ان فضول باتوں کا ذکر لغو باطل ہے اور فلاسفہ کی یہ موشگافیاں کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے۔

یعنی تیر رہا ہے تو آسمان میں ثوابت کہاں ہیں لہٰذا فلاسفہ کی یہ باتیں واہمہ کے سوا کچھ نہیں اور نہ ہی آسمانوں کو اس حوالے سے برجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حسنؒ کا قول ہے کہ بروج سے مراد بہت بڑے ستارے ہیں کہ آسمان پر نمایاں ہیں اور آسمان کی سجاوٹ اور آراستگی ہیں۔ اور بعض متاخرین کا قول ہے کہ یہ کواکب سیارہ کے منازل ہیں اور ان کی سیران میں معین اندازے پر ہے اور حکمت الٰہی کے عجائبات ان میں نمایاں ہیں واللہ اعلم۔

وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔

ای الموعود بہ وھو یوم القیامۃ باتفاق المفسرین یعنی جس دن کا وعدہ ہے تو وہ دن یوم قیامت ہے اور مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ دن مراد ہے جس میں لوگ قبروں سے اٹھیں گے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ۝۴۳ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝۴۴ (المعارج) لیکن یہ بھی تو روز قیامت میں ہی داخل ہے۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

ترمذی اور ایک جماعت رحمہم اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الشاھد یوم الجمعۃ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے والمشھود یوم عرفۃ اور مشہود سے مراد یوم عرفہ (حج والا دن ہے) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے جسے حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا کہ شَاهِدٍ سے مراد یوم عرفہ اور یوم جمعہ ہے اور مَشْهُوْدٍ سے مراد یوم قیامت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے شَاهِدٍ سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور مَشْهُوْدٍ سے مراد یوم قیامت ہے۔ اسے عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے نقل کیا۔ مجاہد اور عکرمہ اور عطاء رحمہم اللہ کا قول ہے شَاهِدٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت ہے اور مَشْهُوْدٍ سے مراد یوم قیامت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول ہے کہ شَاهِدٍ سے مراد محمد ﷺ ہیں اور مَشْهُوْدٍ سے مراد روز قیامت ہے۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ

Marfat.com

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝

کھائی والوں پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والے۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ کھائی والوں پر لعنت ہو۔

حسن اور ابن مقسم رحمہما اللہ نے قُتِلَ کو تشدید کے ساتھ یعنی قُتِّلَ پڑھا ہے اور وہ کھائی والوں پر لعنت کرنے میں بطور مبالغہ ہے ایک قول ہے کہ اصل میں تھا لَقَدْ قُتِلَ بلاشبہ وہ ملعون تھے بعض کا قول ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہے جب کہ بعض محققین کرام کا قول ہے کہ جملہ دعائیہ ہے اور جواب قسم پر دلالت کر رہا ہے ایسا لام کے بغیر بہت کم آتا ہے لہٰذا جواب قسم محذوف مانا جائے گا اور آئندہ کلام سے اس کا تعین ہو رہا ہے گویا کہ کہا جا رہا ہے **أقسم بهذه الاشياء ان كفار قريش لملعونون** یعنی میں قسم کھاتا ہوں کہ کفار قریش ضرور ملعون ہیں اسی طرح قتل ہوں گے۔ جس طرح کھائی والے ملعون تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ بلاشبہ کفار و صنادید قریش اس طرح قتل ہوں گے جس طرح کھائی والے ہلاک ہوئے۔ گویا اس میں حضور اکرم ﷺ سے کفار قریش کے قتل و ہلاک کا وعدہ ہے جو بعد میں غزوۂ بدر میں پورا ہوا۔

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ کھائی والے۔

مسلم، ترمذی اور نسائی نے صہیب علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک کاہن جادوگر تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں لہٰذا تم کوئی لڑکا میرے پاس بھیج دو تا کہ میں اسے کہانت یا سحر سکھا دوں بادشاہ نے ایک لڑکا اس غرض سے بھیج دیا۔ راستے میں ایک راہب (درویش) رہتا تھا لڑکا آتے جاتے اس کے پاس بھی بیٹھنے لگا اور اسے درویش کی صحبت اچھی لگی ایک روز لڑکے نے راستے میں ایک خوفناک درندے کو لوگوں کا راستہ روکے دیکھا اس نے راہب اور ساحر میں سے اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب و بہتر جاننے کے لیے اس درندے کو یہ کہہ کر پتھر مارا کہ اے اللہ! اگر درویش حق ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے اس دعا کے ساتھ ہی وہ درندہ ہلاک ہو گیا لڑکے نے درویش سے یہ بات کہی تو اس نے کہا اب تم مجھ سے صاحب فضیلت ہو اور تم جلد آزمائش میں مبتلا ہو گے لیکن ابتلاء میں میرا نام ظاہر نہ کرنا پھر وہ لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں وغیرہ کا علاج کرتا اور وہ شفایاب ہو جاتے اور اس کی شہرت ہو گئی بادشاہ کے ایک درباری نے اس سے علاج کرایا اور صحت مند ہو گیا اور اللہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ پر ایمان لے آیا بادشاہ نے اسے تندرست دیکھا تو پوچھا کہ وہ کیونکر شفایاب ہوا تو اس نے کہا میرے اللہ نے مجھے شفا دی بادشاہ نے کہا میرے سوا کون سا رب ہے اس نے کہا میرا رب تیرا بھی رب ہے بادشاہ نے اسے قید و بند میں ڈال دیا اور اس قدر دکھ دیا کہ اس نے لڑکے کا پتا بتایا جب لڑکا لایا گیا تو بادشاہ نے کہا لڑکے جادو کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کو شفا دیتا ہے لڑکے نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرتا سب کو اللہ ہی شفا دیتا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کو بہت دکھ دیا یہاں تک کہ لڑکے نے اس راہب کا پتا بتا دیا۔ اس نے درویش کو اپنے مذہب سے باز آنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا تو اس بادشاہ نے اسے اور اپنے مصاحب کو آرے کے نیچے چروا دیا پھر لڑکے کو بھی اپنے دین و مذہب سے باز آنے کو کہا تو بادشاہ نے لڑکے کو اولاً پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا پھر دوبارہ لڑکے کو ڈبونے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا اور بادشاہ کے سپاہی ڈوب گئے لڑکا صحیح و سلامت بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے

پوچھا کہ میرے آدمی کیا ہوئے، کہا سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور لڑکے نے بادشاہ پر واضح کیا کہ وہ اس کے قتل پر قادر نہ ہوگا جب تک میری بات نہ مانے اور وہ یہ ہے کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر اور مجھے کھجور کے درخت کے ڈھنڈ پر سولی دے اور میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر مار تو مجھے قتل کر سکے گا بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور واصل باللہ ہو گیا لوگ یہ دیکھ کر ایمان لے آئے اس پر بادشاہ کو اور غصہ آیا تو اس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا جو لڑکے کے دین سے برگشتہ نہ ہو۔ اس آگ میں ڈال دو۔ لوگ ڈالے گئے یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا۔ ذرا جھجکی تو بچے نے ماں سے کہا صبر کر اور نہ گھبرا تو حق پر ہے تو دونوں ماں بچہ آگ میں ڈال دیے گئے (صحیح مسلم میں واقعہ تفصیلی ہے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے) کلبی رحمہ اللہ نے بادشاہ کا نام ذونواس اور لڑکے کا عبداللہ بن تامر بیان کیا ہے۔

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اس بھڑکتی آگ والے۔

وصف لها بغايته العظمة وارتفاع اللهب یہ آگ کی صفت ہے اور اس کی شدت اور شعلہ و لپٹ کی بلندی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کلبی اور ابو العالیہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ بلاشبہ اللہ نے مومنوں پر ایک ہوا بھیجی جس سے ان کی روحیں قبض کر لی گئیں اور آگ بھڑک کر کھائیوں سے باہر نکل آئی تو وہ کافر جو کناروں پر بیٹھے تھے آگ نے جلا ڈالے بعض نے النار کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہیں قتلتهم النار انہیں آگ نے جلا ڈالا (یعنی کفار کو جو کناروں پر بیٹھے تھے) جبکہ مومن جلنے سے محفوظ رہے اور اللہ عزوجل نے ان کی روحیں پہلے ہی قبض کر لیں۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔

اى لعنوا حين احدقوا بالنار قاعدين حولها یعنی اس وقت ہلاک کیے گئے جب وہ کھائیوں میں بھڑکتی ہوئی آگ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ او على حافاتها یا پھر ان خندقوں کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خندقوں کے کنارے لگی نشستوں پر بیٹھے تھے۔

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

اى يشهد بعضهم لبعض عند الملك بأن احدا لم يقصر فيما امر به

یعنی بادشاہ کے پاس جا کر ان میں سے بعض بعض کی شہادت دیتے تھے کہ جس طرح انہیں حکم دیا گیا تھا اس کی بجا آوری میں ان میں سے کسی ایک نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ایک قول ہے کہ روز قیامت خود مومنوں پر اس عذاب کے گواہ ہوں گے۔ ایک اور قول ہے کہ وہ یہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور وہاں موجود تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نا کہ وہ ایمان لائے اللہ عزت والے خوبیوں سراہے پر۔ کہ اسی کے لیے آسمان اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا۔

Marfat.com

امام راغب رحمہ اللہ کا قول ہے یقال نقمت الشیء اذا نکرته بلسانک او بعقوبة اہل عرب اس وقت بولتے ہیں شی ءخراب ہوگئی جب تو کسی شی کو زبان سے برا یا مکروہ کہے یا ناگواری کا اظہار کرے۔ ای ما انکروا منھم وما عابوا یعنی کفار کو مومنین سے ناگواری کی کیا وجہ تھی اور کیا برائی تھی جس کا ان سے صدور ہوا۔

اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ﴿۸﴾ یہی نا کہ وہ ایمان لائے اللہ عزت والے خوبیوں سراہے پر۔

استثناء مفصح عن براء تهم عما یعاب وینکر بالکلیة۔ استثناء نَقَمُوْا کی وضاحت کے لیے ہے کہ کفار کو اہل ایمان میں اس کے سوا کوئی عیب و برائی نظر نہ آتی تھی کہ وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے تھے یا انہیں مومنوں کا ایمان رکھنا بس یہی امر ناگوار تھا۔ حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہ تھا کہ انہیں عذاب دیتے۔ مومن اللہ عزوجل پر ایمان لائے تھے جو اَلْعَزِیْز ہے یعنی غالب ہے اور اس کی عقوبت سے ڈرنا لازم ہے اور اَلْحَمِیْد ہے یعنی قابل تعریف ہے اور ایسا انعام دینے والا ہے کہ اس سے ثواب کی امید رکھی جائے۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

للاشعار بمناط ایمانهم۔ اللہ عزوجل کی حکومت اور اس کی عظمت کا بیان اسی لیے ہے کہ اہل ایمان کے لیے ایمان لانے کی صداقت و عظمت کا اظہار ہو اور ان کے لیے اس وجہ سے نعمت و ثواب کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ﴿۹﴾ اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

وعد لهم ووعید لمعذبیهم فان علم الله جل شانه الجامع لصفات الجلال والجمال بجمیع الاشیاء التی من جملتها اعمال الفریقین یستدعی توفیر جزاء کل منهما۔

اہل ایمان کے لیے وعدۂ ثواب ہے اور کفار کے لیے (جنہوں نے مومنوں کو ایذا دی تھی) عذاب کی وعید ہے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو جو تمام صفات جلالیہ و جمالیہ کا جامع ہے اور تمام اشیاء کا علم رکھنے والا ہے اور دونوں گروہوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے جن کی وجہ سے ان دونوں میں سے ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ دے گا، کافروں کو عذاب اور مومنوں کو ثواب دے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ﴿۱۰﴾

بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

أی محنوهم فی دینهم لیرجعوا عنه یعنی جن لوگوں نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے انہیں آگ میں جلایا۔ ایذا دینے والوں میں اصحاب الاخدود کے علاوہ دوسرے مددگار لوگ بھی تھے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ جن لوگوں نے اہل ایمان کو ایذا دی یا ان کے مددگار رہے۔ ایک قول ہے کہ کفار قریش بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہیں جنہوں نے اس امت کے مومنوں اور مومنات کو مختلف قسم کے دکھ دیے اور ایذائیں پہنچائیں۔

ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی۔

ای لم یتوبوا من فتنهم یعنی پھر مسلمانوں کو ایذا دینے سے توبہ نہ کی۔ ایک قول ہے کہ اپنے کفر سے باز نہ آئے۔ ابن

عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ "جملہ" قریش کے حق میں ہے اور لَمۡ یَتُوۡبُوۡا کا ارشاد ان کے بارے میں واضح کرتا ہے کیونکہ اصحاب الاخدود تو ہلاک ہو ہی چکے تھے لہٰذا ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا کے مصداق وہ کیونکر ہوئی اور کفار قریش کو اس حقیقت کا علم تھا کہ روئے سخن انہی کی طرف ہے جو بوقت نزول آیت موجود تھے۔ اور اصحاب الاخدود پر لعنت سے بھی واضح ہے کہ وہ سب کفر پر ہی مرے لہٰذا نہ وہ کفر سے باز آئے اور نہ ہی توبہ کی۔

فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

ای بسبب فتنهم ذلک۔ یعنی مسلمانوں کو ایذا دینے اور آگ میں جلانے کی وجہ سے یا آخرت میں ان کے کفر و سرکشی کا بدلہ۔

وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ﴿۱۰﴾ اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

ای فلهم جهنم فی الاخرة ولهم عذاب الحریق فی الدنیا یعنی اصحاب الاخدود کے لیے آخرت میں جہنم ہے اور ان کے لیے دنیا میں آگ کا عذاب کیونکہ انہیں اسی آگ نے جلا ڈالا تھا جو انہوں نے اہل ایمان کے لیے جلائی تھی۔
بعض کا قول ہے اگر عطف خاص کو عطف عام پر مبالغہ کے لیے قرار دیا جائے تو جہنم کا عذاب سردی اور گرمی (آگ سے جلنا) دونوں حال کے ساتھ ہے مراد شاید یہی ہے کہ جملوں کے تسلسل سے عیاں ہے یا پھر عقوبت عظمیٰ (بہت بڑی سزا) مراد ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ﴿۱۱﴾
بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

علی الاطلاق من المفتونین و غیرهم یعنی وہ لوگ جنہیں ایذا دی گئی اور ان کے علاوہ
لَهُمۡ ان کے لیے۔

بسبب ما ذکر من الایمان و العمل الصالح۔ یعنی ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے جس کا ذکر گزرا۔

جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۬ؕ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔
یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ مومنوں کو یہ نعمت و شرف حاصل ہوگا۔

ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ﴿۱۱﴾ یہی بڑی کامیابی ہے۔

الذی یصغر عنده الفوز بالدنیا ایسی عظیم کامیابی ہے جس کے سامنے دنیا کی سب کامیابیاں ہیچ ہیں اور اَلۡفَوۡزُ کے معنی ہیں ہر شر سے خلاصی اور خیر و بھلائی کے ساتھ کامیابی۔ اَلۡکَبِیۡرُ اَلۡفَوۡزُ کی صفت ہے مراد بہت بڑی۔

اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ ﴿۱۲﴾
بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے کہ اے محبوب! جب ہم ظالموں کو عذاب میں پکڑتے ہیں تو پھر خوب سخت پکڑتے ہیں جس سے بچنا ممکن نہیں اس میں مومنین کو صبر و انتظار کی ترغیب ہے کہ کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کریں اگر یہ کفار باز نہ آئے تو پھر ان کا انجام بھی اصحاب الاخدود سے مختلف نہ ہوگا۔ البطش کے معنی ہیں الاخذ بصولة و

Marfat.com

عنف تنگی اور سختی یا شدت کے ساتھ پکڑنا۔ اور شدید بطش کی صفت ہے جس کا مطلب ہے انتہائی سخت پکڑ جس کا نہ تدارک ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس سے رہائی ممکن ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾

بے شک وہ پہلے کرے اور پھر کرے۔

ای انه عزوجل هو يبدئ الخلق بالانشاء وهو سبحانه يعيده بالحشر يوم القيامة۔

یعنی بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی نے مخلوقات کی پیدائش وآفرینش کا آغاز فرمایا اور بلاشبہ وہی ذات پاک حشر کے ساتھ بروز قیامت دوبارہ زندہ اٹھائے گی۔ کہ وہی خالق ہے اور اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ دنیوی عذاب کی ابتدا بھی اسی کی طرف سے ہے اور اخروی عذاب کے لیے بھی وہی پکڑنے والا ہے اور اس کی پکڑ انتہائی شدید ہے اور وہ اپنے امر پر خوب قادر ہے۔

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾

اور وہی ہے بخشنے والا اپنے بندوں سے پیار کرنے والا۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ لمن يشاء من المومنين وقيل لمن تاب وامن۔

وہی ذات کریم ہے جو مومنوں میں سے جس کے لیے چاہے اس کے گناہ معاف فرمائے۔ ایک قول ہے کہ انہیں بخشنے والا جو توبہ کریں اور ایمان لائیں۔

الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ المحب كثيرا لمن اطاع۔ اطاعت گزار مومنوں سے بہت زیادہ محبت فرمانے والا۔ فعول کے وزن پر صیغہ مبالغہ بمعنی فاعل ہے۔ ایک قول ہے کہ فعول بمعنی مفعول ہے جس طرح رکوب تو معنی یہ ہوں گے ای يوده ويحبه سبحانه عباده الصالحون یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کے نیکوکار بندے پیارا اور محبوب رکھتے ہیں۔ قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق رحمہ اللہ کا قول ہے: ان الودود هو الذی لا ولد له۔ ودودوہ ہوتا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ای المتودد الی عباده تعالیٰ شانه بالمغفرة اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب ہے اور وہ ان کے لیے بخشش کے ساتھ پیار فرمانے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ الْوَدُوْدُ کے معنی ہیں كثير الاحسان کثرت سے نوازش ومہربانی فرمانے والا۔

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾

عزت والے عرش کا مالک۔

ذُو الْعَرْشِ ای صاحبه المراد مالكه او خالقه وهو أعظم المخلوقات۔

یعنی اس کا صاحب اور مراد ہے عرش کا مالک یا عرش کا پیدا کرنے والا اور عرش تمام مخلوقات میں سب سے بہت بڑا ہے۔

الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ العظيم فی ذاته عزوجل و صفاته سبحانه و تعالیٰ شانه واجب الوجود تام القدرة كامل الحكمة۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ جو اپنی ذات وصفات میں بہت بزرگ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے (اور اس کے

Marfat.com

سوا باقی سب ممکن ہے) وہی واجب بالذات ہے پوری طرح مکمل قدرت رکھتا ہے اور حکمت میں کامل واکمل ہے اَلْمَجِیْدُ اسی کی صفات جلیلہ سے ہے۔ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ کی قرأت میں مجید کی دال کسرہ کے ساتھ آئی ہے تو اس صورت میں یہ عرش کی صفت ہوگی کہ عرش عظمت و بزرگی والا اور انوار ربانیہ کا محل خاص ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿١٦﴾

ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔

بحیث لا یتخلف عن ارادته تعالیٰ من افعاله سبحانه۔

یعنی جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ارادہ کے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو کوئی روک ہے یا روک سکتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾

کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔

استفہام تقریری ہے اور جملہ مستانفہ ہے جس میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہونے کی توضیح ہے کہ کس طرح کفار انبیاء علیہم السلام کے مقابل جمعیتیں اکٹھی کر کے لائے اور اللہ عزوجل نے انہیں کس طرح ان کے کفر وعصیان اور معاصی وطغیان پر شدید گرفت کی۔ اور اس میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے تسلی ودلجوئی ہے اَلْجُنُوْدِ جمع جند کی ہے یعنی لشکر، جماعتیں، جتھے۔ **والمراد هنا الجماعات الذین تجندوا علی انبیاء الله تعالیٰ علیهم السلام واجتمعوا علی أذیتهم** اور یہاں مراد وہ جتھے ہیں جو کفار انبیاء علیہم السلام کے خلاف اکٹھے کر کے لاتے رہے اور ان کو ایذاء دکھ پہنچانے کے لیے اکٹھے ہوتے رہے اور حضور ﷺ کے لیے دلجوئی ہے **سیصیب کفرة قومه ما اصاب الجنود** کہ جلد ان کی قوم کے کفار کو بھی وہی پیش آئے گا جو کفار کے لشکروں کو پیش آیا یعنی جلد عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوں گے۔

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ وہ لشکر کون فرعون اور ثمود۔

بدل من الجنود۔ جنود سے بدل ہے مراد لشکروں سے فرعون اور ثمود ہیں۔ **والمعنی قد اتاک حدیثهم و عرفت مافعلوا و ما فعل بهم فذکر قومک بایام الله تعالیٰ وشؤنه سبحانه و تعالیٰ و انذرهم ان یصیبهم مثل ما اصاب امثالهم** اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس ان کے قصے آ چکے اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا اور ان سے کیا کچھ کیا گیا تو اپنی قوم کو تذکیر بایام اللہ کے ساتھ اور اس کے انتقام سے ڈرائیں کہ اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں بھی اسی طرح ہلاکت وعذاب پہنچے گا جس طرح کہ پہلوں کی مثالیں ہیں۔ فرعون اور اس کے ساتھی ڈبو کر اور قوم ثمود چیخ سے ہلاک کیے گئے۔

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ﴿١٩﴾ بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں۔

ای من قومک یعنی تمہاری قوم کے کافر (کفار قریش) بھی پچھلی قوموں کی ہلاکت کے تفصیلی قصے سن کر بھی کتاب اللہ کی تکذیب اور تمہاری نبوت ورسالت کے جھٹلانے میں منہمک ہیں۔ تَكْذِیْبٍ کی تنوین کافروں کی بہت بڑی تکذیب کی

Marfat.com

نشاندہی کر رہی ہے اور یہی بڑی تکذیب انہیں سابقہ امتوں کے مقابلے میں عذاب کا زیادہ مستحق قرار دیتی ہے۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

یہ کفار کی توبیخ کے لیے ارشاد ہے اور کلام بطور تمثیل ہے لعدم نجاتهم من بأس الله تعالیٰ بعدم فوت المحاط المحيط کہ کفار کو کوئی شے اللہ سے بچا نہیں سکتی اور نہ ہی انہیں کوئی بچانے والا ہے۔ محیط ہونا ذاتیہ اور بلا کیف ہے اور محیط کا محاط پر قرب و قبضہ اور قابو اس احاطہ کے لیے ضروری ہے اور وہ لوگ اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ اور وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔

رد لكفرهم و ابطال لتكذيبهم و تحقيق للحق اى بل هو كتاب شريف عالى الطبقة فيما بين الكتب الالهية فى النظم والمعنى لايحق تكذيبه والكفر به۔

اس میں کفار کی سرکشی و انکار کا رد اور کفار کے جھٹلانے کی مذمت ہے اور حق کی حقانیت کا واضح بیان ہے کہ یہ وہ بزرگ و عظیم اور عالیشان اور یگانہ کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ میں سے اپنے نظم و معانی کے حوالے سے ممتاز و منفرد اور بے مثل ہے اور اس عظیم کتاب کا انکار کھلا مکابرہ اور کورچشمی ہے جس شخص کو عبارت اور معانی میں معمولی درک بھی ہے وہ اس کی حقانیت کا منکر نہیں ہوسکتا۔ قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے اور اس کے معانی بھی معجزہ ہیں جب کہ گزشتہ کتب کی یہ شان نہ تھی۔

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ لوح محفوظ میں۔

فِيْ لَوْحٍ لوح میں اى كائن فى لوح یعنی لوح (تختی) میں لکھا ہوا ہے (درج ہے)

مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ محفوظ۔

اى ذلك اللوح من وصول الشياطين اليه یعنی یہ لوح (تختی) شیطانوں کی رسائی اور دسترس سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ مشہور ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوح سفید موتی سے بنی ہے اور اس کی لمبائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ جتنی ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اور اس کے اول و آخر کے حصے سرخ یاقوت کے ہیں اور اس کا قلم نوری ہے اور وہ عرش سے بندھا ہے، اور اس کی جڑ ایک فرشتے کی گود میں ہے جسے ساطریون کہتے ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے ان اللوح المحفوظ عن يمين العرش کہ بلاشبہ لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے نافع کی قرأت میں محفوظٌ آیا ہے تو اس قرأت کے موجب یہ قرآن کی صفت ہوگی اور ارشاد باری تعالیٰ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو اس میں الحاق، رد و بدل، حذف و اضافہ ناممکن ہے۔ اور جو کوئی قرآن میں کسی طور بھی ملاوٹ کا قائل ہو جیسے روافض تو وہ اس آیت کی رو سے جھوٹے اور نامراد ہیں اور قرآن کے منکر اور قرآن کا انکار مومن نہیں کرسکتا۔ خواہ عبارت ہو یا معانی اور وہی فساد کرے گا جس میں کفر و نفاق کا بیج ہے۔

الحمد للہ آج سورت البروج کی تفسیر کا کام پورا ہوا

۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ، بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ الطارق مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، سترہ آیتیں، اکسٹھ کلمے اور دو سو انتالیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الطارق۔پ ۳۰

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١	آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی
وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢	اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے
النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۝٣	خوب چمکتا تارا
اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ۝٤	کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥	تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا
خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦	جست کرتے پانی سے
يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧	جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے
اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨	بے شک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے
يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۝٩	جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی
فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠	تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۝١١	آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے
وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۝١٢	اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے
اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۝١٣	بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے
وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ۝١٤	اور کوئی ہنسی کی بات نہیں
اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۝١٥	بے شک کافر اپنا سا داؤ چلتے ہیں
وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ۝١٦	اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں
فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ۝١٧	تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو

حل لغات۔سورۃ الطارق۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے	اَلسَّمَآءِ۔آسمان کی	وَ۔اور	الطَّارِقِ۔رات کو آنے
والے کی	وَ۔اور	مَآ۔کیا	اَدۡرٰى۔جانے
كَ۔تو	مَا۔کیا ہے	الطَّارِقُ۔رات کو آنے والا	النَّجۡمُ۔ستارہ ہے
الثَّاقِبُ۔چمکتا ہوا	اِنۡ۔نہیں	كُلُّ۔کوئی	نَفۡسٍ۔جان

لَمَّا۔ مگر	عَلَیْھَا۔ اس پر ہے	حَافِظٌ۔ نگہبان	فَلْیَنْظُرِ۔ تو چاہیے دیکھے
الْاِنْسَانُ۔ انسان	مِمَّ۔ کس چیز سے	خُلِقَ۔ پیدا کیا گیا	خُلِقَ۔ پیدا کیا گیا
مِنْ مَّآءٍ۔ پانی	دَافِقٍ۔ اچھلنے والے سے	یَّخْرُجُ۔ نکلتا ہے	مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ۔ درمیان پیٹھ
وَ۔ اور	التَّرَآئِبِ۔ سینے سے	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	عَلٰی۔ اوپر
رَجْعِهٖ۔ اس کے لوٹانے کے	لَقَادِرٌ۔ ضرور قادر ہے	یَوْمَ۔ جس دن	تُبْلَى۔ جانچ ہو
السَّرَآئِرُ۔ پوشیدہ باتوں کی	فَمَا۔ تو نہیں	لَهٗ۔ اس کے لیے	مِنْ قُوَّةٍ۔ کوئی قوت
وَّ۔ اور	لَا۔ نہ	نَاصِرٍ۔ مددگار	وَ۔ قسم ہے
السَّمَآءِ۔ آسمان	ذَاتِ۔ والے کی	الرَّجْعِ۔ پھرنے	وَ۔ اور
الْاَرْضِ۔ زمین	ذَاتِ الصَّدْعِ۔ پھٹنے والی کی	اِنَّهٗ۔ بے شک وہ	لَقَوْلٌ۔ بات ہے
فَصْلٌ۔ فیصلہ کن	وَّ۔ اور	مَا۔ نہیں	هُوَ۔ وہ
بِالْهَزْلِ۔ مذاق	اِنَّهُمْ۔ بے شک وہ	یَكِیْدُوْنَ۔ داؤ چلتے ہیں	كَیْدًا۔ اپنا داؤ
وَّ۔ اور	اَكِیْدُ۔ میں تدبیر فرماتا ہوں	كَیْدًا۔ اپنی خفیہ تدبیر	فَمَهِّلِ۔ تو ڈھیل دو
الْكٰفِرِیْنَ۔ کافروں کو	اَمْهِلْهُمْ۔ مہلت دینا	رُوَیْدًا۔ تھوڑا سا	

سورت الطارق

سورت الطارق بلا اختلاف مکیہ ہے اور اس میں ایک رکوع اور سترہ آیات میں پچھلی سورت ہیں کفار کی تکذیب، قرآن کا انکار اور مومنوں کے ساتھ ان کی معاندانہ روش اور دشمنی و ایذا دہی کا تذکرہ ہے جبکہ اس سورت میں انسان کی تخلیقی حالت اور دوبارہ زندگی کا بیان ہے تا کہ انسان کو حیات بعد الموت پر ایمان لانے میں کوئی حجت نہ رہے اور قرآن حکیم کے فرمودات کو ماننے میں سہولت ہو اور وہ ان حقائق کو ہنسی کھیل نہ سمجھیں اور اسی حوالے سے انہیں کچھ مہلت دینے کا ذکر ہے تا کہ جس گرفت شدید کا تذکرہ پچھلی سورت میں ہوا اس کا بیان اور مؤکد ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ غضب الٰہی کی پکڑ قریب ہے اور وہ اصلاح احوال کی رغبت کریں تا کہ عذاب سے بچ سکیں۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ الطارق۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔ اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔ آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔

وَالسَّمَآءِ جمہور کے نزدیک مراد آسمان ہے جس کی قسم یاد فرمائی ہے جب کہ ایک قول ہے کہ یہاں مراد الْمَطَر

Marfat.com

(بارش) ہے۔

وَ الطَّارِقِ۔ یہ الطرق سے اسم فاعل بمعنی الضرب یعنی راستہ چلنے والا یا نمودار ہونے والا اور اسی سے الطریق (سڑک، راستہ) بھی ہے اختص بالآتی لیلا اور اس کے معنوں کو مخصوص کیا گیا ہے "رات کو آنے والا"، یعنی قسم اس تارے کی جو رات کو چمکتا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔

استفہام اظہار عظمت کے لیے ای ای شیء اعلمک ما الطارق یعنی آپ نے کچھ جانا کہ وہ رات کو آنے والا کیا چیز ہے۔ کلام مجمل ہے اور اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ خوب چمکتا تارا۔ یہ جواب استفہام ہے ھو النجم یعنی وہ ایک ستارا ہے الف لام اور مراد ثریا ہے اہل عرب ثریا کو النَّجْمُ کہتے ہیں جس کے معنی بہت بلند کے ہیں والثاقب فی الاصل لخارق ثم صادر بمعنی المضی لتصور انه یثقب۔ اور ثاقب دراصل پھاڑنے یا سوراخ کرنے کے معنوں میں ہے پھر چمکدار روشن کے معنوں میں ہو گیا اس تصور کے ساتھ کہ وہ تاریکیوں میں جگمگا کر سوراخ کر دیتا ہے یا تاریکی کو روشنی کے ساتھ پھاڑ کر نکل جاتا ہے۔

فراء رحمہ اللہ کا قول ہے الثاقب المرتفع یقال ثقب الطائر ای ارتفع بہت بلندی سے جگمگا کر ٹوٹنے والا۔ جیسا کہ کہتے ہیں پرندہ بہت اونچا ہو گیا یعنی اونچا چلا گیا یا بلند ہو گیا۔ حسن رحمہ اللہ کے نزدیک النَّجْمُ الثَّاقِبُ سے مراد جنس ہے کہ ہر تارا بلندی سے جگمگا تا روشنی دیتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ النَّجْمُ الثَّاقِبُ سے مراد جدی ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ایک تارا ہے جسے کوکب الصبح کہتے ہیں۔ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ وہ ایک تارا ہے ساتویں آسمان میں۔ کلبی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھے تو ایک تارا ٹوٹا جس کے نور سے وہاں کی ہر ایک شی روشن ہو گئی تو ابو طالب نے گھبرا کر پوچھا یہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ایک تارا تھا جو کسی شیطان پر مارا گیا (ٹوٹ کر گرا) اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تو ابو طالب کو اس پر تعجب ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

ای ما کل نفس کائنة فی حال من الاحوال الا فی حال ان یکون علیها حافظ ای مهیمن و رقیب و هو الله عزوجل کما فی قوله تعالی وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا۔

یعنی کوئی جان بھی خواہ حالتوں میں سے کسی بھی حالت میں ہو مگر یہ کہ اس پر نگہبان موجود ہوتا ہے یعنی حفاظت کرنے والا اور دیکھنے والا اور جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے اور بلاشبہ اللہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ ایک قول ہے ھو من یحفظ عملها من الملائکة علیهم السلام و یحصی علیها ما تکسب من خیر او شر جو کسی جان کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے تو وہ فرشتے علیہم السلام ہیں جو اس کی نیکی بدی میں سے ہر بات کا حساب وشمار رکھتے ہیں جو وہ کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی یہی ہے۔ بعض کا قول ہے حَافِظٌ سے مراد نگران ذات واحد نہیں بلکہ جنسی ہے خواہ ایک حافظ ہو یا متعدد لہٰذا حَافِظٌ سے مراد یا تو ذات باری تعالیٰ ہے یا پھر فرشتے علیہم السلام ہیں کہ بحکم خدا نگران ہیں اور آیت کریمہ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ تم پر ملائکہ نگران ہیں اور یہاں حافظ کی جمع حافظین وارد ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔
فاء سببیہ ہے۔
فَلْيَنْظُرِ۔ سے مراد المعروف لذلک۔ یعنی انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ اس کی ہر بات پر نگران مقرر ہے اور یہ کہ اپنی پیدائش کے حوالے سے غور وفکر کرے ایک قول ہے فلینظر بعقله و لیتفکر به فی بهذا خلقه انسان کو چاہیے کہ اپنی عقل کے ساتھ دیکھے اور اس کے ساتھ اپنی تخلیق پیدائش کے آغاز و احوال پر غور وفکر کرے تا کہ ایمان لانے میں معاون ہو اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔ مِمَّ خُلِقَ استفہام ہے اور اگلی آیت میں اس کا جواب ہے۔ اور یہ جملہ فَلْيَنْظُرِ کا مفعول ہے یعنی بطور خاص اپنی خلقت پر غور کرے۔
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔
جملہ مستانفہ جواب استفہام مِمَّ خُلِقَ ہے ای خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ۔ یعنی انسان کو پانی (منی) سے پیدا کیا گیا ای ماء الرجل و ماء المرأة یعنی مرد اور عورت کے مخلوط پانی (منی) سے دَافِقٍ اگرچہ مَّآءٍ کی حالت ہے لیکن اسم فاعل ہے اور مَّآءٍ کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے۔ ایک قول ہے کہ مفعول ہے بمعنی مدفوق اور دفق کے معنی ہیں صب فیه و سیلان لیسرعة اچھل کر نکلنے والا یا تیزی کے ساتھ ڈالنا یا بسرعت بہنے والا۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے الدفق دفع الماء بعضه ببعض دفق سے مراد پانی کا بعض کے ساتھ جست کرنا یا ملنا یا ڈالنا جیسا کہ کہتے ہیں تدفق الوادی والسیل اذ جاء یرکب بعضه بعضا وادی بہہ نکلی اور پانی بہاؤ میں جب آیا تو بعض کے ساتھ بعض پر اچھل پڑا یا مل گیا یا چڑھ گیا۔
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ جو نکلتا ہے پیٹھ سے ای من بین اجزاء صلب کل رجل ای ظهره۔
یعنی ہر شخص (مرد) کے اجزاء صلبی سے یعنی اس کی پیٹھ سے۔ صلب کے معنی پیٹھ یا مضبوط۔
وَالتَّرَآئِبِ ۝ اور سینوں کے بیچ سے۔
ای عظام صدرها جمع تريبة و فسرت بموضع القلادة من الصدر و روی عن ابن عباس۔
یعنی عورت کے سینے کی ہڈیوں سے ترائب تریبہ کی جمع ہے جس کے معنی چھاتیوں اور ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان کی جگہ کے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مراد سینے کی وہ جگہ جہاں ہار پہنا جاتا ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ منی انسان کے تمام اعضاء سے نکلتی ہے اور اس کا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت میں آتا ہے اور نطفہ کی پیدائش کا بڑا مددگار دماغ ہے اور اس کے علاوہ حرام مغز ہے جو پیٹھ کے مہروں میں ہوتا ہے اور اسی سے سینہ کی ہڈیوں کی طرف پھیلتا ہے اور عورت کے سینہ کے اگلے حصے کی بہت سی رگوں میں بھی پیدا ہوتا ہے یا کھنچتا ہے اسی لیے بطور خاص ان دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ بے شک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے۔
الضمير الاول للخالق تعالى۔ اِنَّهٗ کی ضمیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راجع ہے کما فخم اولا تبرک الفاعل فی قوله تعالى مِمَّ خُلِقَ جیسا کہ گزشتہ آیت مِمَّ خُلِقَ سے معنی معلوم ہو رہے ہیں کہ اس میں فاعل (اللہ) کا ذکر نہیں یعنی انسان کو اللہ نے جست کرتے پانی سے خلق کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ

Marfat.com

زندہ کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور ضمیر ثانی رَجْعِهٖ انسان کی طرف راجع ہے ای ان ذلک الذی خلقه ابتداء مما ذکر علی اعادته بعد موته الخ یعنی جب ایسا ہے کہ وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کیا جیسا کہ ذکر گزرا تو بلاشبہ وہ اس کی موت کے بعد اس کو دوبارہ زندہ لوٹانے پر واضح طور پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ قول قتادہ رحمہ اللہ کا ہے جب کہ مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے رَجْعِهٖ کی ضمیر مَّآءٍ کی طرف راجع ہے یعنی انه تعالی علی رد الماء فی الاحلیل او فی الصلب لقادر بلاشبہ اللہ تعالیٰ منی کے پانی کو احلیل یا صلب (پیٹھ) میں لوٹانے پر ضرور قادر ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے: انه عزوجل علی رده من الکبر الی الشباب ضمیر اگر انسان کی طرف راجع ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ انسان کو بڑھاپے سے شباب (جوانی) کی طرف لوٹانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کی طرف لوٹا دینے پر قادر ہے اور پہلی تخلیق کے ہوتے ہوئے دوسری تخلیق کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾

جس دن چھپی بات کی جانچ ہوگی۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔

ای یتعرف و یتصفح ما اسر فی القلوب من العقائد و النیات و غیرھا و مما اخفی من الاعمال و یمیز بین ما طاب منها و ما خبث۔

یعنی اس روز (قیامت کے دن) معلوم و ظاہر ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں عقائد اور نیتوں (ارادوں) وغیرہ میں سے چھپا ہوگا اور وہ اعمال بھی جنہیں انسان چھپاتا ہے انہیں اور ان میں سے جو اچھے ہوں گے اور کچھ برا ہوگا ممتاز ہو جائے گا۔ یعنی نیکی و بدی الگ الگ واضح ہو جائے گی۔ ابن المنذر نے عطاء اور یحییٰ بن کثیر رحمہم اللہ سے روایت کی ہے کہ جن چھپی باتوں کی پڑتال ہوگی وہ روزہ، نماز اور غسل جنابت ہیں۔ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ابی الدرداء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضمن الله تعالی خلقه اربعا الصلوة والزکاة و صوم رمضان والغسل من الجنابة و هن سرائر التی قال الله تعالی يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چار باتوں کی ضمانت چاہی ہے وہ نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور غسل جنابت ہیں اور یہی وہ پوشیدہ باتیں ہیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس روز چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ اور بحر میں پانچویں بات توحید بھی ذکر کی گئی ہے سرائر کے حوالے سے ان امور کا بیان ان کی عظمت و فخامت کی وجہ سے ہے اور بر سبیل مبالغہ ہے ورنہ ان چار باتوں میں ہی حصر مراد نہیں ہے۔ اور اگر اس امر کا وہم کہ قدرت کا اظہار اس دن (روز حشر) کے ساتھ مخصوص ہے اور باقی دنوں میں نہیں تو بلاشبہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمہ وقت قادر ہے اور قیامت کا ذکر اس لیے کہ یہ دن اللہ ہی نے جزاء و سزا کے لیے مقرر فرما رکھا ہے اور یہ زندگی دار العمل ہے اور کفار کو حیات دنیوی میں مہلت دی گئی ہے۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

فَمَا لَهٗ ای الانسان یعنی انسان سے مراد وہ شخص جو منکر بعث تھا یا کافر تھا۔

مِنْ قُوَّةٍ فی نفسه یمتنع بها یعنی اس کے پاس نہ کوئی زور ہوگا جس سے اللہ عزوجل کے عذاب کو اپنے نفس سے

Marfat.com

روک سکے۔

وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ ینتصر به اور نہ ہی کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اس کی مدد کرے یا اسے عذاب سے بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ و هی المظلة فی قول الجمهور جمہور کے قول کے مطابق اس سے مراد ہے بارش والا آسمان۔ ابن عباس اور مجاہد کا قول سماء سے مراد سحاب ہے اور یہ آسمان فلک کے سوا ہے جو نہ گردش کرتا ہے اور نہ ہی حرکت کرتا ہے۔

ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ ای المطر یعنی بارش اس کا مصدر خاص رجوع ہے سموا به المطر جسے بارش سے موسوم کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مینہ والے آسمان کی قسم جس سے مینہ برستا ہے اور زمین کی پیداوار، نباتات و اشجار کے لیے یہ باپ کی طرح مربی ہے۔ بارش کو رجع ذَاتِ الرَّجْعِ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مینہ لوٹ لوٹ کر اور بار بار برستا رہتا ہے۔ اور ایک وجہ ذَاتِ الرَّجْعِ کہنے کی یہ بھی ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال کے ساتھ اس کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔

هو ما تتصدع عنه الارض من النبات و اصله الشق سمی به النبات مجازا۔ اور وہ جس سے زمین کھلتی ہے یعنی پھٹ کر نکلتا ہے پیداوار میں سے اور اس کی (صدع) اصل شق ہے اور نبات (پیداوار) اسے مجازاً موسوم ہے یعنی پھٹنے والی زمین کی قسم، سبزہ اور پیداوار اور چشموں، خندقوں اور کھیتی باڑی کی وجہ سے زمین کھلتی ہے اس میں شگاف پیدا ہوتے ہیں جب کہ ایک قول یہ ہے کہ زمین پیداوار وغیرہ کے لیے ماں کی مانند مربی ہے اور سماء و ارض دونوں حق سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں اور قدرت الٰہیہ کے آثار، عجائب و غرائب ان میں بکثرت ہیں اور بہار و خزاں وغیرہ کے حوالے سے حیات بعد الموت پر بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔

اِنَّهٗ ای القرآن الذی من جملته هذه ایات الناطقة بمبدأ حال الانسان و معاده۔

یعنی قرآن حکیم اور اس کی وہ آیات جو انسان کی تخلیق و آفرینش اور اس کی آخرت کے بارے ناطق ہیں یا مراد وہ آیات ہیں جن کا پہلے ذکر گزرا اور جن میں تمہیں تمہاری زندگی کے بارے میں میں نے اپنی قدرت کی خبر دی ہے۔

لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ والمراد لقول فاصل بین الحق و الباطل۔

اور قول سے مراد ہے کہ ایسی کتاب کریم ہے اور ایسا کلام عظیم ہے جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہے فرق و امتیاز کر دیتا ہے۔ ایک قول ہے ہزل کے مقابل فصل ہے یعنی دل لگی اور کھیل مزاح نہیں بلکہ فیصلہ کی بات ہے اور شک و شبہ سے پاک واقعی ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار یا تردید ممکن ہی نہیں۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

Marfat.com

بے شک کافر اپنا سا داؤ چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ بے شک کافر اپنا سا داؤ چلتے ہیں۔

اِنَّهُمْ ای کفار مکة یعنی کفار مکہ۔

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ یعملون المکاید فی ابطال امره و اطفاء نوره او فی ابطال امر الله تعالیٰ و اطفاء نور الحق۔

یعنی کفار مکہ اللہ کے حکم کو باطل کرنے کے لیے اور اس کے نور کو بجھانے یا امر الٰہی کے مٹانے اور حق کے نور کو گل کرنے کے لیے فریب سے کام لے رہے ہیں۔ ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو ناکام کرنے اور کلام الٰہی کی مخالفت میں طرح طرح کے ہتھکنڈے کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور ہر طرح کا داؤ پیچ کھیل رہے ہیں۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

ای اقابلهم متین لا یمکن رده۔ یعنی میں وہاں سے ان کا توڑ فرماتا ہوں ایسی سنجیدہ وٹھوس (مؤثر و محکم) تدبیر کے ساتھ جس کا رد (روکنا یا لوٹانا) ممکن ہی نہیں۔ اور جس کی انہیں خبر ہی نہیں۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ فلا تشتغل بالانتقام منهم ولا تدع علیهم بالهلاک ولا تستعجل۔

تو اے محبوب! ﷺ (آپ سے خطاب ہے) ان کفار کو چند روز کی مہلت دیجیے یعنی ان سے بدلہ لینے میں مشغول نہ ہوں اور نہ ہی ان کی ہلاکت و بربادی کے لیے دعا کریں اور نہ ہی اس معاملے میں جلدی کریں۔

اَمْهِلْهُمْ بدل من مهل۔ یہ مَهِّلْ سے بدل ہے اس کا مادہ رَوْدٌ سے ہے جس کے معنی میں آہستہ آہستہ حرکت دینا یا چلنا۔ اور مہلت کی تاکید کے لیے ہے یعنی تھوڑی مدت کے لیے انہیں مہلت ضرور دو۔

رُوَيْدًا ای قلیلا یعنی تھوڑی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے۔ ابن المنذر نے سدی رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے ای امهلهم حتی امر بالقتال یعنی انہیں تھوڑی مہلت دو یہاں تک کہ میں قتال کا حکم دوں۔ بعض کا قول ہے کہ انہیں چند روز (قریب کے تھوڑے سے عرصہ کے لیے) مہلت دو۔ جب کہ دوسرا قول ہے کہ قیامت تک کے لیے مہلت دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت میں کفار کو زمانہ قریب میں گرفت کی وعید ہے اور غزوۂ بدر میں کفار پر گرفت ... ہو گئی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت آیت سیف (قتال) سے منسوخ ہے کہ جب قتال کا حکم نازل ہوا۔ مہلت (ڈھیل) کا حکم باقی نہ رہا۔

الحمد للہ آج سورت الطارق کی تفسیر کا کام مکمل ہوا

... ۱۴۱۸ ہجری بمطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ الاعلیٰ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، انیس آیات، بہتر کلمات اور دو سوا کا نوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ -سورۃ الاعلیٰ- پ ۳۰

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ — اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے

الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾ — جس نے بنا کر ٹھیک کیا

وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾ — اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی

وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪ۙ﴿۴﴾ — اور جس نے چارا نکالا

فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ؕ﴿۵﴾ — پھر اسے خشک سیاہ کر دیا

سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۙ﴿۶﴾ — اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ آپ نہ بھولیں گے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ؕ﴿۷﴾ — مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو

وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ۚ﴿۸﴾ — اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے

فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۹﴾ — تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے

سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ﴿ۙ۱۰﴾ — عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے

وَ یَتَجَنَّبُہَا الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۱﴾ — اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا

الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ﴿ۚ۱۲﴾ — جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا

ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿ؕ۱۳﴾ — پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿ۙ۱۴﴾ — بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا

وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿ؕ۱۵﴾ — اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۫ۖ۱۶﴾ — بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو

وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿ؕ۱۷﴾ — اور آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی

اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ﴿ۙ۱۸﴾ — بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے

صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی ﴿٪۱۹﴾ — ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

حل لغات -سورۃ الاعلیٰ- پ ۳۰

سَبِّحِ۔ پاکی بول　　اسۡمَ۔ نام　　رَبِّکَ۔ رب اپنے　　الۡاَعۡلَی۔ بلندی

Marfat.com

الَّذِیْ-جس نے	خَلَقَ-پیدا کیا	فَسَوّٰی-پھر درست کیا	وَ-اور
الَّذِیْ-وہ جس نے	قَدَّرَ-اندازہ کیا	فَهَدٰی-پھر راہ دکھائی	وَ-اور
الَّذِیْٓ-وہ جس نے	اَخْرَجَ-نکالا	الْمَرْعٰی-چارہ	فَجَعَلَهٗ-پھر کیا اس کو
غُثَآءً-چورا	اَحْوٰی-سیاہ	سَنُقْرِئُكَ-جلدی پڑھائیں گے ہم آپ کو	
فَلَا-تو نہ	تَنْسٰٓی-بھولیں گے آپ	اِلَّا-مگر	مَا-جو
شَآءَ-چاہے	اللّٰهُ-اللہ	اِنَّهٗ-بے شک وہ	یَعْلَمُ-جانتا ہے
الْجَهْرَ-ظاہر کو	وَ-اور	مَا-جو	یَخْفٰی-چھپا ہو
وَ-اور	نُیَسِّرُ-آسان کریں گے ہم	كَ-آپ کے لیے	لِلْیُسْرٰی-آسانی کو
فَذَكِّرْ-تو نصیحت کر	اِنْ-اگر	نَّفَعَتِ-نفع دے	الذِّكْرٰی-نصیحت کرنا
سَیَذَّكَّرُ-جلدی نصیحت لے گا		مَنْ-جو	یَّخْشٰی-ڈرتا ہے
وَ-اور	یَتَجَنَّبُهَا-الگ رہے گا اس سے		الْاَشْقَی-بڑا بدبخت
الَّذِیْ-وہ جو	یَصْلَی-داخل ہوگا	النَّارَ-آگ	الْكُبْرٰی-بڑی میں
ثُمَّ-پھر	لَا-نہ	یَمُوْتُ-مرے گا	فِیْهَا-اس میں
وَ-اور	لَا-نہ	یَحْیٰی-جیے گا	قَدْ-بے شک
اَفْلَحَ-کامیاب ہوا	مَنْ-جو	تَزَكّٰی-پاک ہوا	وَ-اور
ذَكَرَ-یاد کیا	اسْمَ-نام	رَبِّهٖ-اپنے رب کا	فَصَلّٰی-پھر نماز پڑھی
بَلْ-بلکہ	تُؤْثِرُوْنَ-پسند کرتے ہو تم	الْحَیٰوةَ-زندگی	الدُّنْیَا-دنیا کو
وَ-اور	الْاٰخِرَةُ-آخرت	خَیْرٌ-بہتر ہے	وَّ-اور
اَبْقٰی-باقی رہنے والی	اِنَّ-بے شک	هٰذَا-یہ	لَفِی-بیچ
الصُّحُفِ-صحیفوں	الْاُوْلٰی-پہلے میں ہے	صُحُفِ-صحیفوں	اِبْرٰهِیْمَ-ابراہیم
وَ-اور	مُوْسٰی-موسیٰ میں		

سورت الاعلیٰ

سورت الاعلیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور انیس آیات ہیں اس سورت مبارکہ کا نام سورۃ سبح بھی ہے۔ ابن الفرس رحمہ اللہ نے بعض علماء تفسیر سے بیان کیا ہے کہ یہ مدنی ہے اس لیے کہ اس میں نماز عید اور زکوۃ الفطر وغیرہ کا ذکر ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس قول کی تردید کی ہے جیسا کہ بخاری نے ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ (مدینہ طیبہ میں) سب سے پہلے اصحاب النبی ﷺ میں سے جو لوگ آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے انہوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر عمار، سعد اور بلال آئے پھر عمر بن خطاب بیس اصحاب علیہم الرضوان کے ہمراہ آئے پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو اہل مدینہ کو آپ ﷺ کی تشریف آوری پر جس قدر فرحت وخوشی

Marfat.com

ہوئی کسی چیز سے اس قدر وہ خوش نہ دیکھے گئے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں پکارتے تھے یہ جو تشریف لائے ہیں اللہ کے رسول ہیں پھر جب آپ کے رونق افروز ہونے سے پہلے ہی میں نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور اس کی مثل چھوٹی سورتیں سیکھ لی تھیں یعنی حفظ کر لی تھیں۔ لہٰذا جمہور کے نزدیک یہ مکی ہی ہے۔ سورت الطارق میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے اور پیداوار کی طرف مشیر ہے اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں تمام مخلوقات کی تخلیق کی درستی اور چارا وغیرہ کی پیداوار کے نکالنے کا ذکر ہے۔ اور اسی سے دونوں کی مناسبت واضح ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ اس سورہ مبارکہ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ابو عبید نے ابی تمیم رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے اس سورت کو افضل المسبحات کے نام سے یاد فرمایا۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم (بہ تصحیح) اور بیہقی رحمہما اللہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى دوسری رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھتے تھے جب کہ ترمذی نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد، ترمذی نسائی، ابوداؤد ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ عیدین اور نماز جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ پڑھتے تھے۔ طبرانی نے عبداللہ بن الحرث رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ آخری نماز جو آپ ﷺ نے پڑھائی نماز مغرب تھی تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سورت الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورت الکافرون تلاوت فرمائی۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ اعلیٰ۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿۵﴾

اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔ جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔ اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔ اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔

سَبِّحِ فعل امر ہے یعنی پاکی بولو اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کی۔ ای نزہ اسماءہ عزوجل عما یلیق فلا تؤول مما ورد منها اسما من غیر مقتض ولا تبقه علی ظاهره اذا کان ما وضع له مما لا یضع له تعالی ولا تطلقه علی غیره سبحانه اصلا۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے نام کو تعظیم واحترام کے ساتھ لو اور وہ نام نہ بولو جو اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ ہی ان ناموں میں سے اس پر کسی نام کا اصلاً اطلاق کرو جو ملحدین و کفار نے مقرر کر رکھے ہیں اور نہ ہی خود وضع کرو اور نہ ہی ان ناموں کو ان کے اس ظاہر پر باقی رہنے دو جو اللہ پاک کے لیے بولنا صحیح نہ ہوں البتہ اللہ کو ان ہی ناموں سے یاد کرو جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔ اور سورت الاعراف میں اس کی خوب وضاحت ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام (اللہ، رحمٰن، رحیم) تو اسے ان ناموں سے پکارو وَ ذَرُوا

Marfat.com

الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىِٕهٖ اور انہیں چھوڑ دو جو اِن کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں (یعنی ناموں میں الحاد نہ کرو)۔ ایک قول ہے اسم سے یہاں مراد مسمّٰی (ذات باری) ہے یعنی اپنے بلند و برتر پروردگار کی پاکی بولو۔ اور ایک قول ہے کہ ''اسم'' کالفظ زائد ہے یعنی اپنی زبان سے اپنے رب کی پاکی بولو۔ بغوی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى سے مراد نماز کا حکم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد نماز میں تسبیح پڑھنا ہے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ پڑھی تو ارشاد فرمایا سبحان ربی الاعلی اور عبد بن حمید اور ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب یہ سورت پڑھی تو کہا سبحان ربی الاعلی اور وہ نماز میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ اللہ کی کتاب پر زیادتی کرتے ہیں فرمایا ہرگز نہیں انما امرنا بشیء ففعلته ہمیں تو ایک بات کا حکم دیا گیا سو میں نے اس کی تعمیل کی۔ امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ رحمہم اللہ نے عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ واقعہ کی آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: اجعلوها فی رکوعکم اسے اپنے رکوع میں اختیار کرو پھر جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى نازل ہوئی ارشاد فرمایا اسے اپنے سجدوں میں اختیار کرو یعنی پڑھو (سبحان ربی الاعلی) اَلْاَعْلَى رب کی صفت ہے یعنی بلند و برتر شان والا چونکہ اللہ عزوجل کی بزرگی و عظمت عقل و فہم ادراک سے بالا ہے لہٰذا اس کی پاکیزگی بولنے کے لیے اسی کے فرمائے ہوئے ناموں سے یاد کرنا ہی درست ہے اور ملحدوں کے رکھے ہوئے ناموں سے بچنا اور اللہ عزوجل کو ان کے بیان کردہ اوصاف سے پاک جاننا ضروری ہے۔ جیسے ہنود رام، پرماتما کہتے ہیں اور ایرانی یزدان واہرمن کہتے ہیں یزدان خدائے خیر اور اہرمن خدائے شر کو کہتے ہیں اور اللہ عزوجل خیر و شر کا خالق اور یہ دونوں لفظ اللہ عزوجل کے لیے بولنا سخت ناجائز ہیں اور فرنگی اور یونانی اللہ عزوجل کے لیے GOD (گاڈ) کا لفظ بولتے ہیں جبکہ گاڈ کی مونث GODESS ہے اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے لہٰذا ان الفاظ کا بولنا اور اللہ عزوجل مراد لینا الحاد ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۪ۙ جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

الَّذِیْ خَلَقَ کا مفعول محذوف ہے ای الذی خلق کل شیء یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔

فَسَوّٰى ۪ۙ والمراد فجعل خلقه کما تقتضیه حکمته سبحانه۔ اور مطلب یہ ہے کہ اپنی مخلوقات کو بنایا جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت کا مقتضیٰ ہوا۔ ایک قول ہے کہ نظم کائنات کا جو تقاضا تھا ویسا ہی انتظام فرما دیا۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ اور جس نے اندازہ پر رکھا۔

ای جعل الاشیاء علی مقادیر مخصوصة فی اجناسها و انواعها وافرادها و صفاتها و افعالها و آجالها۔

یعنی اللہ نے تمام اشیاء کو ان کی اجناس، انواع، افراد، صفات، افعال اور مدت میں ان کی مخصوص قدروں پر بنایا۔

فَهَدٰى ۪ۙ پھر راہ دی۔

ای قدر اقواتهم و هداهم بطلبها۔ یعنی ان کی (مخلوقات کی) روزیاں مقرر کیں اور انہیں ان کے حصول و طلب کا راستہ بتایا۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے: قدر هم ذکرانا و اناثا و هدی الذکر کیف یاتی الانثی مذکر اور

Marfat.com

مؤنث (نر اور مادہ) مقرر کیا (پیدا فرمایا) اور نر کو مادہ سے جفتی کا طریقہ بتایا۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے: قدر الولد فی البطن تسعة اشهر او اقل او اکثر و هذاه للحزوج منه للتمام بچے کو رحم میں ٹھہرنے کے لیے نو ماہ یا اس سے کم یا زیادہ مدت مقرر فرمائی اور اس مدت کے پورا ہونے پر وہاں سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے: قدر الانسان والبهائم و هدی الانسان للخیر والشر والبهائم للمراتع اللہ عزوجل نے انسان اور چوپایوں کو پیدا کیا اور انسانوں کو خیر اور شر کی ہدایت کر دی (راستہ بتا دیا) اور چوپایوں حیوانوں کو چراگاہوں کا راستہ بتا دیا۔ (جبلی الہام کر دیا) واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر چیز جو مقدر فرمائی اسے راستہ بتا دیا۔ صحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز مقدر کر دی گئی ہے یہاں تک کہ نادانی اور سمجھ داری اور اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ساری مخلوقات کی تقدیریں مقرر فرمائیں جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔

وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۪ۙ﴿۴﴾ اور جس نے چارا نکالا۔

ای انبت ما ترعا الدواب۔ یعنی وہ سبزہ یا گھاس اگائی جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ؕ﴿۵﴾ پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً ای فجعله بعد ذلک یابسا۔ یعنی پھر ہم نے اس سبزے چارے وغیرہ کو اگانے کے بعد سوکھا بنا دیا (سکھا دیا یا خشک کر دیا)

اَحْوٰی ؕ﴿۵﴾ اس سے مراد ہے اسود او اسمر و النبات اذا یبس اسودا واسمر سیاہ کر دیا یا چورا چورا کر دیا کہ سبزے (چارہ و پیداوار) جب سوکھ جاتی ہے تو کالی ہو جاتی ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰی ؕ﴿۷﴾ وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ۚۖ﴿۸﴾

اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ آپ نہ بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے، بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔ اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴿۶﴾ اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ آپ نہ بھولیں گے۔

ای سنجعلک قارئا بالهام القراء ة ای فی الکتاب من دون تعلیم احد کما هو العادة فقد روی عن جعفر الصادق رضی الله تعالی عنه انه علیه الصلوة کان یقرء الکتابة و لا یکتب۔

یعنی جلد ہی ہم آپ کو پڑھنے والا بنائیں گے قرأت کے الہام کے ساتھ یعنی بغیر کسی کی تعلیم کے جیسا کہ عرف و عادت ہے تو اہل بیت کے امام کریم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ لکھا ہوا پڑھتے تھے اور لکھتے نہیں تھے۔

اور سین سَنُقْرِئُكَ تاکید کے لیے و هی هدایته علیه الصلوة والسلام لتلقی الوحی و حفظ القرآن الذی هو هدی للعلمین و توفیقه صلی الله علیه وسلم لهدایة الناس اجمعین۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کے لیے خوش خبری ہے کہ ان کی طرف وحی بھیجی جائے گی اور انہیں قرآن حکیم حفظ ہوگا جو کہ سارے جہانوں کے لیے ہدایت ہے اور یہ کہ آپ کو یہ توفیق حاصل ہوگی تاکہ تمام انسانوں کی ہدایت کا فریضہ ادا کریں۔ جمل میں ہے کہ آپ ﷺ کو بشارت دی گئی کہ آپ کو قرآن حکیم بغیر محنت و مشقت کے حفظ ہو جائے گا اور آپ نہ بھولیں گے۔

Marfat.com

فَلَا تَنْسٰٓی نفی النسیان مطلقا عنه علیه الصلوة و السلام امتنانا علیه صلی الله علیه وسلم بانه اوتی قوة الحفظ۔

فَلَا تَنْسٰٓی میں نبی اکرم ﷺ سے مطلقاً نسیان (بھول) کی نفی آپ ﷺ کے امتنان (تسلی وتسکین) کے لیے ہے کہ بلاشبہ آپ کو اس کے ساتھ قوت حفظ عطا کی گئی۔

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ چاہے۔

بعض مفسرین کرام کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اِلَّا استثناء کے لیے ہے مگر آپ ﷺ کے لیے ایسا واقع نہ ہوا اور اللہ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں۔ایک قول یہ ہے ای لا ینسی اصلا مما سنقرئک شیئا من الاشیاء الا ماشاء الله ان تنساه۔یعنی آپ اصلاً اس میں سے جو ہم اشیاء میں سے جو شے اب آپ کو پڑھوائیں گے کچھ نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے کہ بھلایا جائے اور جمہور کے نزدیک "ان تنساه" سے مراد وہ آیات ہیں جو منسوخ التلاوت ومنسوخ الحکم ہیں اور نسیان اگرچہ فطری امر ہے جو انسان کے لیے مقدر ہے لیکن آپ ﷺ اس سے محفوظ ہیں مگر جو مشیت الٰہیہ نسخ قرآن سے متعلق ہے اس میں آپ ﷺ معذور ہیں اور آپ کی عظمت حفظ اور جلالت شان پر کوئی غبار نہیں آتا۔بعض علماء نے فَلَا تَنْسٰٓی کو منفی فعل مانا ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس امر کی پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے کہ آیات میں نسخ ہوگا اور یہ سورت مکی ہے اور نسخ احکام میں خاص ہے اور احکام کا نزول ہجرت ہی کے بعد بکثرت ہوا۔اور قیام مکہ کے دوران میں نسخ وقوع نادر ہی ہے۔اور اگر فَلَا تَنْسٰٓی کو فعل نہی قرار دیا جائے اور الف زائد جس کو بعض علماء نے فواصل آیات کی رعایت قرار دیا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کا حفظ حسب قوت واستطاعت واجب ہے۔شیخین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قرآن کی نگہداشت کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس طرح اونٹ اپنے زانو بند سے چھڑا کر بھاگتا ہے قرآن (بصورت غفلت) اس سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جانے والا ہے۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝ بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔

ای انه تعالی یعلم ما ظهر و ما بطن۔یعنی بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ جو ظاہر ہے اور جو باطن ہے اسے خوب جانتا ہے۔ایک قول ہے کہ یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی کی تاکید کے لیے ہے کہ جہر وہ ہے جو اقوال سے ظاہر ہے ای یعلم سبحانه جهرک بالقرآءة مع جبریل علیه السلام و ما دعاک الیه من مخافة النسیان فلا تخف فانی اکفیک ما تخاف۔یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو آپ کا جبریل علیہ السلام کے لیے بلند آواز سے پڑھنا اور وہ شے جو آپ کو بھولنے کے خوف واندیشہ کی طرف خطرہ دلاتی ہے خوب معلوم ہے۔پس آپ خوف نہ کیجئے (پروانہ کیجئے) بلاشبہ میں آپ کو جس شے کا خوف ہے اس سے محفوظ کرنے کے لیے کافی ہوں۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

ای نوفقک توفیقا مستمرا للطریقة الیسری فی کل باب من ابواب الدین علما و تعلیما۔یعنی ہم آپ کو دین کے تمام علمی وتعلیمی ابواب میں سے ہر ایک باب میں سہل وآسان طریق وراستے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں گے۔
ایک قول ہے:المراد بالیسری الطریقة التی هی ایسر واسهل فی حفظ الوحی یُسْرٰی سے مراد وہ طریقہ ہے

Marfat.com

جو وحی کی یادداشت اور حفظ کے لیے نہایت آسان اور سہل ہے۔ ایک قول ہے: هي الشريعة الحنيفية السهلة۔ يسرى سے مراد آسان اور سہل اور صحیح و راست و شریعت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یُسری سے مراد نیک عمل ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمہاری خاطر آسانی پیدا کردیں گے۔ جیسا کہ اس آیت کی ساخت کا مقتضیٰ ہے (كذا في روح المعاني)

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝١١ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٣

تو آپ نصیحت فرمائیں اگر نصیحت کام دے، عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ تو آپ نصیحت فرمائیں اگر نصیحت کام دے۔

اى فذكر الناس حسبما يسرناك بما يوحى اليك و اهدهم الى ما فى تضاعيفه من الاحكام الشرعية كما كنت تفعله۔

یعنی اس کے مطابق جیسا کہ ہم نے آپ کے لیے آسان بنایا اس امر کو، وحی کی آپ کی طرف اور لوگوں کو نصیحت فرمایے اور ان کو اس کی طرف بار بار ہدایت فرمایے جس سے احکام شرعیہ کی طرف زیادہ راغب ہوں جیسا کہ آپ پہلے کرتے ہیں خواہ کچھ لوگوں کو ہی اس سے فائدہ پہنچے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔

اى سيذكر بتذكيرك من شانه ان يخشى الله تعالى حق خشيته۔

یعنی آپ کے وعظ و نصیحت سے وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو حقیقۃً حق سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتا ہے اور عذاب الٰہی کے خوف سے امور خیر کی طرف راغب ہوتا ہے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝١١ اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا۔

اى و يتجنب الذكر و يتحاماها۔

یعنی وہ شخص جو نصیحت و فائدہ سے دور رہے اور اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرے یا خدا کی دشمنی و مخالفت میں غلو کرے اور الْأَشْقَى سے مراد مطلقاً ایسا کافر ہے ایک قول ہے کہ الْأَشْقَى کا مطلب ہے بڑا بد نصیب۔ الْأَشْقَى میں الف لام عہدی ہے اور اس سے مراد خاص کافر ہے یعنی ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ وغیرہ۔

الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔

اى الطبقة السفلى من اطباق النار كما قال الفراء۔

یعنی طبقات جہنم میں سے سب سے نچلے طبقہ میں داخل ہوگا جیسا کہ فراء کا قول ہے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: الْكُبْرٰى نار الآخرة و الصغرى نار الدنيا۔ کبریٰ سے مراد آخرت کی آگ ہے جبکہ صغریٰ سے مراد دنیا کی آگ ہے۔ صحیحین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے نار كم هذه جزء من سبعين جزء من نار جهنم

Marfat.com

تمہاری یہ آگ (دنیا کی آگ) جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے یعنی دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا شدید و گرم ہے۔ جب کہ امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں سو گنا آیا ہے۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا پھر نہ اس میں مرے۔

ای فیستریح۔ یعنی مر کر ہی عذاب سے رہائی پائے اور دوزخ میں موت نہ ہوگی اور عذاب دائمی اور ہر لحظہ عذاب و دکھ میں اضافہ۔

وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ اور نہ جیے۔

ای حیاۃ تنفعه۔ یعنی نہ ہی زندگی کہ اس سے کچھ آرام پائے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾

بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

قَدْ اَفْلَحَ ای نجا المکروہ و ظفر بما یرجوہ۔

یعنی مکروہات سے خلاصی حاصل کی اور اس چیز کے ساتھ کامیابی پائی جس کی وہ امید کرتا تھا۔

مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ ای تطهر من الشرک بتذکرہ و اتعاظه۔ یعنی شرک سے پاک ہوا اللہ کے ذکر کے ساتھ اور نصیحت قبول کی۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ایمان لا کر ستھرا ہوا اور کفر کی پلیدی سے نجات حاصل کی یا یہ مطلب ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے طہارت کا اہتمام کیا یعنی غسل و وضو کیا اور ایک قول ہے کہ زکوٰۃ (صدقات) دی۔ ایک قول یہ ہے کہ شرک کی نجاست سے خود کو پاک کیا اور ظاہری گندگیوں سے بچا اور زکوٰۃ ادا کی اور یاد الٰہی سے غافل نہ ہوا اور اپنے اعضاء کو گناہوں کی آلودگی سے دور رکھا اور نفسانیت کے عیوب سے اپنے باطن کو محفوظ رکھا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ البزار اور ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی اور مشرکانہ امور کو نکال باہر کیا اور میرے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دی وہ مراد کو پہنچا۔ ایک قول ہے کہ تَزَكّٰى سے مراد ہے کہ جس نے تقویٰ کی کثرت کی اور جو ستھرا ہونے کو اللہ سے ڈرتا رہا اور نفسانی گندگیوں سے بچتا رہا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ ای بلسانه و قلبه لا بلسانه مع غفلة القلب۔ یعنی اپنی زبان اور دل سے اللہ عزوجل کا ذکر کیا اور یوں نہیں کہ زبان سے ذکر تو کیا مگر دل غفلت میں رہا اذ مثل ذلک لا ثواب فیه جب یوں ذکر کیا تو اس میں کوئی ثواب نہیں (پورا فائدہ نہیں ملتا) اور قلبی ذکر سے دل میں اللہ پاک کے اسم کا خیال سامنے رکھ کر یاد کرنا ہے یعنی اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ بعض علماء حنفیہ نے ذکر سے مراد یہاں نماز کی افتتاحی تکبیر لی ہے گویا کہ ارشاد ہے و کبر للافتتاح یعنی نماز کا تکبیر تحریمہ سے افتتاح (شروع) کرو۔

فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ ای الصلوٰت الخمس کما اخرجه ابن المنذر وغیرہ عن ابن عباس۔ یعنی پانچوں فرض

Marfat.com

نمازیں جیسا کہ ابن المنذر وغیرہم رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور حدیث مرفوع میں بھی یہی روایت ہے کہ مراد فرض نمازیں ہیں فَصَلّٰی میں فاء عطف ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور عطف تعقیبی کے تحت معطوف اور معطوف علیہ الگ الگ ہوں گے اور معطوف علیہ مؤخر ہوا اور اس تقدیر پر جز کل سے الگ نہیں ہوتا۔ جبکہ شوافع کا قول ہے عام خاص کو شامل ہوتا ہے اور عام پر خاص کا عطف صحیح ہے اور یوں کل جز کو شامل ہوتا ہے اور کل کا عطف جز و پر ہوسکتا ہے لہٰذا تکبیر تحریمہ جز و نماز ہے احناف کہتے ہیں کہ ایسا عطف، خاص کی اہمیت و مرتبہ کے لیے ہوتا ہے اور یہاں ایسا کوئی امر ہے ہی نہیں۔ لہٰذا حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہرگز نہیں اور آیت کی رو سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نماز کا افتتاح اللہ کے کسی نام سے بھی ہوسکتا ہے جیسے الرحمٰن اکبر۔ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں اور صرف اللہ اکبر یا اللہ الکبیر یا اللہ الاکبر سے درست ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ جز و نماز ہے۔ تفسیرات احمدی اور مدارک میں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک صدقہ فطر اور تکبیرات عید اور نماز عید مراد ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تَزَکّٰی کے معنوں میں "تصدق" مروی ہے اور آپ نے کہا ہے کہ جس نے صدقہ دیا اور نماز پڑھی پھر یہی آیت تلاوت کی۔ لیکن ایسا اس صورت میں ہے جب سورت ہذہ کا مدنی ہونا ثابت ہو کہ مکہ میں یہ امور (صدقہ فطر و نماز عید وغیرہ) نہ تھے۔ البتہ تکبیر تحریمہ کے شرائط نماز میں ہونے پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ فَصَلّٰی سے مراد دعا ہے اور دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اول و آخر اللہ عزوجل کا ذکر و ثنا ہو اور حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

کانه قیل اثر بیان ما یوذی الی الفلاح لا تفعلون بذلک بل توثرون الخ۔ دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے کا فرما کر گویا کہا جا رہا ہے کہ تم وہ امور سرانجام نہیں دیتے جو فلاح و کامیابی کی طرف راہ نما ہیں (جیسے تزکیہ نفس اور یاد الٰہی) بلکہ تم دنیاوی زندگانی ہی کو ترجیح دیتے ہو جو فانی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب اہل مکہ کے کفار و اشقیاء سے ہے کہ دنیا کی زندگی پر بچھے ہوئے ہیں اور اسی پر راضی ہو بیٹھے ہیں اور آخرت کی طرف سے بالکلیہ روگرداں ہیں جیسا کہ سورۂ یونس میں ان کی اس حالت کا تذکرہ گزرا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ آخرت کی طرف التفات کریں اور فانی دنیا اور اس کی لذات کی طلب میں نہ پڑیں۔

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۝ اور آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی۔

فاعل تُؤْثِرُوْنَ سے حال ہے اور توبیخ و عتاب کے لیے مؤکد ہے ای توثرونها علی الاخرة والحال ان الاخرة خیر فی نفسها لما ان نعیمها مع کونه فی غایة ما یکون اللذة خالص عن شائبة الغائلة ابدی لا انصرام له وعدم التعرض لبیان تکدر نعیم الدنیا بالمنغصات و انقطاعه عما قلیل لغایة الظهور۔ یعنی تم دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح (فوقیت) دیتے ہو جب کہ حال یہ ہے کہ بلاشبہ آخرت اپنے وجود میں خیر ہی خیر ہے (بہتر ہے) اور اس کی نعمتیں بڑی بڑی اور فنا و معدوم ہونے کا خطرہ سے محفوظ اور دائمی رہنے والی ہیں اور اس کی لذتیں

Marfat.com

خالص و پاکیزہ اور لازوال ہیں اور آخرت سے روگردانی کا ذکر اس لیے ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک وقت کے بعد مکدر ہو جاتی ہیں اور ان کی افادیت کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ اپنی غایت ظہور کے اعتبار سے قلیل ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ محبوب فرماؤ کہ دنیاوی نفع قلیل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یعنی نعمت واسباب وسامان دنیا سب فنا ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے اور اللہ عزوجل کی رحمت، ثواب اور نعمتیں جو آخرت میں ہیں، ہمیشہ رہیں گی اور کبھی زائل وفنا نہ ہوں گی۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اِنَّ هٰذَا ان هذا میں گزشتہ مضمون وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابن جریر اور ابن حاتم نے ابن زید علیہم الرضوان سے روایت کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ۔ ابن عباس عکرمہ اور سدی علیہم الرضوان کا قول ہے کہ سورۂ مبارکہ کے پورے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ ای ثابت فیها معناه یعنی اس کے معانی ومضمون ان اگلے صحیفوں میں ثابت ہیں یعنی ان میں یہی مضمون بالتصریح مذکور تھا۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ الصُّحُفِ الْاُوْلٰى سے بدل ہے اور حضرت ابراہیم کو جو صحیفے عطا ہوئے وہ دس تھے اور یونہی صحف موسیٰ ہیں اور ان صحائف سے مراد تورات کے علاوہ ہے یعنی یہ مضمون ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں تھا۔ عبد بن حمید، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! اللہ کریم نے کتب وصحائف میں سے (کس قدر) کتنے نازل فرمائے ارشاد فرمایا ایک سو صحیفے اور چار کتابیں۔ حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے اور ابراہیم علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے قبل دس صحیفے نازل ہوئے اور کتب میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم نازل ہوا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ صحف ابراہیم میں کیا تھا ارشاد فرمایا وہ سب امثال تھے اور میں نے پوچھا صحف موسیٰ میں کیا تھا۔ ارشاد فرمایا: کانت عبرا کلها وہ سب کے سب عبرت ونصیحت تھے اور میں نے عرض کیا کہ ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں سے آپ ﷺ پر بھی کچھ نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا اے ابوذر! ہاں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾

اس حدیث کی صحت میں علماء کو کلام ہے واللہ اعلم بحقیقة الحال۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مقدم فرمانا زمانہ ونسب کے اعتبار سے ہے اور ابراہیم عجمی نام ہے اور عربی منصرفات سے ہے۔ ابوموسیٰ الاشعری اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے پورے قرآن میں ابراغام (بالغین) پڑھا جبکہ مالک بن دینار رحمہ اللہ نے ابراہیم کو الف کے ساتھ اور ھاء کی فتح اور یاء کے بغیر پڑھا۔ کرمانی رحمہ اللہ نے عجائب میں نقل کیا ہے کہ یہ عربی نام ہے اور البرهمة سے مشتق ہے۔ واللہ اعلم

الحمدللہ آج سورت الاعلیٰ کی تفسیر پوری ہوئی

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۵ ہجری بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الغاشیہ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، چھبیس آیات، بانوے کلمات اور تین سو اکیاسی حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ الغاشیہ-پ ۳۰

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ①	بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی
وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ②	کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے
عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③	کام کریں مشقت جھیلیں
تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً ④	جائیں بھڑکتی آگ میں
تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ⑤	نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں
لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ⑥	ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے
لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ⑦	کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں
وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ⑧	کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں
لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨	اپنی کوشش پر راضی
فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩	بلند باغ میں
لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً ⑪	کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے
فِيۡهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ ⑫	اس میں رواں چشمہ ہے
فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ⑬	اس میں بلند تخت ہیں
وَّاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ⑭	اور چنے ہوئے کوزے
وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ⑮	اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین
وَّزَرَابِىُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ⑯	اور پھیلی ہوئی چاندنیاں
اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ⑰	تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا
وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ⑱	اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا
وَاِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ⑲	اور پہاڑوں کو کیسے قائم کئے گئے
وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ⑳	اور زمین کو کیسے بچھائی گئی
فَذَكِّرۡ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ㉑	تو آپ نصیحت سنائیں آپ تو یہی نصیحت سنانیوالے ہیں

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾	آپ کچھ ان پر نگہبان نہیں
اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾	ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾	تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا
اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾	بے شک ہماری طرف ہی ان کا پھرنا ہے
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾	پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے

حل لغات - سورۃ الغاشیہ - پ ۳۰

ھَلْ - یقیناً	اَتٰكَ - آئی تیرے پاس	حَدِيْثُ - بات	الْغَاشِيَةِ - چھا جانے والی کی
وُجُوْهٌ - کئی منہ	يَّوْمَئِذٍ - اس دن	خَاشِعَةٌ - جھکے ہوں گے	عَامِلَةٌ - کام کرنے والے
نَّاصِبَةٌ - مشقت والے	تَصْلٰى - داخل ہوں گے	نَارًا - آگ	حَامِيَةً - بھڑکتی میں
تُسْقٰى - پلائے جائیں گے	مِنْ عَيْنٍ - چشمہ	اٰنِيَةٍ - گرم سے	لَيْسَ - نہیں ہے
لَهُمْ - ان کے لیے	طَعَامٌ - کھانا	اِلَّا - مگر	مِنْ ضَرِيْعٍ - آگ کے کانٹے
لَّا - نہ	يُسْمِنُ - موٹا کرے	وَ - اور	لَا - نہ
يُغْنِيْ - کام دے	مِنْ جُوْعٍ - بھوک سے	وُجُوْهٌ - کئی منہ	يَّوْمَئِذٍ - اس دن
نَّاعِمَةٌ - تروتازہ ہوں گے	لِّسَعْيِهَا - اپنی کوشش پر	رَّاضِيَةٌ - خوش ہوں گے	فِيْ - بیچ
جَنَّةٍ - جنت	عَالِيَةٍ - بلند کے	لَّا - نہ	تَسْمَعُ - سنیں گے
فِيْهَا - اس میں	لَاغِيَةً - کوئی بیہودہ	فِيْهَا - اس میں	عَيْنٌ - چشمے ہیں
جَارِيَةٌ - جاری	فِيْهَا - اس میں	سُرُرٌ - تخت ہیں	مَّرْفُوْعَةٌ - بلند
وَّ - اور	اَكْوَابٌ - آبخورے	مَّوْضُوْعَةٌ - چنے ہوئے	وَّ - اور
نَمَارِقُ - قالین	مَصْفُوْفَةٌ - صف بستہ	وَّ - اور	زَرَابِيُّ - چاندنیاں
مَبْثُوْثَةٌ - بچھی ہوئی	اَفَلَا - کیا نہیں	يَنْظُرُوْنَ - دیکھتے	اِلَى - طرف
الْاِبِلِ - اونٹ کی	كَيْفَ - کیسے	خُلِقَتْ - پیدا کیا گیا	وَ - اور
اِلَى - طرف	السَّمَآءِ - آسمان کی	كَيْفَ - کیسے	رُفِعَتْ - بلند کیا گیا
وَ - اور	اِلَى - طرف	الْجِبَالِ - پہاڑوں کی	كَيْفَ - کیسے
نُصِبَتْ - گاڑے گئے	وَ - اور	اِلَى - طرف	الْاَرْضِ - زمین کی
كَيْفَ - کیسے	سُطِحَتْ - بچھائی گئی	فَذَكِّرْ - تو آپ نصیحت کریں	اِنَّمَآ - صرف
اَنْتَ - آپ	مُذَكِّرٌ - نصیحت کرنیوالے ہیں	لَسْتَ - نہیں ہیں آپ	عَلَيْهِمْ - ان پر
بِمُصَيْطِرٍ - نگران	اِلَّا - مگر	مَنْ - جس نے	تَوَلّٰى - منہ پھیرا
وَ - اور	كَفَرَ - کفر کیا	فَيُعَذِّبُهُ - تو عذاب کرے گا اسکو	اللّٰهُ - اللہ

Marfat.com

اَلْعَذَابَ۔عذاب اَلْاَكْبَرَ۔بہت بڑا اِنَّ۔بے شک اِلَيْنَآ۔ہماری طرف ہے
اِيَابَهُمْ۔ان کالوٹنا ثُمَّ۔پھر اِنَّ۔بے شک عَلَيْنَا۔ہم پر ہے
حِسَابَهُمْ۔ان سے حساب لینا

سورت الغاشیہ

سورت الغاشیہ بالاتفاق مکیہ ہے اس میں ایک رکوع اور چھبیس آیات ہیں۔مسلم،ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سورۂ مبارکہ کو نماز جمعہ میں دوسری سورتوں کے ساتھ اکثر تلاوت فرماتے تھے۔پچھلی سورتوں میں مومن،کفار،جنت اور نار کا ذکر گزرا جو اجمالی تھا تو اس سورت میں اس کی تفصیل ہے جو مناسبت کلام کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو-سورۃ الغاشیہ-پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧

بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔کام کریں مشقت جھلیں جائیں بھڑکتی آگ میں۔نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں۔ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔

هَلْ بمعنی قد ہے ای قد جاء ک یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) حدیث الغاشیہ یعنی بلاشبہ آپ کے پاس اس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آچکی۔اور ایک قول ہے کہ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کے پاس خبر آ گئی۔اس استفہام سے تعجب کا اظہار ہے اور اس بات کے سننے کے لیے شوق ورغبت دلائی گئی ہے۔ابن ابی حاتم نے عمرو بن میمون رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ پڑھ رہی تھی تو آپ وہاں ٹھہرے اور سنا اور ارشاد فرمایا نعم قد جاء نی ہاں بلاشبہ میرے پاس خبر پہنچ گئی۔اور الْغَاشِيَةِ سے مراد القیامۃ ہے جیسا کہ سفیان رحمہ اللہ سے منقول ہے محمد بن کعب اور ابن جبیر رحمہما اللہ کا قول ہے: ھی النار یہ آگ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۔آگ ان کے چہرہ پر چھا جائے گی (چڑھ دوڑے گی)۔

الْغَاشِيَةِ سے مراد قیامت ہی زیادہ صحیح ہے جس کے شدائد واحوال ہر شے پر چھا جائیں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ایک قول ہے کہ تقدیر کلام پر وُجُوْهٌ سے مراد اصحاب وجوہ اور اس کے بعد جو ہے وہ خبر ہے اور مبتدا مرفوع ہے اور اس سے ابتداء جائز ہے اگرچہ موضع تنویع میں نکرہ واقع ہو۔تو معنی یہ ہوں گے کہ چہروں والے۔تنوین کثرت کو

واضح کر رہی ہے یعنی بہت سے چہرے مراد کفار ہیں۔ یَوْمَئِذٍ سے مراد ہے قیامت کے دن۔

خَاشِعَةٌ ۝ والمراد بخاشعة ذليلة۔ اور خَاشِعَةٌ سے مراد ہے ذلیل ہوں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز کفار کے چہرے ذلت سے دوچار ہوں گے اور رسوائی ان کے چہروں سے واضح ہوگی۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ کام کریں مشقت جھیلیں ای عاملة فی ذلک الیوم تعبة فیه و ذلک فی النار علی ما روی عن ابن عباس والحسن و ابن جبیر و قتادة و عملها فیها علی ما قیل جر السلاسل والاغلال والخوض فیها خوض الابل فی الوحل والصعود والهبوط فی تلالها و وهادها و ذلک جزاء التکبر عن العمل و طاعة الله فی الدنیا۔

یعنی اس روز (قیامت کے دن) کام کریں اور اس میں مشقت و رنج جھیلیں اور ایسا آگ (دوزخ) میں کریں گے جس طرح کہ ابن عباس، حسن، ابن جبیر اور قتادہ سے مروی ہے اور دوزخ میں کام یوں ہوں گا جیسا کہ مروی ہے کہ طوق و زنجیر کے بوجھ کھینچیں گے اور اس میں دھنسیں گے جس طرح کہ اونٹ دلدل میں دھنس جاتا ہے اور دوزخ کے ٹیلوں اور گڑھوں میں چڑھیں اتریں گے اور ایسا ان کے اس تکبر کا بدلہ ہوگا جس نے انہیں دنیاوی زندگی میں اعمال صالحہ اور اطاعت الٰہی سے باز رکھا۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کافروں نے دنیا میں کام کیے مشقتیں اٹھائیں کیونکہ وہ ہدایت پر نہ تھے اس لیے ان کی مشقت کا انہیں کوئی پھل نہ ملا سوائے تھکن کے اور اس کا انجام دوزخ ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر نہ تھے بت پرست تھے یا اہل کتاب کے کافر راہب اور پجاری کہ انہوں نے محنتیں بھی کیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں لیکن جہنم میں پڑے اور انہیں ان کی محنت نے کوئی نفع نہ دیا بجز ہلاکت کے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ جائیں بھڑکتی آگ میں۔

متناهية فی الحر من حمیت النار اذا اشتد حرها۔

انتہائی گرم اور بھڑکتی ہوئی یا تپائی ہوئی ایسی آگ میں داخل ہوں گے جب وہ خوب تپ کر بھڑک اٹھے۔ واضح مفہوم یہ ہے خوب گرم بھڑکتی آگ میں پڑیں گے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں گے۔

بلغت اناها ای غایتها فی الحر فهی متناهية فیه کما فی قوله تعالی وَبَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ۔

اس چشمے کا کھولنا آخری حد تک گرمی کو پہنچا ہوا ہے اور وہ اس میں غیر محدود ہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔ (الرحمٰن) جب نار جہنم سے جل کر پانی کی طلب کے لیے فریاد کریں گے تو انہیں یہ جلتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ اس پر ناطق ہے: سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد) بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس کھولتے پانی کا قطرہ دنیا کے کسی پہاڑ پر گر جائے تو وہ پہاڑ رال بن جائے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے۔

Marfat.com

جہنم میں کفار کے پینے کے ذکر کے بعد ان کے کھانے کا تذکرہ ہے اور ضَرِیۡعٍ سے مراد جیسا کہ عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ البشرق الیابس (خاردار خشک گھاس) اور یہ جیسا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے شجرة ذات شوک لاطئه بالارض یہ ایک پودا ہے کانٹوں والا زمین کے ساتھ پھیلا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ابن جبیر رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ ضریع سے مراد تھوہر ہے (زقوم) چونکہ یہ (ضریع) دوزخ کا درخت ہے اس لیے دنیا میں اس سے مشابہ جو بھی پودا ہوگا علماء تفہیم کے لیے اسے مراد لیتے ہیں اور ضریع کا ذکر وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِيۡنٍ کے علاوہ ہے اور منافی نہیں یعنی دوزخیوں کا کچا لہو اور پیپ غرضیکہ کفار کے لیے عذاب طرح طرح کا ہوگا۔ کوئی خشک شبرق (گھاس خاردار) دیے جائیں گے اور کوئی دوزخیوں کا پیپ کھلائے پلائے جائیں گے اور یہ ان کے مختلف طبقات کے حالات کے موافق ہوگا۔ یا ہوسکتا ہے کہ غِسۡلِيۡنٍ ضریع وزقوم کی ہیئت پر انہیں دیا جائے۔ واللہ اعلم

لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ﴿۷﴾ کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

جب یہ آیت لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ﴿۶﴾ نازل ہوئی تو کفار قریش نے کہا: ان الضریع لتسمن علیه ابلنا بلاشبہ ضریع کے کھانے سے ہمارے اونٹ فربہ ہوتے ہیں تو یہ آیت اتری۔ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ﴿۷﴾ ای ان طعامهم من ضریع لیس من جنس ضریعکم انما هو غیر مسمن ولا مغن من جوع۔ یعنی دوزخیوں کا کھانا ضریع تمہارے دنیا کے پودے ضریع کی جنس سے نہیں ہے بلکہ وہ (چونکہ دوزخی پودا ہے) نہ ہی فربہی لانے والا ہے اور نہ ہی بھوک مٹانے والا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ضریع سے غذا کا نفع اور قوت حاصل نہ ہوگی اور غذا کے دو ہی فائدے ہیں کہ فربہی (موٹا تازہ کرے یا قوت دے) لائے اور بھوک رفع کرے اور یہ دونوں فائدے جہنمیوں کے طعام میں اصلاً ہی نہ ہوں گے بلکہ یہ عرفاً طعام ہے اور دراصل عذاب درعذاب ہوگا۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾ لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ﴿۹﴾ فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِيۡهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِىُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ؕ﴿۱۶﴾

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی۔ بلند باغ میں۔ کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔ اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾ کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

اس سے قبل دوزخیوں کا اور ان کے برے حال کا ذکر گزرا اب اہل جنت اور ان کے حسن حال کا ذکر ہے و الناعمة اما من النعومة و کنی بها عن البهجة و حسن المنظر ای وجوه یومئذ ذات بهجة و حسن کقوله تعالی تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ او من النعیم ای وجوه یومئذ متنعمة۔ اور ناعمة نعومة سے بھی ہے اور اس سے مراد تروتازگی اور حسن منظر (کسی دکھائی دینے والی شے کا خوبصورت نظارہ) مراد لیا جاتا ہے یعنی بہت سے چہرے اس روز تروتازہ پررونق اور حسین (خوبصورت) ہوں گے جیسا کہ ارشاد ربانی تعالیٰ ہے تو ان کے چہروں میں چین (ظاہر کرنے والی) تازگی پہچانے گا یا نعمتوں کے ملنے پر ان چہروں کو تازہ اور پررونق دیکھے گا یعنی اس روز بہت سے چہرے نعمتوں کے ملنے پر عیش و

Marfat.com

خوشی میں ہوں گے اور مسرور ہوں گے۔ وُجُوْہٌ کی تنوین تکثیر کو ظاہر کر رہی ہے، مراد ہے اہل ایمان کے چہرے۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ⁹ اپنی کوششوں پر راضی۔

ای لثواب سعیها فی دار الدنیا راضیة۔

یعنی دنیا کے گھر میں اپنی کوشش جو انہوں نے اطاعت الٰہی میں صرف کی آخرت میں اس کے محمود و مقبول ہونے اور اس کے ثواب پر راضی ہوں گے۔ اور اس ثواب پر خوشی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ¹⁰ بلند باغ میں۔

مرتفعة المحل او علیة القدر۔

بلند اونچے مقام یا عالی مرتبہ مکان میں۔ مقام سے مراد جنت میں یہ بلندی کا ذکر (علو) یا تو حسی ہے یا معنوی ہے اور ابوحیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۗ¹¹ کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔

لَّا تَسْمَعُ کی ضمیر مخاطب کی طرف راجع ہے یا رسول اللہ ﷺ مخاطب ہیں یا مخاطب غیر معین ہے یا پھر وُجُوْہٌ کی طرف راجع ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ہے اصحابها یعنی اہل جنت۔ لَاغِيَةً کلمہ محذوفہ کی صفت ہے کیونکہ ایسا نسب کے لیے ہے ای کلمة ذات لغو یعنی کوئی ایسا کلمہ (بات) بھی نہ سنیں گے جو فضول یا بے ہودہ ہو۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ¹² اس میں رواں چشمہ ہے۔

قیل یجری ماؤها ولا ینقطع و عدم الانقطاع اما من وصف العین لانها الماء الجاری فوصفها بالجریان یدل علی المبالغة۔

علماء نے فرمایا اس چشمے کا پانی جاری ہوگا (بہتا ہوگا) اور اس کا بہنا موقوف نہ ہوگا (ختم نہ ہوگا) اور اس بہنے کا منقطع نہ ہونا چشمہ کے وصف (صفت) کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس کا پانی ہمیشہ جاری رہے گا تو اس کا دائمی بہتے ہونے کے لحاظ سے توصیف کی گئی یا چشمہ اس صفت جریان سے متصف ہوا اور جاری وساری ہونا جریان صفت مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے یعنی بہت ہی خوب رواں ہوگا۔ بیہقی اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت کے عیون وانہار مشک کے پہاڑ سے پھوٹتے اور نکلتے ہیں۔ عَيْنٌ کی تنوین چشمے کی عظمت پر مشیر ہے۔

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ¹³ اس میں بلند تخت۔

رفیعة السمک او المقدار۔ یعنی اونچی و بلند چھت والے یا عالی مرتبہ تخت۔ بغوی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ تخت سونے کے پھٹوں سے بنے ہوں گے اور ان کے ارد گرد زمرد، موتی اور یاقوت مزین جڑے ہوں گے اور وہ بلند ہوں گے اور نشست کے لیے خود بخود نیچے آجائیں گے اور اٹھنے پر پھر بلند ہوجائیں گے۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ¹⁴ اور چنے ہوئے کوزے۔

وَّاَكْوَابٌ و اقداح لاعروة لها۔ اور پیالے یا جام جن کے پکڑنے والے دستے نہ ہوں۔

مَّوْضُوْعَةٌ ۙ¹⁴ ای بین ایدیهم۔ یعنی اہل جنت کے ہاتھوں کے درمیان (بآسانی پہنچ تک) و قیل حافات

العیون ایک قول ہے کہ چشمے کے کناروں پر ترتیب سے چنے ہوں گے کہ جنہیں دیکھ کر فرحت ملے اور جب پینے کا ارادہ کریں تو وہ حسب طلب بھرے ملیں اور سامان لذت ہوں۔

وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ﴿۱۵﴾ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔

وَّنَمَارِقُ و وسائد اور قالین۔ زہیر کا شعر ہے ۔

کھولا و شبانا حسانا وجوھھم علی سرر مصفوفة و نمارق

طویل سرو قامت ہوں اور جوان جن کے چہرے خوبصورت ہیں۔ برابر برابر بچھے ہوئے غالیچوں پر۔ (گدیلوں پر)

نَمَارِقُ۔ نُمرقۃ کی جمع ہے جس کے معنی گدیلے، تکیے یا قالین غالیچے وغیرہ کے ہیں۔

مَصۡفُوۡفَةٌ ﴿۱۵﴾ صف بعضها الی جنب بعض للاستناد الیها والاتکاء علیها۔ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے یا اس پر تکیہ لگانے کے لیے ترتیب سے چنے ہوئے۔ ایک قول ہے کہ نمارق یعنی الزرابی ہے یعنی مسند یا غالیچہ یا تکیہ۔ زہیر کا شعر ہے ۔

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق

ہم عالی نسب اور اونچے خاندان کی بیٹیاں ہیں اور ہم مسندوں یا غالیچوں پر چلتی ہیں (قدم رکھتی ہیں)

وَّزَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿۱۶﴾ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

اکثر علماء رحمہم اللہ کا قول ہے: وبسط فاخرة اور خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ بچھائے ہوئے فرش یا مسندیں یا تکیے گدے۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾ وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۰﴾ فَذَکِّرۡ ۟ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۱﴾

تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے، کیسا بنایا گیا اور آسمان کو، کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کئے گئے اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی تو آپ نصیحت سنائیں، آپ تو یہی نصیحت سنانے والے ہیں۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے، کیسا بنایا گیا۔

عبد بن حمید رحمہم اللہ وغیرہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کے اوصاف احوال کا بیان فرمایا تو اہل ضلالت (کفار ومشرکین) کو اس پر حیرت ہوئی اور انہوں نے اس بیان کی تکذیب کی تو اللہ عزوجل نے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ الخ آیات نازل فرمائیں۔ اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ میں استفہام زجر کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے مطلب یہ ہے کیا یہ منکرین ومکذبین دیکھتے نہیں کہ ہم نے اونٹ کو کیسا بنایا کہ اتنا بڑا اور لمبا جانور جب لادیں تو دوزانو بیٹھ جاتا ہے پھر اپنے مالک کے اشارے پر بوجھ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، طویل گردن کے ذریعہ درختوں کے پتے چر لیتا ہے اور یونہی گھاس بھی کھا لیتا ہے اور ریگستان وصحرا میں بلا تکلف اور بغیر پانی کے سفر کرتا ہے کیا یہ سب اللہ عزوجل کی قدرت کا اظہار و دلیل نہیں پھر نعماء جنت اور ان کی کیفیت کا انکار کیوں؟ ابو جعفر اور کسائی رحمہما اللہ کا قول ہے انها السحاب کہ ابل سے مراد ابر ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو یعنی تم ابر کو نہیں دیکھتے ہم اسے کیونکر اٹھاتے ہیں اور بلندیوں

Marfat.com

پر تیراتے ہیں کہ پہاڑوں کی طرح ابر پھیلتا بڑھتا ہے پھٹتا ہے اور پھر باہم مل کر برستا ہے اور اس میں سارے احوال ہی قدرت ربانیہ کے مظہر ہیں پھر جنت میں تختوں کی بلندی، مسندوں کی چوڑائی اور کوزوں کی کثرت کا انکار کیوں کر کرتے ہو۔

وَ اِلَى السَّمَآءِ اور آسمان کو۔

التی یشاھدونھا لیلا و نھارا۔ جسے وہ دن اور رات دیکھتے ہیں۔

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ کیسا اونچا بنایا۔

رفعھا سحیق المدی بلا عماد و الامساک بحیث لا ینالہ الفھم و الادراک۔

اسے یعنی آسمان کو لمبا اونچا چھایا ہوا بنایا بغیر ستونوں کے اور ٹھہرا ہوا مضبوط اور اس حیثیت کے ساتھ کہ اس تک فہم و ادراک کی رسائی نہیں۔

وَ اِلَى الْجِبَالِ اور پہاڑوں کو۔

التی ینزلون فی اقطار و ینتفعون بمائھا و اشجارھا۔

جو کہ قطاروں کی طرح (سلسلہ وار) جے اور پھیلے ہوئے ہیں جن سے وہ پانی اور اس کے درختوں وغیرہ کا فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی باوجود اپنی طوالت کے ادھر ادھر نہیں ہوتے تو جنت میں تختوں کی بلندی وغیرہ کی حالت بھی ایسی ہوگی۔

كَيْفَ نُصِبَتْ کیسے قائم کیے گئے۔

ای وضعت وضعا ثابتا مع ارتقاء ھا۔ یعنی اپنے طویل و بلندی کے ساتھ جماداتی حالت پر بنائے گئے ہیں فلا تمیل و لا تمید کہ ادھر ادھر نہیں ہوتے یعنی اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں جھکتے۔

وَ اِلَى الْاَرْضِ اور زمین کو۔

التی یضربون فیھا و یتقلبون علیھا۔

جس میں کہ وہ چلتے پھرتے ہیں اور جس پر واپس لوٹتے ہیں یا زندگی گزارتے ہیں۔

كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ کیسے بچھائی گئی۔

سطحا یتوطئہ و تمھید و تسویۃ و توطید حسبما یقتضیہ صلاح امور اھلھا۔

ہمواری کے ساتھ بچھائی گئی اور درست کی گئی اور رہائش کے لیے پائیدار و مضبوط بنائی گئی (تہہ بہ تہہ بنائی یا) اس طرح اس کے رہنے والوں کی بہتری اور حالت کے لائق اور مقتضی تھا۔

یہ سب امور قدرت الہیہ پر دلالت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بعثت و نشور پر واضح ثبوت ہیں تو اے منکرین و مکذبین ان دلائل و نشانات قدرت پر غور کیوں نہیں کرتے اور رسول برحق پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اپنی آخرت کو کیوں نہیں سنوارتے۔

فَذَكِّرْ تو آپ نصیحت سنائیں۔

ای فاقتصر علی التذکیر و لا تلح علیھم و لا یھمنک انھم لا ینظرون و لا یتذکرون۔

یعنی آپ ﷺ صرف نصیحت کے بیان پر ہی اقتصار فرمائیں یعنی نعمائے ربانیہ کے تذکرہ اور قدرت الہی کے دلائل

کے مؤثر بیان کے ساتھ ان کو نصیحت فرمائیں اور ان پر اصرار نہ فرمائیں اور آپ خود کو اس پر ناخوشگوار (کبیدہ خاطر) نہ فرمائیں کہ وہ دلائل میں غور وفکر نہیں کرتے اور یہ کہ نصیحت نہیں پکڑتے۔

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

یہ تعلیل امر کے لیے ہے کہ آپ کا منصب اور ذمہ نصیحت کا پہنچا دینا ہے وہاں ان کا عدم غور وفکر اور حق و نصیحت کا قبول نہ کرنا تو آپ کے ذمے یہ امر ہی نہیں۔ اسی کی نظیر سورۂ قٓ میں گزری وَمَآ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ ﴿﴾ اور آپ کچھ ان (کفار) پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرواسے جو میری دھمکی (عذاب) سے ڈرے یعنی آپ کا کام دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے اور علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ حکم قتال بالکفار کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہے اور یہ آیت بھی آیت قتال سے منسوخ ہے۔

لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ﴿۲۲﴾ آپ کچھ ان پر جبر کے ساتھ مسلط نہیں۔

ای لست بمتسلط علیھم تجبرھم علی ما ترید۔

یعنی آپ کفار پر یوں مسلط نہیں ہیں کہ آپ جبراً چاہیں کہ وہ ضرور ہدایت قبول کرلیں اور نہ ہی ایسا چاہنا آپ کے ذمہ ہے۔ جمہور کی قرأت "بمصیطر" ص کے ساتھ ہے اور طا مکسور ہے جبکہ اصل س سے ہے اور ص اس سے بدل ہے اور وہ السطر سے ہے جس کے معنی التسلط (غلبہ، نگران) ہیں۔ اہل عرب بولتے ہیں: **سطر علیہ اذا تسلط** وہ اس پر غالب ہوا جب مسلط ہوا۔

اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔

اِلَّا استثناء منقطع ہے اور لٰکن کے معنی ہیں اور مَنۡ موصولہ ہے اور اس کے بعد جو ہے وہ صلہ ہے یعنی جس شخص نے بھی حق اور قبول ایمان سے منہ پھیرا اور توحید باری تعالیٰ کا انکار کیا تو اللہ عزوجل اس پر غالب و قوی ہے کہ اسے اس پر پکڑ لے اور عذاب دے جس طرح سے چاہے خواہ آخرت میں خواہ دنیا میں اور آخرت دونوں میں وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الۡعَذَابَ الۡاَكۡبَرَ ﴿۲۴﴾ تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

ای لکن من اعرض و اقام علی الکفر منھم یعذبہ اللہ تعالی العذاب الاکبر و ھذا عذاب الاخرۃ فی النار، لانہ الاکبر و عذاب الدنیا بالنسبۃ الیہ اصغر۔

یعنی ہاں جس نے روگردانی کی (ہدایت کے قبول کرنے سے) اور ان میں سے کفر و سرکشی پر ڈٹا رہا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بڑے عذاب میں ڈالے گا اور بڑے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب یعنی دخول جہنم ہے کیونکہ آخرت کا عذاب ہی بڑا ہے اور اس کی نسبت دنیا کا عذاب کم تر ہے۔

اور سورۂ نون پر ارشاد باری ہے۔

وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ (ن) اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ ﴿۲۵﴾ بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔

یہ کفار کی تعذیب کے لیے تعلیل ہے ایاب مصدر ہے اور آب بمعنی رجع ہے یعنی لوٹنا، پلٹنا، پھرنا۔ **ای ان الینا**

Marfat.com

رجوعھم بالموت والبعث لا الی احد سوانا یعنی موت کے ساتھ اور قیامت کے دن انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔اور ہمارے سوا کسی اور کی طرف ہرگز نہیں۔

• ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

فی المحشر لا علی غیرنا۔ یعنی حشر کے دن ہم ان کا حساب لیں گے اور ہمارے سوا یہ حساب کسی کے ذمے نہیں۔ بظاہر حرف جار علی لزوم پر دلالت کر رہا ہے لیکن اللہ کریم پر کوئی بات لازم نہیں کہ لزوم عجز کو مستلزم اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس سے پاک ہے لہٰذا اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کفار کو ضرور عذاب کرے گا تو وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہ فرمائے گا یعنی کفار کو ضرور عذاب کرے گا۔اور حرف عطف ثُمَّ تراخی وشدت کے لیے ہے۔اس آیت میں شیعہ و روافض کا رد بھی ہے جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ مخلوقات کا حساب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذمہ ہوگا اور وہ اس کے لیے آپ اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم پر افتراء باندھتے ہیں جیسا کہ روافض سے منقول ہے اور جناب امیر کا ارشاد ہے انا قسیم الجنة والنار میں ہی جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔اگر یہ درست ہے تو اس امت میں دو گروہ ہیں ایک راہ ہدایت پر جبکہ دوسرا راہ ضلالت پر، تو ظاہر ہے ایک گروہ ان کے ساتھ (جناب امیر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنت میں ہوگا اور دوسرا جہنم میں۔اور شاید شیعہ و روافض کا گمان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مخلوق کا حساب بامر الٰہی فرمائیں گے۔تو یہ معنی مراد اس آیت کے حصر کا جو تقاضا ہے اس کے منافی نہیں۔تاہم ایسا ہرگز ثابت نہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکۃ المقربین سلام اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اور ان کی موجودگی میں حشر کے روز جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے بطور خاص یہ خصوصیت ہو اور نہ ہی ہم اس قول کی نفی سے آپ کی علوشان کے انکار کا وہم رکھتے ہیں۔البتہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت و شرف کے اظہار کے لیے یہی امر کافی ہے کہ روز حشر وہ سرکار دوعالم ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان جنت کی طرف بعجلت لے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔واللہ اعلم

الحمدللہ آج سورت الغاشیہ کا تفسیری کام پورا ہوا

Marfat.com

سورۃ الفجر مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، تیس آیات، ایک سو انتالیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ الفجر-پ ۳۰

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾	اس صبح کی قسم
وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾	اور دس راتوں کی
وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾	اور جفت اور طاق کی
وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾	اور رات کی جب چل دے
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾	کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾	کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسے کیا
اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾	وہ ارم حد سے زیادہ طول والے
الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾	کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا
وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾	اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾	اور فرعون کہ چومیخا کرتا
الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾	وہ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾	پھر ان میں بہت فساد پھیلایا
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾	تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا ابقوت مارا
اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾	بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں
فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾	لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی
وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾	اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا
كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾	یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾	اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾	اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

Marfat.com

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾	اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو
كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾	ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے
وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾	اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار
وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾	اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾	کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾	تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾	اور اس کا باندھنا کوئی نہیں باندھتا
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾	اے اطمینان والی جان!
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾	اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾	پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو
وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾	اور میری جنت میں آ

حل لغات ـ سورۃ الفجر ـ پ ۳۰

وَ ـ قسم ہے	اَلْفَجْرِ ـ فجر کی	وَ ـ اور	لَيَالٍ ـ راتوں
عَشْرٍ ـ دس کی	وَّ ـ اور	الشَّفْعِ ـ جفت	وَ ـ اور
الْوَتْرِ ـ طاق کی	وَ ـ اور	الَّيْلِ ـ رات کی	اِذَا ـ جب
يَسْرِ ـ چلے	هَلْ ـ کیوں	فِيْ ـ بیچ	ذٰلِكَ ـ اس کے
قَسَمٌ ـ قسم ہے	لِّذِيْ ـ صاحب	حِجْرٍ ـ عقل کے لیے	اَ ـ کیا
لَمْ ـ نہ	تَرَ ـ دیکھا تو نے	كَيْفَ ـ کیسے	فَعَلَ ـ کیا
رَبُّكَ ـ تیرے رب نے	بِعَادٍ ـ عاد سے	اِرَمَ ـ ارم	ذَاتِ الْعِمَادِ ـ بڑے لمبے
قد و قامت والے	الَّتِيْ ـ وہ کہ	لَمْ ـ نہ	يُخْلَقْ ـ بنائی گئی
مِثْلُهَا ـ ان کی مثال	فِيْ ـ بیچ	الْبِلَادِ ـ شہروں کے	وَ ـ اور
ثَمُوْدَ ـ ثمود	الَّذِيْنَ ـ وہ جنہوں نے	جَابُوا ـ پھاڑا	الصَّخْرَ ـ پتھروں کو
بِالْوَادِ ـ وادی میں	وَ ـ اور	فِرْعَوْنَ ـ فرعون	ذِي الْاَوْتَادِ ـ چومیخا
کرنے والا	الَّذِيْنَ ـ وہ جنہوں نے	طَغَوْا ـ سرکشی کی	فِيْ ـ بیچ
الْبِلَادِ ـ شہروں کے	فَاَكْثَرُوْا ـ تو زیادہ کیا انہوں نے		فِيْهَا ـ اس میں
الْفَسَادَ ـ فساد	فَصَبَّ ـ تو گرایا	عَلَيْهِمْ ـ ان پر	رَبُّكَ ـ تیرے رب نے

Marfat.com

سَوْطَ ـ کوڑا	عَذَابٍ ـ عذاب کا	اِنَّ ـ بے شک	رَبَّكَ ـ تیرا رب
لَبِالْمِرْصَادِ ـ گھات میں ہے	فَاَمَّا ـ پھر	الْاِنْسَانُ ـ انسان	اِذَا ـ جب
مَا ـ کہ	ابْتَلٰىهُ ـ آزماتا ہے اس کو	رَبُّهٗ ـ اس کا رب	فَاَكْرَمَهٗ ـ تو عزت دیتا ہے
وَ ـ اور	نَعَّمَهٗ ـ نعمت دیتا ہے اس کو	فَيَقُوْلُ ـ تو کہتا ہے	رَبِّیْۤ ـ میرے رب نے
اَكْرَمَنِ ـ میری عزت کی	وَ ـ اور	اَمَّاۤ ـ پھر	اِذَا ـ جب
مَا ـ کہ	ابْتَلٰىهُ ـ اس کو آزماتا ہے	فَقَدَرَ ـ تو تنگ کرتا ہے	عَلَيْهِ ـ اس پر
رِزْقَهٗ ـ اس کا رزق	فَيَقُوْلُ ـ تو کہتا ہے	رَبِّیْۤ ـ میرے رب نے	اَهَانَنِ ـ میری ذلت کی
كَلَّا ـ ہرگز نہیں	بَلْ ـ بلکہ	لَّا ـ نہیں	تُكْرِمُوْنَ ـ عزت کرتے تم
الْيَتِيْمَ ـ یتیم کی	وَ ـ اور	لَا ـ نہیں	تَحٰٓضُّوْنَ ـ رغبت دلاتے
عَلٰى ـ اوپر	طَعَامِ ـ کھانے	الْمِسْكِيْنِ ـ مسکین کے	وَ ـ اور
تَاْكُلُوْنَ ـ کھاتے ہو تم	التُّرَاثَ ـ وراثت کو	اَكْلًا ـ کھانا	لَّمًّا ـ سارا
وَ ـ اور	تُحِبُّوْنَ ـ پسند کرتے ہو	الْمَالَ ـ مال کو	حُبًّا ـ پسند کرنا
جَمًّا ـ بہت زیادہ	كَلَّاۤ ـ ہرگز نہیں	اِذَا ـ جب	دُكَّتِ ـ ریزہ ریزہ ہو جائے گی
الْاَرْضُ ـ زمین	دَكًّا ـ بڑی	دَكًّا ـ اچھی طرح	وَّ ـ اور
جَآءَ ـ آئے گا	رَبُّكَ ـ تیرے رب کا حکم	وَ ـ اور	الْمَلَكُ ـ فرشتے
صَفًّا ـ صف	صَفًّا ـ در صف	وَ ـ اور	جِایْٓءَ ـ لایا جائے گا
يَّوْمَئِذٍ ـ اس دن	بِجَهَنَّمَ ـ دوزخ کو	يَوْمَئِذٍ ـ اس دن	يَّتَذَكَّرُ ـ سوچے گا
الْاِنْسَانُ ـ آدمی	وَ ـ اور	اَنّٰى ـ کہاں ہوگا	لَهُ ـ اسے
الذِّكْرٰى ـ سوچنے کا وقت	يَقُوْلُ ـ کہے گا	يٰلَيْتَنِیْ ـ ہائے افسوس	قَدَّمْتُ ـ میں آگے بھیجتا
لِحَيَاتِیْ ـ اپنی زندگی کے لیے	فَيَوْمَئِذٍ ـ تو اس دن	لَّا ـ نہ	يُعَذِّبُ ـ عذاب کرے گا
عَذَابَهٗۤ ـ اس جیسا عذاب	اَحَدٌ ـ کوئی بھی	وَّ ـ اور	لَا ـ نہ
يُوْثِقُ ـ قید کرے گا	وَثَاقَهٗۤ ـ اس کی قید جیسی	اَحَدٌ ـ کوئی	يٰۤاَيَّتُهَا ـ اے
النَّفْسُ ـ جان	الْمُطْمَئِنَّةُ ـ اطمینان والی!	ارْجِعِیْۤ ـ واپس ہو	اِلٰى ـ طرف
رَبِّكِ ـ اپنے رب کی	رَاضِيَةً ـ راضی ہو کر	مَّرْضِيَّةً ـ راضی کی ہوئی	فَادْخُلِیْ ـ سو داخل ہو
فِیْ ـ بیچ	عِبٰدِیْ ـ بندوں	ی ـ میرے کے	وَ ـ اور
ادْخُلِیْ ـ داخل ہو	جَنَّتِیْ ـ میری جنت میں		

سورت الفجر

جمہور کے قول کے مطابق سورت الفجر مکیہ ہے جب کہ علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مدنی ہے۔ اس سورۃ

Marfat.com

مبارکہ میں ایک رکوع اور تیس آیات ہیں پچھلی سورت میں رسوا چہروں والے اصحاب اور تروتازہ چہروں والے اصحاب کا تذکرہ گزرا اور اس سورت کے آخر میں نفوس مطمئنہ کا ذکر ہے جو وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ تروتازہ چہرے والوں ہی کے احوال کی تفصیل ہے اور یہی مناسبت کو مشیر ہے اور اس کے علاوہ الغاشیہ کے بارے میں جو گزرا اس میں اسی سے متعلق مزید تفصیل ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک الغاشیہ کی آخری آیات سے اس سورت کے مضامین کا گہرا ربط ہے اور اس کے آخری حصے میں اسی مضمون کی صراحت ہے نیز آیت اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۝ پچھلی سورت کی آیت اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۝ سے بھی خوب مشابہت رکھتی ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الفجر۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡفَجۡرِ ۝۱ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۝۲ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۝۳ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ۝۴ هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ۝۵

اس صبح کی قسم۔اور دس راتوں کی۔اور جفت اور طاق کی۔اور رات کی جب چل دے۔کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔

وَالۡفَجۡرِ ۝۱ اقسم سبحانہ و تعالی بالفجر کما اقسم عزوجل بالصبح فی قولہ تعالی وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ فالمراد بہ الفجر المعروف کما روی عن علی کرم اللہ تعالی وجہہ و ابن عباس و ابن زبیر وغیرھم رضی اللہ عنھم۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فجر کے وقت کے ساتھ اسی طرح قسم یاد فرمائی ہے جس طرح صبح کے وقت کی قسم یاد فرمائی اور قول الٰہی ہے اور قسم صبح کی جس دم اس کی روشنی خوب پھیلے اور فجر سے مراد فجر معروف یعنی پو پھٹنے کے بعد کا وقت (صبح کا وقت) ہی ہے جیسا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس اور ابن زبیر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ایک قول ہے کہ مراد صبح کے وقت کا پھیلنا اور اس کی ضیاء وروشنی کا پھیلنا ہے اور فجر کی اصل یعنی معنی یہ ہیں شق الشیء شقا و اسعا کسی شے کا پھٹنا وسعت کے ساتھ اور اسی لیے اسے فجر کہا جاتا ہے کہ یہ رات کی تاریکی کو پھاڑ دیتی ہے اور فجر دو حال پر ہے فجر کاذب اور فجر صادق اور شاید فجر صادق ہی مراد ہے۔مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ فجر سے مراد قربانی کا دن ہے (عید الاضحیٰ کی صبح) جبکہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فجر سے مراد یوم الجمعہ ہے۔ضحاک کے نزدیک یکم ذی الحجہ کی فجر مراد ہے۔مقاتل کا قول ہے کہ لیلۃ الجمع کی فجر (صبح) مراد ہے۔بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا محرم کی فجر یعنی سال کی پہلی صبح مراد ہے اور قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ ہر دن کی صبح مراد ہے۔ابن جریر نے ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ مراد صلوٰۃ الفجر ہے۔

وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۝۲ اور دس راتوں کی۔

حاکم رحمہ اللہ نے تصحیح اور ایک جماعت نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مراد العشر الاول من الاضحی ذوالحجۃ کے مہینا کی دس راتیں ہیں۔احمد، نسائی، حاکم، البزار، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور احمد اور بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

Marfat.com

ما من ایام فیھن العمل احب الی اللہ عزوجل و افضل من ایام العشر قیل یا رسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل جاھد فی سبیل اللہ بنفسہ وما لہ فلم یرجع من ذلک بشیء۔ -

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ماہ ذوالحجہ کے دس دنوں میں اللہ عزوجل کو عبادت سے زیادہ اور کسی دن کا کوئی عمل و بندگی محبوب نہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ! اور کیا راہ خدا میں جہاد بھی نہیں ارشاد فرمایا اور راہ خدا میں جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جس نے اپنی جان اور مال سے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس سے کسی شے کے ساتھ واپس نہ لوٹا (شہید ہو گیا) ابن المنذر اور ابن حاتم نے ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے انھن العشر الاواخر من رمضان ان راتوں سے مراد ماہ رمضان کی آخری دس راتیں ہیں اور اس قول میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث صحیح سے اس پر دلالت ہے جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ رمضان کے اخیر عشرہ میں داخل ہوتے تو اپنا تہبند مضبوط باندھتے اور اس کی راتوں میں عبادت کے لیے خوب بیدار رہتے اور آپ کے گھر والے سوتے، بعض علماء رحمہم اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ شاید آپ لیلۃ القدر سے رغبت و حظ کے پیش نظر ایسا اہتمام کرتے کہ وہ ان دس راتوں ہی میں سے کسی میں ہوتی ہے ابن جریر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مراد رمضان کی پہلی دس راتیں ہیں۔ یمان اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مراد ماہ محرم کی ابتدائی دس راتیں ہیں آپ ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہود یوم عاشور کو روزہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو تو یہود نے کہا یہ بہت بڑا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات بخشی اور فرعون کو غرق کیا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کا روزہ رکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم تم سے بڑھ کر موسیٰ (علیہ السلام) کے حق دار ہیں تو آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد افضل روزے ماہ محرم کے ہیں۔

وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾ اور جفت اور طاق کی۔

طیبی کا قول ہے کہ ہم سے امام احمد نے اور ترمذی نے عمران بن حصین (علیہم الرضوان) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ شفع اور وتر سے کیا مراد ہے تو ارشاد فرمایا: الصلوۃ بعضھا شفع و بعضا وتر۔ نمازیں ہیں کہ ان میں سے بعض شفع (جفت) ہیں اور بعض وتر، مقابل بولے گئے ہیں۔ عبد بن حمید نے حسن رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ ہمارے پروردگار نے عدد کے ساتھ قسم یاد فرمائی ہے اور تمام اعداد شفع (جفت) اور وتر (طاق) ہیں۔ عبدالرزاق نے مجاہد رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الخلق کلہ شفع و وتر فاقسم سبحانہ بخلقہ۔ مراد ساری مخلوق ہے جو جفت و طاق ہے تو اللہ نے اپنی مخلوق کے ساتھ قسم یاد فرمائی ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ نے ہر ایک چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جیسے ایمان و کفر، سعادت و شقاوت نر و مادہ لیکن اللہ تعالیٰ وتر ہے کذا فی الحدیث ان اللہ تعالی وتر ویحب الوتر اللہ تعالیٰ وتر ہے اور اللہ وتر کو محبوب رکھتا ہے۔ ایک قول ہے کہ شفع سے مراد ابواب جنت ہیں (جو آٹھ ہیں) اور وتر سے مراد ابواب جہنم ہیں (جو سات ہیں) ان کی قسم مراد ہے۔

Marfat.com

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ اور رات کی جب چل دے۔

ای یمضی۔ یعنی جب گزر جائے جس طرح کہ قول الٰہی ہے وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ اور رات کی قسم جب پیٹھ پھیرے! وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم رات کی جب اس کی تاریکی ہلکی پڑ جائے۔ عکرمہ، مجاہد اور کلبی علیہم الرضوان کا قول ہے: المراد به ليلة النحر و هي يسرى الحاج فيها الى المزدلفة بعد الافاضة من عرفات اس سے مراد قربانی والی رات (ذوالحجہ کی دسویں رات) ہے اور اس میں حجاج کرام عرفات سے اکٹھے کوچ کرنے کے بعد مزدلفہ کی طرف چل دیتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد شب قدر ہے جس میں رحمتیں اترتی ہیں اور وہ ثواب کی کثرت کے لیے خاص ہے رات کا پیٹھ پھیرنا قدرت الٰہیہ پر دلالت کرتا ہے کہ لوگ سورج کی حدت و حرارت اور تمازت سے محفوظ ہوتے ہیں اور یونہی ڈاکوؤں کے شر سے بچتے ہیں۔ اخفش سے پوچھا گیا کہ يَسْرِ کی یا کے سقوط کی علت کیا ہے تو انہوں نے کہا الليل لا يسرى و لكن يسرى فيه کہ رات نہیں چل دیتی بلکہ اس میں مخلوق آتی جاتی ہے لہٰذا سیر کی نسبت رات کی طرف مجازاً ہے اور لیل سے مراد جنس ہے یعنی ہر ایک رات۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ کیونکہ اس میں عقل مند کے لیے قسم ہوئی۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ تحقيق و تقرير لفخامة الاشياء المذكورة المقسم بها۔

استفہام تقریری ہے یعنی بلاشبہ یہ امر تحقیقی ہے کہ جن اشیاء کا ذکر او پر قسم کے ساتھ گزرا وہ بڑی عظمت شان والی ہیں اور قدرت و حکمت ربانیہ کا ان سے اظہار ہوتا ہے۔ قَسَمٌ میں تنوین تعظیم ہے ای مقسم به یعنی وہ اشیاء جن کا ذکر قسم کے ساتھ ہوا۔

لِّذِيْ حِجْرٍ عقل مند کے لیے۔

والحجر العقل لانه يحجر صاحبه اى يمنعه من النهافة۔ اور حجر سے مراد عقل ہے اس لیے کہ عقل اپنے صاحب کو ناروا اور بری باتوں سے منع کرتی ہے جواب قسم (مقسم علیہ) محذوف ہے اور مطلب یہ ہے و هو لنعذبن كما ينبئ عنه قوله تعالى کہ ہم کفار و منکرین و مکذبین کو ضرور عذاب دیں گے جیسا کہ قول الٰہی میں خبر دی گئی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یعنی ہم انہیں عاد و ثمود وغیرہ کی طرح عذاب دیں گے یا ہلاک کر دیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مقسم علیہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔

استفہام نفی کے انکار کے لیے جو اثبات کو لازم ہے اور رؤیت بمعنی یقین کے ہے یعنی اے رسول! تمہیں اس بات کا ضرور یقین ہے کہ تمہارے پروردگار نے عاد کا کیا حشر کیا۔ یہ ہود علیہ السلام کی قوم تھی جسے طوفان و آندھی سے ہلاک کیا گیا۔ اس میں کفار مکہ کے لیے تہدید ہے۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

اِرَمَ یہ بِعَادٍ سے بدل ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے جو اپنے باپ کے نام پر موسوم ہے جیسے بنو ہاشم اور عاد، عاد بن عاص بن

Marfat.com

ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ قبیلہ ارم عاد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس قوم کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ ایک قول ہے کہ اس قوم کے شروع کے لوگ عاد الاولیٰ اور بعد کے عاد الآخرۃ کہلاتے ہیں۔ عماد الدین بن کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی عاد کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے تو وہاں عاد سے مراد عاد الاولیٰ ہیں سوائے سورت الاحقاف کے اور انہیں بھی ان کے جد (دادا) کی مناسبت سے ارم کہا جاتا ہے اور یہ نام دادا کی نسبت سے مشہور ہو گیا اور یہ نام عاد الاولیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس پر ابن الرقیات کا شعر ہے۔

مجدا تلیدا بناه اوله ادرک عاد او قلبها ارما

اول موروثی شرافت وسخاوت، شان وشوکت کو جس نے اپنایا وہ عاد تھے اور ان سے پہلے ارم۔

ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ حد سے زیادہ طول والے۔

صفة لارم نفسها والمراد ذات القدود الطوال علی تشبیه قاماتهم بالاعمدة۔

یہ قوم ارم کی صفت کا بیان ہے اور مراد یہ ہے کہ بہت لمبے قدوں والے اور ان کی قامت اعماد سے (ستونوں) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی ان کے قدوں کی لمبائی ستونوں کی طرح تھی۔ ابن عباس اور مجاہد علیہم الرضوان سے منقول ہے کہ ان لوگوں کے قد بارہ ہاتھ یا بارہ گز لمبے تھے۔ تفسیر الکواشی میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ طویل القامت کا قد چالیس ہاتھ یا (چار سو) گز تھا اور ان میں سے کوئی ایک بہت بڑی چٹان کو راستے پر بآسانی الٹ پلٹ کر دیتا تو اللہ عزوجل نے انہیں ہلاک کر ڈالا اور قتادہ اور ابن عباس علیہم الرضوان سے عطا نے روایت کی ہے کہ ذَاتِ الْعِمَادِ سے مراد خیموں اور ستونوں والے اور وہ بہار کے موسم میں نکلتے تھے پھر جب سبزہ وپیداوار ختم ہو جاتی تو پھر وہ اپنی منزلوں کی طرف لوٹ آتے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ایک شہر کا نام ہے اب اسے دمشق کہتے ہیں۔ اِرَمَ شہر کا نام ہے اور ذَاتِ الْعِمَادِ اس کی صفت ہے۔

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

یہ اِرَمَ کی دوسری صفت ہے ای لم یخلق مثلهم فی عظم الاجرام والقوة فی بلاد الدنیا یعنی قوم ارم جیسی دراز قد اور نہایت قوی وتوانا کوئی دوسری قوم دنیا کے شہروں میں پیدا نہ ہوئی۔ ایک قول ہے کہ اگر ارم سے مراد دمشق کا شہر ہے جیسا کہ ابن مسیب اور المقبری سے منقول ہے اور محمد بن کعب رحمہم اللہ (قرطبی) کا قول ہے کہ اسکندریہ کا شہر ہی ارم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ بلند وبالا یا بڑے بڑے ستونوں والی عمارات اور خوبصورت گھروں اور باغوں والا کوئی شہر مثل شہر ارم دنیا کے شہروں میں وجود میں نہ آیا۔ اور جنت ارم کا ایک قصہ جو کتب تفسیر میں شداد ابن اوس کے حوالے سے منقول ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ارم مصدر ہے ارم یارم اذا هلک فارم جب وہ ہلاک کیے گئے تو وہ رمیم یعنی تیز آندھی کے ساتھ انہیں بوسیدہ اور گلا سڑا بنا دیا گیا۔

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔ وہ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر ان

Marfat.com

پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا القوت مارا۔ بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔

وَثَمُوْدَ عطف علی عاد و ھی قبیلة مشھورة سمیت باسم جدہ ثمود اخی جدیس و ھما ابنا عابر ابن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا نوا عربا من العاربة یسکنون الحجر بین الحجاز وتبوک و کانوا یعبدون الاصنام۔

ثمود کا عاد پر عطف ہے اور یہ ایک مشہور قبیلہ ہے جو اپنے دادا ثمود کے نام پر موسوم ہے اور ثمود جدیس کا بھائی تھا اور یہ دونوں عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یہ عرب عاربہ تھے اور حجاز وتبوک کے درمیانی علاقہ حجر میں بستے تھے اور یہ لوگ بت پرست تھے۔

الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ ای قطعوا صخر الجبال و اتخذوا فیھا بیوتا نحتوھا من الصخر کقولہ تعالی وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اول من نحت الحجارة والصخور والرخام ثمود و بنوا الف و سبعمائة مدینة کلھا بالحجارة۔

یعنی انہوں نے پہاڑوں کی چٹانوں کو کاٹا اور اس میں چٹانوں کو تراش کر گھر بنائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور تم پہاڑوں میں سے مکان تراشتے ہو (شعراء) سب سے پہلے مکانیت کے لیے جنہوں نے بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں اور سنگ مرمر کو تراشا کاٹا وہ ثمود تھے اور انہوں نے ایک ہزار سات سو بستیاں بنائیں سب پتھروں کی بنی ہوئی تھیں لیکن بستیوں کی یہ تعداد محل نظر ہے اور صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس قدر عمارتیں بنی ہوں۔ واللہ اعلم۔

بِالْوَادِ ۝۹ ھو وادی القری۔ مراد اس سے وادی القریٰ ہے جو حجاز وتبوک کا درمیانی علاقہ ہے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝۱۰ اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔

وصف بذلک لکثرة جنودہ و خیامھم التی یضربون اوتادھا فی منازلھم او لانہ کان یدق للمعذب اربعة اوتاد و یشدہ بھا مبطوحا علی الارض فیعذبہ بما یرید من ضرب او احراق اوغیرہ۔

ذِي الْأَوْتَادِ ۝۱۰ اس صفت کے ساتھ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کے پاس لشکروں کی کثرت تھی اور ان کے خیمے بھی بکثرت تھے جنہیں وہ اپنی منزلوں پر میخوں کے ساتھ گاڑتے تھے یا پھر اس لیے کہ جس پر غضب ناک ہوتا تو اس کو عذاب و سزا کے لیے زمین پر چت لٹا کر چومیخا کروا کے ٹھونک کر خوب گڑواتا۔ پھر اس کو جس طرح چاہتا عذاب دیتا خواہ مار کر یا جلا کر یا اس کے علاوہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ذِي الْأَوْتَادِ سے مراد مضبوط عمارتیں ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ مراد مضبوط و مستحکم حکومت اور شوکت ہے۔ بغوی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرعون ذی الاوتاد اس وجہ سے مشہور ہوا کہ اس نے حزقیل کی بیوی کو (یہ شخص اس کا خازن تھا) چومیخا کر کے پھانسی لگوایا تھا کہ وہ مومنہ صادقہ تھی اور اس نے فرعون کے سامنے اس کی الوہیت کا انکار اور رب ذوالجلال کی ربوبیت والوہیت کا برملا اقرار کیا تھا جس پر وہ غضب ناک ہوگیا۔ اور یونہی اس نے اپنی بیوی آسیہ بنت مزاحم کو چومیخا کروایا جس کا ذکر سورۃ التحریم کے آخر میں گزر چکا۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔

ای طغی کل طاغیۃ منھم فی البلاد۔
یعنی ان میں سے جنہوں نے تمام شہروں میں سرکشی کی اور معصیت ونافرمانی میں حد سے بڑھ گئے اور رسولوں کو جھٹلایا اور دائرۂ آدمیت وعبدیت کی حدود کو پھلانگ گئے۔
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ پھران میں بہت فساد پھیلایا۔
ای بالکفر و المعاصی۔
یعنی کفر وسرکشی اور گناہوں اور نافرمانیوں کے ساتھ بستیوں آبادیوں اور شہروں میں اندھیر گردی کی۔
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ توان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔
فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ ای انزل سبحانہ انزالا شدیدا علی طائفۃ من اولئک الطوائف عقیب ما فعلت من الطغیان و العصیان و الفساد۔
یعنی جو کچھ کفار نے حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کی، معصیت وگناہوں کے کام کیے اور فساد پھیلایا تو اس کے تعاقب میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کے ان گروہوں میں سے ہر ایک گروہ پر یک دم سخت عذاب اتارا۔
سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ ای سوطا من العذاب۔
یعنی ملا جلا عذاب، مراد ہے کہ مختلف انواع کے عذابوں میں بشدت مبتلا کیے گئے۔ سوط کے معنی ہیں مخلوط کر دینا اور کوڑے کو بھی سوط کہتے ہیں عذاب کے کوڑے سے مراد سخت وشدید ترین عذاب ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اضافت بتقدیر من ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوڑا مارا جو عذاب سے بنا ہوا تھا۔
اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔
حسن رحمہ اللہ کا قول ہے: ای یرصد سبحانہ و تعالی اعمال بنی آدم یعنی اللہ تعالیٰ بنی آدم کے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے اور اس سے بندوں کا کوئی کام چھپا نہیں اور اسے ہر چیز کا بخوبی علم ہے۔ والمرصاد المکان الذی یقوم بہ الرصد و یترقبون فیہ اور مرصاد سے مراد وہ مکان ہے جس میں بیٹھ کر کوئی شخص کسی کی گھات میں لگا ہوتا ہے اور اس کے انتظار میں ہوتا ہے اور المرصاد کا اللہ عزوجل پر اطلاق کرنے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہوسکتا ہے المرصاد صیغہ مبالغہ ہو جیسے المطعام اور المطعان۔ بعض کا قول ہے کہ کلام میں استعارہ تمثیلیہ ہے جس سے شاید یہ مراد ہے حافظا لاعمال العصاۃ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نافرمانوں اور گناہ گاروں کے اعمال پر نگران ہے (اسے ہر بات کا علم ہے) واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح گھات لگانے والا کمین گاہ میں گزرنے والے کو خوب دیکھ رہا ہوتا ہے تو بلاتشبیہ وتمثیل اللہ عزوجل بھی بندوں کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جس طرح گزرنے والا گھات لگانے والے سے بےخبر ہوتا ہے یونہی انسان بھی حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہے اور اپنے کاموں میں آخرت سے بےخبر مشغول ہے۔
فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾
لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

Marfat.com

اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے۔

ای عامله معاملة من یبتلیه بالغنی و الیسار لیری هل یشکر ام لا۔

یعنی جب انسان کو اس کا پروردگار دولت و تونگری آسانی و فراخی دے کر آزمائش میں ڈالتا ہے تا کہ دیکھے آیا وہ شکر گزاری کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ کہ اس کو جاہ اور نعمت دے۔

فاء تفسیر یہ ہے اور ابتلاء کی تفصیل ہے فان الاکرام و التنعیم عین المراد بالابتلاء تو اسے جاہ و عزت اور نعمت و دولت کے ساتھ آزماتا ہے اور ابتلاء سے مراد یہی امور ہیں جو دنیاوی زندگی میں انسان کی خواہش اور آرزو ہیں۔

فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ﴿۱۵﴾ جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

یہ مبتدا جو کہ انسان ہے اس کی خبر ہے اکرام و تنعیم (جاہ حشمت، نعمت و دولت) دراصل ایک ہی شی کے حکم میں ہیں اس لیے اس جملہ میں اَكْرَمَنِ پر اکتفا ہے اور نعمت کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر نہ فرمایا۔ یعنی جب انسان کو عزت و دولت حاصل ہوتی ہے جب تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے مال و اولاد اور عزت و عظمت بخشی یعنی راحت میں تو مانتا ہے۔

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور اگر آزمائے اسے۔

عامله معاملة من یبتلیه و یختبره بالحاجة و الفقر لیری هل یصبر ام الا۔

یعنی جب اللہ عزوجل حاجت و غربت میں مبتلا کر کے اس کا امتحان لیتا ہے (جانچتا ہے) کہ ان کے ذریعہ دیکھے آیا وہ صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے یا بے صبری و بے قراری کا اظہار کرتا ہے۔

فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے۔

ابوجعفر نے فَقَدَرَ کو تشدید کے لیے مبالغۃً پڑھا ہے یعنی فَقَدَّرَ تو معنی یہ ہوں گے کہ قلاش کر دیا اور قرأت متواترہ فَقَدَرَ سے مراد ہے نپا تلا رزق دیا یا تنگدست بنا دیا۔ یہ انسان (مبتدا) کی آزمائش کی خبر ہے یعنی رزق کی تنگی سے آزمایا جو انسان کو ناگوار ہے۔

فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾ تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

یدل علی قصور نظره و سوء فکره حیث حسب ان تضیق الرزق اهانة۔

یہ انسان کی کوتاہ نظری اور فکر کی خرابی پر دلالت کرتا ہے کہ جب رزق کی تنگی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ذلت و خواری قرار دیتا ہے جو اللہ عزوجل کی ناشکری ہے پچھلی آیت میں فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ دونوں امور کا ذکر ہوا لیکن اس آیت میں نَعَّمَهٗ کی جگہ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فرمایا مگر فَاَكْرَمَهٗ کے مقابل اَهَانَهٗ نہ فرمایا اس لیے کہ بعض صورتوں میں رزق کی تنگی آخرت میں باعث تکریم ہوگی اور دنیا میں رزق کی وسعت موجب شکر ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

Marfat.com

یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔ اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔ اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

كَلَّا یوں نہیں۔

ردع للانسان انسان کے لیے باز داشت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ المعنی لم ابتله بالغنی لکرامته علی ولم ابتله بالفقر لهوانه علی بل ذلک لمحض القضاء والقدر۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اسے (انسان) دولت وعزت دے کر اس کی عزت افزائی کے لیے نہیں نوازا اور نہ ہی فقر و تنگی میں مبتلا کر کے اسے ذلت سے دوچار کیا بلکہ ایسا محض قضا وقدر کے تحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ عزت و دولت فقر و غنا پر منحصر نہیں بلکہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی اپنے دشمنوں کو عزت و دولت دیتا ہے اور دوستوں کو فقر والم میں مبتلا کرتا ہے درحقیقت عزت وذلت طاعت و معصیت پر ہے اور منکرین وکفار اس بات کو نہیں سمجھتے۔

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

ای حیث یکرمکم اللہ تعالی بکثرۃ المال فلا تؤدون ما یلزمکم فیه من اکرام الیتیم بالمبرۃ به والاحسان الیه۔

یعنی جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی کثرت کے ساتھ عزت بخشی تو تم انہیں کیوں نہیں دیتے جو تم پر یتیموں کے ساتھ عزت کا سلوک کرنے اور نیکی کرنے اور احسان کا رویہ اپنانے کے لحاظ سے لازم تھا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم یتیم کو کیوں نہیں دیتے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کیوں نہیں کرتے حالانکہ تم صاحب ثروت ہو۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قدامہ بن مظعون یتیم تھے اور اپنے والد کے وارث تھے لیکن امیہ بن خلف انہیں پاس رکھ کر اس کے حق کو دبائے ہوئے تھا۔ حدیث شریف میں ہے: احب البیوت الی اللہ تعالی بیت فیه یتیم مکرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھروں میں سے وہ گھر سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، جس گھر میں یتیم کی عزت وتکریم ہو۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے۔

عبداللہ، علقمہ، زید بن علی، عبداللہ بن مبارک اور الشیر ازی نے کسائی سے پڑھا ہے۔ تتحاضون من المحاضة اس قرأت پر معنی یوں ہوں گے: ای ولا یحض و یحث بعضکم بعضا۔ یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے جبکہ دیگر قراء نے وَلَا تَحُضُّوْنَ پڑھا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ تم اوروں کو رغبت نہیں دلاتے۔ ای علی اطعامه یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے، طعام مصدر ہے بمعنی الاطعام (کھانا) جیسے عطاء بمعنی الاعطاء (عطا کرنا) اور مسکین سے عام فقیر مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم عام فقیروں کو کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتے۔ جب تمہارا یہ حال ہے تو تم اپنے ذاتی مال سے کیوں کر کھلاؤ گے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ ای المیراث یعنی وراثت کا مال۔

Marfat.com

اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ ای ذالم یعنی جو ہاتھ لگے چن چن کر کھا جائے اور مطلب یہ ہے الجمع بین الحلال و الحرام و ما یحمد و مالا یحمد کہ حلال و حرام کے درمیان تفریق نہ کرے اور خواہ جائز ہو یا ناجائز سب چٹ کر جائے اور مروی ہے کہ وہ لوگ (مخاطب کفار مکہ وغیرہ) اپنی عورتوں اور اپنی چھوٹی اولاد کو ورثہ نہیں دیتے تھے اور ان کا حصہ ہڑپ کر جاتے تھے۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ای کثیرا کما قال ابن عباس یعنی بہت کثرت کے ساتھ مال کی حرص رکھتے ہو۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ انکم تحبونه مع حرص و شره بلاشبہ تم مال کے ساتھ از حد محبت رکھتے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے بڑی حرص و طمع رکھتے ہو۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾

ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب سوچنے کا وقت کہاں کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔ اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا پاش پاش کر دی جائے۔

كَلَّآ ہاں ہاں۔

ردع لهم کفار کے لیے بطریق وعید باز داشت ہے ان کاموں سے جن کا ذکر گزرا۔

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے۔

و الدک قال الخلیل کسرا الحائط والجبل و نحوها و تکریره للدلاله علی الاستیعاب۔ اور "دک" خلیل کا قول ہے کہ دیواروں اور پہاڑوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے یا توڑنے کو کہتے ہیں اور اس کی تکرار اس کے پیہم اور مسلسل ہونے پر دلالت کے لیے ہے ای اذا دکت الارض دکا متتابعا حتی انکسر و ذهب کل ما علی وجهها من جبال و ابنیة و قصور و غیرها حین زلزلت المرة بعد المرة و صارت هباء منثورا۔ یعنی جب زمین بار بار ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس پر پہاڑوں، عمارات اور محلات وغیرہ میں سے جو کچھ ہے سب مٹ جائے گا۔ اس وقت زمین بار بار ہلائی جائے گی اور بکھرے ہوئے ذراتی غبار کی طرح ہو جائے گا۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ اور تمہارے رب کا حکم آئے۔

قال منذر بن سعید معناة ظهر سبحانه للخلق هنالک و لیس ذلک بمجیء نقلة و کذلک مجیء الطامة و الصاخة۔ اس کے معانی میں منذر بن سعید کا قول ہے کہ اس وقت حق سبحانہ وتعالی مخلوق کے لیے ظاہر ہوگا

(تجلی فرمائے گا) لیکن اس آنے سے مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا نہیں ہے۔ اور یونہی بڑی مصیبت (نفخۂ ثانیہ کے وقت جو ہوگا) اور ہولناک چنگھاڑ وغیرہ کا آنا ہے۔ ایک قول ہے کہ کلام تہویل کے لیے ہے اور مضاف حذف ہے ای وجاء امر ربک و قضاؤہ سبحانہٗ یعنی تیرے پروردگار کا حکم آئے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور سلف وخلف اس میں زیادہ گفتگو نہیں کرتے اور اس کی مراد حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہی تفویض کرتے ہیں۔

وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ اور فرشتے قطار قطار۔

وَالْمَلَكُ ای جنس الملک فیشمل جمع ملائکۃ السماوات علیہم السلام۔

یعنی فرشتوں کی جنس تو یہ تمام ملائکہ آسمانی علیہم السلام کو شامل ہے۔

صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ ذوی صفوف فانہ قیل ینزل یوم القیامۃ ملائکۃ کل سماء فیصطفون صفا بعد صف بحسب منازلھم و مراتبھم محدقین بالجن والانس۔

یعنی صف درصف اور کہا گیا ہے کہ ایسا یوم قیامت ہوگا اور سب آسمان کے فرشتے اپنے منازل اور مراتب کے مناسب و لائق قطاروں کی صورت اتریں گے اور جن وانس کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ ایک قول ہے صَفًّا صَفًّا سے مراد ہے آسمانوں کے حساب سے جیسے پہلا دوسرا اتریں گے اور صف بستہ ہوتے جائیں گے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔

قیل ھو کقولہ تعالی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی علی ان یکون مجیؤھا متجوزا بہ عن اظھارھا و احتراقہ علی حقیقتہ فقد اخرج مسلم والترمذی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بجھنم یومئذ لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی اس قوت الٰہی کی طرح ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی (النازعات) اس لیے کہ اس کا لانا ان کے ظاہر کرنے کی نسبت اس کے نافذ کرنے کے لیے ہوگا اور اس کا لایا جانا اور بھڑکنا حقیقۃً ہوگا۔ مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس روز جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اسے کھینچتے (ہانکتے) ہوں گے۔ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ پھر اسے عرش کے بائیں جانب رکھا جائے گا اور وہ جوش وغضب میں ہوگی۔

یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن آدمی سوچے گا۔

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ۔ سے بدل ہے مراد اس دن جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوگی اور یَتَذَكَّرُ بمعنی یتعظ ہے **ای یتعظ بما یری من آثار قدرۃ اللہ عزوجل و عظیم عظمتہ تعالی شانہ۔** یعنی اپنے گناہوں، تقصیروں اور نافرمانیوں کو خوب سمجھ لے گا جبکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت عظیمہ اور کمال شان اور اس کی قدرت کے نشانات عظمت کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ ایک قول ہے کہ اس روز معافی چاہے گا اور توبہ کرے گا۔

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں۔

ای و من این تکون له الذکری و قد فات اوانها۔

یعنی اور اب اس کے سوچنے کے لیے وقت کہاں سے ہوگا کہ وہ سوچنا جس کا کوئی فائدہ ہو وہ وقت و زمانہ تو گزر چکا یعنی سوچنے سمجھنے کا وقت تو دنیا کی زندگی تھی اور توبہ کرنے کا محل بھی وہی زندگی تھی اب جب وہ وقت گزر چکا اور قیامت قائم ہوگئی اور اب حقائق سے پردہ اٹھ چکا اور ہر شے سامنے نظر آرہی ہے تو ماننا اور توبہ کرنا عبث ہے کہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔ اور ایمان بالغیب کا موقع ختم ہو گیا اور اب کفار کی کوئی معذرت مفید نہیں۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿٢٤﴾ کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی بھیجی ہوتی۔

ای یالیتنی قدمت و علمت اعمالا صالحة وقت حیاتی فی الدنیا لا نتفع بها الیوم۔

یعنی اے کاش میں اپنی دنیاوی زندگی کے وقت میں آخرت کے لیے نیک کام آگے بھیجتا تا کہ آج کے دن میں اس سے فائدہ اٹھاتا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

فَيَوْمَئِذٍ تو اس دن۔

ای یوم اذیکون ما ذکر من الاحوال و الاقوال۔ یعنی اس روز جب ایسا ہوگا جیسا کہ احوال واقوال کا ذکر گزرا۔

لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

ای لا یعذب احد مثل عذابه۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کوئی کسی کو اس روز (قیامت کے دن) عذاب نہیں دے گا۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

ای لا یعذب و لا یوثق احد من الزبانیة احدا من اهل النار مثل ما یعذبونه و یوثقونه کانه اشدهم عذابا و وثاقاً۔ یعنی کوئی ایسا عذاب نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا باندھنا باندھے گا جیسا کہ زبانیہ (عذاب کے فرشتے) اہل دوزخ (دوزخیوں) کو باندھیں اور عذاب کریں گے کیونکہ عذاب و بندش میں کوئی ان سے بڑھ کر شدید نہیں۔ کسائی اور یعقوب رحمہما اللہ نے لا یعذب اور لا یوثق کو بصیغہ مجہول پڑھا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس روز عام کفار کو یا مخصوص کافر کو جیسا عذاب دیا جائے گا کسی اور کو نہ دیا ہوگا اور نہ ہی دیا جائے گا۔ مخصوص کافر سے مراد بعض علماء کے نزدیک امیہ بن خلف ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿٣٠﴾

اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ اے اطمینان والی جان!

نفس بمعنی ذات اور اطمینان کے ساتھ موصوف ہے یعنی مطمئنہ اس کی صفت ہے۔ مراد یہ ہے من اطمان بالدنیا و سکن الیھا و ذکر جو دنیا کی زندگی میں ایمان و اطمینان کے ساتھ ٹھہرا رہا اور اس کے ذکر و طاعت میں مشغول رہا اس سے کہا جائے گا۔ گویا یقال محذوف ہے اور مومن کی حالت کے بیان کے لیے جملہ مستانفہ بصورت جواب ہے۔ ایک قول ہے کہ بوقت موت مومن سے یوں کہا جائے گا۔ ابی سے یایتھا النفس الامنة المطمئنة پڑھنا منقول ہے جس سے اس مطلب کی توثیق ہوتی ہے۔ جب صفات رذیلہ اور کدورات بشریہ کا ازالہ ہو جائے اور نفس تجلی صفات حسنہ سے متجلی ہو جائے اور ذکر الٰہی کے بغیر سکون نہ ملے تو یہی حلاوت و حقیقت ایمان ہے اور یہی نفس مطمئنہ آمنہ ہے۔

ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ اپنے رب کی طرف لوٹ۔

ای الی محل عنایته تعالیٰ و موقف کرامته عزوجل لک اولا و هذا لان للسعداء قبل الحساب کما یفهم من الاخبار موقفا فی المحشر مخصوصا یکرمهم الله تعالیٰ به لا یجدون فیه ما یجده غیرهم فی مواقفهم من النصب و منه ینادی الواحد بعد الواحد للحساب فمتیٰ کان هذا القول عند تمام الحساب اقتضی ان یکون المعنی اذ ذکر۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت و مہربانی کے مقام کی طرف اور پہلے اس موقف (ٹھہرنے کی جگہ) عزت و کرامت کی طرف جو تیرے لیے اللہ کریم نے بنایا ہے اور یہ اس لیے کہ سعادت مند لوگوں کے لیے حساب سے پہلے جیسا کہ اخبار و احادیث سے معلوم ہوتا ہے (سمجھ میں آتا ہے) محشر میں ایک خاص موقف ہوگا جس کے ساتھ اللہ ان نیک بختوں کو عزت و تکریم سے نوازے گا وہ اس میں وہ کچھ پائیں گے جو ان کے علاوہ کسی کو ان کے ٹھہرنے کے مقامات پر ٹھہرنے میں نہ ملے گا اور ان میں سے ایک ایک کر کے حساب کے لیے بلائے جائیں گے۔ تو یہ قول جب کہا جائے گا جب حساب ختم ہو جائے گا اور یہی اقتضاء ہے ان معانی کا جن کا ذکر گزرا۔

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

رَاضِيَةً ای بما توتینه من النعم التی لا تتناهی۔

یعنی ان نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے ساتھ جو اللہ عزوجل نے تمہیں عطا فرمائیں۔ موت کے ساتھ عالم قدس کی طرف اپنے پروردگار کے پاس لوٹ آ۔ دراصل یہ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ کی حالت کا بیان ہے اور ایک قول ہے کہ کہا جائے گا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اور راضی ہو حساب کی خفت سے بچنے پر اور اعمال کی قبولیت پر۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کہا: رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِینًا وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا وَ رَسُولًا وَ بِالْقُرْاٰنِ حَکَمًا وَ اِمَامًا تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ ای عند الله عزوجل۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے پاس اور ایک قول ہے المراد راضیة عن ربک مرضیة عنده مراد یہ ہے کہ اپنے پروردگار سے راضی اور اس کے پاس اس حال میں کہ اللہ تجھ سے راضی۔ یہ بیان و حالت ترقی کے لیے۔ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ یعنی سب سے اعلیٰ نعمت اللہ ہی کی رضا ہے اور مردان حق کا مقصود تو بس یہی ہے۔ حدیث

Marfat.com

شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل بھی اس سے ملاقات محبوب رکھتا ہے جو اللہ کے لقاء کو محبوب رکھتا ہے۔ اور موت لقاء الٰہی سے پہلے آئے گی۔ بایں وجہ اکثر علماء کا قول ہے کہ ایسا ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ اہل ایمان کو بوقت قبض روح (موت) کہا جائے گا۔

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۲۹﴾ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔

ای فی زمرة عبادی الصالحین المخلصین لی و انتظمی فی سلکھم و کونی فی جملتھم۔

یعنی میرے مخلص اور نیکوکار بندوں کے گروہ میں داخل ہو جنہوں نے اپنی راہوں میں میری فرماں برداری کا اہتمام رکھا تو ان پرہیزگاروں میں شامل ہو جاؤ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ روز قیامت مومن روحوں سے انہیں ان کے اجسام میں لوٹتے وقت فرمایا جائے گا۔

وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿۳۰﴾ اور میری جنت میں آ۔

ای ارجعی الی موعد ربک۔ یعنی اپنے پروردگار کے وعدۂ عطاء جنت کی طرف لوٹ آ۔ یہ پہلے جملہ پر عطف ہے اور معنی یہ ہیں کہ میرے نیکوکار بندوں کے زمرہ میں داخل ہو کر میری جنت میں آ۔ اور دخول جنت، کے حکم میں سعادت جسمانیہ کے حصول کی طرف اشارہ ہے جبکہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۲۹﴾ میں سعادت روحانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں مومنین کے لیے بوقت موت، بوقت بعث اور قیامت کے دن جنت کی بشارت ہے۔ جَنَّتِي میں یائے نسبتی ہے یعنی میری جنت، تو بعض کا قول ہے کہ مراد خصوصی جنت یا خصوصی شرف ہے۔

الحمدللہ آج سورت الفجر مکمل ہوئی

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ ہجری

Marfat.com

سورۃ البلد مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، بیس آیتیں، بیاسی کلمات اور تین سو بیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ - سورۃ البلد - پ ۳۰

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ ﴿۱﴾
مجھے اس شہر کی قسم

وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ ﴿۲﴾
کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَۙ ﴿۳﴾
کہ اے محبوب! اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍؕ ﴿۴﴾
بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا

اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اَحَدٌ‌ ۘ ﴿۵﴾
کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا

يَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ ﴿۶﴾
کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا

اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ ﴿۷﴾
کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِۙ ﴿۸﴾
کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِۙ ﴿۹﴾
اور زبان اور دو ہونٹ

وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ‌ۚ ﴿۱۰﴾
اور اسے دو ابھری ہوئی چیزوں کی راہ بتائی

فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾
پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ ﴿۱۲﴾
اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے

فَكُّ رَقَبَةٍۙ ﴿۱۳﴾
کسی بندے کی گردن چھڑانا

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍۙ ﴿۱۴﴾
یا بھوک کے دن کھانا دینا

يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍۙ ﴿۱۵﴾
رشتہ دار یتیم کو

اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ ﴿۱۶﴾
یا خاک نشین مسکین کو

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ؕ ﴿۱۷﴾
پھر ہو ان سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں

اُولٰٓٮِٕكَ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ؕ ﴿۱۸﴾
یہ داہنی طرف والے ہیں

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا هُمۡ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ ﴿۱۹﴾
اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے ہیں۔

Marfat.com

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۲۰ ع

ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی گئی ہے

حل لغات - سورۃ البلد - پ ۳۰

لَآ - میں	اُقْسِمُ - قسم کھاتا ہوں	بِهٰذَا - اس	الْبَلَدِ - شہر کی
وَ - اور	اَنْتَ - تو	حِلٌّ - اترا ہے	بِهٰذَا - اس
الْبَلَدِ - شہر میں	وَ - اور قسم ہے	وَالِدٍ - باپ کی	وَّ - اور
مَا - جس کو	وَلَدَ - جنا	لَقَدْ - بے شک	خَلَقْنَا - پیدا کیا ہم نے
الْاِنْسَانَ - انسان کو	فِيْ - بیچ	كَبَدٍ - مشقت کے	اَ - کیا
يَحْسَبُ - خیال کرتا ہے	اَنْ - یہ کہ	لَّنْ - ہرگز نہ	يَّقْدِرَ - قادر ہوگا
عَلَيْهِ - اس پر	اَحَدٌ - کوئی بھی	يَقُوْلُ - کہتا ہے	اَهْلَكْتُ - ہلاک کیا میں نے
مَالًا - مال	لُّبَدًا - ڈھیروں	اَ - کیا	يَحْسَبُ - سمجھتا ہے
اَنْ - یہ کہ	لَّمْ - نہیں	يَرَ - دیکھا	هٗ - اس کو
اَحَدٌ - کسی نے	اَ - کیا	لَمْ - نہ	نَجْعَلْ - بنائیں ہم نے
لَّهٗ - اس کی	عَيْنَيْنِ - دو آنکھیں	وَ - اور	لِسَانًا - زبان
وَّ - اور	شَفَتَيْنِ - دو ہونٹ	وَ - اور	هَدَيْنٰهُ - راہ دکھائی اس کو ہم نے
النَّجْدَيْنِ - دو ابھری چیزوں کی	فَلَا - تو نہ	اقْتَحَمَ - گھسا	الْعَقَبَةَ - گھاٹی میں
وَ - اور	مَا - کیا	اَدْرٰىكَ - جانے تو	مَا - کیا ہے
الْعَقَبَةُ - گھاٹی	فَكُّ - آزاد کرنا ہے	رَقَبَةٍ - گردن کا	اَوْ - یا
اِطْعٰمٌ - کھانا کھلانا	فِيْ - بیچ	يَوْمٍ - دن	ذِيْ مَسْغَبَةٍ - بھوک
والے کے	يَّتِيْمًا - یتیم	ذَا مَقْرَبَةٍ - رشتہ دار کو	
اَوْ - یا	مِسْكِيْنًا - مسکین	ذَا مَتْرَبَةٍ - خاک آلودہ کو	
ثُمَّ - پھر	كَانَ - ہوا	مِنَ الَّذِيْنَ - ان سے جو	اٰمَنُوْا - ایمان لائے
وَ - اور	تَوَاصَوْا - وصیت کی	بِالصَّبْرِ - صبر کی	وَ - اور
تَوَاصَوْا - وصیت کی	بِالْمَرْحَمَةِ - مہربانی کی	اُولٰٓئِكَ - یہ لوگ ہیں	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ - دائیں
جانب والے	وَ - اور	الَّذِيْنَ - وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا - کفر کیا
بِاٰيٰتِنَا - ہماری آیتوں کا	هُمْ - یہی ہیں	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ - بائیں جانب والے	
عَلَيْهِمْ - ان پر	نَارٌ - آگ ہے	مُّؤْصَدَةٌ - بند کی گئی	

Marfat.com

سورت البلد

جمہور کے قول کے مطابق ساری سورۃ البلد مکیہ ہے اور بعض نے کہا ساری مدنیہ ہے جب کہ بعض کا قول ہے کہ ابتدائی چار آیات چھوڑ کر بقیہ سورت مکی ہے اور مؤخر الذکر دونوں اقوال پر علماء نے "بِهٰذَا الْبَلَدِ" کے پیش نظر اس کے مدنی یا بعض مدنی ہونے کو تسلیم نہیں کیا اور زمخشری کا قول ہے کہ اس سورت کے مکی ہونے پر اجماع ہے اس سورت کی بیس آیات اور ایک رکوع ہے۔ پچھلی سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے مال کی حب، میراث کا مال ہڑپ کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت تک نہ دلانے کا ذکر فرما کر کفار کی مذمت کی ہے جب کہ اس سورت میں صاحب مال لوگوں کے لیے مطلوب خصائل کا ذکر فرمایا ہے جیسے فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ (گردن چھڑانا) اور اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ (بھوک کے دن کھانا دینا) اور پچھلی سورت میں نفس مطمئنہ کا تذکرہ ہے اور اس میں ان امور کا ذکر کیا ہے (جیسے صبر اور باہمی شفقت و مہربانی) جن سے اطمینان کا حصول ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو–سورۃ البلد–پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ مجھے اس شہر کی قسم۔

اقسم سبحانه بالبلد الحرام عنى مكة فانه المراد بالمشار اليه۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے بلد الحرام یعنی مکۃ المکرمہ کی قسم یاد فرمائی ہے اور هٰذَا کے اشارہ سے واضح طور پر مکہ ہی مراد ہے۔ "لا" گو لفظاً زائد ہے۔ لیکن قسم کو مؤکد کرنے کے لیے ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

اَنْتَ سرور دو عالم ﷺ سے خطاب ہے اور یہ جملہ **هذا البلد** کا حال ہے اور قسم مقید ہے کہ محبوب کریم ﷺ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ مکان بھی معظم ہے اور مکین بھی معظم ہے لہٰذا مکہ کو دوہری عظمت حاصل ہے اور حضور اکرم ﷺ کا مکہ میں رہائش پذیر ہونا مکہ کی فضیلت میں زیادتی کا باعث ہے تو واضح ہوگیا کہ گو مکہ بالذات فضیلت والا ہے لیکن قسم مقید ہے تو معنی یہ ہوئے کہ مکین کی رونق افروزی نے مکہ کی عظمت بڑھادی۔ **حل بمعنی مستحل** ہے یعنی تمہارا اس شہر سے نکالنا حلال جانا جائے گا۔ **كما يستحل الصيد فى غير الحرم** جیسے بیرون حرم شکار حلال سمجھا جاتا ہے شرحبیل بن سعد سے تفسیر میں مروی ہے **يحرمون ان يقتلوا به صيدا و يعضدوا شجره و يستحلون اخراجک۔** وہ حرام ٹھہرائیں گے کہ مکہ میں کسی شکار کو مارا جائے اور وہاں کا کوئی پیڑ کاٹا جائے لیکن محبوب تمہارا نکالنا حلال جانیں گے تو گویا یہ پیشگی خبر بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: **وانت يا محمد (صلى الله عليک وسلم) يحل لک ان تقاتل به** اور اے محبوب! آپ کے لیے اس شہر میں قتال حلال کیا جائے گا۔ یہ بھی آئندہ کی خبر ہے اور فتح مکہ کے روز مکہ کی حرمت حلال کی گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے روز ہی سے مکہ کو حرام قرار

Marfat.com

دیا تو وہ حرمت کی وجہ سے تا قیامت حرم ہے اور مجھ سے قبل یہاں کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن کی ایک ساعت، اور اب یہ قیامت تک اللہ کے حکم کے مطابق حرم ہے اور یہاں کے شکار کو نہ نکالا جائے اور نہ ہی اس شہر کے درخت جھاڑیاں وغیرہ کاٹی جائیں اور نہ ہی یہاں کی گھاس کاٹی جائے البتہ اصحاب نے اذخر (گھاس کی ایک قسم) کا استثنیٰ کرالیا۔ ترمذی نے عبداللہ بن عدی سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مکہ! بخدا تو سب سے برتر زمین ہے اور اللہ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے تجھ سے نہ نکالتے تو میں یہاں سے ہرگز نہ نکلتا۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝٣ اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

هذا البلد المقسم به۔ (مکہ مکرمہ) پر عطف ہے اور وَالِدٍ سے مراد آدم علیہ السلام اور وَلَدَ سے مراد آدم علیہ السلام کی جمیع اولاد ہے جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے تخریج کی ہے اور اس کی بطریق مجاہد رحمہ اللہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، تصحیح کی ہے۔ ایک قول ہے: المراد آدم علیه السلام و الصالحون من ذریته آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے صالحین لوگ مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ مراد نوح علیہ السلام اور ان کی ذریت ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابی عمران رحمہم اللہ سے روایت کی ہے: انهما ابراهیم علیه السلام و جمیع ولده ان دونوں وَالِدٍ اور وَلَدَ سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد ہے۔ ایک قول ہے مراد وَالِدٍ سے ابراہیم علیہ السلام اور وَلَدَ سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ ماوردی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ وَالِدٍ سے مراد نبی اکرم ﷺ اور وَلَدَ سے مراد آپ کی امت ہو۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝٤ بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

ای فی تعب و مشقة فانه لایزال یقاسی فنون الشدائد من وقت نفخ الروح الی حین نزعها و ما وراءہ۔

یعنی ہم نے ہر انسان کو دکھ تکلیف اور مشقت میں پیدا کیا اور اس کی یہ تکلیفیں، دکھ اور دشواریاں شکم مادر میں روح کے پڑنے کے وقت سے لے کر روح کے نکلنے تک بلکہ اس سے آگے تک بھی ختم نہیں ہوتیں۔ كَبَدٍ کے معنی دکھ اور دشواری کے ہیں اور الْاِنْسَانَ میں لام جنسی ہے یعنی ہر انسان، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے یہی تفسیر منقول ہے ایک قول یہ ہے كَبَدٍ سے مراد ہے شکم مادر کی تاریکی میں بصورت حمل رہے، بوقت ولادت تکلیف سے دوچار ہو اور شیر خوارگی اور اس کے چھوڑنے کی مشقت جھیلے، کسب معاش اور زندگی و موت کی کشمکش اور مشقت سے گزرے۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝٥ کیا آدمی سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا۔

اَیَحْسَبُ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے۔

اَیَحْسَبُ کا فاعل الْاِنْسَانَ ہے یا جنس انسان مراد ہے اور ضمیر اسی کی طرف راجع ہے اور الْاِنْسَانَ سے مراد ابوالاشد اسید بن کلدہ الجمحی یا ولید بن مغیرہ یا ابوجہل بن ہشام یا حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ہے جب کہ ایک قول ہے کہ مراد عمرو بن عبدود ہے یا مراد اسی قماش کے سبھی کفار ہیں اور آیت کے اسباب نزول میں ہے کہ اسید بن کلدہ کے حق میں اتری جو بڑا قوی اور زور آور تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبالیتا تھا اور دس دس آدمی اس کو مل کر کھینچتے چمڑا

Marfat.com

ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا لیکن جس ٹکڑے پر لنگر ڈال دیتا وہ ہرگز نہ نکال سکتے۔ استفہام زجر کے لیے ہے کہ یہ شخص یا مذکور سارے کفار اپنی قوت پر مغرور ہو کر اہل ایمان کو کمزور وضعیف اور بے اثر گمان رکھتے ہیں۔

اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝ کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا۔

ای علی الانتقام منه۔ یعنی اس کا گمان ہے کہ کوئی بھی اس سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ نشہ قوت میں مدہوش قدرت الٰہی سے بے خبر ہے، اس کو ایسا خیال نہ رکھنا چاہیے گویا تنبیہ ہے اَحَدٌ نکرہ ہے اور نفی کے بعد اس کا ذکر مفید عموم ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ شاید اس پر عذاب کے فرشتے قابو نہ پاسکیں گے یا معاذ اللہ بھی اس سے بدلہ کی قوت نہیں رکھتا اور وہ کس قدر بے خبر اور قیامت کا کس شدت سے منکر ہے۔

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔

مذکور شخص کی حالت کا بیان ہے۔ لُبَدٌ جمع ہے لُبْدَةٌ کی جس کے معنی کثیر مال کے ہیں ای کثیرا من تلبد الشیء اذا اجتمع یعنی کسی شے کا جوڑ جوڑ کر جمع ہو کر بہت زیادہ ہونا ای یقول ذلک وقت الاغترار فخرا و مباهاة و تعظما علی المومنین و اراد بذلک ما انفقه ریاء یعنی ایسا کہتا ہے فخر و بڑائی اور دکھاوے کے اظہار کے لیے اور مومنین کی مخالفت میں کفار پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے اور اس خرچ سے اس کی نیت ریا اور دکھلاوا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ کفار پر برتری جتلانے کے لیے کہتا ہے کہ میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں لوگوں پر بہت مال خرچ کیا ہے کہ وہ اس مال کے بدلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائیں اور دکھ دیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا یہ قول اس وقت یعنی قیامت کے روز بوقت انتقام دہرایا جائے گا اور انفاق (خرچ) کو اہلاک سے تعبیر کرنے سے مراد یہ ہے انه لم ینفعه یومئذ کہ اس روز اسے یہ خرچ ہرگز نفع نہ دے گا بلکہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا۔

ای حین کان ینفق ما ینفق رئاء الناس او حرصا علی معاداته صلی الله تعالی علیه وسلم یعنی ان الله تعالی کان یراه۔ یعنی جب وہ مال خرچ کرتا تھا اور جو لوگوں کے دکھلاوے کے لیے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور مخالفت کی طمع میں خرچ کرتا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور دیکھتا تھا اور وہ اس سے ضرور باز پرس کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے لاتزول قدم العبد یوم القیامة حتی یسئل عن اربع عن عمره فیم افناه و عن ماله مم جمعه و فیم انفقه و عن علمه ماذا عمل به۔ بروز قیامت کوئی شخص بھی اپنے دونوں قدم نہ اٹھا سکے گا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے گا اس نے اپنی عمر کس طرح بسر کی اور اس نے مال کہاں کہاں سے جمع کیا اور کس طرح اور کہاں خرچ کیا اور اس نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کیونکر عمل کیا۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے ان هذا القائل کان کاذبالم ینفق شیئا فقال تعالی ایظن ان الله تعالی مارای ذلک منه فعل او لم یفعل انفق او لم ینفق۔ اس قول کا قائل اسید بن کلیدہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس نے کچھ خرچ نہ کیا تھا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل (خرچ) کو نہیں دیکھا کہ اس نے ایسا کیا تھا یا نہ کیا تھا خرچ کیا تھا یا ہرگز خرچ نہ کیا تھا۔ اس میں مزید زجر و تہدید ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۝ وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَاۤ

Marfat.com

اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔

یبصر بھما۔ یعنی کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، یہ نعمتوں کا ذکر قدرت الٰہیہ کے ثبوت واظہار کے لیے ہے تاکہ منکروں کو اقرار کی رغبت ہو اور عبرت بھی حاصل ہو۔

وَلِسَانًا اور زبان۔

یفصح به عما فی ضمیرہ۔

جس سے وہ اپنے ضمیر کی بات کا اظہار کرتا ہے یا دل کی بات بیان کرتا ہے یا بولتا ہے۔

وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ اور دو ہونٹ۔

یستر بھما فاہ و یستعین بھما علی النطق والاکل و الشرب والنفخ و غیر ذلک۔

یعنی ان دونوں ہونٹوں کے ساتھ اپنے منہ کو ڈھانپتا ہے اور ان دونوں کے ساتھ بولنے اور کھانے پینے اور پھونکنے وغیرہ میں مدد لیتا ہے۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی۔

ای طریق الخیر والشر کما اخرجه الحاکم و صححه والطبرانی و غیرھما عن ابن مسعود رضی اللہ عنه۔

یعنی اچھائی اور برائی کا راستہ جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے تخریج وتصحیح کی اور طبرانی رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اور النجد مفرد ہے اور اس کے معنی الطریق المرتفع مشہور ہیں یعنی ابھرا ہوا (اونچا یا بلند) راستہ۔ امرء القیس کہتا ہے

فریقان منھم جازع بطن نخلة　　　　واخر منھم قاطع نجد کبکب

دو گروہ ہیں ان میں سے ایک نے بطن نخلہ (کھجوروں والی وادی) کے ایک حصہ کو چھوڑ دیا اور ان میں سے دوسرا بلند راستہ چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔

اور نجد کا نام بھی اس کی سطح مرتفع کے لحاظ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کے لیے نجات کا راستہ اور ہلاک کا راستہ واضح کر دیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: انھما الثدیان کہ دونوں ابھری ہوئی چیزوں سے مراد ماں کی چھاتیاں ہیں جن سے بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔

الاقتحام الدخول بسرعة و ضغط و شدة۔ اقتحام کے معنی ہیں کہ تیزی، دباؤ اور سختی کے ساتھ داخل ہونا، والعقبه الطریق الوعر فی الجبل اور عقبہ پہاڑ میں ناہموار اور دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں بطور استعارہ ہے

Marfat.com

اور اس کی تفسیر اعمال شاقہ اور اللہ عزوجل کے نزدیک بلند مرتبہ و درجہ کاموں کی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ اس نے (ابوالاشد) اپنا مال اطاعت الٰہی میں کیوں نہ خرچ کیا کہ اس کے ذریعہ اوامر و نواہی اور اطاعت کی دشوار گزار گھاٹی طے کر لیتا اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا اور یہ امر اس کے لیے باعث خیر و نجات ہوتا اور اقتحام العقبہ فرمانے میں اشارہ ہے کہ اطاعت کا راستہ بہت دشوار اور نفس پر انتہائی شاق ہے۔ اسی لیے اسے عقبہ سے تعبیر فرمایا۔ ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے پھر وہ کیوں نجات و کامرانی کے راستہ پر نہیں چلتا اور ناشکری کیوں کرتا ہے اور اپنی خواہش نفس کا اتباع کیوں کرتا ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

ای ای شیء اعلمک ما ھی تعظیم لشان العقبة المفسرة۔

یعنی تمہیں کیا معلوم کہ کون سی شے عقبہ جس کی تفسیر اوپر گزری، کی عظمت شان کے لائق ہے یعنی راہ نجات کی صعوبتیں سختیاں اور دشواریاں کیا ہیں اور پھر ان کے ثواب و ثمرات کیا ہیں۔ پھر آگے خود ہی ارشاد باری تعالیٰ میں صراحت ہے:

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

کسی بندے کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا دینا رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔

فَكُّ مصدر ہے والفک تخلیص شیء من شیء اور فک کے معنی ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے چھڑانا یا خلاصی کرانا ایک قول ہے کہ فَكُّ رَقَبَةٍ سے مراد ہے الاعتاق کسی غلام کو آزاد کرانا یا کرنا ہے۔ امام احمد، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے ارشاد فرمایا اعتق الفسمة و فک الرقبة غلام آزاد کرو یا کسی کی گلوخلاصی کراؤ اس نے عرض کیا یہ دونوں باتیں تو ایک ہی ہیں ارشاد فرمایا غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تم خود اکیلے غلام آزاد کرو اور فک الرقبة (گلوخلاصی) سے مراد ہے کہ کسی غلام کی آزادی میں مدد کرو۔ ایک قول ہے کہ فک الرقبة سے مراد اعطاء المکاتب ما یصرفه فی جهة فکاک نفسه۔ یعنی مکاتب غلام کو اتنا مال دینا جس سے وہ اپنے نفس کے لیے آزادی حاصل کر سکے۔

ایک قول ہے کہ توبہ اور اعمال صالحہ اختیار کر کے ان کے ذریعہ خود کو عذاب آخرت سے چھڑائے کذا فی روح البیان۔ ایک قول ہے کہ کسی قیدی یا مقروض کو قرض یا قید سے رہائی دلانے کے لیے خرچ کرنا یا مدد کرنا۔ بخاری و مسلم، احمد اور ترمذی رحمہم اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من اعتق رقبة مومنة اعتق الله بکل عضو منها عضواً منه من النار حتی الفرج بالفرج۔ جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کی آزادی (فک الرقبة) صدقہ سے افضل ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک صدقہ افضل ہے جب کہ زیر نظر آیت امام کے قول کی مؤید ہے اس لیے کہ فک الرقبة کو الاطعام پر تقدیم ہے اور امام شعبی رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی منقول ہے۔

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یا بھوک کے دن کھانا دینا۔

Marfat.com

مَسْغَبَۃٍ مصدر میمی بمعنی السغب ہے (بھوکا ہونا) اور ابو حیان رحمہ اللہ کا قول ہے وھو الجوع العام اور وہ عام طور پر بھوکا ہونا ہے اور اہل عرب بولتے ہیں: اسغب الرجل اذا جاع آدمی محتاج ہو گیا جب وہ بھوکا ہوا۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: ھو الجوع مع التعب مراد بھوک ہے تنگی کے ساتھ (سخت بھوک) جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلا قید بھوک ہی مراد ہے۔ اور فِیْ یَوْمٍ سے مراد وہ وقت ہے جس میں ایسی حالت (بھوک کی شدت) ہو اور یَوْمٍ کی طرف نسبت مجازی ہے ورنہ دن بھوکا نہیں ہوتا اور فِیْ ظرفیہ ہے اور اس کیفیت کو کسی بھی وقت کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے جب کہ یَوْمٍ نکرہ ہے اور عام حالت بھوک کی طرف مشیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ قحط اور گرانی کے وقت یا جب کوئی شخص سخت بھوکا ہو اور سخت محتاجی کی حالت میں ہو تو اسے کھانا کھلائے۔ اور ان حالات میں کھلانا نفس پر خاصا دشوار ہوتا ہے۔ کھانا کھلانا بہترین اعمال میں سے ہے۔ شیخین نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ای الاسلام خیر اسلام کی کون سی بات (فضل و شرف، ثواب و برکت اور قرب الٰہی کے لحاظ سے) خیر ہے تو ارشاد فرمایا تطعم الطعام و تقرئ السلام علی من عرفت و علی من لم تعرف۔ کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کہے اس پر جسے جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے۔ اور شیخین سے ایک اور روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اطعموا الجائع وعودوا المریض و فکوا العانی بھوکوں کو کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو اور غلاموں یا اسیروں یا مقروضوں کی گردنیں چھڑاؤ۔

یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ﴿۱۵﴾ رشتہ دار یتیم کو۔

ای قرابۃ فھو مصدر میمی ایضا من قرب فی النسب۔

یعنی رشتہ دار اور مَقْرَبَۃٍ مصدر میمی بھی ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو نسب میں قریب ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں اگر یتیم ہو تو اسے کھانا کھلائے یا اس کی مدد کرے۔ ایک قول ہے کہ قرابت نسبی خاص نہیں بلکہ یہ اس کو بھی شامل جو قراب و جوار میں رہتا ہو۔

اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ﴿۱۶﴾ یا خاک نشین مسکین کو۔

مَتْرَبَۃٍ مصدر میمی ہے ای افتقار یعنی محتاج ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ھو الذی یخرج من بیتہ ثم یقلب وجھہ الیہ مستیقنا انہ لیس فیہ الا التراب مراد وہ مسکین شخص ہے جو اپنے گھر سے نکلے پھر اس کی طرف لوٹ آئے اس یقین کے ساتھ کہ اس کے لیے وہاں بجز فقیری و محتاجی کے کچھ نہیں۔ ایک قول ہے کہ ایسا شخص جو نہایت تنگدست اور درماندہ ہو نہ اس کے پاس اوڑھنے کو ہو نہ بچھانے کو اور محتاجی کی وجہ سے خاک نشین ہو۔ حدیث شریف میں ہے یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے اور قائم اللیل اور صائم الدھر کی مانند ہے۔

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ﴿۱۷﴾

پھر ہو ان سے جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر ہو ان سے جو ایمان لائے۔

فانہ عطف علی المنفی اعنی اقتحم فکانہ قیل فلا اقتحم ولا امن ولا یلزم منہ کون الایمان غیر داخل فی مفھوم العقبۃ لانہ یکفی فی صحۃ العطف والتکرار کونہ جزاء اشرف خص

Marfat.com

بالذکر عطفا فجاءت صورۃ التکرار ضرورۃ اذا الحمل علی غیر ذلک مفسد للمعنی۔

ثُمَّ نفی کے تحت اقۡتَحَمَ پر عطف ہے تو گویا یہ کہا جا رہا ہے پھر بے تامل گھاٹی میں کودا اور نہ ہی ایمان لایا اور اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایمان الۡعَقَبَةَ کے مفہوم میں داخل نہ ہو کیونکہ عطف کی صحت کے لیے یہی کافی ہے اور تکرار ہو سکتا ہے اس کا جزو ہو جو عطف کے ذکر کے ساتھ تخصیص شرف کے لیے ہو اور عطف ضرورۃً بصورت تکرار آیا ہو کیونکہ جب اس کا حمل اس کے علاوہ پر ہو تو معنی کے لیے مفسد ہوتا ہے اور واضح مفہوم یہ ہے کہ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿١٣﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿١٤﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ﴿١٥﴾ اَوۡ مِسۡكِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿١٦﴾ یہ سارے اعمال جب ہی قبول ہوں گے کہ ان کا کرنے والا دولت ایمان سے مالا مال ہو اور ایمان کے بغیر سب اچھی باتیں اور اچھے اعمال مفید نہیں اور نہ ہی آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہوں گے بلکہ محض بیکار ہیں اور سعی لا حاصل ہیں۔ اور تمام اطاعتوں کا نفع ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے ثُمَّ کا عطف تراخی زمانی کے لیے آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان بنیاد ہے اور عمل پر فوقیت رکھتا ہے اور اس پر تعمیر اور جب بنا ہی مفقود ہو تو عمل کی کیا حیثیت ہے اور ایمان سے کیونکر مقدم ہوگا اور عمل کے ذکر میں ایمان داخل ہے اور سبب ہے نجات اخروئی اور قبول اعمال کا۔ لہٰذا ایمان کے بغیر نیک اعمال سعی لا حاصل اور آخرت میں ان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو اعمال کا ایمان سے قبل ذکر کرنا عطف علی المنفی کے طور پر ہے یا پھر استفہام محذوف ہے جیسے کہا جائے افلا اقتحم اور ابن زید رحمہ اللہ سے یونہی منقول ہے ایک قول ہے لا مخفف ہے شاید لا تخصیص کے لیے جیسے کہ ھلا گویا کہا جا رہا ہے فھلا اقتحم العقبۃ۔

وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں۔

"اٰمَنُوۡا" پر عطف ہے ای اوصی بعضھم بعضا بالصبر علی الایمان والثبات علیہ او بذلک والصبر علی الطاعات او بہ والصبر عن المعاصی و علی المحن التی یبتلی بھا الانسان۔

یعنی انہوں نے (مومنین نے) میں سے بعض کو ایمان پر صبر اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین و وصیت کی یا پھر اس کے ساتھ اللہ کی فرمان برداری کے کاموں کی نصیحت کی یا گناہوں سے باز رہنے کی پابندی پر صبر یا پھر ان مصیبتوں اور تکلیفوں پر جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے برداشت و صبر کی ہدایت کی۔

وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿١٧﴾ اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

ای بالرحمۃ علی عبادہ عزوجل و من ذلک الامر بالمعروف والنھی عن المنکر او تواصوا باسباب رحمۃ اللہ تعالی و ما یؤدی الیھا من الخیرات علی ان المرحمۃ مجاز عن سببھا او الکلام علی تقدیر مضاف و ذکر ان تواصوا بالصبر اشارۃ الی تعظیم امر اللہ تعالی و تواصوا بالمرحمہ اشارۃ الی الشفقۃ علی خلق اللہ تعالی و ھما اصلان علیھما مدار الطاعۃ و ھو الذی قالہ بعض المحققین الاصل فی التصوف امران صدق مع الحق و خلق مع الخلق۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے کی وصیت کی اور اسی میں سے ایک امر بالمعروف (بھلائی کا حکم) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا ہے) یا پھر ان اسباب کی وصیت کی جو رحمت الٰہیہ کے حصول کا باعث ہیں اور جن کے ذریعہ بھلائی و نیکی کے کاموں پر تائید ہوتی ہے کیونکہ "رحمت" ان کے اسباب سے مجاز ہے یا پھر کلام بر تقدیر مضاف ہے اور

Marfat.com

تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کے ذکر سے امر الٰہی کی تعظیم پر اشارہ ہے اور تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ سے اللہ عزوجل کی مخلوق پر شفقت ورحمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں امور اصل ہیں جن پر طاعت کا مدار ہے (انحصار ہے) اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف بعض محققین کرام کا ارشاد ہے کہ تصوف کی اصل دو امر ہیں (چیزیں ہیں) حق کے ساتھ سچائی اور مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ یہی داہنی طرف والے ہیں۔

ای اولئک الموصوفون بالنعوت الجلیلة المذکورة و هم الی جهة الیمین التی فیها السعداء۔ أُولَٰئِكَ ارشاد ہے یعنی یہ وہی لوگ ہیں جو اوپر ذکر کی گئی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ متصف ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو داہنی جانب والے سعادت مندوں میں سے ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اعمالنامے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے اور یہ لوگ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾

اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا۔

بما نصبناه دلیلا علی الحق من کتاب و حجة او بالقرآن۔

اور جن لوگوں نے کتاب اور حق پر مبنی ہمارے دلائل کو اور حجت عقلیہ کو نہ مانا یا قرآن کا انکار کیا جو حق وصداقت کے دلائل کا مخزن ہے۔

هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ وہ بائیں طرف والے ہیں۔

ای جهة الشمال التی فیها الاشقیاء۔

یعنی بائیں طرف ہوں گے جس میں بدبخت اور فساق وفجار ہوں گے یا وہ لوگ جنہیں ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور وہ عرش کی بائیں جانب سے دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کردی گئی۔

مطبقة من آصدت الباب اذا غلقته و اطبقته۔

یوں کہ نار جہنم کے طبقات میں بند کیے جائیں گے اور دروازے مقفل کر دیے جائیں گے کہ نہ باہر سے ہوا آسکے اور نہ ہی اندر سے دھواں باہر نکلے اور دروازوں کی بندش اور مقفل کرنا تشدید عذاب کے لیے ہوگا۔ کفار کے لیے ایسے عذاب کی وعید صراحت کے ساتھ کر دی گئی ہے اور اہل ایمان کے ذکر میں صراحت نہیں فرمائی جو اہل ایمان کے لیے باعث تسکین ہے اور ان کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔

الحمد للہ آج سورت البلد کا تفسیری مرحلہ تمام ہوا

۱۷ جمادی الآخرہ ۱۴۱۵ ہجری مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء

Marfat.com

سورۃ الشّمس مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، پندرہ آیتیں، چون کلمے اور دوسو اناليس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ - سورۃ الشّمس - پ ۳۰

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ۱	سورج اور اس کی روشنی کی قسم
وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۲	اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے
وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۳	اور دن کی جب اسے چمکائے
وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىهَا ۴	اور رات کی اور جب اسے چھپائے
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۵	اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم
وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىهَا ۶	اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم
وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۷	اور جان کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا
فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۸	پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی
قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۹	بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا
وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۱۰	اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا
كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰىهَآ ۱۱	ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا
اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰىهَا ۱۲	جبکہ اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا
فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا ۱۳	تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کی ناقہ اور اس کے پینے کی باری سے بچو
فَكَذَّبُوۡهُ فَعَقَرُوۡهَا ۙ فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰىهَا ۱۴	تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کروہ بستی برابر کردی
وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا ۱۵	اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں

حل لغات - سورۃ الشّمس - پ ۳۰

وَ۔ قسم ہے	الشَّمۡسِ۔ سورج کی	وَ۔ اور	ضُحٰىهَا۔ اس کی روشنی کی
وَ۔ اور	الۡقَمَرِ۔ چاند کی	اِذَا۔ جب	تَلٰىهَا۔ اس کے پیچھے آئے
وَ۔ اور	النَّهَارِ۔ دن کی	اِذَا۔ جب	جَلّٰىهَا۔ اسے چمکائے

Marfat.com

وَ-اور	الَّيْلِ-رات کی	اِذَا-جب	يَغْشٰهَا-اس کو ڈھانپے
وَ-اور	السَّمَآءِ-آسمان کی	وَ-اور	مَا-جس نے
بَنٰهَا-اس کو بنایا	وَ-اور	الْاَرْضِ-زمین کی	وَ-اور
مَا-جس نے	طَحٰهَا-اس کو بچھایا	وَ-اور	نَفْسٍ-جان کی
وَّ-اور	مَا-جس نے	سَوّٰىهَا-اسے برابر کیا	فَاَلْهَمَهَا-پھر الہام کیا اس کو
فُجُوْرَ-گناہ	هَا-اس کا	وَ-اور	تَقْوٰىهَا-نیکی اس کی
قَدْ-بے شک	اَفْلَحَ-کامیاب ہوا	مَنْ-جس نے	زَكّٰىهَا-اس کو پاک رکھا
وَ-اور	قَدْ-بے شک	خَابَ-نامراد ہوا	مَنْ-جس نے
دَسّٰىهَا-اسے گندا کردیا	كَذَّبَتْ-جھٹلایا	ثَمُوْدُ-ثمود نے	بِطَغْوٰىهَآ-اپنی سرکشی سے
اِذِ-جبکہ	انْۢبَعَثَ-اٹھا	اَشْقٰىهَا-بڑا بدبخت اس کا	فَقَالَ-تو کہا
لَهُمْ-ان کو	رَسُوْلُ-رسول	اللّٰهِ-خدا نے	نَاقَةَ-بچو ناقہ
اللّٰهِ-الٰہی سے	وَ-اور	سُقْيٰهَا-اس کے پینے سے	فَكَذَّبُوْ-تو جھٹلایا انہوں نے
هُ-اس کو	فَعَقَرُوْ-تو کونچیں کاٹیں	هَا-اس کی	فَدَمْدَمَ-پھر تباہی مچادی
عَلَيْهِمْ-ان پر	رَبُّهُمْ-ان کے رب نے	بِذَنْۢبِهِمْ-ان کے گناہ کے سبب	فَسَوّٰىهَا-پھر برابر کیا اس کو
وَ-اور	لَا-نہ	يَخَافُ-ڈرا	عُقْبٰهَا-انجام سے

سورت الشّمس

سورت الشّمس مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور پندرہ آیات ہیں گزشتہ سورت کا اختتام اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ اور اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ کے ذکر پر ہوا جبکہ اس سورت کے آغاز میں دونوں فریقین کے احوال وانجام کے حوالے سے تذکرہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ اور یہ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ کی طرح بیان ہے پچھلی سورت میں کفار کی حالت آخرت کے ذکر پر ختم فرمایا ہے جبکہ اس سورت میں دنیاوی زندگی کے احوال وانجام کا تذکرہ ہے اور یہی مناسبت ہے جو دونوں سورتوں کے مضامین سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الشّمس۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸

سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے اور دن کی جب اسے چمکائے اور رات کی جب اسے چھپائے اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور جان کی اور اس کی جس نے

Marfat.com

اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿١﴾ سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔

أی ضوئها کما اخرجه حاکم و صححه عن ابن عباس و المراد اذا اشرقت و قام سلطانها۔

سورج کی روشنی کی قسم جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے بتصحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور مراد ہے جب آفتاب چمک اٹھے (جگمگا اٹھے) اور بڑے پیندے والے پیالے کی طرح ہو جائے (یا بلحاظ چمک اور روشنی غالب ہو جائے) المبرد سے منقول ہے **ان الضحی مشتق من الضح و هو نور الشمس۔ ضحی** ضح سے مشتق ہے اور وہ سورج کا نور (روشنی) ہے اور الف مقلوبہ ہے جائے ثانیہ سے، مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے: **ان ضحاها حرها** اس کی روشنی (سورج) اس کی گرمی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ کا یہ قول تفسیر لازم کے اعتبار سے ہے اور مقاتل سے یہ بھی مروی ہے **المراد والنهار کله** اور اس سے مراد پورا دن ہے۔

وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا ﴿٢﴾ اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

ای تبعها فقیل باعتبار طلوعه و طلوعها۔

یعنی چاند کی قسم جب سورج کے پیچھے آئے ایسا سورج کے طلوع اور چاند کے طلوع کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ جب غروب آفتاب کے بعد طلوع ہو اور ایسا مہینا کے دور اول (پہلے پندرھواڑے) میں ہوتا ہے۔ حسن اور فراء رحمہما اللہ کا قول ہے جیسا کہ بحر میں ہے: **ای تبعها فی کل وقت** چاند ہمیشہ (ہر وقت) سورج کے پیچھے ہی آتا ہے۔ **لانه یستضیء منها فهو یتلوها لذلک** کیونکہ چاند سورج کے نور سے منور روشن ہوتا ہے تو وہ اس وجہ سے اس کے پیچھے آتا ہے گو بعض نے اس سے انکار بھی کیا ہے۔

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ﴿٣﴾ اور دن کی جب اسے چمکائے۔

ای جل النهار الشمس ای اظهر فانها تنجلی و تظهر اذا انبسط النهار۔

یعنی دن کی قسم جب سورج اسے روشن کرے یعنی جب سورج خوب ظاہر ہوتا ہے تو اس سے روشنی یا چمک پھیل جاتی ہے اور دن خوب روشن ہو جاتا ہے ضمیر (ها) کا مرجع مذکور نہیں تو اس سے تاریکی یا زمین یا دنیا مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب دن دنیا یا زمین کو روشن کردے یا مراد ہے کہ جب رات کی تاریکی دور ہو جائے۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ﴿٤﴾ اور رات کی جب اسے چھپائے۔

ای الشمس فیغطی ضوئها۔

یعنی رات کی قسم جب سورج اپنی روشنی کو چھپالے۔ ضمیر کا مرجع مذکور نہیں ہے تو مراد آفتاب یا آفاق یا زمین ہیں کہ جب رات سورج اور آفاق اور زمین کو تاریکی میں چھپالے یا رات دنیا کو چھپالے اور نمودار ہو جائے۔ گزشتہ تینوں آیات میں (ظرف زمان) وقت کے معنوں میں ہے اور اپنے مابعد سے مل کر مقسم بہ کے ساتھ بدل ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ﴿٥﴾ اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔

ای و من بناها۔ یعنی آسمان اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بنایا **کانه قیل و القادر العظیم الشان الذی**

بناھا گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اس عظمت وشان وقدرت والے پروردگار کی قسم جس نے اسے (آسمان کو) بنایا یعنی آسمان کی تخلیق کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے وجود وکمال قدرت پر دلالت فرمایا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مَا بمعنی مَنْ ہے جبکہ فراء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ما مصدری ہے اور اس سے مراد آسمان کی تخلیق کی قسم ہے۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم۔

ای من بسطها من کل جانب وطأها کدحاها۔

اور زمین کی اور اس کو ہر طرف سے بچھانے والے کی قسم جس نے اسے بچھایا جس طرح کہ اسے پھیلایا۔ زمین آسمان سے پہلے بنائی گئی تھی مگر اسے بعد میں پھیلایا گیا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ اور جان کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا۔

ای انشأها وابدعها مستعدة لکمالها و ذلک بتعدیل اعضائها و قواها الظاهرة والباطنة والتنیکر للتکثیر و قیل للتفخیم علی ان المراد بالنفس ادم علیه السلام۔

یعنی اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے اس کے کمالات تک رسائی کے لیے استعداد وتوفیق سے بہرہ مند کیا اور یونہی اس کے اعضاء میں اور اس کے قوائے ظاہریہ اور باطنیہ (جیسے نطق، سمع، بصر، علم وفہم) کو معتدل ومتوازن بنایا اور تنکیر تکثیر کے لیے اور ایک قول ہے کہ تفخیم (اظہار عظمت) کے لیے ہے کیونکہ نفس سے مراد (ایک فرد) آدم علیہ السلام ہیں۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

عبد بن حمید وغیرہ نے ضحاک رحمہم اللہ سے روایت کی ہے کہ فجور اور تقویٰ سے مراد مطلقاً معصیت اور طاعت ہے اور جس کا مطلب یہ ہے خیر وشر اور طاعت ومعصیت سے انسان کو آگاہ کر دیا گیا ہے اور اچھائی برائی بتادی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ کی مثل ونظیر ہے اور تقویٰ سے فجور کو مقدم ذکر فرمایا اس لیے کہ نفس کا برائی کی طرف راغب ہونا اصل ہے اور تقویٰ بعد کی شی ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے انسان کے دل میں وہی میلان پیدا کر دیتا ہے جو انسان چاہتا ہے یعنی یا تو دل میں تقویٰ کی توفیق ڈال دیتا ہے یا نفس کو برائی کے لیے چھوڑ دیتا ہے لیکن برائی پر مدد نہیں فرماتا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

یہ جواب قسم ہے ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں سنا افلحت نفس زکاها الله تعالیٰ کہ فرماتے تھے کہ وہ نفس مراد کو پہنچا جس کو اللہ نے ستھرا کر دیا، مَنْ مذکر ہے اور زَکّٰی کا فاعل یا اللہ ہے یا نفس کہ مَنْ سے مراد وہی ہے اور ھا (ضمیر) مونث ہے لہٰذا نفس ہی مراد ہے کہ وہ بھی مونث ہے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور فرمان بردار بن گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ نفوس کا تزکیہ توفیق رحمت الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ارشاد باری ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ (النور) اور اگر اللہ عزوجل کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا ہاں اللہ عزوجل ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ ان پر اپنی راہیں کھول دیتا ہے آسان بنا

دیتا ہے اور توبہ و حسن عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ احمد، ابن ابی شیبہ، مسلم اور نسائی نے زید بن ارقم رحمہم اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللھم ات نفسی تقواھا و زکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا و مولاھا۔ اے پروردگار! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے ستھرا فرما تو ہی سب سے بڑھ کر نفس کو پاکیزہ بنانے والا ہے اور تو ہی نفس کا کارساز اور امور خیر میں اس کا مددگار ہے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

دسی دراصل دَسَّسَ تھا اور سین حرف علت سے بدل گئی اور اس کے معنی اخفاء یعنی چھپانے کے ہیں۔ شاعر کا قول ہے ۔

و دسست عمرا فی التراب فاصبحت حلائله منه ارامل ضیعا

اور میں نے عمرو کو مٹی میں چھپا دیا تو اس کی منکوحہ عورتیں برباد حال بیوائیں ہو گئیں۔

یعنی جس شخص نے برائیوں اور گناہوں یا گمراہیوں کو اختیار کیا اور اپنے نفس کو ان میں چھپا لیا تو گویا وہ نامراد و ناکام یا ہلاک ہو گیا۔ یہاں دَسّٰی کا فاعل مَنْ یعنی نفس ہے۔ اور اللہ عزوجل بندے کے کفر پر نہ راضی ہوتا ہے نہ اس پر اس کی طرف سے مدد۔ لہٰذا برائی کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرنا کفر اور سوء ادبی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ۔ اور ارشاد ہے: وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔ اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اس لیے کہ تو نے خود ہی گمراہی کو اختیار کیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جبکہ اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کی ناقہ اور اس کے پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب، تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ کے مضمون پر بطور تقریر از سر نو کلام ارشاد ہے، اور کفار مکہ کی تکذیب دعوت پر ناراضگی کا اظہار اور اس واقعہ کے حوالے سے تہدید و انتباہ ہے۔ كَذَّبَتْ کا مفعول صالح علیہ السلام اور ان کی دعوت ارشاد ہے جو محذوف ہے اور بِطَغْوٰىهَآ کی ب سببیہ ہے مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود کی ہلاکت کا سبب بھی اللہ عزوجل کے رسول برحق سیدنا صالح علیہ السلام کی تکذیب اور اُن کی دعوت ارشاد کا انکار اور اس سے سرکشی تھا۔ طغی۔ طغیان سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے بڑھی ہوئی سرکشی۔ دریا جب کناروں سے نکل پڑتا ہے تو اس کیفیت کو طغیانی کہتے ہیں مراد حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ ثمود کی سرکشی کی تفصیل بالتکرار بیان ہو چکی۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ جبکہ اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔

اِذِ انْۢبَعَثَ یہ تکذیب سے متعلق ہے یا طغوی کی طرف مشیر ہے و المراد اذ ذھب لعقر الناقة یعنی وہ ناقہ

(اونٹنی) کی کونچیں کاٹنے کے لیے گیا۔

اَشۡقٰهَا ﴿۱۲﴾ سب سے بڑا بد بخت ای اشقی ثمود و هو قدار بن سالف یعنی قوم ثمود کا سب سے بڑا بد بخت اور وہ شخص قدار بن سالف تھا اور یہی قتل ناقہ کا ذمہ دار تھا اور دوسروں کے اکسانے اور کہنے پر فی الفور اس ظلم و سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ طبرانی و حاکم رحمہما اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا اور حضرت آدم کا وہ بیٹا قابیل تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

فَقَالَ لَهُمۡ تو ان سے فرمایا۔

ای ثمود او لاشقاها۔ یعنی قوم ثمود یا اس کے بڑے بد بخت کو فرمایا یعنی کہ اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس کے قتل کرنے سے باز رہو اور اس کے پانی پینے کی باری کے دن سے نہ تو تعرض کرو اور نہ اسے روکو یا دکھ پہنچاؤ اور اللہ عزوجل کے عذاب کو خواہ مخواہ دعوت نہ دو۔

رَسُوۡلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول نے۔

ای صالح علیه السلام۔ یعنی صالح علیہ السلام نے فرمایا جو قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ کی ناقہ۔

مرکب اضافی ہے اور اضافت ناقہ کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ مضاف حذف ہے جس کا مطلب ہے ای احذروا عقر ناقة الله یعنی اللہ کی اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرو۔

وَ سُقۡيٰهَا ﴿۱۳﴾ اور اس کے پینے کی باری سے بچو۔

ای ذروا ناقة الله مع سقیاها ولا تحولوا بینهما۔ یعنی اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو (اس سے تعرض نہ کرو) اور نہ ہی اس کے پانی پینے کی باری کے درمیان کوئی رکاوٹ و مداخلت کرو۔ گویا اس میں ان کو دھمکی دی گئی کہ نافرمانی کی صورت میں سخت عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔ ناقہ کے پانی پینے اور قوم ثمود کے اور اس کے جانوروں مویشیوں کے لیے باری باری الگ الگ ایک دن مقرر تھا۔ لیکن ثمود کو یہ تقسیم سخت ناگوار تھی اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو گئی تو اس حالت میں یہ ارشاد ان کے لیے انتباہ تھا۔

فَكَذَّبُوۡهُ تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔

ای فی وعیده ایاهم کما حکی عنه بقوله تعالی وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ۔

یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں جو وعید عذاب سنائی تو انہوں نے اسے سچا نہ جانا اور جھٹلایا جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے قصہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں کہا کہ تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تم دردناک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔

فَعَقَرُوۡهَا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں۔

ای فنحروها او فقتلوها و ضمیر الجمع للاشقی و جمعه علی تقدیر وحدته لرضا الکل بفعله قال قتادة بلغنا انه لم یعقرها حتی تابعه صغیرهم و کبیرهم و ذکرهم و انثهم۔

یعنی پھر انہوں نے اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالا یا اس کو قتل کر ڈالا اور جمع کی ضمیر اشقیاء کے لیے ہے اور انہیں اس لیے بطور

Marfat.com

جمع ذکر فرمایا۔ کہ وہ سبھی اس کام پر رضامندی میں ایک تھے اور متفق تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اونٹنی کی کونچیں ہرگز نہ کاٹی تھیں یہاں تک کہ ان کے چھوٹے بڑے اور مردوں اور عورتوں نے اس کی پیروی کی۔ اشقی اسم تفضیل ہے اور واحد ہے مگر مضاف ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق درست ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قتل کرنے والے لوگوں کی کل تعداد نو تھی لیکن قتادہ رحمہ اللہ کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ تو ان پر ان کے رب نے تباہی ڈال دی۔

ای فاطبق علیهم العذاب و قالوا دمدم علیه القبر ای اطبقه۔

یعنی ان کے حال کے مطابق ان پر عذاب مسلط کر دیا یا ان پر ڈھانک لینے والا عذاب ڈال دیا اور کہتے ہیں اس کو قبر نے ڈھانک لیا یا چھپالیا۔ اور قاموس میں دمدم کے معنی ہیں اتم العذاب علیهم ان پر پورا (مکمل) عذاب ڈال دیا۔ مورج کا قول ہے: الدمدمة اهلاک۔ باستیصال دمدمہ جڑ سے اکھاڑ کر ہلاک کر دینے کو کہتے ہیں۔ ابن زبیر رحمہ اللہ نے فَدَهْدَمَ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں تہس نہس کر دیا۔ ف تعقیب کا ہے۔ صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو کہا کہ تمہارے لیے تین دن مہلت ہے پہلے روز تمہارے چہرے پیلے دوسرے روز سرخ اور تیسرے روز سیاہ ہو جائیں گے پھر تم سب ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ تو تین روز گزرتے ہی وہ ہلاکت میں ڈال دیے گئے اور تباہ کر دیے گئے۔

بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہ کے باعث۔

بسبب ذنبهم المحکی۔ ان کے گناہوں کی وجہ سے جس کا قصہ پیچھے گزرا یعنی قتل ناقہ اور تکذیب رسول کی وجہ سے۔

فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾ تو بستی برابر کر دی۔

ای فجعل الدمدمة سوا بنیهم او جعلها علیهم سوا فلم یفلت سبحانهٗ منهم احدا لا صغیرا ولا کبیرا او فسوها بالارض۔

یعنی ان سب کے درمیان تباہی برابر ڈال دی یا ان سب پر برابر ہلاکت ڈال دی یوں کہ نہ ان کا کوئی چھوٹا باقی بچا اور نہ ان کا کوئی بڑا زندہ بچا۔ پھر مراد ہے کہ ان کی بستیوں کو زمین کے ساتھ ہموار و برابر کر دیا یعنی مٹا دیا۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾ اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

وَلَا يَخَافُ ای الرب عزوجل یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ عُقْبٰهَا ای عاقبتها و تبعتها کما یخاف المعاقبون من الملوک عاقبة ما یفعلونه و تبعته۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو قوم ثمود کی تباہی و بربادی کے انجام کا کوئی خوف نہ تھا جیسا کہ بعض معاقب بادشاہوں کو ہوتا ہے کہ وہ مالک الملک ہے جو چاہے اور جس طرح چاہے کرے اور کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وَلَا يَخَافُ کی ضمیر اشقی کی طرف راجع ہے اور کلام میں مقدم و مؤخر ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قوم ثمود کا بڑا بدبخت قدار بن سالف قتل ناقہ پر انجام و تعاقب سے لاپرواہ بے خوف ہو کر مستعد ہو گیا۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت صالح علیہ السلام کو ان کفار میں سے کسی کا خوف نہیں کہ نزول عذاب کے بعد ان کا کوئی تعاقب کر سکے یا کوئی ایذا پہنچا سکے گا۔

بعون اللہ تعالیٰ والحمد للہ آج سورت الشمس کا تفسیری کام پورا ہوا

۷ رجب المرجب ۱۴۱۵ ہجری مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الیل مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، اکیس آیات، اکہتر کلمات اور تین سودس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ۔ سورۃ الیل ۔ پ ۳۰

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ — اور رات کی قسم جب چھائے

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ — اور دن کی جب چمکے

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ — اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ — بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ — تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ — اور سب سے اچھی بات کو سچ مانا

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ — تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ — اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ — اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ — تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ — اور اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ — بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ — اور بے شک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ — تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ — نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ — جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ — اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ — جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝۱۹ — اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰ — صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے

Marfat.com

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝٢١ ع　　اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا

حل لغات - سورۃ الیل - پ ۳۰

وَ - قسم ہے	الَّيْلِ - رات کی	اِذَا - جب	يَغْشٰى - چھائے
وَ - اور	النَّهَارِ - دن کی	اِذَا - جب	تَجَلّٰى - چمکے
وَ - اور	مَا - اس کی جس نے	خَلَقَ - بنائے	الذَّكَرَ - نر
وَ - اور	الْاُنْثٰى - مادہ	اِنَّ - بے شک	سَعْيَكُمْ - تمہاری کوشش
لَشَتّٰى - مختلف ہے	فَاَمَّا - تو پھر	مَنْ - جس نے	اَعْطٰى - دیا
وَ - اور	اتَّقٰى - پرہیزگاری کی	وَ - اور	صَدَّقَ - سچ مانا
بِالْحُسْنٰى - اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ - تو ہم آسان کریں گے		ہٗ - اس کے لیے
لِلْيُسْرٰى - آسانی کو	وَ - اور	اَمَّا - وہ	مَنْۢ - جس نے
بَخِلَ - بخل کیا	وَ - اور	اسْتَغْنٰى - بے پروا بنا	وَ - اور
كَذَّبَ - جھٹلایا	بِالْحُسْنٰى - اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ - تو ہم آسان کریں گے	
ہٗ - اس کے لیے	لِلْعُسْرٰى - تنگی کو	وَ - اور	مَا - نہ
يُغْنِيْ - کام آئے گا	عَنْهُ - اس کو	مَالُهٗٓ - اس کا مال	اِذَا - جب
تَرَدّٰى - گرے گا	اِنَّ - بے شک	عَلَيْنَا - ہمارے ذمہ ہے	لَلْهُدٰى - ہدایت دینا
وَ - اور	اِنَّ - بے شک	لَنَا - ہمارے ہی لیے ہے	لَلْاٰخِرَةَ - آخرت
وَ - اور	الْاُوْلٰى - دنیا	فَاَنْذَرْتُكُمْ - تو ڈرایا میں نے تم کو	
نَارًا - آگ	تَلَظّٰى - بھڑکتی سے	لَا - نہ	يَصْلٰىهَآ - داخل ہوگا اس میں
اِلَّا - مگر	الْاَشْقَى - بڑا بدبخت	الَّذِيْ - وہ جس نے	كَذَّبَ - جھٹلایا
وَ - اور	تَوَلّٰى - منہ پھیرا	وَ - اور	سَيُجَنَّبُهَا - اس سے الگ
رکھا جائے گا	الْاَتْقَى - بڑا پرہیزگار	الَّذِيْ - وہ جو	يُؤْتِيْ - دیتا ہے۔
مَالَهٗ - اپنا مال	يَتَزَكّٰى - پاک ہونے کو	وَ - اور	مَا - نہیں ہے
لِاَحَدٍ - کسی کے لیے	عِنْدَهٗ - پاس	ہٗ - اس کے	مِنْ نِّعْمَةٍ - کوئی احسان
تُجْزٰٓى - کہ بدلہ دیا جائے	اِلَّا - مگر	ابْتِغَآءَ - چاہتا ہے	وَجْهِ - رضامندی
رَبِّهِ - اپنے رب	الْاَعْلٰى - بلند کی	وَ - اور	لَسَوْفَ - بے شک قریب
ہے کہ	يَرْضٰى - راضی ہوگا		

Marfat.com

سورت اللیل

سورت اللیل مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور اکیس آیات ہیں اور اس کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے البتہ جمہور کے نزدیک مکیہ ہے جبکہ علی ابن ابی طلحہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مدنی ہے اور بعض نے کہا مکی ہے اور یونہی بعض کے نزدیک مدنی ہے اور یونہی اس کے اسباب نزول میں بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کے بیان میں نازل ہوئی اور ایسا اسناد صحیحہ کے ساتھ ہے۔ عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ ابی الدحداح الانصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری اور وہ قصہ یوں ہے کہ ایک منافق کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا جس کی بعض شاخیں اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے گھر میں پھیلی ہوئیں تھیں تو وہ اس درخت سے کچھ کھجوریں اٹھا لیتے تھے جب کہ وہ پھل اتارتا اور وہ گر جاتیں تو وہ ان یتیموں سے وہ کھجوریں چھین لیتا بلکہ کھانے کی صورت میں اگلوا لیتا۔ یتیموں نے اس امر کی بارگاہ رسالت ﷺ میں شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تو اس کو ان کے لیے چھوڑ دے اور اپنا درخت میرے پاس جنت کے درخت کے بدلے بیچ دے اس شخص نے نہ مانا پھر اس کی ملاقات ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی جنہوں نے چالیس درختوں کے عوض وہ درخت اس سے خرید لیا اور ان یتیموں کی ملک کر دیا جنت کے درخت کے بدلے میں، جس کا آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا اس پر یہ سورت اتری اور اسی وجہ سے اس کو مدنی کہا گیا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ روایت ضعیف وغریب ہے جبکہ جمہور کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کے بارے میں آیات کا نزول تحقیقی اور زیادہ صحیح ہے۔ پچھلی سورت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا ۞ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا اس سورت میں ان اوصاف کا ذکر و تفصیل ہے جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے اور ان امور کا جو خرابی و ناکامی کا باعث ہیں۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورت اللیل۔ پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۞ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۞ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۞ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ۞

اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی جب چمکے۔ اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۞ اور رات کی قسم جب چھائے۔

ای حین یغشی الشمس کقوله وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا۔

یعنی رات کی قسم جب سورج کو ڈھانک لے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور رات کی قسم جب اسے چھپائے یعنی جب آفاق تاریکی سے بھر جائیں۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۞ اور دن کی جب چمکے۔

ای ظهر بزوال ظلمة اللیل او تبین وانکشف بطلوع الشمس۔

یعنی دن کی قسم جب وہ رات کی تاریکی کے زوال کے ساتھ (چھٹنے پر) خوب ظاہر ہو جائے یا روشن ہو جائے اور سورج کے طلوع ہونے پر کھل کر نمودار ہو جائے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ③ اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔

ای والقادر العظیم القدرة الذی خلق صنفی الذکر والانثی من الحیوان المتصف بذلک و قیل من بنی ادم و قال ابن عباس والحسن والکلبی المراد بالذکر ادم علیه السلام و بالانثی حواء رضی الله تعالی عنها۔

یعنی قسم ہے اس عظیم قدرت والے عظمت و بزرگی والے پروردگار کی جس نے حیوانات میں سے جو اس صفت تناسل کے ساتھ متصف ہے مخلوق کی دو صنفیں نر اور مادہ پیدا فرمائے۔ ایک قول ہے کہ اولاد آدم میں نر اور مادہ پیدا فرمائے، ابن عباس، حسن، کلبی، رضی اللہ عنہم کا قول ہے الذَّكَرَ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور الْأُنْثَىٰ سے مراد حضرت حواء رضی اللہ عنہا ہیں۔ مَا بمعنی مَنْ ہے جس سے مراد سبحانہ وتعالیٰ ہے جبکہ بعض کے نزدیک ما مصدریہ ہے اس تقدیر پر معنی یوں ہوں گے جس نے نر اور مادہ بنائے۔

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ④ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

إِنَّ سَعْيَكُمْ ای مساعیکم یعنی تمہاری مساعی (کوششیں) سعی مصدر، اور مضاف ہے جو عموم کو مفید ہے اور جمع کے معنی میں ہوتا ہے اور اسی لیے جمع کے ساتھ خبر دی گئی ہے۔ لَشَتَّىٰ ④ شتیت کی جمع بمعنی متفرق ہے یعنی الگ الگ یا مختلف یا جداگانہ ہیں۔ والمراد بتفرق المساعی اختلافها فی الجزاء اور مراد مساعی (کوششوں) کے مختلف ہونے سے بدلے میں اختلاف ہے۔ کوئی اطاعت بجالا کر دوزخ سے رہائی چاہتا ہے اور حصول جنت کے لیے کوشش کرتا ہے اور کوئی نافرمانی کر کے جہنم کی طرف بڑھ رہا ہے اور اپنی ہلاکت کا سامان کر رہا ہے۔ آگے ان ہر دو مساعی کی تفصیل ارشاد ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ⑦

تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھی بات کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ تو جس نے دیا۔

قال ابن زید المراد انفاق ماله فی سبیل الله تعالی۔ ابن زید کا قول ہے کہ أَعْطَىٰ سے یہاں مراد اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ اور قتادہ کا قول ہے المعنی اعطی حق الله تعالی و ظاهره الحقوق المالیة معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا (ہر فرض کو ادا کیا) اور ظاہراً اس سے مالی حقوق مراد ہیں۔

وَاتَّقَىٰ ⑤ اور پرہیز گاری کی۔

ای واتقی الله عزوجل۔ اور اللہ عزوجل شانہ سے ڈرتا رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: واتقی ما نهی عنه اور ممنوعات و حرام امور سے بچتا رہا اور مجاہد کا قول ہے: واتقی البخل اور بخل (کنجوسی) سے بچا۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ⑥ اور سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔

Marfat.com

ای بالکلمة الحسنی۔ یعنی سب سے اچھی بات کو مراد دین وملت اسلام ہے جب کہ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے "اَلْحُسْنٰی" سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد جنت (وعدۂ جنت) ہے جو نیک اعمال والوں کے لیے ہے ایک قول ہے مراد ثواب آخرت ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد توحید پر ایمان ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے ایک غلام اور دس اوقیہ (چاندی) کے بدلے میں خرید کر آزاد کیا تو اللہ نے وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی سے اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی تک آیات نازل فرمائیں تو دونوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کی جداگانہ مساعی کا ذکر ہے۔

فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝۷ تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

ای فسنھیئه للخصلة التی تؤدی الی یسرو راحة کدخول الجنة۔

یعنی ہم اسے بہت جلد ان خصائل واعمال کی طرف راہ نمائی اور توفیق عطا فرمائیں گے جو اس کو آسانی وسہولت اور راحت وآرام تک پہنچنے پر جیسے جنت میں داخلہ، معاون ومددگار ہوگی اور رضاء الٰہی اور اخروی کامرانیوں کے حصول کا ذریعہ ہو جائے گی۔

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝۸ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝۹ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝۱۰ وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ۝۱۱

اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کریں گے اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور جس نے بخل کیا۔

بماله فلم یبذل فی سبیل الخیر۔ یعنی اپنے مال کے ساتھ بخل کیا اور اسے نیکی وبھلائی کے راستے میں خرچ نہ کیا۔ ایک قول ہے کہ حقوق الٰہیہ کی ادائیگی نہ کی۔ بعض علماء نے بخل کے حوالے سے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے جیسا کہ ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے یعنی نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا تو یہ بھی حقوق اللہ ہی سے ہے جسے ادا نہ کیا۔

وَاسْتَغْنٰی ۝۸ اور بے پروا بنا۔

ای و زھد فیما عنده عزوجل او استغنی بشھوات الدنیا عن نعیم العقبی۔

یعنی اس چیز سے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے بے رغبت ہوا مراد ثواب ونعمت آخرت سے بے پروائی ہے یا مراد ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی طلب وحصول کی جدوجہد کی بجائے بے پروا ہو کر دنیاوی لذات کی طرف مشغول رہا اور ایمان باللہ اور اللہ کی یاد سے دور رہا۔

وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝۹ اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔

ای کفر و کذب بالکلمة الحسنی۔ یعنی کفر وسرکشی اختیار کی اور قبول توحید وایمان سے گریز کیا اور دعوت حق کو سچا نہ جانا اور نہ ہی اللہ کے وعدۂ آخرت کو سچا مانا۔ ایک قول ہے کہ دین وملت اسلام کو قبول نہ کیا بلکہ جھٹلایا۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ⑩ تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے۔

ای للخصلة المؤدية الى العسر والشدة كدخول النار۔

یعنی ہم اسے خصائل و اعمال کی راہوں پر ڈال دیں گے جو دشواریوں کو مددگار رہوں گی اور سختیوں کو جیسے جہنم میں داخلہ، یعنی ان کو معصیت و نافرمانی کے کاموں میں پڑا رہنے دیں گے اور انہیں امور خیر کی توفیق نہ دیں گے جس سے ان کے لیے دوزخ کی راہیں آسان ہو جائیں گی۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ ان پر بھلائی دشوار و شدید ہو جائے گی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اعملوا فكل ميسر لما خلق له اما من اهل السعادة فيسر لعمل اهل السعادة واما من كان من اهل الشقاء فيسر لعمل الشقاء ثم قرا عليه الصلوة والسلام فاما فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ⑩

عمل کیے جاؤ توفیق ہر ایک کو اسی کی حاصل ہوگی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے جو اہل سعادت (نیک بختوں) میں سے ہوگا تو اس کے لیے اعمال سعادت آسان ہو جائیں گے اور جو اہل شقاوت (بدبختوں) میں سے ہوگا اس کے لیے اعمال شقاوت آسان ہو جائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى ...... سے لے کر لِلْعُسْرٰى تک۔ (صحیحین عن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا۔

ای شیء یغنی عنه ما له الذی بخل به۔

یعنی بھلا اسے کوئی چیز بھی فائدہ دے گی؟ اس مال سے جس کے ساتھ بخل کرتا تھا اس لیے کہ یہاں ما استفہامیہ ہے اور اگر نافیہ مانیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جس مال کی وجہ سے بخل کرتا تھا وہ اس کے ہرگز کام نہ آئے گا کہ وہ عذاب سے بچ جائے۔

اِذَا تَرَدّٰى ⑪ جب ہلاکت میں پڑے گا۔

ردی سے تَرَدّٰى ماضی باب تفعل سے ہے جس کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے ایک قول ہے: تردی حفرة القبر جب قبر کے گڑھے میں پڑے گا۔ قتادہ اور ابو صالح رحمہما اللہ کا قول ہے: تردی فی جهنم ای سقط یعنی جب دوزخ میں گرایا جائے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ⑫ بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

جملہ مستانفہ ہے ای ان علینا بموجب قضائنا المبنی علی الحکم البالغة حیث خلقنا الخلق للعبادة ای ندلهم و نرشد هم الی الحق او ان نبین لهم طریق الهدی۔

یعنی ہم پر ہماری قضاء (فیصلہ و تقدیر) کے مطابق جو کہ ہماری حکمت بالغہ پر مبنی ہے ہماری ذمہ داری ہے جب کہ ہم نے مخلوق کو عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا یعنی ہم ان کی راہ نمائی فرمائیں گے اور ہم انہیں حق کی طرف ہدایت دیں گے اور یہ کہ ان پر ہم ہدایت کی راہیں روشن کر دیں گے (کھول دیں گے) بظاہر "علی" کا لفظ (حرف جار) معانی کو مؤکد کر رہا

Marfat.com

ہے اور وجوب کا اظہار ہو رہا ہے جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل پر کوئی امر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا یہ فیصلہ ازل میں خود اسی کا فیصلہ ہے یا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، تو وعدہ کی پاسداری اس نے خود اپنے ذمے لی ہے اور یہ اسی کا اعلان ہے اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہی ہے اور اسی کی توفیق و مہربانی اور احسان ہے۔

وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ اور بے شک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں۔

ای التصرف الکلی فیهما کیف ما نشاء فنفعل فیهما ما نشاء۔

یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں کلی تصرف و اختیار ہمارا ہے اور ہم دونوں جہانوں میں جس طرح چاہیں فرمائیں اور جس طرح دونوں جہانوں میں چاہیں کریں یا مراد ہے کہ کونین کے ہم ہی مالک و متصرف ہیں ہم جس طرح چاہیں گے ہدایت یافتہ لوگوں کو انعام دیں گے اور تمہارے ہدایت یافتہ نہ بننے پر ہمیں کوئی پروا یا نقصان نہیں ہے۔ تو جس نے ہدایت اختیار کی تو بلاشبہ اس نے اپنے نفس کے لیے بھلائی کی اور جو راہ حق بھول گیا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾

تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔

ای فهدیتکم بالانذار و بالغت فی هدایتکم و تلظی بمعنی تلتهب۔

یعنی میں تمہیں انذار کے ساتھ (عذاب آخرت سے ڈرا کر) تمہیں ہدایت کر رہا ہوں اور تمہاری ہدایت کے لیے ہی تمہیں یہ پیغام رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ پہنچا رہا ہوں۔ فاء سببی ہے اور اللہ عزوجل کا مالک و متصرف، کونین ہونا ڈرانے کا باعث ہے تو تمہیں اس لیے خوف دلا رہا ہوں کہ تم میرے اس عذاب سے بچ جاؤ اور نصیحت قبول کرو۔ اور تَلَظّٰى کے معنی ہیں بھڑکتی ہوئی اور شعلہ ولپٹ مارتی آگ۔

لظی دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے یا دوزخ کا ایک طبقہ ہے۔

لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت۔

المراد به الکافر۔ اس سے مراد ہے کافر، اشقی اسم تفضیل ہے شقی سے جس کے معنی بڑے بدنصیب اور سعادت سے محروم کے ہیں۔

الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ای بالحق و اعرض عن الطاعة۔ یعنی جس نے حق کو جھٹلایا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑا اَلْاَشْقَى کو تکذیب وَ تَوَلّٰى سے مقید و مشروط کرنا اظہار واقعہ کے طور پر ہے اور آیت میں حصر عمومی ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نَارًا تَلَظّٰى میں مدامی طور پر داخل ہونے والا صرف کافر ہوگا اور اشقی سے مراد یہی ہے لیکن گناہ گار مومن بھی جہنم میں داخل ہوں گے اگرچہ ان کا داخلہ وقتی ہوگا اور ان کے گناہوں کی سزا کے مطابق ہوگا لہٰذا یہی صحیح ہے۔ بعض نے کہا آیت میں حصر حقیقی نہیں کہ صرف کفار جہنم میں داخل ہوں گے اور مومن ہرگز نہ ہوں گے بلکہ یہ حصر اضافی ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ کے وقت جو ایمان والے تھے وہ اس عموم حکم سے خارج ہیں یعنی وہ ہرگز جہنم میں نہ جائیں گے لہٰذا اہتمام

Marfat.com

صحابہ علیہم الرضوان جہنم سے بری اور محفوظ ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ترمذی رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھا اس کو آگ نہیں چھوئے گی اس آیت کے تحت فرقہ مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ جہنم کفار کے لیے مخصوص ہے اور مومنوں میں سے کوئی خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو دوزخ میں نہ جائے گا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہوں کا ضرر نہ ہوگا اور روافض کا بھی یہی عقیدہ ہے معتزلہ نے اس آیت کے تحت مرتکب کبیرہ مومن کو مومن نہیں مانا اور مرتکب کبائر کو دوامی جہنمی قرار دیا ہے یہ تینوں گروہ حق و صواب سے دور ہیں۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ مومن دوامی جہنمی نہیں خواہ اس نے گناہوں سے توبہ نہ کی ہو اور نہ ہی اسے معافی ملی ہو ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب موجب جہنم ہے اور کتاب اللہ کے اوامر ونواہی کا مقتضی یہی ہے باقی معاملہ اللہ پر ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اس کا ارشاد ہے: بلاشبہ اللہ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا خواہ اس گناہ گار مومن نے توبہ کی ہو یا نہ کی۔ اور ارشاد ہے: اللہ سارے ہی گناہ بخش دے گا تو یہ ساری باتیں مشیت وکرم کی ہیں ورگرنہ ضابطہ تو ضابطہ ہی ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا ای سیبعد عنها یعنی دوزخ سے بہت ہی دور رکھا جائے گا۔ سین تحقیق کے لیے ہے الْاَتْقَى المبالغ فی اتقاء الکفر و المعاصی یعنی جو کفر ومعصیت سے بخوبی بچتا رہا۔

الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ ای یعطیه و یصرفه یعنی جو اپنا مال حاجت مندوں اور غریبوں کو دیتا ہے اور غلامی سے آزادی دلانے کے لیے اور گردنوں کی خلاصی کے لیے خرچ کرتا ہے۔ يَتَزَكّٰى، يُؤْتِىْ کے فاعل کا اظہار ہے کہ وہ مال خرچ ہی اس لیے کرتا ہے "طالبا ان یکون عند الله تعالی زاکیا ناصیا لا یرید به ریاء و لا سمعة او متطهرا من الذنوب" کہ اسے مطلوب ومقصود ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ وستھرا ہو جائے اور اس انفاق (خرچ) کے ذریعہ نہ ہی اسے ریاکاری اور شہرت ونمود کی خواہش وچاہت ہے یا وہ محبوب رکھتا ہے کہ گناہوں کی گندگی وآلودگیوں سے پاکیزہ وستھرا ہو جائے۔ جمہور مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیات امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اللہ عزوجل نے انہیں الْاَتْقَى فرمایا لہٰذا انبیاء ورسل کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر متقی ہیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہی تو ہے۔ او کما قال الله عزوجل سبحانه اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ تو واضح ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد افضل الناس والبشر ہیں۔ اور ان آیات میں ان کے لیے جنت کی دوٹوک خوشخبری ہے۔ ایک قول ہے الف لام عہدی ہے اور معہود حضرت ابوبکر ہیں۔ امام حاکم نے عامر

Marfat.com

بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے ابوقحافہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ان ضعیف و کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو جو آزاد ہو کر تمہاری مدد کے قابل نہیں، اگر تم قوی مردوں کو آزادی دلاؤ تو تمہارے مددگار اور محافظ ہوں تو ابوبکر نے کہا اے پدر بزرگوار! میں صرف اللہ کی رضا کا طلب گار ہوں، اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ ابن ابی حاتم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو آزاد کیا جن میں بلال و عامر بھی تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے امیہ بن خلف لعین سے اپنے غلام نسطاش اور کچھ مال کے بدلے خرید کر آزاد کیا۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ﴿۱۹﴾ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

پچھلے کلام کے افادہ کے لیے جملہ مستانفہ ہے ای ایتاء ہ للزکی خالصا للّٰہ تعالی۔ یعنی اس کا پاکیزگی اور ستھرا ہونے کے لیے مال خرچ کرنا صرف اور صرف اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہے اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کے بدلے میں وہ ایسا کرتا۔ کفار خیال کرتے تھے کہ بلال کا ابوبکر رضی اللہ عنہما پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ اس کی آزادی سے دیا ہے تو اس آیت میں اس خیال کی تردید ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں کہ وہ اس کا بدلہ دیتے بلکہ ان کا یہ عمل محض اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے تھا اور کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ اگلے جملہ میں اس کا برملا اظہار ہے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ﴿۲۰﴾ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

استثناء متصل ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے فالمعنی لکنہ فعل ذٰلک لابتغاء وجہ ربہ سبحانہ و طلب رضاہ عزوجل لا لمکافاۃ نعمہ۔ تو معنی یوں ہوں گے کہ اس نے (حضرت ابوبکر صدیق) یہ اس لیے کیا کہ انہیں صرف اپنے پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے اور انہوں نے کسی غرض یا کسی کے احسان کے بدلے میں ایسا ہرگز نہیں کیا۔

وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ﴿۲۱﴾ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ای و باللّٰہ لسوف یرضی یعنی اور اللہ کی قسم وہ ضرور جلد ہی اپنے پروردگار سے راضی ہوگا اور اس میں ضمیر الاتقی کے لیے جس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جس کے موعود ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر سے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کی نظیر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ مراد یہ ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے اس نعمت و کرم اور رضوان اکبر سے جو حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں شان خلت و محبوبیت کا اشارہ بھی واضح ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کریم کے محبوب و حبیب ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب و حبیب ہیں اور محبوب کا محبوب محبوب ہی ہوتا ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اتخذت غیر اللہ خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا کہ اگر میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا، اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ واللہ یہ اعزاز ثانی اثنین ہی کو سزاوار ہے رضی اللہ عنہم۔

الحمدللہ آج سورت اللیل مکمل ہوئی

دس رجب المرجب ۱۴۱۵ ہجری بمطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الضحیٰ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس کلمات اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الضحیٰ۔پ ۳۰

وَالضُّحٰی ۝١ — چاشت کی قسم

وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝٢ — اور رات کی جب پردہ ڈالے

مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝٣ — کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ۝٤ — اور بے شک پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝٥ — اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۝٦ — کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۝٧ — اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی

وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ۝٨ — اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡھَرۡ ۝٩ — تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡھَرۡ ۝١٠ — اور منگتا کو نہ جھڑکو

وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ۝١١ — اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

حل لغات۔سورۃ الضحیٰ۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے	اَلضُّحٰی۔چاشت کی	وَ۔اور	الَّیۡلِ۔رات کی
اِذَا۔جب	سَجٰی۔پردہ ڈالے	مَا۔نہ	وَدَّعَکَ۔چھوڑا تجھ کو
رَبُّکَ۔تیرے رب نے	وَ۔اور	مَا۔نہ	قَلٰی۔ناراض ہوا
وَ۔اور	لَلۡاٰخِرَۃُ۔یقیناً آخرت (پچھلی)	خَیۡرٌ۔بہتر ہے	لَکَ۔تیرے لیے
مِنَ الۡاُوۡلٰی۔پہلی سے	وَ۔اور	لَسَوۡفَ۔یقیناً جلدی	یُعۡطِیۡکَ۔دے گا تجھ کو
رَبُّکَ۔تیرا رب	فَتَرۡضٰی۔سو تو راضی ہوگا	اَ۔کیا	لَمۡ۔نہ
یَجِدۡ۔پایا	کَ۔تجھ کو	یَتِیۡمًا۔یتیم	فَاٰوٰی۔تو جگہ دی
وَ۔اور	وَجَدَ۔پایا	کَ۔تجھ کو	ضَآلًّا۔محبت میں خودرفتہ
فَھَدٰی۔تو ہدایت دی	وَ۔اور	وَجَدَ۔پایا	کَ۔تجھ کو

Marfat.com

عَآئِلًا۔ مفلس	فَاَغْنٰى۔ تو غنی کر دیا	فَاَمَّا۔ پھر	الْيَتِيْمَ۔ یتیم پر
فَلَا۔ نہ	تَقْهَرْ۔ دباؤ ڈال	وَ۔ اور	اَمَّا۔ پھر
السَّآئِلَ۔ منگتے کو	فَلَا۔ نہ	تَنْهَرْ۔ جھڑک	وَ۔ اور
اَمَّا۔ پھر	بِنِعْمَةِ۔ نعمت	رَبِّكَ۔ اپنے رب کا	فَحَدِّثْ۔ چرچا کر

سورت والضحیٰ

سورت الضحیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں اور اس کے مکی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ پچھلی سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر گزرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو تمام اتقیاء کے سردار اور امام ہیں تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اپنی نعمتوں کے حوالے سے آپ کا ذکر اس کے فوراً بعد فرمایا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے "سورت اللیل" سورۂ ابوبکر تھی۔ اور یہ سورت رسول اللہ ﷺ ہے اور اللہ عزوجل نے ان دونوں سورتوں کے درمیان تعاقب و تسلسل فرمایا ہے اور دونوں کے درمیان واسطہ نہیں رکھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی آڑ نہیں اور نہ ہی کوئی بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کے نائب کامل، خلیفہ اکبر، تقی اکمل، افضل و اعلم اور محبوب و اقرب عند اللہ و عند الرسول آپ ہی کی ذات گرامی ہے، یہی وجہ ہے کہ زعماء امت نے آپ ہی کو خلیفۃ الرسول قرار دیا ہے اور وہ ثانی اثنین ہیں۔ رہا یہ کہ صدیق اکبر کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے مقدم فرمایا آپ سے ان کی افضیلت کا وہم پیدا کرتا ہے تو ایسا ہرگز نہیں کہ قرآن میں مخلوقات کا ذکر خالق سے مقدم بالتکرار آیا ہے اور اللہ عزوجل نے ان پر قسمیں یاد فرمائیں پھر اپنا ذکر فرمایا اور خدام سرداروں کے درمیان آگے ہی ہوتے ہیں تا کہ سردار کی عظمت کا احساس و اظہار ہو اور یونہی فرائض عبادت پر سنتوں کا تقدم ہے اور شاخوں کے اندر سے اور شعاعوں کے ہالے میں سے نور کا دیر سے طلوع ہونا اور نیزے کے پھل کا لکڑی کے دونوں لچکدار کناروں کے درمیان ہونا اس کی عظمت وشان کو مضر نہیں۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ والضحیٰ۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾

چاشت کی قسم۔ اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ چاشت کی قسم۔

والمراد بها وقت ارتفاع الشمس الذی یلی وقت بروزها للناظرین دون ضوئها وارتفاعها۔

اس بارے میں پہلے بہت تفصیل گزری مگر یہاں مراد سورج کی بلندی کا وہ وقت ہے جو دیکھنے والوں کے لیے اس کی

روشنی اور بلندی کو چھوڑ کر (قطع نظر) اس کے (سورج) کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت ہے اور قسم کے ساتھ اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ دن کا شباب ہے۔ و قیل المراد به النهار اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد دن ہے کہ لیل کے مقابل ذکر ہوا ہے۔ بعض کا قول کہ ضحیٰ وہ معتدل وقت ہے دن کا جو ہر موسم میں ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ یہی وہ سعید و مبارک وقت ہے جس میں اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہی وہ نیک ساعت دن ہے جس میں جادوگر عظمت رسالت دیکھ سجدہ ریز ہوئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور اس میں مقسم علیہ کے لیے بڑی مناسبت ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک حق سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ہر گز ہر گز نہ چھوڑا اور نہ ہی ان کی نگہبانی اور ان سے کلام وحی فرمانے سے الگ یا جدا ہوا۔ بعض علماء نے کہا کہ مراد ہے روئے محبوب ﷺ کی قسم ہے اور امام رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ محمد کے مردوں کی قسم۔

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

وَالَّيْلِ ای و جنس اللیل یعنی رات کا وقت، اذا ظرفیہ نہیں بلکہ وقت کے معنی میں ہے۔ سَجٰى ۝۱ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے ای سکن الناس و الاصوات یعنی جب لوگ پرسکون ہو جائیں (سو جائیں) اور آوازیں خاموش ہو جائیں۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے سَجٰى کا مطلب ہے اقبل الظلام یعنی جب تاریکی کے ساتھ آ جائے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے جب رات ہر چیز کو اندھیرے میں ڈھانک لے۔ امام رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد ہے زلف و کاجل مصطفیٰ ﷺ یا اہل بیت کی خواتین یا ازواج مطہرات کی قسم، اور امام ہی سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد اللہ کا نور علم ہے جس سے غیوب میں سے مستور کی معرفت ہوتی ہے اور لیل سے مراد اللہ کا عفو و درگزر ہے جس کے ساتھ وہ سب کے عیوب کو چھپاتا ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا۔

جواب قسم ہے اور وَدَّعَ التودیع سے ہے اور یہ دراصل الدعة تھا او هو ان تدعو للمسافر بان یدفع الله تعالی عنه کابة السفر اور یہ اس لیے بولا جاتا تھا کہ مسافر کو دعا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے دور رکھے (بچائے) ثم صار متعارفا فی تشبیع المسافر و ترکه ثم استعمل فی الترک مطلقًا پھر یہ مسافروں کی رخصتی کے وقت اور انہیں چھوڑنے کے حوالے سے متعارف ہو گیا پھر صرف ان کے چھوڑنے (الوداع کہنے تک) کے ساتھ ہی مستعمل ہو گیا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے ای مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ یعنی تیرے پروردگار نے تمہیں نہ چھوڑا ایک قول ہے: ان المعنی مَا قَطَعَكَ قَطْعَ الْمُوَدِّعِ معنی یہ ہیں کہ تجھے جدا نہ کیا چھوڑنے والے کی طرح جدا کرنا اور اس میں ترک کے لیے استعارہ ہے جس میں لطف و تعظیم ہے اور مخفی نہ رہے کہ وداع، احباب کے درمیان ہوتا ہے۔ کفار مکہ کے قول کی نفی و تردید اور جواب ہے جنہوں نے کہا وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ اسے اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور وہ ایسا بطور تمسخر واستہزاء کہتے تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں بالکل نہیں چھوڑا اور نہ ہی تم سے تعلق توڑا۔

وَمَا قَلٰى ۝۳ اور مکروہ نہ جانا۔

ای وما ابغضک وحذف المفعول یعنی اور تمہیں پسند سے سوا نہ جانا اور مفعول کے حذف میں قَلٰى کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہیں کی جس سے آپ ﷺ کی عظمت واضح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سجع آیات کے لحاظ سے

Marfat.com

مفعول کا ذکر نہیں تو میں کہتا ہوں گو یہ صحیح ہے مگر وَدَّعَكَ میں مفعول کا ذکر کفار کے جواب میں تھا جو کہتے تھے ودعه ربه و قد قلاه ربه اور یہاں قَلٰی کا ذکر اپنی ذات (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی جانب سے محبوب کریم ﷺ کی تالیف کے لیے بھی ہے کہ ہم نے تجھے محبوب و پسندیدہ کے سوا اور کچھ نہ جانا۔ کیونکہ کفار کا یہ کہنا کہ قد قلاه ربه بے شک اس کے رب نے اسے مکروہ جانا تو کفار کا یہ قول اللہ عزوجل پر افتراء و بہتان تھا تو اللہ عزوجل نے ان کے قول کی تردید کردی اور یہاں مفعول کا ذکر نہ کر کے گویا اپنی محبت بھی واضح کر دی کہ کبھی کوئی محبوب کو بھی چھوڑتا ہے جس کا ذکر وَدَّعَكَ (ک کی ضمیر مفعول کی طرف ہے) میں پہلے ہو چکا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نازل نہ ہوئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا اس پر سورت وَالضُّحٰی نازل ہوئی۔

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ چند روز علیل رہے اور تہجد کے لیے نہ اٹھے تو ایک کافرہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) تمہارے جن نے تمہیں چھوڑ دیا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ بغوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وحی کے رکنے کی مدت بارہ روز سے چالیس روز تک باختلاف روایات آئی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ چالیس روز رکی تو مشرکوں نے کہا ودعه ربه و قد قلاه ربه تو اس کے جواب میں یہ سورت اتری۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے شداد بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب کچھ روز وحی رکی رہی تو آپ ﷺ نے بہت گریہ وزاری فرمائی تو ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اری ربک قد قلاک مما اری من جزعک فنزلت و الضحیٰ میں دیکھتی ہوئی کہ آپ کا پروردگار آپ سے ناراض ہو گیا بے قراری اور اس گریہ کی وجہ سے جو میں آپ سے دیکھ رہی ہوں تو سورت الضحیٰ نازل ہوئی۔ ام المومنین کا یوں فرمانا بطور دردمندی اور تسلی کے لیے تھا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

لما انها باقية صافية الشوائب على الاطلاق و هذه فانية مشوبة بالمضار و ما اوتى عليه الصلوٰة والسلام من شرف النبوة وان كان مما لا يعادله شرف ولا يدانيه فضل لكنه لا يخلو فى الدنيا عن بعض العوارض القادحة فى تمشيه الاحكام مع انه عند ما اعدله عليه الصلاة والسلام فى الاخرة من السبق والتقدم على كافة الانبياء والرسل عليهم الصلاة والسلام يوم الجمع يوم يقوم الناس لرب العلمين و كون امته صلى الله عليه وسلم شهداء على سائر الامم و رفع درجات المومنين و اعلاء مراتبهم بشفاعته صلى الله عليه وسلم و غير ذلک من الكرامات السنية التى لا تحيط بها العبارات''۔

یقیناً اس لیے کہ آخرت علی الاطلاق ہر قسم کی گندگیوں، عیوب اور ملاوٹوں سے پاک اور باقی رہنے والی ہے اور یہ دنیا کی زندگی فنا ہونے والی، آلودگیوں، ملاوٹوں اور برائیوں اور نقصان دہ امور سے لتھڑی ہوئی ہے (بھری ہوئی ہے) اور آپ ﷺ جو شرف نبوت و رسالت سے سرفراز کیے گئے ہیں اور اس سے بڑھ کر یا اس کے مقابل اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے جو اس تک پہنچ سکے البتہ دنیاوی زندگی بعض ناپسندیدہ باتوں سے خالی نہیں ہے جو احکام کے پہنچانے میں آڑے آتے ہیں اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کو آخرت میں جو بڑائی اور فضیلت دی گئی ہے کوئی اس میں آپ کے برابر نہیں۔ آپ کو بروز حشر تمام

Marfat.com

انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر سبقت و فضیلت اور برتری عطا کی گئی جس دن لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے۔ آپ کی خواص امت تمام امتوں پر شاہد و گواہ ہوں گی اور اہل ایمان کے درجات بلند کیے جائیں گے اور ان کے مراتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے ترقی دی جائے گی اور ان کو بے انتہا عزتیں شرف اور بزرگیاں عطا ہوں گی جن کا تحریریں احاطہ نہیں کرسکتیں۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت پچھلی آیت سے ملی ہوئی ہے اور اسی ضمن میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں اپنے ساتھ وابستہ و پختہ رکھے گا اور تمہاری جانب وحی پیہم اور مسلسل آتی رہے گی۔ اور یہ چند روزہ انقطاع میں جو تمہیں فراقی حالت پیش آئی، تحت حکمت تھی جس پر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے کہ وہاں مقام محمود، حوض کوثر، شفاعت کبریٰ اور ان گنت نعماء و فضل و کرامات کے وعدے ہیں۔ جس پر اگلے پچھلے سبھی لوگ رشک کریں گے۔ ایک قول ہے کہ تمہاری دوسری حالت و کیفیت پہلی حالت و کیفیت سے بہتر ہوگی اور تمام کمالات علویہ اور مقامات ارفع پر برابر ترقی پاتے رہو گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ عروج و منزلت میں فضل و کمال، عزو شرف بڑھتا رہے گا اور یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے اس آیت کے تحت مدینہ منورہ کو مکۃ المکرمہ کے برابر فضیلت دی ہے کہ آپ کا پہلا وقت مکۃ المکرمہ میں اور دوسرا مدینۃ المنورہ میں گزرا اور اب بھی وہیں ہی ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وَلَسَوْفَ میں ل (لام) تاکید کے لیے آیا ہے کہ سَوْفَ پر ہے يُعْطِيكَ تمہیں دنیا و آخرت میں عطا فرمائے گا۔

قیل هو وعده کریمة شاملة لما اعطاه الله عزوجل فی الدنیا من کمال النفس و علوم الاولین والآخرین و ظهور الامر و اعلاء الدین بالفتوح الواقعة فی عصره صلی الله علیه وسلم و فی ایام خلفاء ه علیه الصلوة والسلام و غیرهم من الملوک الاسلامیة و فشوالدعوة والاسلام فی مشارق الارض و مغاربها و لما ادخرجل و علا له علیه الصلوة والسلام فی الاخرة من الکرامات التی لا یعلمها الا هو جل جلاله و عم نواله۔

تو اس آیت کے تحت اکثر علماء کا فرمانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کریمہ ہے جو ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں عطا فرمائی گئیں جن میں کمال نفس اور علوم اولین و آخرین اور ظہور امر و دین کی سربلندی و ترقی کے ساتھ وہ فتوحات و کامرانیاں جو عہد سعادت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ مسلمان امراء و ملوک کے زمانوں میں ہوئیں یا ہوتی رہیں گی اور دعوت اسلام کا شائع اور عام ہونا اور زمین کے مشارق و مغارب میں اس کا پھیل جانا وغیرہ اور وہ بھی جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آخرت میں جن کرامات و کمالات اور انعامات کو جمع (ذخیرہ) فرما رکھا ہے جسے اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ مراد وہ عنایات و عطایات ربانیہ ہیں جو اللہ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے فتح مکہ وغیرہ۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: هی الشفاعة اس سے مراد شفاعت ہے، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حرب بن شریح رحمہ اللہ کے طرق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابی جعفر محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ اہل عراق آپ سے اس آیت کے بارے میں شفاعت مراد لینا بیان کرتے ہیں، تو آپ اس ضمن میں کیا فرماتے

Marfat.com

ہیں تو فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ بخدا مجھ سے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اشفع لامتی حتی ینادی ربی ارضیت یا محمد فاقول نعم یا رب رضیت ثم اقبل علی فقال انکم تقولون یا معشر اهل العراق ان ارجی اية فی کتاب الله تعالی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ قلت انا لنقول ذلک قال فکنانه اهل البیت نقول ان ارجی اية فی کتاب الله تعالی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔** میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا پروردگار مجھے پکار کر کہے گا اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے تو میں عرض کروں گا جی ہاں میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ پھر راوی اس سے آگے بڑھے اور کہا اے گروہ عراق! تم کہتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید افزاء آیت **یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ الخ** ہے لیکن ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ امید دلانے والی آیت **وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ الخ** ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ عطا (**یُعْطِیْكَ**) سے مراد نعماء آخرت ہے اور اخروی تعظیم وتکریم جس میں شفاعت عامہ وخاصہ اور مقام محمود وغیرہ بھی شامل ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: **رضاه صلی الله علیه وسلم ان یدخل امته کلهم الجنة۔** کہ آپ ﷺ کی رضا یہی ہے کہ ان کی ساری امت جنت میں ہو۔ خطیب سے روایت ہے "**لا یرضی محمد صلی الله علیه وسلم و واحد من امته فی النار**" کہ محمد ﷺ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ان کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر بکمال زاری اپنی امت کی بخشش کے بارے میں دعا فرمائی اور فرمایا: **اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ** تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے جبریل کو بھیجا کہ پوچھیں گریہ کا سبب کیا ہے باوجودیکہ حق سبحانہ، تعالیٰ دانا ہے تو جبریل حسب الحکم حاضر ہوئے اور گریہ کا سبب پوچھا تو آپ نے تمام ماجرا کہا اور غم امت کا اظہار کیا تو جبریل نے عرض کیا اے پروردگار! تیرے حبیب کا یوں فرمانا ہے تو اللہ نے جبریل سے فرمایا جاؤ اور میرے حبیب سے کہو کہ ہم تمہیں تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے اور گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ⑥ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

صاحب کشاف الزمخشری کا قول ہے **ان یتیما من قولهم درة یتیمه والمعنی الم یجدک واحدا فی قریش عدیم النظیر فآوٰک۔**

نبی اکرم ﷺ پر چند مہربانیوں کا ذکر ہے جن کا تعلق آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی سے ہے تاکہ آئندہ مہربانیوں کی امید کو ان پر قیاس کیا جا سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ صاحب کشاف علامہ زمخشری کا قول ہے ان کے قول کے مطابق بلاشبہ یتیم سے مراد در یتیم ہے جس کے معنی بےنظیر وعدیم النظیر کے ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ کیا اس نے (اللہ نے) تمہیں قریش میں واحد ویکتا اور بےنظیر نہ پایا پھر تمہیں جگہ دی (مقام قرب میں جگہ دی) اور آپ کے دشمنوں کے اندر اپنی حفاظت میں آپ کی پرورش کی اور نبوت ورسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ خازن وجمل میں ہے کہ آپ ﷺ صدف مادر میں تھے کہ آپ کے والد نے مدینہ منورہ میں رحلت کی اور کوئی ترکہ نہ چھوڑا، آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور جب عمر شریف چھ سال ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی آٹھ سال کے ہوئے تو دادا نے بھی

Marfat.com

داغ مفارقت دیا پھر اپنے حقیقی چچا ابو طالب کی کفالت میں رہے۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ یَجِدُ وَجَدَ سے مضارع بمعنی عَلِمَ یعنی جاننا اور ایک قول ہے وَجَدَ وجُود سے مشتق ہے جس کے معنی پانا ہیں اور یَتِیْمًا اس سے حال ہے اور استفہام انکاری نفی کے لیے ہے جو اثبات کو مستلزم بمعنی اقرار کرانے کے ہیں۔ یعنی اللہ نے تمہیں یتیم پایا تو اس نے تمہاری کفالت کا انتظام کر دیا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

وَوَجَدَكَ اور تمہیں پایا ای عَلِمَ یعنی تمہیں جان لیا۔ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ ای و وجدک غافلا عن الشرائع التی لا تهتدی الیها العقول کما فی قوله تعالی مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ و قوله سبحانه وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ فهداک الی مناهجها فی تضاعیف ما اوحی الیک من الکتاب المبین وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

یعنی تمہیں علامات نبوت اور احکام شریعت اور اس کی تفصیلات (فرائض و احکام) سے نوازا جن کو جاننے کے لیے عقلیں کسی طور ذریعہ نہیں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس سے پہلے تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو تمہاری طرف کتاب مبین قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا اور تمہیں سکھا دیا۔

و قیل الضال الشجرة المنفردة فی البیداء لیس حولها شجر والمراد اما وجدک وحدک لیس معک احد فهدی الناس الیک و لم یترکک منفردا۔ ایک قول ہے "ضال" سے مراد وہ درخت ہے جو بیابان (صحرا) میں اکیلا ہی ہوتا ہے اور اس کے ارد گرد کوئی درخت نہیں ہوتا اور اس معنی پر مراد یہ ہے کہ اے حبیب! ہم نے تمہیں اہل عرب کی بستیوں میں منفرد اور اس تنہا درخت کی مانند پایا تو تمہاری طرف لوگوں کو راہ دکھلائی اور تمہیں یکہ وتنہا نہ چھوڑا۔

ایک قول ہے لفظ ضلال "ضل الماء فی اللبن" سے لیا گیا ہے جس کے معنی دودھ میں پانی ملانے کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دودھ میں کسی غرض سے (لسی وغیرہ بنانے کے لیے) پانی کو غالب و اکثر ملاتے ہیں اور دودھ مغلوب ہو جاتا ہے بلاشبہ آپ ﷺ بھی کفار کے درمیان مغلوب تھے تو اللہ عزوجل نے آپ کو غلبہ و اظہار دین کے لیے اپنی ہدایت سے قوت بخشی۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وحی سے قبل توحید حق پر ایمان رکھتے تھے صغائر و کبائر سے معصوم اور عارف تھے۔ بتوں اور ان کی پرستش کو شرک و کفر جانتے تھے اور حج و عمرہ وغیرہ بجالاتے تھے، احادیث میں تفصیل سے وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اسے پوجا اور نہ ہی کبھی شراب نوشی کی اور مجھے معلوم تھا کہ قریش صریحاً کفر پر ہیں حالانکہ میں قرآن حکیم اور تفصیلات ایمان سے واقف نہ تھا۔ تو ضَآلًّا کے عمومی معنی کیوں کر درست ہو سکتے ہیں بلکہ یہ سوء ادبی ہے۔ اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے اور حد ادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ و قال الجنید قدس سره ای وجدک متحیرا فی بیان الکتاب المنزل علیک فهداک لبیانه۔ حضرت شیخ الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اے محبوب! ہم نے تمہیں اس کے کھول کھول کر بیان فرمانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک قول ہے کہ وجدک قدر نفسک فاطلعک علی عظیم محلک۔ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ ﷺ

Marfat.com

کو آپ کی عظمت ذات وصفات اور مراتب ودرجات کی معرفت عطا فرمائی۔

ایک قول ہے وجدک ضالا عن معنی محض المودة فسقاک کاسا من شراب القربة والمودة فهداک به الی معرفته عزوجل۔ اور اے محبوب! طالب اور محبت وقرب میں خودرفتہ پایا تو تمہیں اپنی قربت ومحبت سے سیراب فرمایا اور تمہیں اپنی معرفت کی طرف ہدایت دی۔

و قال جعفر الصادق رضی الله عنه کنت ضالا عن محبتی لک فی الازل فمننت علیک بمعرفتی۔ اور شہزادۂ اہل بیت نبوی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''اے محبوب! ازل میں میری جو تم سے محبت ہے آپ اس سے نا آشنا تھے تو میں نے تم کو اپنی معرفت عطا کر کے احسان کیا۔ ابو حیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یوں ہیں وجد رهطک ضالا فهدی بک اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم بچپن میں تھے اور حسین وجمیل تھے اور مکہ کے جوانوں میں معروف ومشہور نہ تھے حلیمہ نے تمہیں دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبدالمطلب کے پاس واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابو طالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے ایک شب جبکہ آپ ﷺ ناقہ پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناقہ کی مہار تھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبریل علیہ السلام نے فی الفور حاضر ہو کر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جا گرا اور آپ ﷺ کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت صغرسنی میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ﴿٨﴾ اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

ای وجدک عدیم المقتنیات فاغناک بما حصل لک من ربح التجارة و ذلک فی سفره صلی الله تعالی علیه وسلم مع میسرة الی الشام و بما وصیة لک خدیجة رضی الله تعالی عنها من المال و کانت ذا مال کثیر فلما تزوجها علیه الصلوة والسلام وهبته جمیعه له صلی الله علیه وسلم لئلا یقول قائل ما یثقل علی سمعه الشریف علیه الصلوة والسلام و بمال ابی بکر الصدیق رضی الله عنه کان ایضا ذا مال فانی به کله رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال علیه الصلاة والسلام ما ترکت لعیالک فقال ترکت الله تعالی و رسوله صلی الله علیه وسلم۔

یعنی ہم نے تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی کر دیا یعنی تمہاری احتیاج وضرورت کو پورا کر دیا اس سے جو تمہیں مال تجارت کے نفع سے حاصل ہوا اور یہ نفع اس تجارتی سفر میں ہوا تھا جو آپ ﷺ نے شام کی طرف میسرہ کے ساتھ کیا تھا اور اس سے بھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں سے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مالدار تھیں تو جب آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو انہوں نے وہ ساری دولت اور تمام مال آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا اس لیے کہ کوئی کہنے والا ایسی بات نہ کہے جو آپ ﷺ کی سمع شریف پر گراں گزرے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے مال کے ذریعہ بھی اور وہ بھی بہت دولت مند تھے تو وہ کبھی بھی کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم نے اپنے عیال کے لیے کچھ چھوڑا؟ تو عرض کی میں نے ان کے لیے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا۔
ایک قول ہے: المراد قنعک و اغنی قلبک فان غنی القلب هو الغنی مراد یہ ہے کہ تمہیں دولت قناعت سے مالدار کر دیا اور تمہارے دل کو غنی کر دیا تو بلاشبہ غنی وہی ہے جس کا دل غنی ہو، بخاری و مسلم میں ہے تونگری مال کی کثرت سے نہیں ملتی حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے مثال کے طور پر اصحاب صفہ۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص مراد کو پہنچا جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے موافق رزق میسر ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اسے دولت قناعت سے نواز دیا۔ اور بعض علماء نے عَآئِلًا کی تفسیر امت سے کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معرفت اور مصالح دینی کی طلبگار اور ضرورت مند تھی تو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے سرفراز فرما کر غنی کر دیا تا کہ طالبان دین و معرفت کی ضرورتیں پوری ہوں۔
یعنی ہم نے تمہاری امت کو حاجت مند پایا تو تمہیں ان کی ضرورتوں کے لیے فضل و نعمت سے مالا مال کر دیا۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قول ہے فَلا تستذله تو اس کو چھوٹا یا کمزور نہ کرو اور مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے لا تحتقره۔ اسے مغلوب نہ بتاؤ (خوار نہ کرو) سفیان کا قول ہے لا تظلمه بتضييع ماله اس کے مال کو ضائع کر کے اس پر زیادتی نہ کرو۔ علماء کے نزدیک القهر غلبہ اور تذلیل کے معنوں میں ہے۔ (امام راغب، مفردات) ابن مسعود اور شعبی اور ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے "فَلَا تَكْهَرْ" (یعنی کاف کے ساتھ) اور بحر اور تہذیب الازہری میں "کہر" کے معنی عبوس الوجه پیشانی پر تیوری چڑھانے کے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ فلا تعبس تو ماتھے پر تیوری نہ ڈالو۔ بظاہر سیاق کلام کے حوالے سے خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مگر مراد امت ہے۔ اہل عرب کا عمومی چلن یہی تھا کہ کمزور کا مال چھین لیتے یا زبردستی قبضہ جما لیتے اور یتیم کو دباتے اور اس پر ظلم کرتے۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے درمیان یتیم و سائل کے بارے میں ہدایت ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: انا و كافل اليتيم كهاتين (ابن ماجہ) میں اور یتیم جنت میں اس طرح ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: من مسح على رأس يتيم كان له بكل شعرة تمر عليها يده نور يوم القيامة۔ جس شخص نے ازراہ شفقت کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا، بروز قیامت نور ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت ہے۔

اذا بكى اهتز لبكائه عرش الرحمن فيقول الله تعالى لملائكته يا ملائكتي من ابكى هذا اليتيم الذى غيب ابوه فى التراب فيقول الملائكة أنت اعلم فيقول الله تعالى يا ملائكتي انى اشهدكم ان على لمن اسكته و ارضا ان ارضيه يوم القيامة فكان عمر رضى الله عنه اذا راى يتيما مسح رأسه و اعطاه شيئا۔

جب کوئی یتیم روتا چلاتا ہے تو اس کی آہ و فغاں سے اللہ کا عرش لرز جاتا ہے۔ (ہل جاتا ہے) تو حق سبحانہ وتعالیٰ فرشتوں

Marfat.com

سے فرماتا ہے: اے میرے ملائکہ! اس یتیم کو جس کا باپ قبر کی مٹی میں چھپ گیا کس نے رلایا تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں اس پر کہ جو اسے چپ کرائے (دلاسا دے) اور اسے راضی کرے گا میں قیامت کے روز اسے راضی کروں گا (اس سے راضی ہو جاؤں گا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی یتیم کو دیکھتے تھے تو ازراہ شفقت اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے اور اسے کچھ عطا فرماتے (البتہ ان کے ہاتھ پھیرنے کی کیفیت کے بارے میں درست تفصیل نہیں) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

ای فلا تزجره و لکن تفضل علیه بشیء او ردوه بقول جمیل۔

یعنی تم اسے نہ ڈانٹو اور ہاں اسے کچھ دے کر اس پر مہربانی کرو پھر اسے حسن اخلاق (اچھی بات) سے واپس لوٹا دو۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی طالب علم سوال پوچھے تو اسے نہ جھڑکو کیونکہ جس شخص نے علم کو چھپایا اور طالبان علم تک نہ پہنچایا تو حدیث شریف میں ہے: من سئل عن علم فکتمه الجم بلجام من نار جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی پھر اس نے اسے چھپایا تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ سائل سے مراد منگتا ہو یا علم دین کا طالب ہو تو اس کا اکرام لازم ہے اور اس کی حاجت پوری کرنی چاہیے اور اگر نہ کرسکتا ہو تو نرمی اور اچھی بات کہہ کر لوٹا دے اور بدخلقی و ترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ایک مشہور اثر ہے ''للسائل حق و ان جاء علی فرس'' سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ علماء محدثین نے اس اثر کی تضعیف بیان کی ہے اور بعض کے نزدیک بے اصل ہے۔ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے نعم القوم السئوال یحملون زادنا الی الاخرة سوال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں کہ ہمارے توشہ کو آخرت کے لیے اٹھاتے ہیں۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

فان التحدث بها شکر لها کما قال عمر بن عبدالعزیز والحسن و قتادة والفضیل بن عیاض۔

پھر اگر تم نے ان نعمتوں کا بیان و چرچا کیا تو گویا تم نے اس کا شکر یہ ادا کیا جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز اور حسن اور قتادہ اور فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہم) سے منقول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نعمت سے مراد تبلیغ نبوت ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نعمت سے مراد قرآن حکیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور اسے لوگوں تک خوب پہنچاؤ۔ اور تحدیث نعمت سے مراد شکر بجالانا اور اس کا خوب چرچا کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ نعمت سے مراد وہ فضائل و کمالات اور وہ درجات و مراتب اور وہ نعمتیں جو اللہ کریم نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں یا ان کا وعدہ فرمایا اور تحدیث سے مراد ان کا لوگوں سے بیان کرنا ہے پچھلے تینوں جملوں (آیات) کا تعلق پچھلی آیات سے ہے جیسے وَ وَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى تو یہ لف نشر مرتب کی صورت ہے تو معنی یہ ہوں گے:

انک کنت یتیما و ضالا و عائلا فاواک و هداک و اغناک فمهما یکن من شیء فلا تنس نعمة الله تعالی علیک فی هذه الثلاث و اقتد بالله تعالی متعطفا علی الیتیم و ترحم علی السائل۔

Marfat.com

بلاشبہ آپ یتیم اور اپنی محبت میں خودرفتہ اور حاجت مند تھے تو اللہ نے آپ کو جگہ دی اور اپنی طرف راہ دی اور غنی کر دیا تو جب کوئی ضرورت نہ رہی تو آپ ﷺ اپنے پر ان تینوں باتوں میں اللہ کی نعمت کو ذکر کرنا نہ چھوڑیں اور یتیم پر مہربانی کر کے اور سائل پر شفقت و نرمی فرما کر سنت الٰہیہ کی پیروی کریں۔ یعنی مذکورہ نعمتوں پر شکریہ بجالائیں، ہر نعمت پر شکر واجب ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی، اور احسان کو چھپانا ناشکری۔ بخاری نے ادب میں، ابوداؤد، ترمذی، ابویعلی، ابن حبان اور بیہقی نے جابر بن عبداللہ علیہم الرضوان سے مرفوعا روایت کی ہے۔

من اعطی عطاء ووجد فلیجز به فان لم یجد فلیثن به فمن اثنی به فقد شکره و من کتمه فقد کفره۔

جس شخص کے ساتھ کوئی حسن سلوک کیا گیا تو اسے چاہیے کہ جب پائے اس کا اچھا بدلہ دے اور اگر کچھ نہ پائے تو اس کی تعریف ہی کر دے تو جس نے اس کی ثناء وتعریف کر دی تو گویا اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا تو گویا اس نے ناشکری کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل کا سب سے بڑھ کر شکر گزار وہ شخص ہے جو احسان کرنے والے لوگوں کا بہت شکر ادا کرنے والا ہو اور جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ عزوجل کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ اہل مکہ سورۃ الضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر کہہ کر بسم اللہ کے ساتھ وصل کرتے ہیں اور ابن عباس اور ابی بن کعب علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے قرأت کی تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا۔ چونکہ کفار کے قول **ودعه ربه** کی تردید ہوئی تھی اور آپ ﷺ نزول وحی پر مسرور ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی اور اصحاب نے اسے بطور سنت جاری رکھا اور بعض قراء **لا اله الا الله و الله اکبر** بھی پڑھتے ہیں۔

الحمدللہ آج سورۃ الضحیٰ کی تفسیر پوری ہوئی

Marfat.com

سورۃ الانشراح مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ستائیس کلمات اور ایک سو تین حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحارہ ترجمہ۔سورۃ انشراح۔پ ۳۰

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾	کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا
وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾	اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا
الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾	جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی
وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾	اور ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لیے بلند کر دیا
فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾	تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے
اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾	بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے
فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾	تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو
وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾	اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو

حل لغات۔سورۃ انشراح۔پ ۳۰

اَ۔کیا	لَمۡ۔نہ	نَشۡرَحۡ۔کھولا ہم نے	لَکَ۔تیرے لیے
صَدۡرَ۔سینہ	کَ۔تیرا	وَ۔اور	وَضَعۡنَا۔اتارا ہم نے
عَنۡکَ۔تجھ سے	وِزۡرَ۔بوجھ	کَ۔تیرا	الَّذِیۡۤ۔جس نے
اَنۡقَضَ۔توڑ دی تھی	ظَہۡرَ۔پیٹھ	کَ۔تیری	وَ۔اور
رَفَعۡنَا۔بلند کیا ہم نے	لَکَ۔تیرے لیے	ذِکۡرَ۔ذکر	کَ۔تیرا
فَاِنَّ۔تو بے شک	مَعَ۔ساتھ	الۡعُسۡرِ۔تنگی کے	یُسۡرًا۔آسانی ہے
اِنَّ۔بے شک	مَعَ۔ساتھ	الۡعُسۡرِ۔تنگی کے	یُسۡرًا۔آسانی ہے
فَاِذَا۔تو جب	فَرَغۡتَ۔آپ فارغ ہوں	فَانۡصَبۡ۔تو محنت کریں	وَ۔اور
اِلٰی۔طرف	رَبِّکَ۔اپنے رب کی	فَارۡغَبۡ۔رغبت کریں	

سورت الم نشرح

سورت الانشراح مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کا ایک نام ''الشرح'' بھی ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ مکی ہے اور سورت الضحیٰ کے بعد نازل ہوئی جبکہ

البقاعی رحمہ اللہ کا گمان ہے کہ یہ مدنی ہے اور ایک طویل حدیث میں جسے ابن مردویہ رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس سورت میں قول باری فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾ مدینہ منورہ میں نازل ہوا لیکن اس روایت کی صحت میں علماء کو توقف ہے اور یہ سورت مبارکہ کو سورت الضحیٰ سے بہت زیادہ اتصال ہے یہاں تک کہ روایت میں آیا ہے کہ طاؤس اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما دونوں کہا کرتے تھے **هما سورة واحدة** کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورت ہیں اور وہ دونوں بزرگ ان دونوں سورتوں کو ایک رکعت میں تلاوت کرتے تھے اور دونوں سورتوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے فصل نہیں کرتے تھے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ الم نشرح قول باری اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا پر عطف کی مانند ہے۔ سورت الضحیٰ میں کفار کے قول **قد قلاه ربه وودعه** کی تردید تھی اور آپ ﷺ کو ان کے قول سے جو اذیت پہنچی تھی اس سے آپ ﷺ گراں خاطر اور غمگین و رنجیدہ تھے اور اس سورت الم نشرح کا مقتضیٰ تھا کہ نزول وحی کی حالت سے دل کا بوجھ ہلکا ہو اور آپ کو طمانیت قلبی اور تسکین حاصل ہو اور واضح ہو جائے کہ وحی کی وقتی بندش حکمت و مصلحت کے تحت تھی اور یہ بندش ناراضگی کی وجہ سے نہ تھی اور نہ ہی کوئی امر ترک تعلق سے متعلق تھا لہٰذا اس سورت میں ازالۂ غم ہے اور دعوت و تبلیغ کے بوجھ کے بارے میں خصوصی انعام ہے کہ دشوار امور آپ کے لیے مرغوب و محبوب اور آسان بنا دیے گئے اور تکالیف آپ کے لیے راحت ہو گئیں۔ تو مضمون کے لحاظ سے دونوں سورتیں باہم متحد ہیں اور معنی کے لحاظ سے یا ظاہراً الگ الگ ہیں اور اس پر حدیث معراج دلالت کر رہی ہے جسے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: **یا محمد الم اجدک یتیما فاویت و ضالا فهدیت و عائلا فاغنیت و شرحت لک صدرک و حططت عنک وزرک و رفعت لک ذکرک فلا اذکر الا ذکرت معی** اے محمد! (ﷺ) کیا میں نے تمہیں یتیم نہ پایا تو تمہیں جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف ہدایت دی تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی کیا اور میں نے تمہارے سینہ کو کشادہ کر دیا اور تم سے تمہارے بوجھ کو اتار دیا اور تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا تو میرا ذکر نہ ہوگا مگر یہ کہ میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو - سورۃ الم نشرح - پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

ای شرحنا لک صدرک۔

یعنی ہم نے آپ کے لیے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ **و قد یراد به تایید النفس بقوة قدسیة و انوار الهیة** اور اس سے مراد قوت قدسیہ (روحانیہ) اور انوار الٰہیہ سے آپ ﷺ کی تائید و مدد ہے۔ **الشرح فی الاصل الفسح والتوسعة** شرح کا اصلی مفہوم وسعت اور کشادگی ہے اور بعض علماء کے نزدیک "شرح" سے مراد سرور نفس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب "شرح" کا تعلق قلب سے ہو تو معنی ہوں گے: **شرح قلبه بکذا ای سره به لما ان القلب کالمنزل للنفس** اس کے ساتھ اس کے دل کو کشادہ کر دیا یعنی اس کے لیے اس کے دل کو مسرور کر دیا کیونکہ بلاشبہ قلب نفس کے لیے منزل کی مانند ہے اور جب اس کا (شرح) کا تعلق صدر سے ہو تو وہ محل قلب (دل و مکان) ہے اور

Marfat.com

جمہور علماء سے منقول ہے: ان المعنی الم نفسحه بالحکمة و نوسعه بتیسیر نا لک نلقی ما یوحی الیک بعد ما کان یشق علیک کہ معنی یہ ہوں گے کہ کیا ہم نے آپ کے صدر مبارک کو حکمت کے ساتھ کشادہ نہ کر دیا اور ہم نے آپ کے لیے اپنی طرف سے نزول وحی سے آسانیوں کی وسعت کر دی اور اس سے بھی جو کچھ آپ کی طرف وحی فرمایا گیا اس کے بعد کہ وہ امر آپ کے لیے گراں تھا یعنی اللہ عزوجل نے انوار ایمان اور علوم ظاہری و باطنی سے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا اور شرعی احکام کا بار اور تکالیف آپ کے لیے آسان بنا دیں اور اس وقتی انقطاع وحی سے جس نے آپ کو غم فراق سے غمگین بنا دیا تھا اسے دور کر دیا اور آپ کی تسکین فرما دی۔

اور امور نفسانیہ سے آپ کو پاکیزہ کر دیا۔ ایک قول ہے ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ اور ہدایت معرفت، علم و حکمت، پند و موعظت اور تبلیغ نبوت و رسالت کے لیے ایسا وسیع کر دیا کہ عالم غیب و شہادت اس وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ اور امور نفسانیہ انوار روحانیہ و قدسیہ کے لیے خارج ہی نہ رہے اور آپ کا سینہ مبارک انوار الٰہیہ، علوم ربانیہ، حقائق و معرفت کی جلوہ گاہ ہو گیا جو کسی عاقل کو بذریعہ عقل و خرد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس عالم ظاہری میں بھی آپ کا شرح صدر چار مرتبہ ہوا: پہلی مرتبہ جب آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے دوسری مرتبہ شباب سے پہلے اور تیسری مرتبہ وحی نبوت سے پہلے اور چوتھی مرتبہ شب معراج ہوا۔ ابو نعیم رحمہ اللہ سے منقول ہے "ان جبریل و میکائیل علیھما السلام شقا صدره و غسلا ثم قال اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" بلاشبہ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو کھولا اور اسے غسل دیا پھر کہا اِقْرَاْ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (الآیۃ) یہ غسل ماء زمزم سے دیا اور ایسا کرنا امر جسمانی کے ازالہ کے لیے تھا، بخاری و مسلم میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بینا انا عند البیت بین النائم و الیقظان فاتیت بطست من ذهب فیها ماء زمزم فشرح صدری "شب معراج جبکہ میں حطیم کعبہ (یا گھر میں) جاگنے اور سونے کی حالت کے درمیان تھا تو میرے لیے ایک سونے کا طشت بچھایا گیا جس میں زمزم کا پانی تھا تو میرا سینہ کھولا گیا اور پھر ارشاد فرمایا ثم حشی ایمانا و حکمة پھر اس میں ایمان و حکمت بھرے گئے۔ بلقینی کا قول ہے کہ ماء زمزم کوثر سے اسی وجہ سے افضل ہے کہ قلب اطہر کو اس سے غسل دیا گیا اور زمزم کا پانی تبدیلی مزاج کا موجب ہے اور ایسا آپ کی تکمیل روحانی کے لیے ایک امر تھا۔

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾

اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا۔

ای وحططنا عنک حملک الثقیل یعنی ہم نے آپ سے آپ کا بھاری بوجھ اتار لیا۔ وِزْر سے مراد یا تو وہ غم کا بوجھ ہے جو کفار کے دعوت قبول نہ کرنے کا تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد انقطاع وحی کا بوجھ ہے اور کفار کے اقوال کہ انہیں ان کے رب نے چھوڑ دیا وغیرہ، ایک قول ہے کہ مراد امت کے گناہوں کے غم کا بوجھ ہے تو ہم نے وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی فرما کر اسے اتار لیا۔ ایک قول ہے کہ آپ پر نبوت کا بار گراں آسان کر دیا اور فرائض نبوت کی دشواریاں سہل بنا دیں۔

Marfat.com

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ای حمله علی النقیض۔ یعنی اس بوجھ نے آپ ﷺ کی کمر بوجھل اور کمزور کردی تھی ہم نے اسے دور کردیا الَّذِیْٓ موصولہ ہے اور اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وِزْر کی صفت یا کیفیت وحالت ہے۔ اور النقیض ھو صوت الانتقاض و لا نفکاک اعنی الھریر اور نقیض وہ آواز ہے جو زیادہ بھاری بوجھ ڈالنے سے نکلتی ہے اور جوڑ جوڑ کھل جانا یا قلم چلنے کی آواز کی طرح۔ ایک قول ہے کہ ''وزر'' سے مراد غم فراق ہے جس نے آپ ﷺ کی کمر مبارک کو کمزور بنادیا تھا۔ ایک قول ہے کہ ''وزر'' سے مراد کفار کے عدم قبول ایمان کا غم تھا یا پھر امت کا غم تھا جسے اللہ عزوجل نے آپ کو مقبول شفاعت بنا کر اتار دیا۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کردیا۔

بالنبوة و غیرها وای رفع مثل ان قرن اسمه علیه الصلوة والسلام باسمه عزوجل فی کلمتی الشهادة و جعل طاعته طاعته و صلی علیه فی ملائکته و امر المومنین بالصلاة علیه و خاطبه بالانقاب کیاایها المدثر یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ و ذکره سبحانه فی کتب الأولین و اخذ علی الانبیاء علیهم السلام و اممهم ان یومنوا ب صلی الله علیه وسلم۔

یعنی نبوت ورسالت اور دیگر فضائل ومراتب کے ساتھ جیسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے کلمات شہادت میں آپ ﷺ کا نام نامی اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملایا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور آپ کو اعلیٰ القابات جیسے یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ سے خطاب فرمایا (جبکہ دیگر انبیاء ورسول علیہم السلام) کو ان کے اسماء گرامی (اسم علم) کے ساتھ یاد فرمایا جیسے یٰنُوْحُ، یٰٓاِبْرٰهِیْمُ، یٰمُوْسٰی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے پہلی کتابوں میں آپ کا ذکر جمیل فرمایا اور تمام انبیاء ورسل سلام اللہ علیہم اجمعین اور ان کی امتوں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ مجاہد، قتادہ، محمد بن کعب، ضحاک اور حسن علیہم الرضوان وغیرہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا لا اذکر الا ذکرت معی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا ذکر نہ ہوگا مگر تیرا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔ بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس آیت وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے بارے میں پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حق سُبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اذ ذکرت ذکرت معی جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ہمراہ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

و شق له من اسمه لیجله ۔۔۔ فذو العرش محمود و هذا محمد

و ضم الاله اسم النبی الی اسمه ۔۔۔ اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی عظمت وقدر افزائی کے لیے ان کا نام نامی اپنے نام سے نکالا تو عرش کا مالک محمود ہے اور آپ ﷺ محمد ہیں اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جبکہ پانچوں وقت اذان میں اذان دینے والا اشھد (میں گواہی دیتا ہوں) کہتا ہے۔ اہل آسمان اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ کا نام گرامی ساق عرش، قصور جنت کی ہر اینٹ پر، حور وغلمان کی پیشانیوں پر، اشجار جنت کے تمام پتوں پر اور انہار جنت کے کنارے پڑے تمام کوزوں پر لکھا ہوا ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ کے مرکز میں لکھا ہوا ہے لا اله الا الله وحده محمد عبده و رسوله۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

قول ہے کہ آپ ﷺ کی شہادت رسالت کے بغیر اللہ کی وحدانیت و بندگی کی تصدیق بے فائدہ ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہی رہے گا اور ایمان کی لذت سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر دنیا میں بلند ہے اور آخرت میں بھی بلند ہے۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

کشاف میں ہے کہ یہ فصیح ہے اور کلام میں آپ ﷺ سے وعدہ ہے اور آپ ﷺ کی تسلی و دلجوئی ہے کیونکہ مشرک و کفار آپ ﷺ کو اور اہل ایمان کو فقر و فاقہ اور تنگیوں سے عار دلاتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ذہن شریف میں یہ خطرہ گزرا کہ کہیں یہ لوگ اپنے اہل و عیال کی تنگدستی اور کفار کی تحقیر و طعن کے پیش نظر اسلام سے منہ نہ پھیر لیں تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اپنی ان عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا پھر مزید فرمایا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا گویا کہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے خولناک خولناک فلاتياس من فضل الله تعالى فان مع العسر الذى انتم فيه يسرا۔ ہم نے آپ کو عطا کیا، ہم نے آپ کو عطا کیا تو آپ اپنے رب کے فضل سے مایوس نہ ہوں کیونکہ یقیناً تنگی کے ساتھ جس میں کہ تم لوگ مبتلا ہو اس کے ساتھ ہی بڑی آسانی ہے يُسْرًا کی تنوین عظمت کو ظاہر کر رہی ہے اس سے مراد یا تو مطلقاً دنیا کی آسانی ہے یا عہد نبوی ﷺ میں بہت سی فتوحات کا حاصل ہونا ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں خوشخبری ہو "لن يغلب عسر يسرين" يُسْرًا تمہارے لیے آ گیا اب ایک دشواری دو سہولتوں پر ہرگز غلبہ نہ کرے گی۔ يُسْرًا کی تنوین میں وعدہ و امید کی تعظیم بھی ہے یعنی عسر و تنگی کے ساتھ سہولت و آسانی بھی ضرور آئے گی۔ اور لفظ مَعَ کا بعد کی جگہ لانا اتصال کے لیے ہے۔

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ اور تمام اہل ایمان سے وعدہ ہے اور يُسْر سے یہاں مراد يسر لهم فى ايام الخلفاء او يسر الآخرة۔ اہل ایمان کے لیے ایام خلافت میں آسانیاں ہوں گی یا آخرت میں آسانی ہوگی اور ثواب آخرت ہے، ارشاد نبوی "لن يغلب عسر يسرين" سے مراد یہی ہے کہ اگر دنیاوی تنگی (عُسر) دنیاوی يُسر (سہولت) پر غلبہ کر لے تو آخرت کے يُسر (سہولت) پر غالب نہ ہوگا اور آخرت کی آسانی دائمی ہے۔ بغوی رحمہ اللہ سے یہ بھی منقول ہے نکرہ بصورت نکرہ مکرر آیا ہے اور اس سے مراد نئے معنی ہیں اور کلام گزشتہ کی تاکید محض نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ معطوفہ نہیں اور نئے معنی یہی ہیں کہ مراد تنگی کے بعد آسانی ہے پہلے دنیا میں پھر آخرت میں اور وقت نے واضح کیا کہ آسانیاں دنیا میں بھی خوب میسر آئیں۔ لوگ ایمان لائے، اطاعت گزار ہوئے، غلبہ اسلام ظاہر ہوا، کفار رسوا ہوئے، غنائم و مال و دولت کی کثرت ہوئی اور خلفاء راشدین کے ایام میں یہ حال ہو گیا کہ زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ اور آخرت کا وعدہ تو حق ہے اور لازوال ہے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

فَاِذَا فَرَغْتَ توجب آپ نماز سے فارغ ہوں۔
ای من عبادة کتبلیغ الوحی۔
فَانْصَبْ ۝ تو دعا میں محنت کرو۔
فاتعب فی عبادة اخری شکرا لما عددنا علیک من النعم السالفة و وعدنا من الالاء الانفة۔ تو عبادت کی محنت کرو تاکہ مذکورۂ سابق نعمتیں جو ہم نے آپ کو انعام فرمائیں اور جن نعمتوں کا آپ سے آئندہ وعدہ فرمایا ہے تاکہ سب کا شکر ادا ہو جائے۔ ایک قول ہے: فاذا فرغت من عبادة اتبعها باخری۔ تو جب آپ ایک عبادت سے فارغ ہوں تو اس کے متصل ہی دوسری عبادت میں مشغول ہوں اور کوئی لمحہ یادِ خدا کے بغیر نہ گزرے۔ ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی علیہم الرضوان سے منقول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لیے خوب کوشش کرو اور اللہ سے رغبت کے ساتھ مانگو یعنی آخرت طلب کرو۔ یہ دعا خواہ نماز میں تشہد کے بعد قبل سلام ہو یا بعد سلام ہو، حدیث شریف میں ہے: الدعوات مستجابات عند المکتوبات دعائیں فرض نمازوں کے بعد یا متصل مقبول ہوتی ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ سے یہ بھی منقول ہے کہ امت کے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔
وَاِلٰى رَبِّكَ اور اپنے رب کی طرف۔
وحدہ۔ یعنی صرف اور صرف حق سبحانہ وتعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔
فَارْغَبْ ۝ رغبت کریں۔
فاحرص بالسوال۔ یعنی مانگنے میں اللہ عزوجل سے خوب رغبت کریں اور دوسرے سے مت چاہیں اور سوال میں خوب الحاح وزاری کریں اور اسی کی ذات سبحانہ وتعالیٰ پر توکل وبھروسا رکھیں اور اس سے اس کے فضل وکرم کی خوب چاہت رکھیں۔

الحمدللہ آج سورت الانشراح پوری ہوئی
۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۵ ہجری بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۵ء

سورۃ التین مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چونتیس کلمے اور ایک سو پانچ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ التین۔پ ۳۰

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾	انجیر کی قسم اور زیتون کی
وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾	اور طور سینا کی
وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾	اور اس امان والے شہر کی
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾	بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا
ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾	پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾	مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے
فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾	تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے
اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ٪﴿۸﴾	کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں (بے شک سب حاکموں سے بڑھ کر ہے)

حل لغات۔سورۃ التین۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے	اَلتِّیۡنِ۔انجیر کی	وَ۔اور	اَلزَّیۡتُوۡنِ۔زیتون کی
وَ۔اور	طُوۡرِ۔طور	سِیۡنِیۡنَ۔سینا کی	وَ۔اور
ھٰذَا۔اس	اَلۡبَلَدِ۔شہر	اَلۡاَمِیۡنِ۔امن والے کی	لَقَدۡ۔بے شک
خَلَقۡنَا۔پیدا کیا ہم نے	اَلۡاِنۡسَانَ۔انسان کو	فِیۡۤ۔بیچ	اَحۡسَنِ۔اچھی
تَقۡوِیۡمٍ۔صورت کے	ثُمَّ۔پھر	رَدَدۡنٰہُ۔لوٹایا اس کو	اَسۡفَلَ۔نیچے
سٰفِلِیۡنَ۔سب نیچوں سے	اِلَّا۔مگر	الَّذِیۡنَ۔وہ جو	اٰمَنُوۡا۔ایمان لائے
وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کیے	الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	فَلَھُمۡ۔تو ان کے لیے
اَجۡرٌ۔اجر ہے	غَیۡرُ۔نہ	مَمۡنُوۡنٍ۔ختم ہونے والا	فَمَا۔تو کیا چیز
یُکَذِّبُکَ۔جھٹلاتی ہے آپ کو	بَعۡدُ۔بعد	بِالدِّیۡنِ۔انصاف کے	اَ۔کیا
لَیۡسَ۔نہیں ہے	اللّٰہُ۔اللہ	بِاَحۡکَمِ۔بڑا حاکم	الۡحٰکِمِیۡنَ۔حاکموں کا

Marfat.com

سورت التین

اس سورت مبارکہ کو سورت التین کہتے ہیں بغیر واؤ کے اور جمہور کے نزدیک یہ مکیہ ہے اور قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ مدنیہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اشارت الحضور (وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝۳) میں مکہ ہی مراد ہے اور یہی دلالت کر رہا ہے کہ یہ مکیہ ہے اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے۔ پچھلی سورۂ مبارکہ میں بالاتفاق نوع انسانی کے کامل ترین فرد کا حال بلکہ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سب سے اکمل ترین ذات یعنی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر گزرا اور اس سورت میں اس نوع کا ذکر مزید ہے جس کی طرف اس کا امر منتہی ہے اور جس کا حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے لیے وعدہ فرمایا ہے جو اس فرد اکمل اور فخر بنی آدم کی رسالت پر ایمان لایا جو ذات فضائل وشرف کی کان بے مثل اور معدن بے نظیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو- سورۃ والتین - پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۝۱ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۝۲ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۝۳ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝۴

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی۔ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۝۱ انجیر کی قسم اور زیتون۔

عن کعب الاحبار انهما دمشق و ایلیاء بیت المقدس۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے التِّیۡنِ سے مراد دمشق کا شہر اور الزَّیۡتُوۡنِ سے مراد ایلیاء شہر بیت المقدس ہے۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے التِّیۡنِ سے مراد اصحاب الکہف کی مسجد اور الزَّیۡتُوۡنِ سے مراد مسجد ایلیاء (بیت المقدس) ہے۔ ابن جریر اور ابن مردویہ علیہم الرضوان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ التِّیۡنِ سے مراد مسجد نوح علیہ السلام ہے جو کوہ جودی پر بنی تھی اور الزَّیۡتُوۡنِ سے مراد بیت المقدس ہے۔ شہر بن حوشب کا قول ہے کہ التِّیۡنِ سے مراد کوفہ اور الزَّیۡتُوۡنِ سے مراد شام ہے اور بعض علماء نے اس پر جرح کی ہے کہ کوفہ اسلامی شہر ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں آباد کیا تو شاید کوفہ سے مراد وہ زمین ہے جہاں اب کوفہ شہر آباد ہے اور جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی منزل تھا اور بعض نے کہا کوفہ شہر پہلے ہی سے تھا مگر اجڑ گیا تھا پھر عہد فاروقی میں دوبارہ آباد ہوا۔

ایک قول ہے کہ التِّیۡنِ اور الزَّیۡتُوۡنِ دونوں حلوان اور ہمذان اور جبال الشام کے درمیان پہاڑ ہیں کیونکہ یہ دونوں ان دونوں کی اصل ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اماکن مخصوصہ (خاص مقامات) ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے التِّیۡنِ سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور الزَّیۡتُوۡنِ سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس آباد ہے۔ اور ایک قول ہے المراد بهما الشجران المعروفان دونوں سے مراد مشہور و معلوم دو درخت ہیں یعنی انجیر کا اور زیتون کا۔ ابن حاتم اور حاکم بتصحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے التین و الزیتون الفاکهة التی یا کلها الناس۔ تین (انجیر) اور زیتون پھل ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔ ابراہیم النخعی، عطاء، جابر، مقاتل، کلبی، عکرمہ اور حسن علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ حق

سبحانہ وتعالیٰ نے پھلوں کے درمیان جو قسم کے ساتھ ان کا خصوصی ذکر فرمایا ہے تو وہ ان دونوں کے خواص جلیلہ کو مشیر ہے اور ان کے اختصاص پر دال ہے التِّیْنِ یعنی انجیر۔

۱- ایسا پاکیزہ پھل ہے کہ اس میں گٹھلی نہیں ہوتی یا اس کا فضلہ نہیں ہوتا (بنتا)

۲- لطیف پھل ہے جو زود ہضم ہے یعنی آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔

۳- نہایت عمدہ اور صحیح پھل یا میوہ ہے جو مکمل غذا ہے اور جب منہ نہار لیا جائے اور کسی شے کے بعد نہ لیا جائے تو وہ بہت فائدہ بخش دوا ہے۔

۴- سدوں کو کھولتا ہے۔

۵- جگر کو قوت دیتا ہے۔

۶- تلی کے بڑھنے کو درست کرتا ہے یا ورم کو زائل کرتا ہے۔

۷- قبض کشا ہے۔

۸- ہر قسم کی کمزوری کو مفید ہے۔

۹- خفقان کو دور کرتا ہے۔

۱۰- جسم کو فربہ کرتا ہے۔

۱۱- دمہ کو مفید ہے۔

۱۲- نرخرے کی تکلیف اور سانس کی تنگی کو دور کرتا ہے اور کھانسی میں مفید ہے۔

۱۳- سینے کے دردوں کو مفید ہے۔

۱۴- نرخرے، پھیپھڑے کی نالی اور آنتوں کی سختی اور موٹا و کھردرا ہونے کی تکلیف میں مفید ہے۔

۱۵- امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما اپنے آبائے کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں **انه یزیل نکھة الفم و یطول الشعر و ھو امان من الفالج** کہ انجیر منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے۔

۱۶- منہ کے زخموں کو دور کرتی ہے۔

۱۷- بالوں کو لمبا کرتی ہے۔

۱۸- فالج سے (اعضاء کا بے حرکت یا سست و ناکارہ ہو جانا) امان ہے۔

۱۹- ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی جناب میں انجیروں سے بھرا ایک طباق بطور ہدیہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کھایا اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھاؤ اگر میں کہتا کہ کوئی پھل جنت سے اترا ہے تو میں ضرور کہتا کہ وہ پھل یہی ہے (انجیر ہے) کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی (فضلہ) کے ہیں تو تم اسے کھاؤ **فانھا تقطع البواسیر و تنفع من النقرس** کہ بواسیر کو کھول دیتی ہے اور نقرس کو فائدہ دیتا ہے۔

۲۰- اور ام غلیظہ اور جوڑوں کے درد میں بھی مفید ہے۔ اور اس کے خواص مفرد لحاظ سے اور بطور مرکب کے بہت ہی زیادہ

Marfat.com

و اما الزیتون فھو ادام و دواء و فاکھۃ۔ اور زیتون تو وہ سالن اور دواء ہے پھل ہے اور یہ ایک مبارک درخت ہے جو خشک پہاڑوں میں اگتا ہے، خود بخود پرورش پاتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کی حاجت نہیں۔ یہ درخت ہزاروں برس تک رہتا ہے اس کے پتے نہیں گرتے اس سے روغن نکلتا ہے جسے زیت کہتے ہیں جو نہ صرف بطور سالن کھایا جاتا ہے بلکہ سر میں بھی لگایا جاتا ہے اور سانس میں روغن کا کام بھی دیتا ہے اس سے جو کیلوس بنتا ہے (رس) ہضم کو بہت ہی مفید ہے اور اس کی مالش فربہی بدن اور اعضاء کی تقویت کے لیے بے مثل ہے، رنگت کی تحسین و اصلاح کرتا ہے اور اخلاط کو صحیح کرتا ہے اور اعصاب کو قوت دیتا ہے بدن میں بندش کو کھولتا ہے اور کیڑوں کو نکالتا ہے۔ اور پیشاب آور ہے۔ گرم پانی کے ساتھ ملا کر پیا جائے تو گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور پتھری کو تحلیل کر دیتا ہے (نکال دیتا ہے۔ توڑ دیتا ہے) بصارت کو تقویت دیتا ہے اور موتیا کو روکتا ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ زیتون کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس سے ایک مسواک توڑی اور استعمال فرمائی اور معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا نعم السواک الزیتون من الشجرۃ المبارکۃ یطیب الضم و یذھب الحفرۃ بہترین مسواک برکت والے درخت زیتون کی ہے منہ کو پاکیزہ بناتی ہے اور دانتوں کو کیڑا لگنے سے بچاتا ہے یا (دانتوں کے خلا کو دور کرتا ہے) اور معاذ اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ھو مسواکی و مسواک الانبیاء علیھم السلام قبلی کہ زیتون کے درخت کی مسواک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مسواک ہے۔

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ اور طور سینا۔

ای الجبل الذی کلم اللہ تعالی شانہ موسی علیہ السلام و یقال لہ طور سیناء و بکسر السین المد و بفتحھا و المد۔ یعنی وہ پہاڑ جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اسی کو طور سینا کہتے ہیں سین کے زیر اور مد اور سین کے زبر اور مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں قرأت پہلی صورت پر (کسرہ کے ساتھ) ہے۔ حضرات عمر بن خطاب، عبداللہ، طلحہ اور حسن علیہم الرضوان نے دوسری صورت (بالفتح زبر کے ساتھ) پڑھا ہے اور بنو بکر اور بنو تمیم کی لغت پر یہی قرأت ہے یہ پہاڑ مصر اور عقبہ کے درمیان تیہ کے قریب ہے اور ایک قول ہے کہ سِيْنِيْنَ اس بقعہ (زمین کا ٹکڑا) کا نام ہے جس میں یہ پہاڑ ہے اور طور اس کی طرف مضاف ہے اخفش علیہ الرضوان کا قول ہے سِيْنِيْنَ جمع ہے سینۃ کی جس کے معنی شجر کے ہیں۔ ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور عبد بن حمید نے ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا سِيْنِيْنَ سے مراد ہے (ھو الحسن) خوبصورتی۔

ضحاک رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے مگر ان کے نزدیک یہ لفظ نبطی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے سِيْنِيْنَ کے معنی برکت والے کے ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ سِيْنِيْنَ کا مطلب ہے درختوں سے بھرا ہوا پہاڑ۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ اور اس امان والے شہر کی۔

ای البلد الامین فمکۃ حماھا اللہ تعالیٰ بلاخلاف وجاء فی حدیث مرفوع و ھو مکان البیت الذی ھو ھدی للعالمین و مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مبعثہ و الامین فعیل اما بمعنی فاعل ای الامین امن الرجل۔

Marfat.com

بلد امین سے مراد مکۃ المکرّمہ ہے اللہ اسے ہمیشہ معزز ومکرم رکھے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث مرفوع میں ہے اور وہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کا گھر ہے جو سارے جہانوں کے لیے منارِ ہدایت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی جائے پیدائش اور مقام بعثت نزول وحی ہے اور امین فعیل کے وزن پر ہے جو کبھی فاعل کے معنوں میں آتا ہے یعنی امان دینے والا اور جو لوگوں کو امان دیتا ہے ایک قول ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: حرما امنا بمعنی ذی امن و امانته ان یحفظ من دخله کما یحفظ الامین مایوتمن علیه یعنی امن وسلامتی والا اور اس کا امین ہونا ہے کہ وہ حفاظت کرتا ہے امن دیتا ہے یا محفوظ بناتا ہے اسے جو اس شہر میں داخل ہو اس طرح جس طرح امین حفاظت کرتا ہے جس کا وہ امین بنایا جائے اور کبھی امین مفعول کے معنوں میں آتا ہے ای المامون یعنی جو اس شہر پاک میں داخل ہو مامون (محفوظ) ہوتا ہے، مکۃ المکرّمہ زمانۂ جاہلیت میں بھی مقام امن تھا اور زمانہ اسلام میں بھی مقام امن ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مکہ! واللہ تو سب سے بزرگ تر زمین ہے اور اللہ کے نزدیک ہر طبقہ زمین سے بڑھ کر محبوب ہے اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: مکہ تخلیق ارض وسماء کے روز ہی سے حرم ہے اور اللہ کے حرم قرار دینے سے قیامت کے دن تک حرم ہے۔ اور یہاں مجھ سے قبل کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی ایک ساعت کے لیے قتال حلال ہوا اور اب بموجب حکم الٰہی یہ قیامت تک حرم ہے هذا کا اشارہ تعظیم کے لیے ہے۔ یہ سارے مقامات جن کا ذکر گزرا برکت وفضیلت والے ہیں اور قسم یاد فرمانے میں اسی امر کا اظہار ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝۴ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ بے شک ہم نے آدمی کو بنایا۔

ای الجنس فھو شامل للمومن والکافر لا مخصوص بالثانی۔ مراد اس سے جنس انسانی ہے اور وہ مومن وکافر دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مراد انسان ہے خواہ کوئی ہو۔

فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝۴ اچھی صورت پر۔

ای کائنا فی تقویم۔ یعنی بناوٹ میں بہترین تقویم بروزن تفعیل قیام وقوام سے ماخوذ ہے بمعنی ساخت وبناوٹ ہے۔ ای قوام احسن تقویم یعنی بناوٹ ووجود کے لحاظ سے بہترین۔ ایک قول ہے کہ تَقۡوِیۡمٍ مصدر ہے بمعنی متوازن اور معتدل یعنی موزوں اور خوب اعتدال کے ساتھ یعنی صورت کے لحاظ سے اچھا اور حسین۔ ایک قول ہے کہ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ سے مراد ہے جعله علی احسن ما یکون صورۃ و معنی فیشمل ما له من انتصاب القامة و حسن الصورۃ والاحساس وجودۃ العقل و غیر ذلک و من امعن نظرہ فی امزہ واجال نکرہ فی دقائق ظاھرہ وسرہ۔

یعنی انسان کو شکل کے لحاظ سے سب سے اچھا خوبصورت بنایا اور حقیقت معنی کے لحاظ سے بھی بہت ہی خوب پیدا کیا جو اس کے لیے ان سب امور کو شامل ہے خواہ قد وقامت کے لحاظ سے ہو یا صورت وشکل کے حسن سے اور اسے محسوس ومعلوم کرنے والا اور جودت عقل (کثرت) والا بنایا اور اس کے علاوہ اس کو اس کے کاموں میں باریکی نظر سے نوازا اور ظاہری و

باطنی دقائق (باریکیوں ومشکلات) میں اس کی فکرورسائی کو جلاء روشنی بخشی۔

اور وہ چیز جو احسن تقویم ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے انسان میں اپنی صفات کا پرتو رکھا اور اسے علم وقدرت اور ارادہ والا بنایا اور اللہ عزوجل نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور حدیث میں وارد ہے اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور ایک روایت میں ہے صورت رحمٰن پر بنایا اس میں روح کی لطیف حقیقت اور خلق کی عنصریت بھی ہے اس میں ملکیت بھی ہے اور حیوانیت بھی، خرابی اور شیطانیت بھی ہے اور محبت ونورانیت بھی۔ غرضیکہ خصائص کے لحاظ سے ایک انوکھی جامعیت کا مظہر ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔

الرد بمعنی الجعل ہے یعنی بنایا یا پھیر دیا۔ والمعنی ثم جعلنا من اهل النار الذین هم اقبح من کل قبیح و اسفل من کل سافل اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے پھر اسے ان اہل دوزخ سے کر دیا جو ہر ذلیل سے بڑھ کر بہت بری ذلیل حالت اور ہر پست حالت سے بڑھ کر بہت پست حالت والے لوگ ہیں۔ عکرمہ، ضحاک، نخعی اور قتادہ علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ مراد اس سے ہے رده الی الهرم و ضعف القوی الظاهرة و الباطنة یعنی پھر ہم نے اسے بڑھاپے اور ظاہری و باطنی قویٰ (اعصاب) کی کمزوری کی حالت پر لوٹا دیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب انسان اچھی صورت اور بہترین شکل ملنے پر شکر پروردگار نہ بجالایا اور کفر ومعصیت ونافرمانی پر ڈٹا رہا اور ایمان وہدایت کو قبول نہ کیا تو ہم نے جہنم کے اسفل ترین (سب سے نیچے) درجات کو اس کا ٹھکانہ بنا دیا۔ یہ نسبت جو اللہ عزوجل نے اپنی طرف فرمائی ہے نسبت تخلیقی ہے اور اللہ عزوجل بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ ابو العالیہ رحمۃ اللہ کا قول ہے سافلین سے مراد درندے چوپائے مثل کتوں بندروں اور سوروں کے ہیں اور کفار جہنم میں صورت انسان پر داخل نہ ہوں گے بلکہ ان ذلیل درندوں چوپایوں کی صورت داخل ہوں گے میں کہتا ہوں اس آیت کی تفسیر قرآن حکیم کی وہ آیت بھی ہے، سورت المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝۔

تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری (لنگور) ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے ہیں۔

تو جب انسان اپنی بہترین صورت وشکل، اعلیٰ استعداد وصلاحیت کے باوصف سرکشی، کفر وطغیانی کا مرتکب ہو تو اس کا نتیجہ یہی صورت یعنی صورت ولباس انسانی سے محرومی ہی تو ہوگی۔ بلکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: بَلْ هُمْ اَضَلُّ بلکہ جانوروں سے بھی بدتر کہ ذی عقل وفضل ہوکر خالق ومنعم کی ناقدری کرتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ استثناء متصل ہے ای المومنون لا یردون اسفل سافلین یوم القیامة ولا تقبح صورهم بل یزدادون بهجة الی بهجتهم و حسنا الی

Marfat.com

حسنهم۔ یعنی اہل ایمان قیامت کے روز بدترین حالت کی طرف نہیں لے جائے جائیں گے اور نہ ہی ان کی صورتیں اور شکلیں بری یا ناپسندیدہ ہوں گی بلکہ وہ خوب تروتازگی سے خوب ترین شگفتگی وتازگی کی طرف بڑھائے جائیں گے (جوان کے چہروں سے چمکے گی) اور بہتر سے بہترین صورت حسن وجمال سے آراستہ کیے جائیں گے۔

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

ای غیر مقطوع او غیر ممنون به علیهم۔

یعنی ایسا ثواب ملے گا جو ختم ہونے والا نہیں اور نہ ہی ایسا ہوگا کہ ان پر اس کا احسان رکھا جائے۔ ابن جریر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عہد نبوی میں کچھ لوگ انتہائی بوڑھے ہوگئے اور صحیح الحواس نہ رہے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو اللہ نے یہ فیصلہ نازل فرمایا کہ حواس کی درستگی کے زمانے کا ثواب اس حالت (ارزل العمر) میں بدستور ملتا رہے گا اور یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ استثناء منقطع ہو یعنی یہاں اِلَّا کا معنی یہ ہے کہ انسان اگرچہ پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا تو کیا یہ بدحالی اس کے لیے بری صورت ہوگی تو اللہ نے اس استثناء سے واضح فرما دیا کہ اہل ایمان کا اجروثواب اس حالت پر ہرگز منقطع نہ ہوگا اور اس کی عاجزی و درماندگی میں بھی بحالت صحت جیسا اجروثواب لکھا جائے گا اور مومن کے لیے یہ انعام اس کے ایمان وعقیدہ کی وجہ سے ہے۔ صحیح بخاری میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا مرض العبد او سافر کتب الله تعالی له من الاجر مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما۔ جب کوئی مومن بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پر ہوتا ہے تو اللہ اس کے لیے ان اعمال کا وہی ثواب لکھنے کو فرماتا ہے جو اعمال وہ بحالت صحت واقامت کیا کرتا تھا۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝۷ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝۸

تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝۷ تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے۔

استفہام زجروانکار کے لیے ہے۔

والمراد بالدین الجزاء بعد البعث اور بِالدِّیْنِ سے مراد مرنے کے بعد جزاء وسزا ہے تو تقدیر اول پر معنی ہوں گے **ای فما یجعلک کاذبا بسبب الجزاء و انکاره بعد هذا الدلیل** یعنی اے انسان! تجھے کس چیز نے جھٹلانے والا بنا دیا کہ تو جزاوسزا کا قائل نہیں ہوتا اور قوی دلائل کے ہوتے ہوئے بھی انکار کرتا ہے حالانکہ تو بخوبی دیکھ اور جان رہا ہے کہ جس ذات برحق نے تجھے کمزور پیدا کیا پھر قوت وطاقت بخشی پھر عمر کے ساتھ ساتھ کمزور سے کمزور بنا دیا پھر تجھے موت دی تو کیا وہ یونہی تمہیں پھر سے زندہ کرنے اور جزاوسزا پر قدرت نہیں رکھتا، یقیناً رکھتا ہے تو پھر تجھے انکار وتکذیب کی کیا وجہ ہے۔ تو تجھے انسانی زندگی میں ان تغیرات کا انکار کیسے ہے اور جب تو انکار نہیں کرتا ہے تو حیات بعد الموت جو اسی نہج کی دلیل ہے اس کا کیونکر انکاری ہے اور اگر "ک" کو خطابیہ قرار دے کر مراد آپ ﷺ ہوں تو معنی یہ ہوں۔ **ای شیء ینسبک الی الکذب فی اخبارک بالجزاء** تو کون سی چیز آپ ﷺ کی خبروں کے بارے میں جو جزاوسزا سے متعلق ہیں آپ ﷺ کی سچائی پر دلالت نہیں کر رہی ہے یا کون سی بات ہے جو تمہیں جھوٹ سے منسوب کر رہی ہے۔ یا

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ ان دلائل قاہرہ کے سامنے اے محبوب! تمہاری صداقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

ای الیس الذی فعل ما ذکر باحکم الحاکمین صنعا و تدبیر احتی یتوھم عدم الاعادة والجزاء۔

یہ جملہ پچھلے کلام کی تاکید ہے یعنی کیا وہ ذات جس نے کیا جیسا کہ تذکرہ گزرا (انسان کو بنایا پھر اسے احسن تقویم کیا پھر اسے اسفل ترین بنایا وغیرہ) اور بنانے اور تدبیر کرنے میں سب سے بڑھ کر حاکم نہیں اور جب وہ ہی حاکم ہے تو تمہیں موت کے بعد زندگی اور جزاوسزا کے نہ ہونے کا یا اس پر انہیں قدرت نہ ہونے کا وہم کیوں ہوتا ہے۔ **و قیل الحکم بمعنی القضاء فھی وعید لکفار** ایک قول ہے "الحکم" **بمعنی قضاء** بمعنی فیصلہ کے ہیں تو اس میں کفار کے لیے وعید ہے کہ بلاشبہ وہ تمہارے (اے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمہیں جھٹلانے والوں (کفار) کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے پڑھنے پر کہنا چاہیے۔ **وانا علی ذلک من الشاھدین** اور بلاشبہ میں اس پر گواہ ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ کہے: **سبحانک بلٰی** اے اللہ! تو پاک ہے اور یقیناً سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔

الحمدللہ آج سورت التین پوری ہوئی

۲۵ مارچ ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۳ شوال المکرم ۱۴۱۵ ہجری

سورۃ العلق مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، انیس آیتیں، بانوے کلمات اور دو سو اسی حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ العلق-پ ۳۰

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾	پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾	آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا
اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾	پڑھو اور تمہارا رب سب سے بڑا کریم ہے
الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾	جس نے قلم سے لکھنا سکھایا
عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾	آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا
کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ﴿۶﴾	ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے
اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی ؕ﴿۷﴾	اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا
اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ؕ﴿۸﴾	بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے
اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ۙ﴿۹﴾	بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے
عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ؕ﴿۱۰﴾	ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے
اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰۤی ۙ﴿۱۱﴾	بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا
اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی ؕ﴿۱۲﴾	یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا
اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ؕ﴿۱۳﴾	بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا
اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ؕ﴿۱۴﴾	تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے
کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ ۬ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿ۙ۱۵﴾	ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے
نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿ۚ۱۶﴾	کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار
فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ﴿ۙ۱۷﴾	اب پکارے اپنی مجلس کو
سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ﴿ۙ۱۸﴾	ابھی ہم بھی اپنی مجلس کو بلاتے ہیں
کَلَّا ؕ لَا تُطِعۡہُ وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ ﴿۱۹﴾	ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ

حل لغات-سورۃ العلق-پ ۳۰

اِقۡرَاۡ-پڑھ بِاسۡمِ-ساتھ نام رَبِّکَ-اپنے رب کے الَّذِیۡ-جس نے

خَلَقَ۔ پیدا کیا	خَلَقَ۔ پیدا کیا	الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	مِنْ عَلَقٍ۔ خون کی پھٹکی سے
اِقْرَاْ۔ پڑھ	وَ۔ اور	رَبُّكَ۔ تیرا رب	الْاَكْرَمُ۔ بڑا سخی ہے
الَّذِیْ۔ جس نے	عَلَّمَ۔ سکھایا	بِالْقَلَمِ۔ قلم سے	عَلَّمَ۔ سکھایا
الْاِنْسَانَ۔ انسان کو	مَا۔ جو	لَمْ۔ نہ	یَعْلَمْ۔ جانتا تھا
كَلَّاۤ۔ ہاں ہاں	اِنَّ۔ بے شک	الْاِنْسَانَ۔ انسان	لَیَطْغٰۤی۔ سرکشی کرتا ہے
اَنْ۔ یہ کہ	رَّاٰ۔ دیکھا	هُ۔ اپنے کو	اسْتَغْنٰی۔ بے پروا
اِنَّ۔ بے شک	اِلٰی۔ طرف	رَبِّكَ۔ تیرے رب کی ہے	الرُّجْعٰی۔ لوٹنا
اَ۔ کیا	رَءَیْتَ۔ دیکھا تو نے	الَّذِیْ۔ اس کو جو	یَنْهٰی۔ روکتا ہے
عَبْدًا۔ بندے کو	اِذَا۔ جب	صَلّٰی۔ نماز پڑھتا ہے	اَ۔ کیا
رَءَیْتَ۔ دیکھا تو نے	اِنْ۔ اگر	كَانَ۔ ہوتا	عَلَی۔ اوپر
الْهُدٰۤی۔ ہدایت کے	اَوْ۔ یا	اَمَرَ۔ حکم دیتا	بِالتَّقْوٰی۔ پرہیزگاری کا
اَ۔ کیا	رَءَیْتَ۔ تو نے دیکھا	اِنْ۔ اگر	كَذَّبَ۔ جھٹلایا
وَ۔ اور	تَوَلّٰی۔ منہ پھیرا	اَ۔ کیا	لَمْ۔ نہ
یَعْلَمْ۔ جانا کہ	بِاَنَّ۔ بے شک	اللّٰهَ۔ اللہ	یَرٰی۔ دیکھتا ہے
كَلَّا۔ ہاں ہاں	لَئِنْ۔ اگر	لَّمْ۔ نہ	یَنْتَهِ۔ باز آیا
لَنَسْفَعًۢا۔ تو ضرور کھینچیں گے ہم	بِالنَّاصِیَةِ۔ پیشانی کے بالوں سے		نَاصِیَةٍ۔ پیشانی
كَاذِبَةٍ۔ جھوٹی	خَاطِئَةٍ۔ خطا کار	فَلْیَدْعُ۔ تو چاہیے بلالے	نَادِیَهٗ۔ اپنی مجلس کو
سَنَدْعُ۔ ابھی بلاتے ہیں ہم	الزَّبَانِیَةَ۔ سپاہیوں کو	كَلَّا۔ ہرگز نہیں	لَا۔ نہ
تُطِعْهُ۔ کہا مان اس کا	وَ۔ اور	اسْجُدْ۔ سجدہ کر	وَ۔ اور
اقْتَرِبْ۔ قریب ہو جا			

سورت العلق

سورت العلق کو سورت الاقرء بھی کہتے ہیں، یہ بلا خلاف مکیہ ہے البتہ اس کی آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قراء شام کے نزدیک اٹھارہ آیات ہیں جبکہ قراء حجاز کے نزدیک بیس آیات ہیں اور قراء کوفہ (عراق) کے نزدیک انیس آیات ہیں اور اسی پر اتفاق ہے۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک سورت العلق پہلی سورت ہے جو سب سے اول نازل ہوئی۔ طبرانی نے کبیر میں اپنی سند سے بشرط صحیح ابی رجاء العطاردی سے روایت کی ہے کہ ابو موسیٰ الاشعری ہمیں قرآن پڑھاتے تھے اور ہم ان کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے اور وہ دو سفید کپڑوں میں ہوتے تھے تو جب انہوں نے جب سورت الاقرء تلاوت کی تو فرمایا یہ وہ پہلی سورۂ مبارکہ ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ حاکم نے مستدرک میں، بیہقی نے دلائل میں بھی اسے حضرت عائشہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے اور مجاہد سے کثیر علماء نے روایت کی ہے انہوں نے کہا: اول ما نزل من القران اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ثم نٓ

Marfat.com

وَالْقَلَمِ قرآن حکیم میں سب سے اول جو سورت اتری وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ (سورت العلق) ہے پھر نٓ وَالْقَلَمِ نازل ہوئی۔ بخاری و مسلم نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا ای القران انزل اولا قال یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قرآن کی کون سی سورت سب سے پہلے اتری تو انہوں نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ سورتِ الاقرء پہلے اتری تو انہوں نے کہا میں تم سے وہی بیان کر رہا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا۔ بیہقی نے دلائل میں بطریق یونس بن بکیر عن یونس روایت کی ہے کہ سب سے اول سورت فاتحہ نازل ہوئی۔ حدیث بدء الوحی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور جسے بخاری نے نقل کیا ہے سب احادیث میں صحیح ترین ہے کہ اس میں بطریق صراحت پہلی وحی میں سورت الاقرء کی ابتدائی پانچ آیات اتریں، ان سب احادیث میں تطبیق اس طرح سے ہے:

(ا) سورت المدثر کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور اس کے اول ہونے کا مطلب یہی ہے کہ زمانہ فترتِ الوحی کے بعد جو سورت اولاً اتری وہ سورت المدثر ہی ہے اور اس سے متعلق روایات میں واضح ہے فحمی الوحی و تتابع تو پھر وحی گرم ہوگئی اور پیہم آنے لگی اور مفسرین متفق ہیں ای بعد فترة یعنی ایسا فترت کے بعد ہوا اور علماء نے اس امر کو بھی اختیار کیا ہے کہ فترۃ الوحی کے بعد جو مکمل سورت اتری وہ سورت المدثر ہی تھی جب کہ سورت الاقرء نزول میں بلاشبہ اول ہے لیکن پوری سورت نہ اتری بلکہ اس کی صرف پانچ ابتدائی آیات اتریں۔ اور اس کا اول ہونا بایں معنی بھی ہے کہ یہ سورت امر اور انذار کے ساتھ اولاً مخصوص ہوئی اور اس کا نزول متقدم سبب کے ساتھ ہوا۔ جبکہ سورت الاقرء میں اولیت واضح ہے۔

(ب) سورت الفاتحہ کا اول ہونا سورت الاقرء اور سورت المدثر کے بعد باقی قرآن سے اول نازل ہونا ہے اور دوسری احادیث کے پیش نظر اسی پر علماء کا اتفاق ہے یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی، ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں لیکن اس کا مکی ہونا زیادہ صحیح ہے اور یہ کہ یہ سورت الحجر سے قبل اتری۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ پر وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی اور آپ جو خواب دیکھتے جاء ت مثل فلق الصبح تو وہ صبح کے سپیدے کی طرح واضح ہو جاتا پھر آپ ﷺ کو تنہائی محبوب ہوگئی اور آپ غار حراء میں خلوت گزیں ہونے لگے یہاں تک کہ فرشتہ وحی نے غار حراء میں آ کر آپ سے کہا اِقْرَاْ (پڑھیے) تو آپ ﷺ نے فرمایا ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد میں پڑھنے والا نہیں تو اس نے (فرشتہ وحی) مجھے سینہ سے لگا کر بہت زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا اِقْرَاْ پھر آپ نے وہی جواب دیا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ...... سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک پڑھا۔ آپ ﷺ گھر واپس لوٹے کہ آپ کا قلب اطہر دھڑک رہا تھا اور جسم انور پر کپکپی طاری تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: زملونی زملونی مجھے کپڑا اڑھاؤ تو انہوں نے ایسا کیا پھر جب یہ حالت جاتی رہی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: لقد خشیت علی نفسی ہمیں تو اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا تو ام المومنین نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بخدا اللہ آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دے گا آپ عاجزوں کے کفیل غریبوں کے مددگار اور مہمان نواز اور مصیبت میں لوگوں کے ملجا و ماوی ہیں۔ امام قسطلانی کا قول ہے کہ وحی کے بعد لرزہ وغیرہ کی کیفیت اس وجہ سے تھی کہ آپ ﷺ پر مشغولیت بالحق کے علاوہ مخلوق کی طرف مشغولیت یعنی بار نبوت و رسالت کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا اور غار حراء میں آپ کے قیام کی مدت بروایت صحیحین ایک ماہ

Marfat.com

تھی میں کہتا ہوں اس پر قرآن مشیر ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اور یہ مہینا رمضان ہی کا تھا اور اس دوران میں آپ مخلوق سے منقطع ہو کر (تنہائی پسند ہو کر) متوجہ الی اللہ ہو گئے تھے اور مراقبہ فکری فرماتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی طریقہ عبادت نہ تھا کیونکہ آپ نبی امی تھے۔ وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر پر ہوا۔ سورت التین میں انسان کے اشرف المخلوق پیدا ہونے کا ذکر گزرا اور اس سورت میں انسان کا جمے ہوئے خون سے پیدا ہونے کا ذکر، گویا علت صوریہ ہے اور یہی مناسبت کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو- سورۃ العلق- پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اِقْرَاْ پڑھو۔

ای ما یوحی الیک من القرآن۔

یعنی پڑھو جو تمہاری طرف قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا۔ اِقْرَاْ امر ہے اور مفعول قرینہ مقام کے لحاظ سے مقدر ہے یعنی قرآن حکیم پڑھو۔

بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام سے۔

ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ باء زائدہ ہے اور بِاسْمِ رَبِّكَ مفعول ہو تو معنی یہ ہوں گے اذْكُرْ رَبَّكَ اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں: اقرء مبتدا او مفتحا باسم ربک ای قل بسم اللہ ثم اقرء یعنی پڑھو آغاز کرتے ہوئے یا شروع کرو اپنے پروردگار کے نام سے یعنی کہو اللہ کے نام سے پھر پڑھو، اس تقدیر پر قرأت کی ابتداء بسم اللہ کے ساتھ مستحب ہے۔ طیبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اِقْرَاْ میں قرأت کا حکم مطلق ہے اور کوئی فعل معین نہیں اور بِاسْمِ رَبِّكَ میں باء استعانت کی ہے اور یہ جملہ نبی اکرم ﷺ کے قول ما انا بقاری کے جواب میں ہے یعنی اپنے پروردگار کی مدد سے پڑھو۔ اور لفظ اسم زائد ہے۔ جیسے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ میں اسم زائد ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ ۝ جس نے پیدا کیا۔

ای الذی خلق کل شیء۔ یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا خَلَقَ صفت باری تعالیٰ ہے اَیْ خَالِقٌ یعنی پیدا کرنے والا اس سے قبل "ربک" لفظ آیا ہے اور خَلَقَ رب کی صفت ہے اور یہ مقتضی ہے مخلوقات کی تخلیق کا اور مطلب یہ ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ جس کی مخصوص صفت تخلیق و تکوین ہے اور وہ اس میں یگانہ و بے مثل ہے اور کسی دوسرے میں اس صفت کا ہونا ناممکن ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ آدمی کو بنایا۔

Marfat.com

انہ اشرف المخلوقات۔ یعنی آدمی کو بنایا جو ساری مخلوقات میں برگزیدہ ہے۔ زمخشری کا قول ہے کہ تخلیق انسان کا ذکر قرأت قرآن کے امر کے بعد آیا ہے جو بتلا رہا ہے کہ انہ تعالی خلقہ للقراء ۃ والدرایۃ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرأت ودرایت (پڑھنے، سمجھنے اور غور وفکر کرنے) کے لیے پیدا فرمایا اور سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے۔

اور محتمل ہے کہ الَّذِیۡ خَلَقَ کا مفعول محذوف ہو اور مراد یہ ہو اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا یعنی محمد ﷺ کو جو انسانیت کی جان ہیں اور ''الانسان الکامل'' ہیں کیونکہ رَبِّكَ کی ضمیر میں آپ ہی مخاطب ہیں کہ حدیث قدسی میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک و لما اظہرت الربوبیۃ اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات میں سے کچھ بھی پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنا پروردگار ہونا ظاہر کرتا۔ تو اس آیت سے واضح ہے کہ تخلیق کائنات کا باعث انسان ہی کی ذات ہے اور اس کی پیدائش گویا ساری کائنات ہی کی تخلیق ہے یا پھر اس آیت سے عظمت انسان کا اظہار ہے اگر مراد نبی اکرم ﷺ کی تخلیق ہو تو یہ آیت اس ممکن سوال کا جواب ہے کہ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خلق کہ کس چیز سے پیدا کیا۔

مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ خون کی پھٹک سے۔

ای دم جامد۔ یعنی جامد خون سے اللہ عزوجل نے احوال تخلیق کے ایک وسطی درجہ کی طرف اشارہ کر کے اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرمایا ہے کہ انسان تخلیق کے کن کن مراحل سے گزرا ہے، انسان مٹی سے بنایا گیا پھر اس کی خوراک کس طرح خون بنی پھر خون سے منی بنی پھر وہ رحم میں منتقل ہوئی اور پھر چالیس روز کے گزرنے پر مضغہ ہوئی پھر روح پھونکی گئی وغیرہ وغیرہ۔

اِقۡرَاۡ پڑھو۔

ای افعل ما امرت بہ تاکیداً للایجاب و تمھیدا لما یعقبہ من قولہ تعالی۔

یعنی بجا لاؤ جس کے ساتھ آپ کو حکم دیا گیا (پڑھو) یہ ایجاب کے لیے تاکیداً ہے اور اس کے لیے تمہید ہے (آغاز ہے) جو اس کے پیچھے ارشاد باری تعالیٰ میں سے ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اول جو اِقۡرَاۡ فرمایا وہ مطلق ہے (پڑھنے کے لیے) اور دوبارہ اِقۡرَاۡ یعنی قرأت کا حکم تبلیغ اور تعلیم امت کے لیے ہے یا پھر نماز میں قرآن حکیم کی قرأت کا حکم ہے۔

وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔

کریم بروزن فعیل صفت مشبہہ اور اکرم بروزن اَفۡعَلُ اسم تفضیل ہے اور صفات الٰہی کے لحاظ سے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ وہ ہی بالذات کریم ہے اور مخلوق پر کریم وغیرہ صفات کا اطلاق مجازاً ہے صفات الٰہیہ لامتناہی ہیں اور صفات مخلوق عطاء الٰہی سے ہیں اور عکسی اور متناہی ہیں وگرنہ اللہ کریم اپنی ذات وصفات میں بے نظیر و بے مثل یکتا و یگانہ ہے۔ اور کائنات میں اگر کسی وجود کو کریم کہیں خواہ وہ فرضی ہو یا واقعۃً اللہ عزوجل ہر کریم سے بڑھ کر کریم ہے اور اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ بے نیاز ہے اور قدرت کے باوجود معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت دراصل جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کے عذر کے جواب میں ہے جب کہ جبریل علیہ السلام نے ان سے کہا اِقۡرَاۡ (پڑھو) تو آپ ﷺ نے فرمایا ما انا بقارئ میں پڑھنے والا نہیں یا مطلب یہ ہے کہ کیا پڑھے ہوئے ہیں کہ پڑھتا تو وہ ہے جو لکھتا ہو اور پڑھتا ہو و انا امی اور

Marfat.com

ہم امی ہیں تو کہا گیا و ربک الذی امرک بالقراءۃ مفتحا و مبتدأ باسمه الاکرم اور تمہارا پروردگار جس نے تمہیں قرأت (پڑھنے) سے آغاز کرنے کا حکم دیا تو اس کے بابرکت نام سے پڑھو یعنی پڑھنے والے ہو جاؤ۔ بعض علماء نے کہا دوسری مرتبہ جو آپ ﷺ نے فرمایا ما انا بقاری تو اس میں ما بطور استفہام کے فرمایا کہ ہم کیا پڑھیں تو جوابًا یہ ارشاد ہوا۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

ای علم ما علم بواسطة القلم لا غیره تعالی فکما علم سبحانه القاری بواسطة الکتابة بالقلم یعلمک بدونها و حقیقة الکرم اعطاه ینبغی لا لغرض فهو صفة لایشارکه تعالی فی اطلاقها احد۔

یعنی علم جو اللہ نے صرف قلم (کتابت) کے واسطے سے سکھایا جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہر پڑھنے والے کو قلم کے ساتھ کتابت کے ذریعہ تعلیم دی تو اے محبوب کریم! وہ ذات کریم تمہیں اس کے بغیر ہی تعلیم دے گا (سکھائے گا) اور اس کی یہ عطا اس کے بڑے کرم کی حقیقت ہے جو کسی ذاتی غرض کے بغیر اس نے مہربانی فرمائی تو یہ کریم (الْاَکْرَمُ) ہونا اس کی ایسی صفت ہے جس میں علی الاطلاق اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ بالذات کریم ہے اور لامتناہی عظمتوں کا مالک ہے۔ اس سے کتابت کی فضیلت واضح ہے کہ اولین وآخرین کے جملہ علوم واحوال، اخبار واطلاعات اسی کے ذریعہ محفوظ ومنضبط ہوئے۔ اللہ عزوجل نے وَالْقَلَمِ کہہ کر قسم یاد فرمائی ہے مراد آلہ تحریر اور کتابت ہے جس کے فوائد بکثرت ہیں۔ مشہور مقولہ ہے **العلم صید و الکتابة قید**۔ علم کی مثال شکار کی طرح اور تحریر وکتابت گویا اس شکار کو قید کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ قلم کے ذریعہ سے تعلیم کا ذکر اس لیے فرمایا کہ تعلیم کے تمام طریقوں میں سے یہی طریقہ اول ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: **اول ما خلق الله القلم** اللہ نے سب سے اول قلم ہی کو پیدا فرمایا۔ (ترمذی)

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

بدل اشتمال من عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ای علمه و بدونه من الامور الکلیة والجزئیة والخفیه ما لم یخطر بباله۔ یہ جملہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ سے بدل ہے (یعنی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ خبر ہے) یعنی انسان کو قلم کے ساتھ تعلیم دی اور اس کے علاوہ بھی اسے ان تمام کلی اور جزوی، ظاہر وخفی امور وعلوم پر بھی اطلاع وخبر دی جس کا انسان کے دل پر خطرہ تک نہ گزرا تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد یہاں الْاِنْسَانَ سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو نہیں سکھایا مَا لَمْ یَعْلَمْ سے مراد جمیع **ما کان و ما یکون** کے علوم ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ اس پر مزید ہے وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا یعنی امور دین و احکام شرع اور علوم غیبیہ اور اسرار وحقائق کتاب وحکمت اور کائنات کے جملہ علوم وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ لوح محفوظ میں مکتوب علوم سارے اور اس کے علاوہ جو ان کے رب نے چاہا۔ اور لوح وقلم کا علم تو آپ ﷺ کے علوم کا بعض ہے۔

کَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ؕ﴿۸﴾

ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔

کَلَّاۤ ہاں ہاں

ردع لمن کفر من جنس الانسان بنعمة الله تعالی علیه بطغیانه و ان لم یذکر لدلالة الکلام علیه۔

Marfat.com

اس انسان (شخص) کے لیے تنبیہ اور باز داشت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے باوصف حد سے بڑھ کر اس سے سرکشی کرتا ہے اگرچہ شخص معین کا ذکر کلام میں نہیں مگر سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔

ای لیتجاوز والحد فی المعصیة واتباع ھوی النفس و یستکبر علی ربه عزوجل۔

یعنی انسان (مشرک و کافر) نافرمانی اور گناہوں میں حد سے بڑھتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور اپنے پروردگار عزوجل شانہ کے مقابل بڑائی وغرور کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایک قول ہے بعد میں کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری تھی اگرچہ الْاِنْسَانَ میں لام جنسی ہے جو نوع انسان کو شامل ہے لیکن بعض معین اشخاص بھی مراد ہیں تو اسی لیے کہا گیا ہے کہ مراد ابوجہل لعین ہے۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

ای یطغی لان رای نفسه مستغنیا۔ یعنی سرکشی کرتا ہے اس لیے کہ اپنے نفس کو غنی پاتا ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے ای لیرتفع عن ننزله الی منزلة فی اللباس و الطعام و غیرھما یعنی چونکہ ابوجہل کو مال و دولت میسر تھی اس لیے وہ خوراک و پوشاک اور سواری وغیرہ میں خود کو دوسروں سے ممتاز و برتر رکھتا تھا۔ لَيَطْغٰٓى میں ان مقدر ہے اور اَنْ رَّاٰهُ گویا اس کا بیان یا علت ہے کہ اس وجہ سے مغرور ہو گیا ہے اور سرکشی کرتا ہے کہ اس کو تونگری میسر ہے ایک قول ہے کہ مراد ہے ان رای نفسه مستغنیا عن ربه سبحانه بعشرته و امواله و قوته کہ اس نے اپنے کنبہ قبیلہ، مال و دولت اور قوت وشوکت کے پیش نظر خود کو اپنے پروردگار سے غنی (بے پروا) سمجھ لیا اور سرکشی کرنے لگا لیکن یہ قول صحیح نہیں کہ روایات میں وارد ہے کہ ابوجہل نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ کا گمان ہے کہ جو کوئی دولت مند ہے سرکشی کرتا ہے تو ہمارے لیے مکہ کے پہاڑ سونے اور چاندی کے کر دیجیے تو شاید ہم ان سے لیں اور سرکشی نہ کریں اور آپ کے دین کی پیروی کریں تو جبریل علیہ السلام اترے اور عرض کیا کہ اگر وہ ایسا چاہتا ہے تو ہم ایسا کیے دیتے ہیں پھر اگر وہ اور دوسرے لوگ ایمان نہ لائے تو ہم ان لوگوں کے ساتھ اسی طرح کریں گے جیسا کہ ہم نے اصحاب المائدہ کے ساتھ کیا تو آپ ﷺ نے خود کو ایسی دعا سے روک دیا۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ﴿۸﴾ بے شک تمہارے پروردگار ہی کی طرف پھرنا ہے۔

تھدید للطاغی و تحذیر له من عاقبة الطغیان والخطاب قیل للانسان۔

سرکش انسان (ابوجہل) کے لیے دھمکی ہے اور اسے اس کی سرکشی کے انجام سے ڈرانا اور خوف دلانا ہے اور ایک قول ہے کہ خطاب اس سرکش انسان سے ہے کہ بالآخر مرنے کے بعد تیری واپسی تیرے پروردگار ہی کی طرف ہوگی جو تجھے اس سرکشی پر عذاب کرے گا۔ رجعی بمعنی رجوع یعنی واپسی بشریٰ کے وزن پر مصدر ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾

بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب نماز پڑھے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب نماز پڑھے۔

اَرَءَيْتَ بھلا دیکھو نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے الَّذِيْ يَنْهٰى تو جو منع کرتا ہے۔ مراد ابوجہل لعین ہے۔ ابن عطیہ رحمہ

Marfat.com

اللہ کا قول ہے: ان العبد المصلی ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناھی و ھو اللعین ابو جھل۔
بے شک بندہ جو نماز پڑھتے سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور روکنے والے سے مراد ابوجہل لعین ہے عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی کا ذکر بصیغہ غائب ہے اور یَنۡھٰی مضارع ہے اور خطاب کا مقتضیٰ یہ تھا کہ یَنۡھٰکَ ہوتا لیکن اس کے بجائے عَبۡدًا ذکر فرمایا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے کمال عبودیت کا واضح اظہار ہے اور عبادت کمال عبودیت کا مقتضیٰ ہے اور یونہی روکنے والے شخص کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کا بھی واضح اظہار ہے۔ امام احمد، مسلم اور نسائی وغیرہم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل لعین نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر میں محمد ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھوں (معاذ اللہ) تو میں ان کی سخت توہین کروں گا۔
پھر وہ اس فاسد ارادے کی تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے دوران میں آیا اور جونہی آپ ﷺ کے قریب ہوا الٹے قدم اس طرح بھاگا کہ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے تھا گویا کسی سے بچنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کے جسم پر خوف سے لرزہ طاری تھا لوگوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے تو کہنے لگا میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آگ سے بھری ہوئی ایک خندق ہے اور خوفناک پرندے بازو پھیلائے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لو دنا منی لاختطفته الملائکة عضواً عضواً اگر وہ (ابوجہل لعین) میرے قریب ہو جاتا تو ضرور فرشتے اس کا انگ انگ توڑ ڈالتے اور اللہ عزوجل نے سورت کے آخر تک آیات نازل فرمائیں۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ؕ﴿۱۲﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾

بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔ یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔ بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ؕ﴿۱۲﴾ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔

و قیل الخطاب فی ارایت الثانیة للکافر و فی الثالثة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو عزوجل کالحاکم الذی حضر الخصمان یخاطب ھذا مرة والاخری۔
ایک قول ہے کہ دوسری مرتبہ اَرَءَيۡتَ میں خطاب کافر کو ہے اور تیسرے میں نبی اکرم ﷺ کو ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ بطور حاکم دونوں فریقوں کو جو مخاطب ہیں کبھی ایک کو خطاب فرماتا ہے اور کبھی دوسرے کو خطاب کرتا ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکرار اَرَءَيۡتَ انتہائی تعجب کے اظہار کے لیے ہے تو مطلب یوں ہے اے محبوب! بھلا دیکھو تو اگر (نماز سے روکنے والا ابوجہل لعین) ہدایت کے راستہ پر جاتا یا دوسروں کو نیکی پر پرہیزگاری کے لیے کہتا تو اس کے لیے کیا خوب تھا یعنی اس کے لیے اچھا ہوتا۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ان کان الناھی مکذبا بالحق متولیا عن الدین الصحیح الم یعلم بان اللہ تعالی یجازیه۔ یعنی اے محبوب! بھلا دیکھو تو اگر ابوجہل لعین حق کو یعنی آپ کو جھٹلاتا ہے اور سچے اور صحیح دین پر ایمان لانے سے روگردانی کرتا ہے تو

کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس کے بدلے سزا دے گا یعنی عذاب دے گا اور اس کا حال جب کیا ہوگا۔

اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰىؕ ﴿۱۴﴾ کیا نہ جانا اللہ دیکھ رہا ہے۔

استفہام انکاری بطور زجر و تہدید کے لیے ہے الم یعلم بمعنی قد علم یعنی یقیناً اسے معلوم ہے کہ اللہ اس (ابوجہل لعین) کے حال یعنی کرتوتوں سے آگاہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے اور دعوت حق سے روکتا ہے اور ایمان کو قبول نہیں کرتا اور اللہ عزوجل کو یہ بھی معلوم کہ اس کا رسول دعوت رشد و ہدایت دے رہا ہے تو اس کے علم کی رو سے ابوجہل کو اپنے کرتوتوں کی سزا لازماً ملے گی۔ اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ ﴿۱۶﴾ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۙ ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾

ہاں ہاں اگر باز نہ آیا۔ تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی جھوٹی خطا کار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ہاں ہاں اگر باز نہ آیا۔

كَلَّا۔ (ہاں ہاں) ردع للناھی اللعین و زجرله۔ ملعون روکنے والے (ابوجہل) کے لیے بازداشت اور اس کو خوف دلانے کے لیے زجر یعنی انتباہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔

لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ اگر باز نہ آیا ای واللہ لئن لم ینته عما ھو علیه۔ یعنی تو مجھے اپنی ذات کی قسم اگر وہ اس امر خیر کو روکنے، حق کو جھٹلانے اور ایمان سے روگردانی کرنے سے باز نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے سے نہ رکا۔

لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

ای لناخذن بناصية و لنسجننه بها الی النار یوم القیامة۔ یہ پچھلے جملہ میں شرط کی جزا ہے یا جواب قسم ہے یعنی ہم ضرور اس کو (ابوجہل لعین) اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اور قیامت کے روز اسے قیدی بنا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔

والسفع قال المبرد الجذب بشدة۔ اور المبرد کا قول ہے کہ سفع کے معنی زور سے پکڑنے یا کھینچنے کے ہیں قریش کی لغت میں سفع کے معنی بہت شدت سے پکڑنے کے ہیں والناصية شعر الجبهة اور نَاصِيَةٍ پیشانی کے اگلے بالوں کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق بالوں کی جگہ پر ہوتا ہے ایک قول ہے: المراد لنسجننه علی وجهه فی الدنیا یوم بدر و فیه بشارة بانه تعالی یمکس المسلمین من ناصية حتی یجروه ان لم ینته و قد فعل عزوجل۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ہم یوم بدر دنیا میں اس کو اس کی آنکھوں کے سامنے ضرور قیدی بنائیں گے اور اس میں خوشخبری ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ مسلمانوں کو اس کے خبیث چہرے سے نجات دے گا یہاں تک کہ وہ اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور بلاشبہ اللہ کریم عزوجل شانہ نے روز بدر ایسا ہی کر دکھایا۔ روایت میں ہے کہ جب سورۂ رحمٰن اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے اسے جو رؤسائے قریش کے سامنے پڑھے گا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پڑھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمزوری اور جسمانی حالت کے پیش نظر اجازت نہ دی یہاں تک کہ آپ نے ایسا

Marfat.com

تین مرتبہ فرمایا تو تینوں مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی بولے تو آپ نے اجازت دے دی تو وہ رؤسائے قریش کے سامنے آئے جو کعبہ معظمہ کے گرد جمع تھے تو آپ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی تو ابوجہل لعین کھڑا ہوا اور آپ کو (ابن مسعود) تھپڑ مارے اور ان کا کان پھاڑ دیا اور ان کو لہولہان کر دیا تو وہ واپس لوٹے اس حال میں کہ آنسوؤں سے ان کی آنکھیں ابلتی تھیں تو جبریل علیہ السلام مسکراتے ہوئے نازل ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا حال جبریل سے کہا تو انہوں نے کہا وہ جلد جان لے گا۔ پھر یوم بدر آپ ﷺ نے فرمایا مقتولوں میں ابوجہل کو ڈھونڈو تو اسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نڈھال چت پڑے دیکھا تو وہ اس کے سینے پر چڑھ گئے تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور انہیں (ابن مسعود) پہچان لیا تو بولا اے بکریوں کے چرانے والے! سردار کے سینے کو لتاڑتا ہے تو ابن مسعود نے کہا اسلام عزت دیتا ہے اور اس پر کسی کو عزت نہیں پھر اس کا سر کاٹ لیا اور فرمایا مجھے اس کے اٹھانے کی قدرت نہ ہوئی تو میں نے اس کے کان میں سوراخ کیا اور اس میں ڈوری ڈال دی اور اسے گھسیٹتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لایا تو جبریل علیہ السلام مسکراتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کان کا بدلہ کان سے ہوا اور سر زیادہ (مزید) ہے۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار۔

نَاصِيَةٍ بِالنَّاصِيَةِ سے بدل ہے اور اس کا بدل معرفہ سے جائز ہے اور نَاصِيَةٍ نکرہ ہے کیونکہ یہ اس کی صفت ہے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ یہ صفات پیشانی کی مجازاً ہیں اور مراد اس سے پیشانی والا شخص (ابوجہل لعین) ہے اور یہ ذکر مبالغہ کے لیے جس سے ظاہر ہے کہ وہ (لعین) بہت زیادہ جھوٹا اور انتہائی گناہ گار تھا اور اس کی مثال دوسری جگہ قول باری تعالیٰ ہے اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ کہ تمہاری جھوٹی زبانیں، تو زبان کا جھوٹا ہونا مجازاً ہے اور مراد وہ شخص ہے جو جھوٹی زبان والا ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ اب پکارے اپنی مجلس کو۔

ای فلیدع اهل نادیه۔ یعنی اب اپنے اہل مجلس کو پکارے النادی المجلس ینتدی فیه القوم ای یجتمعون للحدیث و یجمع علی اندیة۔ اور نادیہ سے مراد وہ مجلس یا جگہ ہے جس میں قوم کے لوگ جمع ہوتے ہیں یعنی بات چیت (گپ شپ) کے لیے اکٹھے ہوتے اور اس جگہ یا چوپال پر جمع ہوتے ہیں۔ مکہ میں دارالندوۃ ایسی ہی جگہ یا نشست گاہ تھی۔ ترمذی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابوجہل لعین نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے تو بولا کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے سختی سے جھڑک دیا تو لعین بولا تو مجھے دھمکاتا ہے اور میں اس وادی مکہ میں بڑے جتھے والا ہوں اور میری مجلس سے بڑی کوئی مجلس نہیں مجھے قسم ہے میں اس وادی کو تیرے خلاف گھڑ سواروں اور پیدل جوانوں سے بھر دوں گا تو یہ آیت اتری کہ اگر تمہیں اپنے قبیلے اور جتھے پر اتنا غرور ہے تو اسے بلالو۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ای ملائکة العذاب لیجروه الی النار۔

یعنی عذاب کے فرشتوں کو تاکہ اسے جہنم کی آگ کی طرف کھینچیں۔ زبانیة زبنی کی جمع ہے اخفش اور عیسیٰ بن عمر رحمہما اللہ کا قول ہے کہ زابن کی جمع ہے اور اہل عرب اس اسم کا اطلاق اس شخص پر کرتے تھے جو خوب سختی کے ساتھ جکڑے اور باندھے اور زبانیہ عذاب کے فرشتوں کا نام ہے یا جہنم کے سپاہی ہیں۔ مروی ہے من الله لو دعا نادیه لاخذته الزبانية عیاناً اگر

Marfat.com

وہ اپنے اہل مجلس (کنبے قبیلے) کو بلالیتا تو جہنم کے سپاہی (زبانیہ) اسے علی الاعلان اس کی آنکھوں کے سامنے پکڑ لیتے۔

كَلَّا ہاں ہاں

ردع لذلک اللعین۔ اس میں اس لعین کے لیے بازداشت ہے کہ وہ اپنے جتھے کو بلائے تو سہی ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے یعنی زبانیہ کو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیں گے۔ یا مراد ہے کہ اپنے اہل مجلس کو نہ پکار سکے گا۔

لَا تُطِعْهُ اس کی نہ سنو۔

ای دم علی ما انت علیه من معاصاته۔

یعنی کرتے رہو جس پر آپ ہیں اور اس کی رکاوٹوں بےہودگیوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ مطلب یہ ہے کہ لعین کی باتوں کی کچھ پروانہ فرمائیں اور نماز پڑھتے رہیے۔

وَاسْجُدْ اور سجدہ کرو۔

وواظب غیر مکترث به علی سجودک۔

اور بغیر رکے یا لعین کی باتوں کی کوئی پروانہ کرتے ہوئے اپنے سجدوں کو ہمیشہ ادا کرتے رہو یعنی نماز پڑھتے رہیے گویا یہ لَا تُطِعْهُ کی تاکید مزید ہے کہ سجدہ کیجئے اور روکنے والے کی کچھ نہ سنیں۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز ہی ہے کہ لَا تُطِعْهُ پر عطف ہے اور ناہی (لعین ابوجہل) نماز ہی سے روکتا تھا جیسا کہ سباق کلام میں گزرا الَّذِي يَنْهَىٰ ⑨ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ⑩۔

وَاقْتَرِبْ ⑲ اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

و تقرب بذاک الی ربک۔

اور نماز کے ذریعہ سے اپنے پروردگار حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: اقرب ما یکون العبد من ربه و هو ساجد فاکثروا الدعا بندہ بحالت سجدہ اپنے پروردگار سے بہت زیادہ قرب میں ہوتا ہے تو تم بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرو۔ اور صحیح میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے علیک بکثرة السجود فانه لا تسجد لله سجدة الا رفعک الله تعالیٰ بها درجة و حط عنک بها خطیئة۔

تم پر سجود کی کثرت لازم ہے بے شک جب تو اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس کے بدلے ایک درجہ بلند عطا فرماتا ہے اور تجھ سے اس کے بدلے گناہ کو مٹا دیتا ہے وَاسْجُدْ میں امر (حکم) سجدہ کے لیے ہے بلاشبہ جمہور کے نزدیک یہاں مراد نماز ہے کہ جزو بول کر کل مراد ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ اور اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ میں سجدہ مسنون بھی ہے اور ارکان نماز میں سجدے افضل ترین رکن ہیں اور عز بن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سجدہ میں دعا کا وجوب اس سے ثابت ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اِقْرَاْ پر خاص اپنی ذات کے لیے سجدہ کرتے تھے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں سجدہ واجب ہے اور امر وجوب کے لیے ہے اور آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے اور آپ ﷺ کا یہاں سجدہ فرمانا جیسا کہ اوپر گزرا اس بات کو مؤکد کرتا ہے۔

الحمدللہ آج سورت الاقرء پوری ہوئی

۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۱۵ ہجری

Marfat.com

سورۃ القدر مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، پانچ آیات، تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ القدر۔پ ۳۰

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ①	بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا
وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ②	اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر
لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ③	شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے
تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ④	اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے
سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ⑤	وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک

حل لغات۔سورۃ القدر۔پ ۳۰

اِنَّاۤ۔بے شک ہم نے	اَنۡزَلۡنٰهُ۔اتارا اس کو	فِیۡ۔بیچ	لَیۡلَةِ۔رات
الۡقَدۡرِ۔قدر والی کے	وَ۔اور	مَاۤ۔کیا	اَدۡرٰىكَ۔جانے تو
مَا۔کیا ہے	لَیۡلَةُ۔رات	الۡقَدۡرِ۔قدر والی	لَیۡلَةُ۔رات
الۡقَدۡرِ۔قدر والی	خَیۡرٌ۔بہتر ہے	مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ۔ہزار مہینے سے	
تَنَزَّلُ۔اترتے ہیں	الۡمَلٰٓئِكَةُ۔فرشتے	وَ۔اور	الرُّوۡحُ۔روح
فِیۡهَا۔اس میں	بِاِذۡنِ۔ساتھ اجازت	رَبِّهِمۡ۔اپنے رب کی	مِنۡ كُلِّ۔ہر
اَمۡرٍ۔کام کے لیے	سَلٰمٌ۔سلامتی ہے	هِیَ۔وہ	حَتّٰی۔حتیٰ کہ
مَطۡلَعِ۔طلوع ہو	الۡفَجۡرِ۔فجر		

سورت القدر

سورت القدر مکی ہے اس میں پانچ آیات ہیں ابوحیان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مدنی ہے اور واحدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مدینہ میں اول اترنے والی یہی صورت القدر ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مکی ہے اور بعض نے اسے مدنی کہا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ کی ایک روایت سے اس پر استدلال کیا ہے جو کہ غریب اور منکر ہے۔ابن جریر رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے تک پیہم راتوں کو صبح ہونے تک نمازیں پڑھیں اور صبح سے شام تک مصروف جہاد رہا اس پر اصحاب کو تعجب و رشک ہوا تو سورت القدر اتری۔امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا میں مرسلا روایت کیا ہے کہ امت محمدیہ کی عمریں قلیل تھیں اور دوسری امتوں کے برابر اعمال ان سے

Marfat.com

نہ ہو سکتے تھے کہ ان امتوں کی عمریں زیادہ تھیں تو اللہ نے اہل ایمان کی دلجوئی کے لیے شب قدر انعام فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ محمد بن نصر رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: **انها تعدل ربع القران** سورت القدر ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور اکثر شوافع کا قول ہے کہ وضو کے بعد اس سورت کی قرأت مسنون ہے اور بعض علماء کے نزدیک وضو کے بعد تین مرتبہ پڑھے۔ اور اس سورت کی مناسبت پچھلی سورت سے یہ ہے کہ اس میں قرأت قرآن کا حکم ہے اور اس میں گویا اس حکم کے لیے تعلیل ہے کہ قرآن عظیم کی تلاوت کرو کہ جو عظیم قدر و منزلت اور عظمت والا کلام ہے اور خطابی کا قول ہے کہ قول باری اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ میں قول باری بِاسْمِ رَبِّكَ کی طرف اشارہ ہے اور اسی وجہ سے پچھلی سورت سے متاخر ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ القدر۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اسے اتارا۔

الضمير عند الجمهور للقران۔

جمہور علماء مفسرین کے نزدیک اَنْزَلْنٰهُ کی ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور ضمیر غائب قرآن کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے اور نزول کی نسبت نازل کرنے والے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے اور بعض نے (ہٗ) ضمیر غائب سے مراد جبریل علیہ السلام لیے ہیں۔

فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ شب قدر میں۔

زہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس رات کی بزرگی اور عظمت وفضیلت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا کہ قدر کے معنی عزت وشرف کے ہیں اور اس سے واضح ہے کہ نزول قرآن کا وقت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ حسین بن فضل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ امور جو آئندہ سال ہونے میں مقدر ہو چکے اس رات میں ملائکہ علیہم السلام اور کارکنان قضاء وقدر کے سپرد کر دیے جاتے ہیں جبکہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایسا پندرہ شعبان کو (شب برأت) کو ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ شب برأت (پندرہ شعبان المعظم) کو تمام احکام کو تفویض کر دیا جاتا ہے بغوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس شب میں اللہ کے نزدیک نیک کاموں اور عبادات وطاعات کا ثواب بہت زیادہ ہے اور عند اللہ ان کی قدر وقیمت بھی بہت عظیم ہے۔ سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو لیلۃ المبارکہ (پندرہ شعبان) میں پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت العزت میں اتارا گیا تھا وہ شب قدر میں حضور اکرم ﷺ پر نجماً نجماً اتارا گیا یعنی قرآن کا نزول سابقہ کتب کی طرح یکبارگی پندرہ شعبان کو ہوا اور لیلۃ القدر میں ضرورت کے مطابق نزول کا آغاز ہوا۔ لیلۃ القدر کا تعین وتفصیل آگے ذکر ہوگی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر۔

لما فيه من الدلالة على ان علوها خارج عن دائرة دراية الخلق لا يعلم ذلك الا علام

Marfat.com

الغیوب۔ یعنی اس رات میں اس کی جو عظمت وفخامت شان پر دلالت کرتی ہے مخلوق کی درایت وعقل کے دائرہ سے بلند وبالا ہے اور عقل کی رسائی اس تک نہیں نہ اس کی عظمت کی کنہ کسی کو معلوم ہے اور نہ جانی جاسکتی ہے سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے جو جملہ غیوب کا دانا ہے۔ ایک قول ہے کہ دونوں جگہ "ما" استفہام انکاری ہے اور مقصود عظمت کا اظہار ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۳ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ شب قدر۔

لیلۃ القدر ماہ رمضان کے ساتھ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں تصریح ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ یہ مہینا رمضان کا وہ مہینا ہے جس میں قرآن حکیم اتارا گیا اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۱ اور بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا دونوں آیات سے واضح ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے بعض علماء کرام کا قول ہے۔ کہ شب قدر رمضان میں بھی ہوتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ لیکن یہ قول درست نہیں۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی رحمہم اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شھر رمضان تم لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان المعظم کی آخری تاریخ کو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا لوگو! تمہارے پاس ایسا باعظمت مہینا آرہا ہے اور یہ برکت والا مہینا ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس حدیث سے بھی لیلۃ القدر کا شہر رمضان سے خاص ہونا واضح ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ لیلۃ القدر کے تعین کے بارے میں تفصیل اقوال حسب ذیل ہے:

۱- بخاری ومسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر فرمایا مجھے فرشتہ نے بتایا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے تو جسے اعتکاف کرنا ہو وہ میرے ساتھ آخری عشرے میں اعتکاف کرے کہ مجھے وہ رات دکھائی گئی اور میں نے اسے پالیا تھا اور میں نے دیکھا کہ میں اس کی صبح پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔

۲- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لائے تو آپ کو دو شخص سامنے آتے ہوئے مل گئے پس آپ کو شب قدر کا تعین بھلایا گیا آپ نے فرمایا شاید اس میں تمہارے لیے بہتری ہے تو اب تم اس کو پچیسویں ستائیسویں اور انتیسویں رات میں تلاش کرو۔

۳- بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے خواب دیکھا کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے خوابوں کو آخری سات راتوں کے بارے میں متفق پاتا ہوں تو تم میں سے جو شب قدر کو تلاش کرے وہ انہی سات راتوں میں کرے۔

۴- امام احمد نے حضرت ابن عمر (علیہم الرضوان) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لیلۃ القدر کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔

۵- ابوداؤد رحمہ اللہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔

۶- بخاری و مسلم ترمذی رحمہم اللہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ تم شب قدر کو آخری عشرۂ رمضان کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

۷- ترمذی رحمہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ لیلۃ القدر کو باقی نو راتوں یا پانچ راتوں یا تین راتوں یا آخری شب میں تلاش کرو۔

۸- بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں نو راتوں یا باقی سات راتوں میں تلاش کرو۔

۹- امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ لیلۃ القدر کو چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

۱۰- امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآن آپ ﷺ پر چوبیس رمضان المبارک کو اترا جبکہ چھ راتیں باقی تھیں۔

۱۱- امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ شب قدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اگر کوئی ضعف و بیماری مجبور کرے تو آخری ہفتہ میں سستی نہ کرو۔

۱۲- مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی فرمایا ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے شب قدر خواب میں دیکھی اور بھلایا گیا اور میں نے اس شب خود کو پانی کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا پھر عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے تیئسویں رات کے بعد آپ ﷺ کو فجر کی نماز کے بعد دیکھا تو آپ کی پیشانی پر کیچڑ اور پانی کا نشان تھا اور اس شب بارش برسی تھی۔

روایات متعدد ہیں اور ان روایتوں کے نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شب قدر کا تعین کچھ اس طرح ہے:

ا: شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کے ساتھ خاص ہے جس کو تلاش کرنے کے لیے عبادات و طاعات میں مشغول ہونا ضروری ہے۔

ب: شب قدر آخری عشرہ کی کوئی طاق رات ہے۔

ج: یہ رات بدل بدل کر آتی رہتی ہے لیکن بالعموم ستائیس شب ہی ہوتی ہے کہ اس رات کے بارے میں احادیث بہت تواتر کے ساتھ ہیں۔

د: شب قدر کی تلاش علامتوں سے بھی ممکن ہے جیسا اس رات میں بارش کا برسنا اگلی صبح سورج کا روشنی کے ساتھ طلوع نہ ہونا۔ انوار کا جگمگانا، ہر چیز کا سجدہ کرتا نظر آنا وغیرہ۔ البتہ علامات کے بارے میں صلحاء امت کے مختلف اقوال ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ رات پرسکون ہوتی ہے اور عبادات میں خصوصی خضوع پیدا ہوتا ہے (شاید وہ رات کی برکت سے ہے یا عبادت گزاروں کے خلوص کے تحت) اور گریہ بھی طاری ہوتا ہے اور اس بندۂ مسکین کو جب بھی یہ نعمت ملی اسی حالت کے ساتھ ملی والحمد للہ ذلک و باللہ التوفیق۔ امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لاعلمی میں لیلۃ القدر میں قیام کرے اور نماز پڑھے اور وہ رات لیلۃ القدر ہو تو اس نے لیلۃ

Marfat.com

القدر کو پالیا اور اس کی مغفرت ہوئی۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو شخص ایمان و اخلاص کے ساتھ اس رات میں جاگا اور عبادت کی اللہ عزوجل اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے یا اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ یہ رات دعا کے لیے بھی خاص اجابت رکھتی ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا کہوں ارشاد فرمایا تم کہو: اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عني (بخاری)

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ ہزار مہینوں سے بہتر۔

ای باعتبار العبادة عند الاکثرین علی معنی ان العبادة فیها خیر من العبادة فی الف شهر و لا یعلم مقدار خیریتها منها الا هو سبحانه و تعالی۔

یعنی عبادت کے اعتبار سے جیسا کہ اکثر علماء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت دوسرے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور اس کی بہتری کی مقدار کا اس سے اندازہ یا علم نہیں ہو سکتا مگر ایسا اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ عبادات کس مرتبہ وفضیلت کی ہیں اور ان کی عظمت خیر کا کیا درجہ ہے۔ یہ لیلۃ القدر کی پہلی صفت یا فضیلت ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں۔

یہ جملہ لیلۃ القدر کی دوسری فضیلت کا بیان ہے یا پھر خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ کی علت ہے۔ اور جمہور کے نزدیک الرُّوْحُ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور یہاں ان کا ذکر بطور خاص ان کی عظمت وشرف کے اظہار کے لیے ہے اس کے ساتھ کہ وہ ذکر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ جب کہ ایک قول ہے کہ الرُّوْحُ ایک عظیم فرشتہ ہے جو زمین وآسمانوں کو نگل لے تو وہ اس کے لیے ایک لقمہ کے برابر ہو اور ''التیسیر'' میں اس کے اوصاف کا ایسا ذکر ہے جو عقل کو حیران کرنے والا ہے (کچھ تفصیل سورت النبا میں گزر چکی) کعب اور مقاتل رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ الرُّوْحُ فرشتوں کا ایک گروہ ہے جنہیں فرشتے بھی اس رات کے سوا نہیں دیکھتے وہ ان زاہدوں جیسے ہیں جنہیں بجز یوم العید اور یوم الجمعہ کے نہیں دیکھا جاتا۔ ایک قول ہے کہ الرُّوْحُ سے مراد فرشتوں پر نگہبان فرشتوں کا گروہ ہے جیسے ہم پر نگہبان فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو کھاتے پہنتے ہیں مگر نہ ہی فرشتے ہیں اور نہ ہی انسانوں میں سے ہیں اور اللہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے اور تیرے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے شاید وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد (الرُّوْحُ سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اس امت کے مطالعہ ومشاہدہ کے لیے اترتے ہیں اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کریں۔ ایک قول ہے کہ مراد اہل ایمان کی ارواح ہیں جو اپنے اہل خانہ کی زیارت کے لیے اترتے ہیں ایک قول ہے مراد رحمت ہے جو اس رات زمین پر اترتی ہے ایک قول ہے روح کے علاوہ فرشتے جو زمین کی طرف اترتے ہیں تاکہ مومنین کو سلام کہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر میں جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں تو جو شخص کھڑا یا بیٹھا ہوا ذکر خدا میں مشغول ہوتا ہے اس کے

Marfat.com

لیے دعائے رحمت فرماتے ہیں اور ایک روایت میں ہے اسے سلام کرتے ہیں اور اس کے لیے بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔

غنیۃ الطالبین جو قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کتاب ہے، میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ جبریل علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم فرماتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے ساکنوں (فرشتوں) کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں جن کی تعداد ستر ہزار ہوتی ہے جن کے پاس نور کے جھنڈے ہوتے ہیں پھر جب وہ زمین پر اتر پڑتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اپنے جھنڈے اور فرشتے (علیہم السلام) اپنے اپنے جھنڈوں کو چار مقامات پر نصب کرتے ہیں: کعبہ کے قریب، روضۃ النبی ﷺ کے پاس، مسجد بیت المقدس اور مسجد طور سیناء کے نزدیک، پھر جبریل علیہ السلام ان فرشتوں سے کہتے ہیں پھیل جاؤ تو وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی گھر، کوئی پتھر، کوئی مکان اور کوئی کشتی باقی نہیں رہتی کہ اس میں مومن مرد یا عورت ہو کہ اس میں ملائکہ علیہم السلام داخل نہ ہوں سوائے اس گھر کے جس میں کتا یا خنزیر یا شراب یا فعل حرام کا مرتکب جنبی یا بتوں کی تصاویر و مجسمے وغیرہ ہوں یعنی ان میں داخل نہیں ہوتے۔ تو وہ اللہ عزوجل کی تسبیح کہتے ہیں اس کی پاکی بولتے ہیں اور تہلیل کہتے ہیں (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ) کا ذکر کرتے ہیں اور امت محمد ﷺ کے لیے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ صبح چمکتی ہے پھر وہ آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں تو آسمان دنیا کے رہنے والے ان کا استقبال کرتے ہیں تو وہ ان فرشتوں سے کہتے ہیں کہ تم کہاں سے آ رہے ہو تو وہ کہتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ محمد ﷺ کے لیے وہ رات یعنی لیلۃ القدر تھی تو وہ ساکنانِ آسمان دنیا کہتے ہیں تو اللہ کریم نے امت محمدیہ کی حوائج اور ضرورتوں کے ساتھ کیسا فرمایا تو جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ نے ان کے نیکوکاروں کو بخش دیا اور ان کے گناہ گاروں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کر لی تو آسمان دنیا کے فرشتے بلند آوازوں سے جہانوں کے پروردگار کی تسبیح و تقدیس اور تعریف کرتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے اس امت کے لیے عطا فرمایا۔ اور یونہی سارے آسمانوں اور اہل جنت بھی دعا فرماتے ہیں۔ اور عرش بھی یونہی فرماتا ہے پھر حق سبحانہ وتعالیٰ اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ میرے نزدیک امت محمدیہ کے لیے بڑی رحمت و کرامت ہے اور وہ انعام ہیں جنہیں نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ اپنے رب کے حکم سے۔

یہ فرشتوں علیہم السلام کے اترنے سے متعلق ہے۔ ای بامرہ عزوجل یعنی جبریل اور فرشتے بحکم پروردگار اترتے ہیں یہ ان کے اترنے کے حکم کے بارے میں بطور تعظیم کے اظہار کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ جبریل اور فرشتے اہل زمین میں مومنین کے ساتھ کمال رغبت و محبت رکھتے ہیں اور ان کے پاس جانے کے مشتاق ہیں اور اس کی اجازت مانگتے ہیں تو اللہ کریم انہیں اجازت عطا فرماتا ہے۔ ایک قول ہے کہ جس طرح حجاج کرام زیارت مکۃ المکرمہ کے لیے جاتے ہیں تاکہ ثواب و طاعات کی کثرت کا حصول اور شعائر اللہ کی زیارت، یقین و ادراک کو برکت و تسکین ملے یونہی فرشتے لیلۃ القدر میں زمین میں اترتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے مومنین کے لیے زمین میں اپنی طاعات و عبادات میں مشغول ہونے کی فضیلت اس مقدس رات میں رکھی ہے اور آسمانوں میں رات ہوتی ہی نہیں تو فرشتوں کا نزول اہل ایمان کے مثوبات کی زیادتی و برکت کے لیے ہے اور فرشتوں کا نزول اس خیر و برکت کے ادراک و مشاہدہ کے لیے ہے۔

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ ہر کام کے لیے۔

Marfat.com

ای من اجل کل امر تعلق به التقدیر فی تلک السنة۔ یعنی جوحق سبحانہ وتعالیٰ نے اس سال کے لیے ہر اس کام کی غرض سے مقدر فرمایا۔

سَلٰمٌ وہ سلامتی ہے۔

سَلٰمٌ مصدر بمعنی سلامتی ہے یعنی وہ امر سلامتی ہے اور ہر خوف و پریشانی اور آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ امر سے مراد ثواب و برکت ہے۔ ایک اور قول ہے کہ امر سے مراد تسکین وطمانیت قلبی ہے۔

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ صبح چمکنے تک۔

هِيَ مبتدا ہے اور حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ خبر ہے اور سَلٰمٌ خبر مقدم ہے اور سَلٰمٌ کی تقدیم مفید حصر ہے تو معنی یہ ہوئے ای التسلیم کل اللیلة کہ لیلۃ القدر مکمل سلامتی اور بالکلیہ خیر ہی خیر ہے اور اس رات میں خرابی اور شر کو کوئی دخل ہی نہیں یعنی یہ رات شر وخرابی سے محفوظ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس شب میں شیطان کا کوئی حیلہ حربہ شر بپا نہیں کرسکتا اور یہ رات طلوع فجر تک سلامتی سے معمور ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے چونکہ لیلۃ القدر سلامتی ہے لہٰذا کوئی شر مقدر ہی نہیں ہوتا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے: الدعاء فی تلک اللیلة أحب من الصلوة۔ اس رات میں نماز کی نسبت دعا زیادہ پسندیدہ امر ہے پھر فرمایا تلاوت قرآن (خواہ مطلق ہو یا نوافل میں) کے بعد اگر دعا مانگے تو بہت ہی بہتر ہے اور نبی اکرم ﷺ ان راتوں میں خوب مجاہدہ فرماتے اور ترتیل کے ساتھ قرأت فرماتے اور آیات رحمت پر بن مانگے نہ گزرتے اور یونہی آیات رحمت پر مغفرت مانگتے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

وان اقف لیلة القدر فما اقول قال قولی اللهم انک عفو تحب العفو فا عف عنی و یجتهد فیها بانواع العبادات من صلوة و غیرها۔

اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو میں کیا کہوں ارشاد ہوا تم کہو: اے پروردگار! تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما اور اس میں نماز وغیرہ مختلف عبادتوں میں (ذکر وغیرہ) خوب کوشش کرو۔

الحمدللہ آج سورت القدر پوری ہوئی

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۵ ہجری بمطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء

سورۃ البینہ مدنیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، آٹھ آیات، چورانوے کلمات اور تین سو ننانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ البینہ۔پ ۳۰

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۝۱	کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے
رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۝۲	وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے
فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۝۳	ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں
وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۝۴	اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے
وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ۝۵	اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے
اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ۝۶	بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں
اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ۝۷	بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں
جَزَآؤُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ۝۸	ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے

حل لغات۔سورۃ البینہ۔پ ۳۰

لَمۡ۔نہیں	یَکُنِ۔ہیں	الَّذِیۡنَ۔وہ لوگ جو
کَفَرُوۡا۔کافر ہوئے	مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ۔اہل کتاب میں سے	وَ۔اور
الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔مشرک لوگ	مُنۡفَکِّیۡنَ۔باز آنے والے	حَتّٰی۔یہاں تک کہ
تَاۡتِیَہُمۡ۔آئے ان کے پاس	الۡبَیِّنَۃُ۔روشن دلیل	

Marfat.com

رَسُوْلٌ۔رسول	مِّنَ اللّٰهِ۔اللہ کی طرف سے	يَتْلُوْا۔پڑھتا ہے	صُحُفًا۔صحیفے
مُّطَهَّرَةً۔پاک	فِيْهَا۔ان میں	كُتُبٌ۔کتابیں ہیں	قَيِّمَةٌ۔قائم
وَ۔اور	مَا۔نہ	تَفَرَّقَ۔پھوٹ پڑی	الَّذِيْنَ۔ان میں
اُوْتُوا۔جو دیے گئے	الْكِتٰبَ۔کتاب	اِلَّا۔مگر	مِنْۢ بَعْدِ۔بعد
مَا۔اس کے جو	جَآءَتْهُمُ۔آئی ان کے پاس	الْبَيِّنَةُ۔روشن دلیل	وَ۔اور
مَآ۔نہیں	اُمِرُوْٓا۔حکم دیے گئے تھے	اِلَّا۔مگر	لِيَعْبُدُوا۔یہ کہ عبادت کریں
اللّٰهَ۔اللہ کی	مُخْلِصِيْنَ۔خالص کرنیوالے	لَهُ۔اس کے لیے	الدِّيْنَ۔دین
حُنَفَآءَ۔یک رخ ہو کر	وَ۔اور	يُقِيْمُوا۔قائم کریں	الصَّلٰوةَ۔نماز
وَ۔اور	يُؤْتُوا۔دیں	الزَّكٰوةَ۔زکوۃ	وَ۔اور
ذٰلِكَ۔یہ ہے	دِيْنُ۔دین	الْقَيِّمَةِ۔سیدھا	اِنَّ۔بے شک
الَّذِيْنَ۔وہ جو	كَفَرُوْا۔کافر ہوئے	مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔اہل کتاب سے	
وَ۔اور	الْمُشْرِكِيْنَ۔مشرک	فِيْ۔بیچ	نَارِ۔آگ
جَهَنَّمَ۔جہنم کے ہیں	خٰلِدِيْنَ۔ہمیشہ رہیں	فِيْهَا۔اس میں	اُولٰٓئِكَ۔یہی
هُمْ۔وہ ہیں	شَرُّ۔بدتر	الْبَرِيَّةِ۔مخلوق میں سے	اِنَّ۔بے شک
الَّذِيْنَ۔وہ جو	اٰمَنُوْا۔ایمان لائے	وَ۔اور	عَمِلُوا۔عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ۔اچھے	اُولٰٓئِكَ۔یہی	هُمْ۔وہ ہیں	خَيْرُ۔بہترین
الْبَرِيَّةِ۔مخلوق میں سے	جَزَآؤُ۔بدلہ	هُمْ۔ان کا	عِنْدَ۔نزدیک
رَبِّهِمْ۔ان کے رب کے	جَنّٰتُ۔باغ ہیں	عَدْنٍ۔بسنے کے	تَجْرِيْ۔چلتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا۔اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ۔نہریں	خٰلِدِيْنَ۔ہمیشہ رہیں	فِيْهَآ۔اس میں
اَبَدًا۔ہمیشہ تک	رَضِيَ۔خوش ہوا	اللّٰهُ۔اللہ	عَنْهُمْ۔ان سے
وَ۔اور	رَضُوْا۔وہ راضی ہوئے	عَنْهُ۔اس سے	ذٰلِكَ۔یہ
لِمَنْ۔اس کے لیے ہے جو	خَشِيَ۔ڈرا	رَبَّهُ۔اپنے رب سے	

سورت البیّنۃ

سورت البیّنۃ مدنی ہے ان میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کے نام سورت القیامہ، سورت البلیہ، سورت المنفکین، سورت لم یکن اور سورت البریہ بھی ہیں، بحر میں ہے کہ یہ سورت مکی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اور ابن الزبیر اور عطاء بن یسار رحمہما اللہ کا قول ہے کہ مدنی ہے۔ ابوصالح رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ مکی ہے اور یحیٰ بن سلام رحمہ اللہ نے اسے مختار مانا ہے۔ ابن الفرس کا قول ہے کہ مکی ہونا مشہور ہے اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے معتبر مانا ہے کہ یہ مدنیہ ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا

ہے جسے امام احمد اور طبرانی نے ابن خیثمہ البدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب سورت البینۃ اتری تو جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار آپ کو حکم فرماتا ہے کہ ابی بن کعب اس سورت کی تلاوت کریں تو رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ جبریل کہہ رہے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ سورت تلاوت کرو تو ابی نے کہا: کیا میرے رب نے میرا نام لے کر کہا ہے ارشاد ہوا، ہاں تو وہ بولے اچھا اور رو پڑے۔ اور آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس سورت کے فضائل میں ابوموسیٰ المدینی نے "المعرفة" میں اسماعیل بن ابی حکم سے بواسطہ سطر المدنی سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، بے شک حق سبحانہ و تعالیٰ اس سورت کی تلاوت کو (بطور خاص) سنتا ہے تو فرماتا ہے کہ میرے بندے (تلاوت کرنے والے) کو خوشخبری دے دو کہ مجھے اپنی عزت وعظمت کی قسم کہ میں اس سے دنیا اور آخرت کے احوال میں کسی حال کے بارے میں نہ پوچھوں گا اور تجھے بالضرور جنت میں متمکن کروں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت گویا تعلیل نزول قرآن ہے کہ ارشاد ہوا کہ کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک روشن دلیل ان کے پاس نہ آ جائے اور پچھلی سورت میں ارشاد ہوا بے شک ہم نے قرآن کو (روشن دلیل) لیلۃ القدر میں اتارا پھر اس سورت میں ارشاد ہے: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔ اور جو کچھ نازل ہونا تھا وہ تو بس یہی ہے تو اے اہل کتاب ومشرکین! تم دعوت قبول کیوں نہیں کرتے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ البینۃ۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔ وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے۔

ای الیهود و النصاری و عبدة الاوثان۔

یعنی یہود اور نصاریٰ (عیسائی) اور بت پرست، و ایراهم بذلک العنوان قیل لاعظام شناعة کفرهم و قیل للاشعار بعلة ما نسب الیهم من الوعد باتباع الحق فان مناط ذلک و جد انهم له فی کتابهم۔

اور اس عنوان (انداز) کے ساتھ انہیں خطاب کرنے سے مراد یاددہانی ہے اور ایک قول ہے کہ اس لیے کہ ان کے کفر کی بڑی برائی کی نشاندہی ہو اور کہا گیا ان نشانیوں کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے جو مراد علامت ان کی طرف منسوب تھیں جن میں سے ایک یہ کہ اس امر کا وعدہ تھا کہ وہ حق کا اتباع کریں اور اپنے دین کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئے جن کے تذکرے وہ اپنی کتابوں یعنی تورات زبور انجیل میں پاتے ہیں۔ اہل کتاب کا کفر تو یہ تھا کہ انہوں نے صفات

Marfat.com

الٰہیہ میں اور عقیدۂ توحید میں گڑبڑ کی تھی یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا تھا اور الوہیت میں شریک مانتے تھے یا شرک کے مرتکب ہوئے تھے اور مشرکوں کا حال بھی یہی تھا کہ وہ بت پرستی کے علاوہ فرشتوں علیہم السلام کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے اور یہی امور موجب کفر اور بدترین کفر و شرک تھے۔ امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں ''من'' حرف جار تبعیض پر دلالت کرتا ہے اور بیانیہ نہیں ہے کہ ان میں سے بعض نے اپنے نبی کے بعد بالکل کفر نہ کیا اور وہ عقائد حقہ پر تھے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بعض کا قول ہے کہ وہ (اہل کتاب) بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حق پر تھے اور تبیین بعثت سے پہلے ان سب کے کفر کی مقتضی ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے مراد اہل کتاب سے وہ یہود ہیں جو اطراف مدینہ میں آباد تھے جیسے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع اور بعض نے کہا کہ بعثت کے بعد ان کی حالت کا بیان ہے اور تبیین ان کے کفر کی مقتضی نہیں۔ لیکن ایک چیز پر سب متفق تھے اور وہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھی یعنی آنے والے رسول پر یہ سب متفق اور اس کے منتظر تھے اور ان کی کتابوں میں اس امر کا ذکر موجود تھا البتہ مشرکین یعنی بت پرست اس امر میں شریک نہ تھے لیکن انہوں نے بھی سن رکھا تھا اور اہل کتاب اسی حوالے سے ان پر اپنی برتری اور غلبہ کے دعوے کرتے تھے۔ مُنۡفَكِّيۡنَ کے معنی ہیں المفارقة یعنی یہ اہل کتاب اور مشرکین اپنا دین اور طریقہ چھوڑنے والے نہ تھے۔ مُنۡفَكِّيۡنَ، لَمۡ يَكُنِ کی خبر ہے اور خبر محذوف ہے اور مراد ہے کہ انہوں نے اتباع حق کا وعدہ کر رکھا تھا جب حق ظاہر ہو۔

حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ ① جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

یہ مُنۡفَكِّيۡنَ کے ساتھ متعلق ہے اور الۡبَيِّنَةُ صفت ہے بمعنی اسم فاعل ای المبین للحق یعنی حق کو واضح کرنے والا یعنی وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر ان کی کتاب میں موجود ہے اور جن کے وہ منتظر تھے اور جن کے توسل سے وہ کفار پر فتح مانگتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا واضح مفہوم یہ ہے کہ المبین اللحق سے مراد صاحب قرآن نبی امی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اہل کتاب بیٹوں کی پہچان سے بڑھ کر پہچانتے تھے اور ان کی علامتوں اور نشانیوں سے حد درجہ آگاہ تھے۔

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ وہ کون وہ اللہ کا رسول۔

الۡبَيِّنَةُ سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدا مقدر کی ای ھی رسول یعنی وہ رسول اور تنوین فخامت و عظمت کے اظہار کے لیے ہے والمراد به نبینا صلی اللہ علیه وسلم اور مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مِّنَ اللّٰهِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور مزید عظمت کے اظہار و تاکید کے لیے ہے۔ یعنی وہ رسول جو اللہ کی طرف سے آئے۔

يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔

یہ رَسُوۡلٌ کی دوسری صفت ہے یا پہلی صفت مِّنَ اللّٰهِ کا حال ہے یعنی وہ رسول امی ہونے کے باوصف صحیفے پڑھتا ہے۔ صُحُفًا مُّطَهَّرَةً سے مراد قرآن عظیم ہے اور مُّطَهَّرَةً صُحُفًا کی صفت ہے یعنی وہ صحیفے ایسے ہیں کہ شیطان اس میں نہ تو تصرف کی قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ پا سکتا ہے اور پاکوں کے سوا سے چھونے سے محفوظ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ۔ ایک قول ہے کہ بر تقدیر مضاف معنی یہ ہوں

Marfat.com

گے: ای مثل صحف کہ پچھلے صحیفوں کی طرح تلاوت کرتا ہے حالانکہ آپ امی تھے۔ اور آپ کی تلاوت قرآن پچھلی کتب کی مصدق ہے۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

والمراد بالكتب المكتوبات و بالقيمة المستقيمه واستقامتها نطقها بالحق۔

اور کُتُبٌ قَیِّمَةٌ سے مراد ان صحف مطہرہ میں سیدھی اور سچی باتیں ہیں جو حق وعدل کا بیان ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝

اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اس پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں۔

یہ جملہ حالیہ مفیدہ ہے جو اہل کتاب کے طرز عمل کی انتہائی قباحت وخرابی کو واضح کر رہا ہے اور امر سے مراد مطلق تکلیف ہے ای والحال انهم ما كلفوا فی كتابهم بما كلفوا به یعنی اور حالت یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب تورات وانجیل میں بھی اسی امر کی تکلیف دیے گئے تھے جس کا اس میں (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان کی شریعت میں خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا تھا اور شریعت محمدیہ ﷺ میں بھی یہی حکم ہے اور یہ امور مسلمہ ہیں تو اختلاف وتفرقہ اور انکار رسول کی کیا وجہ ہے۔

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

ای جاعلین دینهم خالصا له تعالی فلا یشرکون به عزوجل

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ اپنے دین (عقیدہ) کو قائم کریں اور اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور شرک ونفاق سے بچیں اور خالص اللہ کی بندگی کریں "الدِّينَ" مُخْلِصِينَ کے لیے مفعول ہے اور پورا جملہ لِيَعْبُدُوا اللَّهَ کا حال ہے۔

حُنَفَاءَ ایک طرف کے ہو کر۔

ای مائلین عن جمیع العقائد الزائغة الی الاسلام۔

یعنی تمام دینوں اور عقائد باطلہ وفاسدہ سے منہ موڑ کر خالص دین اسلام کا اتباع کریں۔ ابو قلابہ رحمہ اللہ سے حُنَفَاءَ کی تفسیر میں منقول ہے، ای بمومنین بجمیع الرسل علیهم السلام یعنی تمام رسولوں علیہم السلام پر ایمان رکھنے والے اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے: ای بمتبعین دین ابراهیم مراد دین ابراہیم کا اتباع کرنے والے ہیں اور ربیع مسعود رحمہ اللہ کا قول ہے: ای بمستقبلین القبلة بالصلوة یعنی نمازوں میں قبلہ کا استقبال کرنے والے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد ختنہ کرنے والے حرمت کے قائلین ہیں جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ان سے مراد حجاج ہیں۔ حنف

Marfat.com

کے معنی ہیں: المیل الی الاستقامة پوری قوت کے ساتھ مائل ہونا یا رغبت کاملہ رکھنا۔

وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

ای امرھم بھما فی کتابھم ان امرھم باتباع شریعتنا امرلھم بجمیع احکامھا

یعنی ان کو بھی (اہل کتاب) ان کی کتاب میں ان دونوں باتوں کا حکم دیا گیا تھا اور بے شک انہیں یہ حکم ہماری شریعت کے اتباع میں بھی اور دیگر احکام وغیرہ کے ساتھ بھی دیا گیا ہے یعنی بروقت نماز پڑھیں اور وقت پر زکوٰۃ ادا کریں۔

وَذٰلِكَ اور یہ

یہ اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کی بندگی کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی طرف اشارہ ہے۔

دِيْنُ الْقَيِّمَةِ سیدھا دین ہے۔

ای الکتب القیمه۔ یعنی پچھلی آسمانی کتب میں بھی سیدھا دین یہی بیان ہوا اور یہی حق اور سچا اور سیدھا راستہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو دین لائے ہیں گزشتہ انبیاء و رسل کا دین بھی وہی تھا اور دین کی اصل یہی امور ہیں جو تمام شرائع کا مرکزی نقطہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں۔

قیل بیان لحال الفریقین فی الآخرة بعد بیان حالھم فی الدنیا وذکر المشرکین لئلا یتوھم اختصاص الحکم باھل الکتب حسب اختصاص مشاھدة شواھد النبوة فی الکتب بھم فالمراد بھولاء الذین کفروا ھم المتقدمون فی صدر السورة۔

کہا گیا کہ یہ آخرت میں دونوں گروہوں کے حال کا بیان ہے اس حالت کے بیان کے بعد جو ان کا دنیا میں تھا اور مشرکوں کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ کہیں اس حکم کے اہل کتاب کے ساتھ خاص ہونے کا واہمہ پیدا نہ کرے جیسا کہ نبوت کے بارے میں جو شواہد ان کی کتاب میں تھے وہ اس کے مشاہدہ میں خصوصیت رکھتے تھے یعنی مشرکین کی نسبت بخوبی سنا تھا اور علم رکھتے تھے تو مراد یہاں وہ کفار ہیں یعنی کتابی اور مشرکین جن کا اس سورت کے شروع میں ذکر گزر را۔ اور بعض نے کہا یہ جملہ اسمیہ ہے اور یہ اِنَّ (حرف تحقیق) کا اسم ہے اور فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ اس کی خبر ہے اور جار سے متعلق مقدر بمعنی مستقبل کے ہے یا مجازاً یہ مطلب ہے کہ وہ اب بھی علی الاطلاق جہنم میں ہیں جو ان پر ان کے کفر و معصیت کے باعث ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کتابی کافر اور مشرکین جہنم کی آگ میں ہیں یا ہوں گے (آخرت میں)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

کہ یہ کفار کے حال کی خبر ہے اور دونوں گروہوں کے دخول نار کو مشترک ہے یعنی عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ دونوں

کے جہنم کے عذاب کی کیفیت وتفاوت کے منافی نہیں کہ اہل کتاب درکات جہنم کی ایک نوع عذاب میں ہوں گے اور یونہی مشرکین درک اسفل میں ہوں گے کہ ایک اعتبار سے مشرکین کا کفر اہل کتاب کے کفر سے بڑھ کر ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ اور ایک اعتبار سے اہل کتاب کا کفر مشرکین سے بڑھ کر ہے کہ مشرک اس علم اور شواہد نبوت سے آگاہ نہ تھے جو اہل کتاب کو ان کی کتابوں کے حوالے سے تھا اور یہ مقتضی تھا ان کے لیے عذاب شدید کا کہ وہ علم کے ہوتے ہوئے کافر تھے تو دونوں گروہوں کا عذاب ایک دوسرے کے مساوی نہیں بلکہ متفاوت اور ان کے حسب کفر ومعاصی ہے اور اسی کی وجہ سے وہ دوزخ کی آگ میں مطلقاً اور ہمیشہ رہیں گے۔

اُولٰٓئِكَ وہی

اشارہ ہے ای اولئک البعداء المذکورون یعنی مذکورہ اوصاف والے کتاب اور مشرک۔

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

ای الخلقية وقيل البشر والمراد قيل هم شر البرية اعمالا یعنی تمام مخلوق میں بدتر ہیں ورایک قول اور انسانوں میں بہت ہی برے ہیں اور ایک قول ہے کہ اعمال کے حوالے سے بدترین لوگ ہیں۔ ایک قول ہے شرھا مقاماً و مصيراً کہ مقام وٹھکانے کے لحاظ سے بری مخلوق ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان کفار سے مراد وہ مخصوص اقوام اور گروہ ہیں جو رسولوں کی تکذیب کرتے رہے اور کفر وسرکشی پر ڈٹے رہے بلکہ عام ہے کہ جو بھی قیام آخرت تک اس طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے وہی جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے بلکہ بہائم اور چوپائیوں سے بدتر ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ الْبَرِيَّةِ مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح پڑھا گیا ہے اہل عرب الْبَرِيَّةِ کو الذُّرِّيَّةِ کی طرح بولتے ہیں اور اہل مکہ البرية ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جن کے معنی الخليقة کے ہیں یعنی تمام مخلوق جس میں انسان جن فرشتے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اگر بدوں مہموز کے پڑھیں تو معنی ہوں گے "البشر المخلوقون من التراب" یعنی انسان جو مٹی سے پیدا ہوئے۔

فانه ظاهر في ان كفرهم قد زاد عند ذلك فقال جار الله كان الكفار من الفريقين يقولون قبل المبعث لاننفك عما نحن فيه من ديننا حتى يبعث الله تعالى النبي الموعود الذي هو مكتوب في التوراة والانجيل وهو محمد صلى الله عليه وسلم فحكى الله تعالى ما كانوا يقولونه ثم قال سبحنه وَمَا تَفَرَّقَ الخ۔

تو بے شک وہ ان سے ظاہر ہے کہ اس کا کفر اس کے ساتھ ہی بڑھ گیا تھا۔ علامہ جار اللہ زمخشری کہتے ہیں کہ کفار دونوں فریقوں میں سے تھے جو یہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کہتے تھے کہ ہم اپنے دین کو جس پر کہ ہم ہیں، نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ وہ نبی موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر تورات وانجیل میں لکھا ہوا موجود ہے اور وہ محمد ﷺ ہیں تو اللہ کریم نے اس کا بطور حکایت یا حجت اس کا ذکر فرمایا ہے جو وہ کہا کرتے تھے پھر ارشاد فرمایا اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لے آئے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب سبھی اس پر متفق تھے کہ ہم نبی موعود کی تشریف آوری پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب وہ تشریف فرما ہوئے تو اہل کتاب میں سے بعض ایمان لے آئے اور

Marfat.com

بعض کفر پر قائم رہے اور دوسری جگہ سورت البقرہ میں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کا کفر پر قائم رہنا حسد وعناد کی وجہ سے ہے وگرنہ بظاہر ان کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہ تھی اور آپ ﷺ کے اوصاف مذکورہ اس قدر واضح اور روشن تھے کہ انکار ان کا اپنی کتابوں سے کھلا مکابرہ تھا۔ اور یہی امر ان کی تعذیب کا سبب بنا۔ سورت المائدہ میں یہی مضمون زیر آیات یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ بالتفصیل گزر چکا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کیے وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

بیان لمحاسن احوال المومنین

یہ مومنین کے احوال کی اچھائی کا بیان ہے یعنی یہ لوگ ایمان اور اطاعت کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے مخلوق میں بہتر ہیں یہاں تک کہ ایمان والے متقی پرہیزگار لوگ ساری مخلوق یہاں تک کہ عام ملائکہ علیہم السلام سے بھی بہتر اور صاحب فضل و شرف ہوں گے اور خواص مومنین خواص ملائکہ سے افضل ہوں گے۔ اور انبیاء و رسل بشری رسل ملائکہ سے افضل ہوں گے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تم لوگ حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک حضرات ملائکہ علیہم السلام کی عظمت و منزلت پر تعجب کا اظہار کرتے ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے لمنزلة العبد المومن عندالله تعالى يوم القيامة اعظم من منزلة الملك واقرؤا ان شئتم اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ بندہ مومن کی عظمت و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں بروز قیامت فرشتوں کی منزلت سے بہت بڑی ہوگی اور اگر تم چاہو تو پڑھو یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ الخ۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا ''من اكرم الخلق على الله تعالى'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں بہتر (مکرم و معظم) کون ہے تو ارشاد فرمایا: عائشہ! تم یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ نہیں پڑھتیں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

جَزَآؤُهُمْ ان کا صلہ

اى جزاء الذين امنوا وعملوا الصلحت بمقابلة الكفار من اهل الكتب والمشركين

یعنی ان لوگوں کا صلہ جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری کی ان لوگوں کے مقابلے میں یعنی کتابی کفار و مشرکین کے مقابلہ میں جو نہ ہی ایمان لائے اور نہ ہی اطاعت گزاری کی۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

Marfat.com

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

عِنْدَ رَبِّهِمْ ظرف متعلق بجزاء ہے اور جَنّٰتُ عَدْنٍ خبر ہے یعنی یہ صلہ و جزا (ثواب) ان کے ایمان و طاعت کا بدلہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بطور انعام ہوگا اور جَنّٰتُ جَنَّةٌ کی جمع ہے اور عَدْنٍ، جَنّٰتُ کی صفت وحالت ہے عَدْنٍ کے معنی ہیں قیام یعنی رہائش رکھنے یا رہنے و بسنے کے لیے اور یہ بسنا عارضی نہ ہوگا بلکہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا سے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقید کردیا تاکہ کوئی وسوسہ وخطرہ ہی نہ رہے کہ یہ انعام کبھی ختم بھی ہوسکتا ہے اور تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ سے ان باغوں کے بسنے کی حالت اور حسن کا اظہار ہے اور جَنّٰتُ کی ایک صفت کا بیان ہے اور الْاَنْهٰرُ کی طرف تَجْرِيْ کی نسبت مجازی ہے۔ گویا یہ جزاء مومنین کی تفصیل وتوصیف اور بیان نعمت ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ ان سے راضی۔

نحوی لحاظ سے یہ نیا جملہ ہے (مستانفہ) اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے جو مومنین صالحین کی جزاء اعمال اور ان کی فضیلتوں اور ان پر اپنی نعمتوں کا جو ذکر فرمایا اس کے بارے میں مزید خبر ہے یا پھر جملہ بیانیہ اس شخص کے سوال کے جواب میں ہے جو کہے ''ألهم فوق ذلك امر آخر'' کیا ان لوگوں کے لیے کوئی دوسری جماعت اس سے بڑھ کر بھی ہے تو جواب ارشاد ہے اللہ ان سے راضی گویا یہ ان کی تکریم وتعظیم کی زیادتی کے اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جملہ ان کے پروردگار کی طرف سے دعا بطور نعمت اعلیٰ ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوگا اور ان پر اپنی رضامندی کا اعلان فرمائے گا تاکہ انہیں آئندہ ناراضگی کا خوف وخطرہ ہی نہ رہے۔ اور یہ نعمت رضا سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔

وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ اس سے راضی۔

وعلل رضاهم بانهم بلغوا من المطالب قاصيتها ومن المآرب ناصيتها وانسيح لهم ما لاعين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر

اور ان (مومنین) کے راضی ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ بلاشبہ اپنے معاملات وحساب اور اپنے مخلصانہ اعمال وافعال کے مطلوب ومقصود تک کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ان کے لیے وہ نعمتیں انعام ہوئیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔ ایک قول ہے کہ وہ اپنے رب کریم کے انعامات، اس کی مہربانیوں اور کرم وعطا اور اس فضل وشرف کے ملنے پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں گے کہ وہ اپنے رب کی ہر بات کو محبوب رکھتے ہوں گے۔ یعنی راضی برضا ہوں گے۔

ذٰلِكَ یہ

ای ما ذكر من الجزاء والرضوان

یعنی اس سے جو صلہ اور رضامندی وغیرہ کے بیان میں سنے گزرا۔

لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے۔

Marfat.com

فانّ الخشية ملاک السعادة الحقيقية والفوز بالمراتب العلية اذ لولاها لم تترک المناهی والمعاصی ولا استعد ليوم يوخذ فيه والاقدام والنواصی۔

تو بے شک اللہ کا خوف ہی دراصل حقیقی سعادت (نیک بختی ہے) اور اعلیٰ و بلند درجات تک پہنچانے والی کامیابی ہے اور نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ شریعت کے ممنوعات اور گناہوں کو مکمل طور پر نہ چھوڑے اور اس دن کے لیے تیاری نہ کرے جس روز میں لوگ سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔ اور اسی میں اشارہ ہے کہ مجرد ایمان اور اعمال صالحہ ہی سے درجات علیا اور رضوان رب تک رسائی حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول و وصول کا ذریعہ ہے وہ خشیت الٰہیہ کی دولت ہے اور خوف خدا کے بارے میں ہی رسائی کیونکر مل سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اللہ سے خشیت (ڈرنے والے) رکھنے والے بندے (لوگ) تو اہل علم ہی ہیں اور اس آیت میں ایسے علماء کے لیے بہت خوشخبری ہے اور علم کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل سے ڈرے اور کسی حال میں بے خوف نہ ہو اور ایسا جب ہی حاصل ہوتا ہے جب انوار علوم بندے کے قلب میں اتر جائیں اور وہ نافرمانیوں سے خود کو بچائے اور فکر آخرت میں مشغول ہو اور رغبت دنیوی سے بقدر ضرورت لے اور اللہ عزوجل کی رضاؤں کے حصول میں مستعد ہو۔ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے الرضا علی قدر قوة العلم والرسوخ فی المعرفة رضا بندے کی قوت علمی کے مطابق ہے اور اسی کے برابر (قدر) اس کی معرفت ربانیہ تک رسائی ہے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ ہے راس الحكمة مخافة الله حکمت کا مغز اللہ کا خوف ہے اور دانا وہی ہے جو اللہ عزوجل سے خوب ڈرے اور بے خوف و بے باک نہ ہو اور ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاخْشَوْنِيْ اور تم مجھی سے ڈرو۔ تو حق یہی ہے کہ بندے اس سے ڈریں اور جو ڈر گیا اور گناہوں سے نافرمانیوں سے باز رہا تو اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ وعدہ ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن) اور ایک جگہ ارشاد ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ (النازعات) اور خوف و خشیت کے اصول کے لیے ارشاد ہے: طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۳﴾ (طٰہٰ) تو تلاوت قرآن اور قرآن کے مطالب و معانی میں غور و فکر اس نعمت کا لامتناہی خزانہ ہے۔

الحمد للہ آج سورت البینہ پوری ہوئی

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الزلزال مدنیہ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، پینتیس کلمات اور ایک سو انتالیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الزلزال۔پ ۳۰

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۝١ — جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۝٢ — اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔

وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۝٣ — اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝٤ — اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ۝٥ — اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۙ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ۝٦ — اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ۝٧ — تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔

وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝٨ — اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

حل لغات۔سورۃ الزلزال۔پ ۳۰

اِذَا۔جب	زُلۡزِلَتِ۔کانپے گی	الۡاَرۡضُ۔زمین	زِلۡزَالَهَا۔اپنا کانپنا
وَ۔اور	اَخۡرَجَتِ۔نکالے گی	الۡاَرۡضُ۔زمین	اَثۡقَالَهَا۔اپنے بوجھ
وَ۔اور	قَالَ۔کہے گا	الۡاِنۡسَانُ۔انسان	مَا۔کیا ہے
لَهَا۔اس کو	یَوۡمَئِذٍ۔اس دن	تُحَدِّثُ۔بیان کرے گی	اَخۡبَارَ۔خبریں
هَا۔اپنی	بِاَنَّ۔اس لیے کہ	رَبَّكَ۔تیرے رب نے	اَوۡحٰى۔وحی کی
لَهَا۔اس کو	یَوۡمَئِذٍ۔اس دن	یَّصۡدُرُ۔نکلیں گے	النَّاسُ۔لوگ
اَشۡتَاتًا۔مختلف	لِّیُرَوۡا۔تاکہ دکھائے جائیں	اَعۡمَالَهُمۡ۔اپنے اعمال	فَمَنۡ۔تو جس نے
یَّعۡمَلۡ۔عمل کیا	مِثۡقَالَ۔برابر	ذَرَّةٍ۔ایک ذرہ کے	خَیۡرًا۔نیکی
یَّرَ۔دیکھے گا	هٗ۔اس کو	وَ۔اور	مَنۡ۔جس نے
یَّعۡمَلۡ۔عمل کیا	مِثۡقَالَ۔برابر	ذَرَّةٍ۔ایک ذرہ کے	شَرًّا۔برائی
یَّرَ۔دیکھ لے گا	هٗ۔اس کو		

سورت الزلزال

سورت الزلزال مدنی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں۔ ابن عباس، مجاہد اور عطاء علیہم الرضوان کے قول کے مطابق مکیہ ہے جب کہ مقاتل اور قتادہ کے مطابق مدنیہ ہے اور الاتقان میں سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اس کے مدنی ہونے پر استدلال کیا ہے جو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا جب سورت الزلزال اتری جس میں ارشاد باری عزوجل ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الخ تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اپنے اعمال کو ضرور دیکھوں گا ارشاد فرمایا ہاں میں نے کہا وہ بڑے سے بڑے کام بھی، فرمایا ہاں میں نے کہا چھوٹے سے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا پھر تو میری ماں نے مجھے کھو دیا ارشاد فرمایا، اے ابا سعید! تمہیں خوشخبری ہو کہ نیکیاں دس گنا ہوں گی اور ابوسعید نہیں تھے مگر مدینہ میں اور غزوۂ احد کے بعد مسلمان ہوئے۔ ترمذی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ سورت الزلزال نصف قرآن کے برابر ہے اور ترمذی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورت الزلزال چوتھائی قرآن ہے۔ اور اس سورت کا پچھلی سورت سے تعلق یوں ہے کہ احکام قرآنی دو صورتوں میں منقسم ہیں: احکام دنیا اور احکام آخرت، اور یہ سورت احکام آخرت کو اجمالی طور پر مشتمل ہے اور اس میں قیامت جو دل ہلانے والی ہوگی، کے ذکر کے ساتھ زمین کے بوجھوں کے نکلنے اور خبروں کے بتانے کا تذکرہ ہے اور جو کچھ آخر میں ہے وہ یہ ہے کہ ایمان بالبعث کی تقریر ہے جو چوتھائی ایمان ہے، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے جسے ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ چار باتوں کی گواہی نہ دے:

(۱) توحید و رسالت پر ایمان

(۲) موت پر ایمان

(۳) اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان

(۴) اور تقدیر پر ایمان

اور اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی۔ نیز پچھلی سورت میں اللہ کریم نے مومنوں اور کفار یعنی دونوں گروہوں کے صلہ کا ذکر فرمایا تو گویا یہ سوال ابھرتا تھا کہ وہ صلہ کب ملے گا اور اس کا وقت کون سا ہوگا تو اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔ جو باہمی مناسبت کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ الزلزال۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳

جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ جب زمین تھرتھرا دی جائے۔

ای حرکت تحریکا عنیفا متدارکا متکررا

یعنی جب زمین کو ایسی حرکت دی جائے گی جو سختی کے ساتھ ہلائے گی قریب سے پیچھا کرنے والی ہوگی اور بار بار حرکت

Marfat.com

کرے گی۔

زِلْزَالَهَا جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

ای الزلزال المخصوص بها الذی تقتضیه بحسب المشیة الالٰهیة المبنیة علی الحکم البالغة وهو الزلزال الشدید الذی لیس بعده زلزال فکان ماسواه لیس زلزالا بالنسبة الیه او زلزالها العجیب الذی لا یقادر قدره۔

یعنی اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو مشیت الٰہی کے مطابق اس کی حالت کا مقتضی ہوگا اور جو اللہ کریم کی حکمت بالغہ پر مبنی ہو گا اور وہ ایسا شدید زلزلہ ہوگا کہ اس کے بعد کوئی زلزلہ نہ ہوگا تو جو کچھ اس کے علاوہ ہوگا تو وہ اس زلزلہ کی طرف منسوب زلزلہ (ہلنا) نہ ہوگا یا پھر اس کا (زمین کا) تھرتھرانا ایسا عجیب ہوگا جس کی ہیبت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کا تھرتھرانا اور ہلنا جس قدر ممکن و مقرر ہے اس کی تھرتھراہٹ اسی قدر ہوگی اور یہ سلسلہ اس قدر ہولناک و ہیبت ناک ہوگا کہ زمین پر کوئی درخت کوئی عمارت کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ زلزلہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا جب کہ لوگ قبروں سے اٹھ چکے ہوں گے اور بعض علماء کا قول ہے جیسے ابن عربی رحمہ اللہ کہ یہ زلزلہ نفخۂ اولیٰ کے قریب یا پہلے ہوگا۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔

فقد قال ابن عباس ای موتاها تو ابن عباس کا قول ہے کہ زمین اپنے مردے باہر ڈال دے گی۔ نقاش، الزجاج اور منذر بن سعید علیہم الرضوان کا قول ہے ای کنوزها و موتاها مراد ہے زمین اپنے اندر کے خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی۔ یہ خزانے وہ نہیں ہوں گے جو دجال لعین کے زمانہ میں زمین نکالے گی۔ اور اس قول کے مطابق یہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا۔ اثقال ثقل کی جمع ہے اور قاموس میں اس کے معنی متاع المسافر و کل نفیس مصون یعنی مسافر کا سامان (بوجھ) اور ہر قیمتی دھات یا پھر مراد خزانے ہیں اور ایک قول ہے ثِقل (کسرہ کے ساتھ) اثقال کا واحد ہے جس کے معنی ہیں حمل البطن پیٹ کا بوجھ یا خفیہ یا چھپا ہوا بوجھ۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ اور آدمی کہے گا اسے کیا ہوا۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ ای کل فرد من افراد الانسان لما یبهرهم من الطامة ویدهمهم من الداهیة العامة اور تمام انسانوں میں سے ہر شخص کہے گا جب انہیں یہ مکمل مصیبت غمگین بنا دے گی اور یہ عام آفت و بلا اچانک آ کر انہیں پریشان کر دے گی۔ مَا لَهَا ای نزلزلت هذه المرتبة من الزلزال وأخرجت ما فیها من الاثقال ما لما شاهدوه من الامر الهائل وقد سیرت الجبال فی الجو وصیرت هباء وذهب غیر واحد الی ان المراد بالانسان الکافر غیر المؤمن بالبعث والاظهر هو الاول علی ان المومن یقول ذلک لطریق الاستعظام والکافر بطریق التعجب۔

یعنی اس دفعہ زمین کو کیا ہو گیا اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا سب باہر نکال پھینکا اور اس چیز کی عظمت و ہیبت کے پیش نظر جس کا وہ واقع ہونے والے عظیم امر کے مشاہدہ پر کرے گی کہ پہاڑ فضا میں غبار ہو کر (اڑنے) لگے ہیں اور

Marfat.com

اکثر علماء کا کہنا ہے کہ الْاِنْسَانُ سے مراد کافر ہیں جو مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے اور جو بات ظاہر ہے وہ پہلی ہی ہے جس کا تذکرہ گزرا یعنی سب لوگ کہیں گے البتہ اہل ایمان کا کہنا بطریق ایمان اور عظمت واقعہ ہوگا (کہ پیغمبروں نے جو وعدۂ الٰہی بیان کیا تھا وہ حق اور سچ ہے اور آج کا دن وہی ہے) اور کفار بطور تعجب کہیں گے کہ انہیں حیات بعد الموت کا یقین ہی نہ تھا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝

اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

يَوْمَئِذٍ اس دن

بدل من اذا یہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ سے بدل ہے یعنی اس روز جب زمین تھرتھرا دی جائے۔

تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ وہ اپنی خبریں بتائے گی۔

ای الارض یعنی زمین۔ تحدث الخلق ما عندها من الاخبار و ذلک بان تخليق الله فيها حياة وداكاو تتكلم حقيقة فتشهد بما عمل عليها من طاعة او معصية وهو قول ابن مسعود و الثوری وغیرهما۔ مخلوق سے وہ خبریں بیان کرے گی جو زمین کے پاس ہیں اور وہ یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کھلی زندگی اور سمجھ پیدا کرے گا اور وہ حقیقت میں کلام کرے گی پھر جو کام بھی اس پر نیکی یا گناہ کا ہوا ہوگا اس کی شہادت دے گی اور یہ قول ابن مسعود اور سفیان ثوری اور دیگر علماء رحمہم اللہ سے منقول ہے اور اس کی تائید حدیث حسن الصحیح القریب سے ہوتی ہے جسے امام احمد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر آزاد و غلام مرد و عورت کے بارے میں گواہی دے گی ان کاموں کی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کیے ہوں گے اور کہے گی: عمل یوم کذا و کذا فهذه اخبارها فلاں دن تو نے فلاں کام کیے اور فلاں دن یہ کیا تو یہ اس کی خبریں ہوں گی جو بتائے گی۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

باء سببیہ ہے ای تحدث بسبب ایحاء ربک لها و امره سبحانهٗ ایاها بالتحدیث

یعنی زمین کا خبریں بتانا اللہ کی طرف سے اسے وحی کے سبب ہوگا اور اسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے بیان کرنے کا حکم فرمایا ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ یہ انسان کے سوال وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا کے جواب کے طور پر ہے کہ زمین کہے گی میرے لیے اللہ کا حکم یوں ہی ہے کہ اپنی خبریں بیان کروں اور ان اعمال خیر و شر کی اطلاع دوں جو مجھ پر کیے گئے۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ اس دن

ای یوم اذا ذکر یعنی اس دن جس کا ذکر گزرا یعنی بروز حشر

يَّصْدُرُ النَّاسُ لوگ پھریں گے (اپنی رب کی طرف)

یخرجون من قبورهم بعد ان دفنوا فیها الی موقف الحساب

یعنی اس روز لوگ اپنی قبروں سے جن میں وہ دفن کیے گئے تھے، نکالے جائیں گے اور پیشی کے بعد موقف حساب سے لوٹیں گے۔

اَشْتَاتًا کئی راہ ہوکر

ای متفرقین بحسب طبقاتهم بیض الوجوه آمنین وسود الوجوه فزعین وراکبین وماشین ومقیدین بالسلاسل وغیر مقیدین وعن بعض السلف متفرقین الی سعید واسعد وشقی واشقی وقیل الی مومن و کافر و عن ابن عباس اهل الایمان علی حدة واهل کل دین علی حدة وقال الله يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ۔

یعنی اپنے طبقات کے موافق الگ الگ لوٹیں گے، دمکتے سفید چہروں والے امان کے ساتھ اور سیاہ چہروں والے بدحال روتے اور سواریوں پر سوار اور پیدل چلتے اور زنجیروں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قیدی اور بغیر قید کی حالت کے اور بعض علماء سلف سے منقول ہے کہ جدا جدا لوٹیں گے سعادت منداور بہت زیادہ سعادت منداور بد بخت اور انتہائی بد بخت اور ایک قول ہے کہ مومن مومنوں کی طرف اور کفار کفار کی طرف لوٹیں گے اور ابن عباس کا قول ہے کہ اہل ایمان ایک روک تک اور تمام ادیان کے، ماننے والے ایک روک تک متفرق لوٹیں گے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس دن متفرق لوٹیں گے۔ ایک قول ہے کہ کوئی داہنی طرف (پیشی کے بعد موقف حساب سے) ہوکر جنت کی طرف جائیں گے اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر دوزخ کی طرف جائیں گے۔

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

ای لیبصروا جزاء اعمالهم خیرا کان او شرا فالرؤیة بصریة

تاکہ اپنے اعمال خواہ نیک ہوں یا بد کا صلہ و بدلہ دیکھ لیں اور یہ دیکھنا آنکھوں سے دیکھنا ہوگا۔ نقاش کا قول ہے:

الصدور مقابل الورود فیردون المحشر ویصدرون منه متفرقین فقوم الی الجنة وقوم الی النار لیروا جزاء اعمالهم من الجنة والنار۔ الصدور (پھرنا، لوٹنا) الورود (آنا، پہنچنا کسی جگہ پر) کے مقابل ہے تو وہ محشر کی طرف لوٹیں گے اور وہ اس دن الگ الگ ہوکر پھریں گے تو ایک قوم جنت کی طرف اور ایک قوم دوزخ کی طرف پھرے گی تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ وصلہ جنت یا دوزخ کے اندر دیکھ لیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔

تفصیل لِّيُرَوْا۔ یہ لِّيُرَوْا کی تفصیل ہے یعنی جو اعمال دکھائے جائیں گے ان کے دیکھنے کی صورت وکیفیت تفصیلاً کیا ہوگی والذرة نملة صغیرة اور ذرہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں وهی علم فی القلة اور مراد کم سے کم وزن ہے خواہ چیونٹی

Marfat.com

سے بھی کم ہو وقیل الذرما یری فی شعاع الشمس من الهباء اور ایک قول ہے کہ ذرہ وہ ہوتا ہے جو غبار وغیرہ میں سے سورج کی شعاع (روشنی) میں دکھائی دیتا ہے۔ اور ہناد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ خاک (مٹی) میں ڈالا پھر اسے اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری اور فرمایا اس میں سے ہر ایک ذرہ بھر ہے اور مِثْقَالَ بمعنی وزن ہے یعنی ذرہ بھر وزن۔ یعنی اگر اتنی مقدار بھر نیکی و بھلائی کی ہوگی تو اسے دیکھ لے گا وہ اس کے سامنے آجائیں گی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت مومنوں کے حق میں ہے کہ مومن اپنی برائیوں کی جزاء دنیا میں ہی دیکھ لے گا اور اس کی نیکیوں کی جزاء آخرت میں دیکھے گا اور آخرت میں اس پر گناہوں کا بار نہ ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت میں مومنوں کے لیے ترغیب ہے کہ معمولی سے معمولی نیکی بھی نفع دے گی۔ صحیح مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی نیکی (خیر کے کام) کو بھی حقیر نہ جانو خواہ اسی قدر ہو کہ تم اپنے مومن بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ بغوی، ابن المنذر نے محمد بن کعب القرظی علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے ذرہ بھر نیکی کی اور وہ کافر تھا تو وہ اس نیکی کا ثواب دنیا میں اپنے نفس اہل و مال وغیرہ میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خیر نہ ہوگی اور نہ ہی اچھا بدلہ اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا اور وہ مومن ہوگا تو وہ دنیا میں اپنے نفس اور اپنے اہل و مال میں اس کی سزا دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خرابی نہ ہوگی۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کلمہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان یا خیر ہوگی وہ دوزخ میں نہ رہے گا یعنی جنت میں داخل ہوگا۔ کفار کی سب نیکیاں کالعدم اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ کوئی نیکی نہ دیکھیں گے کیونکہ اس آیت کے حکم میں کفار شامل نہیں اور وہ اپنے کفر و شرک اور بداعمالیوں کی سزا پائیں گے جمہور کے نزدیک یہی درست ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

یہ بھی لِّيُرَوْا کی تفصیل ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ آیت کفار کے حق میں ہے کہ وہ اپنی ذرہ بھر برائی بھی دکھائے جائیں گے، رہیں ان کی اچھائیاں تو جیسے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کفار کے سب اعمال اکارت ہیں اور اس پر اچھائی کا اطلاق ہی درست نہیں بلکہ بعض نے کہا کہ کفار کے کسی کام کو خواہ اچھا ہی ہو کفر و شرک کے باعث وہ کالعدم ہو گیا گویا اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں، بعض نے کہا کہ انہیں اچھے کاموں کا بدلہ دنیا میں ہی مل جائے گا اور آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کفر و شرک جیسے بڑے گناہ کے ہوتے ہوئے اس معمولی خیر و اچھائی کا کوئی فائدہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اچھائی ایمان کے بغیر نفع ہی نہیں دیتی۔ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ الخ اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا دن بھر کی ساری کمائی سے کچھ ہاتھ نہ لگا یہی ہے دور کی گمراہی۔ اس کے علاوہ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ آیت گناہ گار مومنوں کو بھی شامل ہے کہ اگر انہیں یعنی مومنوں کو گناہوں کی معافی نہ ملی تو وہ بھی اپنی برائیوں کے بدلے سزا پائیں گے۔ باقی یہ اللہ عزوجل کی مشیت ہے چاہے بدوں توبہ بخش دے یا توبہ کے ساتھ بخش دے، جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے معاف کر دے اور وہ چاہے تو چھوٹے بڑے گناہ بھی بخش دے اور یہ مومنوں پر اس کا فضل ہے اور ہوگا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ

Marfat.com

مومن گناہوں کے ضرر سے محفوظ نہیں اور نہ ہی اسے بے خوف ہونا چاہیے۔ اور یہ عقیدہ فاجعہ، مرجئہ فرقہ کا ہے کہ مومن کو ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچائے گا اور اس کے برعکس معتزلہ اور خوارج کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مومن دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور ان میں بعض کے نزدیک مرتکب کبیرہ مومن کافر ہے اور یہ دونوں گروہ افراط وتفریط کا شکار ہیں اور گمراہی پر ہیں اور حق اہل سنت کے ساتھ ہے اور آیات و احادیث ان کے عقیدہ کی سچائی پر بکثرت ہیں۔ یہ آیت فاذہ جامعہ (یگانہ) جیسا کہ حدیث صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہی کافی ہے تو نے نصیحت پوری کردی۔

الحمدللہ آج سورت الزلزال پوری ہوئی

۶ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بمطابق ۵ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ العٰدیٰت مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ العٰدیٰت۔پ ۳۰

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾	قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔
فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾	پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔
فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾	پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔
فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾	پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔
فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾	پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾	بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔
وَ اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۚ﴿۷﴾	اور بے شک وہ اس پر خود گواہ ہے۔
وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ﴿۸﴾	اور بے شک وہ مال کی چاہت میں ضرور سخت ہے۔
اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ﴿۹﴾	تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔
وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ﴿۱۰﴾	اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے۔
اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾	بے شک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

حل لغات۔سورۃ العٰدیٰت۔پ ۳۰

وَ۔قسم ہے	الۡعٰدِیٰتِ۔ان کی جو دوڑتے ہیں		ضَبۡحًا۔ہانپ کر
فَالۡمُوۡرِیٰتِ۔پھر ان کی جو آگ نکالتے ہیں		قَدۡحًا۔سم مار کر	فَالۡمُغِیۡرٰتِ۔پھر لوٹ بار
کرنے والوں کی	صُبۡحًا۔صبح کے وقت	فَاَثَرۡنَ۔تو اٹھاتے ہیں یہ	بِہٖ۔اس سے
نَقۡعًا۔غبار	فَوَسَطۡنَ۔پھر گھس جاتے ہیں		بِہٖ۔اس سے
جَمۡعًا۔لشکر میں	اِنَّ۔بے شک	الۡاِنۡسَانَ۔انسان	لِرَبِّہٖ۔اپنے رب کا
لَکَنُوۡدٌ۔ناشکرا ہے	وَ۔اور	اِنَّہٗ۔بے شک وہ	عَلٰی۔اوپر
ذٰلِکَ۔اس کے	لَشَہِیۡدٌ۔گواہ ہے	وَ۔اور	اِنَّہٗ۔بے شک وہ
لِحُبِّ۔واسطے محبت	الۡخَیۡرِ۔مال کے	لَشَدِیۡدٌ۔بڑا سخت ہے	اَفَلَا۔کیا نہیں
یَعۡلَمُ۔جانتا	اِذَا۔جب کہ	بُعۡثِرَ۔اٹھائے جائیں گے	مَا۔جو

Marfat.com

فِي۔ بیچ	الْقُبُوْرِ۔ قبروں کے ہیں	وَ۔ اور	حُصِّلَ۔ معلوم ہو جائے گا
مَا۔ جو	فِي۔ بیچ	الصُّدُوْرِ۔ سینوں کے ہے	اِنَّ۔ بے شک
رَبَّهُمْ۔ ان کا رب	بِهِمْ۔ ان سے	يَوْمَئِذٍ۔ اس دن	لَّخَبِيْرٌ۔ خبردار ہے

سورت الْعٰدِيٰتِ

سورت الْعٰدِيٰتِ مکی ہے اس میں گیارہ آیات ہیں انس اور قتادہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے جب کہ ابن مسعود جابر، حسن، عکرمہ اور عطاء علیہم الرضوان کے نزدیک یہ مکی ہے اور یہی درست ہے۔ ابن المنذر، بزار، ابن ابی حاتم اور دار قطنی رحمہم اللہ نے افراد میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ گھوڑ سواروں کو کسی مہم پر بھیجا تو ایک مہینا گزر گیا اور ان کی کوئی اطلاع نہ ملی تو ان آیات کا نزول ہوا۔ اس روایت سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے یہ صورت یا جہاد نہ تھا اور مکی ماننے کی صورت میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم بطور پیش گوئی ہوگی۔ ابو عبید رحمہ اللہ نے اس سورت کے فضائل میں حسن سے مرسلاً روایت کی ہے **انها تعدل بنصف القرآن** یہ سورت نصف قرآن کے برابر ثواب رکھتی ہے اور محمد بن نصر نے عطاء بن ابی رباح کے طریق پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یونہی مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس سے پہلی سورت میں خیر و شر کی جزاء کا ذکر گزرا اور اس سورت میں آخرت کی بجائے انسان کی دنیا کی چاہت اور اس کی پیروی کا تذکرہ ہے اور پچھلی سورت میں ذکر گزرا کہ زمین اپنا بوجھ باہر پھینک دے گی اور اس میں ارشاد ہے: اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائے گی اور یہ باہمی مناسبت و علاقہ پر دلالت کر رہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ الْعٰدِيٰتِ۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ④ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ⑥

قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی، پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔ پھر غبار اڑاتے ہیں۔ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ قسم ان کی جو دوڑتے ہیں۔

الجمهور على انه قسم بخيل الغزاة في سبيل الله تعالى التي تعدو اى تجرى بسرعة جمہور علماء کے نزدیک یہ قسم ان گھوڑوں کی ہے جنہیں مجاہدین اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے دوران میں دوڑاتے ہیں اور وہ بڑی تیزی و برق رفتاری سے دوڑتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مراد حجاج کے اونٹ ہیں جو عرفہ سے منیٰ اور اس کے درمیان دوڑتے ہیں۔

ضَبْحًا ① سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔

ای تضبح یعنی ہانپتے ہوئے۔ **وضبحها صوت انفاسها عند عدوها** اور ضبح سے مراد دوڑتے ہوئے

گھوڑوں کے سینوں سے نکلتی ہوئی سانسوں کی آواز ہے یعنی ہانپنا۔ ایک قول ہے: اذا عدت قالت اداد فذلک ضبحا کہ جو دوڑتے ہیں تو کہتے ہیں (آواز نکلتی ہے) اداد تو یہ ضَبْحًا کا مفہوم ہے۔ واضح مفہوم ہانپتے ہوئے دوڑنا ہے ایک قول ہے کہ حالت رفتار میں گردنوں کو پھیلائے اٹھائے ہوئے ہونا ضَبْحًا ہے۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔

والمراد بها الخيل ايضاً اى فالتى تورى النار من صدم حوافرها للحجارة

اور اس سے مراد بھی مجاہدین کے گھوڑے ہیں جب وہ پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو ان کے سموں (نعل بند پاؤں) کی ٹھوکر اور رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ والقدح هو القرب والصک۔ اور قدح کے معنی مارنے اور رگڑنے اور ٹھوکر مارنے کے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے فَالْمُوْرِيٰتِ مجاز فى الخيل تورى نار الحرب وتوقدها فَالْمُوْرِيٰتِ گھوڑوں میں مجازاً ہے اور مراد جنگ کی آگ کا بھڑکنا ہے اور اس کا پھیلنا اور بڑھنا ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ من اغار على العدو هجم عليه بغتة بخيله لنهب او قتل او اسار فالاغارة صفة اصحاب الخيل

جو اپنے گھوڑوں کو تیز بھگا کر دشمن پر اچانک ہجوم کرتے ہیں (گھیرا ڈالتے ہیں) تا کہ غنیمت کا مال اکٹھا کریں اور قتل کریں یا قیدی بنائیں تو اغارہ (تیز بھگانا) گھوڑوں والوں (سواروں) کی صفت ہے۔ صُبْحًا اى فى وقت الصبح یعنی صبح ہوتے ہی یعنی وہ گھوڑے جو اپنے سواروں کو لے کر صبح ہوتے ہی دشمن پر حملہ کر کے انہیں تاراج کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

(ف) تعقیب کا ہے یعنی پھر اَثَرْنَ من الاثارة۔ الاثارة سے ہے جس کے معنی ہوا کے ساتھ غبار کے اٹھنے بلند ہونے کے ہیں۔

بِهٖ کی ضمیر صُبْحًا کی طرف راجع ہے یا پھر اس مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے جہاں تاراجی ہو (نَقْعًا) اى غباراً یعنی غبار اور "اثارہ" کے ساتھ تخصیص صبح کے وقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت غبار نہیں اڑتا یا یارات کے وقت گرد کا اڑنا ظاہر نہیں ہوتا اور اس سے مراد یا اشارہ ہے کہ دشمن پر شدت کرتے ہیں اور دشمن پر کر و فر کی کثرت ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ یلغار کے وقت زوردار اور شدید حملے کی وجہ سے غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ اى فتوسطن فى ذلک الوقت یعنی اس وقت یعنی یلغار کے وقت دشمن کے لشکر کے اندر یا پھر اس وقت جب ان کی یلغار سے گرد و غبار اڑا ہوا ہو، اس حالت میں دشمن کے قلب میں (لشکر کا درمیانی حصہ) جَمْعًا من جموع الاعداء یعنی دشمن کی فوج کے اندر۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یلغار کے وقت یا جب یلغار کی وجہ سے ماحول غبار سے اٹا ہوا ہو دشمن کی فوج کے اندر گھس جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

Marfat.com

ای لکفور جحود من کند النعمة کفرھا ولم یشکرھا

یعنی بڑا ہی ناشکرا جھٹلانے والا اللہ کی جو نعمت سے مکر جاتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ الکنود بنی کندہ اور حضرموت کی لغت ہے جس کے معنی ہیں العاصی (گناہ گار) اور ربیعہ و مضر کی لغت و زبان میں الکفور ہے یعنی انکار و سرکشی کرنے والا۔ اور بنو کنانہ کی لغت میں الکنود بمعنی البخیل السییء (گناہ گار کنجوس) اور وہ یہ بھی بولتے ہیں الارض الکنود التی لاتنبت شیئا وہ بنجر زمین جس میں کوئی شے نہ اگی ہو۔ اور بنی مالک کی لغت میں بھی بخیل کو کہتے ہیں۔ یہ جواب قسم ہے اور الْاِنْسَانَ میں لام جنسی ہے مراد ہے جنس انسان یعنی اکثر لوگ۔ الکنود کی تفسیر میں ابن عباس اور حسن علیہم الرضوان سے مروی ہے ای الکفور یعنی ناشکرا، نافرمان، سرکش اور اسے ابن عساکر نے ابی امامہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا ھو اللائم لربه عزوجل بعد السیآت وینسی الحسنات۔ الکنود سے مراد وہ شخص ہے جو کمینہ ذلیل و بخیل ہو گناہوں کے بعد اپنے رب کی ناشکری کرے اور نیکیوں کو بھلا دے۔ طبرانی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ الکنود کون ہے اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا وہ ناشکرا نافرمان ہے جو اپنے غلام کو مارے پیٹے اس کی مدد نہ کرے (یا انعام روکے) اور اکیلے کھائے اور بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تفسیر میں لکھا ہے الذی یمنع رفدہ وینزل وحدہ ویضرب عبدہ۔ وہ شخص ہے جو تحفہ روکے اور اکیلے مہمانی اڑائے اور اپنے غلام کو مارے۔ ایک قول ہے کہ الْاِنْسَانَ سے مراد معین کافر ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت قرط بن عبداللہ بن عمرو بن نوفل قرشی کے بارے میں اتری جس کی تائید اگلے کلام الٰہی اَفَلَا یَعْلَمُ سے ہو رہی ہے کیونکہ ایسا خطاب کافر ہی کے لائق ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ اور بے شک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ بے شک وہ

ای الانسان یعنی انسان، حسن اور محمد بن کعب رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے عَلٰی ذٰلِكَ اس پر ای علی کنودہ یعنی اپنی ناشکری، کمینگی، بخل اور نافرمانی پر لَشَهِیْدٌ ضرور گواہ ہے لظهور أثره علیه فالشهادة بلسان الحال الذی هو افصح من لسان المقال یعنی انسان اپنی ذات پر ان ناشکریوں اور نافرمانیوں کے اثرات کا خود گواہ ہے اور یہ شہادت بزبان حال ہے جو بیانی شہادت سے زیادہ فصیح ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ شہادت قولی ہے لیکن آخرت میں ہوگی اور ایک اور قول ہے شہید شہود سے ہے اور شہادت سے نہیں جس کے معنی ہیں انه کفور مع علمه بکفرانه وعمل السوء مع العلم به غایة المذمة بے شک انسان اپنے کفر و معصیت کو جاننے کے باوجود کفر و سرکشی کرتا ہے اور علم کے ہوتے ہوئے برائی کا ارتکاب انتہائی قابل مذمت بات ہے۔ ابن عباس اور قتادہ علیہم الرضوان کا قول ہے اِنَّهٗ کی ضمیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف عائد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بلاشبہ اس کا رب اس امر پر گواہ ہے تو اس تقدیر پر یہ کلام بر سبیل وعید ہوگا۔ اور تبریزی نے اس کو مختار اور صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اور وہ بے شک مال کی چاہت میں ضرور توانا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ اور وہ بے شک مال کی چاہت میں۔

ای المال یعنی مال و دولت کی خواہش میں بڑا قوی و توانا ہے اَلْخَيْرِ قرآن حکیم میں اکثر جگہ مال کے معنوں میں وارد ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ اور لِحُبِّ میں لام تعلیل کا ہے ای انه لاجل حب المال یعنی مال دولت کی محبت کے باعث۔

لَشَدِيْدٌ ضرور کڑا ہے۔

ای لبخیل یعنی بڑا بخیل (کنجوس) ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ مال کی انتہائی محبت کی وجہ سے بڑا بخیل ہے۔صاحب کشاف کا قول ہے: وانه لحب المال وایثار الدنیا و طلبها قوی مطیق وهو لحب عبادة الله تعالی وشکر نعمته سبحانه و تعالی ضعیف متقاعس اور بلاشبہ وہ مال کی محبت اور دنیا کی ضرورتوں کے چاہنے میں بڑا قوی اور توانا ہے اور وہ عبادات الٰہیہ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کے معاملے میں کمزور ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

اَفَلَا يَعْلَمُ تہدید اور وعید ہے اور ہمزہ انکار کے لیے ہے جو اس پر مقام کا مقدر اور مقتضیٰ ہے اور مفعول يَعْلَمُ محذوف ہے اور وہ اِذَا میں عامل ہے وہ ظرفیہ ہے ای الا یلاحظ فلا یعلم الآن ما له اذا بعثر من فی القبور من الموتی یعنی کیا انسان ملاحظہ نہیں کرتا اور اب ہی کیوں نہیں جان لیتا کہ جب قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا تو اس کے ساتھ کیا ہوگا۔ یعنی جس چیز کو کل جاننا ہے اب کیوں نہیں سمجھ لیتا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے۔

ای جمع ما فی القلوب من العزائم المصممة واظهر کاظهار اللب من القشر وجمعه او میزه خیره من شره۔ یعنی وہ سب کچھ جو دلوں میں پختہ عزائم (ارادوں) میں جمع ہے، ظاہر کر دیا جائے گا اور اس کا اظہار اسی طرح ہوگا جس طرح چھلکے سے گودا (مغز) واضح وظاہر ہو جاتا ہے یا اس کی نیکیوں اور برائیوں کو الگ الگ ظاہر کر دیا جائے گا ایک قول ہے کہ انسانوں کے سینوں میں جو حقیقت و اصل ہے یا وہ نیکی و بدی ہے وہ کھول دی جائے گی اور بحر میں ہے: حصل الشیء بمعنی میزه من غیره کسی چیز کا کھولنا مراد ہے کسی چیز کو اس کے غیر سے الگ و ممتاز کرنا اور تحصیل کی اصل ہے۔ اخراج اللب من القشر کاخراج الذهب من حجر المعدن والبر من التبن مغز کا چھال چھلکے وغیرہ سے نکالنا اسی طرح جس طرح سونا حجر معدنی (معدنیاتی پتھروں) سے نکالا اور الگ کیا جاتا ہے اور جس طرح گیہوں کو بھوسے سے الگ کیا جاتا ہے اور مافی القلوب (جو کچھ دلوں میں ہے) کی تخصیص اس لیے کہ یہ اعضاء و جوارح کے اعمال کی اصل حقیقت ہے اور اسی لیے اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور نیت قصد و ارادۂ قلبی کا نام ہے پہلے فکر ہوتی ہے تو جتنے بھی کام آتے ہیں وہ اسی فکر و قصد کے تابع ہوتے ہیں خواہ صریحاً ہوں اشارۃً ہوں یا کنایۃً۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ بے شک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بے شک ان کا رب

Marfat.com

ای المبعوثین کنی عنهم عبد الاحیاء الثانی یعنی ان لوگوں کا رب جو دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھائے جائیں گے، ھم کی ضمیر عقلاء کے لیے ہے جب کہ اس سے قبل ما موصولہ بے عقل اشیاء کے لیے بولا گیا اس لیے کہ مَا فِي الْقُبُوْرِ سے مراد مردہ اجسام ہیں اور وہ اس وقت تک جب کہ احیاء الثانی نہ ہوگا جمادات کے حکم میں ہوں گے۔ یا ان کی مناسبت سے آیا ہے۔

بِهِمْ ان کی سب

بذواتهم وصفاتهم واحوالهم بتفاصيلها

ان لوگوں کی ذات وصفات اور ان کے تفصیلی حالات سے۔

يَوْمَئِذٍ اس دن

ای یوم اذ یکون ماعد من بعث ما فی القبور وتحصیل ما فی الصدور یعنی اس دن جب لوگ قبروں سے زندہ اٹھائے جائیں گے اور جب ان کے سینوں میں سے جو کچھ ہے کھول دیا جائے گا۔

لَّخَبِيْرٌ سب خبر ہے۔

ای عالم بظواهر ما عملوا وبواطنه علما موجباً للجزاء

یعنی جو کچھ ان لوگوں نے اعمال کیے ہوں گے ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے جو جزاء (صلہ و بدلہ) کا موجب ہیں یعنی سزا اور جزا اس روز ظاہر ہوگی اور اللہ عزوجل کا اس روز باخبر ہونا سے مراد بدلہ دینا ہے وگرنہ اللہ تو ہمہ وقت اور ہمیشہ باخبر ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا۔

الحمدللہ آج سورت الْعٰدِیٰتِ مکمل ہوئی

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ، ۱۲ جون ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ القارعۃ مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چھتیس کلمات اور ایک سو باون حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ القارعۃ۔پ ۳۰

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾	دل دہلا دینے والی۔
مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾	کیا ہے وہ دہلانے والی۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾	اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾	جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔
وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾	اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون۔
فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾	تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں۔
فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾	وہ تو من مانتے عیش میں ہیں۔
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾	اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں۔
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾	وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾	اور تو نے کیا جانا کیا ہے نیچا دکھانے والی۔
نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾	ایک آگ شعلے مارتی۔

حل لغات سورۃ القارعۃ پ ۳۰

اَلْقَارِعَةُ۔کھڑکھڑانے والی	مَا۔کیا ہے	اَلْقَارِعَةُ۔کھڑکھڑانے والی	وَ۔اور
مَا۔کیا	اَدْرٰىكَ۔جانے تو	مَا۔کیا ہے	اَلْقَارِعَةُ۔کھڑکھڑانے والی
يَوْمَ۔جس دن	يَكُوْنُ۔ہو جائیں گے	النَّاسُ۔لوگ	كَالْفَرَاشِ۔مانند ٹڈی
الْمَبْثُوْثِ۔پھیلی ہوئی کے	وَ۔اور	تَكُوْنُ۔ہو جائیں گے	الْجِبَالُ۔پہاڑ
كَالْعِهْنِ۔جیسے اون	الْمَنْفُوْشِ۔دھنکی ہوئی	فَاَمَّا۔تو پھر	مَنْ۔جس کا
ثَقُلَتْ۔بھاری ہوا	مَوَازِيْنُهٗ۔تول	فَهُوَ۔تو وہ	فِيْ۔بیچ
عِيْشَةٍ۔عیش میں	رَّاضِيَةٍ۔خوش ہوگا	وَ۔اور	اَمَّا۔وہ
مَنْ۔جس کی	خَفَّتْ۔ہلکی ہوگئی	مَوَازِيْنُهٗ۔تول	فَاُمُّهٗ۔تو اس کی جگہ
هَاوِيَةٌ۔دوزخ ہے	وَ۔اور	مَا۔کیا	اَدْرٰىكَ۔جانے تو
مَا۔کیا ہے	هِيَهْ۔وہ	نَارٌ۔آگ ہے	حَامِيَةٌ۔بھڑکتی ہوئی

Marfat.com

سورۃ القارعۃ

سورت القارعۃ بلا خلاف مکیہ ہے اس میں گیارہ آیات ہیں اور اس کی پچھلی سورت سے مناسبت مفصل و متصل ہے اور یَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ اور يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو-سورۃ القارعۃ-پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤

دل دہلانے والی۔ کیا ہے وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝١ دل دہلانے والی۔

ای الساعۃ یعنی قیامت القرع وھو ضرب شیء بشیء فیھا تشدید ھولھا القرع (کھٹکھٹانے والی) سے مراد ہے کہ کسی چیز کو چیز کے ساتھ مارنا (ٹکرانا) جس سے ہیبت وخوف و ہول بہت شدید ہو۔ اَلْقَارِعَةُ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا آغاز نفخہ اولیٰ سے ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی۔

مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ کیا ہے وہ دہلانے والی

ای ای شیء ھی فی حالھا و صفتھا

یعنی وہ کیا چیز ہوگی اپنی حالت وصفت کے اعتبار سے۔ قیامت کی ہولناکی اور عظمت و ہیبت، شدت و ہول کو ظاہر کرنے کے لیے ما استفہام بولا گیا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔

ای ای شیء علمک ماھی

یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا کہ وہ قیامت کیسی ہے یا مراد ہے کیا تمہیں معلوم ہے وہ کیسی ہولناک ہے، جملہ استفہامیہ ہے اور استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اَلْقَارِعَةُ (قیامت) بڑی ہی ہیبت ناک ہولناک شے ہے اس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی حقیقت جاننے تک رسائی ہے۔ وہ ساعت کھٹکھٹانے والی ہے اور ہر شے کو توڑ پھوڑ ڈالے گی اس شدت کے ساتھ جو دلوں کو دہلا دے گی اور اس کی ہولناکی سے دل دہشت و ہیبت زدہ اور لرزاں ہوں گے۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

ای اذکر یوم یکون الناس۔

امر قیامت اَلْقَارِعَةُ کی فخامت کے بیان اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کی معرفت کے شوق و تمنا کے بعد گویا فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یاد کریں جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے ہوئے (بکھرے ہوئے) پتنگے۔ الفراشُ فَرَاشَةٌ کی جمع ہے اور فراشہ سے مراد ہے: التی تطیر وتھافت فی النار جو اڑتے ہیں اور آگ کے شعلے پر (یا روشنی پر) گرتے یا

منڈلاتے ہیں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے ایک قول ہے: ھو طیر رقیق یقصد النار "الفراش وہ پتلا باریک سا اڑنے والا (کیڑا) ہے جو آگ کا قصد کرتا ہے و لا یزال یتقحم علی المصباح ونحوہ حتی یحترق اور نہیں ٹلتا اور چراغ اور اسی طرح کی روشنی پر چکر کاٹتا رہتا ہے (گھومتا منڈلاتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جل جاتا ہے مراد ہے پروانہ۔ فراء رحمہ اللہ کا قول ہے: ھو غوغاء الجراد الذی ینتشر فی الارض ویرکب بعضہ بعضا من الھول وہ معمولی ٹڈی کی ایک قسم ہے جو زمین میں پھیل جاتی ہے اور خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے ان میں سے بعض پر بعض چڑھ جاتی ہیں ک تشبیہ کے لیے اَلْمَبْثُوْثِ کے معنی ہیں بکھری ہوئیں یا پھیلی ہوئیں یہ اس روز آدمیوں کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے حیرت واضطراب کی طرف اشارہ ہے اور اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح پتنگے شعلے پر گرنے کے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لیے کوئی جہت وسمت معین نہیں ہوتی اور وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں یہی حال بروز حشر انسانوں کے انتشار کا ہوگا۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿٥﴾ اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون۔

ای تصیر جمیع الجبال کالعھن ای الصوف مطلقاً او المصبوغ کما قیدہ الراغب بہ یعنی تمام پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے العھن کے معنی یا تو مطلق روئی (اون) کے ہیں یا دھنکی ہوئی اون کے ہیں جیسا کہ امام راغب رحمہ اللہ نے ان معنوں کے ساتھ العھن کو مقید کیا ہے (قید لگائی ہے) "اَلْمَنْفُوْشِ" العھن کی صفت و حالت ہے۔ ای المفرق بالاصبح یعنی بکھر کر اڑنے والی جب دھنی جائے گی۔ اس میں بھی ک تشبیہ کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دھنکنے سے روئی کے اجزاء متفرق ہو کر فضا میں اڑتے بکھرتے ہیں یہی حال قیامت کے روز پہاڑوں کا ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾

تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانے عیش میں ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں۔

موازین جمع میزان کی ہے جو اصل میں موزان (واؤ ساکن ماقبل مکسور کے ساتھ) لیکن اس کے سکون کی وجہ سے یاء میں بدل گیا ایک قول ہے جمع تعظیم کے لیے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ۔ اور مشہور وصحیح یہی ہے کہ میزان ایک ہی ہوگی جو سب امتوں کے لیے اور جمیع اعمال کے لیے ہوگی۔ ایک قول ہے موازین موزون کی جمع ہے اس سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں انسانوں کے سامنے تولا جائے گا۔ اکثر علماء کرام کا قول ہے کذا فی الحدیث اس میزان کی زبان بھی ہوگی اور دو پلڑے جیسے آسمانوں اور زمین کے طبق اور اللہ عزوجل ہی کو اس کی ہیئت کا زیادہ علم ہے حکیم ترمذی رحمہ اللہ کا قول ہے مکانہ بین الجنة والنار کہ میزان کی جگہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے ایک قول ہے یتقبل بہ العرش عرش کے مقابل ہے اسے جبریل علیہ السلام پکڑیں گے اس کی لمبائی کے ساتھ اور اس کے قبضہ کو دیکھتے ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس پر امین ہوں گے اس آیت میں اعمال کے وزن کا اشارہ ہے اور وہ ان امور سے ہے جس پر حقیقۃً ایمان واجب ہے اور اس کا انکار نہیں کرے گا مگر کافر۔ اور ایسا اعمال ناموں کے ملنے اور حساب وغیرہ کے بعد ہوگا جیسا کہ

Marfat.com

واحدی رحمہ اللہ کا قول ہے، مَنۡ مفرد ہے لیکن معناً جمع ہے چونکہ متعدد لوگوں کے اعمال وزن ہوں گے تو ان کی تولیں بھی متعدد ہوں گی اس لیے جمع کے مقابل مَوَازِیۡنُہٗ لایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھکا ہوا پلڑا ہلکا ہوگا اور اٹھا ہوا پلڑا بھاری ہوگا۔ یہ دنیا کے عرف کے برعکس ہوگا۔ ثَقُلَتۡ کا مطلب ہے جس کی نیکیاں وزن دار اور زیادہ ہوئیں۔ ایک قول ہے کہ جن کی نیکیاں ان کے گناہوں کے مقابل بھاری ہوئیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو پورا بدلہ ملے گا میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان ایک فرشتہ کھڑا ہوگا اگر نیکیوں والا پلڑا بھاری نکلا تو وہ فرشتہ ندا کرے گا۔ جسے سب لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد کبھی بدبخت نہ ہوگا۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے قیامت کے روز لوگوں کی حساب فہمی میں اگر کسی شخص کی ایک نیکی بھی زائد ہو گئی یا میزان دانہ بھر وزن سے بھاری ہو گئی وہ جنت میں جائے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، رب رحمٰن کے حضور بڑے پسندیدہ ہیں، میزان میں بڑے بوجھ والے یعنی وزن دار ہیں وہ دو کلمے **سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم** ہیں۔ احمد، نسائی اور طبرانی نے ثوبان رحمہم اللہ سے اَلۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے کیا کہنے یعنی میزان میں وزن دار ہونے کے کیا کہنے باقیات صالحات یہ ہیں:

سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ہیں۔ تاہم اعمال کے وزن دار ہونے میں نیت وخلوص کو بھی خصوصی دخل وفضیلت ہوگی اور غفلت برکت وشرف کی کمی ہوگی۔

فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ﴿۷﴾ وہ تو من مانے عیش میں ہیں۔

رَّاضِیَۃٍ سے مراد ہے ای ذات رضا یعنی رضا والی، پسندیدہ ومطلوب اور حسب خواہش نفیس **ای فی الجنة** یعنی وہ جنت میں ہوں گے۔

وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ﴿۹﴾

اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔

وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۸﴾ اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں۔

بان لم يكن لم حسنة يعتد بها او ثقلت سيئاته على حسناته

یعنی جس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ نہ ہوں گی یا برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے پر بھاری ہو جائے گا۔ اس آیت سے مراد کفار ہیں کہ عدم ایمان کی وجہ سے ان کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ کفار کی دنیاوی نیکیاں جیسے صدقات جاریہ والے کام نیکیوں والے پلڑے میں رکھے جائیں گے اور کفر ومعصیت کا بوجھ گناہوں والے پلڑے میں تو نیکیوں والا پلڑا کبھی بھی برابر نہ ہو سکے گا یعنی کیسے برابر ہو سکتا ہے چہ جائیکہ بڑھ جائے کہ عدم ایمان کی وجہ کوئی نیکی نیکی ہی نہیں رہتی باطل ہو گئی اور اس کا نفع دنیا میں اٹھا چکے آخرت میں بجز ہلاکت اور رسوائی کے ان کے لیے اور کیا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت کے عموم میں گناہ گار مومن بھی شامل ہیں اگر ان کے گناہ معاف نہ ہوئے تو وہ جہنم میں داخل ہوں گے لیکن یہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہے وہ چاہے تو بخش دے خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین مومنین کی شفاعت سے یا محض اپنے فضل

Marfat.com

سے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ ارشاد ہے: فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔ میں کہتا ہوں اور جیسا کہ اکثر اکابر کا ارشاد بھی ہے مومنوں کے مقابل کفار کی سزا کا ذکر بکثرت آیا ہے لیکن گناہ گار مومنوں کے بارے میں سکوت ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوا یا اس نے ایک دفعہ ہی خلوص سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو اس کا پلڑا (نیکیوں والا) ہلکا نہ ہوگا تو پھر جہنم کیسی، انشاء اللہ وہ بھی بخشے جائیں گے اور دوزخ میں داخل نہ ہوں گے اور یہ اس امت پر اللہ عزوجل کا بڑا فضل ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ لیکن حق یہ بھی ہے کہ کوئی اس وجہ سے بے خوف نہ ہو کہ اصل معاملہ مشیت باری پر ہے اور اعمال صالحہ کے لیے سعی بلیغ کرے اور گناہوں سے تائب ہو کر اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرے۔

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔

فَاُمُّهٗ ای فماواہ کما قال ابن زید وغیرہ جیسا کہ ابن زید وغیرہ علماء کا قول ہے کہ اس کا ٹھکانا۔

هَاوِيَةٌ ۝ ای النار یعنی دوزخ میں۔ هَاوِيَةٌ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے یا طبقات جہنم میں سے ایک طبقہ ہے جس کی گہرائی بجز ذات باری تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ اور تو نے کیا جانا کیا ہے نیچا دکھانے والی۔

هَاوِيَةٌ کی فخامت کے اظہار کے لیے استفہام تقریری ہے جو اس کی غایت درجہ گہرائی اور ہلاکت پر اطلاق کر رہا ہے۔

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ ایک آگ شعلے مارتی۔

هَاوِيَةٌ سے بدل ہے اور اس کا بیان ہے حَامِيَةٌ الحمی سے ہے جس کے معنی اشتداد الحر سخت اور انتہائی گرم یعنی ایسی جگہ (مسکن ٹھکانہ) ہے جس میں انتہا کی جلن اور تیزی ہے، غایت درجہ گہری جلتی ہوئی آگ ہے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

الحمد للہ آج سورت القارعہ پوری ہوئی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ، ۱۹ جون ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ التکاثر مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، اٹھائیس کلمات اور ایک سوبیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ التکاثر۔پ ۳۰

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ①	تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔
حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ②	یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔
كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ③	ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ④	پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ⑤	ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے
لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ⑥	بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ⑦	پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ⑧	پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔

حل لغات سورۃ التکاثر پ ۳۰

اَلۡهٰىكُمۡ۔تمہیں غافل رکھا	التَّكَاثُرُ۔مال کی زیادہ طلبی	حَتّٰى۔یہاں تک	زُرۡتُمُ۔تم نے منہ دیکھا
الۡمَقَابِرَ۔تم نے منہ دیکھا	كَلَّا۔ہاں ہاں	سَوۡفَ۔جلد	تَعۡلَمُوۡنَ۔جان جاؤ گے
ثُمَّ۔پھر	كَلَّا۔ہاں ہاں	سَوۡفَ۔جلد	تَعۡلَمُوۡنَ۔جان جاؤ گے
كَلَّا۔ہاں ہاں	لَوۡ۔اگر	تَعۡلَمُوۡنَ۔تم جانتے	عِلۡمَ۔جاننا
الۡيَقِيۡنِ۔یقین کا (تو مال کی محبت نہ رکھتے		لَتَرَوُنَّ۔بے شک ضرور دیکھو گے	
الۡجَحِيۡمَ۔جہنم	ثُمَّ۔پھر	لَتَرَوُنَّهَا۔بے شک ضرور دیکھ لو گے	
عَيۡنَ۔آنکھ	الۡيَقِيۡنِ۔اسے یقینی	ثُمَّ۔پھر	لَتُسۡـَٔلُنَّ۔پرسش ہوگی
يَوۡمَئِذٍ۔اس دن	عَنِ۔بارے میں	النَّعِيۡمِ۔نعمتوں کے	

سورت التکاثر

سورت التکاثر مکی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں اصحاب النبی ﷺ اس کو سورت المقبرہ بھی کہتے تھے جیسا کہ سعد بن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔بعض اسے مدنی قرار دیتے ہیں ابن حاتم رحمہ اللہ نے ابی بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ

Marfat.com

سورت قبائل انصار میں سے بنی حارثہ اور بنی الحرث کے دونوں قبیلوں کے بارے میں اتری جو باہم فخر ومباہات کرتے تھے اور کثرت مال پر نازاں تھے تو ایک قبیلے نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم میں فلاں اور فلاں شخص کی مثل ہے تو دوسرے نے ان کی مثل کہا اور زندہ لوگوں کے ساتھ فخر ومباہات کا اظہار کیا پھر بولے قبروں پر چلو تو ان میں سے ایک نے کہا کہ تم میں فلاں فلاں کی مثل ہے اور قبروں کی طرف اشارے کیے تو یونہی دوسرے قبیلہ نے بھی مقابلۃً فخر کا اظہار کیا تو یہ سورت اتری۔ بخاری اور ابن جریر نے ابی بن کعب علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ ہم یہ قرآن میں سے دیکھتے تھے کہ اگر ابن آدم کے لیے دو وادیاں مال سے بھری ہوئی ہوں تو وہ ضرور تیسری کے لیے آرزو کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر قبر کی مٹی۔ پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی جنہوں نے توبہ کی یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔ ترمذی، ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ قبر کے عذاب میں شک کرتے تھے، یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ اتری اور عذاب قبر کا ذکر ہرگز نہ ہوا تھا مگر مدینہ میں، جیسا کہ یہودیہ کے قصہ میں صحیح بخاری میں وارد ہے اور یہ سورت کے مدنی ہونے پر قوی دلیل ہے اور بعض اکابر نے اسی کو صواب کہا ہے یہ سورت ایک ہزار آیتوں کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ حاکم، بیہقی رحمہما اللہ نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک میں طاقت نہیں کہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھے اصحاب علیہم الرضوان نے عرض کیا تو جناب کون ایسا کر سکتا ہے کہ ہر روز ہزار آیتیں پڑھ لے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ہر روز اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نہیں پڑھ سکتا (یعنی اگر وہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے تو اس کے لیے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا ثواب ہے۔ الدیلمی رحمہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے رات میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں اللہ اس شخص سے اس شان میں ملاقات کرے گا کہ وہ اپنے چہرے میں متبسم ہوگا تو عرض کیا گیا ایک ہزار آیتوں کی طاقت کس میں ہے پھر آپ نے سورت التَّكَاثُرُ آخر تک پڑھی پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ انها لتعدل الف آية بلاشبہ یہ ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ پچھلی سورت کا اختتام هَاوِيَةٌ کے ذکر ہوا اور اس میں مضمون کے علاوہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ یعنی ضرور جہنم دیکھو گے۔ اور تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا مناسبت کو واضح ہیں۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ التکاثر۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤

تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا، ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے، پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

اَلْهٰكُمُ تمہیں غافل رکھا۔

ای شغلکم واصل اللهو الغفلة ثم شاع فی کل شاغل وخصه العرف بالشاغل الذی یسر المرء وهو قریب من اللعب ولذا ورد بمعناه کثیرا وقال الراغب اللهو ما یشغلک عما یعنی ویلهیم وقیل لیس بذلک لم اد به هنا الغفلة والمعنی جعلکم لاهین غافلین۔

یعنی تمہیں مشغول کر دیا اور لَھُو کا اصل مفہوم و معنی غفلت ہے پھر یہ لفظ ہر مشغلے کھیل کود تک کے لیے معروف و مشہور ہو گیا اور خاص طور سے شغل کے ساتھ اس کی پہچان کے معنی یہ ہیں وہ شے جو کسی کو تن آسان (آسودہ) بنا دے اور لعب (کھیل کود تماشا) کے قریب ہے اور اسی وجہ سے اس کے معنوں میں ایسا بکثرت وارد ہوا ہے۔ اور راغب رحمہ اللہ کا قول ہے لھو وہ ہے جو تمہیں کسی مشغلے میں ڈال دے اور تم اسی میں لگے (پڑے) رہو۔ اور ایک قول ہے یہاں اس سے مراد غفلت نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں تمہیں ڈال دیا کھیلنے میں اور غافل بنا دیا۔ ایک قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ تمہیں غافل رکھا طاعات الٰہیہ سے۔

التَّكَاثُرُ ۝ مال کی زیادہ طلبی نے۔

ای التباری فی الکثرۃ والتباھی بھا بان یقول ھؤلاء نحن اکثر وھؤلاء نحن اکثر۔ یعنی خاندان اور قبیلے کی تعداد زیادتی پر اور مال و دولت کی کثرت پر کہ تم باہم فخر سے کہتے ہو کہ ہم اس میں بڑھ کر ہیں اور ہم اس میں بڑھ کر ہیں۔ اس سے واضح ہے مال و دولت کی حرص اور اس پر فخر و مباہات قابل مذمت امر ہے اور اس میں مشغولی اخروی سعادتوں سے محروم کر دیتی ہے اور قناعت سے اچھی شے کوئی نہیں۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

المراد الھاکم التکاثر بالاموال والاولاد الی ان متم وقبرتم منفقین اعمارکم فی طلب الدنیا والاشتیاق الیھا و التھالک علیھا الی اتاکم الموت لا ھم لکم غیرھا عما ھو اولی بکم من السعی لعاقبتکم والعمل لآخرتکم۔

مراد یہ ہے کہ تمہیں مال و دولت اور اولاد کی کثرت کی خواہش نے طاعت الٰہی سے غافل رکھا اور تمہیں اسی میں مشغول رکھا یہاں تک کہ تمہیں موت آ گئی اور تم قبروں میں مدفون ہو گئے تم نے اپنی عمریں دنیا کی طلب و خواہش اور اس کی طرف رغبتوں اور چاہتوں میں خرچ کر دیں اور تم ان بے ہودہ مشاغل میں پڑے رہے یہاں تک کہ تمہیں موت نے آ لیا۔ حالانکہ تمہارے لیے سب سے اہم و بہتر امر یہ تھا کہ تم اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لیے کوشش کرتے اور اپنی آخرت کے لیے نیک اعمال بجا لاتے۔ زیارت المقابر سے مراد یہاں موت ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے بنی عبد مناف اور بنی سہم نے باہم نفری تعداد، عزت و برتری پر تفاخر کیا پھر زندوں کو چھوڑ کر قبرستان میں جا کر اپنے موتی پر فخر کیا تو یہ آیت اتری، شان نزول کے تحت زیارت قبور حقیقی معنوں ہی میں مراد ہے یعنی مرتے دم تک حرص و طمع تمہیں دامن گیر رہی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دو لوٹ آتے ہیں ایک ساتھ رہ جاتا ہے: ایک مال، دوسرے اہل و اقارب، تیسرے عمل، عمل ساتھ رہ جاتا ہے باقی دونوں لوٹ آتے ہیں۔

اسلام میں باہمی تفاخر سخت منع ہے اور اسلام میں حسب و نسب، مال و دولت وغیرہ کی کوئی اہمیت و فضیلت نہیں۔ اسلام میں تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

كَلَّا ہاں ہاں۔

ردع عن الاشتغال بما لا یعنیہ عما یعنیہ وتنبیہ علی الخطأ فیہ۔

Marfat.com

فضول ولغو، بے ہودہ مشاغل سے باز رہنے کی یادداشت ہے اور تفاخر و تکاثر کی برائی پر انتباہ ہے۔

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ جلد جان جاؤ گے۔

ای سوء مغبة ما انتم عليه

یعنی تم جس حالت تفاخر و تکاثر پر ہو اس کے برے نتیجہ و انجام کو جلد جان لو گے یعنی نزع کے وقت اپنی اس حالت کا برا انجام آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

یہ تکرار تاکید کے لیے ہے اور ثُمَّ کا لفظ شدت وعید کے کمال و ترقی پر دلالت کر رہا ہے یعنی پہلی دھمکی کے بعد تکرار کے ساتھ اور شدید دھمکی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ اول سے مراد ہے قبروں میں جان لو گے اور دوسری سے مراد بروز قیامت جان لو گے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے زجر اول کفار کے لیے دھمکی ہے جب کہ دوسری مومنین کے لیے ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ ایک قول ہے اول نزع و موت کے وقت سے متعلق ہے جب کہ دوسری کا تعلق قبروں سے ہے۔ اس آیت اور ماسبق سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے، بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے، پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

كَلَّا ہاں ہاں۔ حرف ردع مکرر ہے اور تکاثر کی ممانعت پر مؤکد ہے۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾ اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

ای لو تعلمون كذلک لفعلتم ما لا يوصف ولا يكتنه اولشغلكم ذلک عن التكاثر

ہاں اگر تمہیں یقینی علم ایسا ہوتا تو ضرور تم ان کاموں سے باز رہتے جو بے ہودہ اور بے فائدہ ہیں یا باہم مال و دولت یا قبیلے کی زیادتی پر فخر و مباہات نہ کرتے۔ بعض علماء کرام کا قول ہے کہ علم الیقین سے مراد بعث بعد الموت کا عقیدہ ہے اور بعض کا قول ہے یقین سے مراد وہ علم مستند ہے جس میں شک نہ ہو اور اصطلاح میں کسی شے پر عقیدہ ہے۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے: اليقين من صفة العلم فوق المعرفة والدراية واخواتهما يقال علم اليقين۔ یقین علم کی صفتوں میں سے ہے جو معرفت اور درایت سے بڑھ کر (افضل و برتر) ہے اور ان دونوں کے مجموعہ کو علم الیقین کہتے ہیں۔ ایک قول ہے وعلم اليقين بما اعطاه الدليل من ادراک الشیء علی ما هو عليه اور علم الیقین وہ ہے جو کسی شے کے ادراک اس پر بطور دلیل حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ہر عاقل کو موت کا علم ہے۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کا قول ہے: علم الیقین ایمان بالغیب ہے جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں آخرت کا یقینی علم ہوتا تو تم حرص مال وغیرہ میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔

Marfat.com

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ﴿۶﴾ بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

پچھلی آیت میں لَوۡ بمعنی اذا ہے اور مراد ہے ای بعد الموت لترون الجحیم یعنی تم مرنے کے بعد بلاشبہ ضرور جہنم کو دیکھو گے اور لَتَرَوُنَّ میں جو رؤیت کا ذکر ہے اس سے مراد یا تو آنکھوں سے دیکھنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اس کا مقام اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ صبح وشام اس کو دکھایا جاتا ہے (یا سامنے لایا جاتا ہے) اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے بروز حشر وہاں لے جایا جائے گا۔ اور سورت المومن میں ہے: اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ الخ آگ جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔ یا پھر رؤیت سے پہچاننا جاننا مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وقت موت تمہیں یقینی علم حاصل ہوجائے گا تو تم اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لو گے لیکن پھر عقیدہ کا وقت گزر چکا ہوگا اور اس وقت کا ایمان بے فائدہ ہوگا۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ﴿۷﴾ پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔

تکرار تاکید کے لیے ہے اور بطور مبالغہ کے دلالت کررہا ہے۔ ایک قول ہے پہلے دور سے تم دوزخ کو دیکھو گے یعنی مرنے کے بعد قبروں میں پھر تم اس وقت دیکھو گے جب دوزخ میں داخل کیے جاؤ گے۔ پہلا دیکھنا معرفت ہوگی جب کہ دوسری مرتبہ دیکھنا مشاہدہ ومعاینہ ہوگا یعنی تم آنکھوں سے ایسا دیکھ لو گے جو یقین کا موجب ہوگا۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے وعین الیقین بما اعطاہ المشاھدۃ و الکشف رؤیت ومشاہدہ اور کشف سے جو علم حاصل ہو وہ عین الیقین ہے جیسے وقت موت فرشتوں کا دیکھنا۔ ایک قول ہے ای الرؤیۃ التی ھی نفس الیقین۔ یعنی ایسی رؤیت جو یقین کا موجب ہو کیونکہ رؤیت اور مشاہدہ سے جو انکشاف ہوتا ہے وہ تمام انکشافات سے بڑھ کر قوی ہوتا ہے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾ پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔

قیل الخطاب للکفار حکی ذلک عن الحسن ومقاتل واختارہ الطیبی والنعیم عام لکل ما یتلذذ بہ من مطعم ومشرب و مفرش و مرکب۔

ایک قول ہے کہ یہ کفار کو خطاب ہے اور حسن اور مقاتل رحمہما اللہ سے یہی منقول ہے اور طیبی رحمہ اللہ نے اسی کو مختار مانا ہے اور نعیم (نعمتیں) ہر اس شے کے لیے عام ہے جس سے لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے کی چیزیں، مشروبات اور سواریاں۔ اور اس سے قبل بھی سورت میں جو خطابات گزرے وہ کفار ومشرکین سے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ میں بتصریح مشرکین ہی سے خطاب ہے۔ بغوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جن نعمتوں سے وہ مالا مال تھے بروز حشر ان سے (کفار ومشرکین) سے ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ نعمتوں کا شکر کیوں نہ ادا کیا اور کفران نعمت کیوں کیا۔ ایک قول ہے کہ یہ سب لوگوں کو عمومی خطاب ہے اور اگر کفار ومشرکین ہی مراد ہوں جب عموم آیت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ مومنوں سے بھی سوال ہو اور اگر کہا جائے کہ صرف اہل تکاثر سے باز پرس ہوگی تو متواتر احادیث سے واضح ہے کہ کافر و مومن ہر شخص سے پرسش ہوگی۔ بیہقی نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: النعیم العافیۃ نعمتیں عافیت امن وسلامتی ہیں۔ ابن مردویہ نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: اکل خبز البر

Marfat.com

والنوم فی الظل وشرب ماء الفرات مبردا۔ نعمتوں سے مراد گیہوں کی روٹی اور سایہ میں سونا اور ٹھنڈا میٹھا پانی پینا۔
امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا سایہ اور ٹھنڈا پانی ہیں۔ ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ شیخین کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم کے گھر تشریف لے گئے ان کی بیوی نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا پھر ابوایوب رضی اللہ عنہ آئے تو وہ کھجور کا خوشہ کاٹ کر لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے کس ارادے سے ہمارے لیے یہ کھجوروں کا خوشہ توڑا عرض کیا مجھے محبوب ہوا یارسول اللہ! کہ آپ اس کی کھجوریں پکے ڈوکے اور نرم کھجوریں وغیرہ تناول فرمادیں پھر ایک بزغالہ ذبح کیا اور الگ الگ دوطباقوں میں پکا کر آپ ﷺ کے حضور (سامنے) پیش کیا آپ ﷺ نے کچھ بوٹیاں ایک برتن میں روٹیوں کے ساتھ ابو ایوب کو دے کر کہا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دے آؤ کہ انہوں نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تو ابوایوب رضی اللہ عنہ تعمیل ارشاد کے بعد آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خبز ولحم وتمر وبسر ورطب ودمعت عیناہ علیہ الصلوۃ والسلام والذی نفسی بیدہ ان ھذا لھو النعیم الذی تسئلون عنہ۔ قال اللہ تعالی ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ فھذا النعیم الذی تسئلون عنہ یوم القیامۃ فکبر علی ذلک اصحابہ فقال علیہ الصلوۃ والسلام بلی اذا اصبتم مثل ھذا فضربتم بایدیکم فقولوا بسم اللہ فاذا شبعتم فقولوا الحمد للہ الذی اشبعنا وانعم علینا۔ روٹی، گوشت اور کھجوریں اور آپ ﷺ کی چشمان کریم ڈبڈبائیں اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہی تو وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں پرسش ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر تم سے اس دن ضرور نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی تو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں بروز قیامت سوال کیا جائے گا تو اصحاب نے تکبیر کہی (اللہ اکبر کہا) تو ارشاد فرمایا ہاں جب تم اس (طعام وغیرہ) کی مثل پاؤ اور تم کھانا شروع کرو تو کہو بسم اللہ پھر جب سیر ہو تو کہو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا ثُمَّ عطف ہے اور اس سے واضح ہے کہ پرسش دوزخ کو دیکھنے کے بعد ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے قدم پل صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک چار باتوں کی پرسش نہ ہو، اول عمر کیسے گزری، دوم جان کو کس کام میں کمزور کیا، سوم مال کہاں سے کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور چہارم علم کے مطابق کیا عمل کیا۔ اکثر علماء کرام کا قول ہے کہ یہ احکام عمومی ہیں اور یہ ان لوگوں کو شامل نہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

الحمدللہ آج سورت التکاثر مکمل ہوئی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ العصر مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، تین آیات، چودہ کلمات اور اڑسٹھ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العصر۔ پ ۳۰

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾	اس زمانۂ محبوب کی قسم۔
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾	بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾	مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

حل لغات۔ سورۃ العصر۔ پ ۳۰

وَ۔ قسم ہے	الۡعَصۡرِ۔ زمانہ کی	اِنَّ۔ بے شک	الۡاِنۡسَانَ۔ انسان
لَفِیۡ۔ بیچ	خُسۡرٍ۔ خسارے کے ہے	اِلَّا۔ مگر	الَّذِیۡنَ۔ وہ جو
اٰمَنُوۡا۔ ایمان لائے	وَ۔ اور	عَمِلُوۡا۔ کام کیے	الصّٰلِحٰتِ۔ اچھے
وَ۔ اور	تَوَاصَوۡا۔ وصیت کی	بِالۡحَقِّ۔ حق کی	وَ۔ اور
تَوَاصَوۡا۔ وصیت کی	بِالصَّبۡرِ۔ صبر کی		

سورت العصر

ابن عباس، ابن زبیر علیہم الرضوان اور جمہور علماء کرام کے نزدیک سورت العصر مکیہ ہے اور مجاہد، قتادہ اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے کہ مدنی ہے اس میں بالاجماع تین آیات ہیں اور یہ سورت تمام علوم کی جامع ہے حضرت الامام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: لولم ینزل غیر ھذہ السورۃ لکفت الناس لانھا شملت جمیع علوم القرآن ''اگر اس سورت کے علاوہ کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو یہی سورت لوگوں کو کافی ہوتی کیونکہ یہ تمام علوم قرآن کو شامل و جامع ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا جب اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے دو شخص باہم ملتے تھے وہ ہرگز الگ نہ ہوتے تھے مگر یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دوسرے پر سورت العصر کو پڑھتے پھر ایک دوسرے کو سلام کہتے۔ اور اس میں اس شک کے خال کی طرف اشارہ ہے جسے تکاثر نے ہلاک نہ کیا یا غافل نہ کیا اور اسی وجہ سے یہ سورت التکاثر کے بعد ہے۔

Marfat.com

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ العصر۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪﴿۳﴾

اس زمانہ محبوب کی قسم۔بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اس زمانہ محبوب کی قسم۔

قال مقاتل اقسم سبحانه بصلوٰة العصر لفضلها لانها الصلوٰة الوسطى عند الجمهور۔مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے نماز عصر کی قسم یاد فرمائی ہے اس کی فضیلت کے اظہار کے لیے اور اس لیے بھی کہ وہ درمیانی نماز ہے جیسا کہ جمہور علماء کرام کے نزدیک یہی مختار ہے۔ایک قول ہے نماز عصر کے وقت کی قسم یاد فرمائی ہے جو غروب آفتاب سے قبل ہوتا ہے کہ اس نماز کی بڑی فضیلت ہے یعنی صلوٰۃ الوسطیٰ ہے اور حدیث صحیح میں ہے الذی تفوته صلوٰة العصر فکانما وتر اهله و ماله جس کی نماز عصر فوت ہوگئی تو گویا اس کا اہل و مال سب برباد ہوگیا۔اور یہ کہ جمعہ کے روز بوقت عصر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ایک قول ہے کہ عصر سے مراد ہے عصر النبوۃ اکرم ﷺ کا زمانہ مبارک کہ وہ تمام زمانوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت وشرف اور بزرگی والا ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: خیر القرون قرنی تمام قرنوں میں بہترین قرن میرا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، عصر سے مراد ہے کہ زمانہ کی قسم کہ اہل تدبر کے لیے زمانہ بڑی نصیحت وعبرت ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

ای خسران فی متاجرهم ومساعیهم وصرف اعمارهم فی مباعیتهم التی لاینتفعون بها فی الآخرة.

یعنی انسان اپنی متاع کے ضائع ہونے اور اپنی کوششوں کے ناکام ہونے اور اپنی عمروں کی ان چاہتوں میں برباد کرنے پر گھاٹے وخسارے میں ہے جن کا آخرت کی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں خُسۡرٍ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کے معنی ہیں خسر عظیم بہت بڑے گھاٹے (خسارے) میں ہے اور الۡاِنۡسَانَ میں تعرف استغراق کے لیے ہے یا لام جنسی ہے مراد ہے اکثر لوگ۔اور اگر مخصوص انسان مراد ہو تو انسان الخاسر سے مراد ابوجہل لعین وغیرہ ہیں۔انسان کی عمر جو اس کا سرمایہ ہے وہ ہر لحہ گھٹ رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

فانهم فی تجارة لن تبورہ حیث باعوا الفانی الخسیس وتشتروا الباقی النفیس واستبدلو الباقیات الصالحات بالغادیات الائحات

اس لیے کہ انہوں نے نفع بخش تجارت کی جب کہ انہوں نے کمینہ وذلیل فانی دنیا بیچی اور اس کے عوض نفیس و پاکیزہ باقی

Marfat.com

رہنے والی لازوال آخرت کا سودا کیا اور باقی رہنے والی اچھی باتوں کو گندی فضول اور گناہ کی باتوں کے بدلے میں اختیار کیا۔ تو یہ لوگ خسارے میں نہیں۔ یہ استثنیٰ مومنین صالحین کے لیے ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی۔

اوصی بعضهم بعضاً بالامر الثابت الذی لا سبیل الی انکاره ولا زوال فی الدارین لمحاسن آثاره وهو الخیر کله من الایمان بالله عزوجل و اتباع کتبه و رسله علیهم السلام فی کل عقد و عمل۔

یعنی ان مومنین صالحین میں سے بعض نے بعض کو اس امر ثابت کی (ایمان وعمل) کی وصیت ونصیحت کی جس سے کسی طور انکار ممکن نہیں اور وہ دونوں جہانوں میں اپنے اثرات وبرکات کی خوبیوں کے ساتھ ہرگز زائل ہونے والا نہیں اور وہ سراسر خیر ہے جیسے حق سبحانہ عزوجل شانہ کی احدیت، الوہیت اور ربوبیت پر ایمان اور اس کے فرستادہ رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کی اطاعت وپیروی تمام عقائد اور اعمال میں اور یہی امر ثابت ہے اور حق ہے۔ ایک قول ہے کہ باہم نیکی کی وصیت کی۔ جب کہ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے الحق سے مراد قرآن ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

عن المعاصی التی تشتاق ایها النفس بحکم الجبلة البشریة وعلی الطاعات التی یشق علیها اداؤها وعلی مایبتلی الله تعالی به من المصائب والصبر المذکور داخل فی الحق

ان گناہوں سے بچنے کی وصیت کی جن کا نفس جبلت وسرشت بشریہ کے موجب حکم کرتا ہے اور نفس کو وہ پسندیدہ ہیں اور ان طاعات وعبادات کی تلقین کی جن کی ادائیگی نفس پر گراں ہے اور ان امور پر جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب میں مبتلا کیا صبر کی ہدایت کی اور صبر جس کا ذکر گزرا اتباع حق میں ہی داخل وشامل ہے۔ تو یہ وہ لوگ جنہوں نے دین کی راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں اور جادۂ حق پر ثابت قدم رہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو نفع پانے والے ہیں اور خسارے سے محفوظ ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ حق وصبر کا حکم لازم ہے اور امور شر سے روکنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا خسارے کا سودا ہے ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب کسی قوم کے لوگ برائی کو بدلنے کی قوت رکھتے ہوں اور پھر بھی برائی پھیلتی رہے اور وہ اسے قوت کے باوجود نہ بدلیں تو ان پر عام عذاب آ کر رہے گا یعنی عوام وخواص کوئی نہ بچے گا۔ اور مومنوں کی قوم کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

الحمدللہ آج سورت العصر پوری ہوئی

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۷ جون ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الھمزۃ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، نو آیات، تیس کلمات اور ایک سو تیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ الھمزۃ-پ ۳۰

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾	خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔
الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾	جس نے مال جوڑا اور گن گن رکھا۔
یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾	کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ ہی رکھے گا۔
کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ۫ۖ﴿۴﴾	ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔
وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾	اور تو نے کیا جانا کیا ہے روندنے والی۔
نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾	اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔
الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾	وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔
اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾	بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔
فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ٪﴿۹﴾	لمبے لمبے ستونوں میں۔

حل لغات-سورۃ الھمزۃ-پ ۳۰

وَیۡلٌ-خرابی ہے	لِّکُلِّ-واسطے ہر ایک	ہُمَزَۃٍ-منہ پر عیب کرنے والے	
لُّمَزَۃِ-پیٹھ پیچھے بدی کرنے والے کے لیے		الَّذِیۡ-وہ جس نے	جَمَعَ-جمع کیا
مَالًا-مال	وَّ-اور	عَدَّدَ-گنا	ہٗ-اس کو
یَحۡسَبُ-خیال کرتا ہے	اَنَّ-کہ بے شک	مَالَہٗۤ-اس کا مال	اَخۡلَدَ-ہمیشہ رکھے گا
ہٗ-اس کو	کَلَّا-ہرگز نہیں	لَیُنۡۢبَذَنَّ-ضرور ڈالا جائے گا	فِی-بیچ
الۡحُطَمَۃِ-حطمہ کے	وَ-اور	مَاۤ-کیا	اَدۡرٰىکَ-جانے تو
مَا-کیا ہے	الۡحُطَمَۃُ-حطمہ	نَارُ-آگ ہے	اللّٰہِ-اللہ کی
الۡمُوۡقَدَۃُ-جلائی ہوئی	الَّتِیۡ-وہ جو	تَطَّلِعُ-چڑھ جائے گی	عَلَی-اوپر
الۡاَفۡـِٕدَۃِ-دلوں کے	اِنَّہَا-بے شک وہ	عَلَیۡہِمۡ-ان پر	مُّؤۡصَدَۃٌ-بند کی جائے گی
فِیۡ-بیچ	عَمَدٍ-ستونوں	مُّمَدَّدَۃٍ-لمبے کے	

Marfat.com

سورت الہمزۃ

سورت الہمزۃ بلا اختلاف مکیہ ہے اور اس میں نو آیات ہیں اور اس سے پہلی سورت میں ان لوگوں کا بیان گزرا جو نقصان و خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو اس سورت میں بعض خسارہ والے لوگوں کے احوال کا بیان ہے جو وجہ مناسبت ہے۔

مختصر تفسیر اردو-سورۃ الہمزۃ-پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ① الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ② يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ③

خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔ کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

وَيْلٌ خرابی ہے ''ویل'' اصل میں مصدر بمعنی ہلاکت یعنی بربادی و خرابی ہے اس پر پہلے متعدد مرتبہ بحث گزر چکی۔

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ① ہر اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

هُمَزَةٍ بروزن فُعَلَةٌ ہے جس کے معنی عیاب طعان کے ہیں یعنی عادی عیب جو یا عیب لگانے والا اور نکتہ چینی کرنے والا۔ ابو حیان رحمہ اللہ کا قول یہ الھمز سے ہے اور لغت میں اس کی اصل ہے: الضرب لعنا بالید او بالعصا ونحوھا ثم استعیر للذی نیال بلسانہ وہ شخص جو ہاتھ یا لاٹھی کے اشارے وغیرہ سے نکتہ چینی کرے اور دکھ دے پھر اس شخص کے لیے استعارۃً ہو گیا جو زبان سے نکتہ چینی کرے یعنی بدگوئی کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے ہمزہ کے معنی ہیں غیبت کرنے والا مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے ہمزہ کے معنی ہیں منہ پر عیب لگانے والا اللُّمَزَةِ یہ بھی فُعَلَةٌ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں دوسروں پر طنز کرنے والا، عیب لگانے والا، غیبت کرنے والا، بے عزتی کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہمزہ اور لمزہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے لمزہ کے معنی ہیں نسب میں طعن (بدگوئی) کرنے والا، ابن ابی حاتم نے عثمان عمر سے روایت کی ہے کہ یہ آیات ابی بن خلف کے بارے میں اتریں اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے اخنس بن شریق کے بارے میں اتریں کہ وہ بڑا چغل خور اور عیب جو تھا اور بعض کا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ یا امیہ بن خلف کے بارے میں اتریں یہ سارے لعین آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن دراز کرتے اور ان کی غیبتیں کرتے تھے۔ اگر نزول کو مخصوص بھی کہا جائے تو ان بری باتوں کا حامل آیت کے عموم میں داخل ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے ہر اس شخص کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جو روبرو طنز کرے اور پس پشت برائیاں بیان کرے اور ''ویل'' دوزخ کا ایک کنواں یا وادی ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔

الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ② جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

بدل من کل بدل کل ہے یا بدل بعض من کل ہے اور مَالًا کی تنکیر تفخیم اور کثرت کے اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں اتری جس کے پاس چار لاکھ دینار تھے جب کہ ایک قول ہے کہ دس لاکھ دینار تھے اور وَّعَدَّدَهٗ کا معنی ہے ای عدہ مرۃ بعد اخری حبا لہ وشغفا بہ یعنی مال کی محبت میں اس شغف

Marfat.com

میں گنتی کے بعد پھر گنتی کرتا ہے (بار بار گن کر رکھتا ہے) ایک قول ہے: ای جعلہ عدہ ومدخر النوائب الدھر ومصائبہ یعنی زمانے کے آئندہ مصائب کو دور کرنے اور اس کی مشکلات سے بچنے کے لیے جوڑ کر رکھتا ہے ایک قول ہے وَعَدَّدَهٗ میں اسم بمعنی العدد المعروف ہے جو مال پر عطف ہے ای جمع مالہ وضبط عددہ واحصاہ یعنی اپنے مال کو جمع کیا اور اس کی تعداد کو (گنتی کو) یاد رکھا اور شمار کر کے رکھا۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

جملہ حالیہ ہے ای تر کہ خالدا ای ماکثا لایتنا ھی یعنی اسے ہمیشہ رہنے دے گا یا اس کو اتنا زمانہ رہنے دے گا جو ختم نہ ہو۔ والمراد ان المال طول املہ اور مراد ہے کہ بلاشبہ مال اس کی لمبی آرزو ہے ای یظن انہ مالہ ابقاہ یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ بلاشبہ اس کا مال اسے دنیا میں باقی رکھے گا اور دولت کی وجہ سے نہ ہی مفلس ہوگا اور نہ ہی مرے گا یعنی وہ سمجھتا ہے کہ شاید دولت و مال سے اسے دوامی زندگی مل جائے گی جو کہ فضول خیال ہے اور وہ حقیقت ایمان واعمال صالحہ اور موت دونوں سے غافل ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔

كَلَّا ہرگز نہیں۔

ردع لہ عن ذلک الحسبان الباطل او عنہ وعن جمع المال وحبہ المفرط علی ماقیل

اخنس بن شریق کے اس گمان باطل پر کہ اسے دولت مال دنیا میں باقی رکھے گا اسے باز داشت ہے یا پھر اس کے مال جمع کرنے کی ہوس اور اس کی حد سے بڑھی محبت زر پر جیسا کہ پیچھے تفصیلاً گزرا، اسے انتباہ ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ ایسا نہ کرتا اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔

لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔

لَيُنْۢبَذَنَّ جواب قسم مقدر و الجملۃ استیناف مبین لعلۃ الردع ای واللہ لیطرحن بسبب افعالہ المذکور یہ جواب قسم مقدر ہے اور جملہ از سر نو واضح ہے اور شاید اسی پر باز داشت ہے کہ بخدا وہ ضرور اپنے ان اسباب مذکورہ کے باعث دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ فِي الْحُطَمَةِ ای فی النار التی من شأنھا ان تحطم کل من یلقی فیھا یعنی ایسی نار دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ ہر چیز جو اس میں ڈالی جائے گی وہ اس کو چورا چورا کر دے گی۔ والحطم کسر الشیء کالھشم اور حطم کسی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں جیسے کسی شے کو چورا چورا یا ریزہ ریزہ کرنا۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے الحطمۃ ھنا بالدرک الرابع من النار" حطمہ سے یہاں مراد دوزخ کا چوتھا طبقہ ہے جہاں آگ ہڈیاں پسلیاں چورا چورا کر کے توڑ ڈالے گی۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ جہنم کا چھٹا طبقہ ہے اور القشیری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ دوسرا طبقہ ہے اور واحدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حطمۃ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ابوصالح کا خیال ہے کہ یہ وہ آگ ہے جو ان کی (کفار کی) قبروں میں ہوگی۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ اور تو نے کیا جانا کیا روندنے والی۔

لتھویل أمرھا ببیان انھا لیست من الامور التی تنالھا عقول الخلق۔

Marfat.com

اس بیان سے جہنم کی عظیم ہیبت و ہولناکی کا اظہار ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے نہیں جن تک مخلوق کی عقلوں کی رسائی ہو یعنی تمہیں حطمہ کی کیفیت وشدت کا ادراک نہیں اور نہ ہی اس کا تصور ممکن ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الجملة لبیان شان المسئول عنها ای هی نار الله یہ جملہ مسئول کی شان کے بیان کے اظہار کے لیے ہے یعنی یہ وہ اللہ کی آگ ہے نار کی نسبت اس کی عظمت کو واضح کر رہی ہے الْمُوْقَدَةُ ای بامر الله عزوجل یعنی یہ اللہ عزوجل کے حکم سے بھڑک رہی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ ہزار برس تک تپائی گئی پھر ہزار برس تک اور بڑھائی گئی یہاں تک سفید ہوگئی پھر ہزار برس تک مزید بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ انتہائی سیاہ اور تاریک ہے۔

الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

ای تعلو اوساط القلوب وتغشاها۔

یعنی دلوں کے درمیان اندر پہنچے گی اور ان پر چھا جائے گی۔ دل کے ذکر کی تخصیص اس لیے ہے کہ ”ان الفواد الطف ما فی الجسد واشده تالما بادنی أذی یمسه“ بلاشبہ سارے جسم میں سے سب سے زیادہ لطیف دل ہے اور اسے معمولی سی تکلیف بھی چھوتی ہے تو وہ سب سے زیادہ دکھتا ہے اور اس کی سوزش زیادہ ہوتی ہے اور دوزخ میں آگ دل تک پہنچے گی لیکن موت نہ آئے گی تو اس دائمی الم اور عذاب کی کیفیت کیا ہوگی۔ ایک قول ہے کہ دل ہی وہ مقام ہے جو کفر وعقائد باطلہ کا مرکز رہا تو اس وجہ سے انہیں اس عذاب سے گزرنا ہوگا جو دائمی ہوگا۔ گویا یہ روحانی عذاب ہوگا جو عمومی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔

ای مطبقة

یعنی آگ کے طبقات میں ڈال کر دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ ابونعیم نے سوید سے روایت کی ہے کہ دوامی جہنمیوں کو لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم کی تہہ میں پھینک دیا جائے گا نہ ایک دوسرے کے عذاب کو دیکھ سکیں اور نہ ہی اس سے نکل سکیں۔

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ لمبے لمبے ستونوں میں۔

عمد جمع عمود کما قال الراغب والفراء۔ عمد عمود کی جمع ہے جیسا کہ راغب اور فراء رحمہما اللہ کا قول ہے اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے عِمَادٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ستون مُّمَدَّدَةٍ، عَمَدٍ کی صفت ہے ای طوال یعنی لمبے لمبے۔ ابن زید سے مروی ہے عمد من حدید ستون لوہے کے ہوں گے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انها من نار وہ ستون آگ کے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے ای موثقین فیها یعنی ان ستونوں میں جکڑے جائیں گے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ادخلهم فی عمد وتمددت علیهم فی

Marfat.com

اعناقھم السلاسل فسدت بھا الابواب جہنمیوں کو ستونوں میں ڈالا جائے گا پھران پرانہیں لمبا کیا جائے گا ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی پھران کے ساتھ دروازے مضبوط بند کر دیے جائیں گے۔اعاذنا اللہ بھذا اللھم اجرنا من النار بفضلک یا عزیز یا غفار بحرمت سید الابرار صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

الحمدللہ آج سورت الہمزہ پوری ہوئی۔

۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الفیل مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیات، بیس کلمات اور چھیانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ ـ سورۃ الفیل ـ پ ۳۰

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ﴿۱﴾	اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔
اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ﴿۲﴾	کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا۔
وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ﴿۳﴾	اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔
تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ﴿۴﴾	کہ انہیں پتھر کے کنکروں سے مارتے۔
فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ﴿۵﴾	تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

حل لغات ـ سورۃ الفیل ـ پ ۳۰

اَ ـ کیا	لَمۡ ـ نہ	تَرَ ـ دیکھا تو نے	کَیۡفَ ـ کیسے
فَعَلَ ـ کیا	رَبُّکَ ـ تیرے رب نے	بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ـ ہاتھی والوں سے	
اَ ـ کیا	لَمۡ ـ نہ	یَجۡعَلۡ ـ کیا	کَیۡدَ ـ داؤ
ہُمۡ ـ ان کا	فِیۡ ـ بیچ	تَضۡلِیۡلٍ ـ تباہی کے	وَّ ـ اور
اَرۡسَلَ ـ بھیجے	عَلَیۡہِمۡ ـ ان پر	طَیۡرًا ـ پرندے	اَبَابِیۡلَ ـ ڈار کے ڈار
تَرۡمِیۡہِمۡ ـ کہ مارتے تھے ان کو		بِحِجَارَۃٍ ـ پتھر	مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ـ کنکروں کے
فَجَعَلَہُمۡ ـ تو کیا ان کو	کَعَصۡفٍ ـ جیسے بھوسہ	مَّاۡکُوۡلٍ ـ کھایا ہوا	

سورت الفیل

سورت الفیل بلاخلاف مکیہ ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں۔پچھلی سورت میں کفار کے اس مکر کا ذکر گزرا جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بطور طنز کرتے تھے تو اس کے بعد اس سورت میں اصحاب الفیل کا ذکر گویا اس امر کا اشارہ ہے کہ ان کفار کے

Marfat.com

داؤ پیچ اور مکروں کا انجام دنیا میں تباہی و ہلاکت اور آخرت کی مکمل بربادی ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم ﷺ پر بڑا فضل اور انتہائی مہربانی ہے تو جس طرح اصحاب الفیل اپنے زعم باطل میں کعبہ معظمہ کو ڈھانے آئے اور خائب و خاسر ہلاک و برباد ہوئے یونہی کفار جو نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو روکنے یا مٹانے کا عزم رکھتے ہیں اسی طرح ہلاک ہوں گے اور انہیں ان کا مال اور دولت انجام بد سے نہ بچا سکے گا اور یہی مناسبت کو واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورت الفیل۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ؕ﴿۱﴾ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ٪﴿۵﴾

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا، کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا۔ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔ کہ انہیں پتھر کے کنکروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ؕ﴿۱﴾ اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

اَلَمۡ تَرَ رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور استفہام انکاری مفید تقریر ہے یعنی اے محبوب! آپ نے دیکھ لیا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں رؤیت بمعنی علم ہے اور یہ واقعہ ولادت شریفہ سے قبل کا ہے تو معنی ہوں گے کیا آپ کو علم نہیں (معلوم نہیں) اور یہ بات قطعی ہے کہ آپ نے اس واقعہ کا متواتر ذکر سنا اور اس کے آثار دیکھے تو رؤیت بمعنی دیکھنا بھی درست ہے۔

کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ تمہارے رب نے کیا حال کیا۔

رؤیت کی تعلیق (نبی کریم ﷺ کے دیکھنے کی نسبت و تعلق) حق سبحانہ وتعالیٰ کے فعل کی کیفیت سے ہے گویا فرمایا جارہا ہے: الم تر ما فعل ربک کیا آپ نے دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے کیا حشر کیا ان لوگوں کا جو ہاتھی والے تھے اس سے مقصود علم وقدرت ربانیہ کے بیان، شرف وفضیلت حرم کعبہ کا اعلان اور نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت اور عظمت شان کا اظہار ہے۔ جمہور علماء کرام کا قول ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی نبوت کی تمہید ہے اسی سال آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ﴿۱﴾ ان ہاتھوں والوں کا۔

ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا جس کا نام الاشرم بن الصباح الحبشی تھا اس کی کنیت ابی یکسوم تھی اور وہ ابرہہ نام سے موسوم ہونے کو منع نہ کرتا تھا کہ حبشی زبان میں ابرہہ کے معنی الابیض الوجہ گورے سفید رو کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ وہ حمیری تھا اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک کنیسہ (گرجا) عبادت کے لیے تعمیر کرایا اور یہ چاہا کہ حج کرنے والے لوگ مکۃ المکرمہ کی بجائے یہاں آئیں اور کعبہ معظمہ کی بجائے اس گرجے کا طواف کریں۔ اہل عرب کو یہ بات سخت ناگوار گزری قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے جب یہ سنا تو اس نے موقع پا کر اس گرجے (صنعاء) میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے گندہ کر دیا اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ معظمہ کو ڈھانے کی قسم کھائی اور

Marfat.com

اس خبیث ارادے کی تکمیل کے لیے ایک بڑا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان ہاتھیوں میں سب بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا، مکۃ المکرمہ کی طرف چڑھائی کی۔ جب قریب پہنچا تو اس نے اہل مکہ کے جانور قید کر لیے جن میں سے دو سو اونٹ سردار مکہ عبدالمطلب کے تھے۔ عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا تو آپ نے اونٹ واپس مانگے اس پر ابرہہ نے کہا عجب بات ہے کہ میں خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں اور وہ تمہارے باپ دادا کا معظم ومحترم مقام ہے تم اس کے لیے تو کچھ نہیں کہتے اور اپنے اونٹوں کی واپسی چاہتے ہو عبدالمطلب نے کہا اونٹوں کا مالک میں ہوں اور کعبہ معظمہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا، یہ سن کر ابرہہ نے اونٹ واپس کر دیئے۔ عبدالمطلب جب مکہ واپس ہوئے تو قریش کو سارا ماجرا سنایا اور مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں منتشر ہو کر پناہ گزین ہو جائیں اور اپنی حفاظت کریں کہ ابرہہ کا لشکر انہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔ پھر عبدالمطلب بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ کی زنجیر پکڑ کر کہنے لگے، رب البیت! میں تیرے سوا ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اس حرم کو ان سے بچالے وہ اس حرم کا دشمن ہے اپنے حرم کی بستی کو بربادی سے محفوظ فرما اور صلیب کے پجاریوں کو اپنے پرستاروں پر غلبہ نہ دے وہ تیرے حرم کو منہدم کرنے آئے ہیں اور تیرے جلال سے نہیں ڈرے، اگر تو ان کو اور ہمارے حرم کو یونہی چھوڑ دینے والا ہے تو پھر وہی فرما جو تیری رضا ہے۔ یہ التجا ودعا کر کے اپنے لوگوں کے پاس چلے گئے۔ اگلے روز صبح کو ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور بڑے ہاتھی محمود نامی کے علاوہ بارہ اور ہاتھی لشکر میں شامل کیے۔ نفیل خثعمی جو بحالت اسیری ابرہہ کے ساتھ بطور راہ نما ساتھ تھا اس نے بڑے ہاتھی محمود کے کان میں کہا، تو اللہ کے حرمت والے شہر میں ہے بیٹھ جا اور واپس جا جہاں سے آیا ہے پھر وہ ایسا بیٹھ گیا کہ شدت وسختی، خوف وضرب کے باوجود بھی اس نے ایک قدم نہ اٹھایا جب اس کا رخ یمن کو کرتے تو اٹھ کر تیز چلتا اور جب سوئے حرم کرتے تو بیٹھ جاتا، اللہ نے سمندر کی طرف سے رات کی مانند ابابیلوں کا لشکر بھیجا ہر ابابیل کے پنجوں میں اور چونچ میں ایک ایک پتھر مسور کے دانے کے برابر تھا جب یہ پرندے ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے تو انہوں نے پتھریاں پھینکیں جس شخص کو وہ سنگریزے لگے ہلاک ہو گئے۔ نفیل ابابیلوں کے جھنڈ دیکھتے ہی دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور لشکر ابرہہ کی بربادی دیکھی کہ وہ راہ نما کے بغیر جس راہ کی طرف بھاگے ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ سخت جسمانی بیماری میں مبتلائے عذاب ہو کر ہلاک ہوا۔ واقدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ محمود ہاتھی محفوظ رہا اور اکثر لشکری ہلاک ہوئے اور جو کنکریاں یا سنگریزے ان پرندوں نے گرائے ان پر ہلاک ہونے والے شخص کا نام لکھا تھا۔

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا۔

بيان اجمالي لما فعل الله تعالىٰ بهم

استفہام انکاری ہے جو ثبوت کو مفید ہے یعنی اللہ نے ان (اصحاب الفیل) کے کید (چال یا داؤ) کو ناکام کر دیا اور انہوں نے انہدام کعبہ کی جو جسارت کی تھی اسے باطل کر کے انہیں ہلاک کر ڈالا اور حرم کعبہ اور اہل حرم کے شرف وعزت کو محفوظ رکھا۔

وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔

اى جماعات جمع ابالة او ابول مثل عجول او ابيل مثل سكين۔

یعنی جھنڈ کے جھنڈ، کثیر پرندوں کی پیہم ٹکڑیاں ابابیل إبالۃ کی جمع ہے یا ابول کی جمع ہے جیسے عجول کی جمع عجاجیل یا پھر

ابیل کی جمع ہے۔ جیسے سکین کی جمع سکاکین۔ اباله کے معنی ہیں کثیر پرندوں کا جتھہ یا جھنڈ اَبَابِيْلَ طَيْرًا کی صفت ہے وجاءت هذه الطير على ماروى عن جمع جهة البحر ولم تكن نجدية ولاتهامية ولاحجازية وزعم بعض ان حمام الحرم من نسلها ولايصح ذلك۔ یہ پرندوں کے لشکر جیسا کہ روایت کیا گیا ہے اکٹھے ہو کر سمندر کی طرف سے آئے اور نجد (مشرق) اور تہامہ اور حجاز کی طرف سے نہیں آئے تھے اور بعض علماء کرام کا خیال ہے۔ حرم شریف کے کبوتر اسی نسل سے متعلق ہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: كان وجوها مثل وجوه السباع لم تر قبل ذلك ولابعده۔ ان پرندوں کے چہرے (منہ) درندوں کے مونہوں کی طرح تھے اس سے پہلے نہ ان جیسے دیکھے گئے اور نہ ہی ان کے بعد۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پرندے سبز تھے اور ان کی چونچیں زرد تھیں جب کہ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سیاہ رنگ کے پرندے تھے۔

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ کہ انہیں پتھر کے کنکروں سے مارتے۔

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ انہیں مارتے پتھروں سے۔

صفة اخرى لطير یہ پرندوں کی دوسری صفت کا بیان ہے کہ وہ پرندے ہاتھی والوں پر سنگباری کرتے تھے۔

مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ کنکر سے صفة حجارة اى كائنة من طين متحجر یہ پتھروں کی صفت ہے یعنی اس مٹی کے تھے یا جو پتھر کنکر کی صورت میں ہو جائے۔ ہر کنکر پر ہلاک ہونے والے کا نام بھی لکھا تھا۔ بعض علماء کرام نے سِجِّيْلٍ کو السجل سے مشتق مانا ہے کہ اس کے معنی ہیں نشان زدہ۔ ان کنکروں کا حجم مسور کے دانے کے برابر تھا۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بکری کی مینگنی کے برابر تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "مثل البندق" چنے کے برابر تھا۔ ابونعیم نے نوفل ابن ابی معاویہ الدیلمی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے وہ کنکریاں دیکھیں جو اصحاب فیل پر ماری گئیں تھیں چنے کے دانے کی طرح تھیں اور مسور کے دانے سے بڑی تھیں۔ ابونعیم نے ابوصالح رحمہما اللہ سے روایت کی ہے: انه مكتوب على الحجر اسم من رمى به واسم ابيه کہ اس کنکری کے پتھر پر ہلاک ہونے والے اور اس کے باپ کا نام لکھا تھا۔ جس شخص پر یہ پتھر گرا آر پار ہو گیا اور سر پر پڑا تو مقعد سے نکل گیا۔

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

اى كورق زرع یعنی اللہ عزوجل نے اس طرح کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتیاں، ک تشبیہ کے لیے اور عصف کے معنی ہیں بھوسہ۔ قتادہ کا قول یہی ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ عصف گندم کے چھلکے (چھان) کو کہتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ عصف کے معنی ہیں ورق زرع گیہوں کی کھیتی جب کاٹ لیں تو جو شے بال اور پتی کی صورت میں رہ جاتی ہے اور جسے جانور کھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ مَّاْكُوْلٍ کے معنی ہیں کھائی ہوئی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں ہلاک کر ڈالا کھائے ہوئے اور بھوسے کی مانند چورا چورا کر دیا۔

الحمدللہ آج سورت الفیل پوری ہوئی

۱۰ جولائی ۱۹۹۵ء ۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۵ ہجری

Marfat.com

سورۃ القریش مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، چار آیات، سترہ کلمات اور تہتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ القریش۔پ ۳۰

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ۝١	اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔
اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۝٢	ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں ان کو میل دلایا۔
فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۝٣	تو ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔
الَّذِيۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝٤	جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

حل لغات۔سورۃ القریش۔پ ۳۰

لِاِيۡلٰفِ۔واسطے الفت دلانے	قُرَيۡشٍ۔قریش کے	اٖلٰفِهِمۡ۔الفت دلانے ان کے
رِحۡلَةَ۔سفر	الشِّتَآءِ۔سردی	وَ۔اور
الصَّيۡفِ۔گرمی کے	فَلۡيَعۡبُدُوۡا۔تو چاہیے کہ عبادت کریں	رَبَّ۔رب کی
هٰذَا۔اس	الۡبَيۡتِ۔گھر کے	الَّذِيۡۤ۔جس نے
اَطۡعَمَهُمۡ۔کھلایا ان کو	مِّنۡ جُوۡعٍ۔بھوک میں	وَّ۔اور
اٰمَنَهُمۡ۔امن دیا ان کو	مِّنۡ خَوۡفٍ۔خوف سے	

سورت القریش

جمہور کے نزدیک سورت القریش مکی ہے اور اس کو سورت لِاِيۡلٰفِ بھی کہتے ہیں۔ضحاک اور ابن السائب رحمہما اللہ کے نزدیک مدنی ہے اس میں چار آیات ہیں اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت واضح ہے کہ اللہ عزوجل نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا کہ وہ بیت اللہ کو گرانے آئے تھے تو اہل حرم کا شرف بیت اللہ کے سبب ہے تو اس سورت میں اس حوالے سے قریش کو دعوت بندگی ہے جس نے انہیں بڑے خوف سے امان بخشا اور اس گھر کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا اور ان کے ذرائع معاش کو قوی کیا۔ایک گروہ علماء کرام کا قول ہے کہ سورت الفیل اور سورت القریش ایک ہی سورت ہے اور انہیں نے اس پر اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف میں دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل نہیں کیا اور جیسا کہ عمرو بن میمون الازدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے پہلی رکعت میں سورت التِّيۡنِ پڑھی اور دوسری رکعت میں اَلَمۡ تَرَ اور لِاِيۡلٰفِ بدوں بِسۡمِ اللّٰهِ کی فصل کے پڑھی (مجموعی پڑھیں) علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ بغدادی کہتے ہیں کہ اس پر ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ ابی کے مصحف

Marfat.com

میں بسم اللہ کے ساتھ فصل موجود ہے اور مثبت کو منفی پر تقدم حاصل ہے اور ابن میمون کی خبر عدم سماع کی وجہ سے درست نہیں۔
اس سورت کے مستقل الگ سورت ہونے پر وہ روایت جسے بخاری نے تاریخ میں، طبرانی وحاکم نے بافادہ تصحیح اور ابن مردویہ رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے الخلافیات میں ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت بخشی جو ان سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد کسی قبیلے کو عطا ہوئیں۔
اول: میں (رسول اللہ ﷺ) ان میں سے ہوں اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ نبوت ان میں رکھی (مجھے ان میں سے نبوت عطا کی)
دوم: ان میں خلافت رکھی کذا فی الحدیث ایضا الائمة من القریش
سوم: ان میں حجابت رکھی یعنی خانہ کعبہ کی خدمت ومجاورت
چہارم: ان میں سقایت رکھی یعنی حاجیوں کو پانی پلانا (زمزم شریف)
پنجم: اور وہ ہاتھی والوں پر مدد دیے گئے۔
ششم: نبوت کے ابتدائی سات برس تک یا دس برس تک قریش کے سوا نہ کوئی مسلمان ہوا اور نہ کسی اور نے اللہ کی بندگی کی۔
ہفتم: ان کے بارے میں قرآن اترا جس میں قریش کے سوا کا ذکر نہیں اور وہ سورت القریش ہے اور اس سورت کا الگ سورت ہونا حدیث سے متواتر ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ القریش۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

اس لیے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا تو انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ﴿۱﴾ اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔

خفاجی کا قول ہے کہ الایلاف مصدر ہے بمعنی الفت الشی یعنی کسی شے کی محبت ورغبت یا ملاپ۔ ہروی رحمہ اللہ کا قول ہے الایلاف عهود بینهم وبین الملوک۔ ایلاف (ملاپ) سے مراد قریش اور بادشاہوں کے درمیان معاہدات ہیں۔ ہاشم کا ملک شام کے ساتھ اور مطلب کا کسریٰ کے ساتھ اور عبدالشمس اور نوفل دونوں ملک مصر وحبشہ کے ساتھ ملاپ (معاہدے) رکھتے تھے۔ قریش کا مادہ قرش سے نکلا ہے جس کے معنی میں اکٹھے کرنا یا جمع کرنا۔ ایک قول ہے لفظ قریش قرش کی تصغیر ہے اور یہ اسم لدابة فی البحر ایک آبی جانور کا نام ہے جس سے تمام دریائی جانور ڈرتے ہیں اور وہ سب پر غالب ہے۔ اہل عرب بولتے ہیں، فُلَانٌ یَتَقَرَّشُ فلاں شخص کماتا ہے۔ صراح میں ہے کہ یہ لوگ چونکہ متفرق اور منتشر ہونے کے بعد حرم میں دوبارہ مجتمع ہوئے تھے اس لیے انہیں قریش کہتے ہیں اور القریش کے معنی غالب آنے کے ہیں۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور یہی صحیح ترین ہے اور قرطبی رحمہ اللہ کے نزدیک یہی ثابت وقوی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا

Marfat.com

قریش کون ہیں ارشاد فرمایا، من ولد النضر وہ جونضر بن کنانہ کی اولاد ہیں وقیل ولد فھر بن مالک بن النضر اور ایک قول ہے کہ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد قریش ہے۔ اکثر علماء انساب کا کہنا ہے کہ فہر بن مالک کا نام ہی قریش ہے جو منتشر ہو کر دوبارہ مجتمع ہوئے تھے، لہٰذا قریش اولاد نضر بن کنانہ ہیں اور واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔

لِاِیْلٰفِ میں لام فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ سے متعلق ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا اور اہل حرم (قریش) کی نصرت فرمائی تا کہ اس شرف و عظمت کو دیکھ کر دوسرے لوگ ان کی تعظیم وقدر کریں اور قریش کو گرمی یا جاڑے کا کوئی سفر بھی ہو، لوگ ان پر حملہ نہ کریں اور وہ تمام خطرات سے مامون ہو کر سفر کریں تو گویا یہ ایلاف نعمت باری ہے بعض علماء کرام کے نزدیک لام تعجیب کا ہے۔

اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝۲ ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا۔

بدل من لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ورحلة مفعول به

یہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ سے بدل ہے اور رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ اس کے ساتھ بطور مفعول ہے ای لاجل رحلة یعنی ہر سال ان دونوں سفروں کی وجہ سے جو قریش سردیوں میں اور گرمیوں میں کرتے واطلاق لایلاف ثم ابدل المقید منه للتفخیم۔ لِاِیْلٰفِ کا اطلاق کے بعد بدل مقید اظہار عظمت کے لیے ہے کہ یہ قریش پر اللہ عزوجل کا خاص انعام ہے اور بہت بڑی مہربانی ہے۔ "وکان لقریش رحلتان رحلة فی الستاء الی الیمن ورحلة فی الصیف الی بصری من ارض شام کما روی عن ابن عباس و کانوا فی رحلتیھم امنین لانھم اهل حرم الله تعالیٰ وولاة بیته العزیز فلا یتعرض لھم" اور قریش کے لیے دو سفر تھے سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں بصریٰ کی طرف سفر کرتے جو سرزمین شام میں ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور قریش اپنے دونوں سفروں میں مامون و محفوظ رہتے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عزت والے شہر حرم مکہ کے باسی تھے اور اس کے عزت و شرف والے گھر کے مجاور و نگران تھے تو لوگ اس وجہ سے ان سے تعرض نہ کرتے بلکہ ان کی عزت و تکریم کرتے اور ان کے ساتھ تجارت کرتے اور نفع حاصل کرتے اور حرم مکہ میں اقامت کے لیے سرمایہ کاری کرتے، ایسی جگہ جہاں جو وادیٔ غیر ذی زرع ہو (بے آب و گیاہ سرزمین) اس میں معاش و معاشرت کے یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی واضح نعمت اور فضل مبین تھا۔

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝۳ تو انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔

فَلْیَعْبُدُوْا۔ میں فاء جزائیہ ہے کہ پچھلے جملوں میں شرط کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے قریش پر اللہ عزوجل کے بڑے انعام ہیں اگر وہ ان سب انعامات کے باوصف اللہ عزوجل کی بندگی نہیں کرتے تو ایلاف قریش (دونوں سفروں کے میل دلانے) کی نعمت کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ وہ رب کعبہ کی بندگی کریں۔ بعض کا قول ہے کہ فاء زائد ہے اور شرط محذوف کی جزاء ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ کا لام تعجب کے لیے ہے تو اس تقدیر پر فاء بطور عطف سببیت کے لیے ہے اور معنی یہ ہوں گے، اللہ نے اس پاک گھر کو اور اہل حرم یعنی قریش کو محفوظ رکھا تو ان کی حفاظت کا سبب یہی مقدس

Marfat.com

گھر ہے تو اس وجہ سے ان کو گھر کے رب کی عبادت لازم ہے "هٰذَا الْبَيْتِ" سے مراد ہے کعبہ معظمہ جسے اللہ عزوجل نے اصحاب الفیل سے محفوظ رکھا اور اللہ عزوجل نے رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ فرما کر اس گھر کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جو اس گھر کی عظمت وشان پر دلالت کر رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں کعبہ کے نزدیک لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب پڑھا، فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ تو اپنی انگلی سے کعبہ کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ اللہ کے حضور حالت نماز میں تھے۔

الَّذِيٓ أَطْعَمَهُمْ جس نے انہیں کھانا دیا۔

ای بسبب تینک الرحلتین

یعنی ان دونوں سفروں کی وجہ سے۔

مِّن جُوعٍ بھوک میں

ای کانوا فیه قبلهما یعنی ان سفروں کی رغبت ومیل سے پہلے اور ارض حرم میں کھیتی باڑی اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے جس شدید معاشی تنگی میں اور فاقوں میں مبتلا تھے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد وہ قحط ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ مردار اور ہڈیاں تک کھا کر گزارا کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے ثمرہ میں تمہیں بھوک سے نجات دی اور پھلوں سے رزق وافر عطا فرمایا وغیرہ۔

وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

عظیم لایقادره قدره وهو خوف اصحاب الفیل او خوف التخطف فی بلدهم ومسایرهم او خوف الجذام کما اخرج ذلک ابن جریر۔ اتنی عظیم امان وحفاظت کی کہ اس کی عظمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور خوف سے مراد اصحاب الفیل کا خوف ہے جس سے محفوظ کر دیا یا پھر ان کو ان کے شہر اور بستیوں سے اچک لیے جانے کے خوف سے امان مراد ہے یا یہ کہ اہل حرم جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا نہ ہوں گے جیسا کہ ابن جریر وغیرہ سے منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اہل حرم بفضلہ تعالیٰ طاعون سے بھی مامون رہیں گے۔ ایک قول ہے کہ اہل حرم ہونے کی وجہ سے ہر سفر میں محفوظ کر دیا کہ کوئی انہیں لوٹے یا ہلاک کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی برکت سے انہیں خوف عظیم سے امان عطا فرمائی۔ جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دشمن ومصیبت وغیرہ میں اس سورت کا پڑھنا حد درجہ نافع اور مجرب ہے۔

الحمد للہ آج سورت القریش پوری ہوئی

۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ، بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الماعون مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، سات آیات، پچیس کلمات اور ایک سو پچیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الماعون۔پ ۳۰

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ﴿۱﴾	بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔
فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ﴿۲﴾	پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ﴿۳﴾	اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔
فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ﴿۴﴾	تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔
الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ﴿۵﴾	جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔
الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ﴿۶﴾	وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔
وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾	اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

حل لغات۔سورۃ الماعون۔پ ۳۰

اَ۔کیا	رَءَیۡتَ۔دیکھا تو نے	الَّذِیۡ۔اس کو جو	یُکَذِّبُ۔جھٹلاتا ہے
بِالدِّیۡنِ۔قیامت کو	فَذٰلِکَ۔تو یہ	الَّذِیۡ۔وہ ہے جو	یَدُعُّ۔دھکے دیتا ہے
الۡیَتِیۡمَ۔یتیم کو	وَ۔اور	لَا۔نہیں	یَحُضُّ۔رغبت دلاتا
عَلٰی۔اوپر	طَعَامِ۔کھانے	الۡمِسۡکِیۡنِ۔مسکین کے	فَوَیۡلٌ۔تو خرابی ہے
لِّلۡمُصَلِّیۡنَ۔نمازیوں کے لیے		الَّذِیۡنَ۔جو کہ	ہُمۡ۔وہ
عَنۡ صَلَاتِہِمۡ۔اپنی نمازوں سے		سَاہُوۡنَ۔غافل ہیں	الَّذِیۡنَ۔جو کہ
ہُمۡ۔وہ		یُرَآءُوۡنَ۔دکھلاوا کرتے ہیں	وَ۔اور
یَمۡنَعُوۡنَ۔روکتے ہیں		الۡمَاعُوۡنَ۔برتنے کی چیزیں	

سورت الماعون

جمہور کے قول کے مطابق سورت الماعون مکی ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابن الزبیر علیہم الرضوان سے یہی روایت کی ہے جیسا کہ تفسیر درالمنثور میں ہے اور بحر میں ہے کہ یہ مدنیہ ہے اور یہ ابن عباس اور قتادہ علیہم الرضوان سے منقول ہے اور ضحاک سے بھی یونہی مذکور ہے المفسر الضریر ہبۃ اللہ کا قول ہے کہ یہ سورۃ آدھی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ میں اتری اور اس کا دوسرا نصف عبداللہ بن ابی راس المنافقین کے بارے میں مدینہ میں نازل ہوا اور اس کی سات آیات ہیں۔

سورت القریش میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ بمعنی اللہ نے ساکنان حرم کو بھوک میں کھانا دیا اور ان

سورت میں اس شخص کی مذمت کی ہے جو مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا ارشاد ہے: وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝٣ اور پہلی سورت میں رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ کی بندگی کا فرمایا اور اس سورت میں اپنی نمازیں بھولے ہوؤں کی مذمت کی ہے اور یہ کہ اللہ نے قریش کو بے شمار نعمتیں عطا کیں مگر وہ بعث وجزاء پر ایمان نہ لاتے تھے تو اس سورت میں جزاء سے خوف دلانے کے لیے اور عذاب سے ڈرانے کے لیے ان کا تعاقب فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الماعون۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝١ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝٣

بھلا دیکھو جو دین کو جھٹلاتا ہے پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝١ بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔

استفہام میں سامع (سننے والے) کے لیے شوق دلانا ہے کہ جھٹلانے والے کو پہچانے اور اس میں دین داروں کے لیے وجوب ہے کہ اس مکذب (جھٹلانے والے) سے اور اس کے فعل سے احتراز کریں اور اس میں تعجیب بھی ہے اور خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے یا ہر اس شخص کے لیے جو اس کی اصلاح چاہتا ہے اور رؤیت بمعنی معرفت (پہچان ہے) الَّذِي يُكَذِّبُ سے مراد اگر الَّذِي عہدی ہے تو المکذب (خاص جھٹلانے والا) ہے جیسا کہ شان نزول میں ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی یا بقول مقاتل رحمہ اللہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری اور اگر الَّذِي جنسی ہے تو مراد ہر وہ شخص ہے جو دین کو جھٹلانے والا ہے دین سے مراد الجزاء (بدلہ، صلہ) ہے اور یہ ایک معنی ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کماتدین تدان، مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے دین کے معنی حساب کے ہیں یا پھر اسلام مراد ہے جیسا کہ مشہور ہے اور ایک قول ہے کہ دین کے معنی حق ہیں۔

فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝٢ پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ فاء سببیہ ہے اور جو اس کے مابعد (پیچھے ہے) وہ اس شخص کی معرفت کے بارے میں رغبت وشوق دلانے والا ہے جو اس کا سبب ہے اور جس پر کہ سابق کلام دلالت کر رہا ہے اور ایک قول ہے کہ شرط محذوف کے جواب میں واقع ہے کیونکہ ذلک مبتدا ہے اور الَّذِي موصول اس کی خبر ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے ھل عرفت الذی یکذب بالجزاء او بالاسلام ان لم تعرفه فذالک الذی یکذب بذلک ھو الذی یدع الیتیم ای یدفعه دفعا عنیفا ویزجره زجراً قبیحا۔ کیا آپ نے اس شخص کو نہیں پہچانا جو صلہ وبدلہ (جزاء) یا دین اسلام کو جھٹلاتا ہے اگر آپ نے اس کو ابھی بھی نہیں پہچانا تو وہ شخص وہ ہے جو اس امر کو جھٹلاتا ہے اور وہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے یعنی تند خوئی و درشتی اور حقارت کے ساتھ دھکا دے کر ہٹاتا ہے اور انتہائی برے اور بھونڈے طریقے سے اس پر شدت وسختی (ظلم) کرتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور ابورجاء اور یمانی علیہم الرضوان نے يَدُعُّ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جس کے معنی ہیں یترک الیتیم لایحسن الیه ویجفوه یتیم کو چھوڑ دیتا ہے اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کرتا اور اس پر ظلم وجفا کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ یتیم کو اس کا حق نہیں دیتا یا حق روکتا ہے۔ لغت میں دعّ کے معنی زور سے دھکا دینے کے ہیں یا چھوڑ دینے یا کسی چیز کے روکنے کے ہیں۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ۝۳ اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

وَلَا یَحُضُّ ای ولا یبعث احداً من اھله وغیرھم من الموسرین۔

یعنی نہ تو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو اس کے لیے تیار کرتا ہے اور نہ ان کے علاوہ دوسرے مالداروں کو اس کا مشورہ دیتا ہے۔

عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ۝ الطعام ھنا بمعنی الاطعام

یعنی کھانا کھلانا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ جزاء کا منکر و مکذب ہے نہ تو خود کسی کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے سے دلاتا ہے حد درجہ کا بخیل و کمینہ ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ۝۴ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَۙ۝۵ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَۙ۝۶ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۝۷

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَۙ۝

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز بھولے بیٹھے ہیں۔

فاء یا تو سببیہ ہے یا پھر جزائیہ ہے اگر سببی ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ پہلے حقوق العباد کا ذکر گزرا تو اب حقوق اللہ کا ذکر ہے اور جزائیہ ہو تو معنی یہ ہوں گے ای اذا کان دع الیتیم والحض بھذہ المثابة لما بال المصلی الذی ھو ساہ عن صلاته التی ھی عماد الدین والفارق بین الایمان والکفر"۔ یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور اس عظیم ثواب کے کام سے بے رغبت ہونا تکذیب دین کی علامت ہے اور باعث مذمت تو پھر اس نمازی شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی نماز سے غافل ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور ایمان کفر کے درمیان امتیاز کرنے والی ہے۔ "ویل" کے معنی ہلاک کے ہیں یعنی ان نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ ایک قول ہے: ای غافلین غیر مبالین بھا حتی تفوتھم بالکلیة او یخرج وقتھا او لا یصلونھا کما صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والسلف ولکن ینقرونھا نقرا ولا یخشعون وینجدون فیھا ویتھون وفی کل واد من الافکار الغیر المناسبة لھا یھیمون فیسلم احدھم منھا ولا یدری ما قرأ فیھا۔ یعنی نمازوں سے غفلت کرنے والے اس کی پرواہ نہ کرنے والے یہاں تک کہ نمازیں ان سے بالکلیہ فوت ہو جائیں یا ان کا وقت نکل جائے یا انہیں اس طرح نہ پڑھیں جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین نے پڑھیں بلکہ وہ نمازوں کو جانوروں کے ٹھونگے مارنے کے طور پڑھتے ہیں (یا جلدی جلدی پڑھتے ہیں کہ حق نماز ادا نہ ہو) اور نمازوں میں خشوع (دل جمعی و خلوص) نہیں رکھتے اور ان میں تھکے تھکے ہوتے ہیں اور بے ہودہ قسم کے افکار و خیالات کی وادیوں میں گھومتے پھرتے ہیں جو نماز میں قطعاً نامناسب ہیں انہیں میں سرگرداں رہتے ہیں تو اس طرح کے نمازیوں میں سے جب کوئی نماز سے سلام پھیرتا ہے تو اسے پتا (معلوم) ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا پڑھا یا پڑھا گیا تو ایسے لوگوں کے لیے ویل ہے۔ سہو (سَاهُوْنَ) سے مراد یہی باتیں ہیں جن کا ذکر گزرا۔ اور ایک قول ہے کہ سَاهُوْنَ سے مراد منافق ہیں جو خلوت میں عدم اعتقاد کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے مگر مومنوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں اور نماز کی طرح اٹھ بیٹھ لیتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے مکمل غافل اور ظاہراً دکھاوے کے نمازی ہیں۔

Marfat.com

مومنوں کو اگر نمازوں میں وسوسہ وغیرہ آئیں تو اللہ عزوجل سے پناہ مانگیں انہیں دفع کریں اگر پھر بھی نہ ہو تو معاف ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

الناس فيعملون حيث يروا الناس ويرونهم طلبا للثناء عليهم

وہ لوگ جو دوسرے کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں جب لوگ انہیں عمل کرتا دیکھیں اس خواہش کے ساتھ کہ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ حالانکہ ریا شرک ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کا ارتکاب کیا اور ایک حدیث میں ہے ریاء اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

ای الزکوة كما جاء عن علی كرم الله وجهه الكريم وابنه محمد بن الحنفية وابن عباس وابن عمر و زيد بن اسلم والضحاک وعكرمة۔

جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ اور ابن عباس اور ابن عمر اور زید بن اسلم اور ضحاک اور عکرمہ علیہم الرضوان سے منقول ہے کہ مراد اس سے زکوۃ ہے الْمَاعُوْنَ المعن سے بروزن فاعول ہے وهو الشیء القليل اور اس مراد تھوڑی سی چیز ہے الْمَاعُوْنَ سے مراد زکوۃ اسی لیے ہے زکوۃ مال میں تھوڑی ہوتی ہے۔ محمد بن کعب اور کلبی رضی اللہ عنہما کا قول ہے: المعروف كله ہر وہ تھوڑی یا معمولی شی جو معروف و معلوم ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت نے روایت کی ہے: ای بما يتعاوره الناس بينهم من القدر ولدلو والفاس ونحوها من متاع البيت یعنی وہ چھوٹی چھوٹی یا معمولی چیزیں ہیں جن کی لوگوں کو باہم ضرورت پڑتی ہے جیسے ہنڈیا اور ڈول اور کلہاڑا اور اسی قبیل کی گھریلو سامان کی چیزیں۔ بعض کا قول ہے کہ مراد پانی، نمک اور چولہا جلانے کے لیے آگ وغیرہ ہیں۔ مستحب ہے کہ ایسی اشیاء اپنی حاجت سے زیادہ رکھے تا کہ دوسروں کے کام آئیں اور جب ہمسایوں وغیرہ کو ضرورت ہو تو خوشدلی سے انہیں عاریۃً دیں۔

الحمد للہ آج سورت الماعون پوری ہوئی

۱۳ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ، بمطابق ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الکوثر مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، تین آیات، سترہ کلمات اور ستتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الکوثر۔پ ۳۰

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ﴿۱﴾	اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ﴿۲﴾	تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔
اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۳﴾	بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

حل لغات۔سورۃ الکوثر۔پ ۳۰

اِنَّاۤ۔بے شک ہم نے	اَعۡطَیۡنٰکَ۔دی آپ کو	الۡکَوۡثَرَ۔بہت بھلائی	فَصَلِّ۔تو نماز پڑھ
لِرَبِّکَ۔اپنے رب کے لیے	وَ۔اور	انۡحَرۡ۔قربانی کر	اِنَّ۔بے شک
شَانِئَکَ۔تیرا دشمن	ہُوَ۔وہی ہے	الۡاَبۡتَرُ۔ہر بھلائی سے محروم	

سورت الکوثر

ابن عباس، کلبی اور مقاتل علیہم الرضوان کے قول کے مطابق سورت الکوثر مکی ہے اور البقاعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سورت کا نام سورت النحر بھی ہے اور بحر میں یہ جمہور کی طرف منسوب کہ یہ سورت مدنیہ ہے اور حسن، عکرمہ، قتادہ اور مجاہد علیہم الرضوان کے نزدیک بھی یہ مدنی ہے اور الاتقان میں سیوطی رحمۃ اللہ نے اسے درست کہا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں مدنی ہونے کو ہی ترجیح دی ہے اس کی بالاتفاق تین آیات ہیں، امام احمد مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ پر نیند کی مانند حالت طاری ہوئی پھر آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورت اتری ہے تو آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر سورت الکوثر کے آخر تک پڑھا۔ اس حدیث سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہے جب کہ اخبار نزول مختلف ہیں، خفاجی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ اتری یعنی ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری۔ بیہقی نے ابن شبرمۃ سے روایت کی ہے قرآن حکیم میں اس سورت سے کم آیات والی کوئی سورت نہیں اور یہ قرآن حکیم کی اقصر (سب سے مختصر یا چھوٹی) سورت ہے۔ ابن جریر نے ابن عطیہ رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے کہا چوں کہ محمد (ﷺ) کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا اور وہ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں سورت الکوثر میں فرمایا: اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ۔ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول عاص بن وائل سہمی کے بارے میں ہوا جو آپ ﷺ کو ابتر کہتا تھا۔ ابن المنذر نے عکرمہ سے اور بغوی رحمہم اللہ نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے ان

Marfat.com

1 روایات کے مطابق سورت کا مکی ہونا قرار پاتا ہے۔ بزار رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہود مدینہ کا سردار کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریش نے کہا کہ تم اپنے قبیلے کے سردار ہو اس شخص کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہم سے کٹ گیا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم برے ہیں حالانکہ ہم حاجیوں کے خادم اور ساقی ہیں اور کعبہ کے مجاور ہیں کعب نے قریشیوں سے کہا تم ان سے بہتر ہو تو اس پر سورت الکوثر کی آیات کا نزول ہوا۔ اس حدیث سے سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے۔ طبرانی، ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ (ﷺ) کی وفات ہوئی تو مشرکوں میں سے بعض بعض کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بے شک یہ صابی آج رات ابتر ہو گیا تو اللہ نے یہ سورت نازل کی۔ ابن سعد اور ابن عساکر نے کلبی رحمہم اللہ کے طریق پر بروایت ابی صالح ابن عباس علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں آپ ﷺ کے فرزند اکبر قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا: **قد انقطع نسله فهو ابتر** بے شک اس کی نسل منقطع ہو گئی تو وہ ابتر ہے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ جمہور کے نزدیک یہ مدنی ہی ہے کہ اس میں قربانی اور نماز عید کا حکم ہے جو مدینہ میں ہونا ہی صحیح ہے اور اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین کرام نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں فرض نماز پڑھنا اور قربانی کرنا مراد ہے تو بھی یہ سورت مدنی ثابت ہوئی کہ حج کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جسے محدث بزار رحمہ اللہ نے نقل کیا بلحاظ سند عمدہ ترین ہے اور صواب ہے جس سے اس سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے لیکن جو روایتیں مکی ثابت کرتی ہیں سند میں اس قدر قوی نہیں اور مجھے خفاجی رحمہ اللہ کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ الماعون اور سورت الکوثر کی مناسبت میں بھی اس امر کی دلالت ہو رہی ہے سورت الْمَاعُوْنَ مفسرین کرام کے مطابق نصف مکی اور نصف مدنی ہے سورت الکوثر گویا سورت الماعون کے مضامین میں بالمقابل ہے الْمَاعُوْنَ میں اللہ عزوجل نے منافق شخص کا ذکر چار باتوں سے کیا: (۱) بخل (۲) ترک الصلوٰۃ (۳) ریاء اور (۴) زکوٰۃ کا روکنا جب کہ سورت الکوثر میں بخل کے مقابل خیر کثیر (الکوثر) اور ترک الصلوٰۃ کے مقابل فَصَلِّ لِرَبِّكَ یعنی مداومت صلوٰۃ اور ریاء کے مقابل لِرَبِّكَ ای لرضا لا للناس یعنی لوگوں کے لیے نہیں بلکہ صرف رضاء الٰہی کے لیے نماز پڑھو۔ اور منع الْمَاعُوْنَ (زکوٰۃ وغیرہ کا روکنا) کے مقابل وَانْحَرْ یعنی اونٹ کی قربانی کرو یعنی قربانی کے گوشت کا تصدق ہو تو ان میں یہی عجیب مناسبت ہے جس سے کفار مکہ اور منافقین مدینہ کی مذمت ہوئی اور اس سورت میں بھی دونوں گروہوں کا ذکر ہے کفار کا اور یہود کا، جن کی اکثریت منافق تھی لہٰذا یا تو یہ سورت دو مرتبہ اتری یا سابق کی مثل کچھ حصہ مکہ میں اور کچھ حصہ مدینہ میں اترا بالخصوص اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ مکہ ہی میں اتری یا پھر فریقین کے باہم ملتے ہوئے اقوال واحوال کے پیش نظر دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری۔ واللہ اعلم۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ الکوثر۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③

اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

Marfat.com

حسن، طلحہ، ابن محیصن اور الزاعفرانی اَنْطَیْنَاکَ پڑھا ہے اور تبریزی کا قول ہے کہ یہ قریش کے اگلے لوگوں کی لغت ہے اور بعض قراء کے نزدیک یہ بنی تمیم اور اہل یمن کی لغت ہے اور یہ کسی شئے میں ابدال صناعی میں سے نہیں ہے اور آپ ﷺ کے فرمودات میں سے ہے **الید العلیاء المنطیة و الید السفلی المنطاة** اور اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ لینے والا ہے اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ بے شک ہم نے آپ کو عطا فرما دیا اَعْطَیْنٰكَ فعل ماضی ہے اور حق سبحان وتعالیٰ نے **سنعطیک** نہ ارشاد فرمایا جس سے اس امر پر دلالت ہو رہی ہے کہ یہ عطا آپ ﷺ کو وجود عنصری سے قبل ہی ہو چکی تو اب آپ کو ظہور وجود کے بعد آپ کو کیوں نہ عطا فرمائیں گے اور یہ سب محض فضل واحسان ہے اور یہ عطا بے سبب ہے اور یہی آپ ﷺ کی برگزیدگی کا مقتضیٰ اور حاصل معنی ہے۔ اگر یہ عطا بے سبب ہے اور یہی آپ ﷺ کی برگزیدگی کا مقتضیٰ اور حاصل معنی ہے۔ اگر یہ واہمہ پیدا ہو کہ عطا تو سب کو وجود عنصری سے قبل ہی ہوئی اور ان کی تقدیر میں لکھا گیا تو فضیلت صرف زیادتی عطا کی ہوگی نہ کہ عطا میں سب سے اول ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ ﷺ کا شرف نبوت اور کمالات عظیمہ اس عالم میں ظاہر کیے گئے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ نے آپ سے استفاضہ کیا جب کہ ان کی نبوت علم الٰہی میں تھی اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد** (ترمذی) میں تب بھی نبی تھا جب آدم روح وجسم کے درمیان تھے اور بوصیری نے کیا خوب کہا ہے

انه شمس فضل هم کواکبها يظهرن انوارها للناس فی الظلم

بے شک آپ ﷺ فضل وشرف کا آفتاب تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام آپ کے حضور تاروں کی مانند تھے آپ ﷺ کے انوار کریمہ تاریکیوں میں پڑے لوگوں کے لیے اجالا ہو کر ظاہر ہوئے۔

اَلْکَوْثَرَ کشاف میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل جس کے معنی کثرت کے ہیں اور اس میں مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ بکثرت۔ کسی بدو کا لڑکا سفر سے واپس لوٹا تو لوگوں نے کہا کہ تمہارا لڑکا کیسے لوٹا تو اس نے کہا: **جاء بالکوثر** یعنی بڑی زیادہ بھلائی کے ساتھ لوٹا ہے۔ عین المعانی میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل کثرت سے ہے جیسے جہر سے جوہر اور نفل سے نوفل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں ان کے نزدیک اَلْکَوْثَرَ میں ال جنسی ہے اور حوض کوثر بھی اس نعمت وافرہ کا حصہ ہے۔ کوثر کے بارے میں بہت سے اقوال آئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) جمہور مفسرین کرام کے نزدیک کوثر سے مراد جنت کی نہر ہے امام احمد، مسلم وغیرہم رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**هل تدرون ماالکوثر**" کیا تمہیں علم ہے کہ اَلْکَوْثَرَ کیا ہے اصحاب علیہم الرضوان نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں ارشاد فرمایا: **هو نهر اعطانيه ربی فی الجنة** وہ ایک نہر ہے جنت میں جو مجھے میرے پروردگار نے عطا فرمائی۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ ۝ کی تفسیر میں بھی یہی منقول ہے۔

(۲) بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے خیمے تھے میں نے نہر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو گویا اس کی مٹی خالص مشک ہے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا یہی وہ نہر کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا۔

(۳) امام احمد اور ترمذی نے ابن عمر علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے

Marfat.com

جس کے کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتیوں کی زمین پر بہتا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ نہر کی زمین زبرجد اور یاقوت کی ہے۔

(۴) ایک قول ہے کہ کوثر سے مراد آپ ﷺ کی اولاد مبارکہ طیبہ ہے اس لیے یہ اس شخص کے قول کے رد میں ہے جس نے سرور دو عالم ﷺ کو ''ابتر'' کہا تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو کثرت اولاد کی خوشخبری دی۔

(۵) بعض علماء کا قول ہے کہ مراد خیر کثیر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو دونوں جہان میں اتنی بھلائیاں عطا فرمائی ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں اور آپ کے سوا کسی کو اتنا نہیں دیا گیا۔

(۶) ابوبکر بن عباس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کوثر سے مراد امت کی کثرت ہے۔

(۷) حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کوثر سے مراد قرآن ہے جو تمام خیرات و برکات وفضائل کا جامع ہے اور جس کے انوار و برکات کی کثرت کی کوئی حد نہیں۔

(۸) امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: هو نور قلبه صلى الله عليه وسلم الکوثر سے آپ ﷺ کے قلب اطہر کے انوار ہیں۔

(۹) عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مراد نبوت ہے۔

(۱۰) ایک قول ہے کہ اَلْكَوْثَرَ سے مراد هو العلم و الحكمة علم وحکمت کی کثرت ہے۔

(۱۱) ایک قول ہے کہ اعدائے دین پر غلبہ اور فتوحات کی کثرت مراد ہے۔

(۱۲) ایک قول ہے کہ مراد علماء امت کی کثرت ہے جو ہمیشہ آپ ﷺ کا ذکر فرماتے رہیں گے۔

(۱۳) ایک قول ہے کہ اَلْكَوْثَرَ سے مراد شفاعت کی کثرت اور مقام محمود ہے۔

(۱۴) سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ہم نے تمہیں وحدت کے ساتھ کثرت، علم توحید کی تفصیلات اور اپنی بے مثل تجلی کے ساتھ عین کثرت میں شہود وحدت کی معرفت عطا فرمائی اور یہ تجلی کوثر جنت کی مانند ہے کہ جو بھی ایک مرتبہ اس سے پانی پیے گا تو کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔

غرضیکہ حضرات علماء کرام نے جو کچھ اپنے نور باطن سے مشاہدہ کیا، بیان فرمایا ہے ورنہ تمام مخلوق کا علم کوثر کی حقیقت تک رسائی نہیں رکھتا اور یہ سب کچھ جو گزرا اس بحر عطا کا ایک قطرہ ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

لترتیب ما بعدها على ماقبلها فان اعطاء ه تعالى اياه عليه الصلاة و السلام ما ذكر من العطية التى لم يعطها احدا من العالمين مستوجب للمامور به أى استيجاب اى فدم على الصلاة لربك الذى افاض عليك ما افاض من الخير خالصا لوجهه عزوجل خلاف الساهين عنها الموائين فيها اداء لحق شكره تعالىٰ على ذلك فان الصلوة جامعة لجميع اقسام الشكر

ترتیب مضمون کے طور پر ہے جو اس کے بعد ہے اس سے پہلے جو گزرا تو اگر آپ ﷺ کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطا کیں جیسا کہ عطیہ کے ذکر (اَلْكَوْثَرَ) میں سے گزرا جو جہانوں میں کسی ایک کو ہرگز نہ دیا گیا تو یہ عطیہ مامور بہ (جس کو حکم دیا گیا ہے) یعنی آپ ﷺ پر لازم وواجب ٹھہراتا ہے کہ تعمیل ارشاد کریں (قبول کریں) یعنی اپنے پروردگار کے

Marfat.com

لیے ہی خالصۃً نماز پر مداومت فرمائیں۔ جس ذات کریم نے آپ ﷺ پر ان انعامات کی کثرت فرمائی جو بھلائی کی کثرت اور خیر ہی خیر ہے برخلاف ان لوگوں کے جو نمازوں کو بھولے بیٹھے ہیں اور دکھاوا کرنے والے ہیں اس میں اس نعمت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے شکر کی ادائیگی ہے بلاشبہ نماز، شکر کی تمام قسموں کی جامع ہے۔ خفاجی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کوثر بمعنی خیر کثیر ہے اور فاء سببیہ ہے تو تم اس نعمت عظیمہ اور عطاء جلیلہ پر شکر کے طور پر نماز پڑھو۔ مجاہد، عطاء اور عکرمہ علیہم الرضوان کا قول ہے: المراد صلاۃ الصبح بمزدلفة والنحر بمنیٰ نماز سے مراد مزدلفہ میں صبح کی نماز ہے اور وَانْحَرْ سے مراد منیٰ میں قربانی ہے۔ ایک قول ہے کہ ''فَصَلِّ'' سے مراد عید کی نماز ہے اور قربانی سے اس کا قبل ہونا واضح ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ بے شک جو تمہارا دشمن ہے۔

ای مبغضک کائنا من کان یعنی جو شخص بھی آپ ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے یا رکھنے والا ہے خواہ کوئی بھی ہو۔

الذی لا عقب له لایبقی منه نسل ولا حسن ذکر واما أنت فتبقی ذریتک و حسن صیتک و آثار فضلک الی یوم القیامة ولک یوم الآخرة مالا یندرج تحت البیان

وہ شخص ہے جس کے پیچھے کوئی نہ ہوگا اور اس کی نسل واولاد سے کوئی باقی نہ رہے گا اور نہ ہی اس کا اچھا تذکرہ رہے گا اور رہا اے محبوب مکرم! ﷺ آپ کا معاملہ، تو آپ کی ذریت باقی رہے گی (اور بکثرت ہوگی) اور آپ کی شہرت بتمام وکمال اچھائی کے ساتھ اور آپ کے فضل وشرف کے نشان وتذکرے قیامت تک باقی رہیں گے اور آپ ﷺ کے لیے آخرت کے دن میں جو کچھ فضل وشرف، اعزاز واکرام عظمت وشان ہے اس کا بیان ہی ممکن نہیں یعنی وہ اس کثرت کثیرہ کے ساتھ ہے کہ بیان اس کو محیط نہیں ہوسکتا۔ ایک قول ہے کہ اے محبوب! جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔ تمہارا ذکر اذانوں میں گونجے گا اور منبروں پر بلند ہوگا اور قیامت تک علماء وذاکرین آپ ﷺ کا بکثرت ذکر کریں گے۔ تم پر تمہارا رب، اس کے تمام فرشتے اور تمام مومنین درود وسلام کی کثرت کریں گے۔ اور رہی آخرت تو اے محبوب! وہ تمہاری شان محبوبی کے اظہار و عظمت کا ہی حقیقی دن ہے۔ ''شانیٔ'' اسم فاعل ہے اور بعض نے کہا کہ ماضی کے معنوں میں ہے تو مطلب یہ ہے اگر کوئی بحالت کفر بغض رکھے پھر ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کو محبوب رکھے تو وہ اس وعید سے خارج ہے جیسا کہ بعض اکابر صحابہ علیہم الرضوان کے معاملہ میں ہے کہ اول دشمن ومخالف تھے پھر ایمان لاکر جان نثار بن گئے اور ان کی نظروں میں آپ ﷺ ہر شے، یہاں تک کہ اپنی جان سے بڑھ کر محبوب ہوگئے۔ اور حق یہ ہے کہ ایمان کی روح واصل آپ ﷺ کی محبت ہی تو ہے۔ اور جو محبت رسول سے محروم ہے وہ مومن ہی نہیں ہوسکتا۔ اللھم ارزقنا حب حبیبک المکرم صلی اللہ علیه واله وسلم واحینا علیه وامتنا علیه واحشرنا معه صلی الله علیه وآله وسلم واله واصحابه المحبین الصادقین رضی الله عنهم۔

الحمد للہ آج سورت الکوثر پوری ہوئی

۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۳ جولائی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الکافرون مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، چھ آیتیں، چھبیس کلمے اور چورانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ-سورۃ الکافرون-پ ۳۰

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾	تم فرماؤ اے کافرو!۔
لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾	نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔
وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾	اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔
وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾	اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔
وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾	اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔
لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾	تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

حل لغات-سورۃ الکافرون-پ ۳۰

قُلۡ-فرمادیں	یٰۤاَیُّہَا-اے	الۡکٰفِرُوۡنَ-کافرو!	لَاۤ-نہ
اَعۡبُدُ-میں پوجتا ہوں	مَا-جو	تَعۡبُدُوۡنَ-تم پوجتے ہو	وَ-اور
لَاۤ-نہ	اَنۡتُمۡ-تم	عٰبِدُوۡنَ-پوجتے ہو	مَاۤ-جو
اَعۡبُدُ-میں پوجتا ہوں	وَ-اور	لَاۤ-نہ	اَنَا-میں
عَابِدٌ-پوجوں گا	مَّا-جو	عَبَدۡتُّمۡ-تم نے پوجا	وَ-اور
لَاۤ-نہ	اَنۡتُمۡ-تم	عٰبِدُوۡنَ-پوجو گے	مَاۤ-جو
اَعۡبُدُ-میں پوجتا ہوں	لَکُمۡ-تمہارے لیے	دِیۡنُکُمۡ-تمہارا دین	وَ-اور
لِیَ-میرے لیے	دِیۡنِ-میرا دین		

سورت الکافرون

سورت الکافرون جمہور اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک مکیہ ہے اور ابن مردویہ نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مدنیہ ہے اس کی چھ آیات ہیں۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ اس سورت کا نام المقشقشۃ بھی ہے جمال القراء میں ہے کہ اس سورت کا نام سورت العبادت اور سورت الاخلاص بھی ہے۔ پچھلی سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم گزرا اور اس سورت میں بھی وہی مضمون پیہم ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بھائی جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ انہیں بوقت خواب (سونے کے وقت) کسی امر کی تعلیم فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سورت تعلیم فرمائی۔ احمد، طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

انس رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے اس سورت کے پڑھنے کا حکم فرمایا جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس طرح ہی روایت کی ہے۔ ابو یعلی اور طبرانی رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الا ادلکم علی کلمۃ تنجیکم من الاشراک باللہ تعالی تقرؤن (قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ①) عند منامکم" کہ تمہیں وہ کلمہ نہ بتاؤں جو تمہیں شرک باللہ سے نجات دے تو تم سورت الکافرون بوقت خواب پڑھا کرو۔ الدیلمی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن حراد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منافق سورت الضحیٰ اور سورت الکافرون نہیں پڑھتا اور سورت الکافرون اور سورت الاخلاص کی قرآت فجر کی سنتوں میں مسنون ہے جو افضل السنن ہے اور نماز مغرب کی بعد کی دو رکعتوں میں بھی ان کا پڑھنا مسنون ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے اور الصغیر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورت الکافرون کی قرأت کا ثواب ایک چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: نعم السورتان ہما یقران فی الرکعتین قبل الفجر قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ و قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دو سورتیں جو نماز فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں کیا ہی خوب ہیں وہ دونوں سورت الکافرون اور سورت الاخلاص ہیں۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن حکیم اوامر و نواہی پر مشتمل ہے اور ان دونوں کا تعلق یا تو قلب (دل) کے ساتھ یا پھر اعضاء و جوارح کے ساتھ تو یہ چار قسمیں ہوئیں اور یہ سورت قلب سے متعلق محرمات کی نہی پر مشتمل ہے تو اسی لیے یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک قول ہے کہ قرآن حکیم کے مقاصد چار باتیں ہیں:

(۱) صفات توحید الٰہیہ (۲) رسالت اور نبوات (اخبار) (۳) احکام (۴) المواعظ۔

اور یہ سورت اساس اول توحید سے متعلق ہے اور اسی وجہ سے یہ ربع قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو۔ سورۃ الکافرون۔ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ③ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥

تم فرماؤ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

قال أجلة المفسرين المراد بهم كفرة من قريش مخصوصون قد علم الله تعالى انهم لايتاتى الايمان ابدًا اخرج ابن جرير وابن حاتم وابن الانبارى فى المصاحف عن سعيد بن ميناء مولى ابى البخترى قال لقى الوليد ابن المغيرة والعاص بن وائل والاسود بن المطلب وامية بن خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا محمد فلتعبد ما نعبد و نعبد ماتعبد ونشترك نحن وأنت فى امرنا كله فان كان الذى نحن عليه اصح من الذى انت عليه كنت قد اخذت منه حظا

Marfat.com

وان كان الذى انت عليه اصح من الذى نحن عليه كنا قد اخذنا منه حظا فانزل الله تعالى قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ حتى انقضت السورة۔

بزرگ و مقتدر مفسرین کرام کا قول ہے کہ اس سے مراد قبیلہ قریش کے وہ مخصوص کفار ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کبھی ایمان قبول نہ کرے گا۔ ابن جریر اور ابن حاتم اور ابن الانباری نے ''المصاحف'' میں سعید بن بیناء سے جو ابوالبختری کا غلام تھا، روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، اسود بن المطلب اور امیہ بن خلف نے ملاقات کی تو کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) تو تم یوں کرو کہ تم اس کی بندگی کرو جس کی بندگی ہم کرتے ہیں اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو اور ہم اور تم اپنے سارے معاملے میں اشتراک کر لیتے ہیں پھر اگر وہ صحیح ہو جس پر کہ ہم ہیں تو بلاشبہ آپ نے اس میں سے حصہ پایا اور اگر وہ جس پر آپ ہیں اس سے صحیح و درست ہے جس پر کہ ہم ہیں تو ہم نے اس میں سے حصہ پایا تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اتاری یہاں تک کہ سورت پوری ہوئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قریش کے سرداروں میں سے سخت کافروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ایک سال آپ ہمارے دین کا اور ہمارے الٰہ کا اتباع کریں اور ایک سال ہم آپ کے دین کا اور آپ کے الٰہ کا اتباع کریں گے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو وہ بولے ''فاستلم بعض الهتنا نصدقک و نعبد الهک'' تو آپ اتنا ہی کر دیجئے کہ ہمارے بعض معبودوں (بتوں) کا بوسہ لے لیں ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کے روبرو یہ سورت تلاوت فرمائی تو وہ اپنے داؤ میں مایوس و ناکام ہو گئے۔ يٰٓاَيُّهَا کے ساتھ کفار کو ندا شاید ہے ان سے طلب اقبال میں مبالغہ کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کفار سب ایک ہی قوم ہیں۔ قُلْ فرمانے میں گویا ارشاد ہے اے محبوب! یا مراد کہ حقیقت امر توحید بیان فرما دیجئے اور کافروں کے مکر کا پردہ چاک کر دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید کا عقیدہ ہی تو دین کی اساس ہے اس میں اشتراک کی دعوت کھلا فریب ہے اور دین حق سے مکابرہ ہے۔

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔

زمخشری کا قول ہے لا اعبد اريد به نفى العبادة فيما يستقبل کہ یہ فرمانا کہ میں پوجا نہیں کروں گا ان کی جنہیں تم (کفار) پوجتے ہو، سے مراد عبادت کی نفی ہے کیونکہ کفار آئندہ زمانے میں مشترک عبادت میں اتفاق چاہتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ متفق اور مشترک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہوں گا۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔

''وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ'' لَآ اَعْبُدُ کے مقابل ہے یعنی اور نہ ہی تم آئندہ اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں مَآ اَعْبُدُ میں مَا مصدری ہے۔ موصولہ نہیں ہے اور بندگی سے مراد اللہ سبحانہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی بندگی ہے۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔

Marfat.com

یہ تکرار کلام ہے اور تکرار تاکید کو مفید ہے اور مخاطب کو سمجھانا مقصود ہے ایک قول ہے کہ کفار نے چوں کہ یہ کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارا اتباع کریں ایک سال ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہ تکرار اشتراک وقت کی وجہ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ تکرار میں اتحاد معبود اور اتحاد عبادت دونوں صورتوں کی پرزور نفی ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ قول باری تعالیٰ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اور وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ کی تقریر و بیان ہے اور وَلِيَ دِيْنِ۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ کی تقریر و بیان ہے۔ گویا یہ دونوں جملے خبریہ ہیں کہ جس دین پر مخاطب کفار ہیں وہ بھی اسے نہ چھوڑیں گے اور جس دین پر میں ہوں بفضلہ تعالیٰ میں ہرگز اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت سے جہاد کی ممانعت نکلتی ہے کہ کفار کو ان کے کفر پر چھوڑا گیا اس لیے یہ آیت قتال سے منسوخ ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ایسا تو کفار کی تجویز کے جواب میں ارشاد ہے اور اس کے بعد نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ارشاد ترک کی اور نہ ہی کفار مخالفت و عداوت اور ایذا رسانی سے باز رہے تو جہاد کی ممانعت کہاں ہے۔ ایک قول ہے جو بہت درست معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ''دین'' کے معنی جزاء اور بدلے و صلے کے ہیں۔ لہٰذا معنی یہ ہیں کہ تمہارے عقیدہ و اعمال کا بدلہ تمہارے مطابق ہوگا اور میرا میرے عقیدہ و عمل کے مطابق ہوگا۔

الحمدللہ آج سورت الکافرون پوری ہوئی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ، بمطابق ۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ النصر مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع، تین آیات، سترہ کلمے اور ستتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ النصر۔پ ۳۰

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾	جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔
وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾	اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہیں۔
فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾	تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

حل لغات سورۃ النصر پ ۳۰

اِذَا۔جب	جَآءَ۔آئے گی	نَصۡرُ۔مدد	اللّٰہِ۔اللہ کی
وَ۔اور	الۡفَتۡحُ۔فتح	وَ۔اور	رَاَیۡتَ۔دیکھے گا تو
النَّاسَ۔لوگوں کو	یَدۡخُلُوۡنَ۔داخل ہوتے	فِیۡ۔بیچ	دِیۡنِ۔دین
اللّٰہِ۔اللہ کے	اَفۡوَاجًا۔فوج درفوج	فَسَبِّحۡ۔تو پاکی بول	بِحَمۡدِ۔ساتھ حمد
رَبِّکَ۔اپنے رب کے	وَ۔اور	اسۡتَغۡفِرۡ۔بخشش مانگ	ہُ۔اس سے
اِنَّہٗ۔بےشک وہ	کَانَ۔ہے	تَوَّابًا۔توبہ قبول کرنے والا	

سورت النصر

سورت النصر مدنی ہے اور اس میں تین آیات ہیں اس سورت کا نام اِذَا جَآءَ بھی ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ سورت التودیع ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی وفات اور دنیا سے رخصتی کا اشارہ ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حین نزلت نعیت الی نفسی جب یہ سورت نازل ہوئی تو مجھے اپنی وفات کی اطلاع دی گئی اور بیہقی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو آپ ﷺ نے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا بلاشبہ میری رخصتی کی اطلاع آچکی تو وہ رونے لگیں پھر مسکرانے لگیں تو ان سے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے مجھے اپنی وفات کی اطلاع وخبر دی تو میں رونے لگی پھر جب آپ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہوگی جو مجھ سے بعد وفات ملوگی تو میں مسکرانے لگی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سورت سے آپ کی تودیع (رخصتی) سمجھ لی تھی اور اس سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ وداع ہونے والے ہیں اور باقوال صحیح اس کا مدنی ہونا واضح ہے بیہقی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے

کہ یہ سورت ایام تشریق میں منیٰ میں اتری اور آپ ﷺ اس وقت حجۃ الوداع میں تھے۔ ابن جریر اور ابن منذر نے قتادہ علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا بخدا اس سورت کے نزول کے بعد دو سال سے بھی کم عرصہ دنیا میں رہے پھر آپ نے پردہ فرمایا۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قرآن کی سورتوں میں سب سے آخری یہی سورت نازل ہوئی اور اس سورت میں بت پرستوں کے اضمحلال کا واضح اشارہ ہے اور اللہ کے دین کے غلبہ وظہور کا اعلان ہے اور یہی پچھلی سورت سے مناسبت کو واضح ہے ترمذی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورت النصر چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو- سورۃ النصر- پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ ای اعانته تعالیٰ و اظهاره ایاک علی عدوک

یعنی جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی مدد اور آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ کا غلبہ بخوبی ظاہر ہو گیا۔ بعض علماء کرام کا قول ہے کہ اِذَا بمعنی اذ ہے لیکن یہ جب درست ہوگا اگر سورت کا نزول فتح مکہ کے روز یعنی ۸ ہجری رمضان میں مانا جائے۔ نقاش رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے ان النصر هو صلح الحديبية بے شک نَصْرُ سے مراد صلح حدیبیہ ہے جو ۶ ہجری کے آخر میں ہوئی۔ ایک قول ہے کہ مراد نصر سے وعدۂ نصرت ہے جو فتح مکہ سے قبل عطا ہوا تھا۔

وَالْفَتْحُ عن عائشة ان المراد به فتح مكة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے اور جمہور کے نزدیک یہی صواب ہے اور فتح مکہ رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی اور اس غزوہ میں مہاجرین وانصار اور دیگر قبائل عرب میں سے دس ہزار افراد شریک تھے۔ اکلیل میں ہے بارہ ہزار تھے۔ اور آپ ﷺ اس لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ طبرانی رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا، یہی ہے وہ جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا پھر پڑھا: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ ایک قول ہے کہ اس سے مراد عام فتوحات اسلامیہ ہیں لیکن فتح مکہ توام الفتوحات ہے۔ فتح مکہ کی تفصیل کتب تاریخ وسیر میں مذکور ہے اور طالب کو چاہیے کہ وہاں دیکھے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾

اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں۔

والظاهر ان الخطاب فى رأيت للنبى صلى الله عليه وسلم والرؤية بصرية او علمية

لمفعولین والناس العرب دین اللہ ملة الاسلام التی لا دین لہ تعالیٰ یضاف الیہ غیرھا والافواج جمع فوج وھو علی ماقال الراغب الجماعة المارة المسرعة۔

اور ظاہر اَیہ ہے کہ سَاَیْتَ میں خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے اور رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے یا پھر رؤیت سے مراد علم ہے تو النَّاس اور یَدْخُلُوْنَ دونوں مفعول ہوں گے اور النَّاس سے مراد عرب کے لوگ ہیں اور دِیْنِ اللّٰہِ سے مراد ملت اسلام ہے کہ اس کے علاوہ اللہ کے لئے کوئی دین نہیں اور دین، اللہ کی طرف مضاف ہے جو دین کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ دین اللہ میں فوج درفوج داخل ہونے سے مراد ہے جماعات کثیرة اسلامھم من غیر قتال وقد کان ذلک بین فتح مکة و موتہ علیہ الصلاة والسلام۔ بکثرت گروہ اور جماعتیں، ان کا اسلام لانا بغیر قتال کے ہوگا اور ایسا فتح مکہ اور آپ ﷺ کے وصال کے درمیان ہوا۔ جب کہ فتح مکہ سے قبل ایک ایک دو دو شخص مسلمان ہوتے تھے بخاری رحمہ اللہ نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم اپنے اسلام کے لئے نبی اکرم ﷺ کی طرف سبقت کرنے لگے۔ النَّاس سے مراد ایک قول کے مطابق اہل عرب کے بت پرست جیسے اہل مکہ اور طائف اور یمن اور ہوازن وغیرہ ہیں۔ عکرمہ اور مقاتل رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ النَّاس سے مراد اہل یمن کا وفد ہے جو سات سو افراد پر مشتمل تھا جو اسلام لائے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا: اللہ اکبر جاء نصر اللہ والفتح وجاء اھل الیمن اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور اہل یمن آ گئے عرض کیا گیا کہ اہل یمن کون ہیں ارشاد فرمایا: قوم رقیقة قلوبھم لینة طاعتھم الایمان یمان والفقہ یمان والحکمة یمانیة۔ ایسی قوم جن کے دل خوب نرم ہیں اور ان کی اطاعت ایمان کے لئے نرم بابرکت ہے یعنی جلد اثر قبول کرنے والی اور ان کی سمجھ بابرکت ہے اور حکمت تو یمن میں ہے۔ اور بخاری و مسلم میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ ایمان تو یمن میں ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب مکرم! آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔

ای فنزہ تعالیٰ بکل ذکر یدل علی التنزیہ حامدًا لہ جل وعلا زیادة فی عبادتہ والثناء علیہ سبحانہ لزیادة انعامہ سبحانہ علیک فالتسبیح التنزیہ لا التلفظ بکلمة سبحان اللہ۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی پاکی بیان کرو ہر ذکر کے ساتھ جو اس کی ثناء وتعریف پر دلالت کرے اور خالص حق سبحانہ عزوجل شانہ کے لیے عبادت میں زیادتی (بکثرت) کیجئے اور اللہ پاک کی پاکیزگی کا ذکر اس لیے بھی کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خوب برسات وزیادتی ہو۔ تو تسبیح سے مراد صرف الفاظ کے ساتھ سبحان اللہ کا کلمہ کہہ کر پاکی بولنا ہی مراد نہیں بلکہ ہر نوع حمد وثناء مقصود ہے جس سے نعمت باری پر اظہار شکر ہو۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رکوع وسجود میں بکثرت کہتے تھے: سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی ایک قول ہے کہ مراد اظہار عاجزی اور تواضع ہے کہ آپ ﷺ کو جس عظمت کے ساتھ فتح مکہ عطا ہوئی کوئی سوچ نہیں سکتا تھا تو اس عظیم نصرت وفتح کے حصول اور کثیر جماعتوں کے اسلام میں دخول پر تواضع اختیار کیجئے۔ حاکم رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ اس شان کے ساتھ داخل مکہ ہوئے کہ آپ کا سر وسط کجاوہ پر عجز و انکساری سے جھکا ہوا تھا۔

وَاسْتَغْفِرْهُ اور اس سے بخشش چاہو۔

ای اطلب منه ان یغفر لک

یعنی اپنے پروردگار سے اپنے لیے بخشش مانگیے۔ حضور تو مغفور تھے تو یہاں **ان یغفر لک** کا مطلب تو یہ ہے **ای واستغفر لامتک** یعنی آپ اپنی امت کے لیے بخشش مانگیے کہ خطاب میں لک سے مراد امت ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ دائما ترقی درجات پر فائز ہیں تو آپ کا استغفار کرنا ان معنوں میں ہے کہ بلند سے بلند درجہ کے لیے جو آپ کی نظر شریف میں ترقی سے قبل خلاف اولیٰ ہوتا ہے اس پر استغفار کیجئے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے **انه لیغان علی قلبی** کہ میرے دل پر بھی ایک حجاب ہوتا ہے تو میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو گویا یہ استغفار حصول ترقی پر ترقی کا ایک ذریعہ ہے اور پچھلی حالت میں اگلی حالت کی طرف جانے میں اعتراف نعمت ہے اور زیادتی نعمت پر معاون ہے اور غفر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں تو یہ استغفار کا ذکر اس پردہ کے اٹھنے کا موجب ہے جو ترقی درجات کے درمیان عارضی طور پر حائل ہوتا ہے اور نبی کے لئے یہ بات بھی استغفار کا موجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ استغفار کی یہ توجیہ خوب ہے اور قرآن حکیم اس طرف مشیر ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ اور آپ کا پچھلا آپ کے لیے پہلے سے بہتر ہے۔ صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری زمانے میں **سبحان الله واتوب الیه** کی کثرت فرماتے تھے۔

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ای منذ خلق المکلفین ای مبالغاً فی قول توبتهم فلیکن المستغفر التائب متوقعاً للقبول۔

یعنی جب سے اللہ نے مکلفین کو پیدا کیا (وہ جو عمل کی تکلیف دیے گئے جیسے انسان اور جن) وہ بخشش مانگنے والوں کو بخشش عطا کرنے والا ہے اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے تو بخشش مانگنے والے اور توبہ کرنے والے کو قبول توبہ و مغفرت کی پوری توقع رکھنی چاہیے۔ تواب صفت باری ہے اور تمام صفات باری تعالیٰ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں وہ تخلیق مکلفین سے قبل بھی تواب تھا مگر شان عظمت کا ظہور مستغفرین اور تائبین کی خلقت و وجود کے ساتھ ہوا جب کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ اللہ عزوجل موجودات سے قبل بھی تواب تھا اور جب موجودات ہیں وہ تواب ہے اور جب موجودات ممکنات معدوم ہو جائیں گے وہ جب بھی تواب ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ استغفار جب فائدہ بخش ہے جب توبہ کے ساتھ ہو۔ ابن رجب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجرد استغفار بھی توبہ ہے جب کہ دعا کے ساتھ طلب مغفرت بھی ہو۔ توبہ کے تین درجے ہیں: (۱) ندامت (۲) انابت (۳) توبۃ النصوح اول، گناہوں پر شرمساری دوم گناہوں کا ترک اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع اور سوم گناہوں کی طرف پلٹنے سے بچنا اس طرح جس طرح بکری کے تھنوں سے نکلا دودھ واپس نہیں ہوسکتا۔ سچی توبہ یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر معافی مانگے، آئندہ بچے اور جن گناہوں کی تلافی یا ادائیگی ضروری تھی یا ہے تو ان کی تلافی اور ادائیگی کے لئے سعی بلیغ کرے، قضا نمازیں پڑھے، غیر ادا شدہ زکوٰۃ ادا کرے اور متروک روزے رکھے اور غصب شدہ مال واپس کرے وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

استغفار میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بہتری ہے۔ امام احمد نے ابی سعید رحمہما اللہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنے بستر پر جانے سے پہلے پڑھا: استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم و اتوب الیه تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں خواہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جو شخص استغفار کی کثرت کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر مشکل و خوف تکلیف و تنگی سے اسے رہائی و آسانی عطا فرمائے گا۔ اور میں کہتا ہوں: سبحان الله و بحمده استغفر الله تعالیٰ و اتوب الیه و اسئله ان یجعل لی من کل هم فرجا و من کل ضیق مخرجا بحرمة کتابه الکریم و رسوله الحبیب الامین صلی الله علیه و آله و اصحابه و بارک وسلم۔

الحمدللہ آج سورت النصر پوری ہوئی۔

یکم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ اللھب مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، پانچ آیات، بیس کلمے اور ستتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔ سورۃ اللھب۔ پ ۳۰

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ①	تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا
مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَ مَا کَسَبَ ②	اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔
سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③	اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔
وَّ امۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ④	اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔
فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ⑤	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

حل لغات۔ سورۃ اللھب۔ پ ۳۰

تَبَّتۡ۔ تباہ ہو جائیں   یَدَاۤ۔ دونوں ہاتھ   اَبِیۡ لَهَبٍ۔ ابولہب کے   وَّ۔ اور

تَبَّ۔ ہلاک ہوگیا   مَاۤ۔ نہ   اَغۡنٰی۔ کام آیا   عَنۡهُ۔ اس کے

مَالُهٗ۔ اس کا مال   وَ۔ اور   مَا۔ جو   کَسَبَ۔ اس نے کمایا

سَیَصۡلٰی۔ جلدی داخل ہوگا   نَارًا۔ آگ   ذَاتَ لَهَبٍ۔ شعلوں والی میں

وَّ۔ اور   امۡرَاَتُهٗ۔ اس کی بیوی   حَمَّالَةَ۔ اٹھانے والی   الۡحَطَبِ۔ لکڑیاں

فِیۡ۔ میں   جِیۡدِ۔ گردن   هَا۔ اس کی   حَبۡلٌ۔ رسی ہے

مِّنۡ مَّسَدٍ۔ کھجور کی چھال کی

Marfat.com

سورت اللہب

سورت اللھب مکی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں اس سورت کا نام سورۃ تبت اور سورۃ المسد بھی ہے پچھلی سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے لوگوں کے ملت اسلام میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا اور اس سورت میں تعاقب فرما کر ان میں سے بعض کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے جو دین اسلام میں داخل نہ ہوئے اور خاسر و نامراد ٹھہرے اور یہی مناسبت باہمی ہے ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ سورت الکافرون میں جب یہ فرمایا گیا لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تو گویا یہ کہا گیا اے رب کریم! مطیع وفرماں بردار کی جزا کیا ہے ارشاد ہوا نصر اور فتح پھر کہا گیا کہ عاصی و معاند و مخالف کی جزا کیا ہے ارشاد ہوا دنیا میں خسارہ اور آخرت میں سخت سزا جیسا کہ سورت اللھب دلالت کر رہی ہے سورت النصر مدینہ کے آخری دور میں اتری جب کہ یہ سورت مکہ کے اوائل دور نزول میں اتری اور ان دونوں کی باہمی ترتیب سے ظاہر ہے کہ سورتوں کی ترتیب جمعی اللہ کریم کی طرف سے اور اس کے حکم کے مطابق ہے۔ سورت اللھب میں عاصی و نافرمانوں کے خسارہ کا بیان ہے ۔

علی نفسہٖ فلیبک من صاع عمرہ ولیس لہ منھا نصیب ولا سھم

جس نے اپنی عمر ضائع و برباد کی تو اسے چاہیے اپنی جان کو روئے اور اس میں سے (سعادت میں سے) نہ ہی کوئی حصہ تھا اور نہ ہی کوئی رشتہ داری۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ اللھب۔پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ﴿١﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿٥﴾

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

تَبَّتْ تباہ ہو جائیں۔

ای ھلکت کما قال ابن جریر وغیرہ یعنی ہلاک ہو جائیں جیسا کہ ابن جریر وغیرہ سے منقول ہے ای خسرت کما قال ابن عباس و ابن عمر و قتادۃ۔ ابن عباس، ابن عمر اور قتادہ کا قول ہے یعنی نقصان و گھاٹے میں پڑیں۔ ایک قول ہے خابت یعنی نامراد ہوں۔ یمان بن ثابت سے مروی ہے: صفرت من کل خیر ہر بھلائی سے محروم ہوں۔ خفاجی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تَبّ کا مادہ التباب سے ہے تدور علی القطع وھو مؤد الی الھلاک اور اس کا مطلب ہے ایسا ٹوٹا جو ہلاک کا باعث ہو۔ راغب رحمہ اللہ کا قول ہے ھو الاستمرار فی الخسران مراد دائمی گھاٹا اور ٹوٹا ہے۔ یہ ابولہب کے ہلاکت کی خبر بھی ہے۔

يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ۔

ان الیدین اما کنایۃ عن الذات، دونوں ہاتھوں سے مراد ذات کی طرف کنایہ و اشارہ ہے اور روایت میں ہے

Marfat.com

اخذ بیدیه حجراً لیرمی بها رسول الله صلی الله علیه وسلم ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کو مارے اس لیے اس کے دونوں ہاتھوں کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے ایک قول ہے کہ یَدَا یعنی دونوں ہاتھوں سے مراد دنیا اور آخرت ہے۔ مطلب یہ ہے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ابولہب کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی تباہ ہوگئی۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے یہ شخص رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا اور آپ ﷺ سے شدید عداوت وعناد رکھتا تھا ابولہب اس کی کنیت تھی اور کنیت سے ذکر کرنے میں کنایہ ہے کہ وہ جہنمی ہے کہ لہب حقیقی تو وہ ہے جو لہب جہنم ہے لہب کے معنی ہیں شعلہ، لپٹ اور اسی طرح کا ذکر اس کے حال کے مناسب تھا۔ یہ شخص بہت گورا، خوبصورت تھا اور اس کا چہرہ انگاروں کی طرح دمکتا تھا۔ اس وجہ سے بھی اسے ابولہب کہتے تھے یہاں مراد شخص معین ہے کہ وہ اسی لقب سے مشہور تھا المجمع میں طارق محاربی سے منقول ہے کہ میں لوگوں کے درمیان ذی المجاز کے بازار میں موجود تھا کہ میں نے ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ اے لوگو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو اور کامیابی وصلاح پالو اور اس کے پیچھے ایک اور شخص کو دیکھا کہ اسے پتھر مارتا تھا جس سے اس کی پنڈلیاں اور پاؤں کی جڑیں خون آلود ہو رہی تھیں اور وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو یا اسے سچا نہ جانو تو میں نے پوچھا وہ شخص کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ وہ محمد ﷺ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور یہ پچھلا شخص انہی کا چچا ابولہب جو بزعم خویش انہیں جھوٹا جانتا ہے۔ امام احمد، بخاری ومسلم اور ترمذی رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ اور اپنے اہل قرابت کو ڈرایئے، نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور بنو فہر یا بنو عدی سرداران قریش کو بلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سب جمع ہوگئے تو جو شخص نہ آسکا اس نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا کہ دیکھے کہ کیوں جمع کیا جارہا ہے تو ابولہب اور قریش آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی کے اس پار ایک لشکر تم پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے سب لوگ بولے ہاں ہمیں آپ سے بجز سچائی کے کوئی اور تجربہ ہی نہیں، ارشاد فرمایا تو میں تمہارے لیے نذیر ہوں اور تمہیں آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا تم ہلاک ہو کیا اسی بات کے لئے ہمیں جمع کیا تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ اس گفتگو کے ساتھ ہی اس نے آپ ﷺ کو مارنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا تو اس پر یہ سورت اتری۔

وَّتَبَّ ﴿۱﴾ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

دعا بهلاک کله وجوز ان یکونا اخبارین بهلاک ذینک الامرین والتعبیر الماضی فی الموضعین لتحقق الوقوع۔

یہ بددعا اس کی مکمل ہلاکت کے لیے ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ دونوں امور کے بارے میں خبر ہو کہ تَبَّتْ سے مراد بددعا بھی ہے اور خبر بھی کہ اس کی دنیا برباد ہوگئی اور وَّتَبَّ میں دوسری خبر ہے کہ وہ آخرت میں بھی یقینی طور پر تباہ وبرباد اور ہلاک ہو ہی گیا اور ماضی کے صیغہ کا استعمال دونوں موقعوں پر وقوع واقعہ ہونے کی تحقیق کے لیے ہے۔ ایک قول ہے تَبَّتْ اور وَّتَبَّ میں تکرار اس کی مکمل ہلاکت کا موکد ہے۔

مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال۔

Marfat.com

ای لم یغن عنه ماله حین حل به التباب۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابولہب نے کہا تھا کہ اگر میرا بھتیجا اپنے قول میں سچا ہے تو میں اپنا مال واولاد اپنی جان کے بدلے فدیہ کر دوں گا تو یہ آیت اتری جس میں اس کے قول کی تردید ہے یعنی اس کا مال اس سے تباہی اور عذاب کو نہیں روک سکے گا اور وہ عذاب سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ ابولہب بڑا دولت مند تھا اور اسے اپنے والد سے بھی خاصی میراث ملی تھی اور تجارت وغیرہ کے ذریعہ سے بھی اس نے خوب مال کمار کھا تھا اور اس کے پاس مویشیوں اونٹوں وغیرہ کی کثرت تھی۔

وَمَا كَسَبَ ۝ اور نہ جو کمایا۔

مَا اگر موصولہ ہے تو معنی یہ ہوں گے ای والذی کسبه یعنی وہ جو اس نے کمار کھا ہے اور بعض نے کہا مصدریہ ہے تو معنی یہ ہوں گے ای و کسبه یعنی وہ جو اس نے کمایا۔ ابوحیان رحمہ اللہ کا قول ہے اگر پہلا ما استفہامیہ ہو تو یہ بھی استفہامیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوں گے ای وای شیء کسب ای لم یکسب شیئاً یعنی اس نے جو کچھ بھی کمایا یعنی اس نے کچھ بھی نہ کمایا یعنی اس کی کمائی و مال نے اسے ہرگز نفع نہ دیا۔ قتادہ اور ابن عباس اور مجاہد علیہم الرضوان سے منقول ہے ما کسب من الولد یعنی جو کچھ اس نے اپنی اولاد میں سے کمایا۔ ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کی ہے بلاشبہ پاکیزہ کھانا جو کوئی شخص کھاتا ہے وہ ہے جو اس نے کما کر کھایا اور بلاشبہ اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے اور منقول ہے کہ ابولہب نے کہا تھا اگر میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے تو میں اپنی جان کے لیے اپنی اولاد اور اپنا مال فدیہ کر دوں گا تو اس پر یہ آیت اتری کہ یہ ابولہب کا خیال فاسد ہے اس کو کوئی شے کام نہ دے گی۔ ابولہب کے تین بیٹے تھے۔ عتبہ، عتیبہ اور معتب، عتبہ اور معتب یوم الفتح اسلام لائے اور حضور اکرم ﷺ کو ان کے ایمان پر خوشی ہوئی اور ان دونوں کے لئے دعا فرمائی اور ان دونوں نے حنین اور طائف کی جنگوں میں شرکت کی اور عتیبہ ایمان نہ لایا۔ نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں ام کلثوم عتیبہ سے اور رقیہ عتبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اور ابولہب کے ساتھ آپ ﷺ کا سمدھی کا رشتہ بھی تھا جب یہ سورت اتری تو اس نے کہا ان دونوں کے لئے میرا سر اور تم دونوں کا سر حرام ہے اگر تم نے محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو ان دونوں نے ان کو طلاق دے دی عتیبہ نے ام کلثوم کو طلاق بھی دی اور اپنے کھلے کفر و خباثت کا اظہار بھی بے ہودگی سے کیا جس پر آپ ﷺ سخت رنجیدہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: اللهم سلط علیه کلبا من کلابک اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔ ابوطالب اس وقت موجود تھے تو انہوں نے کہا اے برادرزادے اس دعا سے تمہیں کون بچا سکے گا وہ اپنے باپ کے ہمراہ شام کی طرف چل دیا راستے میں اسے ایک شیر نے پھاڑ ڈالا اور ہلاک کر دیا۔ خود ابولہب واقعہ بدر سے کچھ روز بعد عدسہ (چیچک) کی بیماری سے ہلاک ہوا۔

سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

سَيَصْلَىٰ نَارًا ای سیدخلها لا محالة ی الآخرة ویقاسی حرها والسین لتاکید الوعید والتنوین للتعظیم ای ناراً عظیمة۔

یعنی جلد ہی آخرت میں بہر نوع جہنم میں ضرور داخل ہوگا اور اس کی آگ میں جلے گا سین وعید (خبر عذاب) کی تاکید کے لیے اور نَارًا کی تنوین تعظیم کے لیے ہے، جس کا مطلب ہے بہت بڑی آگ۔ (ذَاتَ لَهَبٍ) ای ذات اشتعال یعنی شعلے

Marfat.com

مارتی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ اور اس کی جورو۔

سَيَصْلٰى پر عطف ہے یعنی اس کی بیوی بھی اس بھڑکتی آگ میں داخل ہوگی۔ ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا ایک آنکھ سے کانی تھی اور انتہائی بخیل تھی اور حرب بن امیہ بن عبد الشمس کی بیٹی تھی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی۔ نبی اکرم ﷺ سے سخت عداوت ودشمنی رکھتی تھی اور آپ کی ایذا رسانی کے لئے خود سر پر کانٹوں کا گٹھا لاکر آپ ﷺ کی گزرگاہ پر ڈالتی تھی کہ آپ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب علیہم الرضوان کو تکلیف پہنچے اور زخمی ہوں۔ دولت مند اور انتہائی مالدار ہونے کے باوجود خود ہی یہ کام کرتی تھی جس سے اس کی شقاوت وعداوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

نصب علی الشتم و الذم اظہار مذمت کی تخصیص کے لئے بطور نصب آیا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن زید رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کی راہوں میں کانٹے وغیرہ ڈالتی تھی تاکہ آپ زخمی ہو جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ ضحاک، عکرمہ اور ابن عباس علیہم الرضوان سے بھی یہی منقول ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے مراد ہے چغلیاں کھانے والی یا لگائی بجھائی کر کے عداوت کی آگ پھیلانے والی۔ ابن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے حمالة الخطایا یعنی گناہوں کا بوجھ اٹھانے والی اَلْحَطَبِ، حاطب کی جمع ہے جیسے حارس جمع ہے حرس کی ای تحمل الجناة علی الجنایات یعنی بوجھ جرم وگناہ پر جرم وگناہ کا بوجھ اٹھانے والی۔

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

وَّامْرَاَتُهٗ مبتدا ہے اور فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ اس کی خبر ہے مسد ای فتل من الحبال فتلا شدیداً من لیف المقل کھجور کے ریشوں اور پتوں سے مضبوط بٹی ہوئی رسی ایک قول ہے لوہے کی تاروں سے مضبوط بٹا ہوا رسا یا زنجیر۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مسد وہ رسا ہے جو لوہے سے بٹا ہو۔ ای فی عنقھا حبل من مسد یعنی اس کی گردن میں کھجور کی چھال یا لوہے کا بٹا ہوا مضبوط رسا ہے۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ام جمیل ایک مضبوط رسے سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لاتی تھی۔ ایک روز تھک کر ایک پتھر پر سانس لینے کے لیے ٹھہر گئی پیچھے سے ایک فرشتہ نے رسی کھینچ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ قتادہ اور ابن المسیب کا قول ہے کہ اس کے گلے میں پڑا ہوا قیمتی ہار مراد ہے جس کے بارے میں وہ کہتی تھی لات وعزی کی قسم کہ میں اسے آپ ﷺ کی دشمنی میں ضرور خرچ کردوں گی۔ ایک قول ہے اگر فِيْ جِيْدِهَا الخ خبر ہے تو گویا یہ آخرت میں اس کے عذاب کا نقشہ و بیان ہے۔ روایت میں ہے کہ جب یہ آیات اتریں تو وہ بڑی برافروختہ ہوکر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مسجد حرام میں تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا تو وہ بولی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو (بدتعریفی، برائی) بیان کی ہے تو میں بھی ضرور ایسا کروں گی اور ضرور کر کے رہوں گی اور اگر وہ شاعر ہیں تو میں بھی کہوں گی (بکواس کہنے لگی) تو اللہ عزوجل نے اسے اندھا کر دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ ہی نہ سکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ کسی ایک کو دیکھتی ہے تو وہ بولی تم مجھ سے تمسخر کرتے ہو، میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہی تو ابوبکر خاموش ہو گئے اور وہ کہتی ہوئی چلی گئی قریش کو معلوم ہے کہ میں سردار کی بیٹی ہوں تو

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ مجھے فرشتوں نے اس سے چھپالیا تو وہ مجھے نہ دیکھ سکی اور اللہ نے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ایک قول ہے کہ یہ اس کی ذلت کی موت کی خبر بھی ہے کہ وہ اس حال میں ہلاک ہو کر داخل جہنم ہوگی۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ آج سورت اللھب پوری ہوئی۔

۳ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، بمطابق یکم اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ الاخلاص مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع، چار آیات، پندرہ کلمے اور سینتالیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔ سورۃ اخلاص۔ پ ۳۰

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾	تم فرماؤ وہ اللہ یکتا ہے۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾	اللہ بے نیاز ہے۔
لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾	نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔
وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾	اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

حل لغات۔ سورۃ الاخلاص۔ پ ۳۰

قُلۡ۔ فرمادیں	هُوَ۔ وہ	اللّٰهُ۔ اللہ	اَحَدٌ۔ یکتا ہے
اَللّٰهُ۔ اللہ	الصَّمَدُ۔ بے نیاز ہے	لَمۡ۔ نہ	يَلِدۡ۔ اس نے جنا
وَ۔ اور	لَمۡ۔ نہ	يُوۡلَدۡ۔ جنا گیا	وَ۔ اور
لَمۡ۔ نہیں	يَكُنۡ۔ ہے	لَّهٗ۔ اس کی	كُفُوًا۔ برابری کرنے والا
اَحَدٌ۔ کوئی			

سورت الاخلاص

سورت الاخلاص مکی ہے اس میں چار آیات ہیں اس کا نام سورت التوحید بھی ہے کہ اس میں توحید کا بیان ہے اور اسے سورت الاخلاص بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی اساس ہے چونکہ اس کا مضمون توحید پر مشتمل ہے جو سارے دین کی اصل ہے۔ اس سورت کے ناموں میں سورت التفرید، سورت التجرید، سورت النجاۃ، سورت الولایۃ اور سورت المعرفۃ بھی ہے کیونکہ اس سورت میں معرفت ربانیہ کا مکمل بیان ہے اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اس سورت کی تلاوت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان ھذا عبد عرف ربہ یہ وہ شخص (بندہ) ہے جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔ ایک نام سورت الجمال بھی ہے ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے تو آپ ﷺ سے اس بارے میں (جمال الٰہی) پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: احمد صمد لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ایک نام سورت النسبۃ بھی ہے کہ رب العالمین سے منسوب ہے طبرانی نے ابی ہریرہ سے بطریق عثمان (علیہم الرضوان) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا لکل شیء نسبۃ ونسبۃ اللہ تعالیٰ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ ہر ایک چیز کے لئے نسبت ہے اور سورت قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی نسبت اللہ سے ہے۔ اس سورت کا نام سورت الصمد اور سورت المعوذۃ بھی ہیں۔ نسائی، البزار، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بسند صحیح عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا کہو تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ کیا کہوں پھر آپ نے فرمایا کہو، قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ۔ اللہ یکتا ہے تو میں نے پوری سورت پڑھی۔ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوا پھر آپ نے فرمایا کہو، قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ الخ۔ تو میں نے پوری سورت پڑھی اور فارغ ہوا تو آپ نے پھر فرمایا کہو، قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ۔ مین پڑھ چکا تو ارشاد فرمایا تو تم اسی طرح سے استعاذہ کیا کرو اور استعاذہ کرنے والے نہیں کرتے استعاذہ مگر اسی کی مثل۔ ایک اور نام سورت المانعہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شب معراج حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا میں نے تجھے سورت الاخلاص عطا فرمائی اور یہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ (ذخیرہ) ہے اور یہ سورت المانعہ ہے یہ قبر کی تنگیوں کو روکتی ہے اور میزان پر مدافعت ہے۔ لیکن بعض علماء کو اس روایت میں کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ دیگر حدیثوں میں کنوز عرش میں سے جو مذکور ہے اس میں سورت الاخلاص کا ذکر نہیں۔ ابونعیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے روبرو سورت الاخلاص پڑھی تو ارشاد فرمایا غفر لہ اس کی بخشش ہوئی۔ ترمذی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے سو مرتبہ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے برأت لکھ دیتا ہے۔ ایک نام سورت المذکرہ ہے کہ اس سورت میں خالص توحید کا تذکرہ ہے اور سورت نور بھی کہلاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر شے کے لئے ایک نور ہے اور سورت قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قرآن کا نور ہے۔ سورت الایمان بھی ناموں میں سے ایک ہے کہ اس سورت کے مضمون کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ابن عباس، محمد بن کعب، ضحاک ابو العالیہ علیہم الرضوان کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے یہ سورت معانی میں سورت الکافرون سے متصل ہے، سورت الکافرون میں کفار نے اشتراک عبادت کی تجویز پیش کی تھی تو ارشاد ہوا کہ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین، پھر آپ کے دین کے غلبہ، نصرت فتح کا بطور جزاء کے ذکر ہوا پھر کفار کے حوالے سے ایک منکر کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا کہ میرے دین کا اتباع نہ کرنے والوں کا انجام یہی ہے اور یوں ہوگا جب کہ اللہ عزوجل کے دین کا غلبہ خوب ظاہر ہو گیا تو ارشاد ہوا کہ اپنے رب کی جس کی تم بندگی کرتے ہو اس کی شان وعظمت کھول کر بیان فرما دیجئے اور یہی مناسبت واضح ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے سورت قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بڑی محبوب ہے ارشاد فرمایا ان حبک ایاھا ادخلک الجنۃ بلاشبہ اس سورت مبارکہ کی محبت تمہیں ضرور جنت میں داخل کر دے گی۔ جب کہ بخاری میں یوں مذکور ہے ان حبھا یوجب دخول الجنۃ بے شک اس کی محبت دخول جنت کو واجب کرے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ تو آپ نے ایک شخص کو سورت الاخلاص پڑھتے سنا تو ارشاد فرمایا واجب ہوگئی ہم نے عرض کیا حضور کیا شی فرمایا جنت۔ دارمی رحمہ اللہ نے مسند میں ابی المغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ قرآن حکیم کی کون سی سورت اعظم ہے ارشاد فرمایا ''قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' مسند امام احمد مین عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ خیر کا خزانہ تین سورتیں جو تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم میں نازل ہوئیں، نہ سکھاؤں تو میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے سورت الاخلاص اور معوذتین پڑھیں اور ارشاد فرمایا اے عقبہ! تم انہیں بھول نہ جانا اور کوئی رات نہ گزرے کہ تم نے انہیں پڑھا نہ ہو۔ طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں عبداللہ ابن الشخیر سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی موت کی بیماری کی حالت میں سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ پڑھی ہو وہ قبر کے عذاب میں مبتلا نہ ہوگا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور بروز حشر فرشتے اس کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر پل صراط سے گزار دیں گے اور جنت میں پہنچا دیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے سورت الاخلاص ثلث القرآن کے مساوی ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس شخص نے ہر روز دو سو مرتبہ سورت الاخلاص پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ محو کر دیے جائیں گے مگر قرض معاف نہ ہوگا۔ طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے دس مرتبہ سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ پڑھی اس کے واسطے جنت میں ایک محل تعمیر ہو جاتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھتا ہے اس کے واسطے دو اور تیس مرتبہ پڑھنے والے کے لئے تین محل بنا دیے جاتے ہیں۔ طبرانی رحمہ اللہ نے کتاب الصغیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو شخص نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ سورت الاخلاص پڑھتا ہے تو گویا وہ پورا قرآن چار مرتبہ پڑھ لیتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے بھی تو اس دن وہ اہل زمین میں سے سب سے بہتر شخص ہوتا ہے۔ غزوۂ تبوک میں جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں رحلت کی خبر دی اور عرض کی کیا آپ کو محبوب ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹی جائے اور آپ ان پر نماز پڑھیں ارشاد فرمایا ہاں تو سب حجابات مرتفع کیے گئے یا ان کا جنازہ آپ کے روبرو پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے فرشتوں کی دو صفوں کے ہمراہ ان پر نماز جنازہ پڑھی کہ ہر صف ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل تھی آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا۔ معاویہ لیثی کو یہ مرتبہ کس عمل کی وجہ سے حاصل ہوا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ کو محبوب رکھتے تھے اور ہر وقت اسے پڑھتے رہتے تھے۔ طبرانی اور ابویعلیٰ نے اسے نقل کیا ہے مگر اس کی تضعیف کی ہے۔

مختصر تفسیر اردو - سورۃ الاخلاص - پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

قُلْ نبی اکرم ﷺ کو ارشاد و خطاب ہے هو ضمیر المسئول عنه یا پھر المطلوب صفتہ ہے یعنی اس رب کی طرف راجع ہے جس کے بارے میں سوال کرنے والوں نے پوچھا تھا کہ اس کے اوصاف کیا ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اور ترمذی و بغوی رحمہما اللہ نے اپنی معجم میں، ابن عاصم رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور حاکم نے بتصحیح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، یا محمد انسب لنا ربک اے محمد! (ﷺ) ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ عزوجل نے یہ سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ نازل فرمائی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے بسند حسن، جابر رضی اللہ عنہ سے بروایت کی ہے کہ

Marfat.com

ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا انسب لنا ربک ہمارے لئے اپنے رب کا نسب بیان کیجئے تو یہ سورت اتری۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہود کا ایک گروہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں کعب بن الاشرف اور حی بن اخطب بھی تھے تو انہوں نے کہا یا محمد صف لنا ربک الذی بعثک اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے لئے اپنے رب کی صفت بیان فرمایئے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا (مبعوث فرمایا) تو یہ سورت اتری اس روایت کی رو سے یہ سورت مدنی ظاہر ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ مشرکین سرداران اور یہود نے باہم مل کر یہ سوال کیا ہو۔ ایک قول ہے ھُوَ ضمیر شان ہے یعنی مبتدا ہے اور اللّٰہُ اَحَدٌ اس کی خبر ہے ای ھو احد یعنی محبوب تم فرماؤ کہ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے احد دراصل واحد تھا اور احد اور واحد کے معنی ایک ہی ہیں۔ ابن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قرأت میں آیا ہے اللہ لو احد ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے الواحد الاحد اسم واحد کے حکم میں ہی ہے اور یہاں الاحد کی تفسیر واحد ہی ہے اور اعمش کی قرأت بھی یہی ہے قل ھو اللہ الواحد اور واحد کی تفسیر میں فرمایا ہے لا یتجزأ ولا ینقسم یعنی وہ جزو و تقسیم سے پاک ہے اور اس میں جزو و تقسیم نہیں۔ یعنی اللہ ہر طرح کے ترکب، تعدد، اجزائی تقوم، ترکب کے جملہ لوازم مثل ہیئت، وضع، جسم وجسمانیت اور تجزی سے پاک ہے اور اپنی حقیقت میں نہ کسی شئے کے ساتھ شریک ومشترک ہے اور نہ کسی صفت کمال میں کوئی شے اس کے ساتھ مشابہ ہے جب ذات وصفات میں اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو لامحالہ وہ نظیر ومثیل وشبہ اور ضد سے پاک ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ الاحد کا استعمال اثبات کے حوالے سے کلام عرب میں تین صورتوں پر ہوتا ہے جن میں سے ایک تو دھائیوں کے ساتھ جیسے اَحَدَ عَشَرَ دوسرے مضاف الیہ ہو کر جیسے اَمَّآ اَحَدُ کُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ اور تیسرے مطلق وصف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور یہ وصف حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جیسے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝۱ اور الاحد کی اصل وَحَدٌ ہے مگر وَحَدٌ کا استعمال غیر اللہ کی صفت میں ہوتا ہے دیگر لفظ احد حساب میں نہیں آتا یعنی حسابی قاعدے جیسے ضرب، تقسیم جمع وغیرہ میں نہیں لایا جاتا اور الاحد واحد کی نسبت زیادہ مکمل اسم ہے۔ تو گویا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝۱ فرما کر ذات وصفات کا مکمل ذکر فرما دیا ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝۲ اللہ بے نیاز ہے۔

اَللّٰہُ مبتدا ہے اور الصَّمَدُ اس کی خبر ہے اور نعت وتعریف بھی ہے۔ ابن الانباری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ الصَّمَدُ انہ السید الذی لیس فوقہ احد الذی یصمد الیہ الناس فی حوائجھم وامورھم۔ الصَّمَدُ سے مراد وہ سردار ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو اور وہ سردار ہے جس کی طرف لوگ اپنی تمام ضرورتوں اور کاموں کے لئے قصد ورجوع کریں یا فریاد کریں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے صمد وہ ہے جس سے بڑھ کر بلند کوئی نہ ہو۔ ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے ھو الذی لا عیب فیہ وہ ذات مراد ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے ھو الباقی بعد خلقہ صمد وہ ہے جو مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ معمر رحمہ اللہ کا قول ہے ھو الدائم صمد وہ ہے جو دائمی رہنے والا ہو۔ ربیع کا رحمہ اللہ قول ہے ھو الذی لاتعتریہ الآفات، الصمد سے وہ ذات مراد ہے جس پر کوئی آفت نہ آسکے۔ قاموس میں صمد کے معنی قصد کرنے کے اور سردار کے ہیں اور صاحب تفسیر مظہری کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ ذات جو مقصود کائنات ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور لفظ اللہ کا تکرار اَللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝۲ واضح کر رہا ہے کہ صمدیت

صفت الوہیت ہے اور اس کے بغیر معبودیت کا استحقاق نہیں لہٰذا اللہ عزوجل ہی معبود کائنات ہے۔ اور صمدیت سے ان لوگوں کے نظریات کا بطلان ہو گیا جو توحید کے منکر تھے یا ثنویت و تثلیث و تعدد کے قائل تھے اور ان لوگوں کا بھی جو اللہ عزوجل کے لیے اولاد کے قائل و مقر تھے۔

لَمْ يَلِدْ نہ اس کی کوئی اولاد

لان الولد من جنس ابیه و لا یجانسه تعالی احد لانه سبحانه واجب وغیره ممکن ولان الولد علی ماقیل یطلبه العاقل اما لاعانته ولیخلفه بعده وهو سبحانه دائم باق غیر محتاج الی شیء من ذلک۔ اس کے کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن اور اس لیے بھی کہ اولاد جیسا کہ کہا گیا ہے بلحاظ عقل عاقل کو اس لیے مطلوب ہوتی ہے کہ کبھی تو وہ اس کی معاون و مددگار ہو اور کبھی اس لیے کہ اس کے بعد اس کی جانشین ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ ہمیشہ رہنے والا اور فنا سے پاک، الباقی (باقی رہنے والا) ہے اور وہ ان چیزوں میں سے ہرگز کسی شے کا محتاج نہیں۔ آیت میں صیغہ ماضی کفار کے قول کی تردید میں ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں یا جیسے یہود کہتے تھے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے تھے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی یہ شان دوامی ہے کہ وہ اولاد سے پاک تھا پاک ہے اور پاک رہے گا۔

وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

ای کل مولود حادث والحدوث مناف للصمدیة والاحدیة لانه سبحانه واجب و غیره ممکن۔

اس لیے کہ ہر پیدا ہونے والی شئی حادث ہے یعنی فنا ہو جانے والی ہے جب کہ حق سبحانہ وتعالیٰ دائم و باقی ہے اور حدوث صمدیت واحدیت کے منافی ہے یعنی اللہ عزوجل حدوث سے پاک ہے اور وہ قدیم واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن کہ نہ ہونے سے ہوئے اور جملہ ممکنات حادث ہیں۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

پچھلی آیت اور اس آیت میں عطف وحدت کلام پر دلالت کر رہا ہے اور عطف بالترتیب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اولاد سے اور کسی کی مثل ہونے سے بالکل پاک ہے گویا وہ ہر قسم کے مثل سے پاک ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر، مثل اور عدیل نہیں۔

الحمدللہ آج سورت الاخلاص پوری ہوئی۔

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الفلق مدنیہ

اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیات، تینتیس کلمات اور چوہتر حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الفلق۔پ ۳۰

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾	تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔
مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾	اس کی سب مخلوق کے شر سے۔
وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾	اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔
وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾	اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔
وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾	اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

حل لغات۔سورۃ الفلق۔پ ۳۰

قُلۡ۔فرمادیں	اَعُوۡذُ۔میں پناہ لیتا ہوں	بِرَبِّ۔رب	الۡفَلَقِ۔صبح کے کی
مِنۡ۔ہر	شَرِّ۔برائی سے	مَا۔جو	خَلَقَ۔اس نے پیدا کی
وَ۔اور	مِنۡ۔ہر	شَرِّ۔برائی	غَاسِقٍ۔اندھیرا کرنے
والے سے	اِذَا۔جب	وَقَبَ۔ڈوبے	وَ۔اور
مِنۡ۔ہر	شَرِّ۔برائی	النَّفّٰثٰتِ۔پھونکنے والیوں سے	فِی۔بیچ
الۡعُقَدِ۔گرہوں کے	وَ۔اور	مِنۡ۔ہر	شَرِّ۔برائی
حَاسِدٍ۔حسد کرنے والے سے		اِذَا۔جب	حَسَدَ۔حسد کرے

سورت الفلق

سورت الفلق مدنیہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں۔حسن، عطا، عکرمہ اور جابر علیہم الرضوان کے نزدیک مکی ہے جب کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے ابوصالح رحمہ اللہ کی روایت کے حوالے سے اور قتادہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اس کا مدنی ہونا ہی صحیح ہے اس لیے کہ اس سورت کے نزول کا سبب یہود کا سحر تھا جنھوں نے مدینہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر جادو کیا تھا جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے پچھلی سورت میں امر الوہیت کی تشریح گزری تو یہ سورت اور اس کے بعد والی سورت اس امر کی تشریح ہے جس کے لئے ذات سبحانہ و تعالیٰ سے پناہ کی درخواست کی گئی ہے اس شر سے بچنے کے لئے جو عالم کے مراتب اور اس کی مخلوقات کے مراتب میں ہے، بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں معوذتین کے بارے میں لکھا ہے کہ اس لیے دونوں سورتیں درمیان میں تسمیہ کے ساتھ پڑھی جاتی

ہیں اگر چہ مضمون متصل ہے اور دونوں کا افتتاح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ کے بعد قُلْ اَعُوْذُ سے ہوا ہے اور یہی مناسبت کو واضح ہے۔ مسلم، ترمذی، نسائی نے عقبہ بن عامر علیہم الرضوان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجھ پر رات میں ایسی آیات اتری ہیں جن کی مثل میں نے ہرگز نہ دیکھی وہ آیات قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ الخ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ ہیں۔ بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ پڑھتے اور پھونک مارتے پھر ان ہتھیلیوں کے ساتھ اپنے پورے جسم کا جہاں تک ہو سکتا مسح کرتے اور مسح سر اور چہرے سے شروع فرماتے اور ایسا تین مرتبہ کرتے۔ امام مسلم اور احمد رحمہما اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تجھے وہ سورتیں نہ تعلیم کروں جن کی مثل تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں کوئی سورت نہ اتری تو میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور تعلیم فرمایئے ارشاد فرمایا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ الخ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہ تھے اور ان کے مصحف میں ان سورتوں کا اندراج نہ تھا وہ کہتے تھے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے ساتھ استعاذہ ہی کا حکم فرمایا اور قرآن میں لکھنے کا نہیں لیکن صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے ان کے قول کی تائید نہیں کی اور ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے پر اور مصحف میں لکھنے پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا اور احادیث سے ان دونوں سورتوں کا نماز میں تلاوت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت و متواتر ہے اور صحابہ علیہم الرضوان کے دیگر مصاحف جیسے ابن عباس، ابی بن کعب، زید بن ثابت، علی المرتضیٰ علیہم الرضوان میں بھی دونوں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک ان سورتوں کے قرآن ہونے کی خبر صحیح طور پر نہ پہنچی تھی اور انہوں نے انہیں بھی مثل قنوت نازلہ کے جانا اور صحیح یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ قرآن حکیم مجموعی طور پر تواتر کے ساتھ منقول ہے اور تمام مجموعہ مصحف پر صحابہ علیہم الرضوان کا اجماع ہے جو یقین کو مفید ہے اور اس سے ظن خود بخود محو ہو جاتا ہے دوسرے یہ خبر احاد ہے جو صرف مفید ظن ہے اور یقین کے مقابل ظنی امر قابل التفات ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ان سورتوں کا قرآن ہونا متواتر اور منقول ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ظنی ہے اور اجماع صحابہ کے مقابل خبر احاد ہے تو معلوم ہوا ہے کہ انہیں صحیح روایت پہنچی ہی نہ تھی اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تو یہ قول قابل التفات ہی نہیں اور اگر رجوع نہ کیا ہو تو یہ قول جب بھی قابل توجہ نہیں تاہم یہ بھی غلط ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حبر الامۃ اور فقیہ تھے وہ اس امر سے ایک عرصہ تک کیوں بے خبر رہ سکتے تھے اور اجماع صحابہ علیہم الرضوان سے کیونکر روگردانی کر سکتے تھے۔ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول بہت ہی اچھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود معوذتین کے مصحف میں لکھنے کے لئے اس لیے قائل نہ تھے کہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے کتاب القدح المعلی میں بیان کیا ہے کہ یہ ابن مسعود پر بہتان اور اتہام ہے کیونکہ ابن مسعود کی جو صحیح قرآت زر کے واسطہ سے عاصم نے کی ہے اس میں معوذتین شامل قرآن ہیں۔

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الفلق۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے، اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ تم فرماؤ میں پناہ لیتا ہوں۔

ای ألتجئ واعتصم واتحرز

یعنی میں التجا کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں اور حفاظت طلب کرتا ہوں۔

بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ اس کی جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔

فَلَق کے معنی ہیں پھاڑنا، فلق فعل بمعنی مفلوق صفت مشبہہ ہے جیسے قصص بمعنی مقصوص فلق بمعنی شق اور فرق ہیں یعنی پھاڑنا اور پھٹنا اور یہ تمام موجودات ممکنہ کے لیے عام ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان موجودات کو اپنے نور ایجادات سے برآمد کیا جیسے پہاڑوں سے چشمے نکالے اور بارش بادلوں سے اور زمین سے پیداوار نباتات کو نکالا اور ارحام سے اولاد کو نکالا وغیرہ لیکن خاص طور پر فلق کے معنی ہیں تاریکی پھٹ کر صبح کا نکلنا۔ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد تمام خلق ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الۡفَلَقِ سے مراد جہنم کا قید خانہ ہے۔کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد جہنم کی وادی ہے۔ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کعب سے نقل کیا ہے کہ الۡفَلَقِ جہنم میں ایک کنواں ہے اور بعض نے کہا جہنم میں ایک گھر ہے۔رب الفلق ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ جہنم جو تمام کا تمام مصیبت اور منتہائے شر ہے تو اس کا پروردگار یقیناً ہر شر کو دور کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور برائیوں کا دفعیہ فرمانے والا ہے۔ایک قول ہے کہ اللہ تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے تو وہ اپنی بارگاہ میں پناہ طلب کرنے والوں کو خوف وشر کی تاریکیوں سے نکالنے والا ہے۔ایک قول ہے کہ مضطرب اور پریشان حال دعائیں کرنے والوں کی التجائیں اس وقت یعنی بوقت صبح قبول فرمانے والا ہے۔

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔

ای من شر الذی خلقه من الثقلین

یعنی اس شر سے جسے اس نے دونوں جہانوں میں پیدا کیا۔ایک قول ہے کہ مَا خَلَقَ سے مراد ہے کل مخلوق کے شر سے، بیضاوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صرف عالم خلق کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جب کہ عالم امر میں کوئی شر ہے ہی نہیں اور وہ خیر ہی خیر ہے۔ایک قول ہے مخلوق سے مراد ابلیس لعین جو ساری مخلوق میں بدترین ہے اور شر کے سارے کام اس کے اور اس کے لشکروں کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔واضح مفہوم یہ ہے ای من شر شر ما خلق یعنی ہر اس شے کے شر سے جو پیدا کی گئی خواہ جاندار ہو یا بے جان مکلف ہو یا غیر مکلف۔

وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

Marfat.com

تخصیص لبعض الشرور بالذکر 3

یہ شرور میں سے بعض شر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اور اس سے استعاذہ بھی اسی قدر زیادہ مطلوب ہے۔ غسق کے معنی ہیں بھر جانا جیسے بولتے ہیں: غسق القمر چاندنی بھرپور ہوگئی قاموس میں ہے غَاسِقٍ کے معنی ہیں چاند اور رات جب وہ خوب تاریک ہو جائے وقیل ھو السیلان ایک قول ہے غَاسِقٍ کے معنی ہیں بہنا۔ اِذَا وَقَبَ ۝ ای اذا دخل ظلامه فی کل شیء یعنی جب تاریکی اور سیاہی ہر ایک چیز میں داخل ہو جائے یعنی مکمل تاریکی چھا جائے۔ ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہو جب یہ ڈوبے۔ علماء کرام فرماتے ہیں جب چاند چھپ جاتا ہے تو جادو اور سحر کے عمل اس وقت میں کیے جاتے ہیں تا کہ جس شخص کو تکلیف دینا مقصود ہو تو اسے شر پہنچایا جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چاند کے ڈوبنے پر بیماریاں اور بلائیں بکثرت ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔

ای ومن شر النفوس السواحر اللاتی یعقدن عقدا فی خیوط وینفثن علیها یعنی اور ان جادو کرنے والوں کی پھونک کے شر سے جو دھاگوں میں گانٹھ لگا کر کے باندھتے ہیں پھر اس پر پھونکتے ہیں فالنفاثات صفة للنفوس واعتبر ذلک لمکان التانیث مع ان تاثیر السحر انما ھو من جھة النفوس الخبیثة والارواح الشریرة وسلطانه منها وقدر بعضھم النساء موصوفا۔ تو پھونکنا ان پھونکنے والوں (ساحروں) کی صفت ہے اور یہاں اس کا اعتبار جمع مؤنث صیغہ کی وجہ سے ہے اور اس کے ساتھ جادو کی تاثیر بھی ہے جو کہ ان خبیث نفوس اور شریر روحوں کی جانب وطرف ہی سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا غلبہ بھی اس سے ہوتا ہے اور بعض نے عورتوں کو بھی اس کا موصوف قرار دیا ہے جب کہ پہلی بات یعنی ساحروں کو موصوف قرار دینا ہی اولیٰ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی شامل ہے۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں ہیں جو لبید کے کہنے پر جھاڑ پھونک کرتی تھیں۔ النفاثات جمع معرف باللام سے ان کا مخصوص یا معین ہونا بھی واضح ہے اور یہ اسباب نزول سے مطابقت رکھتا ہے۔ زمخشری کا قول ہے والنفث النفخ مع ریق اور نفث (پھونکنا) گنڈے کے ساتھ جھاڑنا ہے۔ صاحب اللوائح کا قول ہے ھو شبه النفخ یکون فی الرقیة "نفث" پھونکنے سے مشابہ ہے جو تعویذ گنڈے میں ہوتا ہے۔ بخاری ومسلم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا یہاں تک کہ آپ خیال فرماتے کہ میں نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا ہرگز نہ کیا پھر آپ نے اللہ سے دعا کی تو فرمایا عائشہ! میں نے اللہ سے جو عرض کیا تھا تو وہ اللہ نے مجھے بتا دیا میں نے عرض کیا حضور! وہ کیا بات ہے ارشاد فرمایا خواب میں دو شخص آئے ایک میرے سرہانے کھڑا ہوا اور دوسرا پائنتی کی طرف اور باہم پوچھنے لگے کہ ان کو کیا تکلیف ہے تو دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے تو دوسرے نے کہا لبید بن اعصم (یہودی) نے، پہلے نے پوچھا کس چیز پر سحر کیا ہے، تو دوسرے نے کہا کہ کنگھی کے بالوں پر اور نر کھجور کے گابھ پر، پہلے نے کہا یہ سامان کہاں ہے (کہاں دبایا ہوا ہے) دوسرے نے کہا بنی زریق کے چاہ "ذروان" میں، اس خواب کے بعد آپ ﷺ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور واپسی پر فرمایا، واللہ! اس کنوئیں کا

Marfat.com

پانی آب مہندی کی طرح تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کی مانند تھے۔ ام المومنین نے عرض کیا تو جناب نے انہیں نکلوا کیوں نہ لیا ارشاد فرمایا: مجھے اللہ نے شفا عطا فرمادی میں نے مناسب نہ جانا کہ لوگوں میں فتنہ ہو۔ بغوی رحمہ اللہ کی روایت میں جادو کے اس سامان کی برآمدگی کا ذکر بھی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کنوئیں کا سارا پانی نکال کر کی۔ جب یہ "سامان سحر" برآمد ہوا تو ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگی تھیں آپ ﷺ نے معوذتین پڑھیں، جب ایک آیت پڑھتے تو ایک گروہ کھل جاتی اور آپ کو افاقہ محسوس ہوتا معوذتین کی گیارہ آیات ہیں تو ان کے ساتھ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ تندرست ہو گئے۔

کچھ سحر کے بارے میں

صراح میں سحر کے معنی جادو کرنا ہے اور سحر حرام ہے اور امت مسلمہ کا اجماع یہ ہے کہ سحر گناہ کبیرہ ہے اور اگر سحر میں کوئی قول و فعل موجب کفر ہو تو اس صورت میں سحر کفر کے حکم میں ہوگا، مذہب محقق یہی ہے کہ جادو سیکھنا، جادو سکھانا، کرنا اور کروانا سخت حرام ہیں۔ بعض علماء کرام سحر کے دفعیہ درد کے لیے سحر و جادو سیکھنے کو حرام نہیں کہتے بشرطیکہ سحر قولی و فعلی طور پر کفریہ کلمات وغیرہ پر مشتمل نہ ہو۔ اگر جادوگر کے سحر میں کفر نہ ہو اور اس سے گزند پہنچے تو تعزیر (سزا) لاگو ہوگی اور اگر کفر ہے تو قتل کیا جائے گا۔ اور ساحر کی توبہ کے بارے میں اختلاف ہے تاہم اگر نبوت و آخرت وغیرہ کا منکر نہ ہو تو توبہ درست ہے وگرنہ زندیق ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ توبہ بحر حال درست بشرطیکہ توبۃ النصوح ہو۔ سحر کی حقیقت کے بعض علماء کرام قائل نہیں اور بعض اسے وہم و تخیل قرار دیتے ہیں۔ نووی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور جمہور کا نکتہ نظر یہی ہے۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اصل جھگڑا یہ ہے کہ آیا جادو سے ذات میں تبدیلی اور حقیقت میں تبدیلی واضح ہوتی ہے یا نہیں، جو تخیل و وہم کہتے ہیں وہ ان اثرات کو منع کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں کہ حقیقت ہے وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا سحر کی محض تاثیر ہے جیسے کوئی مخصوص بیماری مزاج میں تبدیلی لائے یا کسی حالت پر ختم ہو جیسے حیوان پتھر ہو جائے یا پتھر حیوان بن جائے۔ جمہور علماء کرام اسی کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ سحر کا نہ ثبوت اور نہ ہی اس کی حقیقت کا کوئی وجود ہے تو یہ کتاب و سنت کے مخالف ہے اور بعض حضرات اس قدر تاثیر ہی مانتے ہیں جیسا کہ ہاروت و ماروت کے قصہ میں وارد ہے يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ (اس سے (سحر) میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے) تاہم اس سے زیادہ تاثیر ظاہر ہو تو اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔ سحر بناوٹی اسی کی قسم سے ہے جو اعمال و اسباب سے اکتسابی طور پر حاصل ہوتا ہے اس کا وقوع فاسقوں فاجروں سے ہوتا ہے اور شرط یہ ہے کہ وہ جنبی ناپاک و پلید ہے اور اگر یہ ناپاکی وطی حرام یا محارم کے ساتھ ہو تو زیادہ دخیل و اثر انداز ہوتا ہے قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل جادوگروں اور ان کے سحر عظیم کا ذکر وارد ہے اور یہی بات سحر کی حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر سحر کے بارے میں

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ یہود نے (لبید بن اعصم یہودی نے) آپ ﷺ پر جادو کیا اور اس کی تاثیر آپ ﷺ کے بدن مبارک اور اعضاء ظاہریہ پر ظاہر ہوئی جیسے تخیل اور ضعف باہ وغیرہ، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے معوذتین نازل فرمائیں اور اللہ عزوجل نے آپ کو شفا دی، نبی اکرم ﷺ پر سحر کی تاثیر کے بارے میں ایک گروہ تاثیر سحر کا مطلقاً انکاری ہے۔

اور گمان کرتا ہے کہ یہ امر حضور کے علو مرتبہ کے منافی ہے اور نبوت میں شک پیدا کرتی ہے جیسے آپ نے خیال کیا ہو وحی نازل ہوئی اور واقع میں ایسا نہ ہو اور یہ کہ جادو کا اثر ارباب کمال میں نہیں ہوتا تو یہ سب باتیں محض واہمہ اور قابل تردید ہیں اس لیے کہ کفار آپ ﷺ کو ساحر کہتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ ساحر میں سحر اثر نہیں کرتا اور آپ ﷺ کے جسم مبارک میں سحر اور اس کا اظہار غالباً اسی حکمت و مصلحت پر ہے کہ آپ نبی و رسول کا سحر سے کیا تعلق بلکہ آپ پر سحر کے اثر کا ظہور دلائل نبوت اور تصدیق رسالت میں سے ہے کہ اگر معاذ اللہ ساحر ہوتے تو آپ پر سحر کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ دوسرے یہ بات کہ ارباب کمال میں یہ تاثیر ظاہر نہیں ہوتی اور یہ ناقصوں پر ہوتی ہے تو یہ کلیہ خود ساختہ ہے اور حکمت و مصلحت کی بنا پر اگر ارباب کمال میں ظاہر ہو جائے تو یہ بالکلیہ ممکن ہے اور اس پر صحیح احادیث متواتر ہیں جن سے کسی ذی شعور کو مجال انکار نہیں۔ رہا تشکیک فی النبوۃ کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت اور صداقت پر براہین و دلائل قائم ہو چکے تھے (کہ یہ واقعہ ۶۔۷ ہجری کا ہے) اور ادائے امور رسالت و تبلیغ میں آپ معصوم و محفوظ ہیں اور یہ بات امور دینی سے متعلق ہے اور نہ امور دنیا اور وہ عوارض جیسے بیماری وغیرہ تو وہ نہ تو احاطۂ رسالت میں ہیں اور نہ ہی عصمت و حفاظت میں امور دینیہ کی طرح ہیں بلکہ یہ خیال کہ کوئی کام کر لیا اور واقعۃً نہ کیا خدشہ کی طرح ہے جو ثابت برقرار نہیں رہتے اور احادیث و اخبار میں کوئی ایسی بات منقول و موجود ہی نہیں جو ظاہر کرے کہ کسی چیز کے برخلاف کوئی چیز فرمائی ہو اور خلاف واقعہ ہو، لہٰذا اسے مرض و بیماری پر قیاس کرنا ہی اولیٰ و درست ہے اور بدن و روح حیوانی میں ان کی تاثیر واضح ہے۔ جمہور علماء کرام کا مذہب اور تحقیقی امر یہی ہے کہ جادو کا اثر آپ ﷺ کے جسم مبارک اور اعضاء ظاہرہ پر ہوا قلب و عقل اور اعتقاد پر اس کا مطلقاً کچھ اثر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا کہ ان کا تعلق عصمت و حفاظت سے ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ آپ نے اس سحر کے دفعیہ کے علاج کے طور پر سر مبارک پر پچھنے لگوائے کہ بطن دماغ تک اس سحر کا اثر پہنچا تھا۔ اور معوذتین کا نزول روحانی علاج تھا تا کہ آپ ﷺ کی توجہ الی اللہ میں ضعف ظاہر نہ ہو۔ سحر کے علاج میں سورت الفاتحہ، آیت الکرسی، آیات شفا اور معوذتین کو خصوصیت ہے لیکن فوری تاثیر و اثر دم کرنے والے کے لحاظ سے ہے اور دوائی کے طور پر عجوہ کھجور سحر کے اثر کو زائل کر دیتی ہے (بخاری) اور مسلم رحمہ اللہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے آپ ﷺ کو اس تکلیف میں ایک دعا بتائی اور وہ یہ ہے۔ بسم الله ارقیک من کل شیء یوذیک من شر کل نفس او عین حاسد الله یشفیک بسم الله ارقیک اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں (افادہ از مدارج النبوۃ از شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی) گنڈہ بنانا اور ان پر گرہ لگا کر آیات قرآن یا اسماء الٰہیہ یا اسماء محبوب ﷺ اور مسنون دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب اہل بیت نبوی سے کوئی علیل ہوتا تو حضور ﷺ معوذات پڑھ کر دم فرماتے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝ اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

ای اذا اظهر ما فی نفسه من الحسد وعمل بمقتضا بترتیب مقدمات الشر و مبادی الاضرار بالمحسود قولا و فعلا۔

یعنی جب حاسد کے نفس میں سے اس شر کا جو حسد کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اظہار ہو اور وہ اس کے مطابق دکھ دینے کے عمل میں اور برائیوں کے ترتیب ذار پہنچانے اور محسود (جس سے حسد کیا جائے) کو دکھ کی ابتداء کرنے کے کاموں میں قولی طور

Marfat.com

پر یا عملی طور پر مشغول ہو۔ اِذَا حرف شرط ہے جو قید کو شامل ہے اور یہ قید اس لیے ہے کہ اولاً حسد کا دکھ حاسد ہی کو پہنچتا ہے اور وہ دوسروں کی اچھائی و خوبی یا حصول نعمت سے جل کر ہی محسود کے درپے آزار ہوتا ہے اور حسد کی تعریف یہ ہے: ان الحسد **یطلق علی تمنی زوال نعمة الغیر وعلی تمنی اسقحاب عدم النعمة ودوام ما فی الغیر من نقص او فقر او نحوه۔** بے شک حسد یہ ہے کہ کوئی دوسرے کے زوال نعمت کی تمنا کرے اور یہ آرزو رکھے دوسرے کے پاس نعمت موجود ہی نہ ہو اور دوسرے میں ہمیشہ نقص (کمی) یا تنگی یا اس طرح کی کوئی بات رہے۔ یہاں حاسد سے مراد یہودی ہیں اور قرآن حکیم میں ہے: وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم الخ (البقرہ) وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ (آل عمران) اور مخصوص و معین طور پر مراد لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیاں ہیں۔ لیکن حَاسِدٍ نکرہ آیا ہے تو مطلب یہ ہے حسد کے حوالے سے صرف یہودی نہیں ان کے علاوہ آپ ﷺ سے بے شمار لوگ حسد کرنے والے تھے اور اس آگ میں جلتے رہتے تھے اس لیے استعاذہ کا حکم ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد سے بچو وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، مسلمانوں کے لئے باہمی حسد کرنا حرام ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ولا تحاسدوا اور تم باہم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، حسد ہی وہ پہلا گناہ تھا جو آسمانوں میں ابلیس لعین سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے ظاہر ہوا اور اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اور ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان اور حسد ایک سینے میں جمع نہیں رہ سکتے۔ حسد کا ایک شعبہ بدنظری بھی ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے العین حق نظر برحق ہے اور ایک روایت میں آیا ہے نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں ڈال دیتی ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے لو کان شیء سابق القدر سبقة العین۔ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاتی ہو تو وہ بدنظری ہوتی۔ معوذات اس کا بھی علاج ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اگر کسی کو اپنی نظر ہی لگنے کا خوف ہو تو کہے: اللهم بارک علیه، یہ بدنظری کو دور کردے گا اور نظر بد سے بچنے کے لئے مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہنا بھی مذکور ہے۔ اور حدیث عامر میں اس کا علاج ظاہری بھی مذکور ہے۔ اور مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ جب بری نظر کی تاثیر ہے تو صالحین کی نظر خیر بھی تاثیر و کرامت رکھتی ہے یہاں تک کہ شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے۔ ایک قول ہے: ان **ضرر الحسد انما یحیق بالحاسد لا غیر** بلاشبہ حسد کا ضرر و نقصان بالضرور حاسد ہی کو گھیر لیتا ہے اس کے غیر کو نہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے: در الحسد ما اعد له بدأ بصاحبه فقتله۔ جس نے حسد کیا تو حسد کے وبال نے حاسد سے ہی ابتداء کی پھر اسے ہلاک کر ڈالا۔ ابن المعتز کہتا ہے۔

اصبر علی حسد الحسود فان صبرک قاتله
فالنار تاکل بعضها ان لم تجد ما تاکله

حسد کرنے والوں کے حسد پر صبر کر بے شک تیرا صبر اسے ہلاک کردے گا کیونکہ آگ اپنے آپ کو کھا جاتی ہے جب اسے کوئی شے کھانے کو نہ ملے۔

الحمد للہ آج سورت الفلق پوری ہوئی۔

۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، بمطابق ۲۳ اگست ۱۹۹۵ء

Marfat.com

سورۃ الناس مدنیہ

اس سورت میں ایک رکوع، چھ آیات، بیس کلمات اور اناسی حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ۔سورۃ الناس۔پ ۳۰

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ — فرما دیں میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے۔

مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ — سب لوگوں کا بادشاہ۔

اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ — سب لوگوں کا خدا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ — اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ — وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ — جن اور آدمی۔

حل لغات۔سورۃ الناس۔پ ۳۰

قُلْ۔ کہو	اَعُوْذُ۔ میں پناہ لیتا ہوں	بِرَبِّ۔ رب کی	النَّاسِ۔ سب لوگوں کے
مَلِكِ۔ بادشاہ	النَّاسِ۔ سب لوگوں کا	اِلٰهِ۔ خدا	النَّاسِ۔ سب لوگوں کا
مِنْ۔ سے	شَرِّ۔ شر	الْوَسْوَاسِ۔ (جو دل میں) خطرے ڈالے	
الْخَنَّاسِ۔ دبک رہے	الَّذِیْ۔ جو	یُوَسْوِسُ۔ وسوسے ڈالتا رہتا ہے	
فِیْ۔ میں	صُدُوْرِ۔ دلوں	النَّاسِ۔ لوگوں کے	مِنَ۔ ہر
الْجِنَّةِ۔ جن	وَالنَّاسِ۔ اور آدمی		

سورت الناس

سورت الناس مدنی ہے اور اس کی چھ آیات ہیں پچھلی سورت اور اس سورت کو معوذتین کہتے ہیں اور یہ دونوں سورتیں جڑواں نازل ہوئیں لہٰذا سورت کے مکی یا مدنی ہونے فضیلت اور پچھلی سورتوں کے ساتھ اس کی نسبت و تعلق کے بارے میں پچھلی سورت (الفلق) میں بالتفصیل بحث گزر چکی اور یونہی اسباب نزول کا بیان بھی ہو چکا جو اس سورت کو بھی شامل ہے۔

Marfat.com

مختصر تفسیر اردو۔سورۃ الناس۔پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ
یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

تم فرمادو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے۔ سب لوگوں کا بادشاہ۔ سب لوگوں کا خدا (معبود) ہے۔ اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

قُلۡ خطاب للنبی ﷺ یعنی اے محبوب مکرم محمد! ﷺ تم فرماؤ اَعُوۡذُ میں پناہ میں آیا یا میں پناہ لیتا ہوں۔

بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ ای مالک امورهم ومربيهم بافاضة مايصلحهم ودفع مايضرهم۔ یعنی میں اس پروردگار کی پناہ میں آیا جو تمام انسانوں کے جملہ معاملات کا مالک ہے اور تمام انسانوں کی پرورش کرنے والا ان تمام امور مفیدہ کے ساتھ جو ان کی اصلاح و درستی کرتے ہیں اور ان سے ان امور کو دور کرنے والا جو انہیں نقصان دے یا تکلیف پہنچائے۔

مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ سب لوگوں کا بادشاہ سب لوگوں کا خدا ہے۔ ای الملک الکامل بالتصرف الکلی والسلطان القاهر المراد الاستعاذة من جمیع شرور۔ مراد استعاذہ سے یہ ہے کہ شیطان کے تمام شروں سے پناہ چاہے۔

ای لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ یعنی اس کے سوا کوئی معبود نہیں یا یہ کہ الوہیت و معبودیت اسی کے ساتھ خاص ہے ایک قول ہے مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ﴿۳﴾ ربّ الناس ﴿۱﴾ کی وضاحت ہے کہ مربی تو ماں باپ بھی ہیں اور بعض صورتوں میں مالک پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور ان معنوں میں مربی نہ تو حقیقۃً بادشاہ ہوتا ہے اور نہ ہی معبود اور ملک کا اطلاق بادشاہ پر ہوتا ہے اور بادشاہ معبود نہیں ہوتا تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ہی مربی بھی ہے اور بادشاہ بھی اور معبود بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ مملوک کی حفاظت بادشاہ (اَلۡمَلِکُ) کے ذمہ ہے اَلنَّاس میں الف لام عہدی ہے اور مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت ہے اور قُلۡ کہنے میں آپ ﷺ کی عظمت و خصوصیت ہے کہ محبوب! فرمادو جب میرا مربی بادشاہ معبود اللہ ہے تو مجھے وہی ہر شر سے محفوظ فرمانے والا ہے اور میری حفاظت اسی کے ذمہ ہے۔

یعنی عام بادشاہوں کی طرح نہیں بلکہ بطور معبود و آلہ اور متصرف بالذات کامل بادشاہ جملہ امور میں تصرف کلی کا مالک اور سلطان قاہر یعنی جلالتمآب ایک قول ہے تمام انسانوں کا مالک اور ان کے جملہ امور و مصالح کی تدبیر فرمانے والا۔

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے۔

والوسواس عند الزمخشری اسم مصدر بمعنى الوسوسة والمصدر بالكسر وهو صوت الحلی والهمس الخفی ثم استعمل فی الخطرة الردية واريد به هنا الشيطان سمی بفعله مبالغة كانه نفس الوسوسة او الكلام على حذف مضاف ای ذی الوسواس۔

اور وسواس علامہ جار اللہ زمخشری کے نزدیک اسم مصدر ہے جو وسوسہ کے معنوں میں ہے اور مصدر زیر کے ساتھ ہے یعنی

''وسواس'' اور وہ ہلکی سی میٹھی آواز ہے اور چپکے سے کانا پھوسی ہے۔ پھر یہ فضول خیالات کے بارے میں بھی مستعمل ہونے لگا اور یہاں اس سے مراد شیطان ہے جو اپنے فعل کے ساتھ بطور مبالغہ موسوم کیا گیا ہے گویا وہ (شیطان) ہی نفس وسوسہ ہے یا پھر کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وسواس والا (وسواس ڈالنے والا) اسی لیے من شر وسوسة الوسواس نہیں فرمایا کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو یہ شیطان ہی ہے جو اس کے دل میں خطرے وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا عقلاً مانع نہیں ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ان الشیطان یجری من الانسان کمجری الدم (بخاری) بلاشبہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے اور اسی طرح باب العطاس والتثاؤب (چھینکنے اور جمائی کے بارے میں) ارشاد نبوی ﷺ مذکور ہے فان الشیطان یدخل کہ شیطان بوقت جمائی انسان کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ وسوسہ پیدا کرتا ہے لوگوں کے سینوں میں جب وہ ذکر الٰہی سے غافل ہوں۔

الْخَنَّاسِ ۝۴ اور دبک رہے۔

ای الذی عادته ان یخنس ویتاخر اذا ذکر الانسان ربه عزوجل

یعنی وہ جس کی عادت یہ ہے کہ وہ چپکے سے پیچھے ہٹ جائے یا دبک رہے اور اس وقت تک دبکا رہے جب تک انسان حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور جب غافل پائے تو وسوسہ ڈالے۔ حاکم نے بافادۂ تصحیح اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ما من مولود یولد الا علی قلبه الوسواس فاذا عقل فذکر الله تعالی خنس فاذا غفل وسوس وله علی ماروی عن قتادة خرطوم کخرطوم الکلب ویقال ان رأسه کرأس الحیة۔ کوئی بھی پیدا ہونے والا پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے دل پر وسواس ہوتا ہے پھر جب وہ سمجھ سے کام لیتا ہے تو اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ وسواس (شیطان) دبک جاتا ہے پھر جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور اس شیطان (خناس) کے لیے جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک تھوتھنی (سونڈ) ہے جس طرح کتے کی تھوتھنی اور علماء کرام کہتے ہیں کہ اس کا سر اژدھا کے (سانپ) سر کی مانند ہے۔ اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ''وسواس'' کے لیے بلاشبہ پرندوں کی چونچ کی طرح ایک چونچ ہے پھر جب ابن آدم غافل ہوتا ہے وضع ذلک المنقار فی أذن القلب یوسوس تو وہ اپنی یہ منقار (چونچ) اس کے دل کے اندر چبھو دیتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے پھر جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ باز رہتا ہے اور دبک رہتا ہے اسی لیے اسے ''الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ'' کہتے ہیں۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

قیل ارید قلوبهم مجازا بعض کا قول ہے فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ سے مراد مجازاً لوگوں کے دل ہیں جن میں خناس وسوسے ڈالتا ہے جب کہ بعض علماء کرام کا ارشاد ہے ان الشیطان یدخل الصدر الذی هو بمنزلة الدهلیز فیلقی منه ما یرید القاءه الی القلب ویوصله الیه۔ بلاشبہ شیطان انسان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے اور سینہ دل کی دہلیز کی مانند ہے پھر اس میں جو کچھ وہ ڈالنا چاہتا ہے اس میں سے قلب کی طرف ڈالتا ہے اور اسے دل کے ساتھ ملا دیتا ہے یا پہنچا دیتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ جن اور آدمی۔

یہ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ کا بیان ہے کیونکہ یہ دو قسمیں ہیں جنی اور انسانی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں کے میں کے شیطان یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (الانعام) کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے سے۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ وسوسہ ڈالنا جنات کا کام بھی ہے اور انسانوں کا بھی، دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وهو اعلم بمراده واسرار كتابه الكريم واخر دعوانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وافضل الصلوة وازكى السلام على حبيبه وسيد انبيائه ورسله سيدنا و مولانا محمد و آله واصحابه اجمعين۔

راقم الحروف اس کا قلم، دل و دماغ ظاہر و باطن پروردگار جل وعلا کے حضور سجدہ ریز ہے اور اس نعمت کریم کی تکمیل پر شکر گزار ہے اور بارگاہ عالیہ رسالت مآب ﷺ اور آپ کے آل اصحاب کی خدمت میں دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الٰہی قبول فرما اور توشہ آخرت بنا اور اس سعی کو شرف قبولیت و محبوبیت عطا فرما۔ اور میرے والدین بیوی بچوں احباب و مخلصین کی نجات کا سامان فرما۔

امين اللهم ربنا امين بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم۔

فقیر قادری امین الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری

جامعہ حسنات العلوم (رجسٹرڈ) نزد مسجد وزیر خاں لاہور

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

فاضل جلیل پروفیسر الحاج قاری محمد مشتاق احمد صاحب نقشبندی، ایم اے

تصحیح، حضرت مولانا عبد الغنی صاحب عثمانی

صاحبزادہ سید نذر حسین شاہ صاحب گجرات

نظر ثانی: علامہ محمد شہزاد مجددی، الحاج عبد القیوم قادری اشرفی

۱۴۲۹ھ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

Marfat.com